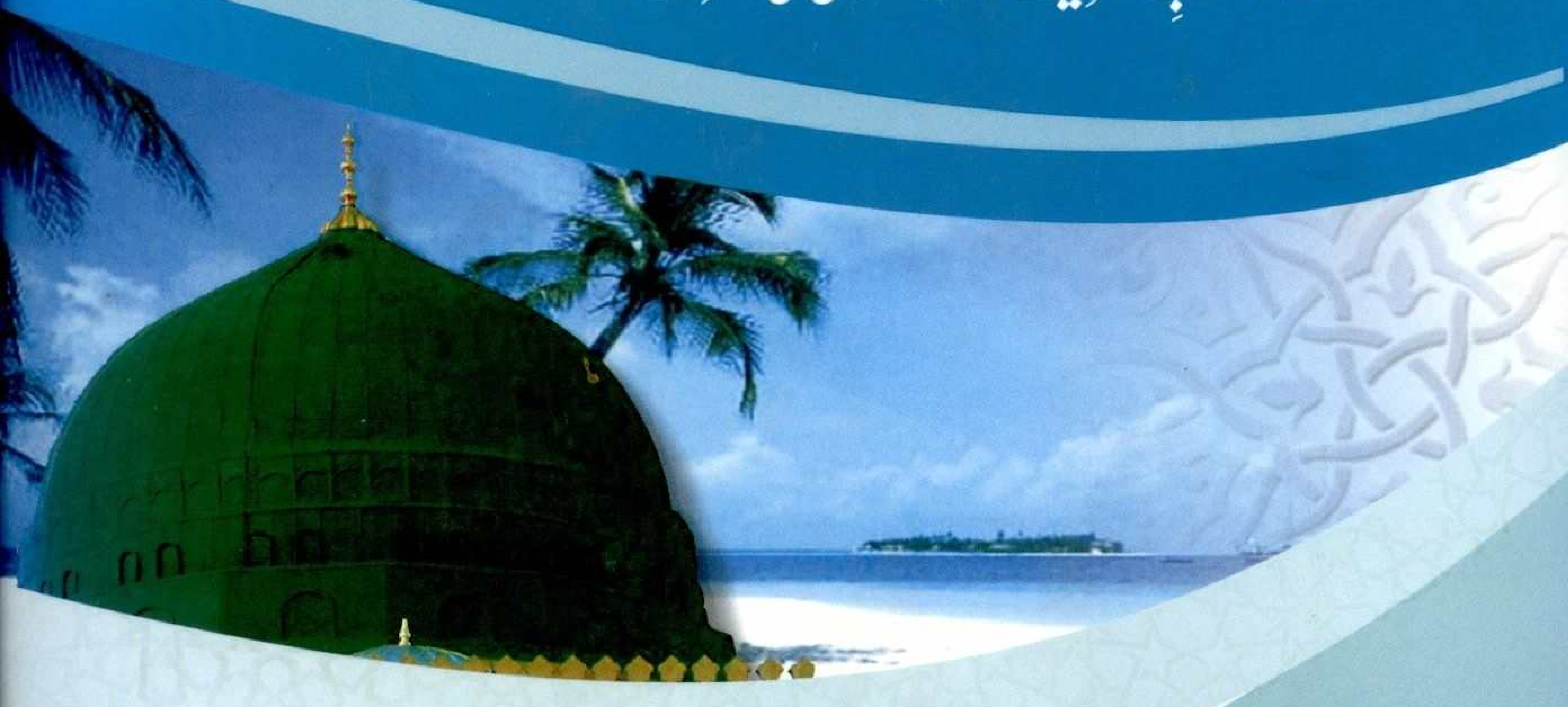
دس عربی قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر طبع کئے جانے والے نسخہ کا مکمل اردو ترجمہ مع تخریج پہلی بار

اردو ترجمہ

دلائل النبوۃ

اور صاحبِ شریعت ﷺ کے احوال کی معرفت



تصنیف: امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل الجاروی

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

دلائل النبوة

دس عربی قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر طبع کیے جانے والے نسخہ کا مکمل اردو ترجمہ مع تخریج پہلی بار

اردو ترجمہ

دلائل النبوۃ

اور صاحبِ شریعت ﷺ کے احوال کی معرفت

جلد ۱

حصہ اوّل، دوم

تصنیف: امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی

ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل الجاروی

دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : مئی ۲۰۰۹ء علی گرافکس

ضخامت : 597 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

www.ahlehaq.org

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبہ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست دلائل النبوۃ

(جلد اوّل)

☆☆☆

فہرست عنوانات جلد دوم

☆☆☆

پیش لفظ

از مولانا مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی جامعۃ الرشید۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الكريم

اما بعد!

شروع زمانہ سے انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان کا انتخاب فرماتے ہیں اور مخصوص انداز سے ان کی تربیت فرماتے ہیں پھر ایک مدت گزرنے کے بعد جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے ان تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ میرے پیغام میرے بندوں تک پہنچائیں اس لحاظ سے ایسے مخصوص برگزیدہ بندوں کو پیغمبر، رسول اور نبی کے خطاب سے نوازا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ان کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام پر سختی کے ساتھ کاربند ہونا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہے ہر نبی نے یہی اعلان فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت حلال نہیں، اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے :

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۲۵) اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (۲۶)۔ (سورۃ ہود : آیت ۲۵۔۲۶)

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (تو انہوں نے ان سے کہا) کہ میں تم کو کھول کر ڈر سنانے والا ہوں (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہاری نسبت عذاب الیم کا خوف ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا ذکر اس طرح فرمایا :

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۔ (سورۃ ہود : آیت ۵۰)

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (تم شرک کر کے اللہ پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ :

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۔ (سورۃ ہود : آیت ۶۱)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم ! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار نزدیک (بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا (بھی) ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ اس طرح فرمایا :

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۔ (سورۃ ہود : آیت ۸۴)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا اے قوم ! خدا ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا :

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (۹۶) اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ (۹۷) ۔ (سورۃ ہود : آیت ۹۶۔۹۷)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا (یعنی) فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف، تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہ تھا۔

غرضیکہ ہر نبی نے آکر دُنیا کو یہی پیغام دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا غیروں کی عبادت کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو تسلیم کرو، اپنے عقائد کو درست کرلو، اعمال صالحہ اختیار کرو، اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دو، آپس میں ایک دوسرے کی جان و مال کا احترام کرو، زنا کاری، چوری ڈکیتی، دھوکہ فریب وغیرہ بُرائیوں کو چھوڑ دو۔

مُعجزاتِ انبیاء علیہم السلام

ہر نبی سے قوم نے دلیل کا بھی مطالبہ کیا کہ اپنی سچائی اور حقانیت پر کوئی دلیل قائم کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل لائیں جو آپ کی سچائی کو واضح کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ کوئی خرقِ عادت بات صادر فرماتے ہیں اس کو شریعت کی اصطلاح میں ’’معجزہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ۔
(سورۃ ہود : آیت ۶۴)

اور یہ بھی کہا کہ اے میری قوم! یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے اس کو چھوڑ دو خدا کی زمین میں (جہاں چاہے) چرے، اس کو کسی طرح تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ (۳۰) قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۳۱) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۳۲) وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (۳۳) (سورۃ الشعراء : آیت ۳۰-۳۳)

(موسیٰ نے کہا) خواہ میں آپ کے لیے روشن چیز لاؤں (یعنی معجزہ) (فرعون نے) کہا اگر سچے ہو تو اسے لاؤ (دکھاؤ) پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کو سفید براق نظر آنے لگا۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے مطابق کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا جس سے لوگ نبی کی سچائی کو پہچان سکے اور ان کی نبوت کو تسلیم کر کے ان کی اتباع کی۔

کُتبِ انبیاء کا ذکر

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف رسولوں کو کتابیں بھی عطا کیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل، اس کے علاوہ بھی مختلف انبیاء علیہم السلام کو صحیفے دیئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۴۳)

(سورۃ القصص : آیت ۴۳)

اور ہم نے پہلی اُمتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دُنیا میں تشریف لائے۔

ختمِ نبوت کا ذکر

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا آپ علیہ السلام نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی :

"عن جابر بن عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم مثلي و مثل الانبياء قبلي، كمثل رجل ابتنى دارًا، وقال يزيد بنى دارًا فاحسنها واكملها الا موضع لبنة، فجعل الناس يدخلونها ويتعجبون منها، ويقولون لولا موضع هذه اللبنة قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم، فانا موضع تلك اللبنة جئت فختمت الانبياء"۔ (اخرجہ البخاری عن محمد بن سنان۔ کتاب المناقب)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور مجھ سے پہلے دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک خوبصورت مکان بنایا البتہ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اس کے بعد لوگ مکان کی زیارت کے لئے آتے اور اس کے حُسن و جمال کی تعریف کرتے، البتہ یہ کہتے کہ کاش اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اینٹ کی جگہ میں ہوں، میں آ گیا، نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (بخاری)

اگلی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گروہ انبیاء کے سردار ہیں سید الاولین و آخرین خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کی نبوت کے دلائل بھی بکثرت ہیں بلکہ بہت پہلے سے انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو آپ کی آمد کی اطلاع دی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا قرآن میں ذکر فرمایا :

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (۱۵۶) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۵۷)

(سورۃ الاعراف : آیت ۱۵۶۔۱۵۷)

''اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جو (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کا حکم کرتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اُتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مُراد پانے والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا :

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔

(سورۃ الصف : آیت ۶)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔

دنیا میں رُونما ہونے والے واقعات

اسی طرح آپ کی پیدائش کا زمانہ جب قریب آیا تو دنیا میں بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے جس سے دنیا سمجھ رہی تھی کوئی عظیم الشان واقعہ رونما ہونے والا ہے، ان واقعات میں اصحابِ فیل کا واقعہ بہت ہی اہم ہے کہ ابرہہ کے لشکر نے بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے لشکر کے ذریعہ ابرہہ کے لشکر کو شکست دی، اسی طرح آپ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بہت سے اہم واقعات رُونما ہوئے مثلاً فارس کی وہ آگ جو ہزار سال سے جل رہی تھی وہ بجھ گئی، کسریٰ کے ایوان کے کنگورے کا گرنا، اسی طرح غیبی آواز وغیرہ کے ذریعہ آپ کی آمد شریف کی اطلاع، اسی طرح دیگر واقعات۔

نیز آپ کو نبوت ملنے سے پہلے ہی بہت سے واقعات اور حالات ظہور پذیر ہوئے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ عنقریب دنیا میں کوئی انقلاب رُونما ہونے والا ہے۔

مہرِ نبوت کا ذکر

خود آپ علیہ السلام کی ذاتِ بابرکت میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت کی علامت ودیعت فرمادی تھی۔ چنانچہ:

عن سماك قال حدثنی جابر بن سمرة قال رأيت الخاتم الذی فی ظهر رسول الله صلی الله عليه وسلم مثل بيضة الحمام۔ (مسلم۱۸۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر خاتم النبوۃ کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔

اسی طرح نبوت ملنے کے بعد بھی بہت سے معجزات کا ظہور ہوا۔مثلاً شق القمر کا واقعہ، معراج کا واقعہ وغیرہ۔آپ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے، قرآنِ کریم ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء اس کی نظیر نہ لاسکے۔قرآنِ کریم کی بار بار اور چیلنج کے باوجود ایک آیت کی مثل پیش کرنے سے بھی عاجز رہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۸۸)

کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔(اسراء ۸۸)

اسی طرح آپ علیہ السلام کے غزوات، فتوحات، پیشین گوئیوں وغیرہ کا سچا ہونا سب آپ علیہ السلام کی نبوت کے سچے ہونے کے دلائل ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق اہلِ علم کی شہادت

آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر شروع زمانہ سے اب تک ہزاروں ہزاروں سعادت مندوں نے قلم اُٹھایا اپنی اپنی بساط کے مطابق آپ کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے انہی خوش نصیبوں میں سے امام بیہقی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

ابنِ جوزی رحمۃ اللہ کی شہادت

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں حفظ اور اتقان اور تصنیف میں یکتا روزگار تھے آپ نے علمِ حدیث کو جمع فرمایا، نیز فقہ اُصولِ فقہ کو جمع فرمایا، یہ حاکم ابوعبدالملک کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، بہت سے علوم وفنون کے جامع تھے ان کی بہت سی عمدہ تصنیفات ہیں۔

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین میں حدیث کے بڑے عالم تھے اور مسلک شافعی کے بڑے مددگار تھے۔

''دلائل النبوۃ''

امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصنیفات میں دلائل النبوۃ بھی ہے۔

دلائل النبوۃ کیسی کتاب ہے، اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب ''دلائل النبوۃ'' کتاب ''شعب الایمان'' کتاب ''مناقب الشافعی'' میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ: امام ابوبکر بیہقی کی کتاب سیرۃ وشمائل پر لکھی ہوئی بہترین کتاب ہے۔حقیقت بھی یہی ہے کہ کتاب سیرت کے موضوع پر لکھی ہوئی بہت عمدہ کتاب ہے اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سیرت کو احادیث کی صحیح روایات کے ساتھ مزین فرمایا، ہر قول کے لیے سند پیش کی، یعنی یہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستند مجموعہ ہے، جس کا مطالعہ قاری کے علم اور عمل دونوں میں اضافہ کا باعث ہوگا پھر اس پر ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی صاحب کے حاشیہ نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگادیا۔انہوں نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایات کی تخریج، صفحہ اور جلد نمبر کے ساتھ حوالہ ذکر فرمایا، نیز کتاب کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا وہ گویا کہ اصل کتاب کا خلاصہ اور جوہر ہے۔

''دلائل النبوۃ اردو''

کتاب کی اصل زبان عربی ہے اب تک اس سے علماء کرام ہی استفادہ فرماتے رہے ہیں حال ہی میں ہمارے محترم دوست خلیل اشرف عثمانی صاحب نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کے ذریعہ اس کا اُردو زبان میں ترجمہ کروایا ہے، ماشاء اللہ مولانا نے بڑے سلیقہ سے اس کام کو انجام دیا ہے، اب مکمل کتاب کا اُردو زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے، پھر انہوں نے مجھ سے اس کی نظر ثانی کی درخواست کی ہے چنانچہ اس نظر ثانی کے ساتھ بعض عنوانات کا بھی اضافہ کیا گیا۔ اب یہ کتاب اُردو خواں طبقہ کے لئے سیرت کے موضوع پر ایک بہترین منتخب کتاب ہے، اس سے جہاں عوام فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، اہل علم طبقہ علماء وطلبہ بھی مستغنی نہیں رہ سکتے یہ اُردو میں لکھی ہوئی عام سیرت کی کتاب نہیں بلکہ ایک جامع اور مستند کتاب جس کی صحیح قدر اہلِ علم ہی پہچان سکتے ہیں جو امام بیہقی رحمہ اللہ کے علمی مقام ومنزلت سے واقفیت رکھتے ہیں قارئین کرام جب کتاب کا بغور مطالعہ کریں گے تو خود ان کو بھی اندازہ ہوگا کہ کس قدر وقیع کتاب ہے، اُردو ترجمہ کا اصل مشورہ استاذِ محترم شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے دیا تھا، یہ کام اگرچہ حضرت زید مجدہم کی نگرانی میں نہ ہوسکا تاہم یہ حضرت کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام زید مجدہم کی زندگی میں برکت نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اصل کتاب کی طرح اس ترجمہ کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اُمت کے حق میں نافع بنائے، مترجم، ناشر اور معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

راقم الحروف

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس جامعۃ الرشید

احسن آباد کراچی یکم ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جلیل القدر علماء کے ارشادات وتأثرات

علامہ ابن ناصرؒ کا فرمان .... امام بیہقیؒ یگانہ روزگار تھے۔ ہم عصروں میں نرالے تھے۔ حفظ حدیث کے اعتبار سے ہو یا اتقان اور ثقہ ہونے کے اعتبار سے وہ خراسان کے شیخ تھے۔

علامہ امام الحرمینؒ کا فرمان .... شافعی مسلک کے جتنے اہل علم ہیں۔ امام شافعیؒ کو ان سب پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ سوائے امام بیہقی کے۔ بیہقی کا شافعی پر احسان ہے اور فضیلت ہے اس لئے کہ انہوں نے امام شافعی کے مذہب کی تائید ونصرت میں کثرت کے ساتھ تصانیف کی ہیں اور شافعیؒ کی آراء کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان کے مختصر اقوال ومسلک کی بسط وتفصیل لکھی ہے۔

علامہ ابن خلکان کا فرمان .... امام بیہقی فقیہ تھے۔ شافعی المسلک تھے۔ بہت بڑے مشہور حافظ الحدیث تھے۔ اپنے وقت کے منفرد آدمی تھے۔ تمام علوم وفنون میں اپنے ہم زمانوں سے نرالے اور منفرد تھے۔ وہ حاکم ابوعبداللہ کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ پھر تمام اقسام علوم میں ان پر فوقیت حاصل تھی۔

علامہ ابن جوزیؒ کا فرمان .... امام بیہقیؒ حفظ حدیث میں علم کی پختگی اور اتقان میں اپنے دور کے منفرد انسان تھے۔ اور اسی طرح حسن تصنیف میں۔ علم حدیث کو جمع کرنے میں، علم فقہ میں، علم اصول حدیث میں منفرد تھے (اپنے عصروں میں)۔ وہ حاکم ابوعبداللہ کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ ان سے انہوں نے احادیث کی تخریج بھی کی۔ اور انہوں نے علم حدیث کے لئے سفر کئے۔ اور کثیر احادیث جمع کیں۔ ان کی کثرت کے ساتھ خوبصورت تصانیف ہیں۔

علامہ ذہبیؒ کا فرمان .... اگر امام بیہقیؒ چاہتے تو اپنی ذات سے وہ خود ایک مذہب کی بنیاد ڈال سکتے تھے۔ جس کے اندر وہ خود اجتہاد کرتے، ان کو اس بات پر پوری قدرت ومہارت حاصل تھی کیونکہ ان کو تمام علوم پر وسعت اور تمام اختلاف کی معرفت معلوم تھی۔

علامہ سبکیؒ کا فرمان .... امام بیہقیؒ مسلمانوں کے اماموں میں ایک امام تھے۔ اور اہل ایمان کے ہادیوں میں ایک ہادی تھے۔ اور ''حبل اللہ المتین'' (اللہ کی مضبوط رسی تھے یعنی قرآن کے داعی تھے)، فقیہ تھے۔ جلیل القدر تھے۔ حافظ الحدیث تھے۔ بڑے آدمی تھے۔ علم اصول کے ماہر تھے، پرہیزگار تھے۔ متقی اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔ مذہب اور مسلک کے اصول اور فروع کی تائید ونصرت کے ساتھ کمربستہ تھے۔ علم کے پہاڑ تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کا فرمان .... امام بیہقیؒ اصحاب شافعی میں سے علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور امام شافعیؒ کے مسلک کے بڑے مددگار تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان .... امام بیہقیؒ علوم کے اتقان میں اپنے زمانے کے یگانہ انسان تھے۔ حدیث میں فقہ میں تصنیف میں یگانہ روزگار تھے۔ فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ انہوں نے بڑی مفید اشیاء جمع کی تھیں، جن کی مثال زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔ اور نہ اس سے قبل ان کا ادراک ہوا۔ اصحاب حدیث میں سے صاحب فضیلت تھے۔ پسندیدہ مسلک کے مالک تھے۔

کتاب " دلائل النبوۃ " کے بارے میں
علماء کے اقوال وتأثرات

علامہ تاج الدین سبکیؒ کا فرمان ....کتاب ''دلائل النبوۃ'' ہو یا کتاب شعب الایمان یا کتاب مناقب امام شافعیؒ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی نظیر ومثال نہیں ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان .... سیرت وشمائل کے بارے میں تصنیف ہونے والی کتابوں کے لئے امام ابو بکر بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ سرچشمہ ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از : ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی

۱۔ ان اللّٰہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی ۔ یاایھاالذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔ (سورۃ الاحزاب : آیت ۵۶)
بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں ۔ اے ایمان والو! تم ان پر رحمت کی دعا کرو اور سلام بھیجو۔

۲۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۔
(سورۃ التوبہ : آیت ۳۳، ۲۸۔ سورۃ الفتح : آیت ۲۸، ۷۱۔ سورۃ الصف : آیت ۹)
اللہ وہی ذات ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔

۳۔ محمد رسول اللّٰہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدًا یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضوانًا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ۔ (سورۃ الفتح : آیت ۲۸)
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔ اور ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو کفار پر سخت ہیں آپس میں شفیق ہیں ۔ آپ ان کو رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے ۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں ۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے موجود ہے۔

۴۔ والذین امنوا و عملوا الصالحات و امنوا بما نزل علی محمد و ھو الحق من ربھم کفر عنھم سیئاتھم و اصلح بالھم ۔ (سورۃ محمد : آیت ۲)
جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ۔ اور ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہی حق ہے ۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے گناہ اللہ نے مٹا دیئے ہیں اور ان کے احوال کو درست کر دیا ہے۔

۵۔ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبین و کان اللّٰہ بکل شیء علیما ۔ (سورۃ الاحزاب : آیت ۴۰)
محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلۂ نبوت کی تکمیل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

۶۔ و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ (سورۃ الانبیاء : آیت ۱۰۷) (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد ، و علی ال سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراھیم ، و علی آل سیدنا ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید ۔

امابعد

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے وجود کا اثبات کرنا کوئی دینی مشکل مسئلہ شمار نہیں ہوتا ۔ اس لئے وجود باری تعالیٰ تو خود انسانی فطرت میں مرکوز ہے اور داخل ہوا ہے اور انسان کے ساتھ اسی سلسلہ کا جاری رہنا (اطراد تقدم) علمی ہر روز اس کے اثبات میں اور زیادہ اضافہ کرتا جاتا ہے۔

چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

سنریھم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسھم ۔ (سورۃ فصلت : آیت ۵۳)
عنقریب ہم (کائنات کے) آفاق و اطراف میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔

نیز ارشاد ہے :

وفي انفسكم افلا تبصرون ۔ (سورة الذاريات : آيت ۲۱)

اور خود تمہارے اپنے نفسوں میں (ہماری قدرت وحدانیت) کے دلائل اور نشانیاں موجود ہیں ۔ کیا آپ دیکھتے نہیں؟

توسوائے اس کے نہیں کہ دین کے اندر بنیادی مسئلہ اثبات رسالت رسول اللہ ﷺ ہے۔ ہم اس سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات کرنا مراد لیتے ہیں۔

انسانوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت اور ان پر ایمان کا وجوب

تو انسان بالنبوۃ یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے درمیان اور تمام انسانوں کے درمیان تعلق اور واسطہ انبیاء علیہم السلام کے طریق اور ذریعے سے ہونا یہ اسی دین (دین توحید اور دین اسلام) ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

والنبي هو الانسان الذي يختاره الله ليقوم باداء رسالة معينة

تو نبی وہ انسان ہوتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ اس عظیم مقصد کے لئے چن لیتے اور منتخب کر لیتے تھے تاکہ ایک خاص اور معین پیغام پہنچانے کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کی ذمہ داری سنبھال لے۔ یقیناً ایسے مذاہب بھی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں (اللہ کو جانتے ہیں)۔ مگر وہ نبوتوں کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی نبی کے وجود کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ انبیاء جو کچھ لائیں گے یا تو وہ عقل کے عین مطابق ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر فرض کیجئے کہ وہ پیغام عقل میں آ سکتا ہے تو پھر نبی کی کیا ضرورت رہی؟ عقل اس ضرورت کو پورا کر کے نبی سے ہمیں مستغنی کر دیتا ہے، للہذا اس کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر جو چیز نبی لائے گا وہ عقل کے خلاف ہے تو ہمیں ایسی خلاف عقل چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے (تو ان کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ) راہنمائی اور استدلال کا راستہ عقل ہے اور وہی کافی ہے۔ نبوت و رسالت کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ زبانی جمع خرچ اور منطقی طرز استدلال کے ساتھ اور ریاضی کے اصولوں کے ساتھ ماوراء مادہ کے حقائق تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں صحیح علم اور اس کی صفات کے بارے میں صحیح طور پر جاننا، نیز آخرت کا حساب وکتاب، ثواب و عذاب وغیرہ ہر وہ چیز جو عالم غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تمام امور اور تمام باتیں نہیں معلوم ہو سکتیں، مگر صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے۔

اور یہ بات پکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین ربط و تعلق متعدد وسائل اور ذرائع کے ساتھ کامل ہے اور یہ بھی پکی بات ہے کہ قرآن مجید نے ہمارے سامنے اس بارے میں ایک معتد بہ حصہ بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے مابین رابطے کی چند مثالیں

پہلی مثال .... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ اس طرح موجود ہے۔ ارشاد ہوا :

فلما بلغ معه السعي ، قال : يابني اني ارى في المنام اني اذبحك ، فانظر ماذا ترى ، قال : يا ابت افعل ما تؤمر ستجدني ان شاء الله من الصابرين ۔ (سورة الصافات : آيت ۱۰۲)

جب اسماعیل ابراہیم کے ساتھ دوڑنے لگا تو ابراہیم نے کہا، اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ آپ دیکھئے آپ کیا سوچتے ہیں؟ اسماعیل نے جواب دیا: اے میرے ابا جان! آپ وہ کام کر ڈالئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ .... یہ سچا خواب ہے۔

دوسری مثال .... کبھی یہ اتصال وواسطہ بایں صورت ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی کے ساتھ خود کلام کرتے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فلما اتاها نودی من شاطیء الواد الأیمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسیٰ انی انا اللّٰه رب العالمین ۔ (سورۃ القصص ۔ آیت ۳۰۔۳۱)

جب موسیٰ علیہ السلام اس وادی میں پہنچ گئے تو وادی ایمن کے کنارے انہیں مبارک سرزمین پر درخت سے پکارا گیا۔ ''اے موسیٰ بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں''۔

تیسری مثال .... عادت اللہ جاریہ (یعنی سنۃ اللہ جاریہ) ہے کہ حصول وحی جبرائیل علیہ السلام کے طریق سے ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً جیسا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

نزل به الروح الأمین علی قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین ۔ (سورۃ الشعراء ۔ آیت ۱۹۳۔۱۹۵)

وحی محمدی کو یعنی قرآن مجید کو لے کر جبرائیل امین اترتے ہیں۔ تیرے دل پر (اے محمد ﷺ) تا کہ آپ ڈرنے والوں میں سے ہو جائیں (یعنی نبی اور رسول بن جائیں)۔ واضح بیان کردینے والی عربی زبان کے ساتھ (ڈرنے والے)

چوتھی مثال .... کبھی جبرائیل علیہ السلام بذات خود انسانی صورت میں اس طرح اُترتے تھے کہ مسلمان خود ان کو دیکھتے تھے۔ جیسے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس حدیث کو بیان کرتے وقت پیش آیا، جس میں ایمان واسلام کے ارکان اور احسان اور اشراطِ قیامت کا بیان ہے، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کے آخر میں واضح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں :

هذا جبرائیل اتا کم یعلمکم دینکم

یہ جبرائیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

دعوائے نبوت کرنے والے انسان سے اس کی سچائی کی دلیل کا مطالبہ کرنا فطری امر ہے

جس وقت کوئی انسان یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے، جن پیغامات کی بنا پر ان پر تکالیف مرتب ہو جاتی ہیں (یعنی وہ پیغامات پر عمل کے مکلف بن جاتے ہیں)۔ اور وہ احکامات لوگوں پر واجب ہو جاتے ہیں تو اس وقت یہ امر بھی عین فطری ہو جاتا ہے کہ اس انسان سے اس کی سچائی پر دلیل کا مطالبہ کریں۔ قرآن مجید اس بارے میں کسی ایسے امر کا قائل نہیں ہے جو عقل سے خارج ہو یا اس کے خلاف ہو۔ بلکہ باہم سوال وجواب اور گفت وشنید مطلوب ومقصود ہے۔ جبکہ اس کا مقصد سیکھنا اور تعلیم ہو (اس طرح کے سوال وجواب ہر دور میں لوگ اپنے نبیوں اور رسولوں سے تو کرتے ہی تھے خواہ وہ سمجھنے اور علم حاصل کرنے کے لئے ہو یا محض ضد اور مخالفت کے طور پر ہو، لیکن اس سے بڑھ کر خود انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی ایسے سوال کئے) ملاحظہ فرمائیے

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دلیل بصری طلب کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ ؟ قال : اولم تؤمن ؟ قال : بلی ، ولکن لیطمئن قلبی ۔
(سورۃ البقرۃ : آیت ۲۶۰)

(اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا تھا، اے مرے رب مجھے دکھادیجئے آپ کیسے مُردوں کو زندہ کریں گے؟ اللہ نے فرمایا، آپ نہیں جانتے؟ عرض کیا کہ جانتا ہوں مگر (دیکھوں خاص طور) میرے دل کو اطمینان ہوجائے گا۔

یہاں سے حاجت ظاہر ہوتی ہے ان امور کی طرف اوران دلائل کی طرف جو نبوت کو ثابت کریں۔

نبوت ورسالت کو ثابت کرنے کے طریقے

اثبات نبوت میں قرآن کا طریقہ .... اثبات نبوت کا قرآنی طریقہ تو یہ ہے کہ وہ دلائل کثیرہ پے در پے لے آتا ہے تا کہ وہ انسان کو یقین تک پہنچادیں۔

''قرآن مجید کا تمام اہل عرب واہل عجم کو چیلنج کرنا''

نبوت محمد ﷺ کی پہلی قرآنی دلیل .... قرآن مجید نے عرب وعجم کو بلکہ تمام جنوں اور تمام انسانوں کو چیلنج کیا کہ وہ اس کتاب لاریب کی مثال لاکر پیش کریں۔یا اس کی کسی ایک سورۃ کی مثال پیش کریں۔ فرمایا :

ا۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ ۔(سورۃ البقرۃ : آیت ۲۳)

یعنی اگر تم لوگ شک میں ہو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کی ہے تو اس کی ایک سورۃ کی مثال لاکر دیکھاؤ۔

تشریح .... یعنی کتاب میں شک کرنا نبوت محمدی میں شک کرنا ہے، کیونکہ اگر قرآن مشکوک ہو جائے کہ اللہ کی طرف سے ہے بھی یا محمد ﷺ نے خود یا کسی کی مدد لے کر تصنیف کرلیا ہے تو محمد کی نبوت مشکوک ہوجائے گی۔لہٰذا اس کا آسان اور فطری طریقہ یہی ہے انسان وہ بھی ہے اور انسان آپ بھی ہیں، صاحب زبان وہ بھی ہے اور آپ بھی، فصیح وبلیغ وہ بھی ہے اور آپ بھی۔اس کام میں معاون اگر اس کا ممکن ہے تو آپ لوگوں کے لئے بھی معاونین کی کمی نہیں ہے۔سارے انسان ہی نہیں سارے جن بھی اپنے حمایتی بنا کر قرآن کی ایک سورت جیسی سورت پیش کردو۔اگر آپ اس چیلنج کا قبول نہیں کرسکتے ،اس قرآن کا مقابلہ اور مثال نہیں بنا سکتے تو پھر یہ حقیقت مان لو کہ یہ نہ تو محمد ﷺ کا کلام ہے ، نہ ہی کسی اور انسان کا کلام ہے۔ بلکہ یہ اس کے رب کا کلام ہے، جس نے اس کو نبی اور رسول بنا کر اُٹھایا ہے۔اس طرح ثابت ہوا کہ قرآن کسی بندے کا کلام نہیں جس کو محمد ﷺ پیش کرتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ وہ عام انسان نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں جو از خود کچھ نہیں کہتے۔اللہ کے نبی جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ نے انہیں کہا ہے۔(از مترجم)

نبوت محمد ﷺ کی دوسری قرآنی دلیل .... یہ کہ حضور ﷺ ان میں چالیس سال کے بعد نبی بنا کر بھیجے گئے۔اس سے پہلے نہ تو انہوں نے ان کو نبوت کی بات بتائی تھی نہ رسالت کی۔تو یہ امر اس بات کو مقتضی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہوا ہے، جس میں نہ تو خود محمد ﷺ کا کوئی دخل ہے نہ ہی کسی اور انسان کا۔

۲۔ قل لو شاء اللّٰہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ ، فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ أفلا تعقلون ۔
(سورۃ یونس : آیت ۱۶)

فرمادیجئے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت نہ کرتا ۔ میں اس سے قبل بھی تو زندگی کا بڑا حصہ تم لوگوں میں رہ رہا تھا کیا تم لوگ یہ بات نہیں سمجھتے ۔

تشریح .... یعنی قرآن یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ یہ نبی انہیں لوگوں کے مابین پیدا ہوا ، پلا بڑھا ، جوان ہوا تو ان لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اور کانوں کی سماعت کے قریب تھا بلکہ وہ لوگ اس کو صدق ، امانت کے ساتھ پہچانتے تھے اور اس کی عقل مندی کو ترجیح دیتے تھے اور اس پر کبھی کسی جھوٹ کا شبہ بھی نہیں کرتے تھے ۔

نبوت محمد ﷺ کی تیسری قرآنی دلیل

۳۔ قل انما أعظکم بواحدۃ أن تقوموا للّٰہ مثنی وفرادی ، ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ۔ (سورۃ سبا : آیت ۴۶)

فرمادیجئے (اے محمد ﷺ) لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوگ دو دو اور اکیلا اکیلے بدرے اللہ کی خوشنودی کے لئے (اس بات پر سوچنے سمجھنے کے لئے) اُٹھ کھڑے ہو ۔ اس کے بعد تم لوگ غور و فکر کرو ، سوچو سمجھو معاملے کو کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کے ساتھ کوئی جنون ، کوئی دیوانگی نہیں لگی ہوئی (اس کی کوئی بات نہ مجنون و پاگل جیسی ہے ، نہ ہی دیوانے کی بڑ جیسی) بلکہ وہ تو تمہیں (اللہ کے) شدید عذاب سے پہلے پہلے ڈرا رہا ہے ۔

لہٰذا اس کے معاملے میں شک کرنا کیوں؟ جبکہ وہ ہر قسم کی دنیوی غرض اور مطلب سے بھی پاک ہے ۔

نبوت محمد ﷺ کی چوتھی قرآنی دلیل

۴۔ قل ما سألتکم علیہ من أجر فھو لکم ان أجري الا علی اللّٰہ وھو علی کل شيء شھید ۔
(سورۃ سبا : آیت ۴۷)

(اے محمد ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ میں (اس وعظ و تبلیغ پر اس پیغام نبوت کے پہنچانے پر) تم لوگوں سے کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا ، کوئی معاوضہ نہیں چاہتا ۔ میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے اور وہی ہر شی ء پر گواہ ہے ۔

جب ایک شخص اپنے وعظ و تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں لیتا ، وہ اپنا اجر اللہ کے ذمہ سمجھتا ہے اور تمہیں اللہ کے شدید عذاب سے انتباہ کرتا ہے تو پھر اس پر شک کرنا کیوں؟

نبوت محمد ﷺ کی پانچویں قرآنی دلیل .... جب حالت یہ ہے کہ وہ شخص اُمّی ہے (کبھی کسی سے اس نے تعلیم بھی اس سے قبل حاصل نہیں کی) لہٰذا وہ خود لکھ بھی نہیں سکتا اور پڑھ بھی نہیں سکتا ۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اس نے کسی کتاب سے مدد لی ہو ۔

۵۔ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ، ولا تخطہ بیمینك اذا لا ارتاب المبطلون ۔ (سورۃ العنکبوت : آیت ۴۸)

(اے محمد ﷺ) آپ اس سے پہلے نہ تو کسی کتاب کی تلاوت کرتے تھے اور نہ ہی اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ۔ آپ پہلے سے لکھتے پڑھتے ہوتے تو یہ باطل پرست شک بھی کرتے ۔ جب ایسی کوئی بھی صورت نہیں ہے تو پھر آپ کی نبوت میں شک کرنا کیوں؟

اثبات نبوت کے لئے امام غزالیؒ کا طریقہ

امام غزالیؒ اپنی مشہور کتاب "المنقذ من الضلال" میں اثبات نبوت کا ایک خاص طریقہ اختیار فرماتے ہیں کہ جب آپ کو کسی خاص شخص کے بارے میں شک واقع ہوجائے کہ وہ نبی ہے یا نہیں؟ تو پھر اس کے احوال کی معرفت حاصل کرنے کے سوا یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور وہ معرفت احوال تین میں ایک طریقے سے ممکن ہوگی۔

مشاہدہ : یہ کہ انسان خود اس کے حالات کا مشاہدہ کرے۔

تواتر : یہ کہ اس قدر اس کے بارے میں اطلاعات حاصل ہوجائیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہو۔

تسامع : تسامع کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید سے حالات کا علم ہوجائے۔

پس جس وقت آپ طب کو یعنی حکمت کو جانتے ہوں اور فقہ کو سمجھتے ہوں تو آپ کے لئے یہ بھی ممکن ہوگا کہ آپ فقہاء اور اطباء کو ان کے حالات کا مشاہدہ کرنے سے پہچان لیں اور یا ان کے احوال سن کر جان جائیں۔ اگرچہ آپ نے ان کا مشاہدہ نہ بھی کیا ہو۔

اسی طرح آپ امام شافعیؒ کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے عاجز نہیں ہوں گے۔ یہ معرفت (جو آپ کو حاصل ہوگی) حقیقۃً ہوگی کسی اور کی تقلید کرنے کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ بایں وجہ ہوگی کہ آپ فقہ اور طب کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔ اور ان دونوں چیزوں کی کتابوں اور تصانیف کا مطالعہ کرتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کے حامل کا ضروری علم بھی حاصل ہوجائے گا۔

حضور ﷺ کی نبوت کی حقیقی غیر تقلیدی معرفت

اوپر مذکور مثال کی طرح جس وقت آپ نبوت کا معنی اور مفہوم جانتے ہوں اور آپ قرآن مجید میں اور احادیث میں کثرت کے ساتھ نظر اور مطالعہ رکھتے ہوں تو آپ کو اس بات کا علم ضروری حاصل ہوجائے گا کہ حضور ﷺ نبوت کے اعلیٰ درجات اور اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ یہ چیز مؤید اور مضبوط ہوجائے گی، اس چیز کو دہرانے سے جو کچھ آپ ﷺ نے عبادات کے بارے میں فرمایا ہے۔ پھر اس عبادت کی جو تاثیر دلوں کی صفائی کی بابت حاصل ہوتی ہے اس سے تو آپ کی نبوت کے اعلیٰ مقام کی تصدیق اور یقین حاصل ہوجائے گا۔ نیز یہ سمجھ اور یہ معرفت آپ کو اس بات سے بھی حاصل ہوگی کہ رسول اللہ نے ﷺ اپنے قول میں کس قدر سچ فرمایا ہے :

من عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم ۔ جو شخص اس پر عمل کرے جس کا وہ علم رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا کرے گا جس کو وہ نہیں جانتا۔

من أعان ظالمًا سلطه الله عليه ۔ جو شخص ظالم کی مدد کرتا ہے اللہ اس کو اسی پر مسلط کر دیتا ہے۔

اور کس قدر آپ ﷺ نے سچ فرمایا اپنے اس قول کے میں:

من أصبح وهمومه هم واحد ، كفاه الله تعالى هموم الدنيا والآخرة

جو شخص اپنے غموں اور فکروں کو صرف ایک غم اور ایک ہی فکر بنادے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کی دنیا اور آخرت کی فکر و غم سے کفایت کرے گا۔ (یعنی اس کو نجات دے دے گا)

(اس نہج پر آپ جب سوچنا شروع کردیں) پھر آپ ایک ہزار، دو ہزار بلکہ کئی ہزار ایسی مثالوں کے تجربات کریں تو آپ کو حضور ﷺ کی نبوت کے بارے میں ایسا علم ضروری اور قطعی حاصل ہوجائے گا کہ آپ اس میں شک نہیں کرسکیں گے۔ الہٰذا اسی طریق سے آپ نبوت کا یقین طلب کیجئے۔ لاٹھی کے اژدھے کے ساتھ تبدیل ہوجانے اور چاند کے پھٹ جانے کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ اگر آپ مذکورہ انداز فکر سے ہٹ کر صرف اکیلے ان معجزوں پر نظر کریں گے اور اس کے ساتھ بے شمار خارجی قرائن کو جوڑ کر آپ نہیں سوچیں گے تو بسا اوقات آپ یہ گمان کر بیٹھیں گے کہ شاید وہ سحر ہوگا یا کسی صورت سے محض خیال اور تصور دلا دیا گیا ہوگا۔ حالانکہ یہ گمراہ کر رہا ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یضل من یشاء ، و یھدی من یشاء .... ترجمہ : اللہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔اور جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

نیز اس طرح آپ کے معجزات پر اعتراضات بھی وارد ہوں گے اور اگر آپ کا ایمان کلام منظوم کے ساتھ (یعنی قرآن کے ساتھ) سند و استدلال کا سہارا لے چکا ہوگا تو معجزے کی دلالت کی صورت میں تو آپ کا ایمان مزید بلند ہوجائے گا کلام مرتب کے ساتھ وجود اشکال اور اس پر شبہ میں۔ لہٰذا خارق عادات (معجزات) کی مثالیں اور ان کی حیثیت منجملہ دلائل میں سے ایک دلیل کے ہونی چاہئیں۔ جب کہ (مذکورہ) قرائن پر بھی آپ کی نظر ہو، تاکہ آپ کو علم ضروری اور قطعی حاصل ہوجائے۔

کسی ایک معین معجزے کے ساتھ استدلال واشارہ کا سہارا لینے سے آپ کو اس طرح یقین حاصل نہیں ہوگا جیسے اس آدمی کو ہوتا ہے جس کو ایک جماعت خبر دیتی ہے متواتر خبر کے ساتھ جس کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں ہوتا کہ اس کو جو یقین حاصل ہوا ہے وہ کسی ایک فلاں شخص معین کے قول سے حاصل ہوا ہے۔ بلکہ اس کا یقین اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی تعین کو نہیں جانتا اور وہ یقین ان مجموعی خبر دینے والوں سے خارج بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان میں افراد کے تعین سے ہوتا جبکہ یہی ایمان، ایمانِ قوی ہوتا ہے اور عملی ہوتا ہے۔ (یہ طرز استدلال برائے اثبات رسالت اجتماعی دلائل سے ہے جس کا رد اور انکار ناممکن ہے)۔ از مترجم

اثبات نبوت کے لئے ابن خلدون کا طریقہ

مؤرخ ابن خلدون مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں فرماتے ہیں۔

یقین کیجئے کہ بے شک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بنی نوع بشر سے کچھ اشخاص کو چن لیا تھا جنہیں اللہ نے اپنے مخاطب کرنے کی فضیلت عطا کی تھی اور انہیں اپنی معرفت پر ہی پیدا فرمایا تھا، یعنی اپنی معرفت ان کی فطرت میں رکھ دی تھی اور ان برگزیدہ وچنیدہ اشخاص کو اپنے درمیان اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ بنا دیا تھا۔ وہ لوگوں کو ان کے مصالح اور فائدوں کی معرفت اور فہم دیتے تھے اور وہ لوگوں کو ان کی ہدایت ورہنمائی پر ابھارتے تھے اور وہ لوگوں کو ان کی کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتے تھے۔ اور وہ لوگوں کو ان کی نجات کا راستہ بتاتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ ان (اپنے مخصوص چنیدہ بندوں) کی طرف علوم ومعارف القاء کرتا تھا اور معارف کو ان کی زبان سے ظاہر کرتا تھا۔ مثلاً خارق عادات (معجزات کو) اور وجود میں آنے والے اخبار وواقعات کو، جو انسان سے مخفی ہوتے تھے (انسان کے پاس)۔ جن کی معرفت کی کوئی راہ نہیں تھی۔ مگر صرف ان برگزیدہ لوگوں کی زبانوں سے (سننے کے) جو اللہ کے درمیان واسطہ تھے وہ خود بھی (ان اخبار وواقعات کو) نہیں جانتے تھے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان چیزوں کی تعلیم دیتا تھا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا :

الا وانی لا أعلم الا ما علّمنی اللّٰہ

خبردار! بے شک میں کچھ بھی نہیں جانتا سوائے اس کے جو اللہ نے مجھے علم دیا ہے۔

یقین جانئے کہ اس بارے میں (ان چنیدہ لوگوں) کی خبر کی خصوصیت اور ضرورت یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی جائے یعنی ان خبروں کو سچا مان لیا جائے جب تیرے سامنے حقیقت نبوت کا بیان واضح طور پر بیان ہوجائے۔

اللہ کے چنیدہ اور برگزیدہ نبیوں کی نشانیاں اور علامات

اس صنفِ بشر کی علامت یہ ہے کہ ان کے لئے حالت وحی میں حاضرین سے غائب ہونے کی کیفیت پائی جاتی تھی باوجود موجودگی کے خراٹوں کے ساتھ گویا کہ ان پر غشی یا بے ہوشی کی کیفیت ہے (یا نیند کی)۔ ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں دونوں باتیں نہیں ہوتیں تھیں

(نہ ہی غشی، نہ ہی بے ہوشی)۔ درحقیقت یہ استغراق کی کیفیت ہوتی ہے۔ ملکِ رُوحانی کی ملاقات میں ایسے علم وادراک کے ساتھ جوان کے لئے مناسب حال ہوتا ہے اور انہیں کے شایانِ شان ہوتی ہے۔ وہ ادراک اور استغراق بشر کے ادراک سے بالکل خارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ بشری ادراک اور بشری مقام کی طرف خود بخود بتکلف اس کیفیت سے نیچے اُترتے ہیں۔ یا بھنبھناہٹ کلام کے ساتھ۔ پس اسی کو (بتکلّف) خود سمجھتے۔ یا ان کے لئے کسی خاص شخص کی صورت کی شبیہ بنتی تھی۔ وہ شبیہ اختیار کرنے والا اس کلام میں حضور کے مخاطب ہوتا تھا جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوتا تھا۔ پھر ان سے وہ کیفیت کھل جاتی تھی اور حالت یہ ہوتی تھی کہ ان پر جو کلام یا مفہوم القاء کیا جاتا تھا حضور ﷺ اس کو یاد اور محفوظ کر چکے ہوتے تھے۔

حضور ﷺ سے جب وحی کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا: کبھی تو وحی مجھ پر گھنٹی بجنے کی گھڑگھڑاہٹ یا شور کی کیفیت میں آتی ہے وحی کی یہ قسم مجھ پر شدید گزرتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے الگ ہوتا ہے، میں اس کی بات کو یا اس کلام کو یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔

حضور ﷺ اس کیفیت کے دوران اس قدر شدت اور گھٹن (ڈوبنے کی کیفیت) محسوس کرتے تھے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں آتا ہے:

كان مما يعالج من التنزيل شدة

حضور ﷺ وحی اُترنے کی شدت سے بڑی سختی دیکھتے تھے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ پر شدید سردی کے دن میں بھی جب وحی اُترتی تھی تو جب (جبرائیل علیہ السلام) آپ سے علیحدہ ہوتے تھے تو آپ کی پیشانی سے پسینے ٹپک رہے ہوتے تھے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا سنلقی علیك قولاً ثقیلاً ۔ بے شک ہم آپ کے اُوپر بڑی بھاری بات ڈالیں گے اور القاء بھی کریں گے۔

اسی مذکورہ حالت کو دیکھ کر وحی اُترنے کی کیفیت کی وجہ سے مشرکین انبیاء پر جنون کی تہمت لگاتے تھے کہ یہ من چلا ہے یا جن کے تابع ہے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ان پر معاملہ گڈمڈ ہو گیا تھا، تلبیس ہو گئی تھی ان احوال مظاہر کے مشاہدے کی وجہ سے۔

و من یضلل اللّٰہ فما لہ من ھاد ۔ اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اور ایسے لوگوں (یعنی انبیاء بننے والوں) میں ان کی علامات میں سے یہ بات بھی ہوئی ہے کہ وحی کے نزول سے قبل ان میں یہ صفات موجود ہوتی ہیں، خیر و بھلائی کی عادت، زکوٰۃ ادا کرنا، مذموم کاموں سے دُور رہنا اور شرک اور تمام امور سے دُوری۔

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا یہی معنیٰ ہے گویا کہ وہ پیدائشی اور فطری طور پر بُرے کاموں سے صفائی اور پاکیزگی پر پیدا کئے گئے ہوتے ہیں اور ان امور سے نفرت کرنا گویا کہ یہ ان کی جبلت کے منافی ہوتے ہیں۔

قبلِ نبوت شرم وحیاءِ نبوی کی ایک مثال

(۱) صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آپ لڑکے تھے اور اپنے چچا عباس کے ساتھ کعبے کی تعمیر کے لئے پتھر اُٹھا رہے تھے۔ چنانچہ کسی کے کہنے سے آپ نے اپنے تہہ بند میں پتھر اُٹھا لئے، جس سے آپ کا ستر کھل گیا۔ لہٰذا آپ شرم کے مارے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی چادر میں چھپ گئے۔

(۲) حضور ﷺ کو ایک ولیمے کے اجتماع میں دعوت دی گئی جس میں شادی کے ساتھ کھیل تماشا بھی تھا۔ آپ کو وہاں جا کر نیند کی غشی طاری ہوگئی۔ پوری رات اسی طرح گزر گئی حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا آپ ان لوگوں کے کسی بھی عمل میں شریک نہ ہو سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اس پورے فعل سے پاک رکھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ اپنی جبلت کے اعتبار سے مکروہ اور ناپسندیدہ کھانوں اور کھانے کی چیزوں سے بھی پاک صاف رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ پیاز اور لہسن کے قریب نہیں جاتے تھے۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس ذات کے ساتھ خلوت میں بیٹھتا ہوں جس کے ساتھ آپ نہیں بیٹھتے ہو۔ (یعنی مجھے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ہم نشینی کرنا ہوتی ہے اس لئے میں بدبودار چیز کھانا پسند نہیں کرتا (کہ منہ میں اس کی بدبو رہتی ہے)

(۳) آپ اس واقعہ کے بارے غور کیجئے جب نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وحی کے حال کے بارے میں خبر دی، اس کے آغاز میں اور حضور ﷺ نے اس کی آمد پر اس کو آزمایا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی آمد پر آپ مجھے اپنی چادر کے اندر کر لینا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کر لیا تو وہ آنے والا نمائندہ واپس چلا گیا۔ بعد میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا کہ یہ فرشتہ ہے، جن اور شیطان نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عورتوں سے قربت پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا، ان کو کونسا لباس پسند ہے آپ اسی لباس میں اس سے ملا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفید اور ہرا پسند ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ واقعی فرشتہ ہے یعنی سفید اور سبز رنگ خیر کے رنگ ہیں اور فرشتہ بھی خیر کی چیز ہے اور سیاہ رنگ شر ہے اور شیاطین بھی شر ہیں اور اسی جیسی دیگر مثالیں بھی ہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی علامات میں یہ امور بھی ہیں مثلاً ان کا لوگوں کو دین کی دعوت، عبادت کی دعوت، صلوٰۃ کی دعوت، صدقہ کی دعوت، معافی اور درگزر کرنے کی دعوت دینا وغیرہ۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی صداقت پر اسی چیز سے تو استدلال کیا تھا۔ اور اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سے استدلال کیا تھا اور ان دونوں نے آپ کے حال اور اخلاق وغیرہ کے علاوہ کسی اور امر خارجی سے دلیل پکڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

بادشاہ ہرقل کا حضور ﷺ کے بارے میں سوالات کرنا اور جوابات سے حضور ﷺ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرنا

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہرقل کے پاس جب حضور ﷺ کا خط پہنچا، جس میں آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی تو اس نے ان قریشیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا جو اس کے شہر میں موجود تھے تاکہ ان سے حضور ﷺ کے حالات دریافت کرے۔ ان میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ اس نے ان سے کچھ سوالات کئے جو درج ذیل ہیں:

ہرقل: وہ (مدعی نبوت محمد) آپ لوگوں کو کس چیز کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، صلہ رحمی کرنے، معافی اور درگزر کرنے اور عفاف کا آخر تک جو اس نے پوچھا، ابوسفیان نے اس کو بتا دیا۔

اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اگر یہ حق اور سچ ہے تو وہ نبی مرسل ہے اور وہ عنقریب مالک ہو جائے گا اور وہ حکومت کرے گا، یہاں تک جو کچھ میرے قدموں تلے ہے۔ اور عفاف سے مراد جس کی طرف ابوسفیان نے اشارہ کیا تھا وہ عصمت و پاکدامنی تھی۔

غور فرمایئے کہ ہرقل نے عصمت و پاکدامنی، دین کی طرف دعوت دینے اور عبادت کی دعوت سے حضور ﷺ کی نبوت کی صحت پر کیسے دلیل اخذ کی تھی اور کسی معجزے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ مذکورہ امور علامات نبوت میں سے ہیں۔

اورانبیاء علیہم السلام کی نبوت کی علامات میں سے ہے کہ وہ اپنی قوم میں صاحبِ حسب ونسب ہوں۔صحیح بخاری میں ہے کہ نہیں بھیجا اللہ نے کسی نبی کومگروہ اپنی قوم میں صاحبِ حیثیت تھا۔دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنی قوم میں صاحبِ ثروت ومال تھا۔

حاکم نے بخاری ومسلم پراس حدیث کااستدراک درج کیا ہے کہ ہرقل کے ابوسفیان سے سوالات میں ایسے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل نے یوں پوچھا تھا کہ وہ تم لوگوں میں (محمد ﷺ) کیسا شخص ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ ہمارے اندر صاحبِ حسب وصاحبِ عزت ہے۔

ہرقل نے یہ جواب سُن کر تبصرہ کیا کہ رسول اپنی قوم کے صاحبِ احساب میں ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ اس کے لئے قوت وشوکت ہو جو اس کو بوقتِ ضرورت کفار کی ایذا سے روکے، تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچادے اور اللہ کی مراد پوری ہوسکے۔دین کو پورا کرنے اور ملت کی تکمیل کرنے کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے میں دلائل

مؤرخ ابن خلدون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں بات بیان کرتے ہیں۔انہوں نے تو ورقہ بن نوفل کے اسلام اور دیگر کے اسلام کے بارے میں بھی تعرض کیا ہے۔انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل پر ان کے یقین کرنے سے اس بات پر استدلال کیا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیسے مسلمان ہوئی تھیں؟ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام لانے کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ حضور ﷺ نے ان کے سامنے وحی کا سارا ماجرا سنایا تھا اور آپ سب داستان سُناتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ زملونی، زملونی مجھے چادر اُڑھاؤ، مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔انہوں نے آپ ﷺ کو چادر اُڑھائی۔یہاں تک کہ حضور ﷺ سے خوف کی کیفیت ختم ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ پر یہ ایک ایسی صورت تھی جس کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے قبل مشاہدہ نہیں کیا ہوا تھا۔وہ تو ان کو ایک محض نوجوان کی حیثیت سے پہچانتی تھیں جو ان کے مال میں تجارت کا عمل کرتے تھے۔لہٰذا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسی تعلق سے ان کے اندر سچائی، امانت داری، انسانیت کاملہ کی خصلتیں اور ان کی اعلیٰ ترین مثال ان میں پہچان چکی تھیں۔اور البتہ وہ اپنے غلام میسرہ سے کچھ ایسی بات سُن چکی تھی جو حیرت واستعجاب شجون نفس کو اُبھارتا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک تجربہ کار شریف اور عقل مند خاتون تھیں۔صاحبِ شرف اور صاحبِ مال تھیں۔اپنے مال سے مردوں کو اجرت پر کام کے لئے رکھتی تھیں اور ان کے لئے جو کچھ اجرت مقرر کرتی تھیں اس میں سے بھی ان کے ساتھ مضاربت کرتی تھیں۔جب سیدہ کو حضور ﷺ کے بارے میں خبر پہنچی، جو بھی پہنچی آپ کی گفتار کی سچائی، عظیم امانت دار، کریمانہ اخلاق وغیرہ کے بارے میں تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف نمائندہ بھیج کر یہ پیش کش کی کہ آپ میرا مال لے کر شام کی طرف تجارت کے لئے سفر کریں اور وہ آپ کو اس سے بہتر معاوضہ دیں گی جو دوسروں کو دیتی ہیں اور اپنا غلام میسرہ بھی ان کے ساتھ بھیجیں گی۔

جب ان کے غلام میسرہ نے ان کے سامنے شام کے سفر سے واپسی پر راہب کے قول کے متعلق بتایا اور یہ کہ اس نے شدید گرمی میں دوپہر کے وقت دو فرشتوں کو ان پر سایہ کئے ہونے دیکھا اور انہوں نے حضور کی بلند ترین صحبت، آپ کے حسن خلق اور سچ گوئی کی خبر دی تو سیدہ خدیجہ کے ذہن میں محمد ﷺ سے شادی کرنے کا خیال اُبھرا۔لہٰذا وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کے چچا کے بیٹے تھے۔جاکر ان سے سارا ماجرا بیان کیا جو کچھ سُنا تھا اور وہ جو کچھ انہوں نے محمد ﷺ کی صفات اور آپ کے احوال ملاحظہ کئے تھے۔ورقہ بن نوفل نے کہا:

''اے خدیجہ! اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو بے شک محمد ﷺ اس اُمت کے نبی ہیں اور میں پہچانتا ہوں وہ اس اُمت کا نبی ہونے والا ہے جس کا انتظار ہے۔اور یہی اس کا زمانہ ہے''۔

سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے ہاں سے واپس آ گئیں تو ان کے ذہن میں محمد ﷺ کے ساتھ شادی کا خیال رچ بس چکا تھا۔ لہٰذا اس سوچنے نے حضور ﷺ کے ساتھ شادی کرنے کی کشش و جاذبیت میں اضافہ کر دیا۔ سیدہ خدیجہ کا حضور ﷺ سے شادی کرنے کا ہدف جاذبیت و کشش نہ تھا اگرچہ محمد ﷺ اپنی تخلیق میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور نہ صاحب ثروت ہونا، اس لئے کہ محمد ﷺ مالدار نہیں تھے بلکہ صاحب صفات حمیدہ ہونا، اخلاق کریمانہ سے آراستہ ہونا اور، پاک صاف اور شفاف رُوحانیت کے مالک ہونا تھا۔

امام ابن حجر نے کتاب مکہ میں فاکہی سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ ابوطالب کے پاس تھے۔ انہوں نے خدیجہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی انہوں نے اجازت تو دے دی مگر ان کے پیچھے اپنی لونڈی نبعہ کو بھیج دیا کہ جا کر دیکھو کہ سیدہ خدیجہ اس سے کیا کہتی ہے۔

سیدہ خدیجہ کا حضور ﷺ سے قبل از نبوت دعا کی درخواست کرنا

نبعہ کہتی ہیں کہ میں نے عجیب بات سُنی ۔ میں نے جو کچھ خدیجہ سے سنا میں اس سے حیران ہوں ۔ وہ دروازے پر آئی اور انہوں نے یہ بات کہی : میں امید کرتی ہوں کہ آپ (مستقبل) میں نبی ہوں گے۔ عنقریب آپ نبی بنا کر بھیج دیئے جائیں گے۔ اگر آپ نبی ہو جائیں تو میرا حق اور میرا رتبہ پہچاننا۔ اور اس الٰہ و معبود و مشکل کشا سے میرے لئے دعا کرنا جو آپ کو بھیجے گا۔ حضور ﷺ نے خدیجہ سے کہا :

''اللہ کی قسم اگر میں وہی ہوا (یعنی نبی بن گیا) تو آپ میرے نزدیک عزت یافتہ ہوں گی جسے میں کبھی ناکام اور رسوا نہیں کروں گا۔ اور اگر میرے سوا کوئی اور نبی ہوا تو سُن لیجئے کہ بے شک وہ الٰہ اور معبود و مشکل کشا جس کے لئے آپ کچھ کوشش کر رہی ہیں وہ آپ کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا''۔

البتہ تحقیق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اور آپ کی سوچ میں اب تو یہ خیال اور راسخ ہو گیا کہ بس اب اس خیال کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کی شام سے واپسی کے بعد نفیسہ بنت منبہ کو خاموشی کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ'' اے محمد (ﷺ) آپ کو شادی کرنے سے کونسی چیز مانع ہے''؟ حضور ﷺ نے فرمایا : ''میرے ہاتھ میں اس قدر مال نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ شادی کروں''۔ خدیجہ نے کہا : ''اگر آپ کو یہ سب کچھ نہ کرنا پڑے یعنی آپ کی یہ ضرورت پوری ہو جائے اور آپ کو مال، جمال، شرافت اور کفالت کی طرف دعوت ملے تو کیا آپ قبول نہیں کریں گے؟ حضور ﷺ نے پوچھا کہ'' وہ کون خاتون ہے''؟ خدیجہ نے کہا کہ'' وہ میں ہی ہوں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ میرے لئے کیسے ہوگا''؟ خدیجہ نے کہا کہ'' سب کچھ میری ذمہ داری ہوگی''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ'' پھر میں کرلوں گا''۔

عمار بن یاسر کہتے تھے کہ میں سب لوگوں کی نسبت خدیجہ کے حضور ﷺ کے ساتھ بیان کو زیادہ جانتا ہوں۔ کیونکہ میں حضور ﷺ کا ہم عمر تھا اور ان کا دوست تھا اور محبوب دوست تھا۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا۔ جب ہم مقام حزورہ بازار میں پہنچے ہمارا گزر سیدہ خدیجہ کی بہن کے پاس سے ہوا، وہ چمڑے کے بچھونے پر بیٹھی ہوئی تھی جس کو وہ فروخت کر رہی تھی۔ اس نے مجھے آواز دی۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ میرے لئے رُک گئے۔ اس خاتون نے پوچھا کیا تیرے اس دوست کو خدیجہ کے ساتھ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ عمار کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے یہ بات بتائی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں میں اس بات کی حاجت رکھتا ہوں۔ (میرے بقا کی قسم)

عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی بات خدیجہ کی بہن کو بتا دی۔ تو اس نے کہا کہ صبح سویرے آپ لوگ ہمارے پاس آ جائیں۔ چنانچہ آل عبد المطلب آ گئی، ان کے اُوپر حمزہ سردار بنے ہوئے تھے اور سب خدیجہ کے گھر پر آئے۔ ان کے استقبال کے لئے خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے اور خدیجہ کے چچا زاد ورقہ بن نوفل بھی تھے۔ لہٰذا ابوطالب خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ بات کہی :

امابعد

''بے شک محمد ان لوگوں میں سے ہے کہ قریش کے جس نوجوان کے ساتھ ان کو تولا جائے یہ اس پر بھاری ہوں گے۔ شرافت کے اعتبار سے، ذہانت کے اعتبار سے، فضیلت و بزرگی کے اعتبار سے، عقل و فراست کے اعتبار سے۔ اگر چہ مالی اعتبار سے کمزور ہے تو کوئی بات نہیں مال تو ڈھلنے والا سایہ ہے، اس کو اُدھار لینے والا بھی اس کو واپس کر دیتا ہے۔ اس کو خدیجہ بنت خویلد میں دلچسپی بھی ہے اور اسی طرح خدیجہ کو بھی ہے''۔

لہٰذا خدیجہ کے چچا عمرو راضی ہو گئے اور کہنے لگے۔ ''وہ (محمد) ایسے نر ہیں جن کی ناک نہیں کاٹی جائے گی''۔ مراد یہ ہے کہ محمد ﷺ ایسے آدمی ہیں جن کو خالی واپس بھیج کر شرمندہ نہیں کیا جا سکتا۔

ادہر جب حضور ﷺ غارِ حرا سے خدیجہ کے پاس واپس آئے تو کہہ رہے تھے کہ مجھے کمبل اُڑھاؤ، مجھے کمبل اُڑھاؤ، مجھے چادر اُڑھاؤ۔ جب آپ کا ڈر ختم ہو گیا تو فرمانے لگے: اے خدیجہ مجھے کیا ہوا ہے اور خدیجہ کو پوری خبر بتا دی۔ تو یہ ایک نئی حالت تھی حضور پر اور ایک ایسی تبدیلی تھی جو محسوس ہو رہی تھی اور جب خدیجہ ان سے پوچھتی تھی تو فرماتے تھے ''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے''۔ سیدہ خدیجہ نے حضور ﷺ سے کہا، ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچی بات کرتے ہیں، مجبوروں اور معذوروں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں اور حق کے اُمور میں مدد کرتے ہیں۔

تحقیق سیدہ خدیجہ کو ایک نورانی قوت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ جو عجیب تھی اور ایک واضح یقین نے جو ظاہر تھا حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئیں، پوری ذمہ داری کے ساتھ اور حضور کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں:

''آپ خوش ہو جائیے، اللہ کی قسم میں جانتی تھی کہ ہرگز اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کچھ نہیں کریں گے مگر بھلائی ہی کریں گے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک آپ نبی ہیں''۔

میرے مخلص غلام نے مجھے خبر دی ہے۔ بحیرا راہب کے بارے میں۔ ہمیشہ وہ رسول اللہ کے ساتھ رہیں۔ آپ کھاتے، پیتے، ہنستے۔ جب رسول اللہ ہنستے تو کھڑی ہو جاتیں، آپ اپنے کپڑے سنبھالتی اور اپنی جگہ سے چلی جاتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نصرانی عالم عداس سے ملنا .... چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس غلام کے پاس گئیں جو ربیعہ بن عبد شمس نصرانی کو مل چکا تھا۔ یہ نصرانی اہل نینوی کا رہنے والا تھا۔ اس کا نام ''عداس'' تھا۔ خدیجہ نے اسے جا کر کہا: اے عداس! میں اللہ کو یاد دلا کر کہتی ہوں کہ آپ مجھے یہ خبر دیں کہ تیرے پاس جبرائیل کے بارے کوئی خبر ہے، کوئی علم ہے؟ اس نے کہا: قدوس، قدوس کتنی بڑی شان ہے جبرائیل کی۔ اس زمین پر اس کا تذکرہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ زمین تو بُت پرستوں کی زمین ہے۔ یعنی یہاں تو بُت پرستی ہوتی ہے۔ اس پاک ہستی کا کیوں پوچھا جا رہا ہے یا وہ یہاں کیسے آ سکتے ہیں؟

خدیجہ نے کہا مجھے اس کے بارے اپنے علم سے بتائیے؟ عداس نے بتایا کہ ''جبرائیل اللہ اور اس کے نبیوں کے درمیان امین ہے وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہے''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور راہب کے پاس جانا .... اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک اور راہب کے پاس گئیں۔ جب قریب گئیں تو اس راہب نے پہچان لیا اور کہنے لگا کیسے آئی ہو اے قریش کی عورتوں کی سردار؟ خدیجہ نے کہا میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ مجھے جبرائیل کے بارے میں کچھ بتائیں۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! ہمارا رب پاک ہے۔ کیا بات ہے۔ ان شہروں میں جبرائیل کا ذکر کیوں کر ہو رہا ہے جہاں کے رہنے والے بُتوں کے پجاری ہیں؟ جبرائیل تو اللہ کا امین ہے اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی طرف اللہ کا قاصد ہے۔ صاحب موسیٰ اور صاحب عیسیٰ ہے۔ چنانچہ خدیجہ اس کے ہاں سے بھی واپس آ گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ورقہ بن نوفل کے پاس جانا .... پھر خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور وہ بتوں کی عبادت کرنے کو ناپسند کرتا تھا۔ خدیجہ نے اس سے بھی جبرائیل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بھی مذکورہ جواب کی مثل جواب دیا۔ پھر ورقہ نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ خدیجہ نے اس کو قسم دیکر کہا کہ اس بات کو ظاہر نہیں کرے گا۔ اس نے بھی خدیجہ کے لئے قسم کھالی۔ پھر اس نے بتایا، بے شک محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ سچے ہیں، میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ نہ اُس نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی اس کو جھوٹ کی تہمت لگ سکتی ہے۔ اس نے خبر دی ہے کہ غارِ حرا میں اس پر جبرائیل اُترے ہیں اور انہوں نے ان کو خبروں دی ہے کہ وہ اس اُمت کے نبی ہیں اور جبرائیل نے انہیں وہ آیات بھی پڑھائی ہیں جن آیات کے ساتھ اسے بھیجا گیا تھا۔

کہتے ہیں یہ سُن کر ورقہ ڈر گیا اور حیران و پریشان ہوگیا۔ اور کہنے لگا: "قُدُّوس" ہے، "قُدُّوس" ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے اگر تم سچ کہہ رہی ہو اے خدیجہ تو واقعی وہ اس اُمت کے نبی ہیں۔ بے شک ان کے پاس وہ ناموس اکبر آگیا ہے جو ناموس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ انہیں جا کر کہئے کہ وہ پکے رہیں، مگر اے خدیجہ اب عبداللہ کے بیٹے کو میرے پاس بھیجئے گا۔ میں بھی اس سے پوچھوں اور اس کی بات میں بھی سُنوں۔ مجھے ڈر ہے کہ (آنے والا) جبرائیل کے علاوہ کوئی اور ہو۔ کیونکہ بعض جن شیاطین بھی اس کی شبیہ بنا لیتے ہیں تاکہ بعض بنی آدم کو خراب کرسکیں۔ یہاں تک کہ آدمی عقل رکھنے کے باوجود پاگل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ خدیجہ اس کے ہاں بھی اُٹھ گئیں مگر اس یقین کے ساتھ کہ اس کا صاحب اس کے ساتھ بھلائی ہی کرے گا۔

اس کے بعد خدیجہ محمد ﷺ کو خود ورقہ کی طرف لے گئیں۔ اس نے ورقہ سے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے آپ اپنے بھتیجے سے خود پوچھئے اور سُنئے۔ ورقہ نے حضور سے پوچھا، اے بھتیجے آپ نے کیا دیکھا تھا؟ حضور نے اپنی پوری بات ان کو بتادی۔ لہٰذا ورقہ نے حضور سے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آگیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور بے شک آپ اس اُمت کے نبی ہیں۔ آپ کو ضرور تکلیف پہنچائی جائے گی اور تمہارے ساتھ جنگ اور قتال ہوگا اور ضرور آپ کی نصرت کی جائے گی۔ اور البتہ اگر میں نے اس وقت کو پالیا تو میں ضرور آپ کی مدد کروں گا جس نصرت کو اللہ جانتا ہے۔

اس کے بعد اس نے حضور ﷺ کے سر مبارک کو اپنی طرف جھکایا اور آپ کی پیشانی پر اس نے بوسہ لیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنی منزل کی طرف لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ورقہ کے قول سے یقین اور اثبات میں اور پکا کر دیا۔ اور فکر و پریشانی جس میں آپ واقع تھے اس کو بھی ہلکا کر دیا۔

ورقہ بن نوفل نے شعر کہا :

وَجِبْرَائِيْلُ يَاتِيْه وَمِيْكَالُ مَعْهُمَا   مِنَ اللّٰهِ وَحْيٌ يَّشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلُ

ان کے پاس جبرائیل آئے ہیں اور میکائیل بھی دونوں مل کر، اللہ کی طرف سے ایسی وحی لے کر آئے ہیں جو نازل ہوئی ہے جو شرح صدر عطا کرتی ہے۔

سیدہ خدیجہ کا جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں خود اطمینان کرنا .... سیدہ خدیجہ نے یہ پسند کیا کہ جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں خود آزمائش کریں تاکہ اس کا معاملہ انتہائی واضح ہوجائے۔ (شک نہ رہے کہ آنے والا شاید کوئی جن یا شیطان نہ ہو)

چنانچہ خدیجہ نے رسول اللہ سے کہا، جس چیز کے بارے میں ان کو پکا کر رہی تھیں جس میں اللہ نے محمد ﷺ کا اپنی نبوت کے ساتھ اکرام کیا تھا۔ اے میرے چچازاد کیا آپ یہ کرسکتے ہیں کہ جب آپ کا صاحب (جبرائیل) آپ کے پاس آئے تو آپ مجھے بتلادیں؟ حضور نے فرمایا بالکل بتادوں گا۔ خدیجہ نے کہا کہ جیسے وہ آئے تو مجھے بتانا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے پاس بیٹھے تھے اچانک جبرائیل علیہ السلام آگئے۔ آپ نے ان کو دیکھا اور کہا: اے خدیجہ یہ جبرائیل ہیں۔ خدیجہ نے پوچھا کہ کیا آپ اس وقت ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں بالکل دیکھ رہا ہوں۔ خدیجہ نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ

میرے دائیں پہلو کے ساتھ بیٹھ جائیے۔حضور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہاں بیٹھ گئے۔خدیجہ نے پوچھا کیا آپ اب بھی ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے بتایا کہ ہاں۔خدیجہ نے کہا کہ اچھا آپ اب میری گود میں بیٹھ جائیے۔حضور پلٹ کر گود میں بیٹھ گئے۔خدیجہ نے پوچھا کہ اب وہ آپ کو نظر آ رہے ہیں۔حضور ﷺ نے بتایا کہ ہاں نظر آ رہے ہیں۔خدیجہ نے اپنا سر ننگا کر لیا اور اپنا دوپٹہ اُتار کر پھینک دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔خدیجہ نے پوچھا کہ کیا اب آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اب وہ نظر نہیں آ رہے (گو اس عمل کے بعد وہ چلے گئے)۔

خدیجہ کو یقین آ گیا۔کہنے لگیں کہ یہ شیطان نہیں ہے، یہ فرشتہ ہے۔اے میرے چچازاد! آپ پکے رہیے، ثابت قدم رہیے اور خوش ہو جائیے۔ اس کے بعد وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئیں اور انہوں نے گواہی دے دی کہ جس بات کو وہ لے کر آئے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔

بیہقیؒ (جلد۲ص ۱۵۲) نے خبر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایسی چیز تھی جو خدیجہ کر رہی تھیں وہ اس کے ذریعہ احتیاطاً معاملے کو پکا کرنا چاہ رہی تھیں اپنے دین اور اس کی تصدیق کرنے میں احتیاط کے لئے۔رہے نبی کریم ﷺ وہ یقین کر چکے تھے اس بات پر جو جبرائیل علیہ السلام نے ان سے کی تھی اور انہوں نے جو آپ کو نشانیاں دکھائی تھیں۔ الخ

اس طرح سیدہ خدیجہؓ اسلام لے آئیں۔یہ پہلی شخصیت تھیں رسول اللہ ﷺ کے بعد جس نے اسلام کو گلے لگایا تھا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی ابھی دعوت بھی نہیں دی تھی اور خدیجہ ایسی تھیں کہ ان کو کسی خارجی دلیل کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی تھی۔ایسی دلیل جو رسول اللہ ﷺ کے حالات وعادات سے خارج ہو۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

مؤرخ ابن خلدون مقدمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اسلام کا حال بیان کرتے ہوئے کہ ابوبکر صدیقؓ بھی حضور ﷺ کے معاملے میں کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جو آپ کے حالات واخلاق سے خارج ہو۔ الخ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیسے مسلمان ہوئے؟............ امام بیہقی (جلد۲۔ص۱۶۳،۱۶۴) فرماتے ہیں۔پھر ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور کہنے لگے کیا وہ بات سچ ہے جو قریش کہہ رہے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور آپ نے ہماری عقلوں کو سفیہ اور بے وقوف کہہ دیا ہے اور آپ نے ہمارے باپ دادوں کو کافر قرار دے دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں یہ سچ ہے۔میں بے شک اللہ کا نبی ہوں اور اس کا رسول ہوں۔اُس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ اس کا پیغام پہنچاؤں اور میں آپ کو اللہ کی طرف بلاؤں۔حق وسچ کے ساتھ، اللہ کی قسم وہ حق ہے۔اے ابوبکر میں آپ کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں کہ آپ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔دوستی اور موالات اللہ کی اطاعت پر مشروط ہے۔پھر حضور ﷺ نے ابوبکر کے سامنے قرآن مجید پڑھا۔لہٰذا ابوبکر صدیق مسلمان ہو گئے۔اور بتوں کے ساتھ انہوں نے کفر کر لیا (یعنی بتوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کا انکار کر دیا)۔اور شریک ٹھہرانے کو ترک کر دیا اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لے آئے۔

چنانچہ ابوبکر صدیقؓ واپس ہوئے تو وہ مؤمن اور نبی کی تصدیق کرنے والے بن چکے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جس شخص کو بھی اسلام دعوت دی اس کے اندر اسلام کے بارے میں شک اور کبیدگی تاخیر پائی گئی ماسوا ابوبکر کے۔اس نے اسلام میں شک نہیں کیا تھا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ایسا اس لئے تھا کہ ابوبکر صدیقؓ نبوت کے دلائل دیکھتے تھے اور اس کے آثار سنتے تھے حضور ﷺ کی دعوت سے قبل۔ لہٰذا جب ان کو دعوت ملی تو انہوں نے سب سے پہل کر لی۔انہوں نے اس کو غور وفکر کیا تھا اور نظر کی تھی مگر اس پر شک اور تردد نہیں کیا تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث درج کی ہے۔ابوذر غفاری کے اسلام کے بارے میں جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے (جلد۲ص ۲۰۸) کہ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں اسلام لانے میں چوتھا تھا۔تین افراد مجھ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا:

السلام علیك یا رسول اللّٰہ ، أشهد أن لا اله الا اللّٰہ ، وأن محمدًا رسول اللّٰہ

لہٰذا میں نے حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی دیکھی۔ابوذر کے اسلام والی حدیث، حدیث مشہور ہے،جلیل ہے،تمام کتب سنت نے اس کو نقل کیا ہے جن پر یقین اور اعتقاد ہے،مثلاً بخاری،مسلم وغیرہ۔

ان کتب نے اس واقعے کو مختلف زاویوں سے عبرت ونصیحت کے مؤثر انداز میں نقل کیا ہے۔یہ اس لئے کہ جب ابوذر کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا،آپ سواری پر بیٹھیں اور مکہ کی وادی میں جائیں اور مجھے اس آدمی کے بارے میں پوری رپورٹ دیں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔خود جا کر اس کی بات سنو، اس کی میرے پاس خبر لے آؤ۔

چنانچہ انیس مکہ روانہ ہو گیا۔اس نے وہاں جا کر کلام رسول سُنا پھر ابوذر کے پاس واپس لوٹ آیا اور ان کو بتایا کہ میں نے اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھا ہے،وہ تو مکارم اخلاق کی تلقین کرتا ہے۔ابوذر نے پوچھا کہ لوگ اس سے کیا کہتے ہیں؟ انیس نے کہا،لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے اور ساحر ہے۔ جبکہ انیس خود شاعر تھا۔اس نے حضور ﷺ کی بات پر تبصرہ کیا اور کہنے لگا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں سُنی ہیں۔محمد (ﷺ) کاہنوں جیسا قول بھی نہیں کرتے۔اور میں نے محمد (ﷺ) کے قول کو شعر کے انواع پر پرکھا ہے۔اللہ کی قسم کسی کی زبان یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ شعر ہیں۔اور اللہ کی قسم وہ کلام ہے بھی سچا، محمد (ﷺ) بھی سچا ہے، بے شک وہ مکہ والے جھوٹے ہیں۔لہٰذا ابوذر نے اپنے بھائی سے کہا کہ آپ کی بات میرے لئے کافی نہیں ہے بلکہ میں خود جاؤں گا۔اس نے کہا ٹھیک ہے،مگر اہل مکہ سے آپ بچ کر رہنا وہ اس سے بغض رکھتے ہیں اور اس کے خلاف جمع اور متفق ہو گئے ہیں۔

چنانچہ ابوذر نے سفر کا سامان تیار کیا اور پانی کی مشک اُٹھائی اور مکہ پہنچ گئے آتے ہی مسجد میں پہنچے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاش کیا کیونکہ وہ حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور بھائی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کسی سے نہیں پوچھا۔کیونکہ اس سے کہا تھا کہ ان کے بارے میں اہل مکہ میں سے کسی سے دریافت نہ کرنا بلکہ ان سے بچنا،یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔چنانچہ ابوذر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ان کو حضرت علی ؓ نے دیکھا تو سمجھ گئے کہ مسافر ہے۔لہٰذا انہوں نے ابوذر کو اپنے پاس سونے کے لئے بلالیا،وہ چلے گئے اور جا کر سو گئے۔دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا،یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اس کے بعد پھر اس نے اپنی پانی کی مشک اور سامان مسجد میں رکھ لیا اور دن بھی گزر گیا مگر اس نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا،یہاں تک کہ شام ہو گئی۔لہٰذا پھر وہ اپنی لیٹنے کی جگہ پر آ گئے۔آج پھر حضرت علی ؓ ان کے پاس سے گزرے اور انہوں نے کہا،کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ آدمی اپنی منزل کو پہچان لے؟ اور ان کو ٹھکانے پر لے گئے مگر آج بھی دونوں میں سے کسی ایک نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا۔آج تیسرا دن بھی اسی کیفیت پر گزر گیا۔جب گھر پر پہنچے تو حضرت علی ؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کس مقصد کے لئے آئے ہیں؟

ابوذر غفاری نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ پکا عہد کریں اور پکا وعدہ دیں کہ آپ میری ضرور رہنمائی کریں گے تو میں بتاتا ہوں۔حضرت علی ؓ نے بات مان لی اور ابوذر نے بھی اپنی غرض بتادی۔صبح ہوئی تو دونوں ڈرتے بچتے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔پھر ابوذر توجہ سے قرآن مجید سُننے لگے اور اسی نشست میں مسلمان بھی ہو گئے۔لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا،آپ واپس اپنی قوم میں جائیے اور ان کو جا کر بتائیے،جب تک کہ تیرے پاس میرا کوئی حکم آجائے۔ابوذر نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے،میں تو چیخ چیخ کر ان کے سامنے بیان کروں گا۔

ابوذر حضور ﷺ کے پاس سے اُٹھا تو سیدھا مسجد الحرام میں آیا اور آ کر خوب بلند آواز کے ساتھ پکارا :

أشهد أن لا اله الا الله ، وأن محمدًا رسول الله

لہٰذا حاضرین اُٹھے اور ان پر ٹوٹ پڑے، گتھم گتھا ہو گئے۔ لہٰذا مار کٹائی ہوئی اور ٹھیک ٹھاک معرکہ گرم ہو گیا۔ مشرکین نے اس کو نہیں چھوڑا، اس کو باہر لے جا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور مارنے لگے۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے آ کر ان کو ان سے چھڑایا ان سے۔ مگر ابوذر نے اگلی صبح پھر وہی کام کیا، اور مشرکین نے بھی پھر وہی پہلے والا سلوک کیا۔ پھر آج بھی عباس نے ان کو چھڑالیا۔ اس کے بعد ابوذر اپنے گھر اپنے بھائی کے پاس چلے گئے اور جا کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ لہٰذا ان کا بھائی بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے جا کر اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت اور اسلام کے بارے میں سمجھانے لگے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ابوذر غفاری اپنی پوری قوم کے اندر اسلام کو پھیلانے لگے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں بازار بصریٰ میں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک راہب اپنے عبادت خانے میں اعلان کر رہا ہے، اے اہل موسم والے لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ کیا اس بھرے بازار میں اہل حرم میں سے کوئی شخص موجود ہے؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، میں ہوں۔ راہب نے پوچھا، کیا احمد ظاہر ہو گیا؟ میں نے پوچھا کہ کون احمد؟ اس نے کہا، عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ یہ مہینہ اسی کا ہے، اسی مہینہ میں وہ نکلے گا، وہ نبیوں میں سے آخر نبی ہے۔ اس کے نکلنے کی جگہ حرم ہے اور اس کی ہجرت کرنے کی جگہ کھجوروں کا مقام پتھریلی زمین دور دراز کی زمین ہے (یعنی گندھک والی زمین)۔ تم وہاں پہلے سے پہنچ جانا۔

طلحہ کہتے ہیں کہ اس نے جو بات کہی تھی وہ میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں وہاں سے جلدی جلدی نکلا اور سیدھا مکہ آیا۔ میں نے جا کر پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات ہوگئی ہے؟ لوگوں نے بتایا، جی ہاں محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ابن ابوقحافہ نے اس کی اتباع کر لی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور سیدھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور جا کر ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے محمد ﷺ کی اتباع کر لی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں، میں نے کر لی ہے۔ چلو تم بھی ان کے پاس چلو اور چل کر ان کی بات مان لو، بے شک وہ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت طلحہ نے ابوبکر کو وہ بات بتا دی جو راہب نے ان سے کہی تھی۔ چنانچہ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کو ساتھ لے کر چلے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ طلحہ وہاں جا کر مسلمان ہو گئے۔ طلحہ نے راہب والی بات رسول اللہ ﷺ کو بھی بتا دی۔ حضور ﷺ اس بات کو سن کر خوش ہوئے۔ جب ابوبکر اور طلحہ مسلمان ہو گئے تو نوفل بن خویلد عدویہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور دونوں کو پکڑ کر ایک ہی رسی کے ساتھ باندھ دیا اور بنو تمیم نے بھی دونوں کو نہیں چھڑایا اور نوفل بن خویلد قریش کا شیر پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ اس نے دونوں کو ساتھ باندھ دیا تھا اس لئے ابوبکر اور طلحہ قَرِیْنَیْنِ نام رکھے گئے تھے۔

نجاشی اَصحم کے اسلام میں دلائل نبوت

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن مسلم زہری نے حدیث بیان کی ہے۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی سے اس نے اُم سلمہ بنت ابوامیہ بن مغیرہ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ جب حبشہ کی سرزمین پر اُترے، ہم لوگ ایک اچھے پڑوس کے پڑوس میں پہنچ گئے تھے (یا اچھے پناہ دینے والے کی پناہ میں تھے)۔ یعنی شاہ حبشہ نجاشی کے پاس۔ اس نے ہمارے دین پر رکھتے ہوئے امان دی اور ہمارے اُوپر احسان کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، نہ ہمیں کوئی ایذا پہنچاتا تھا اور نہ ہی ہم لوگ کوئی ایسی بات سنتے تھے جس کو ہم ناگوار سمجھتے۔ قریش کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ ہم تو سرزمین عرب چھوڑ کر حبشہ میں سکون سے رہ رہے ہیں۔

انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس قاصد بھیجیں، ہمارے اندر دو عقل مند آدمی ہیں (جو اس کام کو کر سکتے ہیں)۔ اور مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس مکے کا قیمتی سامان بطور ہدیہ بھیجیں۔ اس وقت اچھی چیز وہاں کا چمڑا ہوتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس کے لئے بہت سارا چمڑا جمع کیا

چنانچہ انہوں نے کسی سردار کو نہیں چھوڑا، سب کو ہدیے دیئے۔ ہدیہ دے کر عبداللہ بن ابو ربیعہ اور عمرو بن العاص کو روانہ کیا اور ان کو اپنا معاملہ سمجھا دیا اور ان کو قریش نے یہ ہدایت کر دی کہ ہر سردار کو پہلے اس کا ہدیہ پہنچا دیں پھر ان سے نجاشی کے بارے میں بات کریں۔ اس کے بعد نجاشی کو ہدیہ پہنچائیں۔ اس کے بعد نجاشی سے مطالبہ کریں کہ وہ ہم لوگوں کو ان کے حوالے کر دے اور وہ ہم سے اس سلسلے کی کوئی بات نہ پوچھے، بلکہ ہم سے کلام کرنے سے پہلے ہی وہ واپس بھیج دے۔

چنانچہ وہ نجاشی کے پاس پہنچے۔ جبکہ لوگ اس کے پاس خیر کے ساتھ ایک اچھے پڑوسی کے پاس رہ رہے تھے۔ نجاشی کا کوئی وزیر، مشیر باقی نہ رہا سب کو انہوں نے ہدایا پہنچا دیئے تھے نجاشی سے ملاقات سے پہلے پہلے۔ اور ان میں ہر ایک سے یہ بات کہہ دی تھی کہ شاہ نجاشی کے شہر میں ہماری طرف سے کچھ ناعاقبت اندیش کم عقل گھس آئے ہیں جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں۔ آپ لوگوں کے دین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ وہ ایک نیا دین قبول کر کے آئے ہیں، جس کو نہ تو ہم جانتے ہیں نہ ہی آپ لوگ جانتے ہو اور ہم لوگوں نے بادشاہ کی طرف اپنی قوم کے اشراف کو روانہ کیا ہے تا کہ شاہ نجاشی ہمارے ان (بھاگ کر آنے والے افراد کو) ان کے ساتھ واپس بھیج دے۔ اور ہم لوگ جب بادشاہ سے ان کے بارے میں بات کریں تو آپ لوگ (سردار) بھی ان سے سفارش کر دیں کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور ان لوگوں سے کوئی بات نہ کرے۔ بے شک ان کی قوم ان کی اعلیٰ اور بہتر دیکھ بھال کر سکتی ہے۔ اور جو ان پر عیب اور الزام ہے اس کو بھی خوب جانتی ہے۔

ان سرداروں نے ان دونوں نمائندوں سے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے ایسا ہی کریں گے۔ اس کے بعد ان نمائندوں نے نجاشی کے دربار میں اپنے اپنے ہدایا پیش کر دیئے۔ اس نے ان دونوں کے ہدایا قبول کر لئے۔ اس کے بعد نمائندوں نے نجاشی سے اپنے مطلب کی بات کہی، کہ اے بادشاہ سلامت آپ کے شہر میں کچھ ہمارے نوعمر لڑکے چھپ کر آ گئے ہیں جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور تیرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور وہ ایسا دین لے آئے ہیں جس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے اور خود ایجاد کر لیا ہے جس کو نہ ہم پہچانتے ہیں نہ آپ پہچانتے ہیں۔ اور ہم اپنی قوم کے اشراف لوگ ددھیال کی طرف سے اور ننھیال کی طرف ان کے کنبے قبیلے کی طرف سے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجے گئے کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ وہ ان کی بہتر نگرانی اور دیکھ بھال بھی کریں گے اور ان پر جو الزام ہے اس کو بھی خوب سمجھتے ہیں اور وہ ان کو اس کا انتباہ بھی کریں گے۔

سیدہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبداللہ بن ابو ربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ بات سب سے زیادہ بُری لگتی تھی کہ نجاشی ہم لوگوں میں سے کسی کی بات سُنے۔ چنانچہ شاہ کے ارد گرد جو سردار اور وزیر و مشیر بیٹھے تھے انہوں نے تصدیق و سفارش کرتے ہوئے کہا کہ ہاں صحیح ہے، اے بادشاہ سلامت۔ ان لوگوں کی قوم ان کے منتظر ہے اور ان کی کمزوری سے بھی خوب واقف ہے جو ان پر الزام ہے۔ لہٰذا آپ ان لوگوں کو ان کے حوالے کر دیجئے تا کہ یہ لوگ ان کو اپنے اپنے شہروں میں واپس لے جائیں اور اپنی قوم میں لے جائیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سُن کر نجاشی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے، اللہ کی قسم اس صورت میں میں ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے نہیں کروں گا، یہ ممکن نہیں کہ کچھ لوگ میری جوار یا پناہ میں آئیں اور میرے شہروں میں اُتریں اور سب کو چھوڑ کر مجھے سب پر ترجیح دیں او رمیں ان کو ان کے حوالے کر دوں؟ میں اُن (پناہ گزینوں) سے بھی پوچھوں گا۔ اس بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں ان کے بارے میں اگر بات ویسی ہے جیسے یہ لوگ بتا رہے ہیں تو میں یہ لوگ ان کے حوالے کر دوں گا اور ان کو ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا اور معاملہ اس کے برعکس ہوا تو میں ان کو روک لوں گا اور جب تک وہ میرے پاس رہیں گے میں ان کو اچھے طریقے سے رکھوں گا۔

نجاشی کے دربار میں صحابۂ کرام کی طلبی اور حق گوئی کے لئے قسم کھانا .... سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفت وشنید کے بعد نجاشی نے اصحاب رسول کے پاس نمائندہ بھیج کر ان کو بُلایا۔ ان کے پاس جب نجاشی کا قاصد پہنچ تو سب (ہجرت کر کے حبشہ جانے والے) جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا کہ جب نجاشی کے پاس جاؤ گے تو کیا کہو گے؟ سب نے متفقہ طور پر یہ ہی رائے دی کہ اللہ کی قسم ہم جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے ہم وہی بات کریں گے (نتائج کی پرواہ نہیں کریں گے)۔ جو ہونا ہوگا

سو جائے گا۔ جب یہ مسافر دربار نجاشی میں پہنچے تو دیکھا کہ نجاشی نے اپنے مذہب کے عالموں اور پیشواؤں کو بلالیا ہے وہ اپنے اپنے مصاحف (بائبلیں) کھول کر نجاشی کے اردگرد بیٹھ گئے۔

مسلمانو! غور کا مقام ہے .... اس واقعہ کے ہر ہر زاوئے میں بے شمار عبرتیں اور نصائح موجود ہیں (مترجم)۔ کہ محمد عربی کے چند مخلص موحدین جن کو اپنی قوم نے مکہ چھوڑنے پر اور اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے، عیسائی حکومت میں پناہ لی ہے۔ مگر دشمن وہاں بھی ان کو چین نہیں لینے دیتا۔ ان غریب الدیار مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ مدعی ہیں۔ مسلمان غریب الدیار ہیں اور عدالت عیسائی ہے، شاہی دربار ہے۔ رشوت کے طور پر ہدایا پہنچا دیئے گئے ہیں، علماء عیسائیت صحیفے کھول کر بیٹھے ہیں۔ نجاشی مسلمانوں سے ان کے دین و مذہب کے بارے میں پوچھتا ہے۔ محمد عربی کی سچائیوں پر قربان، رب ذوالجلال کی قسم حضرت جعفر طیار عیسائیت کدے میں کھڑے ہو کر جو تقریر کرتا ہے جو بیان دیتا ہے وہ اسلام کا اور مسلمانوں کا سر بلند کر دیتا ہے۔ رہتی دنیا تک وہ اسلام اور جاہلیت کا امتیازی نشان رہے گا۔

نجاشی کا سوال .... مسلمانوں غریب الوطنو! بتاؤ یہ کونسا دین ہے جس کے اندر آ کر تم لوگوں نے اپنی قوم کو خیر باد کہہ دیا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس نے جواب دیتے ہوئے متکلم اور مجیب کی حیثیت سے بات کی تھی وہ جعفر بن ابوطالب تھے۔ انہوں نے کہا:

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابوطالب کا بیان (جاہلیت کا نقشہ)

أيها الملك، كنا قوما جاهلية، نعبد الاصنام، نأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار، ويأكل القوى منا الضعيف

اے بادشاہ سلامت! ہم لوگ اہل جاہلیت تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، تمام بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتے ناتے کاٹتے تھے۔ پڑوس میں برائی کرتے تھے، ہمارے اندر طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیم، اسلام کا نقشہ، محمد عربی کی تعلیماتِ مقدسہ

فكنا على ذلك، حتى بعث الله الينا رسولاً منا نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه، فدعانا الى الله لنوحده ونعبده، ونخلع ما كنا نعبد نحن وآباؤنا من دونه، من الحجارة والأوثان

اسی حالت زار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا ہے۔ ہم اس کا نسب جانتے ہیں اس کی سچائی، اس کی امانت داری اور اس کی پاکدامنی جانتے ہیں۔ اس شخص نے ہم لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اللہ کو ایک مانیں۔ عبادت صرف اسی کی کریں اور ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت کر رہے ہیں یا ہمارے باپ دادا کر رہے۔ اللہ وحدہ کے سوا پتھروں اور بتوں کی۔

وأمرنا بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش، وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنات

اس نبی نے ہمیں سچی بات کرنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوس کے ساتھ نیک سلوک کرنے، محارم سے رک جانے، خون بہانے سے رک جانے کا حکم دیا ہے اور بے حیائی کے کاموں سے۔ جھوٹ بات کرنے، یتیموں کا مال کھانے، پاکدامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانے جیسے قبیح امور سے روک دیا ہے۔

وامرنا ان نعبد الله وحده لا شريك به شيئًا، وأمرنا بالصلاة والزكاة والصيام

اور اس نبی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ اللہ وحدہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور دوسرے ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

سیدہ اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ جعفر ﷺ نے اسی طرح تمام اسلام کے امور ایک ایک کر کے گنوائے۔ پھر کہا ہم نے اس نبی کو سچا مان لیا ہے۔ اور ہم لوگ اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے، اس بنا پر جو وہ اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

فصدقناه وامنا به، واتبعناه على ما جاء به من الله، فعبدنا الله وحده، فلم نشرك به شيئاً، وحرمنا ما حرم علينا، واحللنا ما احل لنا، فعدا علينا قومنا، فعذبونا وفتنونا عن ديننا، ليردونا الى عبادة الأوثان عن عبادة الله تعالىٰ، وان نستحل ما كنا عليه من الخبائث، فلما قهرونا وظلمونا وضيقوا علينا، وحالوا بيننا وبين ديننا، خرجنا الى بلادك واخترناك على من سواك، ورغبنا في جوارك، ورجونا ان لا نظلم عندك أيها الملك۔

ہم نے اس کی تصدیق کر لی ہے۔ اس پر ایمان لے آئے وہ اللہ کی طرف سے جو کچھ لے کر آیا ہے ہم نے اس کی اتباع کر لی۔ ہم اس کے ساتھ کسی شیء کو شریک نہیں کریں گے۔ ہم نے ہر اس چیز کو حرام ٹھہرالیا ہے جس کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے اور ہم نے ہر اس چیز کو حلال کر لیا ہے جس کو اس نے حلال کہا ہے۔ اس کے بعد ہماری قوم نے ہمارے اُوپر زیادتی کی۔ انہوں نے ہمیں سزائیں دی ہیں اور انہوں نے ہمیں ہمارے دین سے روکا ہے۔ تاکہ وہ ہمیں اللہ کی عبادت کرنے سے دوبارہ بتوں کی عبادت کی طرف پھیر لیں اور اس لئے تاکہ ہم جن جن خبائث پر تھے ہم ان کو دوبارہ حلال سمجھ لیں۔ انہوں نے جب ہمارے اُوپر زبردستی کی ہے اور ہمارے اُوپر ظلم کیا ہے اور ہمارے اُوپر زمین تنگ کر دی ہے اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم لوگ آپ کے شہر کی طرف نکل آئے ہیں اور ہم نے آپ کے سوا سب پر آپ کو ترجیح دی ہے اور ہم نے آپ کے پڑوس میں رہنے کو ترجیح دی ہے۔ اور ہم نے یہ توقع کی ہے کہ ہمارے اُوپر آپ کے پاس رہ کر ظلم نہیں ہوگا، اے بادشاہ سلامت۔

حضرت جعفر کی یہ تقریر ختم ہوئی تو نجاشی نے سوال کیا۔ کیا تیرے پاس اس وحی میں سے کوئی چیز ہے جو وہ نبی اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہے؟ حضرت جعفر نے اثبات میں جواب دیا تو نجاشی نے کہا کہ آپ میرے سامنے اس کو پڑھئے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے سورۂ مریم کا پہلا حصہ پڑھا تو اللہ کی قسم نجاشی رو پڑا حتیٰ کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی اور اس کے مذہبی پیشوا اور عالم بھی رو پڑے حتیٰ کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ جب انہوں نے اسے سُنا جو کچھ وہ ان کے سامنے پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا :

نجاشی کے دربار سے مسلمانوں کے حق میں کامیاب فیصلہ .... ان هذا والذى جاء به عيسىٰ، ليخرج من مشكاة واحدة، انطلقا، فلا والله لا اسلمهم اليكما ولا يكادون۔

یہ کلام اور جو عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے اس روشنی کا منبع و مصدر ایک ہی ہے۔ (مدعیان نے کہا) تم دونوں واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کے نمائندے جب دونوں نجاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا، اللہ کی قسم میں کل اس کے پاس جاؤں گا اور آ کر میں ان کی ہریالی کا استیصال کر دوں گا، جڑ سے کاٹ دوں گا۔ فرماتی ہیں کہ مگر اس کو عبداللہ بن ربیعہ نے کہا کیونکہ وہ دونوں میں سے زیادہ متقی اور شریف ہے، ہم لوگوں میں کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ بے شک ان لوگوں کی ہم سے رشتہ داریاں ہیں، کیا ہوا اگر وہ ہمارے مخالف ہو گئے تو۔

کفر کے نمائندوں کی دوسری چال جو ناکام ہوئی .... اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمرو بن العاص نے قسم کھا کر کہا کہ میں نجاشی کو خبر دوں گا کہ یہ لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے بندے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ صبح ہوئی تو اس نے اپنی قسم کے مطابق اس سے جا کر شکایت کی کہ اے بادشاہ سلامت وہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بہت بُری بات کہتے ہیں، آپ ان کو نمائندہ بھیج کر بلائیے اور ان سے پوچھئے کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

• فرماتی ہیں کہ چنانچہ نجاشی نے ان سے پوچھنے کے لئے پھر نمائندہ بھیجا مگر ہمارے لئے اس کی مثل کوئی پریشانی نازل نہیں ہوئی تھی۔ پھر مسلمان جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو، جب نجاشی پوچھے گا تو کیا جواب ہوگا؟ سب نے اتفاق سے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اس کے بارے میں وہی کچھ کہیں گے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ہمارے پاس لائے ہیں، اس کے علاوہ ہم منع کردیئے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا۔ فرماتی ہیں کہ جب نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے پوچھا تم لوگ کیا کہتے ہو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں؟

فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر نے اس کو جواب دیتے ہوئے فرمایا، ہم اس کے بارے میں وہی کچھ کہتے ہیں جو کچھ ہمارے نبی ہمارے پاس لے کر آئے ہیں۔ کہ وہ اللہ کا بندہ ہے، اللہ کا رسول ہے، وہ رُوح اللہ ہے، وہ کلمۃ اللہ ہے جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا۔ وہ کنواری تھیں گناہ سے پاک تھیں۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سُنتے ہی نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا، اس نے ایک تنکا اُٹھایا اور کہنے لگا، اللہ کی قسم جو کچھ آپ نے کہا ہے یہی کچھ تھے عیسیٰ بن مریم۔ اس سے اس تنکے برابر بھی فرق نہیں تھا۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو اس کے عالم اور درویش اس کے گرد سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اس نے کہا اگر تم چلے جاؤ تو اللہ کی قسم تم جاؤ۔ تم میری زمین پر شیوم ہو اور شیوم کا مطلب ہے امن والے ہو۔ جو شخص تمہیں بُرا کہے گا وہ مجرم ہوگا۔ پھر کہا جو شخص تمہیں گالی دے گا وہ مجرم ہوگا۔ تیسری بار یہی کہا۔ اور یہ کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرا سونے کا عبادت خانہ ہو (جس میں میں عبادت وشکر کروں) جبکہ تم میں سے کسی آدمی کو ایذا دوں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یوں بھی کہا جاتا ہے: دَبْرَیٰ مِنْ ذَهَبٍ اور یوں بھی کہا جاتا ہے اَنْتُمْ شُیُوْمٌ حبشی زبان میں دَبْرَ کے معنی ہیں اَلْجَبَلُ یعنی پہاڑ۔ اس نے کہا کہ ان دونوں قریشی نمائندوں کو ان کے ہدایا واپس کردو، مجھے ان کے ہدایا کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے ہاں سے ذلیل ہو کر نکل گئے۔ جو کچھ لے کر آئے تھے وہ بھی ان کو واپس کردیا گیا۔ اور ہم لوگ نجاشی کے پاس بہتر گھر اور بہترین پڑوس میں قیام کرتے رہے۔

نجاشی کی حکومت کو خطرہ اور مسلمانوں کی دعا سے کامیابی نبوت محمدی ﷺ کی دلیل ہے .... سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک حبشہ سے ایک آدمی آیا، اس نے نجاشی کے ساتھ حکومت میں جھگڑا شروع کردیا۔ اللہ کی قسم ہم لوگوں کو شدید دھچکا لگا اور ایسا حزن وغم پہنچا کہ اس سے قبل کبھی نہیں پہنچا تھا۔ وہ ہمارے اُوپر شدید حزن تھا۔ اس خوف کے مارے کہ اگر وہ شخص نجاشی پر غالب آگیا تو ہمارا کیا بنے گا؟ ایسا آدمی جو ہمارا حق نہیں پہچانے گا جس طرح نجاشی ہمارا حق پہچان رہا تھا۔

فرماتی ہیں کہ نجاشی اس کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں کے درمیان دریائے نیل (ازرق) حائل تھا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی تیار ہوتا ہے جو یہاں سے روانہ ہو کر جائے اور اس قوم کے درمیان جھگڑے اور اختلاف کی جو کیفیت ہے اس کو جا کر جانے اور پھر ہمیں پوری پوری اس کے بارے خبر دے؟

کہتی ہیں کہ زبیر بن عوام نے جانے کے لئے حامی بھرلی کہ میں جاتا ہوں۔ سب نے کہا کہ آپ جائیں گے حالانکہ آپ تو سب لوگوں سے کم عمر ہیں۔ فرماتی ہیں (اس کے اصرار کرنے پر) اس کے لئے مشک پھونک کر تیار کی گئی دریا تیرنے کے لئے۔

زبیر نے مشک کو اپنے سینے تلے دیا اور اس پر تیرا کی کرتا ہوا دریائے نیل کے اس مقام تک جا پہنچا جہاں پر ان لوگوں کے ٹکراؤ کا مقام تھا۔ اس کے بعد وہ چل کر ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے نجاشی کے غلبے اور اپنے دشمن پر اپنے شہروں میں اس کی تمکنت کے لئے دعا کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم ہم لوگ اسی انتظار میں تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کیا ہونے والا ہے کہ اچانک زبیر کہیں سے ظاہر ہوئے اور وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے دُور سے کپڑا اہلا کر کہا۔

الا أبشروا فقد ظفر النجاشي ، اهلك الله عدوهٔ و مكن له في بلاده

خبردار خوش ہو جاؤ، مبارک ہو نجاشی فتح یاب ہوگیا ہے۔ اللہ اس نے اس کے دشمن کو ہلاک کردیا ہے اور اس کو اس کے شہروں میں پکا کردیا ہے اور تمکنت عطا کردی ہے۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتی کہ اس سے زیادہ خوشی کبھی ہمیں حاصل ہوئی ہو۔ فرماتی ہیں کہ نجاشی اس جنگی مہم سے بخیریت واپس لوٹ آیا اور اللہ نے اس کے دشمن کو واقعی ہلاک کر دیا تھا اور نجاشی کو اپنے شہروں میں قدرت اور استحکام عطا کر دیا تھا۔ اور حبشہ کی حکومت اس کے لئے پکی اور یقینی ہو گئی تھی۔ پھر ہم حسب معمول ان کے پاس پُر سکون طریقے پر ایسے رہے جیسے انسان اپنے بہتر اور اچھے گھر میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر وہاں سے سیدھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے، ابھی حضور ﷺ مکے میں ہی تھے۔

حضرت زید بن سعنہ کے اسلام میں دلائل نبوت

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنہ کو ہدایت عطا کرنا چاہا تو زید کہتا ہے کہ تمام علامات نبوت (میں بحیثیت یہودی عالم ہونے کے) حضور ﷺ کے چہرے پر پہچانتا تھا دو علامات کے سوا باقی ساری علامات موجود تھیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو میں جب بھی دیکھتا تھا تو میں دیکھ لیتا تھا۔ مگر دو ایسی صفات تھیں میں جن کے دیکھنے کے انتظار میں تھا۔

(۱) یہ کہ اس کا حلم (حوصلہ اور بردباری) اس کی جہالت سے سبقت کرے گی۔

(۲) نہ زیادہ کرے گی شدتِ جہل اس پر مگر حوصلہ اور بردباری کو۔

میں حضور ﷺ کے ساتھ نرمی کرتا رہتا تھا اس لئے کہ میں اس سے میل جول رکھوں اور کسی طرح اس کے حلم اور جہل کو آزماؤں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجروں سے نکلے۔ علی بن ابوطالب بھی ان کے ساتھ تھے۔ اتنے میں آپ کے پاس کوئی آدمی آیا جیسے کوئی بدوی ہے۔ وہ آکر کہنے لگا بے شک فلاں کی بستی والے مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کو باتیں بتاتا رہتا تھا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو (تمہاری یہ غربت ختم ہو جائے گی) صبح ہی صبح تمہارے پاس کھلا رزق آجائے گا۔ جبکہ حالت یہ ہو رہی ہے کہ ان کو قحط سالی پہنچی ہوئی ہے اور انتہائی سختی میں ہیں اور بارش نہ ہونے سے بھی قحط میں ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ وہ کسی لالچ میں آکر اسی طرح اسلام سے بھی نکل جائیں جیسے وہ اسلام میں طمع اور لالچ کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کے پاس کوئی چیز بھیج کر ان کی مدد فرمادیں۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے پہلو میں موجود آدمی کی طرف دیکھا، میرا خیال ہے کہ علی تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس میں کوئی چیز نہیں بچی۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا اور میں نے آپ سے کہا، اے محمد کیا آپ ایسا کریں گے کہ میرے ساتھ بنی فلاں کے باغ سے اتنی مدت کے لئے کچھ معلوم اور متعین کھجوروں کی بیع کرلیں (فروخت کرلیں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اے یہودی۔ بلکہ میں بیع کروں گا معلوم اور متعین کھجوروں کی تجھ سے اتنی اتنی مدت کے لئے۔ اور میں بنو فلاں کے باغ کا نام نہیں لے رہا۔

زید کہتے ہیں کہ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے مجھ سے بیع کرلی سودے کی بات کوئی نہیں۔ لہٰذا میں نے ہمیانی نکالی اور میں نے حضور ﷺ کو اسی مثقال سونے کے دے دیئے۔ معلوم اور متعین کھجوروں کے بارے میں ایک مقررہ وقت کے ساتھ۔ حضور ﷺ نے اس آدمی کو رقم دی اور فرمایا جلدی کر وان کے لئے اور زید بن سعنہ کے مال کے ساتھ ان کی مالی ضرورت پوری کرو۔

جب طے شدہ وقت سے دو تین دن باقی رہ گئے تو ایک دن رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک آدمی کے جنازے میں نکلے، ان کے ساتھ ابوبکر اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ دیگر چند صحابہ کی جماعت میں جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو ایک دیوار کے پاس بیٹھنے کے لئے قریب ہوئے۔ میں ان کے پاس گیا اور جا کر میں نے آپ کی قمیص کے دونوں دامن پکڑ لئے اور آپ کی اُوپر اوڑھنے والی چادر کو بھی۔ اور میں نے ان کی طرف انتہائی سخت چہرے کے ساتھ دیکھا اور کہا کہ اے محمد! کیا آپ میرے حق کی ادائیگی نہیں کریں گے؟ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا تم لوگوں کو اے بنو عبدالمطلب۔ مگر تم لوگ ادائیگی کرنے میں بڑی پس و پیش کرنے والے ہو۔ مجھے تم لوگوں کے ارادہ کا علم تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب نے میری طرف کچھ گھور کر دیکھا، میں نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ایسی گھوم رہی تھیں جیسے کشتی گول گھومتی ہے۔ پھر انہوں نے میری طرف زور سے

آنکھ جھپکائی اور کہنے لگا اے اللہ کے دشمن! کیا تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کہہ رہے ہو جو میں سن رہا ہوں اور حضور ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ان کی قوت سے ڈرتا ہوں تو میں اپنی تلوار تیرے سر میں ماردیتا۔ حضور ﷺ انتہائی سکون کے ساتھ اور وقار اور سنجیدگی کے ساتھ عمر کی طرف دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

قرض کے مطالبہ اور ادائیگی میں فرق کرنا .... اس کے بعد عمر ؓ سے کہنے لگے کہ میں اور یہ (زید) زیادہ حاجت مند تھے دوسرے سلوک کے تم سے اے عمر۔ وہ یہ تھا کہ آپ مجھے کہیں کہ میں بہتر طریقے پر ادائیگی کردوں اور اس سے کہتے کہ وہ مجھ سے احسن طریقے سے تقاضا کرے۔ حسن اداء اور حسن تقاضا کی آپ کو بات کرنے کی ضرورت تھی، خیر عمر جائیے اس کے حق کی جا کر ادائیگی کردیجئے اور اس کو بیس صاع کھجوریں اور اضافی دے دیجئے اس کے بدلہ میں جو اس نے رعایت دی ہے۔

زید کہتے ہیں کہ عمر مجھے لے کر چلے، انہوں نے جا کر میرے حق کی ادائیگی کردی اور مجھے بیس صاع اضافی کھجوریں بھی دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسا اضافہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر دیا ہے کہ میں آپ کو زیادہ دوں اس کی جگہ جو آپ نے رعایت کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں اے عمر! انہوں نے کہا نہیں، آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ یہودی عالم۔ میں نے کہا کہ جی ہاں! عمر نے پوچھا کہ (آپ تو عالم ہیں) کیا وجہ تھی آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی بات کی تھی؟ اور آپ ایسی حرکت کررہے تھے؟ میں نے کہا: اے عمر! تمام علامات نبوت میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر پہچان رکھی تھیں، جب میں دیکھتا تھا تو مجھے صاف نظر آجاتی تھیں مگر دو علامات ایسی تھیں کہ ان کو میں نے نہیں دیکھا تھا اور ان کے بارے میں مجھے خبر نہیں تھی۔

(۱) ایک تو یہ تھی کہ اس کی بردباری اس کی جہالت سے سبقت کرتی ہوگی۔

(۲) اور یہ کہ ان کے ساتھ شدتِ جہل ان کے حلم کو اور زیادہ کردے گی۔ اب مجھے اس کی خبر مل گئی ہے۔

میں آپ کو گواہ کرتا ہوں اے عمر! کہ اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا آدھا مال (حالانکہ میں مالدار ہوں) اُمت محمد ﷺ پر صدقہ ہے۔ عمر نے کہا کہ کیا بعض لوگوں پر صدقہ ہے، کیونکہ آپ سب پر صدقہ نہیں کرسکیں گے۔ میں نے کہا کہ خواہ بعض پر ہی سہی۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد زید اور عمر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے۔ زید نے جا کر کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

أشهد أن لا اله الا الله ، وأن محمدًا عبدهٗ ورسوله

حضرت زید رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئے اور حضور کی تصدیق کرلی اور حضور کی اتباع کرلی اور حضور ﷺ کے ساتھ بہت ساری جنگوں میں شامل رہے بالآخر غزوہ تبوک میں قتل ہو کر شہید ہوگئے۔ آگے بڑھتے بڑھتے پیچھے ہٹتے ہوئے نہیں یعنی لڑ کر شہید ہوگئے پیٹھ پھیر کر نہیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

ضماد طبیب کے اسلام میں دلائل نبوت

حکیم ضماد بن ثعلبہ مکہ مکرمہ میں عمرہ کرنے آیا تھا۔ اس نے کفار قریش سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ محمد مجنون اور پاگل ہے (نعوذ باللہ)۔ اس نے سوچا کہ اگر میں اس آدمی سے ملا تو میں اس کا علاج کروں گا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے محمد! میں ریح اور ہوا لگ جانے کا علاج کیا کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا علاج بھی کردوں شاید آپ کو اللہ تعالیٰ فائدہ دے دے۔ لہٰذا رسول اللہ نے پڑھا :

أشهد أن لا اله الا الله ، وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا رسوله

اوراللہ کی حمد کی اور چند کلمات کلام کیئے۔اس کلام نے ضماد کو حیران کردیا۔ضماد نے کہا،اپنے کلمات میرے سامنے دہرایئے ۔حضور ﷺ نے اس کے سامنے دہرادیئے۔اس نے کہا میں نے تو ایسا کلام کبھی نہیں سُنا۔میں نے تو کاہنوں کا کلام سُنا ہے،جادوگروں کا سُنا ہے،شعراء کا سُنا ہے، مگراس کی مثل ہرگز نہیں سُنا۔یہ تو بحرمحیط تک پہنچ گیا(مراد یہ ہے کہ انتہائی جامع کلام ہے)۔چنانچہ ضماد مسلمان ہوگیااوراس نے اپنی طرف سے بھی اوراپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرلی۔

حضرت عبداللہ بن سلام (یہودی عالم) کے اسلام لانے میں دلائل نبوت

یحییٰ بن عبداللہ سے مروی ہے،وہ روایت کرتے ہیں ایک آدمی سے جوآل عبداللہ بن سلام سے ہے،وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام کی بات کچھ اس طرح سے ہے کہ وہ ایک بہت بڑے عالم تھے۔وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سُنا تو میں نے ان کی صفت پہچان لی، ان کا نام اورصورت پہچان لی اور پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جس کا ہم برسوں سے انتظار کررہے تھے۔میں اس بات پرخوش تھااوراس بات پر خاموش تھا۔یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آگئے۔جب وہ قباء بستی میں بنوعمرو بن عوف کے پاس اُترے تو ایک آدمی آیا،اس نے آکر حضور ﷺ کی خبردی۔میں اس وقت کجھور درخت پر چڑھا ہوا تھا،اس پر کام کررہا تھا،صرف پھوپھی خالدہ نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔میں نے جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سُنی تو میں نے نعرۂ تکبیر بلند کی۔

میری پھوپھی نے جب میرے منہ سے تکبیر سُنی تو کہنے لگی،اگر آپ موسیٰ بن عمرو کو سُن لیتے تو کتنا زور سے کہتے۔میں نے اس سے کہا،اے پھوپھی جان اللہ کی قسم یہ نبی بھی موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اوراس کے دین پر ہے اوراسی پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے،جس کے ساتھ موسیٰ بھیجے گئے تھے۔

پھوپھی نے کہا یہ وہی نبی ہیں جس کی خبرہمیں دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے ساتھ ساتھ بھیجا جائے گا۔کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ جی ہاں،وہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ اچھا وہ بھی آگئے ہیں۔کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیااور جاکر مسلمان ہوگیا۔پھر میں اپنے گھر میں آیا،میں نے ان کو خبر دی گھر والے بھی مسلمان ہوگئے۔مگر میں نے یہودیوں سے اسلام کو چھپائے رکھا۔

یہود کا جھوٹا ہونا .... پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیااور میں نے حضور سے کہا کہ یہود جھوٹے لوگ ہیں،میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے بعض گھروں میں داخل کرلیں اوراس طرح مجھے اُن سے چھپالیں۔پھرمیرے بارے میں ان سے پوچھیں کہ عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے۔پھر وہ آپ کو میرے بارے میں بتلائیں گے کہ میں ان میں کیسا ہوں۔ اس سے قبل کہ وہ میرا اسلام جان لیں۔اگران کو میرے مسلمان ہوجانے کا علم ہوگیا تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے اور مجھے عیب لگائیں گے۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک گھر میں رکھ لیا۔جب یہودی آپ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھااور بات کی۔حضور ﷺ نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کیسا آدمی ہے؟ بولے کہ وہ ہمارا سردار ہے،ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا بزرگ ہے،عالم ہے۔

کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوگئے تو میں ان لوگوں کے سامنے نکل کرآیااور میں نے کہا،اے یہود کی جماعت اللہ سے ڈرواور رسول اللہ ﷺ جو دین تمہارے پاس لے کرآگئے ہیں اس کو قبول کرلو۔اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔اس کے بارے میں تم لوگ توراۃ میں لکھا ہوا پاتے ہو،اس کا نام اوراس کی صفت۔میں گواہی دیتا ہوں یہ اللہ کے رسول ہیں،میں اس کے ساتھ ایمان لایا ہوں،میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں۔

یہودیوں نے کہا،آپ جھوٹے ہیں پھروہ مجھ پر ٹوٹ پڑے،مجھے گالیاں دینا شروع کردیں۔کہتے ہیں کہ میں نے نہیں بتایا تھا یارسول اللہ کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔اہل بہتان،اہل عذر،اہل کذب،اہل فجور ہیں۔کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے اپنا اسلام اوراپنے گھروالوں کا اسلام ظاہر کردیا۔اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہوگئیں اورانہوں نے اپنے اسلام کو اچھا ثابت کردکھایا۔

عبداللہ بن سلام کے اسلام کی بابت دوسری روایت .... یہ دوسری روایت ہے۔عبداللہ بن سلام کی بابت یہ پہلی روایت کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس کی تائید وتفسیر کرتی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس وقت باغ میں کھجوروں کی اصلاح کررہے تھے۔ اہل باغ کے لئے انہوں نے اس کام کو وہیں چھوڑا اور گھر میں آ گیا۔حضور ﷺ نے پوچھا کہ ہمارے بھائی بندوں میں سے قریب گھر کس کا ہے؟ ابوایوب نے کہا کہ یارسول اللہ میرا گھر قریب ہے، یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا، اچھا جایئے دوپہر کے آرام کے لئے ہمارے لئے جگہ بنالیجئے۔اس نے جا کر حضور ﷺ اور صدیق اکبر ؓ کے لئے جگہ بنائی، اس کے بعد آ کر بتایا کہ یارسول اللہ میں نے آپ لوگوں کے لئے قیلولہ کی جگہ بنادی ہے، اب چلئے اللہ کی برکت کے ساتھ قیلولہ کیجئے۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی ﷺ آ گئے تو عبداللہ بن سلام بھی آ گیا اور کہنے لگا : اشھد انك رسول الله حقًا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں اور آپ حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔اور یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان ہی سے سب سے بڑے علم والے کا بیٹا ہوں۔ان کو بلا کر میرے بارے میں پوچھئے، اس سے قبل کہ ان کو میرے اسلام کے بارے میں معلوم ہو جائے۔اگر ان کو پتہ چل گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ میرے بارے میں وہ باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔

حضور ﷺ نے یہودیوں کو بلایا تو ان سے کہا، اے یہودیو! ہلاک ہو جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ کی قسم جس کے بغیر کوئی الٰہ نہیں مگر وہی ہے۔تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس حق ہی لے کر آیا ہوں۔لہٰذا تم مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کو نہیں جانتے۔حضور ﷺ نے تین بار ان سے یہ بات کہی۔اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے اندر عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے۔بولے وہ تو ہمارے سردار کے بیٹے، ہم میں سے سب سے بڑے علم والے شخص کے بیٹے ہیں۔حضور نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو۔وہ کہنے لگے حاشا و کلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام ان کے سامنے آ جایئے۔چنانچہ وہ سامنے آ گئے اور آ کر کہا، اے یہود کی جماعت! تمہاری ہلاکت ہو، اللہ سے ڈرو۔بس قسم ہے اللہ کی جس کے بغیر کوئی الٰہ نہیں ہے تم لوگ جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ حق لے کر آئے ہیں۔یہودیوں نے کہا کہ عبداللہ تم جھوٹ کہتے ہو۔لہٰذا حضور ﷺ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔

ترمذی سے مروی ہے کہ وہ ابن نافع وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ان کی اسنادوں کے ساتھ کہ عبداللہ بن سلام نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آ گئے میں ان کے پاس آیا تاکہ میں ان کو دیکھوں۔جب میں نے ان کے چہرے کو سامنے سے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی کذاب کا چہرہ نہیں ہے۔

۱۔ حضرت سلمان فارسی حقیقت کی تلاش میں

محمد بن اسحٰق سے مروی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمان فارسی نے۔وہ کہتے ہیں کہ میں اہل فارس میں سے اہل اصفہان میں سے ایک آدمی تھا۔میری بستی کا نام جیّ تھا، میرا والد اپنی زمین پر کسان تھا۔میرا والد مجھ سے شدید محبت کرتا تھا، اس قدر کہ اتنی محبت ان کو نہ اپنے سے تھی نہ کسی دوسرے بیٹے سے تھی۔اتنی زیادہ محبت تھی کہ وہ مجھے گھر سے باہر کہیں بھی نہیں جانے دیتے تھے، بلکہ انہوں نے مجھے محبت کی وجہ سے گھر کے اندر روک رکھا تھا جیسے لڑکیاں گھر میں روک لی جاتی ہیں۔میں نے مجوسیت میں انتہائی کوشش صرف کر ڈالی تھی (چونکہ آبائی دین مجوسیت تھا)۔لہٰذا میں بھی آگ سلگانے والا بن گیا جو ہر وقت سلگا کر رکھتا ہے۔اس کو میں ایک منٹ بھی نہیں بجھنے دیتا تھا۔میں اسی حالت پر رہتا رہا۔مجھے لوگوں کے حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا، بس مجھے اپنے کام سے کام تھا (آگ جلانے کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا)۔

اسی اثنا میں میرے والد نے ایک گھر بنانا شروع کیا مگر والد کی کچھ زمین وغیرہ تھی اس میں کام کاج ہوتا تھا۔انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اے بیٹے! آپ نے دیکھا کہ گھر کی تعمیر نے مجھے اس قدر مصروف کر دیا ہے کہ میں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے میری زمینوں کی دیکھ بھال

نہیں ہوسکتی، ان کی اطلاع اور خبر گیری بھی ضروری ہے تم وہاں چلے جاؤ، ہاریوں کو بتاؤ کہ ایسے ایسے کام کرنا ہے۔ آپ مجھے نہ رُکنے دیں اگر میں رُک گیا تو سارا کام رُک جائے گا۔

چنانچہ میں گھر سے نکلا زمینوں پر جانے کے لئے مگر میں راستے میں جب عیسائیوں کے کنیسہ کے پاس سے گزرا تو میں نے اس میں ان لوگوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے کہا یہ کیا ہورہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ عیسائی ہیں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے اندر چلا گیا۔ میں نے جوان کی حالت دیکھی مجھے پسند آئی تو اللہ کی قسم میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

میرے والد نے میری تلاش میں ہر طرف بندے بھیج دیئے تھے۔ میں شام کو ان کے پاس پہنچا، میں زمینوں پر نہیں گیا تھا۔ والد نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھے نہ روکو۔ میں نے کہا، ابا جان میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا ان کو نصاریٰ کہتے ہیں مجھے ان کی نماز اور ان کی دعا اچھی لگی تھی، میں ان کو دیکھنے بیٹھ گیا کہ وہ کیسے کرتے ہیں؟

انہوں نے کہا بیٹے تیرا دین مجوسیت ہے، تیرے باپ دادا کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں نہیں، ان کے دین سے اچھا نہیں ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی نماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ تو آگ کی عبادت کرتے ہیں جس کو ہم خود ہی اپنے ہاتھوں سے سلگاتے ہیں اور ہم جب چھوڑ دیتے ہیں تو وہ بجھ جاتی ہے۔

والد کی طرف سے ایذا رسانی .... والد نے مجھے ڈرایا، دھمکایا اور میرے پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈال دیں اور یوں مجھے گھر میں بند کردیا۔ چنانچہ میں نے نصار کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اس دین تک کیسے پہنچوں جس پر میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ شام کے ملک میں چلے جاؤ۔ میں نے ان سے کہا جب وہاں سے تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں تو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔ انہوں نے وعدہ کرلیا کہ ضرور بتائیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس شام سے کچھ تاجر پہنچے۔ ان لوگوں نے میرے پاس اطلاع بھیج دی کہ ہمارے پاس تاجروں میں سے کچھ تاجر پہنچے ہیں۔ میں نے کہلوادیا کہ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر واپس جانے لگیں تو مجھے ضرور اطلاع کردینا۔ انہوں نے وعدہ کرلیا۔ چنانچہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر جب جانے لگے تو انہوں نے مجھے آگاہ کردیا۔ بس میں نے وہ لوہا جو پیروں میں تھا اس کو پھینک دیا اور ان کے ساتھ جاملا۔ ان کے ساتھ چلتا رہا کہ میں شام پہنچ گیا۔

وہاں پہنچ کر میں نے پوچھا کہ اس دین میں افضل کون ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ اُسقف صاحب کنیسہ افضل ہیں (یعنی گرجے کے پادری)۔ چنانچہ اس طرح میں پادری کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تیرے عبادت خانہ میں تیرے ساتھ رہوں اور اس میں میں بھی اللہ کی عبادت کرتا رہوں اور آپ سے خیر کی تعلیم حاصل کروں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ میرے پاس رہیں۔

۲۔ **سلمان فارسی شام کے پادری کے پاس** .... میں اس پادری کے پاس رہتا رہا۔ وہ بُرا انسان تھا۔ وہ عیسائیوں کو صدقہ کرنے کا حکم کرتا اور ان کو صدقہ کی ترغیب دیتا تھا۔ جب عیسائی اس کے پاس جمع کرتے تھے تو وہ ان کو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ وہ مال مسکینوں کو نہیں دیتا تھا، یہاں تک کہ اس نے اس طرح کرکے سونے چاندی کے سات مٹکے جمع کرلئے تھے۔ مجھے اس کے ساتھ شدید بُغض ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ جو میں نے اس کی حالت دیکھی تھی وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا بلکہ وہ مرگیا۔

جب عیسائی اس کو دفن کرنے لے گئے تو میں نے ان کو بتادیا کہ یہ بُرا آدمی تھا تم لوگوں کو صدقہ کرنے کے لئے کہتا تھا اور تمہیں اس کی ترغیب دیتا تھا۔ حتیٰ کہ تمام لوگ صدقات کا مال اس کے پاس جمع کرتے تھے تو وہ اس کو زمین میں گاڑ دیتا تھا، مساکین کو نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں دفن کیا ہے، اس کی کیا نشانی ہے؟ میں نے بتایا کہ میں اس کا خزانہ تمہیں نکال کر دکھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا لاؤ کہاں ہے خزانہ؟ چنانچہ میں نے ان کو سات مٹکے سونے چاندی کے بھرے ہوئے نکال کردیئے۔ جب انہوں نے دیکھے تو کہنے لگے، اللہ کی قسم اس کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کو صلیب پر لٹکا یا لکڑیوں پر باندھ کر اور اس کو پتھر مارے اور ایک دوسرے بندے کو لائے، اس کی جگہ اس کو گرجے میں رکھا۔

اللہ کی قسم اے ابن عباس ! میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ پانچوں نمازیں پڑھتا، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس آدمی سے افضل تھا اور نیکی میں انتہائی زیادہ کوشش کرتا تھا۔ میں نے ایسی کوشش کرنے والا بندہ نہیں دیکھا نہ ہی دنیا سے ایسا بے رغبتی کرنے والا بندہ دیکھا اور نہ ہی دن رات میں اس سے زیادہ عبادت گزار دیکھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی اس سے زیادہ کسی شیء سے محبت کی ہو کبھی بھی۔ میں ہمیشہ اس کے پاس رہا حتیٰ کہ اس کی بھی وفات ہوگئی۔ جب وہ فوت ہونے لگا تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے آپ کے لیے تو اللہ کا امر آپہنچا ہے اور میں تو اللہ کی قسم آپ سے اتنی محبت کرتا تھا جس قدر کسی شیء سے نہیں کرتا تھا۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور کس کی طرف مجھے نصیحت کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بیٹے اللہ کی قسم میں ویسا بندہ اور تو کہیں نہیں جانتا ہوں شہر موصل میں ایک بندہ ہے اس کے پاس جانا آپ اس کو دیکھ کر میری حالت پر پائیں گے۔

۳۔ **سلمان فارسی شہر موصل کے پادری کے پاس** .... جب وہ پادری مر گیا تو اس کو دفن کرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق مقام موصل میں پہنچا۔ میں وہاں کے پادری کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کی حالت بھی پہلے والے جیسی دیکھی۔ عبادت میں محنت اور کوشش میں اور دنیا سے زہد اور بے رغبتی میں۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے فلاں راہب نے آپ کے پاس آنے اور رہنے کی وصیت کی تھی۔ اس نے کہا، اے بیٹے! آپ میرے پاس ٹھہریئے۔ میں ان کے پاس رہنے لگا۔ ان کے ساتھی کے کہنے کے مطابق حتیٰ اس کی بھی وفات ہوگئی۔

جب ان کا وقت آ گیا تو میں نے اس سے کہا بے شک فلاں نے مجھے آپ کے ساتھ رہنے کی وصیت کی تھی۔ مگر آپ کے اُوپر بھی اللہ کا حکم آ گیا ہے۔ آپ مجھے اس بارے میں کیا وصیت کریں گے؟ اس نے کہا میں کوئی دوسرا آدمی نہیں جانتا ہوں اے بیٹے، مگر ایک آدمی مقام نصیبین میں ہے وہ اسی کی مثل ہے جیسے ہم ہیں۔ اس کے ساتھ لاحق ہو جانا۔

۴۔ **سلمان فارسی مقام نصیبین کے پادری کے پاس** .... جب ہم نے اس کو دفن کر دیا تو میں دوسرے راہب کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے فلاں! فلاں راہب نے مجھے فلاں کی طرف جانے کی وصیت کی تھی اور فلاں نے مجھے آپ کے بارے میں وصیت کی تھی۔ اس راہب نے بھی کہا کہ بیٹے آپ میرے پاس ٹھہر جایئے۔ چنانچہ میں اس کے پاس ٹھہرا رہا پہلوں کی طرح۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔

میں نے ان سے کہا کہ مجھے فلاں نے فلاں کی وصیت کی تھی پھر اس فلاں نے فلاں کی طرف وصیت کی تھی، اس نے مجھے آپ کی طرف بھیجا۔ اب آپ کا بھی وقت آ گیا ہے، اب آپ مجھے بتائیں میں کس کے پاس جاؤں؟

اس نے کہا اے بیٹے میں نہیں جانتا کسی کو اس کیفیت پر جس پر ہم ہیں۔ مگر ایک آدمی شہر عموریہ میں سرزمینِ روم میں ہے۔ آپ ان کے پاس جایئے۔ آپ اس کو عنقریب پائیں گے ایسا ہی جس طریقے پر ہم ہیں۔

۵۔ **سلمان فارسی سرزمینِ روم میں عموریہ کے راہب کے پاس** .... میں جب اس کو دفن کر چکا تو چلا گیا، حتیٰ کہ میں عموریہ کے راہب کے پاس پہنچا اس کو سابق راہبوں کے حال کے مطابق پایا۔ لہٰذا میں اس کے پاس ٹھہر گیا اور میں نے وہاں پر کام اور محنت مزدوری بھی کی، یہاں تک کہ میرے پاس بکریاں اور گائیں وغیرہ مال جمع ہو گیا۔ اس راہب کی بھی وفات کا وقت ہو گیا۔ پھر میں نے اس سے بھی وہی کہانی دہرائی کہ فلاں نے مجھے فلاں کے پاس اور فلاں نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اور آپ کے اُوپر بھی اللہ کا حکم آ گیا ہے، اب آپ مجھے کس کی طرف وصیت کریں گے؟ اس نے کہا، بیٹے میں نہیں جانتا کہ کوئی ایک باقی رہ گیا ہے جو ہمارے طریقے پر ہو جس کے بارے میں آپ کو حکم کروں کہ اس کے پاس چلے جاؤ۔

مگر ہاں ! اس نبی کا وقت آ چکا ہے جو حرم میں مبعوث ہوگا۔ اس کی جائے ہجرت پتھریلی زمین اور کھجوروں کی سرزمین ہے حرائین اور کاشتکاروں کے درمیان۔ اور اس کی علامات ایسی ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ وہ ایسا ہوگا جو ہدیہ کی چیز

کھائے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگر آپ ان شہروں کی طرف رسائی پا سکیں تو ضرور جائیں۔ بے شک اس کا زمانہ آ گیا ہے۔ جب اس راہب کو ہم نے دفن کر لیا تو میں وہیں ٹھہر گیا اور سرزمین عرب پر جانے کا انتظار کرنے لگا۔

نبی آخری الزمان کی تلاش میں عرب کی سرزمین کی طرف روانگی

جب ہم اس کو دفن کر چکے تو میں وہاں ٹھہرا رہا، یہاں تک کہ عرب کے قبیلہ کلب میں سے کچھ تاجر لوگ وہاں سے گزرے۔ میں نے اُن سے کہا، آپ لوگ مجھے بھی عرب سرزمین کی طرف اُٹھا کر لے چلو اپنے ساتھ، میرے ساتھ بکریاں ہیں گائے ہیں یہ آپ لوگ لے لیں؟ انہوں نے میری بات مان لی۔ میں نے وہ جانوران کو دے دیئے، انہوں نے مجھے سوار کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے لے کر وادی قریٰ میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے ایک یہودی کے پاس وادی قریٰ میں بیچ دیا۔

اللہ کی قسم میں نے جب کھجور کے درخت دیکھے تو مجھے امید ہوگئی کہ اللہ کرے یہی وہ شہر ہو جس کی تعریف اور صفت بیان کی گئی تھی میرے سامنے کہ اس میں وہ نبی پیدا ہوگا۔ مجھے اطمینان نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک آدمی آیا بنو قریظہ میں سے وادی قریٰ میں۔ اس نے مجھے اس مالک یہودی سے خرید لیا جس کے پاس میں تھا۔ وہ مجھے لے کر مدینہ میں آ گیا۔ بس اللہ کی قسم میں نے جب مدینہ دیکھا تو میں نے اس کی صفت پہچان لی۔ پھر میں یہاں پر اپنے اس مالک کے پاس اس کی غلامی میں رہتا رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مکے میں اپنے رسول کو مبعوث کر دیا۔ مگر میرے سامنے حضور کا کوئی ذکر نہیں تھا، جبکہ میں خود بھی غلامی میں تھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں قباء کی بستی میں آ گئے اور میں اپنے مالک کے لئے اس کی کھجوروں میں کام کر رہا تھا۔ اللہ کی قسم ایک آدمی آیا، اس نے اپنے انداز کے مطابق جو اس کے پاس تھا (مرا خیال کیا)۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے فرمایا کہ کھجوریں لگانے کے لئے کھڈے کھود کر جب فارغ ہو جائے تو مجھے بتانا، میں خود آ کر اپنے سامنے پودے لگا دوں گا۔ میں نے کھڈے کھود دیئے، میرے دوستوں نے میرا ساتھ دیا۔

کہتے ہیں کہ جہاں جہاں درخت لگانا تھا وہاں وہاں کھود دیا۔ جب ہم ان سے فارغ ہو گئے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھڈے کھود کر فارغ ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ میرے ساتھ تشریف لائے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا لے آؤ کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے۔ حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے لگاتے گئے اور مٹی برابر کرتے گئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے ان کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ ان میں سے کوئی کھجور کا بچہ مرا نہیں، سب کھجوریں ہو گئیں۔

میں نے غلامی سے آزادی کے لئے طے شدہ کھجوریں ادا کر دیں مگر کچھ درہم باقی رہ گئے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا بعض معادن سے انڈے کے برابر سونا لایا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ فارسی کہاں ہے جو غلام مکاتب ہے یعنی جسے غلامی کا قرض دینا ہے۔ مجھے بلایا گیا۔ اس شخص نے کہا، یہ لیجئے اے سلمان! اس کے ساتھ وہ قرض ادا کر دیجئے جو آپ کے اُوپر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے جو مجھ پر ہے؟ حضور نے فرمایا بے شک اللہ تبارک تعالیٰ اس کو بھی تجھ سے ادا کرا دے گا۔

پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے البتہ میں نے تولے تھے ان کے لئے اس باغ میں سے چالیس اوقیے اور میں نے تول کر ان کے حوالے کر دیئے تھے (مجھے افسوس رہا کہ) مجھے غلامی نے روک کے رکھا تھا جس کی وجہ سے میری حضور ﷺ کے ساتھ حاضری جنگ بدر سے اور جنگ احد سے فوت ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں آزاد ہو گیا تو پھر میں جنگ خندق میں حاضر ہوا، اس کے بعد مجھ سے کوئی غزوہ فوت نہ ہوا، سب کے اندر میں نے شرکت کی۔

نضر بن حرث کا بیان، رسالت محمد کی دلیل

نضر بن حرث نے قریش سے کہا تھا کہ تحقیق محمد ﷺ تم لوگوں میں کم سن لڑکا تھا پھر جوان تھا تو بھی وہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسندیدہ تھا اور تمہارے اندر سب سے زیادہ سچا تھا اور تمہارے اندر سب سے زیادہ امین تھا۔ مگر جس وقت تم نے اس کی کنپٹیوں میں بالوں کی سفیدی دیکھ لی اور وہ تمہارے پاس لے آیا جو کچھ وہ لے کر آیا ہے تو تم نے کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے۔ نہیں اللہ کی قسم وہ ساحر نہیں ہے۔

حارث بن عامر کا بیان، رسالت محمدی کی سچائی کی دلیل

واحدی نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرتا تھا ظاہری طور پر۔ پس جب اپنے گھر والوں کے ساتھ اکیلا بیٹھتا تو کہتا کہ محمد ﷺ اہل کذب میں سے نہیں ہیں۔ میں اس کو سچا سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قد نعلم انه ليحزنك الذين يقولون فانهم لا يكذبونك ولكن الظلمين بايات الله يجحدون

تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو غمگین کرتے ہیں وہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں بے شک وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

ضمام بن ثعلبہ کا اسلام، رسالت محمدی کی سچائی کی دلیل

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک آدمی اُونٹ پر سوار پہنچا۔ اس نے مسجد کے صحن میں اُونٹ بٹھایا اس کے بعد اس کے پیروں میں رسی باندھی پھر وہ آگے آ کر کہنے لگا، کہ

(۱) تم لوگوں میں سے محمد کون ہے؟ جبکہ نبی کریم ﷺ سب کی موجودگی میں تکیہ کا سہارا یا ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص سُرخ سفید جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس آدمی نے پوچھا کہ

(۲) عبد المطلب کا پوتا کہاں ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کو جواب دے رہا ہوں۔ چنانچہ اس آدمی نے حضور ﷺ سے کہا، میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور سوال کرنے میں آپ کے ساتھ سخت لہجہ اختیار کرتا ہوں۔ دل میں مجھ پر ناراض نہیں ہونا۔ حضور ﷺ نے اس سے کہا پوچھیے جو آپ چاہیں۔ اس نے کہا میں تجھ کو تیرے ربّ کی اور تجھ سے پہلے والوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ

(۳) کیا واقعی اللہ نے تمہیں سارے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ اَللّٰھُمَّ نَعَمْ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہی بات ہے۔ پھر اس شخص نے کہا،

(۴) میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ نَعَمْ ہاں یہی بات ہے۔

(۵) پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو واقعی اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ سال بھر میں اس مہینے کے روزے رکھا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ نَعَمْ جی ہاں یہی بات ہے۔

(۶) پھر اس نے پوچھا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا واقعی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے دولت مندوں سے یہ صدقات لیں اور ہمارے فقراء پر تقسیم کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ نَعَمْ بالکل یہی بات ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا، میں اس سب کچھ پر ایمان لایا ہوں جو کچھ دین آپ لے کر آئے ہو اور پیچھے جا کر اپنی قوم میں آپ کا نمائندہ ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

ڈاکٹر عبدالمعطی کا گذشتہ واقعات پر جامع تبصرہ

سیرت رسول سے چنے ہوئے یہ چند پھول ہیں۔ بعض صحابہ کبار کے اسلام کی بابت جن کو نقل کرنے میں ہم نے کافی وسعت سے کام لیا ہے یہ سب رسالت محمدی ﷺ کی سچائی اور صداقت کی نشانیاں تھیں اور اس بات کی عظیم نشانیاں تھیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے وقت میں اپنی رسالت کے بہت بڑے امین تھے۔ اوران لوگوں کے ہاں یہ علامات اور یہ نشانیاں جمع ہو چکی تھیں۔

پھر ان نشانیوں کے ساتھ محمد علیہ السلام کی ساری زندگی کا اضافہ کر لیجئے کہ وہ کس بلندی اور کمال تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس سب کچھ نے صحابہ کرام کے اول طبقے کو اسلام کی طرف جانے پر مجبور کر دیا تھا جبکہ نبوت محمدی کی صبح کی کرنیں پہلے پھوٹ چکی تھیں اور ظہور نبی کے شواہد آپ کے ظہور کے وقت سے قبل لکھے ہوئے تھے۔

استاذ عباس محمود عقاد کا فرمان

استاذ عباس محمود عقاد نے ہندوستانی مؤرخ مولانا عبدالحق پدویاٹی کی کتاب سے نقل کیا ہے جس کا نام ہے محمد ﷺ کے دینی اور عالمی سفر۔ ایسے ہی وہ ہندوستان کی جماعت احمدیہ سے نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ کتاب فتح الملك العلام فی بشائر دین اسلام مصنفہ استاذ احمد ترجمان اور استاذ محمد حبیب۔ چنانچہ وہ مطلع نور کے بارے میں کہتے ہیں۔

استاذ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ رسول عربی کا اسم گرامی ''احمد'' اپنے عربی تلفظ کے ساتھ لکھا ہوا ہے ساماویدا میں براہم کی کتب سے۔ تحقیق چھٹے فقرے اور آٹھویں فقرے میں جزء ثانی میں وارد ہوا ہے۔ جس کی نص اور تصریح اس طرح ہے کہ احمد ﷺ نے اپنے رب سے شریعت حاصل کی اور وہ حکمت سے بھری ہوئی ہے اور اس سے اس طرح روشنی حاصل کی جاتی ہے جیسے سورج سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

ایک مؤرخ ان اعتراضات کی وجہ کو نہیں چھپا سکتا جو مفسرین پر برہمنوں کی جانب سے آتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک سے تو نقل کئے ہیں۔ سینا چاریہ (Syna Acharya) کہ وہ کلمہ احمد پڑھ کے اور انہوں نے اس کا ہندی زبان میں معنی پوچھا اور پھر اس نے تین مقطع اور تین الفاظ مرکب کئے۔

(١) اہم (٢) آب (٣) ھی۔

اور پھر اس نے چاہا کہ وہ اس کو مفید اور کارآمد بنادے (چنانچہ اس نے اس سے یہ مطلب نکالا)۔ بے شک میں نے اکیلے اپنے باپ سے حکمت پالی ہے۔

استاذ عبدالحق نے کہا جس کا خلاصہ ہے کہ یہ عبارت منسوب ہے برھمی کی طرف۔ اس نے اس کو کانفا (Kanva) کانوا کے کمینے سے بنایا ہے۔ اس پر یہ قول سچا نہیں آتا کہ اس نے اکیلے اپنے باپ سے حکمت اخذ کی ہے۔ نیز استاذ عبدالحق نے اس مذکورہ پر اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ کعبہ معظّمہ کی وصف ثابت ہے۔ کتاب الاثاروفافیدا (Atharvavida) اس اعتبار سے کہ وہ اس کتاب کا نام رکھنے میں بیت الملائکہ اور اس کے اوصاف میں ذکر کرتے ہیں کہ اس کے آٹھ جوانب اور پہلو ہیں اور اس کے نو باب ہیں۔ اور مصنف نوابواب کی تفسیر وتشریح کرتا ہے۔ ان ابواب کے ساتھ جو کعبے تک پہنچاتے ہیں (ان میں سے ایک) باب ابراہیم ہے اور باب الوداع ہے، باب صفا ہے اور باب علی، باب عباس، باب النبی، باب السلام، باب الزیارۃ، باب حرم اور آٹھ اطراف کے ناموں کو بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے جہاں پہاڑوں سے ملنے اور پہنچنے کا راستہ ہے، یہ ہے :

(١) جبل خلیج (٢) جبل قعیقعان (٣) جبل ھندی (٤) جبل لعلع
(٥) جبل کداء (٦) جبل ابوحدید (٧) جبل ابوقبیس (٨) جبل عمر

اور مؤلف مذکور صرف نظر کرتے ہیں۔ یہاں پر برہمیوں کی اس تفسیر سے جو وہ بیت اللہ کے معنیٰ و مطلب میں کرتے ہیں کہ وہ انسانی جسم کی طرح ہے اور اس کے راستے (اور سوراخ) بھی اسی طرح ہیں۔ اس نے ان کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ بات ظاہراً برہمیوں کی رُوحانی تقدس کی صفت کے خلاف ہے اور آٹھ اطراف کی تشریح کے وقت ابواب کے لئے اس مفہوم کو بھی نہیں لائے ہیں۔ اور براہمہ کی کتب میں مصنف کا دعویٰ ہے کہ مقامات کثیرہ پر نبی محمد ﷺ کا ان کے اوصاف کے ساتھ ذکر ہے یعنی کثیر تعریف اور شہرت بعید اور حضور ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام سشراف ہے (Sushrava) جو کتاب الا ثار فافیدا (Atharvavufa) جہاں اہل مکہ کی جنگ اور ان کی شکست کی طرف اشارہ کرتے ہیں (بیس اور ساٹھ ہزار کی ننانوے ہزار کے ساتھ)۔ وہ لوگ مصنف کے اندازے کے مطابق اہل مکہ کی تعداد تھی اور بڑے بڑے قبائل کے سردار اور ان کے چھوٹے چھوٹے وکیل ایسے تھے جیسے اس دن تھے جس دن ان لوگوں نے نبی کریم صلوات اللہ علیہ کے ساتھ قتال کیا تھا۔

مصنف کا بڑا صبر اور حوصلہ ہے .... اور مصنف کا ان علامات کے کامیاب اور سازگار کرنے پر طویل صبر و تجربہ ہے اور ان کے مشابہات میں اور وہ اس سے نیا زمانہ اخذ کرتے ہیں اور نئی نئی چیز ان میں نکالتے ہیں جس پر مثال دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تمام موافقات اور تمام علامات کے احاطہ کرنے سے، اور انہوں نے یہی کچھ زرتشت کی کتب کے ساتھ کیا ہے جو کہ مجوسیت کی کتب کے نام کے ساتھ مشہور ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کتاب زند آوستا (Zend Avesta) سے خبر اخذ کی ہے۔ اس رسول کے بارے میں جو اس صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے گا کہ وہ رحمۃ للعالمین ہے (سوشیانت) (Socshyabt) اور اس کا دشمن اس کے درپے آزار ہوگا۔ جو قدیم فارسی زبان میں ابولہب کے ساتھ موسوم ہوگا (Angra Maibyu) اور وہ رسول دعوت دے گا اللہ واحد کی طرف، جس کا کوئی ایک بھی ہمسر نہیں ہے (ہیچ چیز باو نمار)۔ نہ اس کا کوئی اول ہے نہ آخر ہے، نہ اس کو کوئی عاجز کرنے والا ہے، نہ اس پر کوئی غالب ہے، نہ وہ شوہر ہے، نہ وہ باپ ہے، نہ اس کی کوئی ماں ہے، نہ کوئی بیوی ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، نہ کوئی لڑکا ہے، نہ اس کا کوئی مسکن اور گھر ہے، نہ اس کا دھڑ ہے، نہ شکل، نہ رنگ، نہ بُو ہے۔

(جز آغاز وانجاز وانباز ودشمن و مانند و یار و پدر و مادر و زن و فرزند و حامی سوا و تن آسا و تنا و رنگ و بوی است)

الغرض یہ تمام وہ صفات ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف کیا جاتا ہے اسلام کے اندر کہ وہ احد ہے، صمد ہے اس کی مثل کوئی شی نہیں ہے کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ کسی کو لڑکا ٹھہرایا ہے۔

اس کے ساتھ وہ زرتشتیوں کی کتب سے بہت سے اقتباسات جمع کرتے ہیں جو خبر دیتے ہیں اس زندہ دعوت کے بارے میں جس کے ساتھ نبی موعود آئیں گے اور اس میں عربی دیہات کی طرف اشارہ ہے (مصنف نے) ان میں بعض کا انگلش میں ترجمہ بھی کیا ہے اصل مفہوم کا بغیر کسی تصرف کے۔ یہ کہ اُمت زرتشت جب اپنے دین کو پھینک دیں گے، وہ عاجز و رسوا اور نیازمند ہو جائیں گے اس وقت بلادِ عرب میں سے ایک جوان اُٹھے گا جو اہل فارس کے پیروکاروں کو شکست دے گا اور (اس کے آگے) مغرور اور متکبر اہل فارس عاجز آ جائیں گے اور ان کے ہیکلوں میں آگ کی پوجا مشکل ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ اپنے رُخ ابراہیم کے کعبے کی طرف پھیر لیں گے جو بتوں سے پاک ہو چکا ہوگا۔ اور اس دن وہ لوگ نبی رحمۃ للعالمین کے پیروکار بن جائیں گے۔ فارس کے سردار، اور مدائن، اور طوس، اور بلخ یہ زرتشتیوں کے مقدس مقامات میں بے شک ان کا نبی البتہ ضرور وہ فصیح الکلام ہوگا جو معجزات کے ساتھ باتیں بتائے گا۔

تحقیق مصنف نے اشارہ کیا ہے بعد ارتیا کی دیانات کے بہت سے فقروں کی طرف کتب عہد قدیم اور عہد جدید میں سے اور کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی مراد ہیں اور مقصود ہیں۔ اس بیان سے جو اصحاح تینتیس (۳۳) سفر تثنیہ میں ہیں وہ یہ ہے : کہ

''ربّ آ گیا سیناء سے اس نے ان لوگوں کے لئے شعلہ روشن کیا اور کوہ فاران سے چمکا اور وہ قُدس کی بلندیوں سے آیا اور اس کی دائیں جانب سے شریعت کی آگ تھی ان کے لئے''۔

اورعبرانی زبان میں بھی اسی طرح کا اشارہ آچکا ہے جیسے ذیل میں ہے :

ویومر یهود مسینائی به وزارع مسعیر لا مو هو فیع مهر باران واتا مر ببوث قودش میمیفو ایش داث لا مو

انہوں نے اس کا ترجمہ بھی اسی طرح کا کیا ہے اور کہا ہے : کہ

''ربّ آیا سینا سے اور اس نے ان کے لئے آگ اُٹھائی اور وہ کوہ فاران سے بلند ہوا اور وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دائیں ہاتھ سے ان کے لئے شریعت کی آگ نکلی''۔

اور مصنف کہتے ہیں کہ شواہد قدیمہ سب کے سب کوہ فاران کے مکے میں وجود کے بارے میں خبر دیتے ہیں۔

اور مؤرخ جَیروم اور لاہوتی یوسبیوس (Eusebis) کہتے ہیں کہ فاران ایک شہر ہے بلادعرب کے نزدیک تین دن کے سفر کی مسافت پر۔ ایلہ سے مشرق کی طرف۔ اس نے توراۃ کے اس ترجمہ سے نقل کیا ہے جو سامری میں ہے جو ۱۸۵۱ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ کہ اسماعیل علیہ السلام نے حجاز میں فاران کے صحراء میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور ان کی والدہ نے ان کے لئے ارض مصر سے ایک عورت لی تھی۔ اس کے بعد کہا ہے کہ (کتاب العدد، بائبل) عہد قدیم میں سے ہیں وہ فرق کرتی ہے۔ سیناء اور فاران کے جانبین۔ کیونکہ اس میں یہ آرہا ہے کہ بنی اسرائیل نے کوچ کیا تھا صحرائے سینا سے۔ اور صحرائے فاران میں (ان پر) بادل اُترا تھا۔ اور اولاد اسماعیل علیہ السلام نے کبھی سیناء کے مغرب میں سکونت نہیں کی تھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ جبل فاران اسی کے مغرب میں واقع ہے۔

اور کتاب حبقوق میں سے اصحاح ثالث میں یہ ہے کہ اللہ آیا تیمان اور قدوس سے جبل فاران سے۔ وہ اس وقت جنوب کی طرف تھا جہاں تیمان واقع ہے۔ اس موضع میں جس میں یمن واقع ہے جو عربیت کے ساتھ متصل ہے۔ اور یہ بات قطعاً ثابت نہیں کہ کوئی نبی ایسا گزرا ہو جس کی قیادت میں دس ہزار قدسیوں کی جماعت رواں دواں ہوئی ہو سوائے محمد علیہ السلام کے۔ اور لفظ قردیش، قدیس کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کی رائے میں نیز اخیری تراجم میں ملائکہ ترجمہ کرنے پر مصنف اعتراض کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی قطعاً ثابت نہیں کہ محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی شریعت لے کر آیا ہو موسیٰ کلیم اللہ کے بعد۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ ''بے شک ایک نبی میری مثل عنقریب تمہارے لئے رب کو الٰہ مقرر کرے گا۔ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا'' (موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول) نبی عربی پر صادق آتا ہے جو کہ صاحب شریعت تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے کسی اور نبی پر صادق نہیں آتا جو حضور ﷺ سے پہلے گزر چکا ہو زمانے کے اعتبار سے۔ نیز مصنف کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ وہ شہر جس میں موسیٰ علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا تھا پڑون کی یعنی شعیب علیہ السلام کی صحبت میں اور مدین اول نہیں تھا جو زلزلے میں تباہ ہو گیا تھا جب کہ قرآن مجید میں آیا ہے بلکہ وہ شہر حجاز کا تھا جس کا نام یثرب رکھا گیا تھا۔ یڑون کے نام پر یہ بات بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ جغرافیہ کے ماہر بطلیموس دو جگہوں کو مدین قرار دینے کا قول کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے بھی مصنف کی رائے میں غلطی کی ہے دونوں جگہوں کے تعین کرنے میں۔

نیز بائبل کی کتاب تکوین میں آیا ہے کہ مدین بن ابراہیم جس کا نام مدیان اول رکھا گیا اس کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عفار تھا۔ یہ وہی تھا جس کے بارے میں توراۃ کا شارح نوبل (Knoble) کہتا ہے کہ اس کی اولاد بعثت اسلامی کے عہد میں یثرب کے قرب وجوار میں آباد ہو گئی تھی۔ شاید موسیٰ علیہ السلام نے یثرب کا نام اس کی اسی قرب وجوار کی وجہ سے حاصل کیا تھا۔ کیونکہ اس کا عربیت میں نام رکھنا زیادہ راجح تھا۔ ان کے مصری نام رکھنے سے یا عبرانی نام رکھنے سے بے شک فرعون کی بیٹی اس کا نام عبرانی میں نہیں لیتی تھی اور ہر وہ شخص بھی اس کا یہ نام نہیں رکھتا تھا جو عبرانی بچوں کے وہاں رجوع کرنے سے چھٹکارے کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ بات صحیح ہے کہ کلمۂ میسو (Messu) مصری زبان میں اس کا معنی طفل اور بچہ ہے جیسے بعض شارحین مورخین کہتے ہیں۔ مگر یہودی اپنی بیٹی کے لئے اور ان کے مخرج کے لئے جائے پیدائش کے لئے پسند نہیں کرتے کہ ارض مصر سے مصریوں سے کوئی نام مستعار لیں۔

احمدیوں یعنی مرزائیوں کا نظریہ باطل

(۱) اور ان جماعتوں میں سے جنہوں نے خاصہ تکلف کیا ہے ان مذکورہ اخبار کو بیان کرنے کے ساتھ وہ ہندوستان کی جماعت احمدی ہے۔ جس نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس جماعت نے ان اخبار کے لئے اور تواریخ اور جنم پتری یا ریخوی کے لئے علیحدہ اور مستقل کام کیا ہے۔ محمد علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں لمبی بحث کی ہے۔ اس مذکورہ ترجمہ کے مقدمہ میں اس جماعت نے اس میں بعض ان امور کی شرح کیا ہے۔

(۲) مفصل ہے اور انہوں نے اس میں اس بات کو زیادہ کیا ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ وعلیہ السلام کی نبوت تین اجزء پر یا تین حصوں پر مشتمل تھی۔

[۱] طور سینا پر تجلی (ظہور) یہ جز تو ان کے زمانہ میں حاصل ہو گیا اور وجود میں آ گئی۔ اور

[۲] تجلی سعید یا جبل اشعر سے یہ تجلی اور یہ ظہور وقوع پذیر ہوا تھا سید مسیح کے زمانے میں۔ اس لئے یہ جبل جماعت احمدیہ کے قول کے مطابق اس جگہ واقع ہے جہاں یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مقیم ہوئے جو بعد میں ابنا اشعر کے لقب سے مشہور ہوئے تھے۔ اور

[۳] تجلی ثالث یعنی ان کا تیسرا ظہور ارض فاران سے ہوا تھا یہ ٹیلوں کی سرزمین تھی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان۔ واضح رہے کہ یہ ساری ان کی سعی لا حاصل غلام احمد قادیانی کی نبوت کو منوانے کے لئے ہے (نعوذ باللہ من هذا الضلال البعید)۔ مترجم

(۳) اور کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ بچے اس سرزمین پر حجاج کرام کو خوشبوئیں پیش کرنے کا ہدیہ اور تحفہ پیش کرتے تھے صحرائے فاران سے اور تحقیق اولاد اسماعیل علیہ السلام ایک بہت بڑی اُمت اور جماعت بن گئے تھے، جیسے ابراہیم علیہ السلام کے۔ وعدے میں آیا ہے کہ ان کو زمین کی فراخی بھی کفایت نہیں کرے گی کنعان کی حدود میں۔ اور کوئی انکار کی وجہ بھی نہیں ہے ان لوگوں کو اس ٹھکانے کے بارے میں جہاں عرب مقیم ہوئے جو اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت جوڑتے ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی سبب اور کوئی محرک بھی نہیں ہے۔ اس نسبت میں داخل ہونے کے لئے اس سے رجوع کرنے کے لئے اس لڑکی کی طرف جو اپنے مالک کے گھر سے پھینک دی گئی تھی۔

(۴) تحقیق توراۃ میں اولاد اسماعیل کے نام بھی آ چکے ہیں جو بلاد عرب میں زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں سے پہلے شخص نبالوت یا نبات تھے جو قبائل قریش کے مورث اعلیٰ تھے۔

(۵) اور وہ بات جو شارح کا ٹزبکاری (Katzipikazi) نے ثابت کی ہے وہ یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی اولاد کو آباد کیا تھا فلسطین اور یَنْبع کے درمیان ساحل یثرب یا یثرب کی بندرگاہ پر۔

(۶) اور بطلیموس اور بلینی ثابت کرتے ہیں کہ ابناء قیدور۔ وہ قیدار اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا بیٹا تھا، انہوں نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی۔

(۷) اور یہودی مؤرخ اس پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ (یعنی یوسفیوس) ان کی طرف ابناء ادبئیل تیسرے بیٹے کا ترتیب عہد قدیم میں۔

(۸) حالانکہ طویل بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابناء دومہ اور تیماء اور قدامہ کے بارے میں اور ان کے دیگر اکثر باقی بھائیوں کے بارے میں۔ اس لئے کہ وہ اماکن جو ان کی طرف منسوب ہیں یا منسوب کئے جاتے ہیں وہ آج کے دور تک انہیں کے نام سے مشہور اور معروف ہیں۔

(۹) اور اشعیاء کی خبر جو ولادت مسیح سے سات سو سال قبل ہے وہ کھلم کھلا ظاہر کرتی ہے کہ ابناء اسماعیل علیہ السلام حجاز میں مقیم تھے۔ اس تفصیل میں نبی اشعیاء کہتے ہیں اکیسویں اصحاح سے وحی جو بلاد عرب کی جہت سے واضح کرتی ہے اے دوانیوں کے قافلو آ جاؤ پانی پر پیاسے کی

ملاقات کے لئے، اے ارض تیماء کے رہنے والو وفا کرو بھاگ جانے والے کے ساتھ، روٹی دینے کے ساتھ، بے شک وہ تلواروں کے امام سے ہیں۔ تحقیق وہ بھاگ چکے ہیں لہراتی ہوئی تلوار کے امام سے اور تنی ہوئی کمان کے امام سے، شدت جنگ کے امام سے، بے شک اسی طرح کہا ہے مجھ سے سردار نے سال کی مدت میں مثل مزدور کے سال کے، وہ (سردار) فنا کر دیتا ہے اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی نسل کے ہر مجد اور ہر بزرگی کو۔ اور جماعت احمدیہ کے ترجمہ کرنے والے اعادہ کرتے ہیں اور وہ قیدار کی شکست کی تفسیر وتشریح کرتے ہیں جنگ بدر میں اہل مکہ کی شکست کے ساتھ۔ یہ وہ شکست تھی جوان پر اُتر پڑی تھی نبی علیہ السلام کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد سال کے سنۃ الاجیر کی طرح۔

اُونٹ کی مہار .... (۱) اور وہ اس نبوت کو اور خبر کو ایک دوسری خبر نبوت کے ساتھ ملاتے اور معاون بناتے ہیں۔ اصحاح تماعَس سے اشعیاء کے سفر میں وہ اس میں کہتے ہیں (بلکہ وہ لمبی) بہت ساری اُمتوں کا جھنڈا اُٹھائے گا دور سے اور وہ ان کے لئے زمین کے اقصیٰ اور دور والے حصے کو خالی کرے گا۔ اچانک وہ لوگ جلدی کے ساتھ آئیں گے۔ نہ ان میں سے کوئی کمزور ہو کر گرے گا، نہ ہی پھسلے گا اور نہ ہی وہ اُونگھیں گے اور نہ ہی وہ سوئیں گے اور نہ ہی ان کی کمر کی پٹی کھلے گی اور نہ ہی ان کی جوتیوں کے تسمے ٹوٹیں گے۔ ان کے تیر نشانے کی طرف لگے ہونگے، ان کی کمانوں کا ترکش کھینچے ہوئے ہونگے۔ ان کے گھوڑوں کے سم ایسے ہوں گے جیسے کہ چقماق کے پتھر ہیں۔ ان کے جوانوں کی جماعت ایسے جیسے کہ وہ بگولے ہیں۔ یہ اطلاع ہے اور خبر ہے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہ وہ آئیں گے غیر ارض فلسطین سے۔ یہ خبر کسی اور پر سچی نہیں آتی سوائے اسلام کے رسول اور پیغمبر کے۔

(۲) اور اس خبر کے ساتھ ایک دوسری خبر لاحق ہوتی ہے۔ اصحاح ثامن نے سفر اشعیاء اس میں ہے کہ رب نے اس کو ڈرایا ہے کہ وہ اس راستے کی وادی میں نہ چلے یہ کہتے ہوئے کہ مت کہو کہ فتنہ ہے ہر شخص کے لئے جو کہے اس کے لئے کہ یہ گھاٹی فتنہ اور آزمائش ہے اور نہ خوف کرو اس کے خوف جیسا اور نہ ڈرو۔ لشکروں کے رب کی پاکی بیان کرو۔ وہی تم لوگوں کا ڈرنا ہے، وہی تمہارا ڈرنا ہے۔ وہ مقدس ہوگا، دفاع کرنے کا پتھر ہوگا، صحبت اور میل جول کی چٹان ہوگا یعقوب کے دونوں گھروں کے لئے اور وہ یروشلم کے رہنے والوں کے لئے جال ہوگا اور شکاری کا پھندا۔ یروشلم میں بہت سارے پھل مل جائیں گے اور گر جائیں گے اور ٹوٹ جائیں گے اور لٹک جائیں گے۔ لہٰذا وہ گری ہوئی چیز کے طور پر اُٹھا لئے جائیں گے، شہادت پکی ہو جائے گی۔ شریعت میرے تلمذوں کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا اس رب کے لئے صبر کرتے رہئے جو اپنے چہرے کو چھپانے والا ہے۔ یعقوب کے گھر سے اور اس کا انتظار کیجئے۔

یہ مذکورہ قول بھی خبر ہے اس رسول کے بارے میں جو شریعت کو ختم کر دے گا۔ یہ بات پیغمبر اسلام پر صادق آتی ہے اور کسی بھی دوسرے رسول پر صادق نہیں آتی جو حضور ﷺ سے پہلے آیا ہو یا بعد میں آیا ہو۔

(۳) اور اس (مذکورہ) خبر کے ساتھ ایک اور خبر بھی لاحق ہوتی ہے۔ اصحاح انیس سے سفر اشعیاء میں اس میں وہ رسول منتظر کے ساتھ مصر کا ایمان ذکر کرتا ہے۔ یہاں پر صاحب مقدمہ نے متصل اقتباس نقل کیا ہے اور اس پر تبصرہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل عرب کی مصر میں آمد اور اہل مصر کی عراق میں آمد یہ سب کچھ اسلام کی دعوت کے زیر سایہ تھا۔

نوٹ: میں مترجم عرض کرتا ہوں کہ مقدمہ نویس ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی نے اسی نہج پر احمدیوں کے انگلش ترجمہ کے مقدمہ کے حوالے سے بائبل کے عہد قدیم اور عہد جدید میں سے اور اناجیل اربعہ کے درجنوں اقتباسات اور ان پر تبصرے نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ مقصد حضور کی نبوت ورسالت کا اثبات اور اس کی تائید ہے۔ میں نے بخوف طوالت غیر ضروری سمجھ کر اس کے تقریباً دس صفحات کا ترجمہ ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد مقدمہ نویس ڈاکٹر قلعجی لکھتے ہیں کہ یہ مذکورہ علامات چند مختصر نمونے ہیں۔ بے شمار اقتباسات اور دلائل میں سے جو تائید دیتے ہیں دوسری نبوتوں کے دلائل کے درحقیقت انہیں پر دعوت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قائم ہے اور استوار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اہم ترین دلیل دلائل اثبات رسالت محمدی کے لئے معجزہ قرآن ہے۔

نبوت محمدی ﷺ کے دلائل میں سے اہم ترین دلیل معجزہ قرآن ہے

اہل مکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ مطالبہ رکھتے تھے کہ اس کا رب جب یہ ارادہ کرے کہ وہ لوگ اس کی تصدیق کریں وہ اس کے ہاتھ پر معجزات جاری کردے۔ جب کہ صورتِ حال کچھ اس طرح ہے کہ قرآن کریم میں کسی ایسے معجزے کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کے ذریعے اللہ نے یہ ارادہ کیا ہو کہ سارے لوگ اس پر ایمان لے آئیں یعنی رسالت محمد ﷺ کے ساتھ باوجود اس کے زمانوں کے مختلف ہونے کے سوائے قرآن کریم کے۔ باوجود اس کے کہ قرآن نے ان معجزات کا ذکر کیا ہے جو اللہ کے حکم کے ساتھ ان رسولوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے جو محمد ﷺ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا قیامت تک کے لئے دائمی معجزہ ہے .... تحقیق قرآن مجید نے اپنے اعجاز کو ثابت کردیا ہے ہر اس شخص پر جس نے اس کو سُنا ہے باوجود بلاغت میں ان کے مراتب کے فرق کے۔ اور تحقیق حیران ہوگئے تھے مشرکین اس کی صفت میں۔ اور اس پر حریص تھے کہ عرب والوں کے اس کے سماع سے روک دیں، حالانکہ اس بات کا پوری طرح یقین تھا کہ کوئی عربی ایسا نہیں جو اس قرآن کے درمیان اور انسان کے قول کے درمیان تمیز کرنے میں غلطی کرے گا اور اس کو غلطی لگ جائے گی۔ تحقیق قرآن مجید نے تمام مخلوق کو عاجز کردیا تھا اپنے اسلوب میں اور اپنی نظم میں اور اپنے علوم کے اندر حکمتوں کے اندر، اور اپنی ہدایت کی تاثیر کے اندر، اور پردے ہٹانے کے اندر، گزرے زمانے اور آنے والے زمانے کے غیبوں سے۔

ان مذکورہ ابواب میں سے اعجاز قرآنی کے لئے الگ اور مستقل فصل ہیں اور ان میں سے ہر فصل میں کئی کئی فروع ہیں جو اصل کی طرف لوٹتی ہیں۔

اور عربوں نے اس چیلنج کو تمام اُمتوں، تمام قوموں کی طرف نقل کیا تھا۔ لہٰذا ان کا عجز ظاہر ہوگیا بعض اہل تصانیف نے بعض ایسے لوگوں کے بارے میں نقل کیا ہے جو قول میں بلاغت کے ساتھ موصوف تھے کہ وہ لوگ قرآن کی بلاغت کے اندر اس کا معارضہ و مقابلہ کرنے کے درپے ہوئے تھے اور اس کی فصاحت میں اس کی مثل بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس کی ہدایت کے بغیر (محض الفاظ کی حد تک) مگر وہ ایسی کوئی چیز پیش نہ کرسکے جس کے ساتھ ملحدوں اور زندیقوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوسکتیں اور اس کے ذریعے اپنے الحاد اور بے دینی اور زندیقیت پر دلیل لاسکتے (اس پر طرہ یہ ہے کہ) اس طرح کوشش کی بابت روایت سرے سے ضعیف ہے (تمام فصحاء بلغاء جب برابری کرنے سے عاجز ہوگئے) اس طرح قرآن مجید کا اعجاز (رہتی دنیا تک قائم و دائم ہوگیا) جب تک ارض و سماء قائم ہیں، یکے بعد دیگرے لوگوں کے گروہ اور زمانے ایک کے بعد ایک آتے جاتے رہیں گے، جب بھی نئے نئے علوم سامنے آتے جائیں گے۔ وہ اللہ کی کائنات کے اسرار سے پردے اُٹھاتے رہیں گے۔ جب بھی کوئی گروہ اور کوئی جماعت یا شخص یہ سوچے گا کہ وہ فصاحت و بلاغت کی آخری انتہاء کو پہنچ گیا ہے قرآن مجید اپنے علو اور برتری میں اس سے آگے بڑھ جائے گا اپنے قد و قامت کے اعتبار سے قرآن کی ایک آیت کی مثل کوئی نہ لا سکا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی أن یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا

فرما دیجئے کہ اگر جن و انس اس بات پر متفق ہوجائیں کہ وہ قرآن کی مثل بنا کر لے آئیں گے تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معاون بن جائیں۔

(لہٰذا) اگر کوئی غیر مسلم قوم یا جماعت آج کے دور میں اگر اس دین (توحید) پر ایمان لے آئے اور دین کی تصدیق کے لئے قرآن کے سوا کسی اور معجزے کی ضرورت نہ سمجھے تو یہ بات اس کے ایمان میں اسلام میں اور کوئی نقص یا عیب پیدا نہیں کرے گی۔ اور قرآن مجید نے بہت سارے ہدایت کے طالبان کو ہدایت پانے پر اُبھارا ہے قدیم زمانے میں۔ دعوت اسلام کے آغاز میں بھی اور جدید زمانے میں اس دور میں جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ باوجود ان میں فکر و نظر کے مختلف ہونے کے اور طبعی اور فطری میلانات و رجحانات کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے (قدیم و جدید دور کے لوگ) استطاعت رکھتے ہیں (اور ان کے لئے پوری طرح ممکن ہے) کہ قرآن مجید کے چشمۂ صافی کے فیض سے سیراب ہوں اور اپنی پیاس بجھائیں اور اس کے نور سے روشنی حاصل کریں تو ہر ایک ان میں سے قرآن مجید کے اسرار میں سے کوئی نہ کوئی راز ضرور دیکھ لے گا اور قرآن کے اسرار پر مطلع ہوگا۔

مؤرخ ابن خلدون کا علامات نبوت کے متعلق فرمان

خوارق عادات کا وقوع یعنی جو کام ہم سب لوگ عادۃً نہیں کر سکتے ان کاموں کا انبیاء سے واقع ہونا بھی ان کی نبوت کی علامات میں سے ہیں۔ یہ بھی ایک شاہد ہے جو ان کی سچائی پر شہادت دیتی ہے۔ یہ ایسے افعال ہیں جو بشر کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے ان کا نام معجزہ رکھا جاتا ہے۔ یہ کام اور یہ امور بندوں کے قدرت کی جنس سے نہیں ہوتے۔ اور یہ امور ان کی قدرت کے محل سے ہٹ کر واقع ہوتے ہیں۔

جب یہ بات طے ہوگئی تو جان لیجئے کہ تمام معجزات میں سے اعظم معجزہ اور اشرف معجزہ اور دلالت کے لحاظ سے واضح ترین معجزہ قرآن مجید ہے جو ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ پر اُترا ہے۔ بے شک خوارق (خلاف عادت امور) بالعموم وحی کے مغائر واقع ہوتے ہیں جس وحی کو نبی ﷺ پالیتا ہے۔ اور وہ معجزے کو شاہد اور تصدیق کنندہ کے طور پر لاتا ہے۔ اور قرآن مجید بذات خود وحی مُدّعیٰ ہے۔ اور خارق معجزہ بھی ہے (عادۃً جس کی نظیر لانا ناممکن ہے)۔ تو گواس کا شاہد اور گواہ اس کی اپنی ذات میں ہے۔ کسی خارجی اور بیرونی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ دیگر تمام معجزات کی طرح وحی کے ساتھ یہ (قرآن مجید) دلالت کرنے میں واضح ترین چیز ہے اس لئے دلیل اور مدلول فیہ میں اتحاد ہے، دونوں ایک چیز ہیں۔

یہی مفہوم ہے اور مطلب ہے نبی کریم ﷺ کے اس قول کا :

ما من نبی الا وقد اعطی من الأیات ما مثله امن علیه البشر ، وانما کان الذی اوتیته وحیًا أوحاه اللّٰه الی ، فارجو ان اکون اکثر هم تابعًا یوم القیامة

نہیں کوئی نبی مگر تحقیق ان کو ایسے معجزات عطا کئے گئے جس کی مثل معجزات وآیات پر انسان ایمان لے آیا اور حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ وہ معجزہ جو مجھے وحی کے طور پر عطا کیا گیا ہے، اللہ نے اس کو میری طرف وحی کیا ہے۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ان انبیاء میں سے قیامت کے دن سب سے زیادہ تابعداروں والا ہوں گا۔ (یعنی سب سے زیادہ ماننے اور تابعداری کرنے والے لوگ میرے پاس ہوں گے)

یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ یہ معجزۂ محمدی جب اس خاص صفت پر ہے واضح ہونے میں اور قوت دلالت میں، اور وہ اس کا نفس وحی ہونا ہے۔ اس کی تصدیق اپنے واضح ہونے میں اکثر ہوئی۔ لہٰذا تصدیق کرنے والے مؤمن بھی زیادہ ہوں گے اور وہی تابع اور اُمت ہے۔

صاحب شفاء (قاضی عیاض) کی تحقیق .... حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

ما من نبی من الانبیاء الا وقد اعطی من الأیات ما مثله امن علیه البشر ، وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحی اللّٰه الی ، فارجو ان اکون اکثر هم تابعًا یوم القیامة

ہر نبی کو وہ معجزات دیئے گئے جس کی مثل پر بشر ایمان لایا۔ اور جو چیز مجھے بطور وحی کے دی گئی وہ ایسی ہے کہ اللہ نے اس کو میری طرف وحی کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت میں میرے تابعدار سب سے زیادہ ہوں گے۔

صاحب شفاء فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک اس کا مطلب آپ کے معجزے کی بقاء مراد ہے۔ آپ ﷺ کا معجزہ ہمیشہ قائم رہے گا کہ جب تک دنیا قائم ہے۔ اور دیگر تمام انبیاء کے تمام معجزات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ختم ہو گئے تھے۔ ان کا مشاہدہ صرف وہی لوگ کر سکے تھے جو وہاں موجود تھے۔ جبکہ قرآن پاک کا معجزہ ایسا ہے اس پر ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ واقف ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اس مقام پر میرے لئے یہ بات ممکن ہے اور آسان اور مناسب ہے کہ میں کئی وجوہ اعجاز قرآنی ذیل میں مختصر پیش کروں۔

۱۔ وجہ اول : یا (اعجاز قرآنی کی پہلی صورت) جو فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے وہ ایجاز اور اطالت میں ہے۔ کہ کبھی کسی قصے کو طویل الفاظ وکلام کے ساتھ لاتے ہیں پھر اس کو مختصر لفظ کے ساتھ دہراتے ہیں مگر اس انداز سے کہ پہلے والے مقصود میں بھی خلل نہیں آتا۔

۲۔ دوسری صورت : (اعجاز قرآنی کی دوسری صورت) قرآن مجید کا کلام اسلوبوں سے ہم آہنگ ہونا ہے اور اشعار کے وزن۔ ان دو خصوصیات کی بنا پر عرب کو چیلنج ہوا۔ اور وہ عاجز آ گئے اور حیران ہو گئے اور اس کی فضیلت و برتری کا اقرار کر لیا۔

۳۔ تیسری صورت : امم سابقہ کی خبروں پر مشتمل ہونا اور انبیاء کی سیرتوں پر، جس کو اہل کتاب پہلے سے جانتے تھے۔ باوجود کہ ان خبروں کو بیان کرنے والا خود وحی نہ لکھنا تھا نہ ہی پڑھتا تھا اور نہ ہی یہودی عالموں اور کاہنوں کے ساتھ صحبت رکھنے اور ہم نشینی کرنے کو جانتا تھا۔

۴۔ چوتھی صورت : قرآن مجید کا مستقبل کے بارے میں غیب کی خبریں دینا جو قطعی طور پر اس کی سچائی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ مستقبل میں واقعات کا اسی خبر کے مطابق ہو جانا۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

۱۔ الٓمٓ ۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ۔ فی بضع سنین

الٓمٓ : رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہو جائیں گے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔

(قرآن مجید کی طرف سے یہ رومیوں کے دوبارہ غالب آنے کی پیشنگوئی تھی جو پوری ہو کر رہی)

۲۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فتمنوا الموت ۔ ثم قوله : ولن يتمنوه أبدًا

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے فرمایا : کہ تم موت کی تمنا کرو۔ پھر خود ہی فرمایا : کہ یہ لوگ ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے کبھی بھی۔

۳۔ نیز یہ ارشاد کہ :

قل للذین کفروا ستغلبون

کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے۔ اور حقیقت میں وہ مغلوب ہو گئے تھے۔

۴۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ اٰمنین

مسلمانو ! تم لوگ ضرور مسجد الحرام میں امن کے ساتھ (مدینہ سے مکہ جا کر) داخل ہو گے۔ اور حقیقتاً واقعی داخل ہو گئے تھے۔

۵۔ منجملہ اعجاز قرآن میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اختلاف اور تناقض سے محفوظ ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرا

اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو آپ اس میں بہت سارا اختلاف پاتے۔ نیز ارشاد ہے۔

۶۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔

بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حفاظت قرآن اور علامہ ابن عقیل کی وضاحت .... علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ جمیع قرآن محفوظ کردیا گیا۔ اس کی آیات بھی اور سورتیں بھی۔ اس طرح کہ اس پر کوئی تبدیلی داخل نہیں ہوئی اس حیثیت سے کہ اس نے مخلوقات کو بھی اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا ہے تو اس اعتبار سے قرآن خود اپنی ذات کا محافظ ہے کہ اس نے تمام خلائق کو اپنی مثل لانے سے عاجز کردیا ہے۔

ابوالوفا علی بن عقیل کا قول .... آپ جب یہ ارادہ کریں کہ یہ جانیں کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے بلکہ یہ آپ کی طرف اُتارا گیا ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں غور کریں کہ وہ قرآن کے بارے میں کیسے ہے؟ دونوں کلاموں اور دونوں اسلوبوں کے مابین غور کریں اور یہ بات معلوم ہے کہ انسانوں کا کلام ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کا کوئی کلمہ ایسا نہیں جو قرآن کے اسلوب اور قرآن کی طرز کے مشابہ ہو۔

علامہ ابن عقیل کا قول .... قرآن کے اعجاز میں سے یہ بات بھی ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس قرآن میں سے کسی آیت کو پیش کر سکے جس کے معنی ومفہوم کسی ایسے کلام سے ماخوذ ہوں جو پہلے گزر چکا ہو، حالانکہ لوگ ہمیشہ بعض بعض سے کھولتے اور اخذ کرتے آئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ متنبی شاعر نے ابوالبحتری سے اخذ کیا ہے۔

صاحب الوفاء کا اعجاز قرآن کے متعلق فرمان .... میں نے دو عجیب وغریب معنی ومفہوم استخراج کئے ہیں :

اول : یہ کہ تمام انبیاء کے معجزات ان کی موت کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ آج اگر کوئی ملحد کوئی بے دین یہ کہے کہ محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے سچے ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس کو یہ جواب دیا جائے کہ محمد ﷺ کے لئے چاند دو ٹکڑے کیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا دو ٹکڑے کیا گیا تھا تو وہ فوراً کہہ دے گا کہ نہیں یہ بات محال ہے ناممکن ہے (اس واسطے کہ وہ چیزیں ختم ہو گئیں)۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو محمد ﷺ کے لئے معجزہ بنایا تھا اور ایسا بنایا کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس لئے تاکہ محمد ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی سچائی کی دلیل ظاہر باہر رہے اور قائم ودائم رہے۔ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ قرآن کو دیگر تمام انبیاء کی سچائی کی دلیل بنادیا۔ اس لئے کہ قرآن ان تمام مذکورہ انبیاء کا مصدق ہے اور ان کی تصدیق کرنے کے ساتھ ان کے حال کی خبر بھی دیتا ہے۔

دوئم : دوسرا یہ معنی اور مطلب میں نے استخراج کیا ہے :

(۱) کہ قرآن مجید نے اہل کتاب کو خبر دی تھی کہ محمد ﷺ کی صفت ان کے ہاں توراۃ وانجیل میں لکھی ہوئی ہے۔

(۲) اور حضرت حاطب بن بلتعہ کے ایمان کی شہادت۔

(۳) اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت بیان کی تھی۔

یہ تمام شہادتیں غیب پر ہیں۔ بالفرض اگر توراۃ وانجیل میں محمد ﷺ کی صفت نہ ہوتی تو یہ بات ان کے لئے ایمان لانے سے نفرت دلانے والی ہوتی۔ (وہ فوراً کہتے کہ یہ غلط ہے جھوٹ ہے)۔ اور اگر حاطب اور عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے نفسوں کے بارے میں جانتے کہ یہ شہادت وبراءۃ غلط ہے تو ان کے اپنے نفس اس سے مختلف ہیں تو وہ ایمان سے پھر جاتے۔

ا۔ استاذ المہدی فرانسیسی مصنف کا فرمان .... استاذ المہدی (انیسن دینیہ) فرانسیسی مصنف (جو مسلمان ہوئے، حج کیا اور اسلام کے بارے میں بہت کچھ لکھا) قرآن مجید کے اعجاز کی بابت اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ'' میں کہتے ہیں کہ وہ انبیاء جو محمد ﷺ سے پہلے گزرے تھے ان کے معجزات فی الحقیقت وقتی معجزات تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کو بھول گئے مگر ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ہم آیات کو دائمی معجزہ کا نام دیں۔ یہ اس لئے کہ اس کی تاثیر قائم ودائم ہے اور اس کا عمل مستقل اور ہمیشہ کا ہے۔ ایک مؤمن مسلم کے لئے ہر وقت اور ہر جگہ یہ آسانی ہے کہ وہ (اپنے نبی کے اس) زندہ جاوید معجزے کو اور کلام ناطق کو محض کتاب اللہ کی تلاوت کر کے دیکھ سکے۔

اوراس دائمی معجزہ قرآنی کے اندر ہم انتشار کا پھیلنے اور زندہ رہنے اور قائم رہنے کا اصل اور کامیاب سبب پاتے ہیں ۔ اسلام جس کی حفاظت کرتی ہے یہ بقاء دوام جس کے اصلی سبب اہل یورپ ادراک نہیں کر سکے ۔ اس لئے کہ وہ قرآن سے قطعاً جاہل اور بے خبر ہیں ، یا اس لئے کہ وہ قرآن کو اس کے تراجم میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو زندگی اور حیات بخش نہیں ہوئے اور ان میں وہ متن کی گہرائی بھی نہیں ہوتی ۔

بے شک وہ جادو گرانہ کشش جس کے ساتھ منفرد کتاب انٹرنیشنل امہات کتب سے ممتاز ہوتی ہے کہ وہ سبب اور علت کی مقتضی نہیں ہے (خصوصاً جبکہ ہم مسلمان ہیں) اس لئے کہ ہم لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہی نے اس کو اپنے رسول پر نازل کیا ہے ، مگر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں پر دو مستشرقین کی رائے پیش کریں جن کی قابلیت کی بنا پر ان کی شہرت عام ہو چکی ہے ۔

۲۔ سفری کا قول .... سفری یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ اپنی لغت کو اچھی طرح جانتے تھے ۔ یہ ایسی لغت ہے کہ بساط ارض پر ہم ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس کے مشابہ ہو ، بے نیاز ہونے میں اور حسن ترتیب میں ۔ بے شک اس کے اپنے افعال و الفاظ کی ترتیب کے سبب فکر انسانی کے لئے یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ وہ مسلسل اپنی پرواز بلند کر سکے ، نیز آپ اس کو انتہائی باریکی و گہرائی کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں ۔

یہ ایسا کلام ہے جس میں موسیقی کے پیارے پیارے نغمے ہیں جو مختلف خوبصورت حیوانی آوازوں کے مشابہ ہیں اور ایسا کلام ہے جس میں پانیوں کے تیز بہاؤ کی گڑگڑاہٹ ہے ، جس میں بجلی کی کڑک ہے ، جس میں ہواؤں کی سنسناہٹ ہے ۔

آپ علیہ السلام کی فصاحت کا ذکر .... محمد ﷺ اس ازلی لغت کا پوری طرح علم رکھتے تھے (جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں) ۔ وہ لغت جو کثیر شعراء کے کلام سے زیادہ اپنی تازگی اور خوبصورتی کے ساتھ مزین ہے ۔ محمد ﷺ نے پوری پوری کوشش کر ڈالی تھی کہ وہ اپنی تعلیمات کو ان تمام خوبیوں کے ساتھ آراستہ کر لیں جو بلاغت کے اندر حسن و جمال اور سحر بیانی ہوتی ہے ۔ جزیرۃ العرب میں شعر التقدیر سے بلند مقام کے ساتھ پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے ۔ سید ربیعہ مشہور شاعر نے اپنے قصیدوں میں سے ایک قصیدہ کو باب کعبہ پر معلق کر دیا تھا ۔ جس کی شہرت اور شاعرانہ قدرت چاروں طرف پھیل چکی تھی ۔ شاید کوئی شوقین اپنے شوق کی تسکین کے لئے مقابلے میں آئے ، مگر اس سے یہ اعزاز چھیننے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھ سکا ۔

ایک دن سید کے قصیدے کے برابر میں قرآن مجید کی پچپن ویں سورۃ یا دوسری سورۃ بھی معلق کر دی گئی ۔ سید نے اس کو بہت پسند کیا اور اپنی ہزار عجب اور خود پسندی کے ساتھ اور مشرک ہونے کے باوجود اس نے محض اپنی شکست کا اقرار ہی نہیں کیا بلکہ اسی وقت مسلمان ہو گیا ۔ اسی دن اس کے چاہنے والوں اور اس کے اشعار کے پرستاروں نے جو اس کے کلام کا ایک دیوان مرتب کرنا چاہتے تھے ، اس سے اس کے اشعار اور کلام کے بارے میں پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ اب میں اپنے اشعار کو دوبارہ دہرانے اور یاد کرنے کا اعادہ نہیں کروں گا ۔ اس وقت اللہ کی نازل کردہ آیات کے خوف اور رعب نے اپنے ماسوا کسی اور شی ء کی جگہ میری یادداشت کے اندر باقی نہیں چھوڑی ۔

۳۔ اسٹانلی لین پول کا قول .... بے شک قرآن مجید کا اسلوب اس کی سورتوں میں سے ہر سورت میں ایک ایسے باب کا اسلوب ہے ، جو شجاعت بکھیرتا ہے اور زندگی کو سکون دیتا ہے ۔ اور اس کے الفاظ اس آدمی کے الفاظوں کی طرح ہیں ، جو دعوت کے لئے مخلص ہے ۔ بے شک وہ ہمیشہ سے لے کر آج تک قوت و شجاعت فطری پر ابھارتا رہا ہے اور ابھار رہا ہے ۔ اس کی گہرائی میں چنگاری ہے جس کے ساتھ وہ اُتارا گیا ہے ۔

حضور ﷺ کی حیات علیا اور جہاد میں نبوت کے دلائل

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ رفعت و بلندی کی اس انتہاء کو پہنچ گئی تھی ، جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا ہے ۔ اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ رسالت سے قبل بھی سچائی اور امانت اور شرافت کے اعتبار سے ضرب المثل تھی ۔ جیسے رسالت کے بعد تمام حیات مبارکہ قربانی اور صبر اور جہاد فی

سبیل اللہ سے عبارت تھی۔ ایسی قربانی جس سے بار ہا آپ کی زندگی موت کا نشانہ بنی۔ اگر محمد ﷺ اپنے ربّ کی رسالت وپیغام چھپانے میں اور اپنے اس چیز کے ساتھ ایمان میں سچے نہ ہوتے جس کے ساتھ اللہ نے ان کو اُٹھایا تھا اور اپنی رسالت کے عام ہونے کا یقین نہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ زمانوں کے گزر کے ساتھ ساتھ تو آپ کی حیات طیبہ کے آثار اور آپ کے فرامین مٹ جاتے (جبکہ اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی حیات طیبہ کے آثار اور اسوۂ حسنہ صرف قائم ودائم ہی نہیں بلکہ اس کی تابانیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ (مترجم)

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی :

وانذر عشیرتك الاقربین ۔ اے محمد آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

رسول اللہ ﷺ کوہ صفاء پر .... تو نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور اعلان کیا، اے قریش کی جماعت! تو قریش نے کہا کہ محمد کوہ صفا پر چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ سب چلے آئے اور سب جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے، کیا ہوا اے محمد ﷺ؟

حضور ﷺ نے فرمایا، تم لوگ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک شیر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا مان لو گے؟ قریش نے کہا، کہ جی ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک سچے اور غیر متہم زدہ ہیں، ہم نے آپ کے اُوپر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا۔ تو حضور نے فرمایا، بے شک میں تم لوگوں کو عذاب شدید سے پہلے ڈراتا ہوں۔

اے بنی عبدالمطلب، اے بنو عبد مناف، اے بنو زہرہ، یہاں تک کہ آپ نے ایک ایک کر کے قریش کے تمام قبائل کو شمار کیا۔ اور فرمایا بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور بے شک میں تمہارے لئے دنیا کے کسی فائدہ کا مالک نہیں ہوں اور نہ ہی آخرت میں کوئی تمہیں حصہ دلوا سکتا ہوں، ہاں مگر یہ کہ تم اگر لا الہ الا اللہ کو مان لو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اس وقت خطبہ دینے کھڑے ہوئے جب اللہ نے یہ آیت اُتاری :

وانذر عشیرتك الاقربین ۔ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے

تو حضور ﷺ نے فرمایا، اے قریش کی جماعت! (یا اس طرح کا کوئی اور جملہ ارشاد فرمایا تھا) تم لوگ اپنے نفسوں کو خرید لو۔ میں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے بنو عبد مناف! میں تمہیں اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تجھے اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے صفیہ! (رسول اللہ کی پھوپھی) میں تجھے اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اے فاطمہ! (بنت محمد رسول اللہ) مجھ سے مانگ لو میرے مال میں سے جو کچھ چاہو، میں تجھے اللہ کے ہاں کسی چیز کا فائدہ نہیں دے سکوں گا۔

کتب سیرت خبر دیتی ہیں کہ قریش ابوطالب کی طرف دوڑے دوڑے گئے تا کہ وہ محمد ﷺ کو دعوت میں دائمی پابندی کرنے سے روکیں۔ جب قریش ان سے ملے تو کہنے لگے، اے ابوطالب! بے شک آپ کا بھتیجا ہمارے الٰہوں، معبودوں کو گالیاں دیتا ہے اور ہمارے دین کو عیب لگاتا ہے، ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف کہتا ہے، ہمارے باپ دادوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ یا تو آپ اس کو ہم سے روک دیں، ورنہ ہمارے اور اس کے درمیان سے آپ ہٹ جائیں۔ آپ بھی دین میں اس کے خلاف ہیں جس طرح ہم ہیں، یعنی آپ بھی بدستور ہمارے دین پر ہیں اس کے دین پر نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ اور ہم مل کر اس سے اپنے دین کی حفاظت کریں۔ ابوطالب نے ان کے ساتھ نرم بات چیت کی اور ان کو خوبصورت جواب دیا جس سے وہ واپس چلے گئے۔ اور ادھر رسول اللہ ﷺ اپنی اسی ڈگر پر چل رہے تھے جس پر وہ تھے۔ وہ اللہ کے دین کو غالب کر رہے تھے اور اس کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اس کے بعد حضور کے اور قریش کے درمیان ٹھن گئی، یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے سے دُور ہو گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض اور کینہ رکھنے لگے اور قریش کثرت کے ساتھ اپنی مجالس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرنے لگے اور ان کے معاملے میں ایک دوسرے کو طعنے دینے لگے اور بعض بعض کو ان کے خلاف اُبھارنے لگے۔

اس کے بعد ایک بار پھر وہ ابوطالب کے پاس گئے۔ اوران سے کہنے لگے، اے ابوطالب! بے شک آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمارے محترم ہیں ،آپ کا ہمارے اندر ایک مقام ہے۔ ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے معاملے میں مداخلت کرنے سے روکیں مگر آپ نے اس کو ہمارے معاملے میں گڑبڑ کرنے سے نہیں روکا۔ بے شک ہم لوگ اللہ کی قسم اس کیفیت پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دی جائیں۔ اور ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف کہا جائے اور ہمارے معبودوں مشکل کشاؤں کو بُرا کہا جائے۔ اس وقت تک جب تک آپ اس کو ہم سے روک دیں ورنہ ہم اس کو بھی اور آپ کو بھی ایک ہی جیسا سمجھیں گے۔ یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ہلاک ہو جائے گا (یا جیسے انہوں نے کہا)۔ پھر وہ اس سے ہٹ گئے۔ لہٰذا ابوطالب نے اپنی قوم کے فراق کو اور اس کو چھوڑ دینے کو بہت بڑا المیہ سمجھا اور ان کی دشمنی کو بھی اور ادھر وہ خوش دلی سے رسول اللہ کے اسلام کو بھی پسند نہیں کر رہے تھے اور وہ حضور ﷺ کو بے یار و مددگار بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

ابوطالب کی ہمدردانہ گفتگو.......... لہٰذا ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیج کر بلایا اور کہا، اے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور انہوں نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے جو بھی بات انہوں نے کہی تھی۔ لہٰذا آپ مجھے بھی جینے دو اور خود بھی جیو اور مجھ سے اس معاملے میں اتنا بار نہ اُٹھواؤ جس کی مجھے طاقت نہیں۔ حضور ﷺ نے گمان کیا کہ ان لوگوں نے میرے چچا کو مجبور کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ مجھے رسوا کر دے گا اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ اور وہ میری نصرت کرنے سے اور میرا ساتھ دینے سے عاجز آ گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے چچا جان اللہ کی قسم اگر یہ لوگ سورج کو لا کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کر لا کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اس شرط پر کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں (تو ایسا نہیں ہو سکتا، میں ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں)۔ یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میں اسی راستے میں جان دے دوں گا مگر اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

کہتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے۔ پھر آپ اُٹھ کر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب جانے لگے تو ابوطالب نے ان کو بلایا اور کہا، یہاں آیئے اے بھتیجے۔ کہتے ہیں کہ حضور واپس آئے ان کے پاس اور انہوں نے کہا بھتیجے اب جایئے۔ اور دین کی طرف دعوت کے بارے میں کہتے رہئے جو پسند کریں، اللہ کی قسم میں کبھی بھی آپ کو کسی چیز میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں .... جب ابوطالب کی وفات ہو گئی تو قریش رسول اللہ ﷺ پر دلیر ہو گئے اور انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ لہٰذا آپ طائف کی طرف (دعوت اسلام دینے کے لئے) نکل گئے۔ زید بن حارث بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ ۱۰/نبوی ماہ شوال کے آخری ایام تھے۔ حضور ﷺ نے طائف میں دس دنوں تک قیام کیا۔ آپ طائف کے تمام شرفاء اور معززین کے پاس (دعوت توحید و دعوت اسلام) لے گئے اور ان سے بات چیت کی اور محمد ﷺ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ خصوصاً تین بھائیوں کو جو بنو ثقیف کے سردار اور معزز آدمی تھے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل تھے :

(۱) عبد یا لیل		(۲) مسعود		(۳) بنو عمرو بن عمیر بن عوف

حضور ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان سے اس سلسلے پر بات چیت کی جس مقصد کے لئے آپ ان کے پاس پہنچے تھے کہ وہ اسلام پر حضور ﷺ کے ساتھ نصرت اور تعاون کریں اور حضور کے ساتھ کھڑے ہو جائیں ہر اس آدمی کے خلاف جو حضور کی مخالفت کرے ان کی قوم میں سے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے جواب دیا، وہ درج ذیل ہے :

(۱) ایک نے کہا کہ اگر اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کا غلاف نوچ کر پھینک دوں گا۔

(۲) دوسرے نے کہا کہ کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملا جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا۔

(۳) تیسرے نے کہا کہ میں کبھی بھی تم سے بات نہیں کروں گا اور اگر تم رسول ہو اللہ کی طرف سے جیسے تم کہتے ہو تو آپ بہت بڑے خطرے میں ہیں اس سے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں اور اگر آپ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں تو میرے لئے مناسب نہیں کہ میں آپ سے کلام کروں۔

اوباش لڑکوں کا پیچھا کرنا .... چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ آپ بنوثقیف کی خیر سے مایوس ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے اوباشوں، آوارہ لڑکوں اور اپنے غلاموں کو حضور ﷺ کے پیچھے بھیج دیا۔ وہ ان کو گالیاں دیتے، فقرے کستے اور اُن پر چیخ وپکار کرتے، شور مچاتے رہے۔ حتیٰ کہ لوگ اکٹھے ہوگئے۔ آپ کو مجبور کر کے ایک باغ میں لے گئے جو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا تھا اور وہ دونوں اس میں موجود تھے۔ لہٰذا وہ بنوثقیف کے اوباش جو پیچھے لگے ہوئے تھے وہ چھوڑ کر چلے گئے۔

آپ علیہ السلام کی دعا .... حضور ﷺ انگوروں کی بیل کی ایک چھتری تلے سائے میں بیٹھ گئے اور ربیعہ کے دو بیٹے حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے اور یہ بھی دیکھ رہے تھے جو کچھ طائف کے آوارہ لڑکوں نے آپ کے ساتھ سلوک کیا تھا، حضور ﷺ کی جب سانس بحال ہوگئی تو آپ نے فرمایا:

اللھم الیك اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی وھوانی علی الناس یا رحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی ام الیٰ عدو ملکتهٗ امری ان لم یکن بك غضب فلا اُبالی ۔ ولکن عافیتك اوسع لی ۔ اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والآخرة من ان تنزل بی غضبك او یحل علیَّ سخطك لك العتبیٰ حتیٰ ترضیٰ ولا حول ولا قوة الا بك ۔

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی قوت کے ضعیف وکمزور ہونے کا شکوہ کرتا ہوں اور اپنی تدبیر کی کمی اور ناکافی ہونے کا بھی شکوہ کرتا ہوں اور لوگوں کے سامنے اپنے کمزور ہونے کا بھی۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے۔ آپ مجھے کس کے حوالے کریں گے؟ کسی ایسے بعید کی طرف جو میری فریاد نہ سن سکے؟ یا کسی ایسے دشمن کے حوالے جس کو آپ نے میرے معاملے کا اختیار دے رکھا ہو؟ اگر تجھے میرے اُوپر ناراضگی نہیں ہے تو کوئی پروا نہیں کرتا۔ مگر تیری طرف سے میرے لئے عافیت عطا ہونا زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں اُجالوں میں بدل جاتی ہیں اور اس پر دنیا اور آخرت درست ہو جاتی ہے (پناہ لیتا ہوں اس بات سے) کہ مجھ پر تیرا غضب اُترے یا مجھ پر تیری ناراضگی آجائے سرزنش تیری ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور گناہوں سے واپس ہٹنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت تیری طرف سے ہے۔

جب ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے یہ تکلیف دیکھی جو حضور ﷺ کو پہنچی تھی تو انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام کو بلایا اسے عداس کہتے تھے، انہوں نے اس سے کہا تم اس انگور کا ایک خوشہ اس تھالی میں رکھ کر اس آدمی کے پاس لے جاؤ، اس سے کہو کہ وہ اس کو کھالے۔ اس نے ایسے ہی کیا، لا کر رسول اللہ ﷺ کے آگے اس نے رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے جب اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا کہا، بسم اللہ۔ اس کے بعد آپ نے کھایا۔ عداس غلام آپ کے منہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم یہ کلام اس شہر والے نہیں پڑھتے۔

عداس کا قبول اسلام .... رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نصرانی ہوں اور میں نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اچھا ایک نیک شخص حضرت یونس بن متی کی بستی کے ہو؟ (حضور ﷺ نے فرمایا) کہ وہ میرے بھائی تھے، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ اس کے بعد تو عداس غلام حضور ﷺ کے اُوپر منہ کے بل گر پڑا اور حضور ﷺ کے سر کو، ہاتھوں کو اور پیروں کو بوسے دینے لگا۔

کہتے ہیں کہ ربیعہ کے بیٹے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ لو اس نے تیرے غلام کو بھی خراب کر دیا ہے۔ جب وہ اپنے ان مالکوں کے پاس واپس آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا، ہلاک ہو جائے تو اے عداس تجھے کیا ہو گیا کہ تو اس آدمی کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اس غلام نے جواب دیا، اے میرے سردار زمین پر اس آدمی سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسے معاملے کی خبر دی ہے جس کو کوئی نہیں جانتا صرف نبی ہی جانتا ہے۔

تصور اسلامی کی خصوصیات میں دلائل نبوت

انسان رسالت نبوی کی ضرورت کا ادراک نہیں کرسکتا، مگر صرف اسی صورت میں جب وہ ظہور اسلام ﷺ سے قبل کے احوال عالم کا مطالعہ کرے اور ان پر گہری نظر ڈالے اور دیکھے کہ بشریت خطرناک گمراہیوں کی تاریکیوں اور اندھیروں میں کیسے حیران، پریشان بھٹک رہی تھی اور بت پرستی کے تصورات میں نسلی تعصبات میں برابر کی شریک ہے۔ البتہ تحقیق بنی اسرائیل کے انبیاء اور رسول خالص توحید لے کر آئے تھے۔ مگر بنی اسرائیل زمانی کے حکومت کے طویل ہونے کے ساتھ منحرف ہوگئے تھے۔ اور بت پرستی کی پستی میں اُتر گئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام سے قبل اور بعد واپس شرک اور کفر میں پلٹ گئے تھے۔

کیا یہ بات کم تھی کہ نصرانی ہوتے ہوئے اب تو اس میں بت پرستی اور شرک داخل ہوگئے تھے۔ منافقین اثر و نفوذ سے اس بارے میں ایک امریکی رائٹر اور مصنف ڈراپر اپنی تصنیف " الدین و العلم " میں لکھتا ہے۔

امریکی مصنف ڈراپر کا قول .... نصرانیت میں شرک اور بت پرستی منافقین کی تاثیر سے داخل ہوگئی تھی، جنہوں نے رمانی حکومت میں اعلیٰ عہدوں اور بھاری تنخواہوں کا لالچ کیا تھا اور زبردستی اپنے آپ کو نصرانی ظاہر کیا تھا۔ جو نہ تو امر دین کے ساتھ کوئی وابستگی رکھتے تھے اور نہ ہی کبھی ایک دن بھی نصرانیت کے ساتھ مخلص رہے تھے۔

> ''یہی حالت تھی قسطنطین بادشاہ کی کہ اس نے اپنی پوری زندگی ظلم میں اور گناہوں میں گزار دی تھی اور اس نے دینی کتب کے احکامات کی پابندی قبول نہیں کی تھی مگر تھوڑا سا وقت اپنی آخر عمر میں ۳۳۷ میلادی میں گزارا''۔

بے شک نصرانی جماعت اگرچہ طاقت کے اس مقام تک پہنچ گئی تھی جیسے قسطنطین بادشاہ۔ مگر وہ اس بات کی قدرت نہ پاسکے کہ وہ بت پرستی کی جڑ کاٹ دیتی اور اس کے جراثیم کا قلع قمع کرسکتی۔ ان کی اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی مبادیات بھی اس میں مل گئیں اور اس ملغوبہ سے ایک نیا دین و مذہب پیدا ہوگیا جس میں نصرانیت اور بت پرستی برابر برابر چمکتی ہیں۔

یہاں سے اسلام نصرانیت سے مختلف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اسلام بت پرستی کے خلاف قطعی فیصلہ صادر کرتا ہے اور خالص عقائد کو نشر کرتا ہے بغیر کسی ملاوٹ کے اور بے شک یہ امپائر، یہ شہنشاہ و والی جو در حقیقت دنیا کا غلام تھا اور وہ جس کے عقائد دینیہ نہیں تھے برابر کسی شیء کے اس نے اپنی شخصی مصلحت کے لئے دیکھا اور دور غبت کرنے والے گروہوں نصرانی اور وثنی کی مصلحت کے لئے یہ طے کیا کہ وہ ان دونوں کو ایک کردے اور دونوں کے درمیان تالیف و ترکیب کردے اور عیسائیت اور بت پرستی کو ایک آپ کے راسخ نصرانی اس کا انکار نہ کریں (اس مرکب کا) شائد وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جدید دینداری (دیانت جدیدہ) عنقریب غالب آجائے گی اور عنقریب دین نصرانی انجام کار کے اعتبار سے خالص کرلیا جائے گا یا ہوجائے گا بت پرستی کی میل کچیل سے اور اس کی گندگی سے۔

تصور اسلامی کی خصوصیات کے ضمن میں .... اسلام کے محقق کبیر استاذ سید قطب شہید فرماتے ہیں :

نصاریٰ کے عقیدے میں انقسام واقع ہوچکا ہے۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ مسیح محض انسان تھے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ باپ، بیٹا اور روح القدس تھے۔ یہ مختلف صورتیں ہیں۔ اللہ نے جس کے ساتھ لوگوں کے لئے اپنے نفس کا اعلان کیا ہے ان کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ اقانیم ثلاثہ سے مرکب ہے۔

(۱) باپ (۲) بیٹا (۳) رُوح القدس

ان میں سے بیٹا وہی مسیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نیچے زمین پر اُتر پڑے جو کہ باپ ہے رُوح القدس کی شکل میں اور انہوں نے مریم کا انسانی جسم بنالیا اور (مریم کا رُوپ دھارلیا) پھر اس سے بیٹا پیدا ہو گیا یسوع کی صورت میں۔

تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ بیٹا باپ کی طرح ازلی نہیں ہے بلکہ وہ مخلوق ہے (پیدا شدہ)۔ عالم سے قبل اس لئے باپ سے کم تر ہے اور اس کے آگے جھکتا ہے۔

چوتھا فرقہ کہتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ رُوح القدس کے اقنوم ہونے کا سرے سے انکار کرتا ہے (مجمع نیقیہ) مجلس قائمہ ۳۲۵ میلادی۔ اور مجمع قسطنطنیہ مجلس ۳۸۱ میلادی نے یہ طے کیا کہ بیٹا اور رُوح القدس دونوں مساوی ہیں باپ کے وحدت لاہوت میں اور بیٹا تحقیق ازل سے پیدا ہوا تھا باپ سے اور رُوح القدس باپ سے ماخوذ ہے۔ مجلس طلیطلہ ۵۸۹ میلادی نے طے کیا کہ رُوح القدس بھی ابن سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا کنیسہ شرقی۔ اور کنیسہ غربی نے اس نقطے کے وقت اختلاف کرلیا اور مختلف ہو گئے۔

ان میں سے پانچویں فرقے نے مریم کو اللہ (معبود و مشکل کشا حاجت روا) قرار دیا، جیسے انہوں نے مسیح بمعہ اسلام کو اللہ قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر فرد بٹلر کا قول .... ڈاکٹر فرد بٹلر اپنی کتاب "فتح العرب لمصر" میں لکھتے ہیں۔ ترجمہ: استاذ محمد فرید ابو حدید، فرماتے ہیں:

''بے شک یہ دو صدیاں، پانچویں اور چھٹی صدی مقابلہ کا عہد تھا۔ مصریوں اور رومانیوں کے مابین ایسا مقابلہ جس کو قوم و جنس اور دین کا الگ الگ ہونا اور مختلف ہونا اور بڑھا دیتا ہے اور زیادہ کر دیتا ہے جبکہ دین کا الگ الگ ہونا اور مختلف ہونا قومیت کے مختلف ہونے سے زیادہ شدید تھا، کیوں کہ اس وقت یہ اختلاف تمام علتوں کی علت اور سب سے بڑا سبب تھا۔ اس عداوت کا شہنشاہیت اور منوحسبت کے درمیان اور طائفہ اولیٰ جو تھا، جیسے اس کا نام اس پر دلالت کرتا ہے۔ حکومت شہنشاہی کے مذہب کا گروہ تھا اور ملکوں اور شہروں کا گروہ تھا اور عقیدہ رکھتا تھا سنیہ موروثی اور یہ تھا مسیح کی فطرت وطبیعت کو جوڑنا اور مرکب ماننا، جبکہ دوسرا طائفہ قبط منوفیسین مصر کا (ایک گروہ تھا) یہ اس عقیدے کو بُرا سمجھتا تھا اور اس کی حوصلہ شکنی کرتا اور اس کو رسوا کرتا تھا، اور ان سے شدید محاربہ اور جنگ کرتا تھا دلیری کے ساتھ طوفانی انداز میں یہ ہمارے لئے انتہائی مشکل ہے کہ ہم اس کا تصور بھی کرسکیں یا اس کی حقیقت کو جان سکیں (خاص طور پر اس لئے بھی کہ یہ سب۔ کچھ) اس قوم میں ہو رہا تھا جو سمجھ بوجھ رکھتے تھے بلکہ انجیل پر ایمان رکھتے تھے''۔

مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب "الدعوة الى السلام" میں کہتے ہیں .... آرنلڈ اپنی کتاب اسلام کی دعوت میں اس اختلاف اور ہرقل کی طرف سے ایک متوسط مذہب کے اعتدال قائم کرنے کے بارے میں مقصد و ارادہ کرنے کی بابت کہا ہے۔ البتہ تحقیق اسلام کی فتح سے سو سال قبل جسٹیان (Justinian) اس بارے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ امپیر شہنشاہیت رومانی بنالیں جو کہ مظہر ہو وحدۃ کے مظاہر میں سے مگر (وہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے بلکہ) اس کی موت کے بعد جلد ہی جلدی پارہ پارہ ہو گئی۔ اور ایسی کیفیت میں ہو گئی کہ مشترک قومی شعور کی ضرورت پیدا ہو گئی جو ربط پیدا کرے موجودہ حکومت میں اور مختلف حکومتوں میں۔

بہر حال ہرقل نے انتہائی کوششیں کرڈالیں۔ مگر وہ مرکزی حکومت کے ساتھ دوبارہ شام کو مربوط کرنے میں مکمل طور پر کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکا۔ بلکہ اس نے اتفاق و وحدۃ کے قیام کے لئے جو عام وسائل اور اسباب اختیار کئے تھے انہوں نے بدقسمتی سے اور زیادہ تفریق و تقسیم میں اضافہ کیا بجائے اس کامیابی کے۔ اور وہاں پر کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو قومیت کے شعور کے قائمقام ہوسکتی تھی۔ اگر ہوسکتی تھی تو دینی میلانات ورجحانات تھے۔

لہٰذا اس نے عقیدے کی ایسی تشریح کرنے کا ارادہ کیا جس کے ساتھ وہ نفوس میں جدا جدا کردینے پر مدد لے سکے۔ بایں طور کہ رُک جائے ہر ممکن طریقے پر۔ اس بات سے کہ مخالفت واقع ہو۔ اس کے بعد درمیان مختلف فرقوں کے جو دشمنیوں کی وجہ سے ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ اور یہ (تدبیر کی کہ) وہ وحدت قائم کرے ان لوگوں کے درمیان جو دین اور کنیہ ارتھوذ کسیہ سے خارج ہونے والے ہیں اور وحدت قائم کرے ان کے درمیان اور مرکزی حکومت کے درمیان۔

اور ۴۵۱ء میلادی میں خلقید ونہ مجمع (اوراجلاس) نے اعلان کیا تھا کہ مسیح کو بایں صورت متعارف کیا جانا چاہئے کہ وہ دو مزاجوں میں مُتَمَثِّلْ ہوتا ہے۔جن دونوں کے درمیان ملاپ ہے اور نہ ہی کوئی تغیر ہے، نہ ہی حصے اور جز بننے کا، نہ ہی ایک دوسرے سے جدا ہونے کا۔ دونوں طبیعتوں اور دونوں مزاجوں کے اتحاد کے سبب ان دونوں کا مختلف ہونے کا امکان بھی ختم ہونا ممکن نہیں۔ بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہر طبیعت ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی حفاظت کرتی رہے اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اور ہر طبیعت جمع ہوتی ہے ایک اقنوم کے اندر اور ایک جسم کے اندر اس طرح نہیں جیسے اگر ہر طبیعت منقسم ہونے والی ہوتی یا متصل اور جدا ہوتی دو اقنوموں کے اندر۔ بلکہ ایک اقنوم کے اندر مجتمع ہے۔ پس وہ یہی ایک بیٹا ہے، اللہ ہے، اور الکلمۃ ہے۔

تحقیق (فرقہ) یعاقبہ نے اس جماعت اور اس اتفاق کو چھوڑ دیا، کیونکہ وہ مسیح کے اندر مزاج واحد اور طبیعت واحدہ کا اعتراف کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح مجموعہ اقانیم ہے۔ اس کے لئے تمام صفات الٰہیہ ہیں اور بشریہ بھی ہیں مگر وہ مادہ جو ان صفات کا حامل ہے وہ دوسرا یا دوہرا شمار نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اکیلا اقانیم سے مرکب بن پڑا ہے اور جدل و جھگڑا بھڑکا چکا تھا اور گرم کر چکا تھا۔ قرابت کو زمانے کے دونوں قرنوں کے درمیان طائفہ اور ارتھوڈکس کے اور یعاقبہ جو خاص طریقہ پر مصر وشام میں چمکے تھے اور ان شہروں میں بھی جو امپیر ر بزنطینی شہنشاہیت سے کئی بیٹی سے خارج تھے۔

اس خاص وقت میں جس وقت ہرقل درمیان میں اصلاح کی کوشش کر رہا تھا ایسے مذہب کے طریقے سے جو اس بات کا قائل تھا کہ مسیح کی مشیئت وحقیقت ایک ہے (Monothetism) پس اس وقت میں جب ہم پاتے ہیں اس مذہب کو کہ وہ اعتراف کرتا ہے دو مزاجوں اور طبیعتوں کے ساتھ جس وقت اس کے ساتھ مضبوط پکڑتا ہے وحدت اقنوم کے ساتھ مسیح کی حیات بشری میں یہ بات اس کے انکار کے سبب ہے۔ اقنوم واحد میں حیات کے دو انواع کے وجود سے۔

پس اکیلا مسیح جو کہ وہی ابن اللہ تھا (ان کے زعم میں) ثابت کرتا ہے جانب انسانی کو اور جانب الٰہی اور ربوبی قوت الٰہیہ انسانیہ واحدہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ نہ پایا جائے سوائے ارادہ واحدہ کے اس کلمہ کے اندر جو جسم اختیار کر چکا ہے لیکن ہرقل اس جگہ کو مل چکا تھا جو پلٹنے اور لوٹنے کی جگہ ہے جہاں کثیر لوگ پہنچ چکے تھے۔ ان لوگوں میں سے جو یہ سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ سلامتی کے ستون قائم کریں۔ یہ بایں وجہ بھی کہ جھگڑا ایک اور بار نہیں بھڑکے گا۔ اس سے زیادہ سخت، بلکہ جس قدر بھڑک چکا ہے یہی کافی ہے۔ بلکہ بے شک ہرقل اپنی ذات کو الحاد و بے دینی کا ننگ وعیب وعار لگا چکا تھا اور اپنی ذات پر دونوں جماعتوں اور دونوں طبقوں کی برابر ناراضگی کھینچ کر مسلط کر چکا تھا۔

قرآن مقدس۔ اہل کتاب کے بعض مذکورہ انحرافات کی طرف اشارات کرتا ہے

تحقیق قرآن مجید میں ان انحرافات کی طرف اشارات وارد ہوئے ہیں اور (ان انحرافات سے قرآن میں) یہی وارد ہوئی ہے اور ان انحرافات کے لئے کاٹنے والی اور ختم کر دینے والی تصحیح وارد ہوئی ہے۔ اور نصرانیت کے اصل عقیدے کا بیان ہے جس طرح وہ اصل عقیدہ اللہ کی آیات تھا تحریف وتاویل سے پہلے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد كفر الذين قالوا : ان الله هو المسيح ابن مريم ط وقال المسيح : يا بني اسرائيل اعبدوا الله ربي وربكم ، انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة ، ومأواه النار ، وما للظالمين من انصار لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثه ـ وما من اله الا اله واحد ـ وان لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب أليم ـ أفلا يتوبون الى الله ويستغفرونه ، والله غفور رحيم ؟ ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل ، وأمه صديقة كانا ياكلان الطعام ط انظر كيف نبين لهم الآيات ، ثم انظر أنى يؤفكون ـ قل : أتعبدون من دون الله ما لا يملك لكم ضرًا ولا نفعًا؟ والله هو السميع العليم ،

قل : یا أهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ، ولا تتبعوا أهواء قوم قد ضلوا من قبل وأضلوا کثیرًا ، وضلوا عن سواء السبیل ۔ (سورۃ المائدۃ : آیت ۷۲۔۷۷)

البتہ تحقیق ان لوگوں نے کفر کیا ہے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بے شک شان یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ البتہ کفر کیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ نہیں کوئی الٰہ مگر ایک الٰہ ہے۔ اور اگر وہ لوگ اس قول سے باز نہ آئیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔ البتہ ضرور ان لوگوں کو عذاب دردناک پہنچے گا۔ کیا وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے استغفار نہیں کرتے۔ جبکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) مسیح ابن مریم ایک رسول ہی ہے۔ تحقیق ان سے قبل رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی عورت تھی۔ دونوں (انسان ہونے کی وجہ سے) کھانا کھاتے تھے (جو کہ ایک انسان اور بشری ضرورت وتقاضا ہے)۔ آپ دیکھئے (غور کیجئے کہ) ہم ان کے لئے آیات (قرآنی) بیان کرتے ہیں۔ پھر سوچئے کہ وہ لوگ کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔ فرما دیجئے (اے محمد ﷺ) کیا تم لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے واسطے (کسی چیز کے) مالک نہیں ہیں، نہ نفع کے نہ نقصان کے۔ اور اللہ وہی سننے، جاننے والا ہے۔ فرما دیجئے (اے محمد ﷺ) اے اہل کتاب تم لوگ اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو (حد سے نہ بڑھو) ناحق۔ اور لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہیں۔ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے اور وہ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں سیدھی راہ سے۔

اور یہودیوں نے کہا ہے کہ عُزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے

وقالت الیهود عزیر ابن الله ۔ وقالت النصاریٰ المسیح ابن الله ذلك قولهم بأفواههم ، یضاهئون قول الذین کفروا من قبل ۰ قاتلهم الله أنی یؤفکون ۔ (سورۃ التوبہ : آیت ۳۰)

اور عیسائیوں نے کہا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں وہ ان لوگوں کی بات کے مشابہ بات کرتے ہیں جنہوں نے پہلے کفر کیا تھا۔ اللہ ان کو مارے، کیا اُلٹے پھیرے جا رہے ہیں۔

عیسائیوں کے ہاں عیسائی اور مریم علیہما السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ

۳۔ وإذ قال الله : یا عیسی ابن مریم ، أأنت قلت للناس : اتخذونی وأمی إلهین من دون الله ؟ قال : سبحانك ! مایکون لی أن أقول ما لیس لی بحق ۔ ان کنت قلته فقد علمته ۔ تعلم ما فی نفسی ولا أعلم ما فی نفسك انك أنت علام الغیوب ۔ ماقلت لهم الا ما أمرتنی به أن اعبدوا الله ربی وربکم ۰ وکنت علیهم شهیدًا ما دمت فیهم ۰ فلما توفیتنی کنت أنت الرقیب علیهم ، وانت علی کل شیء شهید ۰ ان تعذبهم فانهم عبادك ، وان تغفر لهم فانك أنت العزیز الحکیم ۔ (سورۃ المائدۃ : آیت ۱۱۶۔۱۱۸)

(اے پیغمبر اسلام) اس وقت کو یاد کرو جب اللہ یہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو الٰہ (معبود و مشکل کشا) ٹھہرالو؟ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، اے اللہ تو تو پاک ہے میرے لئے کہاں یہ بات مناسب تھی کہ میں وہ بات کرتا جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ یا اگر بالفرض یہ بات کہی ہوتی تو (اے میرے رب) تو تو اس کو ضرور جانتا ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے حق میں ہے اور میں بالکل نہیں جانتا جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔ بے شک تو ہی غیبوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے نہیں کہی ان کے لئے کوئی ایسی بات اس کے سوا جو آپ نے مجھے حکم دیا اس بات کا (اور وہ یہی تھی کہ) اللہ کی عبادت کرو، وہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (اے اللہ) اگر تو ان کو عذاب دے تو بس وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اور اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انحراف کی مدتیں جو عیسائیت میں داخل ہوئیں ان تاریخی میلانات وتلبیسات کی دیدہ دلیریوں میں سے۔ یہاں تک کہ عیسائیت ان مذکورہ بت پرستی کے تصورات میں اس طور تک جا پہنچی۔ وہ (مشرکانہ) تصورات جن پر اختلافات ومخالفتیں گردش کرتے رہے اور کئی (کربلائیں) اور قربان گائیں برپا ہوتی رہیں صدیوں تک۔

عہد جاہلیت میں اہل عرب کے یہود ونصاریٰ کی حالت کے بعد عرب کی حالتِ زار

بہرحال جزیرۃ العرب جس میں قرآن نازل ہوا، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ گہرے عقائد وتصورات کا چیخ چیخ کر دعویٰ کر رہے تھے۔ مگر ان عقائد وتصورات میں کثرت کے ساتھ ان رسوم ورواج کی ملاوٹ تھی جو انہوں نے اہل فارس سے نقل کئے تھے یا جن سے یہودیت اور مسیحیت نے سراب کی طرح دھوکہ کھایا تھا۔ دونوں نے اپنی مخرف صورت میں جن میں وثنیت خاصہ بت پرستی داخل ہو چکی تھی جو ان انحرافات سے الگ تھی جو ملت ابراہیمی میں واقع ہو چکے تھے۔ وہ ملت ابراہیمی عرب جس کی صحیح حالت میں وارث ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے اس کو بھی بدل دیا تھا۔

فرشتوں کی عبادت کھلی گمراہی ہے .... اسی طرح کی تحریف کے ساتھ قرآن مقدس اس خرابی کی طرف بھی پوری وضاحت کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے۔ عربوں نے یہ زعم قائم کر رکھا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے لئے بیٹیوں کو مکروہ اور ناپسند کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے فرشتوں کی عبادت شروع کر دی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے بتوں کی مورتیاں بنا رکھی تھیں۔ ان کے بارے میں وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آگے ہمارے لئے سفارش کرتے ہیں اور ان کی سفارش مسترد نہیں ہوتی اور وہ لوگ ان بتوں اور مورتیوں کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

قرآن مجید کی اطلاع .... ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وجعلوا له من عباده جزءًا ان الانسان لكفور مبين ـ ام اتخذ مما يخلق بنات واصفاكم بالبنين ؟ واذا بشر أحدهم بما ضرب للرحمٰن مثلاً ظل وجهه مسودًا وهو كظيم ـ أومن يُنشأ في الحلية وهو في الخصام غير مبين ؟ وجعلوا الملائكة ـ الذين هم عباد الرحمٰن ـ اناثًا اشهدوا خلقهم ؟ ستكتب شهادتهم ويسألون ـ وقالوا : لوشاء الرحمٰن ما عبدنا هم ٥ ما لهم بذلك من علم ، ان هم الا يخرصون ـ

(سورۃ الزخرف : آیت ۱۵ـ۲۰)

(اہل عرب نے) اللہ کے بندوں یعنی اللہ کی مخلوق کو اللہ کا جز اور اس کا حصہ بنا دیا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اجزاء سے پاک ہے)۔ بے شک انسان واضح طور پر بڑا ناشکرا ہے۔ کیا بھلا اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں میں سے اپنے لئے بیٹیوں کو منتخب کر لیا ہے (اپنی بیٹیاں ٹھہرا رکھی ہیں جو تم ناپسند کرتے ہو)۔ اور تم لوگوں نے بیٹوں کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ اور جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اس جنس کی جس کی وہ رحمٰن کے لئے مثل بیان کرتے ہیں (یعنی بیٹی کی اطلاع) تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصے سے گھٹ رہا ہوتا ہے۔ کیا بھلا وہ جنس جس نے زیور اور آرائش میں پرورش پائی ہو اور وہ جھگڑے اور بحث میں بھی واضح بات نہ کر سکے (کیا یہ اس کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں)۔ نیز ان لوگوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں مونث میں قرار دے رکھا ہے۔ کیا بھلا یہ لوگ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے؟ پھر کیا ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے اس شہادت کے بارے میں سوال ہوگا؟ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ جبکہ ان کو اس بارے میں حقیقت کا کوئی علم نہیں ہے۔ وہ محض اندازے لگاتے اور خیال وگمان کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

الا لله الدين الخالص ـ والذين اتخذوا من دونه أولياء ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى ـ ان الله يحكم بينهم فيما هم فيه يختلفون ، ان الله لا يهدى من هو كاذب كفار ٥ لو أراد الله أن يتخذ ولدًا لاصطفى مما يخلق ما يشاء ٥ سبحانه هو الله الواحد القهار ـ (سورۃ الزمر : آیت ۳ـ۴)

خبردار ہوشیار (ہو جاؤ) اللہ ہی کے لئے دین خالص۔ جو لوگ اس کے دوست ٹھہراتے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہے اور بڑا کفر کرنے والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ وہ کسی کو اپنی اولاد ٹھہرائے تو وہ ضرور کسی کو چن لیتا (اولاد کے لئے)۔ ان میں سے جو وہ پیدا کرتا جو کچھ چاہتا۔ وہ (اس کمزوری سے) پاک ہے۔ وہی اللہ اکیلا ہے اور وہ زبردست ہے۔

ويعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم، ويقولون: هؤلاء شفعاؤنا عند الله ٥ قل: أتنبئون الله بما لا يعلم في السماوات ولا في الارض؟ سبحانه وتعالىٰ عما يشركون ـ (سورۂ یونس: آیت ۱۸)

(یہ لوگ) عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا ان کی جو نہ ان کو نقصان دے سکتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں۔ پھر وہ یوں کہتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں۔ (اے پیغمبر) آپ فرما دیجئے، کیا تم اللہ کو وہ چیز بتانا چاہتے ہو جس چیز کو وہ نہیں جانتا نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ (حالانکہ وہ اس کمزوری اور عیب سے پاک ہے)۔ اللہ پاک ہے اور برتر ہے ان چیزوں سے جن میں وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

عہدِ جاہلیت میں اہلِ عرب کا خیال کہ جنات کی اللہ سے رشتہ داری ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں

عرب یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ کے اور جنات کے درمیان نسب اور رشتہ ہے۔ اور جنوں میں سے اللہ کی بیوی بھی ہے (یعنی پریوں میں سے)۔ اس بیوی نے اللہ کے لئے فرشتوں کو جنم دیا ہے۔ اور عربوں نے جنوں کی عبادت بھی کی ہے۔

مؤرخ کلبی نے اپنی کتاب "الاصنام" میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنو ملیح کے لوگ جو بنو خزاعہ میں سے تھے وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس قصے اور کہانی کے بارے میں بھی قرآن مجید نے آکر اطلاع دی اور اس کا بھی رد کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاستفتهم: الربك البنات ولهم البنون؟ أم خلقنا الملائكة اناثا وهم شاهدون؟ الا انهم من افكهم ليقولون: ولد الله ٥ وانهم لكاذبون ٥ أصطفى البنات على البنين؟ مالكم؟ كيف تحكمون؟ أفلا تذكرون؟ أم لكم سلطان مبين؟ فاتوا بكتابكم ان كنتم صادقين ـ وجعلوا بينه وبين الجنة نسبًا، ولقد علمت الجنة انهم لمحضرون ٥ سبحان الله عما يصفون ـ (الصافات: ۱۴۹-۱۵۹)

(اے پیغمبر) ان سے پوچھئے کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں رہ گئی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بیٹے ہیں؟ کیا بھلا ہم نے فرشتوں کو مادہ پیدا کیا تھا اور وہ لوگ اس وقت موجود تھے؟ خبردار ہوشیار یہ لوگ اپنے جھوٹ اور اختراع سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ کیا بھلا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح دی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے کیسے فیصلے ٹھہراتے ہو؟ کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی بیان کرنے والی دلیل ہے؟ لے آؤ تم اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔ ان لوگوں نے اللہ کے اور جنوں کے درمیان نسب بنا دیا ہے (حالانکہ) جن اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے، اللہ پاک ہے ان کمزوریوں سے جو بیان کرتے ہیں۔

عہدِ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جنات کی عبادت اور جنوں کی اللہ سے رشتہ داری کا عقیدہ

ويوم يحشرهم جميعا، ثم يقول للملائكة: أهؤلاء اياكم كانوا يعبدون؟ قالوا: سبحانك! أنت ولينا من دونهم ٥ بل كانوا يعبدون الجن اكثر هم بهم مؤمنون ـ (سورۂ سبا: آیت ۴۰-۴۱)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا یہ لوگ خصوصاً تمہاری ہی عبادت کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے، اللہ تو پاک ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے، تو ہی ہمارا دوست ہے ان کے سوا۔ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے زیادہ تر ان کے ساتھ ایمان رکھتے تھے۔

تبصرہ: عربوں کے درمیان بتوں کی عبادت عام ہو چکی تھی۔ یا تو بصورت فرشتوں کی مورتیوں کے یا بصورت آباؤ اجداد کی مورتیوں کے یا محض بتوں کی پوجا کے طور پر۔ اور کعبہ کی حالت یہ تھی جو اللہ واحد کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا وہ بتوں سے اٹا پڑا تھا۔ جب اس میں تین سو ساٹھ بت دھرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے اصنام کے علاوہ جو مختلف اطراف میں تھے۔ ان میں سے بعض وہ بت تھے جو باقاعدہ نام لے کر

قرآن نے ذکر کئے ہیں۔ جیسے لات ، عزّیٰ ہو،منات ، اور بڑے بتوں سے ایک ہُبل تھا جس کا نام لے کر ابوسفیان نے جنگ اُحد میں دُھائی دی تھی یہ کہہ کر کہ اُعْلُ ھُبَلْ ۔ ھبل تو بس بلند ہو جا غالب ہو جا۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ لات ، منات ، عزّیٰ فرشتوں کی تمثال تھیں۔ جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ لات، منات اور عزّیٰ فرشتوں کی تمثال تھیں وہ سورۂ نجم کی آیات تھیں۔

بت پرستی کی مذمت .... ارشاد باری تعالیٰ ہے :

أفرأيتم اللات والعُزّى ، ومناة الثالثة الأخرى ؟ ألكم الذكر وله الأنثى ؟ تلك اذن قسمة ضيزى ! ان هي الا أسماء سميتموها انتم واباؤكم ما انزل الله بها من سلطان ـ ان يتبعون الا الظن وما تهوى الأنفس ، ولقد جاءهم من ربهم الهدى ـ أم للانسان ما تمنى ؟ فلله الاخرة والأولىٰ ـ وكم من ملك في السماوات لا تغني شفاعتهم شيئاً ، الا من بعد ان ياذن الله لمن يشاء ويرضى ـ ان الذين لا يؤمنون بالاخرة ليسمون الملائكة تسمية الأنثى ٥ وما لهم به من علمٍ ، ان يتبعون الا الظن ، وان الظن لا يغني من الحق شيئاً ـ (سورۃ النجم : آیت ۱۹۔۲۸)

کیا تم نے دیکھا لات کو عزّیٰ کو تیسرے منات کو۔ بتاؤ کیا تمہارے واسطے نر ہیں اور اس کے لئے مادہ ہیں۔ یہ تقسیم اس وقت بہت ہی بُری ہے۔ درحقیقت کچھ بھی نہیں یہ محض نام ہیں جو تم نے رکھ چھوڑے ہیں یا تمہارے باپ دادوں نے۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی حجت ودلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ محض گمان کی اتباع کررہے ہیں اور خواہشات نفسانی کی۔ البتہ تحقیق ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا بھلا انسان کے لئے ہر وہ چیز ہوسکتی ہے جس کی وہ آرزو کرے؟ حالانکہ دنیا اور آخرت اللہ کے قبضے میں ہے۔ بہت سارے فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی سفارش کچھ نہیں فائدہ نہیں دے سکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لئے چاہے اور خوش ہو جائے۔ بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت کے ساتھ البتہ وہ فرشتوں کے نام مؤنثوں ، مادیوں والے رکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ نہیں اتباع کرتے وہ مگر محض ظن وگمان کی (جبکہ حقیقت کے اعتبار سے) ظن اور گمان حق سچ کے اعتبار سے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اصنام پرستی میں انحطاط اور حد سے گزرنا .... عربوں میں اصنام پرستی انحطاط اور پستی کا اس قدر ہو گئی تھی کہ انہوں نے پتھر کی شبیہوں، شکلوں، صورتوں، مورتیوں اور تراشے ہوئے بتوں کی جگہ جنس پتھر کو بھی پوجنا اور ان کی عبادت کرنا شروع کر دی تھی۔

امام بخاری نے ابورجاء عطاری سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ پتھر کی عبادت کرتے تھے۔ جب ہمیں پہلے سے اور اچھا کوئی پتھر مل جاتا تو ہم پہلے والے کو پھینک دیتے تھے اور دوسرا اُٹھا لیتے تھے۔ اور جب ہمیں کوئی اچھا پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی اکٹھی کر کے رکھتے تھے۔ اس کے بعد کسی بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ اس پر دوھتے پھر اس کے گرد طواف شروع کر دیتے تھے۔

مؤرخ کلبی اپنی کتاب الاصنام میں لکھتے ہیں کہ کوئی آدمی جب کوئی سفر کرنے لگتا تو کسی منزل سے اُتر کر چار پتھر اُٹھاتا اور ان کو دیکھتا، جوان میں سے زیادہ اچھا ہوتا اس کو اپنا رب بنالیتا اور باقی تین کو اپنی ہڈیا کے بٹے بنالیتا، جب وہاں سے کوچ کرتا تو ان کو وہیں چھوڑ دیتا۔

عہدِ جاہلیت میں عربوں کے ہاں چاند، سورج اور کواکب پرستی

عرب کواکب ستارہ پرستی یعنی ستاروں کی عبادت سے متعارف تھے۔ فارسیوں ایرنیوں کی طرح۔ صاعد کہتے ہیں قبیلہ حمیر کے لوگ سورج کے پجاری تھے اور کنانہ کے لوگ چاند کے۔ اور بنوتمیم کے لوگ دبران کے اور قبیلہ لخم اور جذام کے لوگ ستارہ مشتری کے۔ اور قبیلہ طی کے لوگ ستارہ سہیل کے اور قبیلہ قیس کے لوگ ستارہ شعری العبور کے اور بنواسد والے ستارہ عطارد کے پجاری تھے۔

ستارہ ہرش کے بارے میں قرآن مجید کی اطلاع .... سورۃ حٰم سجدہ، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر ـ واسجدوا لله الذي خلقهن ان كنتم اياه تعبدون ـ (سورۃ حٰم سجدہ : آیت ۳۷)

تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو نہ ہی چاند کو کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اگر تم عبادت کرتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وانه هو رب الشعری ۔ (النجم : ۴۹) ۔ وہی اللہ شعریٰ ستارے کا بھی رب ہے۔

ستارہ پرستی کی مذمت .... نجوم وکواکب کے مخلوق ہونے کے بارے میں اور اللہ سبحانہ کی ربوبیت کے بارے میں کثرت کے ساتھ اشارات موجود ہیں۔ جیسے دیگر مخلوقات کے بارے میں ہیں اور وہ کواکب کی الوہیت اور ان کی عبادت کی نفی کرنے کے لئے ہیں۔ عمومی طور پر ان کی زندگیوں میں شرکیہ عقائد بڑے زور کے ساتھ داخل ہوگئے تھے۔ لہٰذا مشرکانہ عقائد کی بنیاد پر ان میں فاسد شعار قائم ہوگئے تھے۔ قرآن مجید نے کثیر مقامات پر جن کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ انہیں مشرکانہ عقائد کے نتیجے میں وہ پھلوں اور کھیتوں میں سے اور جانوروں ومویشیوں میں اپنے خود ساختہ الٰہ، معبودوں، مشکل کشاؤں کے نذرانے کے طور پر حصے مخصوص کرتے تھے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا (کبھی یوں کہتے کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے ان شرکاء کا ہے)۔ اور کبھی ان چیزوں کو وہ اپنے اُوپر حرام ٹھہراتے تھے۔ کبھی ان چیزوں میں سے کچھ کو اپنی عورتوں پر حرام ٹھہرا لیتے تھے۔ مردوں کے لئے نہیں۔ (کہ اس میں سے عورتوں نہ کھائیں ان کے لئے ممنوع ہے)۔ اور بعض اوقات بعض جانوروں کی پیٹھ ممنوع ٹھہرا لیتے تھے کہ ان پر سواری نہیں کرتے تھے۔ اور بعض جانور کا ذبح ممنوع کردیتے تھے کہ یہ ایسے زندہ رہیں کہ یہ نذر اور چڑھاوے کے جانور ہیں ان کو کوئی ذبح کرکے نہ کھائے۔ اور کبھی کبھی وہ اپنے بیٹوں کو ان الٰہی معبودوں کے لئے ذبح کرنے کے لئے پیش کرتے تھے بھینٹ اور چڑھاوا چڑھانے کے لئے، جیسے عبدالمطلب کی طرف سے نذر ماننے کی روایت ہے کہ انہوں نے یہ نذر مانی کہ ان کے دس بیٹے ہوگئے باپ کے تحفظ کرنے والے تو وہ دسویں بیٹے کو نذر کے طور پر ذبح کردیں گے۔ چنانچہ دسواں بیٹا عبداللہ (محمد رسول اللہ کے والد) پیدا ہوئے۔ وہ اس کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہے تھے کہ دیگر بیٹوں اور رشتہ داروں نے مداخلت کی پھر وہ کسی کاہن عورت کے پاس یثرب میں گئے۔ اس نے اُونٹ فدیہ دینے کے لئے حکم دیا۔ لہٰذا ایک سو اُونٹ اس کا فدیہ بھر کر ان چھوٹے معبودوں بتوں سے ان کی جان بچائی تھی۔ اور اس فتویٰ کا معاملہ ان عام شعائر کے بارے میں کاہنہ عورتوں اور کاہن مردوں کے حوالے ہوتا تھا۔ جیسے وہ فتویٰ دیتے تھے وہ لوگ اسی طرح عمل کرتے تھے۔

ان مذکورہ غیر اللہ کی نیازوں اور تحریمات کے بارے میں قرآن اطلاع

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وجعلوا لله مما ذرا من الحرث والأنعام نصيبًا ۔ فقالوا : هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا ۔ فما كان لشركائهم فلا يصل الى الله ○ وما كان لله فهو يصل الى شركائهم ○ ساء ما يحكمون ! وكذلك زيّن لكثير من المشركين قتل اولادهم شركاؤهم ، ليردوهم ، وليلبسوا عليهم دينهم ○ ولو شاء الله ما فعلوه ○ فذرهم وما يفترون ○ وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من نشاء بزعمهم وانعام حرمت ظهورها ○ وانعام لا يذكرون اسم الله عليها ۔ افتراء عليه ۔ سيجزيهم بما كانوا يفترون ۔ وقالوا : مافي بطون هذه الانعام خالصةً لذكورنا ، ومحرمٌ على ازواجنا ○ وان يكن ميتةً فهم فيه شركاء ○ سيجزيهم وصفهم انه حكيم عليم ○ قد خسر الذين قتلوا اولادهم سفها بغير علم ، وحرموا ما رزقهم الله افتراء على الله ○ قد ضلوا وما كانوا مهتدين ۔

(سورۃ الانعام : آیت ۱۳۶۔۱۴۰)

مفہوم : اللہ نے جو کھیتی پیدا کی اور مویشی بنائے ان میں سے ایک حصہ اللہ کا نکالتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

(۱) یہ تو اللہ کا حصہ ہے۔ (۲) اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ (۳) تو جو حصہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کا ہوتا (وہ کہتے تھے کہ) یہ اللہ کی طرف نہ چلا جائے۔ (۴) اور جو حصہ اللہ کے لئے ہو (وہ کہتے تھے کہ) وہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں (اور جھوٹے معبودوں)

کی طرف چلا جائے تو کوئی بات نہیں۔ (۵) وہ بُرا فیصلہ کرتے تھے۔ (۶) اسی طرح بہت سارے مشرکوں کے لئے ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں نے اپنی اولادوں کو قتل کرنا اچھا بنا دیا تھا تاکہ وہ ان کو برباد کردیں اور ان پر ان کے دین میں تلبیس کردیں۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ کرتے (چھوڑ دیجئے ان کو اور ان کے اختراع کو)۔ (۷) اور وہ کہتے ہیں یہ جانور اور یہ کھیتی حرام ہے (ممنوعہ) ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر جس کو ہم چاہیں۔ (۸) اور یہ جانور ایسے ہیں جن کی پیٹھ حرام کردی گئی ہے یعنی ان پر سواری کرنا ممنوع ہے۔ (۹) اور یہ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کے نام نہیں پکارتے بوقت ذبح۔ اللہ پر اختراع باندھنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ان کے اختراع کی سزا دیں گے۔ (۱۰) اور وہ مشرک کہتے ہیں کہ جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور وہ ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ (۱۱) اور اگر وہ مردار ہو جاتا ہے تو پھر سب اس کو کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صفت کی ان کو سزا دیں گے۔ بے شک وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ (۱۲) تحقیق خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولادوں کو اپنی حماقت اور جہالت سے قتل کردیا۔ (۱۳) اور اس چیز کو حرام ٹھہرالیا جو اللہ نے ان کو رزق دیا اللہ پر اختراع باندھ کر۔ تحقیق وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ ہدایت نہیں پاسکتے۔

خالص توحید کی سوچ اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی سوچ اور مشرکین کا تعجب

ڈاکٹر عبدالمعطی کا تبصرہ........ توحید خالص کی سوچ ان کے نزدیک سخت ناگوار اور ناقابل یقین بات تھی۔ اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والی سوچ بھی ناپسندیدہ اور ناقابل یقین تھی یہ سب کچھ اس کے باوجود تھا کہ وہ اللہ سبحانہ کے وجود کا اقرار واعتراف کرتے تھے۔ اور اس بات کا بھی کہ وہ اللہ آسمانوں کا خالق ہے اور زمین کا اور ان کے مابین جو کچھ ہے۔ تاہم وہ اس وحدانیت کے مقتضاء کا اعتراف کرنے اور اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ یہ ہے کہ حکم اور فیصلہ صرف اللہ وحدہٗ کے لئے ہے۔ ان کی حیات کے اندر اور ان کے تمام امور کے اندر اور اللہ کی وحدانیت کا مقتضاء یہ تھا کہ حلال وحرام کے احکام بھی اسی ایک اللہ سے حاصل کریں۔ اور اسی وحدانیت کا یہ مقتضاء تھا کہ انکار ہر معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا سب اللہ کی طرف لوٹنا چاہئے اور وہ ہر شیء کے اندر اسی کی شریعت اور منہج کی طرف فیصلہ لے جائیں۔ صرف اکیلے اللہ کی طرف۔ یہ مذکورہ مقتضاء وحدانیت ایسا امر ہے کہ اس کے بغیر نہ تو دین ہے نہ کوئی ایمان۔

مذکورہ دونوں حقیقتوں پر قرآنی دلیل........ مذکورہ دونوں حقیقتوں یعنی مشرکین کا خالص توحید والی سوچ اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے والی سوچ کو انتہائی غلط اور عجیب یا ناقابل یقین سمجھنا اس بات کی دلیل قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جو قرآن کریم نے اس بارے میں مشرکین کے شدید معارضے ومقابلے کو بیان کرنے کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وعجبوا ان جاء هم منذر منهم ٥ وقال الكافرون: هذا ساحر كذاب ٥ اجعل الألهة الٰهًا واحدا؟ ان هذا لشيء عجاب ٥ وانطلق الملأ منهم: ان امشوا واصبروا على الهتكم ان هذا لشيءٌ يراد ٥ ما سمعنا بهذا في الملة الأخرة، ان هذا الا اختلاق ۔ (ص: ۴۔۷)

مفہوم: مشرکین نے تعجب اور حیرانی کا اظہار کیا اس بات پر کہ انہیں کی جنس میں سے ان کے پاس ڈرانے والا آگیا ہے۔ تو کافروں نے کہا یہ جادوگر ہے بہت بڑا جھوٹا ہے (نعوذ باللہ)۔ کیا بات ہے؟ دیکھئے بھلا اس نے بہت سارے مشکل کشاؤں کو ایک مشکل کشا قرار دے رکھا ہے؟ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ان میں سے بعض ناراض ہو کر چلے گئے یہ کہتے ہوئے کہ چلو چلو اپنے اپنے الٰہوں، حاجت رواؤں پر صبر کئے رکھو، یہی مقصد کی بات ہے۔ محمد (ﷺ) کی بات ایک الٰہ ومعبود ومشکل کشا حاجت روا کو کہتے ہیں اس بات کو ہم لوگوں نے تو کبھی ملت میں سنا ہی نہیں۔ یہ تو محض من گھڑت نظریہ اور سوچ ہے۔

وقال الذين كفروا : هل ندلكم على رجل ينبئكم ـ اذا مزقتم كل ممزق ـ انكم لفي خلق جديد ؟ افترى على الله كذبًا ام به جنة ؟ بل الذين لا يؤمنون بالأخرة في العذاب والضلال البعيد ـ (سورۃ سبا: آیت ۷۔۸)

مفہوم : کافروں نے کہا کہ کیا ہم آپ لوگوں کو یہ نہ بتائیں ایک آدمی تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جس وقت تم لوگ مر کرانتہائی طریقے سے ذرہ ذرہ ہوجاؤ گے تو پھر دوبارہ نئی تخلیق ہوگی؟ کیا بھلا یہ بات درست نہیں ہے کہ یا تو یہ آدمی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء باندھتا ہے یا اسے جنون ہے۔ اللہ نے ان باتوں کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ لوگ عذاب میں ہیں (اور دور دراز کی گمراہی میں) یعنی بہت بڑے گمراہ ہیں۔

(۱) یہ ہے مشہور تصویر جزیرۃ العرب کے اندر جو عقائد و تصورات کی ہم ان کے ساتھ عقائد باقیہ ساویہ منحرفہ تحریف شدہ کو بھی ملا دیتے ہیں جن کی گھٹائیں تہہ بتہہ مشرق سے مغرب تک چھائی ہوئی تھیں جس دن اسلام آیا تھا۔ اس وقت ثقیل گھٹائیں خوب مجتمع ہوکر اپنی کامل صورت اختیار کر چکی تھیں جو کہ ہر سو انسانی خمیر پر خالی بوجھ ہی نہ تھیں بلکہ اسے اوندھے منہ کے بل کرا چکی تھیں۔ وہ انسانی خمیر جس سے قاعدے اور اصول اور آداب واخلاق پھوٹتے ہیں۔

(۲) اسی لئے اسلام کی عظیم محنت متوجہ ہوئی عقیدت کے معاملے کو آزاد کرانے کی طرف اور اس کی صحیح تصویر کی تعیین وتحدید کی طرف جس پر انسانی ضمیر کو استقرار واطمینان حاصل ہوجائے کہ الوہیت کی حقیقت کے بارے میں اور اس بارے میں کہ الوہیت کی حقیقت کا مخلوق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور مخلوق کو اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ لہٰذا اسی حقیقت پر ان کے اصول وقواعد اور ان کے مراتب اور ان کے اجتماعی تعلقات وسیاسی اور اقتصادی معاملات استوار ہوسکیں اور ان کے آداب بھی اور اخلاق بھی اس حقیقت الوہیت پر ٹھہر سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ مذکورہ تمام امور استقرار پذیر نہیں ہوسکتے مگر صرف اس صورت میں کہ الوہیت کی حقیقت الٰہ ومعبود ومشکل کشا حاجت روا کی حقیقت طے ہوجائے۔ اور اس کی خاصیتیں (جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں) دوسروں میں نہیں اور اس کے اختصاصات جو محض اسی کی صفات ہیں کسی اور کی نہیں ہیں وہ بھی واضح ہوجائیں۔

(۳) اور اسلام نے خصوصی فکر فرمائی خصائص اِلٰہ اور صفات الٰہ کی طبیعت اور مزاج کو واضح کرنے کی، وہ صفات اور خصوصیات جو اللہ کی تخلیق اور اس کے ارادے اور اس کی نگہبانی کرنے اور تدبیر کرنے سے متعلق ہیں۔ پھر اللہ کے اور انسان کے درمیان تعلق کی حقیقت کو واضح کرنے کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ اس لئے کہ اسی میدان میں بڑی تہہ بتہہ تاریکیاں تھیں جس میں عقائد ڈانوں ڈول ہوتے رہتے اور فلسفے بھٹکتے رہے۔ وہ عقائد اور فلسفے جو اس امر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا اثر انسانی ضمیر پر بہت بُرا ہوتا ہے اور پوری انسانی حیات میں ہوتا ہے۔

(۴) البتہ تحقیق اسلام آگیا ہے اور یہ امور غور وفکر کرنے اور متنبہ ہونے کے لائق ہیں۔ اسلام ان تمام باتوں کے ساتھ آیا ہے جو صحیح شمار ہوسکیں تمام مذکورہ اقسام کے مصائب اور خرابیوں اور اندھیروں میں بھٹکتے فلسفوں میں، اور اسلام وہ تمام ہتھیار لے کر آیا ہے جو ردّ شمار ہوسکتی ہیں۔ تمام انحرافات اور خطاؤں پر جو خطائیں ان دیانت داروں اور فلسفیوں میں واقع ہوچکی ہیں۔ خواہ وہ ہوں ان میں سے جو اسلام سے قبل تھیں، خواہ وہ ہوں جو اسلام کے آنے کے بعد وجود میں آئیں اُسی طریقے پر (بھٹکے ہوئے فلسفوں اور نظریات تحریف زدہ کی تصحیح کی) یہ ظاہر اور حیران کن صورت اس دین کے مصدر پر ایک دلیل ہے۔ وہ مصدر مأخذ جو احاطہ کرتا ہے ہر اس بات کو جو انسانی دل میں کھٹکتی ہے اور وہ بات جو آئندہ کھٹکے گی۔ پھر وہ تصحیح کی عجیب وغریب صورت ان دونوں حالتوں کو شامل اور حاوی ہے تصحیح وتنقیح اور صفائی کے لئے۔

(۵) جو شخص مراجعت کرے لمبی اور طویل جدوجہد اور کوشش کی طرف جو اسلام نے صرف کی ہے فیصلہ کن بات کو ثابت اور پکا کرنے کے لئے اللہ سبحانہ کی ذات کے بارے میں اور اس کی صفات کے بارے میں اور مخلوق کے ساتھ اس کے تعلق کے بارے میں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ

تعلق کے بارے میں (تو وہ دیکھے) یہ وہ سعی وجہد ہے جس کو نصوص کثیرہ بیان کرتی ہیں۔ ایسی کثرت جس کو خاص کیفیت کے ساتھ مکی سورتوں میں خصوصاً اور پورے قرآن میں عمومی طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(۶) اور وہ شخص جو مراجعت کرے اس طویل جہد وسعی کی طرف مگر وہ اس تہہ بتہہ ثقیل گھٹا کی طرف توجہ اور مراجعت نہ کرے جو اس میدان حیرانی اور سرگردانی میں عام تھی، جو ایسی تھی کہ اس کے اندر پوری بشریت مخبوط الحواس ہوکر پھر رہی تھی اور وہ گھٹائیں جو اس طرح پر ہوتی ہیں کہ جب بشریت اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کرتی ہے یا اس سے رک جاتی ہے اور متعدد راستوں کی اتباع کرتی ہے تو انسانیت اس کے سبب اللہ کے سیدھے اور واحد راستے سے جدا ہو جاتی ہے۔

(۷) اور جو شخص اسلام کی محنت کو دیکھتا ہے مگر جاہلیت کی تہہ بتہہ گھٹا کو نہیں دیکھتا وہ اس ضرورت کی انتہاء کا ادراک نہیں کرسکتا جس کو قرآن نے مؤکد اور مکرر بیان کیا ہے اور اس باریکی کا بھی جس کی تلاش میں ہر ضمیر اور ہر حیات کی راہ پر چلنے والا کرتا ہے۔

(۸) بلکہ ان گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں کی طرف مراجعت کرنا، اس جہد اور کوشش کی ضرورت کو اور کھول دیتا ہے اور واضح کردیتا ہے۔ جیسے وہ کھول دیتا ہے اس دور کی عظمت کے بارے میں جو عقیدے کو لے آیا ہے تاکہ وہ اس کو پہنچا دے انسانی ضمیر کی آزادی اور زندگی کو آزادی دینے میں اور جبکہ حیات تصور اعتقادی کی بنیاد استوار ہوتی ہے خواہ وہ کیسی بھی ہو؟

دور جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام کی خوبی

(۹) جب ہم جاہلیت اولی کے گھٹاٹوپ اندھیروں کی طرف مراجعت کریں گے تو ہم اس ضمیر اور حیات کی آزادی کی قدر و قیمت کا ادراک کرسکیں گے)۔ خصوصاً سلامتی والے مضبوط راستے پر حیات کو سیدھا کھڑا کرنے کے بارے میں جس کے ساتھ حیات بشری اور انسانی کا معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ فساد اور خرابی سے اور بھٹکنے اور ٹامک ٹوئیاں مارنے اور ظلم سے اور ذلت سے نجات پاجاتی ہے۔ اور جب ہم ان گمراہی کو اندھیروں میں دیکھیں گے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی قدر و قیمت کا ادراک کرسکیں گے جو انہوں نے فرمایا تھا:

ينقض الاسلام عروةً عروةً من نشأ في الاسلام ولم يعرف الجاهلية

وہ شخص اسلام کو ایک ایک کڑی کرکے توڑ دے گا جو اسلام میں پرورش تو پائے مگر وہ اسلام کے قبل والی جاہلیت کو نہ جانے۔

تو گویا کہ جو شخص جاہلیت اولی کو جانے وہی اسلام کی قدر و قیمت کا ادراک کرسکتا ہے اور وہی جان سکتا ہے کہ اسلام کس قدر حریص ہے اللہ کی رحمت پر جو کہ اسلام کے عہد توحید کی شکل میں سامنے آتی ہے اور اللہ کی نعمت ہے جو اس کے سبب پکی ہوئی ہے۔

(۱۰) بے شک اس عقیدہ توحید کا جمال اور اس کا کمال اور اس کا برمحل ہونا اور اس بہت بڑی حقیقت کی کشادگی جس کی صورت اسلام نے اختیار کی ہے۔ اس سب کچھ کی حقیقت دل اور عقل کے لئے ایسے روشن اور واضح نہیں ہوسکتی۔ جیسے جاہلیت کی تاریکیوں کی طرف مراجعت کرنے کے بعد ہوتی ہے وہ جاہلیت جو اسلام سے قبل تھی یہ عقیدہ (توحید) رحمت بن کر ظاہر ہوگا۔ حقیقی رحمت جو دل اور عقل کے لئے بھی رحمت ہے، اور حیات وزندگی اور زندوں کے لئے بھی رحمت ہے، رحمت اس سبب سے جو اس میں جمال، فراخی، وضاحت تربیت اور برمحل ہونا ہے اور اس میں قرب، انس وحمیت اور ایسی فطرت کے ہم آہنگ ہونا ہے جو گہری ہے۔

سچ فرمایا اللہ کریم نے:

أفمن يمشي مكبًا على وجهه اهدى ؟ ام من يمشي سويًا على صراط مستقيم ؟

کیا وہ شخص جو اوندھا منہ کے بل چلے کیا وہی سیدھی روش پر ہے۔ یا جو سیدھا سیدھا چپ صراط مستقیم پر چلے وہ صحیح چل رہا ہے؟

توحید اسلام کا معجزہ ہے ۔ اللہ ☆ رسول ☆ قرآن ☆ کعبہ

۱۔ بے شک اسلام کا تصور، وہی توحید کا تصور ہے۔ وہ منفرد تصور جو توحید کامل و توحید خالص کی بنیاد پر قائم اور باقی ہے۔ بے شک توحید اس اسلامی تصور کی بہت ساری خصوصیات میں سے ایک بڑی خاصیت ہے جو اس کو عمومی طور پر دھرتی پر موجود تمام گھسے پٹے عقیدوں سے منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔

۲۔ البتہ تحقیق تمام تصورات، تمام فلسفے اور تمام مذاہب کھل چکے ہیں جو دھرتی پر موجود ہیں اور وہ جن پر مغربی سوچ کھڑی ہے اور جس نے فکر انسان کو ایسا بنادیا ہے کہ وہ اس حیات میں پاگل ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کے سطحی تصورات کی بناپر جو کبھی مادہ پرستی کے گوشے کی طرف جھکتے ہیں تو کبھی رُوحانیت کے گوشے کی طرف کبھی طاقت کے گوشے کی طرف۔ مگر انسانی طبیعت وفطرت کا ادراک نہیں کر سکتے نہ اس کے تقاضوں کا۔ جبکہ تصور اسلامی راسخ ہے اور پکا ہے اپنی جامعیت کے لحاظ سے۔ جو کہ انسانی خصائص اور تقاضوں کا پوری طرح ادراک رکھتا ہے اور مستحکم زندگی کے راستے اور شاہراہیں قائم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ باعزت طریقے سے زندگی گزارتا ہے جو آسان بھی ہے اور خوشگوار بھی ہے۔ تصور اسلامی حیات کی بھی تعمیر ہے اور رُوح کی بھی، اور فطرت کے اصولوں کی بھی۔ نہ انسان کو بلاوجہ کی مشقت وتکلیف میں مبتلا کرتا ہے نہ ہی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا شیرازہ بکھیرتا ہے۔ اسی خوبی کی وجہ سے اور انہیں اعلیٰ اقدار کی وجہ سے بہت سارے مفکرین کو اسلامی مفکر نے اپیل کی ہے اور انہوں نے اسلام کو سبق سبق کر کے پڑھا ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو بھی انہوں نے بغور پڑھا اور محفوظ کیا اور اس کے الفاظ کو بعد گہری دراسات وتعلیم کے اس دین کے قواعد کو اور اصولوں کو۔ لہٰذا اکثر ان میں سے مسلمان ہو گئے اور اس دین کے داعی ومبلغ بن گئے، یہاں تک کہ مغرب میں بھی اسلام کو سمجھنے میں اپنی مشکلات میں ان سے مدد حاصل کرنے لگے۔

اسلام کے مطالعہ کے بعد برنارڈشو کا قول .... (۱) میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذمہ اس کام کو لے لے کہ وہ محمد (ﷺ) کی طرح نئی دنیا پر حکومت کرے اور فیصلے کرے تو وہ دنیا کی مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ایسے طریقے پر کہ دنیا میں سلامتی، سعادت ونیک بختی، سکون اور اطمینان قائم ہو جائے گا جس کی دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ شدید ضرورت ہے۔

(۲) البتہ اسلام عیسائیت سے بہت زیادہ تہذیب وتمدن سکھاتا ہے اور مساوات اور بھائی چارے کا علم بردار ہے۔ یہ دلائل ہم ان لوگوں کی تقریروں سے نقل کر کے ذکر کر رہے ہیں جو انگریز کے نوکر اور تنخواہ خوار رہے ہیں اور ان سے جن کو بڑے بڑے سیاحوں نے عینی سیاحت کے نتیجے میں ملاحظہ کر کے لکھا ہے۔ خوبصورت نتائج جو دین اسلام سے پیدا ہوئے ہیں اور اس سے اس کی نشانیوں کا ظہور ہوا ہے۔ (مثال کے طور پر) جب کوئی قوم سوڈانیوں (سیاہ فاموں سے) سے اسلام کو بطور دین کے اختیار کرتی ہے تو فوراً اس میں سے یہ خرابیاں غائب ہو جاتی ہیں، بتوں کی پوجا کرنا، شیطان کی اتباع کرنا، اللہ عزیز ورحمٰن کے ساتھ شرک کرنا، (دیکھتے ہی دیکھتے) وہ قوم انسان کے گوشت کھانے کو، لوگوں کو قتل کرنے کو، بچوں کو زندہ دفن کرنے کو حرام سمجھنے لگتی ہے۔ اور کہانت وغیب کی خبریں پوچھنے اور یقین کرنے سے نفرت کرنے لگتی ہے اور وہ لوگ اصلاح (انسانیت کے) اسباب کو اختیار کرتے اور اپناتے ہیں۔ (مثلاً) صفائی اور پاکیزگی کو پسند کرنا، ناپاک چیزوں (خبائث سے) اور نجاست وگندگی سے اجتناب کرنا، شرافتِ نفس اعلیٰ قدروں کی حفاظت کرنا اور ان کو جمع کرنا وغیرہ۔

(۳) مہمان کی ضیافت کرنا ان کے نزدیک دینی لوازم میں سے ہو جاتا ہے اور شراب نوشی قابل نفرت امور سے ہو جاتی ہے، جوا کھیلنا قسمت کے (بتوں میں سے) تیر نکالنا حرام ہو جاتا ہے۔ ناچنا اور رقص کرنا قبیح اور معیوب ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ میل جول (ایسا اختلاط) جس میں کوئی تمیز اور فرق نہ ہو قابل نفرت ہو جاتا ہے۔ اور وہ عورت کی عفت وعظمت اور پاکدامنی کو فضیلتوں وعظمتوں میں سے سمجھنے لگتے ہیں۔ اور وہ اچھی خوبصورت خصلتوں کو مضبوطی سے پکڑنے لگتے ہیں۔

(۴) بہر حال باقی رہا آزادی کے اندر حد سے تجاوز کرنا (مادر پدر آزاد ہونا) اور حیوانی خواہشات کے پیچھے دوڑنا اور رسوا ہونا۔ تو شریعت اسلامی اور دین اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ دین اسلام وہ دین ہے جو لوگوں کے درمیان تعلق اور جوڑ اور روابط کو عام کرتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے۔ ناحق کسی کا خون بہانے کو حرام قرار دیتا ہے اور سیاہ دلی قساوت قلبی اور سنگدلی کو حرام قرار دیتا ہے۔ غلاموں کے معاملے میں بھی اور اس سے بڑھ کر حیوانوں اور جانوروں کے معاملے میں بھی اور انسانیت کو وصیت کرتا ہے۔ اور خیر و بھلائی اور بھائی چارے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسلام بیویاں یعنی عورتوں کے معاملے میں اعتدال سے کام لینے کے لئے کہتا ہے اور شہوتوں کے گھوڑے کی برائی بتاتا ہے۔

روس کے فلسفی مصنف کی بات .... روس کے معروف فلسفی مصنف نے جب دوسرے اہل ادیان اور اہل مذاہب کے دین اسلام پر حملے ملاحظہ کئے، اس کی غیرت نے اس کو حق گوئی کے لئے جھنجوڑا اور اس نے اسلام کی بنیاد پر کتاب تصنیف کی اور کہا کہ اسلام کا نبی (محمد ﷺ) عرب کے شہروں میں غریب ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا تھا۔ اس نے عمر کی ابتداء میں بکریاں چرانے کا عمل بھی کیا۔ گوشہ نشینی اور علیحدگی پسندی کی طرف مائل تھے۔ میدانوں اور صحراؤں میں جا جا کر اللہ خالق کائنات کے بارے میں سوچتے اور غور کرتے رہتے تھے۔ اس کے ہم عصر عربوں نے بہت سارے رب ٹھہرا رکھے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، جن کا قرب تلاش کرنے اور ان کی رضا تلاش کرنے کے لئے وہ مبالغہ کرتے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ اور انہوں نے عبادات قائم کر رکھی تھیں اور وہ ان کے لئے مختلف قربانیاں پیش کرتے تھے۔

اور اسلام کا نبی (محمد ﷺ) جیسے جیسے اس کی عمر آگے بڑھتی گئی اس کا اعتقاد ان کے خود ساختہ ربوں فساد اور خرابی کے بارے میں مزید بڑھتا چلا گیا۔ اور یہ کہ یہاں پر ایک اکیلا اور حقیقی الٰہ موجود ہے تمام لوگوں کے لئے اور تمام شعبوں کے لئے۔ تحقیق محمد ﷺ کا ایمان اس سوچ اور اسی فکر کے بارے میں زیادہ ہوتا گیا۔ لہٰذا وہ اُمت کو اور اپنے گھر والوں کو اپنی اس (توحیدی) فکر اور سوچ کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو ان تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے چُن لیا ہے اور اس سے عہد لیا ہے ان کی آنکھوں کو روشن کرنے کے لئے اور ان لوگوں کے باطل ادیان اور باطل عبادات کو گرانے اور تہس نہس کرنے کے لئے۔ لہٰذا وہ اپنے عقیدے اور دین داری کے بارے میں برملا اعلان کرتا رہا۔ اس دین کا خلاصہ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو پکارا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اور بالآخر انسان کے لوٹ کر واپس جانے کی جگہ بھی اس کے ہاں ہے۔ لہٰذا اسی ایک پر ہی رُک جانا چاہئے۔

خواہش پرستی ہلاکت ہے .... جو شخص اس اکیلے الٰہ پر ایمان لے آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بہترین اجر عطا کرے گا اور جب کوئی شخص اللہ کی شریعت اور اس کے دستور کی خلاف ورزی کرے گا اور اپنی خواہش نفسانی پر چلے گا بے شک وہ اس کو آخرت میں سخت سزا دے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے ساتھ محبت کرنے کا اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے نماز اور لوگوں سے محبت ہوتی ہے تنگی اور خوشی میں ان کے ساتھ شریک ہونے سے اور یہ کہ جو لوگ اللہ اور آخرت والے دن پر ایمان لاتے ہیں ان کے ساتھ یہی مناسب ہے کہ وہ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں ہر اس چیز سے دُور کرنے کے لئے: ہر اس چیز سے جس کی خاصیت شہوات نفسانی کو اُبھارنا ہے اور خود ہی دنیوی لذت کی چیزوں سے دُور رہے۔ اور اسلام ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ جسم کی خدمت اور نوکری نہ کریں اور نہ ہی اس کی پوجا کریں بلکہ وہ ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ رُوح کی تہذیب وطہارت کریں اور اسی کی تربیت کریں۔ اور محمد (ﷺ) نے یہ نہیں کہا کہ وہ خود نبی ہیں اور بس یعنی بس وہی اکیلے نبی ہیں بلکہ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو ان کا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اور محمد (ﷺ) کی دعوت کے ابتدائی برسوں میں قدیم مذاہب کے لوگوں سے احتمال تھا زیادہ تر غلبے اور جبر کا دباؤ ڈالنے اور مجبور کرنے کا جبکہ حضور (ﷺ) سے قبل ہر نبی کی حالت یہ تھی کہ اس نے اپنی اُمت کو حق کی طرف دعوت دی تھی۔ لیکن یہ مجبوریاں، یہ رکاوٹیں آپ (ﷺ) کے عزم کو نہ موڑ سکیں، نہ کمزور کر سکیں۔ بلکہ آپ اپنی اُمت کو دعوت دینے میں پکے اور مضبوط تھے۔

غیر مذہب والوں کے ساتھ رواداری کا حکم .... تحقیق عربوں میں بہت سے لوگ اپنی عاجزی تواضع، زہد و دنیا سے بے رغبتی، عمل کے شوق اور قناعت پسندی کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہو گئے اور انہوں نے اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالی تھی اپنے دینی بھائیوں کی مساعدت و مدد اور ان کے دست و باز و بننے میں مصیبتوں کی ان پر آمد کے وقت میں۔ اس لئے مؤمنوں کی جماعت پر ابھی تک کوئی طویل زمانہ نہیں گزرا تھا کہ لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور ان کا بہت بڑا احترام کرنے لگے، ان کی قدر اور تعظیم کرنے لگے اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور دین اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مسیحوں اور یہودیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہے۔ خصوصاً اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ بھی۔

تحقیق اسلام نے ان سب لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم دیا ہے۔ اسلام کا یہود و نصاریٰ کے ساتھ حسن معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو دوسرے ادیان و مذاہب کے لوگوں میں سے شادیاں کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اور اعلیٰ بصیرت کے حامل لوگوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے وہ چیز جو اس دین اسلام کے اندر چشم پوشی، نرمی اور گنجائش ہے۔

اس کے بعد اس فلسفی نے یہ کہتے ہوئے اپنی بات کو ختم کر دیا ہے کہ بلاشبہ وہ نبی عظیم مصلح مردوں میں سے تھے۔ جنہوں نے سوسائٹی کی خدمت کی، یعنی اجتماعی مفادات کی خدمت کی۔ بڑی عظیم خدمت، اور اسلام کے نبی کے لئے بجا طور پر بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے اپنی اُمت کو (اپنی جماعت کو) نور اور حق کی روشنی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور اپنی اُمت کو اس طرح بنا دیا ہے کہ وہ سلامتی کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلے۔ اور اُمت ناحق خون بہانے سے باز آ جائے۔ اور قربانیاں پیش کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اور نبی اسلام محمد (ﷺ) کے لئے بجا طور پر یہ بھی بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے اپنی اُمت کے لئے آگے بڑھنے اور ترقی کی راہ کھول دی ہے جبکہ یہ بڑا عظیم کام ہے اور کوئی شخص اس عظیم کام کو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا، اگرچہ اس کے پاس طاقت بھی تھی، حکمت اور علم بھی تھا (صرف محمد ﷺ اس میں کامیاب ہوئے تھے)۔ ان خوبیوں اور عظمتوں والا انسان اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کا احترام و اکرام کیا جائے۔

ڈاکٹر موریس بوکائی کا پیش کردہ عظمت اسلام کا جائزہ .... ڈاکٹر موریس عظمتِ قرآن پیش کرتے ہیں اور اپنے ایک سوال کے ذریعے استدلال کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیٌّ مُرْسَلٌ ہیں کہ آپ لوگوں کو چھٹی صدی مسیحی کے اندر اس وقت کہ جب چاروں طرف ہلاکت پھیل چکی تھی اور بربادی عام ہو چکی تھی۔ ان حالات میں آپ اس قدر وسیع اور کثیر علمی معارف کے کیسے مالک بن گئے؟ جن کی وسعت اور کثرت کو دیکھ کر خوف آتا ہے اور انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اس قدر علمی مہارت جو موجودہ دور کی علمی ثقافت کی چودہ صدیوں سے زیادہ سبقت کر گئے۔ آپ توجہ سے ان کی بات سُنئے، وہ کہتے ہیں :

ڈاکٹر موریس کہتے ہیں :

(۱) ابتداء میں میری حیرانی و پریشانی کو ان علمی پہلوؤں نے اور اُبھارا جو قرآن کے ساتھ مختص ہیں یعنی جن کو قرآن خصوصی طور پر بیان کرتا ہے، میں ہرگز یقین نہیں کر سکتا تھا اس امکان کے بارے میں کہ بڑی تعداد میں نئی دریافت اور معلومات کے کھل جانے کا امکان بھی ہو سکتا ہے اس حد تک، خاص دعوؤں سے ایسے موضوعات کے ساتھ جو شدید متنوع ہیں اور پھر وہ ہر طرح جدید علمی معارف کے ساتھ مطابقت بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ (علمی معارف) تیرہ صدیوں سے کتب کی تصریح اور وضاحت میں موجود ہیں۔

قرآنی نصوص کو سبقاً سبقاً پڑھنا .... ابتداءً اسلام کے ساتھ میرا کوئی ایمان نہیں تھا۔ میں نے (قرآنی نصوص) اور وضاحتوں کو سبق سبق کر کے پڑھنے کا طریقہ اختیار کیا آزاد رُوح فکر کے ساتھ (ایسی رُوح) جس کے ساتھ پہلے سے کوئی حکم نہ لگایا گیا اور کوئی فیصلہ نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ مکمل موضوع کی تکمیل ہو۔ جب باقاعدہ پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہاں تو ایک خاص تاثیر ہے جو انتہائی پریکٹس کے ساتھ پکی کی گئی ہے۔ وہ یقینی طور پر ان تعلیمات کی تاثیر تھی جس کو میں نے اپنی جوانی کے دور میں حاصل کیا تھا۔ اس میں زیادہ تر بحث

مسلمانوں کے بارے میں یعنی اس نام سے نہیں ہوتی تھی بلکہ محمدیوں کے بارے میں بات ہوتی تھی۔ اس لئے کہ یہ بات اس بات کی طرف پکا اشارہ کرتی تھی کہ اس سے مراد وہ دین ہے جس کی بنیاد ایک آدمی نے رکھی تھی جس کا نام محمد (ﷺ) تھا۔ جبکہ حلقی طور پر وہ ایسا قیمتی دین ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی (یعنی انتہائی قیمتی ہے)

پورے کا پورا امکان تھا کہ بہت سارے لوگوں کی طرح میں بھی ان غلط افکار کو اپنا لیتا جو اسلام کے مخالف ہیں۔ حالانکہ وہ اس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور عام ہیں کہ میں ہمیشہ خوف زدہ ہو جاتا ہوں جب میں محققین سے باہر نکلنے والے سے ملتا ہوں، جو ان نقاط میں روشنی حاصل کرنے والے ہیں اور اسی روشنی میں بات کرنے والے ہیں۔ اس وقت میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں جاہل تھا اس سے قبل کہ مجھے اسلام کی صحیح تصویر بتائی گئی جو اس تصویر سے یکسر مختلف ہے جو ہم نے یورپ میں حاصل کی تھی۔

یورپ میں اسلام کا غلط تصور .... (۲ جب میں اس فرق کا اندازہ لگانے پر قادر ہوا جو اسلام کی حقیقت کو واضح کرے، اس شکل سے جو ہم لوگوں نے اس کے بارے میں مغرب (یورپ) میں غلط گھڑ رکھی تھی تو مجھے عربی لغت کے سیکھنے کی ضرورت کی شدت کا احساس ہوا۔ کیونکہ میں اس لغت کو نہیں جانتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں اس کو سیکھوں تاکہ میں اس دین کو براہ راست پڑھوں اور سمجھوں جس سے لوگوں کی اکثریت جاہل ہے۔ اس سلسلے میں میرا پہلا ہدف قرآن مجید کی قرأت یعنی الفاظ اور متن کی تعلیم حاصل کرنا تھا اور ایک ایک لفظ کر کے اس کا معنی و مطلب سمجھنا تھا۔ میں نے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے مختلف تراجم اور حواشی و تشریح سے مدد حاصل کی جو حواشی اور تفسیریں تنقیدی پڑھائی اور جانچ پرکھ کرنے والی تعلیم میں لازم ہیں۔ میں نے قرآن مجید کی تعلیم کو بیداری اور ہوشیاری اور خوب آگاہی کے ساتھ خاص شکل کے ساتھ اصل صورت میں اخذ کیا بڑی مستعدی سے فزیکل اقتضاءات کے مطابق۔ تحقیق مجھے خاص تفصیلات کی دقت اور باریکی نے ان اقتضاءات سے غافل کر دیا تھا۔ اور یہ وہ تفصیلات تھیں جن کا ادراک کرنا ممکن نہیں تھا مگر اصلی نص اور وضاحت میں (اصلی متن میں) وہ معانی اور وہ مفہوم اور وہ مطالب آج کے دور میں جن کے سمجھنے پر قادر ہوں انہوں نے مجھے ان اقتضاءات سے غافل کر دیا اور بھلوا دیا اور وہ جن کا سمجھنا کسی انسان کے لئے ممکن نہیں تھا محمد ﷺ کے دور کے اندر کہ اس سے کوئی ادنیٰ سوچ بھی بنائی جا سکے۔ ان امور نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

قرآن کریم کے گوناں گوں موضوعات .... (۳) بے شک پہلی وہ چیز جو اس شخص کی رُوح کے اندر حیرانی و پریشانی پیدا کرتی ہے جو پہلی مرتبہ اس متن اور اس وضاحت کی مثل کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ ہے ان موضوعات کی کثرت اور گوناں گوں ہونا۔ ایسے موضوعات جو ایک دوسرے میں داخل ہیں اور گہرے ہیں۔ مسئلہ خلق ہے اور فلک ہے اور زمین سے متعلق بعض موضوعات خاصہ کا پیش کرنا۔ عالم حیوانات، عالم نباتات، باہم انسان کی افزائش نسل ہے۔ علاوہ ازیں ہم توراۃ کے اندر موٹی موٹی اور صریح غلطیوں پر آگاہ ہوتے ہیں مگر قرآن میں ہمیں اس طرح کی کوئی غلطی نہیں ملتی۔

مجھے اس کیفیت نے یہاں تک پہنچا دیا کہ میں لوگوں سے کہوں کہ اگر قرآن مجید کو لکھنے والا کوئی انسان ہوتا تو وہ عصر مسیحی کی ساتویں صدی میں کیسے اس چیز کی استطاعت رکھتا کہ وہ اس طرح کی کتاب لکھے کہ وہ اس چیز کی وضاحت کرے جو آج کے جدید علمی معارف سے ہم آہنگ ہو سکے؟ اور مطابق ہو سکے؟ تو یہاں پر شک کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی۔ لہٰذا قرآن مجید کی نص اور متن والی وضاحت جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہٖ فعلاً اور عملاً وہی نص اور وہی تصریح ہے۔ جو بالکل پہلی اور اصلی اور حقیقی ہے۔

کیا علت ہے کیا وجہ ہے؟ جب وہاں کوئی خاص سبب نہیں تھا جو اس عقیدہ کے لئے داعی اور مقتضی ہوتا کہ جزیرۃ العرب جیسے علاقے میں رہنے والوں میں سے کوئی ایک شخص اس زمانے میں جس میں فرانسیسی درجو بیر کے لئے جھکتے تھے۔ اس بات کی استطاعت رکھتا کہ وہ کسی ایک ایسی علمی ثقافت کا مالک بنتا اور اس کا بیڑا اُٹھاتا جو ثقافت ہماری دس صدیوں کی علمی ثقافت سے سبقت لے جاتی ہے بعض خاص موضوعات میں۔

(۴) یہ بات فعلی اور عملی طور پر ثابت ہے کہ تنزیل قرآن کے زمانے میں جو کہ تقریباً بیس سال تک طویل ہو گیا تھا۔ سنہ ہجرت کے قبل بھی اور بعد بھی ۶۲۲ء میں اس وقت علمی معارف رُکُود اور جُمُود کے مرحلے میں تھے۔ متعدد صدیوں سے جیسے عصر (حضارۃ اسلامیہ) اسلامی تہذیب تمدن کی سرگرمی علمی ترقی کا دور لاحق تھا بعد تھا تنزیل قرآن کے اختتام کے۔ بے شک جھل اکیلی ان دینی اور دنیوی عطایا وہ جو مہربانی کرتے ہیں ساتھ پیش کرنے مطالبہ غریب کے جس کو ان میں سے بعض نے سُنا تھا کہ وہ کبھی کبھی اس کو ڈھالیتے ہیں۔ اور جو کہتا ہے کہ جس وقت تھے قرآن میں ایسے دعوے جو علمی صفت والے ہیں ایسی علمیت جو خوف اور حیرت کو اُبھارتی ہے۔ تو اس کا سبب علماء عرب کا آگے آنا ہے اپنے زمانے میں۔ اور یہ کہ محمد ﷺ نے حلقی کے طور پر ان کو تیار کیا تھا ان کی تعلیم و تدریس پر۔ بے شک جو بھی شخص تھوڑی سی بھی تاریخ اسلام سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ عالم عرب میں قرون وسطیٰ میں علمی ثقافتی ترقی کا دور محمد ﷺ کے بعد ہے۔ انہوں نے ہرگز اپنی ذات کے لئے ان خیالی وہمی دعووں کی مثل کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اس نوع کے افکار کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور خصوصی طور پر بڑے بڑے علمی امور جو وحی کر دیئے گئے ہیں یا جو واضح شکل و صورت میں ڈھال دیئے گئے ہیں قرآن میں جنکی تائید صرف اسی عصر حاضر سے ہوتی ہے۔

(۵) یہاں سے ہم ادراک کرتے ہیں کہ قرآن کے مفسرین (ان امور کے ساتھ جو اسلام کی اس عظیم تہذیب و تمدن کے دور میں ہیں) تحقیق انہوں نے حتمی اور قطعی طور پر غلطی کی ہے۔ صدیوں سے بعض آیات کی تفسیر میں وہ آیات جن کے دقیق معانی سمجھنا ان کی استطاعت میں نہیں تھا۔ بے شک ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر صحیح شکل و صورت میں ممکن نہیں تھا۔ مگر اس دور کے بہت بعد میں یعنی اس دور میں ممکن تھا جو ہمارے قریب ہے۔ یہ معاملہ اس چیز کو متضمن ہے کہ وہ معارف لغوی جو سمندر کی مانند ہیں ان آیات قرآنی کی فہم کے لئے اکیلے کافی نہیں ہیں۔ بلکہ واجب و لازم ہے کہ ان کے ساتھ اضافہ کیا جائے قادر ہونا ان معارف علمیہ پر جو شدید تنوع والے ہیں۔ بے شک اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا ایک انسائیکلو پیڈیا کا پڑھنا پڑھانا ہے جو متعدد تخصص کرنے والوں کے کندھوں پر آن پڑے، جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے رہیں گے مسائل مشارہ کے پیش کرنے میں ہم آئندہ بھی معارف علمی کے تنوع کا ادراک کرتے رہیں گے۔ وہ معارف علمیہ جو لازم ہیں بعض آیات قرآنیہ کے معنیٰ کے فہم کے لئے۔ اس کے باوجود قرآن مجید کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا ہدف ان بعض قوانین کو پیش کرنا ہو جو کائنات میں نافذ ہوتے ہیں بلکہ اس کا ہدف دینی ہے جو ہری ہے۔

اس تحقیق کو لیجئے اور سمجھئے۔ بے شک اسی عجیب راز کا ادراک کرنا اور بلند دلائل کا ادراک کرنا صرف اسی شخص کا شایانِ شان ہو سکتا ہے جو اس دین کی تعلیم میں گہرائی میں جائے۔ وہ شخص جو اس کی حقیقت و فطرت سے جاہل ہو اس کے لئے محال ہے کہ وہ اس کی کُنہُہٗ اور اس کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو ہم نے مقدمہ کے اول میں ذکر کیا ہے اور جو ہم نے امام غزالی کا طریقہ بیان کیا ہے دلائل نبوت کے اثبات میں۔

اثبات دلائل نبوت میں امام بیہقیؒ کا انداز

دلائل نبوت کے اثبات کے لئے بیہقیؒ کا طریقہ کیا ہے؟

مصنف (امام بیہقی رحمۃ علیہ) نے اس کتاب کے آغاز میں پہلے انبیاء سابقین کے معجزات پیش کیے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بہر حال نبی مصطفیٰ اور رسول مجتبیٰ جو تمام مخلوقات جن وانس کی طرف مبعوث بالحق ہیں ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، خاتم النبیین، رسول رب العالمین ان پر صلوات ہوں اور ان کی آل پاک طیب طاہر پر بھی۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ تمام رسولوں سے ان کے آیات بینات اور معجزات تمام رسولوں سے زیادہ ہیں۔ بعض اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی نبوت کی بڑی بڑی نشانیاں اور بڑے بڑے معجزات ایک ہزار تک پہنچتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :

''بہر حال آپ کی نبوت کا سب سے بڑا نشان اور سب سے بڑا معجزہ جو درحقیقت آپ کی نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور آپ کے ساتھ چولی دامن کی طرح ہے جو آپ کی حیات نبوی میں مسلسل بڑھتا رہا اور اس معجزے اور نبوت کے نشان میں اضافہ ہوتا رہا اور آپ کی وفات

کے بعد بھی نبوت کی دائمی دلیل، ابدی دلیل لایزال طریقے پر ہمیشہ آپ کی اُمت کے پاس ہے اور رہے گا وہ قرآن عظیم ہے۔ جو ایسا بیان کرنے والا ہے جو سب کو خاموش کرادیتا ہے اور جو اللہ کی مضبوط اور نہ ٹوٹنے والی رسی ہے''۔

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے اعجاز کی وجوہ بیان کی ہیں۔ قرآن کی وجوہ اعجاز بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

''بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں جو مخفی نہیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں''۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ علیہ نے حضور ﷺ کے معجزات کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ وہ اس میں معجزات کے استناد کے لئے پہلے معجزہ قرآن اور دوسری مرتبہ معجزات رسول جو درحقیقت آپ کی نبوت کے دلائل ہیں، ان کو لائے ہیں، اسی اثنا میں وہ فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جن سے اہلِ کتاب نے آپ کی نبوت کی صحت پر دلیل پکڑی ہے .... بعض دلائلِ نبوت محمدیہ ﷺ وہ ہیں جن کے ساتھ اہل کتاب نے استدلال کیا ہے آپ کی نبوت کی صحت پر۔ وہ تو وہ دلائل ہیں جو اہل کتاب کو تورات وانجیل میں اور دیگر تمام آسمانی کتابوں میں ملے ہیں یعنی حضور ﷺ کا ذکر خیر۔ آپ کی صفت، آپ کا ارض عرب میں ظاہر ہونا وغیرہ۔ اگرچہ ان میں سے اکثر نے ان دلائل کو تحریف کر کے اپنے محل سے ہٹا دیا ہے اور بدل دیا ہے۔

وہ دلائلِ نبوتِ محمدیہ ﷺ جو آپ کی ولادت کے ایام میں اور آپ کی بعثت کے وقت ظاہر ہوئے .... آپ کی نبوت کے بعض دلائل وہ ہیں جو آپ کی ولادت کے ایام میں اور آپ کی بعثت کے ایام میں ظہور پذیر ہوئے۔ وہ امور غریبہ اور واقعات عجیبہ جنہوں نے آئمہ کفر کی حکومتوں اور بادشاہتوں میں ہلچل مچادی تھی اور جنہوں نے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ جمہور لسان العرب کو تائید دی اور عربوں کے ذکر کو بلند کر دیا۔ جیسے

۱۔ اصحاب فیل کا واقعہ، اور اس میں اللہ نے اس لشکر کے ساتھ جو عذاب اور جو عبرت ناک سزا اس گروہ پر جاری فرمائی تھی۔
۲۔ اہلِ فارس کی ایک ہزار سال سے جلنے والی آگ کا اچانک بجھ کر دم بخود ہو جانا۔
۳۔ ایوان کسریٰ کے کنگوروں کا گر جانا۔
۴۔ بحیرہ ساوہ کا پانی ایک دم خشک ہو جانا۔
۵۔ موبذان کا خواب وغیرہ۔

ہاتف غیبی سے سُنی گئی آوازوں میں دلائل نبوت .... (۱) جو آپ ﷺ کی تعریفوں اور آپ کی صفات کے ساتھ چیخ مار کر بتا رہے تھے۔

(۲) اور وہ اشارات جو آپ ﷺ کے بیان شان کو متضمن ہیں۔
(۳) اور وہ امور جو کاہنوں اور جنوں سے آپ کی تصدیق کے بارے میں پائے گئے۔
(۴) اور وہ باتیں جو مذکورہ لوگوں نے اپنے اپنے ماننے والوں کو انسانوں میں سے حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لانے کے اشارے دیئے تھے۔

اصنام وبتوں کے اوندھے ہونے میں دلائل نبوت .... (۱) وہ بت جو مشرکین نے اپنے معبود ٹھہرا لئے تھے، حضور ﷺ کی تشریف آوری پر ان کا منہ کے بل گر جانا (اُلٹے ہو جانا) اس کے باوجود ان کو اپنی جگہ سے کسی نے نہیں ہلایا تھا۔

(۲) اور تمام امور جو اخبار مشہورہ میں ضروری ہیں۔ مثلاً وہ امور اور وہ عجائبات جن کا ظہور آپ کے ایام ولادت میں ہوا۔ اور جن کا ظہور آپ کے ایام پرورش میں ہوا۔ اور جن کا ظہور زمانہ پرورش کے بعد سے آپ کے بعثت اور نبی بننے تک ہوا۔ اور وہ امور جو آپ کی بعثت کے بعد ظاہر ہوئے۔

ان مذکورہ آیات ومعجزات کے علاوہ بھی بعض دوسری نوعیت کے معجزات تھے۔ مثلاً

بعثت کے بعد آپ ﷺ کے بعض مخصوص ومشہور معجزات .... (۱) چاند کا پھٹ جانا۔

(۲) کھجور کے سوکھے تنے کا رونا۔

(۳) حضور ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی کا نکلنا حتیٰ کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے اس سے وضو کیا۔

(۴) طعام کا تسبیح کرنا۔

(۵) درخت کا حضور ﷺ کی بات مان کر چلے آنا جب انہوں نے اس کو بلایا تھا۔

(۶) زہر آلود بکری کی نلی کا حضور ﷺ سے کلام کرنا

(۷) بھیڑیئے اور گوہ کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۸) شیر خوار اور میت کا آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۹) حضور ﷺ کی دعا کے ساتھ طعام اور پانی زیادہ ہوجانا، یہاں تک کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے فائدہ اُٹھایا۔

(۱۰) حضور ﷺ کا اس بکری کے تھنوں سے دودھ برآمد کرنا جس پر اس کا نر یعنی بکرا کبھی نہیں چڑھا تھا اور اس سے جفتی نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود اس کا دودھ اُترا تھا۔

(۱۱) حضور ﷺ کا بعض پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا، جن میں سے بعض کی تصدیق تو آپ ﷺ کے اپنے زمانہ حیات میں ہوگئی تھی اور بعض کے آپ ﷺ کے بعد ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ امور وواقعات کتب میں مدون مذکور ہیں۔

امام بیہقیؒ کی شرط اپنی کتاب کے بارے میں اور آپ کی اس تصنیف کی خصوصیات .... امام بیہقیؒ آغاز کتاب میں تخریج احادیث واخبار کی بابت شرط کے بارے میں شرح وتفصیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

''میری مصنفات کے اندر خواہ وہ اصول میں ہوں یا فروع میں، میری کتابوں میں میری عادت یہ رہی ہے کہ غیر صحیح کو چھوڑ کر صرف صحیح پر اکتفا کیا ہے اور صحیح کو غیر صحیح سے ممیز اور علیحدہ کیا ہے۔ تاکہ اہل سنت میں سے جو شخص بھی اس میں دیکھے وہ بصیرت کے ساتھ اس پر اعتماد کرے اور اہل بدعت میں سے وہ شخص جس کا دل قبول اخبار سے کج ہو چکا ہو اس کے لئے ان آثار سے آنکھیں بند کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہو جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے''۔

امام بیہقیؒ اخبار احاد سے بھی حجت پکڑنا .... اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مصنف (امام بیہقیؒ) نے دلائل کے آغاز میں قبول اخبار کی طرف اور خبر واحد کو حجت ثابت کرنے میں تعرض کیا ہے (یعنی اس کے درپے ہوئے ہیں، اور انہوں نے اس بات کی کوشش کی ہے)۔ انہوں نے باقاعدہ ان لوگوں کے بارے میں فصل قائم کی ہے جن کی خبر قبول کی جاتی ہے۔ اور وہ کلام کرتے ہیں انواع اخبار کے بارے میں اور مرسل روایات کے بارے میں اور اختلاف حدیث کے بارے میں اور احادیث میں سے ناسخ اور منسوخ کے بارے میں۔ ان سب بحثوں سے فارغ ہوکر وہ یہ قول کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں وہ چیز بھی لائے ہیں جو ہر حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

باقی رہیں وہ احادیث جن کو انہوں نے مبہم چھوڑ دیا ہے (اس کی طرف اشارہ نہیں کیا) وہ بھی مقبول ہیں ان کی مثل جن کی انہوں نے تخریج کی ہے۔

امام بیہقیؒ کا ضعیف کے مقابلے میں صحیح پر اعتماد کرنا .... بہرحال جن کو وہ اسناد ضعیف کے ساتھ لائے ہیں انہوں نے ان کے ضعف کی طرف اشارہ کردیا ہے اور اعتماد انہوں نے ان کے ماسوا دیگر صحیح روایات پر کیا ہے۔ اس بات کی مثال وہ ہے جسے انہوں نے قصہ معراج بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ قصہ معراج میں ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ضعیف روایات کے ساتھ مروی ہیں لیکن ان روایات میں جو ثابت ہیں یعنی صحیح اسانید کے ساتھ استغنا ہے یعنی صحیح اسناد کے ساتھ ثابت شدہ احادیث کے بعد ضعیف کی ضرورت واحتیاج باقی نہیں ہے۔

امام بیہقیؒ کے اعتماد کی بنیاد بخاری ومسلم ہیں جب کہ روایات سب کی لی ہیں.......... امام بیہقیؒ اپنے اعتماد کی بنیاد بخاری ومسلم پر رکھتے ہیں اور ان دونوں سے کثرت کے ساتھ احادیث نقل کرتے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ سنن ابو داؤد سے نقل کرتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ نہیں کرتے۔ بعض احادیث میں نے دیکھی ہیں جو انہوں نے سنن ترمذی سے نقل کی ہیں۔ میں نے حواشی کے اندر ان کی تخریج لکھ دی ہے۔ اسی طرح وہ مسند امام احمد سے، اور موطا امام مالک سے، اور سنن ابن ماجہ سے، اور سنن نسائی کبریٰ سے، اور سنن دارمی سے بھی۔ اور مستدرک حاکم سے، اور ان کے شیخ ابن حبان سے بھی احادیث لیتے ہیں۔ جیسے وہ مغازی موسیٰ بن عقبہ سے لیتے ہیں۔ ہماری طرف ان میں سے نہیں پہنچی مگر ہم کتابوں میں کہتے ہیں۔ جیسے وہ مغازی واقدی سے لیتے ہیں۔ ہاں سیرت ابن ہشام سے کثرت کے ساتھ لیتے ہیں۔

بعض اخبار بیہقیؒ کے ہاں ایسے پائے گئے ہیں جو صرف انہیں کی کتاب میں آئے ہیں بس۔ اور ان کی اسناد بھی انہیں پر رجوع کرتی ہیں، جیسے شعروں کے بیت طلع البدر علینا۔ اور بعض دوسرے اخبار جو حدیث ام معبد میں وارد ہوئی ہیں اور قوم تُبَّع۔ اور زمزم کی کھدائی وغیرہ کے بارے میں۔ اور بعد کے مصنفین نے انہیں سے ان کو نقل کیا ہے۔ کبھی ان کی کتاب میں بعض اخبار مکرر لائی گئی ہے۔ یا کبھی ان کو ایک مقام پر مختصر چلاتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر اسی کو طویل لاتے ہیں۔ مثلاً جیسے انہوں نے اصحاب فیل کے قصے کو مکرر لایا ہے اور سوکھے کھجور کے تنے والی روایت کو مکرر لائے ہیں۔ ایک مرتبہ اس کو خبر کے بارے میں لائے ہیں ہجرت کے بعد، پھر دوبارہ اس کو دلائل میں لائے ہیں۔ اور اسی طرح حدیث اُم معبد کو لے لیجئے اس کو ایک مرتبہ وہ صفت رسول کے ضمن میں لائے ہیں اور دوسری مرتبہ آپ کی ہجرت کے عنوان کے تحت لائے ہیں وغیرہ۔ یہ تحقیق وتدقیق اور چھان پھٹک تو اخبار کے بارے میں تھی، اب آیئے ان کی شرط کا جائزہ لیتے ہیں۔

احادیث کو لانے میں امام بیہقیؒ کی شرط اور علماء کا اس پر اتفاق.......... امام بیہقیؒ کی شرط یہ ہے کہ وہ احادیث میں سے نہیں لائیں گے مگر صحیح کو اس لئے کہ اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے مگر اسی صحیح پر۔ اسی وجہ سے ان کی کتاب علماء کے انداز ے میں وقیع قرار پائی اور ان کی بات اور کلمہ اس بات پر متفق ہو گیا کہ درحقیقت یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے۔ صحت کی حیثیت سے دقت وباریک بینی کے لحاظ سے۔ تہذیب اور چھان پھٹک کے اعتبار سے، اور حسن ترتیب کے اعتبار سے۔ لہٰذا ان کی کتاب ایک مستقل مأخذ ومصدر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے اور علماء (اسی اعتماد واستناد کی وجہ سے) اس کتاب سے کثرت سے احادیث نقل کرتے ہیں اور حوالہ دیتے ہیں اور ان کی طرف انتساب کرتے ہیں۔ مثلاً حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ میں جس کو انہوں نے اس کتاب سے نقل کر کے بھر دیا ہے اور جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ میں اور الدر المنثور میں۔

نبوت کے دلائل میں تصنیف شدہ کتب اور مصنف کا مخصوص طریق.......... نبوت کے دلائل کے سلسلے میں مصنفین کی کثیر تعداد نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام بیہقیؒ کے زمانے سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی غالبًا پہلا شخص جس نے نبوت کے دلائل ایک باب میں جمع کئے وہ امام بخاری تھے، جنہوں نے

۱۔ کتاب المناقب، میں ایک علیحدہ بڑا باب مرتب کیا اور اس کا نام رکھا "علامات النبوۃ فی الاسلام"۔ انہوں نے اس باب میں نبوت کے دلائل اور اس کی علامات کے بارے میں ساٹھ احادیث جمع کی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک اور باب قائم کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "بقیۃ احادیث علامات نبوت فی الاسلام"۔ اس طرح امام بخاری پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ احادیث ایک ہی جگہ پر جمع کی تھیں اور امام مسلم نے "معجزات الرسول" میں اسی طرح کام کیا ہے۔

۲۔ دلائل النبوۃ : ابوداؤد السجستانی۔ متوفی ۲۷۵ھ۔ بمطابق اس کے جو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اعلام النبوۃ لابن قتیبہ دینوری۔ متوفی ۲۷۶ھ

۴۔ دلائل النبوۃ : ابوبکر ابن ابي الدنیا۔ متوفی ۲۸۱ھ
۵۔ دلائل النبوۃ : امام ابواسحٰق ابراہیم بن اسحٰق حربی۔ متوفی ۲۸۵ھ
۶۔ دلائل النبوۃ : امام ابواسحٰق ابراہیم بن حماد بغدادی مالکی۔ متوفی ۳۲۰ھ
۷۔ دلائل النبوۃ : ابواحمد عسال۔ متوفی ۳۴۹ھ
۸۔ الاحکام لسیاق ایات النبی علیه السلام : ابوالحسن قطان۔ متوفی ۳۵۹ھ
۹۔ دلائل النبوۃ : ابوالشیخ ابن حیان۔ متوفی ۳۶۹ھ
۱۰۔ دلائل النبوۃ : ابوعبداللہ ابن مندہ۔ متوفی ۳۹۵ھ
۱۱۔ دلائل النبوۃ : ابوسعید خرکوشی۔ متوفی ۴۰۷ھ۔ عنقریب شیوخ بیہقیؒ میں اس کا عنوان آئے گا۔
۱۲۔ تثبیت دلائل النبوۃ : قاضی عبدالجبار ہمدانی شافعی قاضی رائے۔ متوفی ۴۱۵ھ
۱۳۔ اثبات نبوۃ النبی : احمد بن حسین زیدی۔ متوفی ۴۲۱ھ
۱۴۔ دلائل النبوۃ : ابونعیم اصفہانی۔ متوفی ۴۳۰ھ
۱۵۔ دلائل النبوۃ : ابوالعباس جعفر بن محمد المعروف مستغفری نسفی حنفی۔ متوفی ۴۳۲ھ۔ انہوں نے اس کتاب کے اندر قبل از بعثت دلائل کے سات باب بنائے ہیں۔ اور معجزات کے دس باب۔ اس بنیاد پر جیسے کشف الظنون میں ہے۔
۱۶۔ دلائل النبوۃ : ابوذر ہروی۔ متوفی ۴۳۴ھ
۱۷۔ اعلام النبوۃ : ابوالحسن ماوردی۔ متوفی ۴۵۰ھ
۱۸۔ دلائل النبوۃ : ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی طلحی الملقب قوام السنۃ متوفی ۵۳۵ھ
۱۹۔ دلائل النبوۃ : ابوبکر بن حسن نقاش موصلی۔ متوفی ۳۵۱ھ
۲۰۔ حافظ ابن کثیر۔ انہوں نے یہ سارے دلائل البدایہ والنہایہ میں درج کر دیئے ہیں۔
۲۱۔ الخصائص الکبریٰ للسیوطی : اس نے بھی یہ سارے دلائل جمع کر دیئے ہیں۔
۲۲۔ غایة السول فی خصائص الرسول : ابن ملقن۔ متوفی ۷۲۳۔۸۰۴ھ۔ انہوں نے کتاب بیہقی کو مختصر کر دیا ہے۔
۲۳۔ بغیة السائل عما حواہ کتاب الدلائل : افسوس کہ مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کتاب کے مصنف نے بھی مذکورہ نام کے ساتھ امام بیہقیؒ کے دلائل کو مختصر کیا ہے۔ اس کی دوسری جلد دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں محفوظ ہے۔

نبوت محمد رسول اللہ ﷺ پر امام بیہقیؒ کا طرز استدلال...... نبوت محمدیہ پر استدلال کرنے کے لئے مصنف امام بیہقیؒ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ احادیث نبویہ اور حالات صاحب شریعہ بیان کرتے ہیں اور ان سے یہ دلائل استنباط کرتے ہیں (یعنی ان سے دلیل پکڑتے ہیں)۔ یہ بات اور یہ انداز ابواب کے عنوانات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے تمام دلائل الگ ایک جگہ پر جمع کئے تھے۔ ہم نے اپنی اس چھپی ہوئی کتاب کی چھٹی جلد میں الگ خاص باب میں جمع کر دیا ہے اس نسبت سے کہ اس میں نصوص کثیرہ ایسی ہیں جن کے نشر ہونے پر سبقت نہیں ہوئی وہ انہوں نے دوسری کتب سے نقل کی ہیں جو ہمارے پاس نہیں پہنچیں۔

الغرض وہ ایک بہترین کتاب ہے جو سیرت رسول میں تصنیف کی گئی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں احادیث صحیحہ ہیں اخبار قویہ کے حوالے سے۔

امام بیہقیؒ کی زندگی اوران کا علمی مقام

وہ امام، حافظ الحدیث، علامہ تھے۔ خراسان کے شیخ تھے، جلیل القدر فقیہ تھے، ذہین فطین تھے، اصولی تھے، دنیا سے بے رغبت تھے، اطاعت شعار تھے، متقی اور پرہیزگار تھے، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، مذہب کے اصول و فروع کی تائید و نصرت پر کمربستہ تھے، کنیت ابوبکر تھی، نام احمد بن حسین، نسبت بیہقی نیشاپوری تھی۔ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام خسروگرد (نیشاپور میں) علاقہ بیہق کی بستی میں پیدا ہوئے تھے۔ قصبہ یا شہر بیہق میں پرورش پائی تھی۔ انہوں نے ۳۹۹ھ اپنے شیوخ سے تعلیم حاصل کرلی جبکہ ابھی آپ کی عمر پندرہ تک ہی پہنچی تھی۔ اور محدثین کی جو عادت تھی علم کی تلاش میں سفر کرنا، اس کے مطابق امام بیہقیؒ بھی مختلف شہروں میں گئے۔ عراق اور حجاز کا سفر کیا۔ نوقان میں حدیث کی سماعت کی اور اسفرائن، طوس، مہرجان، اسدآباد، ہمدان، دامغان، اصفہان، رائے، طبران۔ نیشاپور، رودبار، بغداد، مکہ الغرض تمام آفاق و اطراف میں گئے۔

ان تمام مذکورہ اسفار میں اس خشوع و خضوع کرنے والے نفس سے تقوی اور پرہیزگاری کا ظہور ہوا۔ آپ ان اسفار میں اللہ کی راہ دیکھتے اور اللہ کی رضا کے لئے علم طلب کرتے رہے۔ (اس حال میں کہ) زندگی کے شدائد پر صبر کرتے رہے، نہ کسی چیز کی قلت کا شکوہ کیا اور نہ ہی کسی چیز کے نہ ہونے کا۔ بے شک ان کی ہمت عالی تھی اور مقصد ارفع تھا۔ وہ علم سے بڑھ کر کوئی مقصد نہیں دیکھتے تھے جو درس سے زیادہ نفیس اور پاکیزہ ہو۔ درحقیقت یہی چیز ان کی قوت اور ارادے کی مضبوطی کا سبب تھی۔ اور اس قوت کی نسبت عظیم تھی۔ اس کے ذریعے نفوس بلند قرار پاتے ہیں اور یہی حقیقت تھی جس کو نبی کریم ﷺ نے علماء کی اعلیٰ مثال قرار دیا۔ اور اسی کو نفوس میں قائم رکھا اپنے اخلاق و اعمال کے ساتھ۔ آپ کے فضائل کو جو جانتا ہے اور علم رکھتا ہے وہ نبوت اثر کا اقرار ہے۔ آپ کی پوری اُمت اسی کے گرد زندگی گزار رہی ہے۔

کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنے نفس کے گرد دنیا کے منافع کا دائرہ تنگ کردے اور کسی کا اسلام ہرگز صحیح اور کامل نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے لئے کامل مثال اور کامل نمونہ نہ بنالے۔ اپنے پر جبر کرے اور پریشان نہ ہو۔ اور مخلوق سے نہ ڈرے۔ یہی اعلیٰ اخلاق تھے جن کو بیہقی نے اخذ کیا۔ اور اس سے انہوں نے تمکن اور قدرت حاصل کی اپنے مقصد ارادہ کی پاکیزہ اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کا انتظار کرتے ہوئے اور دنیا کے تکلفات کو کم سے کم کیا اور تیس سال کے طویل عرصے تک روزے کو ترجیح دی تاکہ اس کے ذریعے اپنی رُوحانیت کو اونچا کریں۔ اللہ کی عطائے سوتے جلا پذیر ہوجائیں اور اس کے چشمے نئے ہوجائیں اور ان کی غلطی کی اور گناہوں کی راہیں مسدود ہوجائیں۔ اور ان کے شیوخ اور اساتذہ جن کی تعداد ایک سو سے اُوپر ہے وہ اپنے بعد کے تمام لوگوں سے بڑے علم و فضل کے شیخ تھے۔ علم کی تصنیف میں اور کتب کی تحریر میں جو اسلام کے اصول اور ایمان کے قواعد اور بنیادوں کی تشریح کرتی ہیں۔

امام بیہقیؒ کے شیوخ و اساتذہ

(۱) الحاکم : حافظ کبیر تھے۔ کنیت ابوعبداللہ، نام محمد بن عبداللہ ضبی طہمانی نیشاپوری تھا۔ ولادت ۳۲۱ھ، وفات ۴۰۵ھ۔ اپنے دور کے اصحاب حدیث کے امام تھے۔

۱۔ بخاری مسلم پر کتاب المستدرک　　۲۔ علوم الحدیث　　۳۔ التاریخ

۴۔ المدخل الی معرفۃ الاکلیل　　۵۔ مناقب الشافعی وغیرہ کے مصنف تھے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں، امام بیہقی کے پاس اپنے استاذ الحاکم کی طرف سے اُونٹ پر لادنے کے وزن اور بوجھ کے برابر علمی مواد تھا۔
ابن قاضی شہبہ طبقات الشافعیہ میں حاکم کا عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''امام ابوبکر بیہقی نے حاکم سے علم حاصل کیا اور کثرت کے ساتھ، اور بیہقی حاکم کی کتابوں سے فقیہ بنے، اور ان سے احادیث نقل کی۔ اور انہیں کے علمی سمندر سے اس نے مدد حاصل کی اور وہ انہیں طریقے پر چلتے رہے''۔

(۲) ابوالحسن محمد بن حسین علوی حسنی نیشاپوری .... صاحب عزوشرف لوگوں کے شیخ تھے۔ سردار ذہین فطین تھے، نیک صالح تھے۔ تحقیق حاکم نے ان کی مدح کی ہے اور یوں کہا ہے ان کے بارے میں کہ شیوخ اشراف کے بھی شیخ تھے۔ اعلیٰ ہمت کے مالک تھے اور ظاہری اعمال وعبادت سے بھی آراستہ تھے، اور باطنی پاکیزگی سے بھی آراستہ تھے۔ اور ان کی مجلس میں ہزار عالم حدیث لکھنے والے شمار کیے جاتے تھے، جو ان کے سامنے ہزار حدیث تہذیب وصفائی کے لئے پیش کرتے تھے۔ تحقیق ان سے محدث الحاکم نے ابوبکر بیہقی نے حدیث نقل کی ہے اور وہ امام بیہقی کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ آپ کا اچانک انتقال ہو گیا تھا، جمادی الاخریٰ ۴۰۱ھ میں۔

(۳) ابوعبدالرحمٰن سُلمی .... حافظ الحدیث، عالم، زاہد، مشہور شیخ الصوفیاء تھے۔ نام محمد بن حسین بن موسیٰ ازدی نیشاپوری تھے۔ ولادت ۳۳۰ھ وفات ۴۱۲ھ۔ آپ مشہور کتاب ''طبقات الصوفیہ'' کے مؤلف تھے۔ شیخ خراسان تھے۔ صوفیاء عرب میں بڑے صوفی تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ وہ تصوف کے اندر اپنے والد اور دادا کے وارث تھے۔ اور انہوں نے اتنی کتب تصنیف کیں جس قدر تصنیف اس دور میں ان سے قبل کسی نے نہیں کی تھیں جن کی فہرست ایک سو تک پہنچتی ہے۔

• خطیب بغدادی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان کا مقام بہت بڑا تھا، بہترین کتب کے مصنف تھے۔ انہوں نے کئی شیوخ کو اپنے تراجم اور ابواب میں جمع کیا اور صوفیاء کا ایک حلقہ قائم کیا ہے اور حدیث وتفسیر میں کتب تصنیف کیں۔

(۴) ابوسعد عبدالملک بن ابوعثمان خرکوشی نیشاپوری .... واعظ خرکوش نیشاپور کا محلّہ تھا۔ ان سے حاکم نے حدیث نقل کی۔ حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور حسن بن محمد خلاّل اور بیہقی نے اور دیگر لوگوں نے بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ وہ۔ پکے علم والے، متقی پرہیزگار تھے، نیک صالح تھے۔ اور حاکم نے فرمایا کہ میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کر جامع صفات کا حامل ہو۔ علم، زہد، تواضع، دعوت الی اللہ، دعوت الی الزہد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ارزانی فرمائے اور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ مند بنائے، ان کی تصانیف عام ہو چکی ہیں۔ ان کی ایک بڑی تفسیر ہے اور کتاب ''دلائل النبوۃ'' اور کتاب ''الزھد'' ہے۔ ان کا انتقال جمادی الاخریٰ ۴۰۷ھ میں ہوا۔

(۵) ابواسحاق طوسی .... نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے۔ بہت بڑے مناظرین میں سے ایک تھے۔ ان کی دولت وثروت وافر تھی۔ مقام ومرتبہ زیادہ تھا۔ حضرت ابوالولید نیشاپوری سے تفقہ فی العلم حاصل کیا اور حضرت ابوسہل صعلوکی سے، امام رافعی نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی وفات ماہ رجب ۴۱۱ھ میں ہوئی۔

(۶) عبداللہ بن یوسف بن احمد اصفہانی .... محققات محدثین میں سے تھے۔ اور کبار صوفیہ میں سے تھے۔ امام بیہقی نے کثرت کے ساتھ ان سے روایات لی ہیں۔ ان کی ولادت ۳۱۵ھ اور وفات ۴۰۹ میں ہوئی۔

(۷) عبدالرحمٰن بن احمد بن بالویہ نیشاپوری .... یہ رئیس اعظم تھے۔ بااعتماد فقیہ، ابومحمد مزکی۔ وہ حدیث بیان کرتے تھے اصم سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابوبکر محمد بن حسین قطان سے انتقال کے لحاظ سے یہ اصحاب قطان میں سے آخری آدمی تھے۔ امام بیہقی نے ان سے بھی حدیث بیان کی ہے اور ابوصالح مؤذن نے اور محمد بن یحییٰ مزکی نے اور دیگر لوگوں نے۔ اور یہ صاحب ثقہ تھے، باوجاہت تھے، زیرک تھے۔ ان کا اچانک انتقال ہو گیا تھا ماہ شعبان ۴۱۰ھ میں، اپنے گھر میں رہتے ہوئے۔ حدیث کا املاء کرواتے تھے۔

(۸) عبداللہ بن یوسف ابومحمد جوینی .... یہ صاحب امام الحرمین کے والد تھے۔ علماء شافعیہ کے شیخ تھے۔ فقیہ مدقق ومحقق تھے، نحوی تھے، مفسر تھے، مفتی تھے، فتویٰ صادر کرتے تھے ۴۰۷ھ میں۔ عبادت کرنے میں بڑی مشقت برداشت کرتے تھے۔ شاگردوں کے

سامنے بڑے بارُعب آدمی تھے۔عزم، وقار اور سکینہ کے مالک تھے۔ان کو رکن الاسلام کا لقب ملا ہوا تھا۔ان کی کئی تالیفات ہیں۔التبصرہ، فقہ میں، اور کتاب التذکرہ اور کتاب التفسیر الکبیر وغیرہ تالیف کی ہیں۔ان کی وفات ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۳۸ھ میں ہوئی۔

(۹) الامام، المحدث، مقری عراق۔ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص بن حمامی بغدادی .... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۷ھ میں ہوئی۔اس نے حدیث ابوسہل قطان سے سُنی اور ابن قانع سے اور محمد بن جعفر ادمی سے۔اور نقاش کے سامنے خود پڑھی اور ہبۃ اللہ بن جعفر اور ابن ابی ہاشم وغیرہم سے۔ان سے حدیث بیان کی خطیب بغدادی نے اور وہ سچے تھے، دیندار تھے، فاضل تھے۔اپنے وقت میں اسانید قرأت کے ساتھ اور ان کی برتری کے ساتھ منفرد تھے۔

(۱۰) حافظ ابوحازم عمر بن احمد مسعودی ہذلی نیشاپوری۔اعرج عبدؤی ابن محدث ابوالحسن .... انہوں نے حدیث سماعت کی ابن نجید سے اور ابوبکر اسماعیلی سے اور ابوالفضل ابن خیرویہ ہروی سے اور ابواحمد الحاکم سے اور ان کے طبقے سے۔خطیب بغدادی فرماتے ہیں میں نے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جس پر میں حافظ الحدیث ہونے کا اطلاق کر سکوں سوائے دو آمیوں کے۔ایک ابونعیم دوسرے ابوحازم عبدوی۔نیز وہ فرماتے ہیں کہ ابوحازم ثقہ تھے، صادق تھے، حافظ تھے، عارف تھے۔ان کی وفات عیدالفطر کے دن ۴۱۷ھ میں ہوئی تھی۔

(۱۱) ابوطاہر زیادی۔محمد بن محمد بن محمش نیشاپوری .... ولادت ۳۱۷ھ اور وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔فقیہ، علامہ، پیشوا و مقتداء خراسان کے شیخ تھے۔ان کے والد عابدین میں سے تھے۔انہوں نے حدیث کی سماعت محمد بن حسین قطان سے کی تھی، اور عبداللہ بن یعقوب کرمانی سے، اور ابوالعباس اصم سے، اور ابوعلی میدانی سے، اور علی بن حمشاد سے، اور محمد بن عبداللہ صفا وغیرہ سے۔آپ امام فی المذہب تھے۔علم شروط میں متبحر تھے، عربیت میں ماہر تھے، بڑی شان والے تھے، اصحاب حدیث کے امام تھے، ان کی سند تھے اور ان کے مفتی تھے۔ان سے ابوبکر بیہقی روایت کرتے ہیں اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن برزہ، اور قاسم بن فضل ثقفی تحقیق ان سے روایت ان کے ہم عصروں میں سے حاکم بھی کرتے ہیں۔

(۱۲) امام الشریف ابوالفتح ناصر بن حسین العمری .... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔ان کا نسب حضرت عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے۔انہوں نے حدیث کی سماعت ابوالعباس سرخسی سے کی۔اور ابومحمد مخلدی سے، اور عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رازی سے، اور ابوبکر قفال کے پاس فقیہ بنے تھے، اور ابن حمش زیادی سے۔وہ اپنے مسلک میں یکتا تھے۔انہوں نے اپنے ایام پیری میں بھی علم کی تدریس کی۔اہل نیشاپور نے ان سے فقاہت سیکھی۔فتویٰ اور مناظرہ کی مرکزی شخصیت تھے۔ان سے ابوبکر بیہقی نے علم حاصل کیا اور مسعود بن ناصر نے اور ابو صالح مؤذن نے اور دیگر لوگوں میں چنیدہ تھے، عاجزی کرنے والے تھے۔فقیہ مگر سوال سے بچنے والے تھے، کم چیز پر قناعت کرنے والے تھے، بڑی عزت والے تھے۔نیشاپور میں ماہ ذیقعدہ ۴۴۴ھ میں انتقال کیا۔

(۱۳) العلامۃ ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب بن ایوب نیشاپوری .... مفسر، واعظ، صاحب کتاب، عقلاء المجانین تھے۔انہوں نے تفسیر اور ادب میں تصنیف کی۔ابوالعباس اصم سے سماع کیا، اور محمد بن صالح بن ہانی اور ابن حبان وغیرہ سے۔ذالحجہ میں وفات ہوئی ۴۰۶ھ میں۔

(۱۴) ابوعمر محمد عبداللہ بن احمد بسطامی .... فقیہ تھے، ادیب تھے، محدث تھے، عربی پڑھاتے تھے، ان کا یقین اور اعتماد ابوسعید صعلوکی پر تھا۔ابن عدی سے اور ان کے طبقے سے زیادہ کسب علم کیا تھا۔ان کی وفات ربیع الاول میں ہوئی تھی جبکہ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔

(۱۵) ہلال بن محمد بن جعفر حفار .... ابوالفتح، شیخ صدوق تھے۔ولادت ۳۲۲ھ، وفات ۴۱۴ھ میں ہوئی۔اسماعیل صفار سے حدیث کی سماعت کی اور عثمان بن محمد دقاق سے، اور اسماعیل بن علی خزاعی سے، اور دیگر لوگوں سے۔اور ان سے خطیب بغدادی نے حدیث نقل کی اور امام بیہقی نے اور ابونصر سجزی نے اور ان کے سوا کثیر مخلوق نے خطیب فرماتے ہیں کہ وہ صدوق تھے۔ماہ صفر ۴۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۶) ابوالحسن علی بن حسن مصری .... قاضی (جج) تھے، فقیہ شافعی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمن بن عمر نحاس سے اور ابوسعد مالینی سے حدیث سُنی تھی اور اس کے علوم کی اسناد مصر میں ان تک پہنچتی ہے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ قضاء کے ولی بنائے گئے۔ ایک فیصلہ کیا، پھر استعفیٰ دے دیا اور اپنے آپ کو اس کام سے سمیٹ لیا۔

(۱۷) ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار بغدادی سکری .... معمر شیخ تھے۔ انہوں نے اسماعیل صفار سے حدیث سُنی۔ متعدد جلدیں وہ اپنی سند کی برتری کے لحاظ سے منفرد تھے۔ انہوں نے جعفر خلدی سے اور ابوبکر نجاد سے اور ایک جماعت سے بھی حدیث سُنی۔ ان سے خطیب نے، اور بیہقی اور حسین بن علی بشری نے احادیث روایت کی ہیں۔ خطیب فرماتے ہیں ہم لوگوں نے ان سے حدیث لکھی تھی۔ وہ صدوق تھے۔ ان کی وفات ماہ صفر ۴۱۷ھ میں ہوئی۔

(۱۸) احمد بن ابوعلی حسن بن حافظ ابوعمر احمد بن محمد بن حفص بن مسلم حرشی حیری نیشاپوری شافعی .... الامام، محدث، عالم، اہل خراسان کی سند۔ قاضی القضاۃ۔ ولادت ۳۲۵ھ وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی۔ وہ حدیث بیان کرتے ہیں ابوالعباد اصم سے اور ابواحمد بن عدی اور حاجب بن احمد طوسی اور ابومحمد فاکہی وغیرہ سے۔ اور انہوں نے فقہ کا علم سیکھا ابوالولید حسان بن محمد سے اور علم کلام اور علم اصول کا انہوں نے ابوالحسن اشتری کے اصحاب سے حاصل کیا۔

فقیہ تھے مذہب کی بصیرت رکھنے والے تھے، یا نگہداشت کرنے والے تھے۔ ان سے حاکم نے حدیث بیان کی، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے، اور ابومحمد جوشی نے اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری اور ابوبکر خطیب نے اور حسن بن محمد صفار وغیرہ نے حاکم سے تعریف کی ہے۔ ان کی اور ان کے امر کو بہت قرار دیا اور انہوں نے اصول حدیث تصنیف کی تھی۔

(۱۹) ابوالحسن علی محمد الواعظ مصری .... وہ بغداد کے رہنے والے تھے، ایک مدت تک وہ مصر میں مقیم رہے۔ انہوں نے احمد بن عبید ابن ناصح سے روایت کی اور ابویزید قراطیسی سے اور ان دونوں کے طبقے سے۔ صاحب حدیث تھے۔ ان کی تصانیف کثیر ہیں۔ علم حدیث میں اور زہد میں ان کے زمانے کا آغاز وعظ وتقریر تھا۔ ان کی وفات ذیقعدہ ۳۳۸ھ میں ہوئی۔

(۲۰) ابوعلی حسین بن محمد بن محمد بن علی بن حاتم روذباری طوسی .... انہوں نے سنن ابوداؤد کو روایت کیا تھا ابن داسہ سے۔ اور اس کو نیشاپور میں بیان کیا تھا۔ اور ان سے اسماعیل صفار نے اور عبداللہ بن عمر بن شوذب نے اور حسین بن حسن طوسی نے اور ان سے حدیث بیان کی یا نقل کی۔ حاکم اور وہ ان کے ہم عصروں میں سے تھے۔ اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالفتح نصر بن علی طوسی نے اور فاطمہ بنت ابوعلی دقاق نے اور بے شمار لوگوں نے جو اسی (۸۰) کے قریب تھے۔ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۱) ابواسحاق اسفرائنی .... امام، علامہ اوحد، استاذ ابواسحاق ابراہیم بن محمد ابراہیم بن مہران اسفرائنی۔ اصولی شافعی، دین کے ستون، اپنے زمانے کے ایک مجتہد تھے۔ صاحب مصنفات باہرہ، حدیث سیکھنے کے لئے انہوں نے بھی سفر کیا، اور انہوں نے دعلج سنجزی سے حدیث کی سماعت کی اور عبدالخالق بن روبا سے اور محمد بن عبداللہ شافعی سے اور محمد بن یزداد وغیرہ سے حدیث نقل کی ابوبکر بیہقی نے اور ابو القاسم قشیری نے اور ابوالطیب نے طبری وغیرہ سے۔ محدث حاکم کہتے ہیں کہ وہ ابواسحاق اصولی، فقیہ، متکلم تھے اور ان علوم میں متقدم تھے۔ عراق منتقل ہوئے تو علماء نے ان کے تقدم کا اعتراف کیا اور ان کے لئے نیشاپوری میں قدر قائم کیا گیا، ایسا کہ اس سے قبل ایسا قائم نہیں ہوا تھا۔ اس میں وہ پڑھاتے رہے۔ ان کی وفات ۴۱۸ھ میں ہوئی۔

(۲۲) ابوذر ہروی .... حافظ الحدیث، امام، مجود، علامہ، شیخ الحرم تھے۔ ابوذر عبداللہ بن احمد بن محمد بن عبداللہ انصاری، مالکی، صاحب تصانیف، صحیح بخاری کے روایت کرنے والے تینوں سے (یعنی مستملی سے اور حموی سے اور کشمیہنی سے)۔ ولادت ۳۵۵ھ یا

۳۵۶ھ۔انہوں نے حدیث کی سماعت کی ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن خمیرویہ سے اور بشر بن محمد خزنی سے اور ابوالحسن دارقطنی سے اور دینوری سے وغیرہ سے انہوں نے اپنے شیوخ کی معجم تالیف کی۔خراسان میں حدیث بیان کی اور بغداد میں اور حرم میں ثقہ تھے۔ضابط تھے، دیندار تھے۔ وفات ۴۳۴ھ میں ہوئی۔

(۲۳) ابن فورک شیخ المتکلمین۔ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصفہانی .... وہ امام جلیل، عالم بارعب، عالم متقی پرہیزگار، واعظ ،لغوی، نحوی، دنیا کو اور اس کی رونقوں کو ترک کرنے والا، خلوت وجلوت میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، ایسی تصانیف والا جو علم سے بھری پڑی ہیں اور ایسی تالیفات جو حکمت سے آراستہ ہیں۔ایسا استاذ جس کی برابری نہیں کی جاسکتی اور ایسا فلسفی جس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔محمد بن حسن فورک ابوبکر انصاری اصفہانی (اصفہان کے اطراف میں) پیدا ہوئے تھے۔۳۳۲ھ کے شروع شروع میں عراق میں اشعری مذہب کا ابو الحسن باہلی سے درس لیا۔پھر نیشاپور کوچ کر گئے، وہاں انہوں نے اپنا علمی مقام پیدا کیا اور شہرت حاصل کی۔وہاں پر ان کے لئے ایک حویلی اور ایک مدرسہ بنایا گیا۔وہاں پر وہ حدیث بیان کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے کئی اقسام کے علوم زندہ کردیئے اور اہل فقہ پر آپ کی برکات ظاہر ہوئیں۔استاذ ابن فورک نے عبداللہ بن جعفر اصفہانی سے پوری مسند طیالسی سُنی تھی اور اسی طرح انہوں نے ابن حرزاز اہوازی سے سُنی اور ان سے حافظ ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری نے اور ابوبکر بن علی بن خلف نے حدیث روایت کی۔

اس کے بعد ہند میں غزنہ شہر سے ان کو بلایا گیا۔لہٰذا انہوں نے کوشش اور سعی کی اور وہاں چلے گئے اور انہوں نے وہاں پر حق کی نصرت کی اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔استاذ رحمۃ اللہ فقیہ، مفسر، اصولی، واعظ۔ادیب، نحوی، لغوی، اسماء الرجال کے ماہر تھے۔وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر کیا گیا ہے کہ ابن سبکتگین کے ہاتھ سے ان کو زہر دے کر ماردیا گیا تھا۔اس لئے کہ وہ دین کی نصرت پر سختی سے قائم تھے اور فرقہ مشبہ کرامیہ کا رد ویسے انداز سے کررہے تھے جس کا مقابلہ کرنے کی ان کو سکت نہیں تھی۔لہٰذا انہوں نے ان کے خلاف گروپ بنالیا تھا۔

(۲۴) ابوبکر طوسی۔محمد بن ابوبکر طوسی نوقانی .... انہوں نے نیشاپور میں ماسرجی کے پاس فقہ کی تعلیم حاصل کی۔اور بغداد میں جاکر ابومحمد باقی خوارزمی سے تعلیم حاصل کی۔شافعی المسلک علماء کے امام تھے۔نیشاپور میں ان کا ایک اپنا حلقہ تھا اور مجلس مشاورت تھی۔متقی پرہیزگار تھے، تارک دنیا تھے، دنیاوی مرتبے اور مقام کی طلب کو اور بادشاہوں کے پاس جانے کی خواہش کو انہوں نے چھوڑ رکھا تھا، اور عہدوں اور منصوبوں کی طلب سے بیگانہ تھے۔حسن خلق کے مالک تھے۔خلقت کثیر نے ان سے دین کی فہم حاصل کی اور ان لوگوں پر ان کی برکت کا ظہور ہوا۔ان علماء میں سے ایک ابوالقاسم قشیری بھی تھے۔شہر نوقان میں ان کی وفات ۴۲۰ھ میں ہوئی۔

(۲۵) ابوالحسن بن بشران علی بن محمد بن عبیداللہ بن بشران۔المعتدل .... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۵ھ میں ہوئی۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابوجعفری بختری سے اور اسماعیل صفار سے کی اور عثمان بن سماک اور دیگر علماء سے ان کی حدیث روایت کی۔ امام بیہقی نے خطیب بغدادی نے رئیس ابوعبداللہ ثقفی نے اور ان کے سوا دیگر علماء نے خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔وہ کامل اخلاق ومروت والے تھے۔واضح دینداری والے سچے پلے آدمی تھے۔

(۲۶) احمد بن عبیداللہ بن اسماعیل الحافظ .... امام ذہبی فرماتے ہیں، وہ اس سنن کے مصنف تھے جس سے بیہقی نے اپنی سنن میں کثرت کے ساتھ احادیث کی تخریج کی ہے۔اور خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ان سے دارقطنی نے بھی روایت کی ہے۔وہ ثقہ عالم تھے، پکے اور مضبوط علم والے تھے۔انہوں نے المسند تصنیف کی اور اس کو انتہائی بہترین بنایا۔

(۲۷) ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان اہوازی .... شیخ، محدث صدوق، ثقہ میں مشہور تھے۔۴۱۵ھ میں خراسان میں وفات پائی۔

(۲۸) ابوعبداللہ حلیمیؒ .... حسین بن حسن بن محمد بن حلیم بخاری، شافعی، قاضی، علامہ، رئیس المحدثین، رئیس المتکلمیں، ماوراء النہر ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ذہانت وفطانت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔ مذہب شافعی میں اصحاب وجاہت میں سے ہیں۔ انہوں نے قفال سے علم حاصل کیا۔ امام ابوبکر اودنی اور ابوبکر محمد بن احمد بن حبب سے اور خمیسی وغیرہم سے صاحب تصانیف نفیسہ تھے۔ ان سے حاکم نے بھی حدیث نقل کی ہے، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور عبدالرحیم بخاری نے اور حافظ بیہقی کو تو حلیمی کے کلام کے ساتھ خاص محبت اور خاص توجہ تھی، خصوصاً شعب الایمان کے اندر۔ وفات ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۹) ابوسعد مالینی .... امام، محدث صادق، زاہد، گشت وسیاحت کرنے والے ابوسعد احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ انصاری ہروی مالینی، صوفی، طاؤس فقراء کے لقب یافتہ تھے۔ علم کی طلب اور مشائخ سے ملاقات کرنے کے لئے نیشاپور تک اور اصفہان، بغداد، شام، حرمین تک گھومے۔ علم جمع کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔ خطیب بغدادی نے ان سے حدیث بیان کی اور امام بیہقی نے اور ابونصر سجزی وغیرہم نے۔ صاحب صدق اور صاحب تقویٰ تھے۔ بڑے بڑے منصب حاصل کئے۔ ۴۰۹ھ میں وفات پائی۔

(۳۰) ابوسعید صیرفی۔ محمد بن موسیٰ بن فضل۔ متوفی ۴۲۱ھ .... شیخ تھے، ثقہ تھے، مامون تھے، شیخ الاصم کے بڑے تلامذہ سے تھے۔ امام بیہقی نے امام شافعی کی کتب ان سے روایت کی تھیں۔

(۳۱) ابوالحسن علی بن حسین بن علی البیہقی صاحب المدرسہ .... امام تھے، محدث، عبادت گزار تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

(۳۲) ابوعبداللہ محمد بن فضل بن نظیف فراء مصری۔ متوفی ۴۳۱ھ .... وہ دیار مصر میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ بیہقی نے ان سے مکہ میں حدیث سنی تھی۔

(۳۳) ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان صعلوکی نیشاپوری .... شیخ اصم سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی اور ابوعلی رفاء سے اور ایک جماعت سے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے جتنے لوگ دیکھے یہ زیادہ علم وبصیرت والے تھے۔ اور حاکم نے ان سے حدیث روایت کی ہیں، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے اور بیہقی بھی۔ اور بعض علماء سہل بن محمد کو اس اُمت کا مجدد شمار کرتے تھے، جس نے اُمت کے لئے چوتھی صدی کے سرے پر دین کی تجدید کی تھی۔ اور ان کے بعد ابن باقلانی کو شمار کیا گیا۔

(۳۴) ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی۔ البرقانی .... امام، علامہ، فقیہ، حافظ قوی، شیخ الفقہاء، شیخ المحدثین تھے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ عالم تھے، پرہیزگار تھے، ٹھوس علم والے تھے اور فہم والے تھے۔ ہم لوگوں نے اپنے شیوخ میں ان سے زیادہ ٹھوس اور ثبت علم والا نہیں دیکھا۔ عارف الفقہ تھے، عربیت کے علم میں سے آپ کا کامل حصہ تھا، کثیر الحدیث تھے۔ انہوں نے مسند کی تصنیف کی جو ان تمام احادیث پر مشتمل ہے جن پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم مشتمل ہیں، اور انہوں نے سفیان ثوری اور ایوب اور شعبہ اور عبیداللہ بن عمر وغیرہم کی احادیث کو جمع کیا۔ انہوں نے وفات تک تصنیف کا سلسلہ ختم نہیں کیا تھا۔ وہ علم کے حریص تھے اور اپنی ہمت کو اسی طرف متوجہ رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے کہا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شیخ ان سے زیادہ ٹھوس علم والا ہو۔ ان کی ولادت ۳۳۶ھ اور وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

(۳۵) ابومنصور بغدادی عبدالقاہر بن طاہر بن محمد تمیمی .... علامہ، بارع، تمام علوم وفنون کے استاذ تھے۔ صاحب تصانیف بدیعہ تھے، طبقہ شافعیہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔ ابوبکر بیہقی نے ان سے حدیث نقل کی ہیں اور ابوالقاسم قشیری نے اور ایک جماعت نے۔ اور آپ علم اصول کے امام تھے۔

(۳۶) **ابوعبداللہ غضائری حسین بن حسن بن محمد مخزومی بغدادی** .... امام صالح، ثقہ۔ابوعبداللہ انہوں نے حدیث سُنی محمد بن یحییٰ صولی سے اور اسماعیل بن محمد صفار سے اور ابوجعفر بختری سے اور دیگر علماء سے۔ان سے ابوبکر بیہقی حدیث نقل کرتے ہیں اور ابوبکر الخطیب اور ابوالحسن بن مہتدی باللہ اور دیگر لوگ۔خطیب بغدادی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، فاضل تھے۔ان کی وفات ماہ محرم ۴۱۴ھ میں ہوئی تھی۔

(۳۷) **ابوعبداللہ حسین بن محمد بن فنجو یہ دینوری** .... محدث مفید، مشائخ میں سے باقی رہنے والے۔یہ حدیث بیان کرتے ہیں ہارون عطار سے اور ابوبکر سنی اور ابوبکر قطیعی اور شیرویہ نے۔اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے، صدوق تھے، کثیر تعداد میں منکر روایات بھی روایت کرتے تھے۔خوبصورت خط والے، کثیر تصانیف والے۔ماہ ربیع الاول ۴۱۴ھ میں نیشاپور میں انتقال کیا۔

(۳۸) **ابن بقّال عبیداللہ بن عمر بن علی مقری** .... فقہاء ثقات میں سے تھے۔خطیب بغدادی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا بغداد میں انتقال ہوا ۴۱۵ھ میں۔

(۳۹) **محمد بن عبداللہ بن احمد بسطامی زرحاجی۔متوفی** .... علامہ، محدث، ادیب، فقیہ شافعی، تلمیذ ابوسہل صعلوکی تھے۔انہوں نے ابوبکر اسماعیلی سے حدیث کا سماع کیا۔اور ابواحمد بن عدی سے اور ابواحمد حاکم سے اور ان کی حدیث روایت کی ابوبکر بیہقی نے۔اور رئیس ثقفی نے اور علی بن محمد قناعی وغیرہ نے۔ولادت ۳۴۱ھ اور وفات ۴۲۶ھ ہوئی۔

(۴۰) **قاضی ابوعمر محمد بن حسین بسطامی** .... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔نیشاپور کے قاضی (جج) تھے۔لمبی سیر وسفر کیا، کئی کئی فضائل کے مالک تھے۔منصب قضاء پر فائز رہے تھے۔ان سے حاکم نے احادیث روایت کی ہیں اور بیہقی نے اور ابوصالح مؤذن وغیرہ نے۔

(۴۱) **ابوبکر احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم منجویہ یزدی اصفہانی** .... قوی حافظ حفاظ میں سے تھے۔انہوں نے بخارا، سمرقند، ہراۃ، جرجان کے علمی سفر کیے۔ابوبکر بیہقی نے ان سے حدیث بیان کی اور خطیب نے اور سعید بقال وغیرہ نے۔انہوں نے بخاری، مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد پر استخراج کیا تھا۔وفات ۴۲۸ھ میں ہوئی۔

(۴۲) **ابوالحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان بغدادی** .... شیخ، العالم، ثقہ، جن کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ان سے بیہقی نے احادیث روایت کی ہیں اور خطیب اور الالکائی نے اور ابوعبداللہ ثقفی وغیرہ نے۔

امام بیہقیؒ کے شاگردانِ گرامی قدر

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳۳۔۱۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ امام بیہقی سے خلق کثیر نے روایت کی۔انہوں نے اپنی کتب اپنے کثیر شاگردوں کے سامنے خود پڑھ کر (ان کو پڑھادیں) اور ان لوگوں نے ان احادیث کو شہروں میں پھیلادیا۔آپ کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ مشہور ہوئے جنہوں نے آپ سے علم کو نقل کیا اور جو کثرت کے ساتھ ان کے ساتھ جڑے رہے۔اور جن لوگوں کا بیہقی کے ساتھ مضبوط تعلق تھا وہ مندرجہ ذیل شاگرد ہیں :

۱۔**ابوعبداللہ فراوی۔محمد بن فضل** .... یہ منفرد ہیں، ان سے صحیح مسلم روایت کرتے ہیں۔یہ فقیہ حرم کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔اس لئے کہ طویل مدت تک حرم میں شریفین میں مقیم رہے اور علم نشر کرتے رہے۔انہوں نے ان سے حدیث سُنی تھی فقہ میں اور اصول میں مہارت رکھتے تھے۔اور ان کے قواعد کے حافظ تھے۔ایسے ہیں وہ دلائل النبوۃ کی روایت کرنے اور اسماء اور صفات میں منفرد تھے۔

ابن سمعانی نے کہا ہے کہ عبد بن فضل امام محکم تھے۔مناظرہ، واعظ، احسن الاخلاق تھے۔حسن معاشرت والے تھے، سخی تھے۔مسافروں کا اکرام کرتے تھے۔ہم نے اپنے شیوخ میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

۲۔ابومحمد عبدالجبار بن محمد بن احمد بیہقی خواری .... امام تھے، فاضل تھے، مفتی متواضع تھے۔سمعانی نے ان سے نیشاپور میں بہت سی احادیث کتابت کیں۔بیہقی نے اپنی کتب ان کو پڑھائیں۔وفات ۵۳۳ھ میں ہوئی۔

۳۔ابونصر علی بن مسعود بن محمد شجاعی .... انہوں نے امام بیہقی سے ان کا رسالہ روایت کیا ابومحمد جوینی کی طرف۔

۴۔زاہر بن طاہر بن محمد ابوالقاسم مستملی شحامی المعدل .... انہوں نے بیہقی سے کتاب الزہد روایت کی ہے۔اور اس کو ابن عساکر نے مستملی سے روایت کیا ہے۔

۵۔ابوعبداللہ بن ابومسعود صاعدی .... ان سے روایت کی ابن عساکر نے ، ایسے ہی کتاب تبیین کذب المفتری میں ہے۔

۶۔ابوالمعالی۔محمد بن اسماعیل بن محمد بن حسین فارسی نیشاپوری .... یہ سنن کبیر کے راوی ہیں بیہقی سے۔ان کی وفات ۵۳۹ھ میں ہوئی۔

۷۔قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی بن فطمہ بیہقی قاضی خسرگرو (وہیں کے متوفی ہیں)

۸۔اسماعیل بن احمد بیہقی۔(مصنف بیہقی کے صاحبزادے تھے) .... انہوں نے اپنے والد سے حدیث کی سماعت کی اور طلب علم کے لئے انہوں نے سفر کئے۔بیہق میں انتقال ہوا۔فاضل تھے، پسندیدہ طریق والے تھے۔

۹۔حفید البیہقی (نواسے) ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن احمد .... یہ کتاب دلائل النبوۃ کے راوی تھے۔ایسے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے متعدد کتب روایت کی تھیں۔ان کی وفات ۵۳۲ھ میں ہوئی۔ان کی عمر چوہتر (۷۴) سال تھی۔

۱۰۔حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عبدالوہاب بن محمد بن اسحاق بن مندہ عبدی اصفہانی۔متوفی ۵۱۱ھ .... یہ صاحب تاریخ تھے۔انہوں نے نیشاپور میں بیہقی سے حدیث کی سماعت کی تھی۔سمعانی نے کہا کہ یہ جلیل القدر تھے۔زیادہ علم فضل والے تھے۔واسع روایت تھے، حافظ تھے، ثقہ تھے، کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے والے تھے، کثیر التصانیف تھے۔

امام بیہقیؒ کی تصانیف

۱۔　سنن الکبریٰ : جس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں، اس جیسی کتاب کسی کی نہیں ہے۔

۲۔　سنن صغریٰ : صاحب کشف الظنون نے کہا ہے کہ دونوں سنن (دونوں کتابیں) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی مختصر المزنی کی ترتیب پر ہیں۔اور مختصر المزنی اور مذکورہ دونوں کتابوں کی مثل اسلام میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔

۳۔　دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعہ : یہ بیہقی کی تصانیف کا موتی ہے۔اور اس موضوع پر نفیس ترین اور جامع ترین کتاب ہے۔

۴۔　احکام القرآن : اس کو انہوں نے کلام شافعی سے جمع کیا ہے۔

۵۔　کتاب الاعتقاد

۶۔　کتاب القراءت خلف الامام

۷۔　حیات الانبیاء فی قبورھم

۸۔　مناقب الشافعی

۹۔　المدخل الی السنن

۱۰۔　البعث والنشور

۱۱۔　کتاب القدر

۱۲۔　کتاب الادب

۱۳۔　کتاب الترغیب

۱۴۔ کتاب فضائل الصحابہ
۱۵۔ کتاب الاربعین الکبری
۱۶۔ کتاب مناقب الامام احمد
۱۷۔ کتاب شعب الایمان یا المصنف الجامع فی شعب الایمان
۱۸۔ کتاب الدعوات الکبیر
۱۹۔ کتاب الدعوات الصغیر
۲۰ رسالہ فی حدیث الجویباری
۲۱۔ رسالہ ابو محمد الجوینی
۲۲۔ جامع ابواب قراء ت القرآن
۲۳۔ کتاب الاسلامی
۲۴۔ ینابیع الاصول
۲۵۔ کتاب الانتقاد علی ابو عبداللہ شافعی

۲۶۔ کتاب ایام ابو بکر صدیق : اس کا ذکر دلائل النبوۃ کے پانچویں دفتر میں مسیلمہ کے اخبار میں سے ایک خبر میں۔ہم اس پر آئیں گے ایام ابوبکر صدیق میں یہ حصہ ہے قتل مسیلمہ کذاب کا۔

کثرتِ تصانیف بیہقی پر عدم تعجب

ہم لوگ امام بیہقیؒ کی تصانیف کی کثرت پر حیرت زدہ نہیں ہیں۔اس لئے کہ وہ چوہتر (۷۴) سال تک زندہ رہے اوران کے علم کے سماع کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب وہ پندرہ (۱۵) سال کے تھے۔وہ بلاد کثیرہ کی طرف محو سفر رہے اور وہاں شیوخ سے انہوں نے سماعت کی۔یہاں تک ان کے شیوخ کی تعداد ایک سو سے تجاوز کر گئی اور انہوں نے اپنی عمر کو تصنیف وتالیف میں فنا کردیا،اور انہوں نے ایسی تالیفات کیں جن کی طرف ان سے قبل سبقت نہیں کی گئی اور ان کی پہلی تصنیف ۴۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ان کی تصانیف اپنے اندر معلومات کی فراخی اور اپنی جامعیت کے سبب اور اپنے اندر کے مندرجات کی وجہ سے بلند سمجھی گئیں۔اس لئے انہوں نے روایات مرجوحہ اور ضعیفہ پر اعتماد نہیں کیا جو آفاق میں پھیل رہی تھیں،اور حدیث کے طالب علم ان پر متوجہ تھے۔طبقات شافعیہ میں جلد چہارم صفحہ ۹ پر ان کی تصانیف کے بارے میں امام سبکی فرماتے ہیں۔

(۱) بہرحال سنن کبری علم حدیث میں اس کی مثل تصنیف نہیں ہوئی،تہذیب وترتیب اور جودۃ کے اعتبار سے۔

(۲) بہرحال معرفۃ السنن والآثار۔کوئی فقیہ شافعی اس سے مستغنی نہیں ہے،اور میں نے شیخ الامام سے سنا،وہ فرماتے تھے کہ مصنف کا مقصد شافعی کی معرفت سنن وآثار کے ساتھ ہے۔

(۳) بہرحال مبسوط فی نصوص الشافعی۔اپنی نوعیت کی مفرد کتاب ہے۔

(۴) کتاب الاسماء والصفات۔میں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی۔

(۵) کتاب الاعتقاد اور کتاب دلائل النبوۃ۔اور کتاب شعب الایمان،اور کتاب مناقب امام شافعی،اور کتاب الدعوات الکبیر۔تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی نظیر نہیں ہے۔

(۶) کتاب الخلافیات۔تو اس کی نوع کی طرف کوئی سبقت نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی مثل کوئی کتاب تصنیف کی گئی ہے بلکہ وہ ایک مستقل حدیثی سلسلہ ہے جس کی تالیف پر صرف وہی شخص قادر ہوسکتا ہے جو فقہ اور حدیث میں مبارزہ ومقابلہ کرسکتا ہو نصوص کے ساتھ قائم ہو۔

(۷) اوران کی کتاب مناقب امام احمد بھی ہے۔اور کتاب احکام القرآن للشافعی،اور کتاب الدعوات الصغیر، کتاب البعث والنشور،کتاب الزهد الکبیر،کتاب الاعتقاد،کتاب الآداب،کتاب الاسری،کتاب سنن الصغیر،کتاب الاربعین، کتاب فضائل وغیرہ۔

سب کی سب صاف ستھری دل پسند ترتیب وتہذیب، کثیر الفوائد ایسی کتب ہیں کہ جو بھی عارفین میں سے دیکھتا ہے وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں میں سے کسی کے لئے ایسی کتب وجود میں نہیں آسکیں۔

یہ تصنیف جید اور باہر ہے، کثیر الفائدہ ہے۔ یہ وہی ہے جس کی وجہ سے امام الحرمین نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلک شافعی پر جتنے لوگ چلنے والے ہیں سب کی گردن پر امام شافعی کی احسان ہے ماسوا امام بیہقی کے۔ بے شک مذہب کی تائید ونصرت میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔

ان کے بیٹے شیخ القضاۃ ابوعلی نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حدیث بیان کی تھی جب میں نے اس کتاب یعنی معرفۃ السنن والآثار کی تصنیف کی ابتداء کی تھی اور میں اس کے کچھ اجزاء کی تہذیب سے میں نے فراغت پائی، تو میں نے فقیہ ابومحمد احمد بن علی سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ میرے اصحاب میں سے نیک آدمی تھے اور ان میں سب سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کرنے والے تھے اور سچی زبان والے تھے۔ کہتے تھے کہ میں نے خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں اس کتاب کی بعض جلدیں تھیں (یا بعض اجزاء تھے) اور وہ کہہ رہے تھے، میں نے آج فقیہ احمد کی کتاب سے سات جلدیں یا اجزاء لکھ لئے ہیں۔ یا یوں کہا تھا کہ میں نے ان کو پڑھ لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسی دن صبح ایک اور فقیہ نے میرے بھائیوں میں سے جن کا نام عمر بن محمد تھا خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا کہ وہ جامع مسجد خسروگرد میں تخت پر بیٹھے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آج میں نے احمد کی کتاب سے اتنا اتنا استفادہ کیا ہے۔

شیخ القضاء فرماتے ہیں کہ ہمیں بات بیان کی ہے، میرے والد نے وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا فقیہ ابواحمد محمد حسین بن احمد سمرقندی حافظ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا فقیہ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز مروزی جلوگردی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک تابوت ہے، جو آسمان کی طرف بلند ہو گیا ہے۔ اس کے اُوپر سے ایک نور اور روشنی نکل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ بیہقی کی تصانیف ہیں۔

امام بیہقیؒ کے علم وفضل بارے میں علماء کی شہادات

یاقوت حموی کا فرمان .... وہ (امام بیہقیؒ) امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، اصول دین کے اندر پرہیزگار تھے۔ دین متین کے ساتھ حفظ واتقان میں یگانہ روزگار تھے۔ ابن عبداللہ الحاکم کے جلیل القدر شاگرد تھے اور کثرت سے ان سے احادیث نقل کرنے والے تھے۔ بعد میں کئی علمی فنون میں ان سے فوقیت حاصل کر گئے تھے اور ان کے بعد میں وہ متفرد ہو گئے تھے۔

علامہ ابن ناصر کا فرمان .... اپنے زمانے میں منفرد تھے۔ اپنے ہم عصروں میں منفرد تھے۔ حفظ حدیث میں اپنے زمانے کے امام بیہقیؒ منفرد آدمی تھے۔ اتقان، اور ثقاہت میں وہ شیخ خراسان تھے۔

علامہ ابن جوزی کا فرمان .... کہ (امام بیہقی) حفظ واتقان میں اپنے زمانے کے منفرد آدمی تھے اور حسن تصنیف میں اور علوم حدیث کو جمع کرنے میں اور فقہ اور اصول فقہ کو جمع کرنے میں وہ حاکم کے بڑے شاگردوں میں سے تھے (حاکم سے مراد ابوعبداللہ حاکم مستدرک ہیں)۔ انہوں نے ان سے حدیث کی تخریج کی اور سفر کئے اور کثیر علم جمع کیا اور ان کی خوبصورت کثیر تصانیف ہیں۔

امام ذہبی کا فرمان .... اگر امام بیہقی چاہتے کہ وہ اپنے لئے خود ایک مذہب یا مسلک بناتے جس میں خود اجتہاد کرتے تو وہ علوم کے اندر وسعت کی اور اختلاف کی معرفت رکھنے کی وجہ سے اس پر پوری طرح قادر تھے (یعنی وہ نئے اجتہادی مسلک کی بنیاد رکھ سکتے تھے)۔

علامہ بن خلکان کا فرمان .... (کہ امام بیہقی) فقیہ شافعی، حافظ کبیر، مشہور، اپنے زمانے کے منفرد انسان، اپنے ہم عصروں میں سے نرالے، فنون کے اندر ابوعبداللہ حاکم کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ حدیث میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اور یہ مزید تھا ان پر اقسام علوم میں بھی۔

علامہ سمعانی کا فرمان .... امام تھے، فقیہ تھے۔ انہوں نے معرفت حدیث اور فقہ حدیث کو ایک ساتھ اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔

امام بیہقیؒ کا زہد وتقویٰ

امام بیہقیؒ علماء عاملین میں سے امام تھے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع واقتداء کرتے تھے اور آپ کے طریقے پر چلتے تھے اور سیرت صحابہ پر۔ اور امام بیہقی نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کے زہد (اور دنیا سے بے رغبتی سے) روشنی حاصل کرتے تھے۔ لہٰذا وہ ان کے طرز پر چلتے رہے اور زہد اور دنیا سے کم حصہ حاصل کرنے والے۔ کثیر العبادۃ اور کثیر التقویٰ بن گئے تھے۔ اور ہر چھوٹے بڑے امر میں اللہ کی رضا کی نگرانی کرنے والے بن گئے۔

عبداللہ عافر کا قول.......... کہ بیہقی علماء کی سیرۃ پر عمل پیرا تھے۔ دنیا سے تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے والے تھے۔ زہد وتقویٰ میں آراستگی حاصل کرنے والے تھے۔

علامہ ابن خلکان کا قول.......... کہ بیہقی زاہد (دنیا سے بے رغبت) تھے۔ دنیا میں سے قلیل پر قناعت کرنے والے تھے۔ کثیر عبادت کرنے والے تھے۔ کثیر تقویٰ والے تھے۔ سلف صالحین کے طریقے پر تھے۔

علامہ ذہبی کا قول.......... بیہقی تیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

مؤرخ ابن عساکر کا قول.......... کہ امام بیہقی علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا سے کم پر قناعت کرنے والے تھے۔ اپنے زہد وتقویٰ میں اپنے آپ کو آراستہ کرنے والے تھے۔ وہ اسی صفت پر نیشاپور میں اپنی وفات تک قائم رہے۔

علامہ ابن کثیر کا قول.......... کہ امام بیہقیؒ زاہد تھے، دنیا میں کمی کے خواہاں تھے۔ کثیر العبادت تھے، کثیر التقویٰ تھے۔

علامہ علی القاری کا قول.......... کہ امام بیہقیؒ مناظرے اور مباحثے میں حد درجہ انصاف کرتے تھے۔ علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا میں سے انتہائی قلیل پر قناعت کرتے تھے۔ اپنے زہد وتقویٰ کے ساتھ خوبصورتی اختیار کرتے تھے۔ لمبے زمانے تک روزے رکھتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ تیس سال تک روزے رکھتے رہے۔

امام بیہقیؒ کے اشعار

شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کبھی کبھی اشعار نظم کرتے تھے۔

من اعتزَّ بالمولیٰ فذاك جليل	ومن رام عزًا من سواه ذليل
ولو أن نفسي مذ براها مليكها	مضى عمرها في سجدة لقليل
أحب مناجاة الحبيب بأوجه	لكن لسان المذنبين كليل

جو شخص مولیٰ (اللہ) کے ساتھ عزت حاصل کرتا ہے وہ عزت والا ہے ۔ اور جو شخص اللہ کے ماسوا سے عزت کا ارادہ کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے
اگر مرا نفس، جب سے اس کے مالک نے پیدا کیا ۔ اس کی عمر سجدے میں پڑے پڑے گزر جائے تو پھر بھی کم ہے
محمد مصطفیٰ ﷺ کی مناجات اور ادعیہ تو انتہائی پیاری ہیں۔ مگر گنہگاروں کی زبانیں گنگ ہیں

امام بیہقیؒ کی وفات

ابن خلکان کا قول .... کہ بیہقی نشو علم کے لئے نیشاپور بلائے گئے تھے۔ انہوں نے یہ فرمائش مان لی تھی اور وہیں چلے گئے تھے۔ یاقوت حموی نے کہا کہ آپ کتاب المعرفۃ کی سماع کے لئے نیشاپور بلائے گئے تھے۔ لہٰذا ۴۴۱ھ میں وہاں چلے گئے تھے۔ اس کے بعد اس کے اطراف میں واپس آ گئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ پھر جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں انتقال کر گئے تھے۔ چوہتر سال زندہ رہے۔ اور ذہبی یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں آپ بیہق سے نیشاپور چلے گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنی کتب حدیث وہاں بیان کیں۔ پھر ان کا اجل آن پہنچا، ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں۔ لہٰذا وہ اپنے تابوت میں واپس لائے گئے اور بیہق میں دفن کئے گئے۔

امام بیہقیؒ کی موت پر مرثیہ کہنے والے .... ابوالقاسم زرہی بیہقی امام احمد کے بارے میں قصیدہ کہتے ہیں جس کا مطلع ہے :

یا احمد بن الحسن البیہقی لقد .... دوخت ارض المساعی ای تدویخ

اے احمد بن حسین بیہقی! آپ تمام کوششوں اور مساعی کی زمین پر غالب آ گئے

امام بیہقیؒ کے خلف اور جانشین ان کے بیٹے شیخ القضاۃ اسماعیل تھے۔ بیہقی کے شاگردوں میں ان کا عنوان گزر چکا ہے۔ آپ شہر خوارزم کے قاضی اور جج مقرر ہوئے تھے۔

رسالہ مصادر و مراجع ۔ یعنی کتابیات

کتاب دلائل النبوۃ کی تحقیق کے دوران جن کتب کی طرف مراجعت کی گئی

جلد نمبر ۔ صفحات نمبر اور ان کی تاریخ طباعت کے اندراج کے ساتھ

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن .... تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم الہیئۃ العامہ للکتاب ۔ قاہرہ

۲۔ ادب المفرد للبخاری

۳۔ اسد الغابہ .... ابن الاثیر ۔ دار الشعب ۔ قاہرہ

۴۔ الاستبصار فی نسب الصحابہ من الانصار .... ابن قدامہ مقدسی ۔ طباعت بیروت

۵۔ الاصابہ لابن حجر .... مع حاشیہ الاستیعاب لابن عبد البر ۔ طبع مصر

۶۔ اصول الحدیث .... محمد حجاج الخطیب ۔ دار الفکر دمشق

۷۔ الاعتبار فی ناسخ الحدیث و منسوخہ .... للحازمی ۔ دار الوعی حلب

۸۔ اعجاز القرآن .... بنت شاطی ۔ طبع دار المعارف

۹۔ اعجاز القرآن للرافعی .... طبع مکتبہ تجاریہ کبریٰ

۱۰۔ اعلام الموقعین عن ربّ العالمین .... ابن قیم

۱۱۔ الاغانی للاصفہانی .... دار الکتب قاہرہ

۱۲۔ الاکمال .... لابن ماکولا ۔ طبع ہند

۱۳۔ انجاءالوطن عن الازدراء بامام الزمن .... کراچی ۱۳۸۷ھ

۱۴۔ الانساب للسمعانی .... طبع بیروت

۱۵۔ انسان العیون فی سیرت الامین المامون .... برہان الدین حلبی۔طبع قاہرہ ۱۳۲۰ھ

۱۶۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث .... احمد شاکر

۱۷۔ البرہان فی علوم القرآن .... عیسیٰ حلبی ۴ جلد

۱۸۔ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ .... للسیوطی

۱۹۔ تاریخ الامم والملوك .... طبری۔طبع دارالمعارف مصر

۲۰۔ تاج العروس من جواهر القاموس .... زبیدی۔قاہرہ ۱۳۰۷ھ

۲۱۔ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۱۳۴۹ھ

۲۲۔ تاریخ لابن معین .... تحقیق احمد محمد نور سیف ہیئہ عامہ للکتاب۔قاہرہ ۱۳۷۹ھ

۲۳۔ تاریخ التراث العربی .... جلد اول وثانی۔طبع ہیئہ عامۃ للکتاب

۲۴۔ تاریخ الصغیر للبخاری .... تحقیق محمود ابراہیم۔زاید دارالوعی حلب

۲۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری .... طبع ہند

۲۶۔ تجرید التمهید لمافی الموطا من المعانی والاسانید .... لابن عبدالبراندلسی۔طبع حسام الدین القدسی

۲۷۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف .... للمزی۔طبع ہند

۲۸۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی .... طبع ہند

۲۹۔ ترتیب ثقات العجلی .... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی۔دارالکتب علمیہ بیروت

۳۰۔ تعجیل المنفعۃ بزوائد الائمۃ الاربعۃ .... ابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۳۱۔ تفسیر الفخر الرازی

۳۲۔ تفسیر ابن کثیر .... طبع عیسیٰ حلبی

۳۳۔ تقریب التهذیب .... تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۳۴۔ تنزیه الشریعه .... لابن عراق۔تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۳۵۔ تهذیب التهذیب .... لابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۳۶۔ تهذیب تاریخ دمشق الکبیر .... عبدالقادر۔بدران

۳۷۔ تهذیب الآثار .... ابوجعفر طبری۔تحقیق محمود شاکر

۳۸۔ تهذیب الاسماء واللغات .... شرف الدین نووی۔طبع منیر دمشقی۔قاہرہ

۳۹۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول .... طبع مصر

۴۰۔ الثقات .... ابن حبان۔طبع ہند

۴۱۔ جامع بین العلم وفضله .... ابن عبدالبر۔مطبع منیریہ ۱۳۴۶ھ

۴۲۔ الجامع لا حکام القرآن .... للقرطبی۔دارالکتب مصریہ

۴۳۔ الجرح والتعدیل .... للرازی۔طبع ہند

۴۴۔ الجواهر المضیه فی طبقات الحنفیه .... قرشی طبع ہند

۴۵۔ جوامع السیرت .... ابن حزم۔طبع دارالمعارف

۴۶۔ حیات محمد صلی اللّٰه علیه وسلم .... لہیکل۔طبع دارالمعارف

۴۷۔ خصائص التصور الاسلامی .... سید قطب عیسیٰ البابی۔حلبی قاہرہ

۴۸۔ الخصائص الکبریٰ .... للسیوطی۔تصویر دارالکتب علمیہ،بیروت

۴۹۔ حلیة الاولیآء .... ابونعیم۔السعادة،مصر

۵۰۔ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور .... للسیوطی۔طبع حلب

۵۱۔ الدررفی اختصار المغازی والسیر .... لابن عبدالبر۔تحقیق شوقی ضیف۔دارالمعارف

۵۲۔ دلائل النبوة .... تالیف عبدالحلیم محمود۔دارالانسان،قاہرہ

۵۳۔ دلائل النبوة .... ابونعیم۔طبع ہند

۵۴۔ دیوان حسان بن ثابت .... الہیئہ العامہ۔للکتاب،قاہرہ

۵۵۔ الرساله للشافعی .... تحقیق احمد شاکر۔دارالتراث،قاہرہ

۵۶۔ الرساله المستطرفه .... لبیان مشہور کتب السنة المشرفہ

۵۷۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل .... تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ۔طبع حلب

۵۸۔ الروض الانف .... للسہیلی

۵۹۔ الزهد الکبیر للبیهقی .... دارالقلم،کویت

۶۰۔ سُبل الهدیٰ والا رشاد فی هدی خیرالعباد .... (۱ : ۲)المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ،قاہرہ

۶۱۔ سنن ابن ماجه .... تحقیق محمد فواد عبدالباقی البابی۔حلبی

۶۲۔ سنن ابو داؤد .... مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۴ھ

۶۳۔ سنن نسائی ومعها .... شرح السیوطی والسندی،المصریہ۔۱۳۴۸ھ

۶۴۔ سنن الترمذی .... تحقیق احمد شاکر محمد فواد عبدالباقی البابی۔حلبی

۶۵۔ سنن الدارمی .... قاہرہ۔۱۳۸۶ھ

۶۶۔ السنن الکبری للبیهقی .... الہند۔۱۳۱۴ھ

۶۷۔ السنة قبل التدوین .... محمد عجاج خطیب

۶۸۔ سیرت ابن هشام .... تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید۔طبع المکتبہ تجاریہ،مصر۔۱۹۳۷ء

۶۹۔ سیرت اعلام النبلاء .... ذہبی۔مکتبہ الرسالہ، بیروت

۷۰۔ شذرات الذهب .... ابن عماد حنبلی۔طبع قدسی

۷۱۔ شرح النووی .... علی صحیح مسلم۔مصریہ۔۱۳۴۷ھ

۷۲۔ شروط الائمہ الخمسة لاحازمی .... تعلیق کوثری۔مکتبہ القدسی۔۱۳۵۷ھ

۷۳۔ شمائل الرسول للترمذی .... طبع عیسیٰ حلبی، قاہرہ

۷۴۔ الشفا فی حقوق المصطفیٰ .... قاضی عیاض۔الازہریہ۔۱۳۲۷ھ

۷۵۔ صبح الاعشی .... قلقشندی۔دارالکتب، قاہرہ

۷۶۔ صحیح ابن حبان .... جزاول، جز ثانی۔تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی۔دارالوعی، حلب

۷۷۔ صحیح البخاری .... طبع بولاق

۷۸۔ صحیح مسلم .... تحقیق محمد فواد عبدالباقی عیسیٰ البابی حلبی

۷۹۔ صحیح مسلم شرح نووی .... مصر، قاہرہ

۸۰۔ ضُحی الاسلام .... احمد امین۔مجلس تالیف وترجمہ

۸۱۔ الضعفاء الصغیر .... بخاری۔دارالوعی، حلب

۸۲۔ الضعفاء الکبیر .... عقیلی۔تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔دارالکتب علمیہ، بیروت

۸۳۔ الطب النبوی .... ابن قیم جوزی ڈاکٹر عبدالمعطی

۸۴۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ .... عیسیٰ البابی حلبی، قاہرہ

۸۵۔ طبقات الکبریٰ .... ابن سعد۔طبع بیروت

۸۶۔ طوالع البعثة المحمدیہ .... عباس عقاد۔دارالہلال

۸۷۔ العقد الفرید .... ابن عبداللہ اندلسی۔لجنہ تالیف وترجمہ ونشر

۸۸۔ العقود اللؤلؤیہ .... فی تاریخ الدولۃ الرسولیہ۔خزرجی، قاہرہ

۸۹۔ علل الحدیث ومعرفة الرجال .... علی بن مدینی۔تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔دارالوعی، حلب

۹۰۔ علوم الحدیث .... ابن صلاح۔تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن

۹۱۔ علل الحدیث .... ابن ابی حاتم رازی۔طبع سلفیہ

۹۲۔ عمدة القاری شرح بخاری .... شیخ بدرالدین عینی

۹۳۔ عُیون الاثر فی فنون .... المغازی والسیر۔طبع بیروت

۹۴۔ الفائق فی غریب الحدیث .... زمخشری عیسیٰ الحلبی۔قاہرہ

۹۵۔ فتاویٰ ابن صلاح فی التفسیر والحدیث والاصول والفقه .... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔دارالوعی، حلب

۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری .... ابن حجر عسقلانی۔طبع سلفیہ۔محمد فواد عبدالباقی

۹۷۔ الفتح الربانی بترتیب مسند امام احمد بن حنبل شیبانی .... تالیف احمد عبدالرحمٰن البنا۔طبع مصر

۹۸۔ فتح الملهم شرح صحیح مسلم .... شبیر احمد عثمانی۔مکتبہ الحجاز، کراچی

۹۹۔ الفهرست .... ابن ندیم۔التجاریہ الکبریٰ، مصر

۱۰۰۔ فوات الوفیات .... ابن شاکر۔النہضہ المصریہ، قاہرہ

۱۰۱۔ الفوائد المجموعه فی احادیث الموضوعه .... شوکانی۔تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۱۰۲۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر .... علامہ مناوی۔طبع مصر

۱۰۳۔ قواعد التحدیث .... تالیف جمال الدین قاسمی۔طبع عیسیٰ وبابی، حلبی

۱۰۴۔ قواعد فی علوم الحدیث .... تھانوی۔تحقیق فضیلۃ الاستاذ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ۔حلب

۱۰۵۔ الکامل فی التاریخ .... ابن اثیر بولاق۔۱۳۸۹ھ

۱۰۶۔ کشف الاستار عن ذوائد البزار للبیهقی .... تحقیق عبدالرحمٰن اعظمی۔طبع مؤسسۃ الرسالۃ

۱۰۷۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس .... عجلوتی۔طبع القدسی

۱۰۸۔ الکواکب النیرات فی معرفة من اختلط من الرواة الثقات .... دارالمأمون للتراث، دمشق

۱۰۹۔ اللآلیء المصنوعه فی الا حادیث الموضوعه للسیوطی .... المکتبہ تجاریہ، مصر

۱۱۰۔ لسان العرب .... ابن منظور۔طبع دارالمعارف، مصر

۱۱۱۔ لسان المیزان .... لابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۱۱۲۔ لمحات فی اصول الحدیث .... تالیف ڈاکٹر محمد ادیب صالح۔مکتبہ اسلامی، دمشق

۱۱۳۔ اللؤ لؤ والمرجان فیما اتفق علیه الشیخان .... عبدالباقی عیسیٰ الحلبی۔قاہرہ

۱۱۴۔ المبتکر الجامع لکتابی المختصر فی علوم الاثر .... تالیف عبدالوہاب عبداللطیف

۱۱۵۔ المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین .... ابن حبان۔تحقیق محمود ابراہیم زائد دارالوعی۔حلب

۱۱۶۔ مجمع الزوائد للهیثمی .... طبع حسام الدین قدسی

۱۱۷۔ مجموعة الوثائق السیاسیه فی العهد النبوی .... محمد حمید اللہ لجنۃ التالیف۔قاہر

۱۱۸۔ محاسن البلقینی علی مقدمة .... ابن صلاح۔تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن

۱۱۹۔ مراة الجنان .... للیافعی

۱۲۰۔ المستدرك علی صحیحین فی الحدیث .... الحاکم وفی ذیلہ المستدرک للذہبی۔طبع ہند

۱۲۱۔ مسند امام احمد .... تحقیق احمد محمد شاکر۔دارالمعارف، مصر

۱۲۲۔ المشتبه فی الرجال .... للذہبی عیسیٰ الحلبی، قاہرہ۔۱۹۶۳ء

۱۲۳۔ مشکل الحدیث وبیانه .... ابن فورک۔تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی

۱۲۴۔ معالم السنن للخطابی .... نشر راغب طباخ۔حلب

۱۲۵۔ معجم ما استعجم للبکری .... لجنۃ تالیف وترجمہ نشر۔قاہرہ

۱۲۶۔ معجم البلدان .... یاقوت حموی۔قاہرہ

۱۲۷۔ المعجم المفہرس .... لالفاظ الحدیث

۱۲۸۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن .... وضع محمد فواد عبد الباقی

۱۲۹۔ المعجم الوسیط .... مجمع اللغۃ العربیہ۔قاہرہ

۱۳۰۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی .... تحقیق سید صقر

۱۳۱۔ المغازی .... للواقدی۔طبع دار المعارف، مصر

۱۳۲۔ المغازی الاولیٰ .... مؤلفوھا بقلم ھوروفتز۔ترجمہ حسین نصار، قاہرہ

۱۳۳۔ المغرب فی ترتیب المعرب .... للمطرزی

۱۳۴۔ مفتاح الکنوز السنۃ .... محمد فواد عبد الباقی

۱۳۵۔ مفتاح السنۃ .... تالیف محمد عبد العزیز خولی

۱۳۶۔ المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہر علی الالسنۃ .... للسخاوی

۱۳۷۔ مقدمۃ ابن خلدون

۱۳۸۔ مناقب علی والحسنین وامہا فاطمۃ الزہراء .... وضع ڈاکٹر عبد المعطی۔دار الوعی حلب

۱۳۹۔ المنقذ من الضلال .... للغزالی

۱۴۰۔ الموضوعات .... لابن جوزی

۱۴۱۔ المواہب اللدنیہ .... للقسطلانی مع شرح زرقانی ازہریہ

۱۴۲۔ میزان الاعتدال .... للذہبی۔طبع عیسیٰ البابی الحلبی

۱۴۳۔ مؤطا مالک .... تحقیق محمد فواد عبد الباقی۔عیسیٰ البابی الحلبی

۱۴۴۔ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ .... للزیلعی۔ادارہ المجلس العلمی۔ہند

۱۴۵۔ نہایۃ الارب للنووی .... دار الکتب، قاہرہ

۱۴۶۔ النہایۃ فی غریب الاحادیث .... لابن اثیر۔عیسیٰ ابن البابی الحلبی

۱۴۷۔ ہدی الساری .... لابن حجر عسقلانی۔طبع سلفیہ

۱۴۸۔ وفاء الوفآء .... للسمہودی۔القاہرہ

۱۴۹۔ وفیات الاعیان .... لابن خلکان۔میمنہ، القاہرہ

☆☆☆

دلائل النبوة

اور

صاحبِ شریعت کے احوال کی معرفت

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اصحاب پر اور سلام نازل کرے، سلام کثیر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک ☆

ہمیں خبر دی تھی شیخ امام سدید نے کہ ابوالحسن عبیداللہ بن محمد بن احمد بیہقیؒ نے (اس طرح کہ) یہ روایت شیخ کے سامنے پڑھی گئی اور میں نے سماع کیا اور شیخ نے اس کا اقرار فرمایا (درست قرار دیا)۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شیخ امام (زاہد، حافظ، ناقد) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقیؒ نے فرمایا:

خطبۂ کتاب دلائل النبوۃ از امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الاول بلا ابتداء، والآخر بلا انتهاء، القديم الموجود لم يزل، القائم الباقي بلا زوال، المتوحد بالفردانية، المنفرد بالالهية، له الأسماء الحُسنى، والصفات العُلى۔ ليس كمثله شيء وهو السَّمِيعُ البَصِيرُ۔ العليم القدير، العلي الكبير الولي الحميد، العزيز المجيد، المبدئ، المعيد، الفعال لما يريد، له الخلق والامر، وبه النفع والضر، وله الحكم والتقدير، وله الملك والتدبير، ليس له في صفاته شبيه ولا نظير، ولا له في الهيته شريك ولا ظهير، ولا في ملكه عديل ولا وزير، ولا له في سلطانه ولي ولا نصير، فهو المتفرد بالملك والقدرة، والسلطان والعظمة، لا اعتراض عليه في ملكه ولا عتاب عليه في تدبيره، ولا لوم في تقديره۔

ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له الها واحدا احدا سيدا صمدا لم يتخذ صاحبة ولا ولدا ونشهد ان محمدا عبده ورسوله ونبيه وصفيه ونجيه ووليه ورضيه وامينه على وحيه وخيرته من خلقه ارسله بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا صلى الله عليه وعلى اله الطيبين، وعلى اصحابه الطاهرين، وعلى ازواجه امهات المؤمنين، وسلم تسليمًا كثيرًا۔ والحمد لله الذى خلق الخلق بقدرته، وجنسهم بارادته وجعلهم دليلا على الهيته، فكل مفطور شاهد بوحدانيته، وكل مخلوق دال على ربوبيته۔ وخلق الجن والانس ليامرهم بعبادته من غير حاجة له اليهم، ولا الى احد من بريته، وركب فيهم العقل الذى به يدرك دلائل قدمه ووجوده، وتوحيده وتمجيده، وحدوث غيره بابداعه واختراعه، واحداثه وايجاده۔ وبعث فيهم الرسل كما قال جل ثناؤه۔ انا اوحينا اليك كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده واوحينا الى ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط وعيسى وايوب

ویونس وھارون وسلیمان ۔ واتینا داود زبورًا ، ورسلًا قد قصصنا ھم علیك من قبل ورسلًا لم نقصصھم علیك وکلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما ۔ رسلًا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل وکان اللّٰہ عزیزًا حکیما ۔

مفہوم خطبۂ کتاب .... سب تعریفیں اللہ رب العزت کی لائق ہیں جو اوّل ہے مگر ابتداء سے پاک ہے۔ آخر ہے مگر انتہاء سے پاک ہے۔ ہمیشہ موجود ہے، ہمیشہ موجود رہے گا۔ دائمی بقا کا مالک ہے۔ جس کو بھی کوئی زوال نہیں۔ فرد ہونے میں خود بخود اکیلا ہے۔ معبود ومشکل کشا ہونے میں منفرد ہے۔ اس کے خوبصورت نام ہیں۔ اس کی صفات اُونچی ہیں۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہی سمیع ہے، وہی بصیر ہے۔ علم والا، قدرت والا ہے۔ بلند ہے، بڑا ہے، سب کا سرپرست، تعریفوں والا ہے۔ غلبے والا ہے، مجد و بزرگی والا ہے۔

سب شئے کو از سرِ نو بنانے والا ہے۔ سب شئے کو ختم کر کے دوبارہ بنانے والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کرڈالنے والا ہے۔ مخلوق بھی اس کی اور حکم بھی اس کا ہے۔ نفع اور نقصان کا مالک بھی وہی ہے۔ حکم اور تقدیر بھی اسی کی ہے۔ ملک و بادشاہت اسی کی ہے اور اس میں تدبیر و تصرف بھی اسی کا ہے۔ اس کی صفات میں نہ اس کی کوئی شبیہ ہے، نہ کوئی مثال ونظیر ہے۔ اس کی معبودیت میں نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ کوئی معین و مددگار ہے۔ اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ کوئی وزیر ہے۔ اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی سرپرست ہے، نہ کوئی مددگار و نصیر ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں بھی منفرد ہے اور اپنی قدر میں بھی۔ اپنے اقتدار میں بھی اور اپنی عظمت میں بھی۔ اس کی بادشاہت میں اس پر نہ تو کسی کا اعتراض ہے، نہ ہی اس کی تدبیر و تصرف میں اس پر کسی کا عتاب ہے۔ نہ ہی اس کی تقدیر میں اس کے لئے کسی کو ملامت کا حق ہے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی بھی معبود و مشکل کشا نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ الٰہ ہے اور واحد ہے، احد ہے، سردار ہے، بے پرواہ ہے۔ نہ اس نے کسی کو بیٹی ٹھہرایا ہے، نہ ہی بیٹا ٹھہرایا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی ہیں۔ اس کے چنیدہ اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ اس کے دوست اور اس کے پسندیدہ ہیں۔ اور اس کی وحی کے وہ امین ہیں۔ اور اس کی مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ انہیں کو اس نے بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اللہ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا اور چمکتا ہوا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ رحمتیں نازل کرے ان پر اور ان کی آل پاک طیبین پر۔ اور ان کے اصحاب طاہرین پر اور ان کی بیویوں اُمہات المؤمنین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

خطبۂ ثانیہ کا مفہوم .... اور سب تعریفیں اللہ کے تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے محض اپنی قدرت کے ساتھ مخلوق تخلیق فرمائی۔ اور ان کو محض اپنے ارادے اور خواہش کے ساتھ قسم قسم بنایا۔ اور تمام اقسام مخلوق کو اپنی معبودیت کی دلیل بنا دیا۔ سو ہر مخلوق شدہ چیز اس کی وحدانیت پر شہادت دے رہی ہے۔ اور ہر پیدا ہونے والی شئے اس کی ربوبیت پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت پر مأمور کرنے کے لئے پیدا فرمایا۔ جبکہ اس کو ان کی عبادت کی کوئی ضرورت و مجبوری نہیں تھی۔ اور نہ ہی اس طرح ان کو اس کی مخلوق میں سے کسی ایک کے پیدا کرنے کی حاجت و ضرورت تھی۔

اور جن و انس کو پیدا کر کے ان میں عقل بھی پیدا کر دی، جس کے ساتھ ان کو پیدا کرنے والے کے موجود ہونے اور ہمیشہ سے ہونے کے دلائل کا ادراک کیا جا سکے۔ اور اس کی وحدانیت اور اس کی بزرگی کے دلائل کا ادراک کیا جا سکے۔ اور اسی عقل کے ساتھ اس بات کا ادراک کیا جا سکے کہ اس خالق و مالک کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ حادث ہے جو محض اسی اللہ کی ایجاد و اختراع سے اور اسی کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہے، پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کے اندر رسولوں کو بھیجا۔ جیسے اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

سلسلہ انبیاء ورسل کی بعثت اور ان کی وحی کے بارے میں تفصیلی تصریحی وضاحت خداوندی

اِنَّـا اَوْحَيْـنَـآ اِلَيْكَ كَـمَـا اَوْحَيْـنَـآ اِلٰى نُـوْحٍ والـنَّـبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى ابراهيم واسماعيل واسحاق والا سباط وعيسىٰ وايوب ويونس وهارون وسليمان ـ واتينا داود زبورًا ، ورسلًا قد قصصنا هم عليك من قبل ورسلًا لم نقصصهم عليك وكلم الله موسىٰ تكليما ـ رسلًا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزًا حَكِيْمًا ـ الخ (سورۂ نساء ، آیت ۱۶۳ـ۱۶۵)

(اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے، جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف اور ان کے بعد بہت سارے نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔ اور ہم نے وحی کی حضرت ابراہیم، اسماعیل و اسحاق و یعقوب کی طرف اور ان کی اولاد کے نبیوں کی طرف۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف۔ اور ہم نے داود علیہ السلام کو (کتاب) زبور عطا کی تھی۔ اور ہم نے (دیگر) بہت سارے رسولوں کی طرف وحی بھیجی۔ ان میں سے کئی رسولوں کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کر دیا ہے۔ اور بہت سارے رسول اور بھی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی بھی کی تھی۔ ہم نے بشارت دینے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ کے خلاف کوئی حجت اور اعتراض باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والے ہیں۔

انبیاء ورُسل کی بعثت کا مقصد: اتمامِ حجت

رسول اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اگر چہ ہم اپنے اپنے عقلوں کے ساتھ یہ تو سمجھتے تھے کہ ہم لوگوں کا صانع اور پیدا کرنے اور بنانے والا ضرور ہے اور وہی ہمارے امور، ہمارے معاملات میں تدبیریں اور تصرف بھی کرتا ہے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہمارے اوپر اس کی عبادت کرنا بھی لازمی ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم اس کی عبادت کیسے کریں۔ اس کی کیفیت اور طریقہ کار کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اگر ہم اس کی عبادت کریں گے تو ہمارے لئے اس کے بدلے میں کیا ہوگا؟ اور اگر ہم اس کی عبادت نہیں کریں گے تو ہمارے لئے کیا ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حجت کاٹ دی اور ان کا الزام و اعتراض ختم کر دیا ہے۔ وہ اس طرح پر کہ ان کے اندر رسول بھیج دیئے، جنہوں نے آ کر ان کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے لئے عبادت کی کیفیت اور طریقے بیان کئے، اور اس کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دی۔ اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے جہنم سے ڈرایا۔ اس بات کو یعنی لوگوں کی حجت اور اعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ ایک آیت میں اس طرح بیان کرتا ہے:

ولـو انّـا أهلكنا هم بعذاب من قبله لقالوا : ربنا لولا ارسلت الينا رسولًا فنتبع ايٰاتك من قبل ان نذل ونخزى ـ (سورۂ طٰہٰ : آیت ۱۳۴)

اگر ہم، لوگوں کو رسولوں کے آنے سے پہلے اور ان کو پیغام دینے سے پہلے ہلاک کر دیتے تو (قیامت کے روز) وہ یہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیج دیئے کہ ہم تیری آیات کی اتباع کر لیتے اور ہم ذلیل و رسوا نہ ہوتے۔

آیات ومعجزات کے ساتھ رسولوں کی تائید وتصدیق

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر ایک کو تائید عطا کی تھی۔ آیات کے ساتھ اور معجزات کے ساتھ، جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے۔ جن کے ساتھ وہ اپنے ماسوا دیگر رسولوں سے ممتاز ہوتے تھے، باوجود اس کے کہ وہ رسول عین اس چیز میں برابر تھے جس چیز کے ساتھ وہ تائید عطا کی گئی تھی۔ نیز رسول اور نبی دیگر عام لوگوں سے بھی ممتاز ہوتے تھے معجزات و آیات کے ساتھ۔

معجزات رُسُل کی بہت ساری اقسام تھیں .... رسولوں کے معجزات اجناس کثیرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) نشانیاں عطا کی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات .... (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) خون کی بارش (۴) طوفان (۵) ٹڈیوں کی آمد (۶) چیچڑیوں کی آمد (۷) مینڈکوں کی آمد (۸) طمس اموال (۹) دریا کو چیرنا۔ نو نشانیوں کا ذکر قرآن میں (از جاروی)

فارسلنا علیهم الطوفان ، والجراد ، والقمل ، والضفادع ، والدم ، ایات مفصلات فاستکبروا و کانوا قوما مجرمین ۔ (سورۃ الاعراف : آیت ۱۳۳)

بس ہم نے ان لوگوں (بنی اسرائیل) پر یہ نشانیاں بھیج دی تھیں۔ طوفان، ٹڈیاں، چیچڑیاں، مینڈکیاں، خون، تفصیلی آیات اور نشانیاں۔ ان لوگوں نے استکبار کیا اترا کے، وہ مجرم لوگ تھے۔ یعنی بطور عذاب یہ بلائیں ان پر مسلط کی گئیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے معجزات کی تصریح کی ہے

یہ سولہ معجزات موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھے .... سورۂ بنی اسرائیل میں ہے :

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات فاسأل بنی اسرائیل اذ جاء هم فقال له فرعون : انی لاظنك یا موسیٰ مسحورا ۔ سورۃ الاسراء : آیت ۱۰۱)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح نو نشانیاں عطا کی تھیں۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ جب وہ ان کے پاس آئی تھیں تو ان کا کیا حال تھا۔ تاہم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا، اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے اُوپر جادو ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں معجزات موسیٰ علیہ السلام میں کئی باتوں کا ذکر ہے :

(۱) ان کی زبان کا عقدہ اور گرہ کھل جانا۔ (۲) عصا کا اژدہا بن جانا۔ (۳) جادوگر کی رسیوں اور لاٹھیوں کو ان کی کثرت کے باوجود ہڑپ کر جانا۔ (۴) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے روشنی پھوٹنا۔ اور پانچ نشانیوں کا گروپ (۵) طوفان (۶) ٹڈیاں (۷) چیچڑیاں (۸) مینڈکیاں (ہر چیز میں ہر برتن میں) اور (۹) خون۔ اور (۱۰) دسویں چیز دریا کا پھٹ جانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ فرقنا بکم البحر .... یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تھا

(۱۱) پتھر سے چشمہ بہنا۔ ارشاد باری ہے : اضرب بعصاك الحجر .... اے موسیٰ! پتھر پر عصا ماریئے (انہوں نے مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے)

(۱۲) پہاڑ کو اُٹھا کر اوپر سائبان کی طرح کر دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ نتقنا الجبل فوقهم کأنه ظلة

(۱۳) من سلویٰ کا نزول (۱۴) آل فرعون کو قحط سالی میں گرفتار کرنا (۱۵) پھلوں میں نقص پیدا کرنا

ارشاد ہوا : ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین ، و نقص من ثمرات

(۱۶) بنی اسرائیل کے مالوں پر طمس واقع کرنا اور مثلاً دینا کھجوروں کو آٹا ہو یا کھانے کا سامان وغیرہ۔ یہ تمام امور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے دلائل تھے۔ (مترجم)

امام بیہقی فرماتے ہیں :

عصاء موسیٰ علیہ السلام والا معجزہ الحاد و بے دینی کرنے والوں اور ساحروں، جادوگروں سب کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت اور دلیل تھا۔ اس دور میں جادو عام اور کھلم کھلا ہو رہا تھا، بلکہ ننگا ہو رہا تھا۔ جب عصاء موسیٰ دوڑتے ہوئے اژدہے کی صورت میں بدل گیا (اور دیکھتے ہی دیکھتے) جادوگروں کی رسیوں اور ان کی لاٹھیوں کو ہڑپ کر گیا تو ان سب نے اچھی طرح جان لیا کہ اس عصاء سے اژدہے میں تبدیل ہو کر ہڑپ کر جانے

والی حرکت اس حیات کی وجہ سے ہے جو حیات فی الحقیقت اس میں پیدا ہوگئی ہے، یہ حرکت اس قبیل سے نہیں ہے جس کا مختلف حیلوں اور تدبیروں سے محض خیال یا تخیل اور تصور پیدا کر دیا جاتا ہے (جیسے شعبدہ باز اور جادوگر کرتے ہیں)۔ لہٰذا اس اعتبار سے عصاء موسیٰ کی یہ تبدیلی اور یہ حرکت دُہری دلیل ہے۔ ایک طرف صانع اور خالق کے وجود اور اس کے تصرف کرنے پر اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا نبی ہونے پر یہ مجموعی طور پر دلالت کرتی ہے۔

بہر حال دیگر تمام آیات اور نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے جن کی ضرورت نہیں تھی ان کی دلالت اور ان کا ثبوت فرعون اور اس کی قوم کے خلاف تھا اور ان کے مقابلے میں تھا جو دہریئے تھے۔ زمانے کو خالق مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان امور کی صحت کو ظاہر کیا تھا جن امور کے بارے میں ان کو موسیٰ علیہ السلام نے خبر دے رکھی تھی کہ میرا اور تمہارا ایک رب ہے جو کہ خالق بھی ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کے تین معجزے جو ان کی نبوت کی دلیل تھے

(۱) تَلْيِيْنِ حَدِيْد (لوہے کا نرم ہو جانا، ان کے ہاتھوں میں آ کر)

(۲) تَسْخِيْر جبال (پہاڑوں کا ان کے ساتھ مل کر اللہ کا ذکر کرنا)

(۳) تسخیر طیور (پرندوں کا ان کی مرضی سے بولی اور پرواز کرنا)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ شام کو بھی اور صبح کو بھی اللہ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ (مترجم کہتا ہے)

دلیل نمبر ۱ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ولقد اتینا داود منا فضلًا یا جبال اوبی معه والطیر . والنا له الحدید ۔ (سورۃ سبا : ۱۰)

ہم نے داود علیہ السلام کو اپنی طرف سے خصوصی فضل عطا کیا تھا (ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا)۔ اے پہاڑ حضرت داود کے ساتھ آپ بھی بارگاہ ایزدی میں رجوع کریں (تسبیح کریں) اور پرندوں کو ان کے تابع فرمان کر دیا اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

دلیل نمبر ۲ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والا شراق

بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا۔ وہ شام کو بھی اور صبح کو بھی ان کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ یہ سب ان کی نبوت کے دلائل تھے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور پانچ معجزے
یا نبوت عیسوی کے چار ناقابل انکار دلائل

(۱) تکلم فی المهد (گود میں یا جھولے میں ہونے کی عمر میں حکیمانہ کلام کرنا)

(۲) احیاء موتیٰ (قُم بِاذنِ اللّٰه کے حکم کے ساتھ اُٹھ جایئے کہہ کر مُردوں کو زندہ کرنا)

(۳) اِبْرَاءِ اَکْمَهَ وَاَبْرَصْ (دعا کر کے یا ہاتھ پھیر کر مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کر دینا)

(۴)　تَطْیِیرُ طائر　　(مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اس میں پھونک مار کر پرندوں کو اُڑانا)
(۵)　انباء اکل و دخر　　(یعنی کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو؟) مترجم

امام بیہقیؒ کا فرمان .... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو قدرت عطا کر دی تھی کہ وہ گود میں بولتے تھے اور حکماء وعقلاء جیسی بات کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور ان کی دعاء کے ساتھ ہاتھ پھیرنے کے ساتھ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ اور ان کے لئے یہ کیفیت پیدا کر دی تھی کہ وہ مٹی سے پرندے کی شبیہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اُڑ جاتا تھا۔ قرآنی دلیل :

یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتك اذ یدتك بروح القدس تكلم الناس فی المهد وكهلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجیل واذ تخلق من الطین كهیئه الطیر فتنفخ فیها فتكون طیرا باذنی وتبرئ الاكمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتم بالبینات فقال الذین كفروا منهم ان هذا الا سحر مبین ۔ (سورۃ مائدہ : آیت ۱۱۰)

اے عیسیٰ بن مریم یاد کر میری نعمت کو تیرے اور تیری والدہ پر جو ہے، جب میں نے تجھے رُوح القدس کے ساتھ تائید دی تھی کہ تم لوگوں کے ساتھ جھولے میں ہوتے ہوئے کلام کرتے تھے اور بڑھاپے میں بھی کریں گے۔ اور یاد کر جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی تورات وانجیل کی اور جب آپ مٹی سے پرندے کی شبیہ بناتے تھے میرے حکم سے، پھر اس میں میرے حکم سے رُوح پھونکتے اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور جب مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے تھے میرے حکم سے۔ اور یاد کر جب کل یہودیوں کو تم سے روکا تھا جب آپ واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس گئے تھے تو ان سے کافروں نے کہا یہ تو ظاہر اور واضح جادو ہے۔

نبوت عیسوی کے بعض واضح دلائل .... امام بیہقیؒ لکھتے ہیں :

پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی بیچ سے اُٹھا لیا جب انہوں نے ان کے قتل کرنے اور پھانسی لگانے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اس سے کہ وہ ان تک پہنچتے اور ان کے جسم کو قتل یا پھانسی کا درد والم پہنچاتے اور ان کے دور میں طبیب اور علاج معالجہ عروج پر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ان امور کو ظاہر فرمایا اور وہ کارنامے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے جن کو انجام دینے سے بڑے ماہر ترین طبیب اور معالج عاجز رہ گئے۔ بلکہ اس سے کم تر سے بھی عاجز رہ گئے یعنی اس بدرجہا چھوٹے امور سے بھی عاجز رہے۔ یہ امور دلالت کرتے ہیں کہ طبائع پر غلبہ کرنا اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور یہ تمام دلائل ہیں اس بات کے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب دلائل ہیں اس بات کے عالم کا ایک خالق ہے، وہی اس کا مدبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ امور و معجزات کو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ظاہر فرمایا اور ان کی دعا کے ساتھ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سچے نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے توفیق عطا کرنے سے ممکن ہوا تھا۔ قرآنی دلیل :

وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰه وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً۔ بل رفعه اللّٰه الیه وكان اللّٰه عزیزاً حكیماً وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یكون علیهم شهیداً ۔ (سورۃ النساء : آیت ۱۵۷-۱۵۹)

یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا نہ ہی پھانسی چڑھایا، بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا (کہ وہ ان کے ہم شکل ایک دوسرے یہودی کو پھانسی لگا بیٹھے تھے) بے شک وہ ان کے بارے میں اختلاف کر بیٹھے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ انہیں ان کے بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے محض گمان کی اتباع کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ کہ نہ ہی انہوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ یقینی بات ہے بلکہ اللہ نے ان کو اُٹھا لیا تھا اپنی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکیم ہے۔ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں ہے مگر وہ ان کی موت سے قبل ان کے ساتھ ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہ ہوں گے۔

نوٹ : یہ مذکورہ دلائل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ آیئے اب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دلائل نبوت رسالت ملاحظہ فرمائیں۔

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل

نبی مصطفیٰ، رسول مجتبیٰ، جن وانس میں سے تمام مخلوق کی طرف مبعوث بالحق ابوالقاسم، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ خاتم النبیین، رسول ربّ العالمین، صلوات اللہ علیہ۔ ان پر اور ان کی آل طیبین طاہرین پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل ہوں۔ ان کی نبوت ورسالت کے دلائل اور آیات بنیات تمام رسولوں سے زیادہ ہیں اور بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی نبوت کے اَعلام اور نشانیاں ایک ہزار کی تعداد تک پہنچتے ہیں۔

قرآن مجید زندہ جاوید معجزہ محمدی ہے .... بہرحال آپ کی نبوت کا سب سے بڑا نشان جو آپ کی دعوت کے ساتھ جڑا اور ہمیشہ آپ کے ساتھ حیات میں بڑھتا چلا گیا اور آپ کی وفات کے بعد ہمیشہ آپ کی اُمت میں باقی ہے، وہ قرآن عظیم ہے۔ وہ ظاہر اور باہر معجزہ ہے۔ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ وہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اس کو نازل کرنے والے نے اس کی تعریف کی ہے : کہ

(۱) وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید۔ (سورۃ فصلت : آیت ۴۱۔۴۲)
قرآن مجید عزت اور غلبے والی کتاب ہے۔ باطل نہ تو اس کے آگے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے آسکتا ہے۔ یہ حکمت اور حمد کے مالک نے اُتارا ہے۔

(۲) انہ لقران کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون ـ تنزیل من ربّ العالمین ـ (سورۃ واقعہ : آیت ۷۷۔۸۰)
بے شک پڑھی جانے والی عزت والی (چیز) ہے۔ وہ پوشیدہ ومحفوظ کتاب میں (لوح محفوظ میں) لکھی ہوئی ہے، جس کو پاک فرشتوں کے سوا کوئی بھی نہیں چھوسکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اُتری ہے۔

(۳) بل ھو قران مجید فی لوح محفوظ ـ (سورۃ البروج : آیت ۲۱۔۲۲) بلکہ وہ بزرگی والا قرآن ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

(۴) ان ھذا لھو القصص الحق۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۶۲) بے شک یہ وہی بیان حق ہے۔

(۵) وھذا کتب انزلناہ مبارك فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ـ (سورۃ الانعام : آیت ۱۵۵)
یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کو ہم نے اُتارا ہے۔ برکت والی ہے، اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۶) انھا تذکرۃ، فمن شاء ذکرہ، فی صحف مکرمۃ، مرفوعۃ مطھرۃ، بایدی سفرۃ، کرام بررۃ ـ (سورۃ عبس : آیت ۱۱۔۱۶)
یہ قرآن نصیحت ہے (یاددہانی ہے) جو چاہے اس کو یاد کرے (نصیحت مان لے)۔ یہ عزت والے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ صحیفے بلند قدر ہیں (اُونچے مقام پر رکھے ہوئے ہیں)۔ وہ صحیفے پاکیزہ ہیں۔ وہ کاتبوں اور لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ کاتب فرشتے بزرگی والے عظمت والے ہیں۔

(۷) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ـ
(سورۃ الاسراء : آیت ۸۸) (اے محمد ﷺ) فرمادیجئے کہ البتہ اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی کوئی مثل بنا کر لے آئیں تو وہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے ظہیر ومددگار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں یہ امر واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ایسی وصف پر اُتارا ہے جو کلام بشر کے اوصاف کے مبائن ہے اور اس سے مختلف ہے۔ اس لئے یہ کلام منظوم ہے نثر نہیں ہے اور نظم ہے مگر نظم رسائل، نظم خطاب، نظم اشعار کی طرح نہیں۔ اور وہ کاہنوں، نجومیوں کی طرح نہیں ہے۔ اور یقین جانئے کہ کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی مثل لے آئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (محمد ﷺ) کو حکم فرمایا کہ آپ اس کے مخاطبین کو چیلنج کریں کہ وہ اس جیسا قرآن بنا کر لائیں۔ اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ وہ اس پر قادر ہیں یا ان کو اس بات کا گمان ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

(۸) قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات ۔(سورۃ ہود : آیت ۱۳) فرمادیجئے کہ وہ اس جیسی دس سورتیں لے آئیں (اختراع کی ہوئی)۔

پھر ان کے لئے ایک ساتھ نو سورتیں کم کر کے فرمایا :

(۹) فأتوا بسورة من مثله ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۲۳) لے آؤ تم ایک سورۃ اس جیسی۔

لہٰذا معاملہ یوں ہی فی الحقیقت رہا جیسے اللہ نے بیان فرمایا ہے (کہ منکرین قرآن اور معترضین نبوت محمدی اس لایزال معجزۂ محمدی کی ایک سورت بنا کر لانے سے عاجز رہے۔لہٰذا قرآن مجید دائمی طور پر نبوت محمدی کی قطعی اور ان ٹوٹ دلیل بن گیا)۔علاوہ ازیں یہ بات بھی تھی کہ نبی کریم ﷺ موافق ہو یا مخالف سب کے نزدیک مقبول انسان تھے۔اپنی شرافت اور متانت اور اپنی قوت عقل اور رائے کی وجہ سے۔

جو شخص اس مقام پر فائز ہو اور پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا ہو، کسی بھی طریقے پر درست نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم ایک سورۃ اس جیسی لے کر آ جاؤ جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں قرآن میں سے۔اور تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتے۔اگر تم لوگ اس کی مثال لے کر آ جاؤ تو میں کاذب ہوں گا۔حالانکہ وہ اپنے دل وجان سے یہ جانتا ہو کہ قرآن اس پر اُترا ہے۔جبکہ اس کو اپنی قوم کے ان لوگوں سے یہ خطرہ بھی ہو جو اس کی مخالفت اور اس سے معارضہ کریں گے۔اگر اس کے باوجود کوئی ایسا کرے تو وہ خود اپنی دعوت کو باطل کرے گا۔

یہ سب مذکورہ تفصیل اور آئندہ تفصیل اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات عربوں سے ایسی ہی نہیں کہہ دی تھی کہ قرآن کی مثال لے آؤ اگر تم لا سکتے ہو۔اور تم ہرگز اس کو نہیں لا سکتے۔بلکہ اس وقت میں کہی تھی جب آپ کو پورا یقین تھا اور پورا وثوق تھا اور یہ امر پکا اور متحقق تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔اور یہ کسی طرح بھی یقین آپ کو حاصل نہیں ہو سکتا تھا مگر صرف اور صرف آپ کے رب کی طرف سے آپ کو یقین دلانے سے جس نے اس کتاب کی وحی آپ کی طرف بھیجی تھی (جب ربّ نے آپ کو یقین دلایا تو) اس کی خبر پر یقین کر کے یہ چیلنج کر دیا۔اور دنیائے انسانیت کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ اس چیلنج میں کامیاب رہے اور آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس کی مثال پیش نہ کی جا سکی اور اس طرح قرآن نبوت محمدی کی قطعی اور دائمی دلیل بلکہ ناقابل تردید دلیل بن گیا۔(مترجم)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ بہر حال اس مذکورہ تفصیل کے بعد جو مزید بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے پاس اس قرآن کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ اگر تم سچے ہو (یہ بات کہنے میں کہ محمد ﷺ نے خود قرآن لکھ لیا ہے یا کسی سے لکھوا لیا ہے) "محض فکر یہ ہے"۔ چنانچہ (کوئی ایک سورت پیش کرنے والی) مہلت طویل ہوتی رہی اور اس بارے میں انتظار لمبا ہوتا رہا۔اور مسلسل وقائع وحوادث پے در پے پیش آتے رہے اور حضور کے اور عربوں کے مابین جنگیں ہوتی رہیں۔جنگوں کے نتیجے میں ان کے صنادید اور سردار قتل ہوتے رہے۔ان کی اولادیں اور ان کی عورتیں قیدی ہوتی رہیں اور ان کے مال لٹتے رہے (وہ لوگ یہ سارا نقصان برداشت کرتے رہے)۔مگر کوئی ایک ماں کا لال بھی ان میں سے قرآن کے معارضے اور مقابلے کے لئے تیار نہ ہوا۔اگر وہ قرآن کا معارضہ ومقابلہ کرنے پر قادر ہوتے تو وہ ضرور اس کے ساتھ اپنے نفسوں اور اپنی اولادوں اور اپنے گھر والوں اور اپنے مالوں کا اس کے ساتھ فدیہ دے کر ان سب کو بچا لیتے۔جبکہ یہ کام کرتا یعنی قرآن کا معارضہ کر کے ایک سورۃ اس کے مقابلہ کی بنا کر پیش کر دیتے اور یہ ثابت ہو جاتا کہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں آیا بلکہ محمد ﷺ نے یا کسی اور انسان نے تصنیف کیا ہے۔ان کے لئے قریب ہوتا، ان پر آسان ہوتا کیونکہ وہ اہل زبان تھے، صاحب فصاحت تھے، صاحب شعر وخطبات تھے۔جب وہ یہ نہ لا سکے اور نہ ہی وہ اس کا دعویٰ کر سکے تو یہ بات صحیح ہو گئی کہ وہ اس سے عاجز تھے۔

خود نبی کریم ﷺ از خود بغیر وحی کے انہیں لوگوں کی طرح قرآن کی مثال بنانے سے عاجز تھے

اور ان لوگوں کے عجز کے ظاہر ہو جانے میں ہی اس بات کا بیان ہے کہ اس عاجز ہونے میں خود محمد ﷺ بھی انہیں کی مثل عاجز ہیں (قرآن کو تصنیف کرنے یا اس کی مثال از خود بنانے سے)۔کیونکہ حضور ﷺ انہیں کی مثل بشر تھے۔آپ کی زبان انہیں لوگوں جیسی تھی، آپ کی عادتیں انہیں

لوگوں والی تھی، آپ کی طبیعت اور مزاج انہیں لوگوں سے ملتا جلتا تھا، حضور ﷺ کا زمانہ انہیں لوگوں والا تھا۔ جب یہ سب کچھ اسی طرح تھا پھر بھی وہ قرآن جیسی معجز کتاب لے کر آ گئے تو اس بات کا یقین کرنا واجب ہو گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، برتر ہے، اس کی ذات اور اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں ہے۔ توفیق اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

قرآن کے مقابلہ میں مسیلمہ کذاب کے کلام کی حقیقت

ابو عبداللہ حسین بن حسن حلیمی نے فرمایا .... اگر وہ لوگ مسیلمہ نامی شخص (یعنی مسیلمہ کذاب) مدعی نبوت کے مُسَجَّع کلام کا (قرآن کے مقابلے پر) ذکر کرتے تو صورت حال کچھ ایسی تھی کہ مسیلمہ جو کچھ کلام لے کر آیا تھا، وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا تھا کہ کچھ اس میں سے محاکات تھیں (ایک دوسرے کو حکایات سنانا)۔ اور اس میں سے کچھ سرقہ (یعنی چرایا ہوا کلام) تھا۔ اس میں سے کچھ کاہنوں (غیب کی خبریں دینے والوں) کے سجعوں جیسے سجعے تھے اور کچھ کلام عرب کے رجز پر مبنی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا اپنا فصیح کلام اور اس کی حقیقت

حالانکہ نبی کریم ﷺ خود جو کلام فرماتے تھے وہ لفظاً سب سے زیادہ خوبصورت ہوتا، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے زیادہ سیدھا اور درست ہوتا، اور فائدے کے لحاظ سے سب سے زیادہ واضح ہوتا۔ تاہم عربوں نے (آپ کے کلام کو دیکھنے سمجھنے کے بعد) حضور ﷺ سے یہ کبھی نہ کہا کہ آپ ہمیں تو قرآن کی مثل لانے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں اور آپ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ جن وانس سارے اگر اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس کی مثال بنا کر پیش کریں گے تو وہ سب اس پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ مگر آپ خود اس کی مثال لا چکے ہیں اور اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ آپ کا اپنا کلام ہے (جبکہ قرآن کے بارے میں آپ یہ زور دے کر کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام ہے آپ کا نہیں ہے)۔ عربوں نے حضور ﷺ سے یہ نہیں کہا تھا وہ کلام جو آپ خود کرتے ہیں وہ یہ ہے: کہ

حضور ﷺ کا منظوم دعائیہ کلام

أنـــا الـنـبـي لا كـذب　　　أنـا ابـن عبـد الـمـطـلـب

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں

تـالله لـو لا الله مـا اهـتـدينا　　　و لا تـصـد قـنـا و لا صلينا

اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتے۔ تو ہم ہدایت نہ پاسکتے، نہ صدقہ دے سکتے

فـأنـزلـن سـكـينة عـلـينـا　　　و ثـبـت الاقـدام ان لاقيـنـا

لہٰذا (اے اللہ) تو ہی ہمارے اُوپر سکینہ اور وقار نازل فرما۔ اور اگر ہم دشمن کے ساتھ ٹکرا جائیں تو تو ہی ہمیں مضبوطی اور ثابت قدمی عطا فرما۔

اللهم ان العيش عيش الآخرة　　　فـارحـم الانصار و المهاجرة

اے اللہ! بے شک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ (اے اللہ) انصار و مہاجرین صحابہ پر رحم فرما۔

حضور ﷺ کا انتہائی فصیح و بلیغ اور مسجع کلام جو اہل زبان کے نزدیک قرآن کی مثل نہ قرار دیا جا سکا۔ ارشاد فرمایا:

تعس عبد الدينار و الدرهم ، وعبد الخميصة ، ان اعطى منها رضي وان لم يعط سخط : تعس وانتكس ، وان شيك فلا انتقش ۔

ہلاک ہو جائے دینار و درہم کا بندہ (پیسے کا لالچی) اور ہلاک ہو جائے چادر و کملی کا بندہ یعنی کپڑوں کا لالچی) اگر اس کو اس میں سے مل جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جائے ہلاک ہو جائے اور بدنصیب ہو جائے اور اگر اسے کانٹا چبھ جائے تو اس کو چٹکی سے نہ نکال سکے (یعنی اگر اس کو اذیت و تکلیف پہنچے تو وہ اس کو دور نہ کر سکے)

حضور ﷺ سے اس طرح کے فصیح کلام سننے کے باوجود کسی ایک عرب نے اس بات کا دعویٰ نہ کیا تھا کہ اس میں سے کچھ کلام قرآن کے مشابہ بھی ہے۔ یا اس میں سے کچھ ٹکڑے قرآن کے مشابہ بھی ہیں۔

یہ سب کیفیت اس بات کی دلیل ہے کہ عرب قرآن کی مثال لانے سے عاجز تھے۔ خود حضور ﷺ بھی اسی طرح عاجز تھے۔ اپنے ذاتی کلام سے۔ لہٰذا یہی حقیقت اس بات کی دلیل تھی اور ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور ان پر اترنے والا قرآن ان کا اپنا یا کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اور یہ تمام عربوں کی طرح خود حضور ﷺ کی استطاعت سے ہی باہر ہے۔ ہاں یہ قرآن محمد ﷺ کے دعویٰ کے عین مطابق اللہ کا کلام ہے۔ جو جبرائیل امین اللہ کی طرف بطور وحی خاص وقت میں خاص کیفیت کے ساتھ ان کے اوپر اتارتے رہے ہیں۔ ان کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (مترجم)

استاذ ابو منصور کا قول .... استاذ ابو منصور محمد بن ابو ایوب نے حکایت بیان کی۔ اس تحریر میں جو انہوں نے میری طرف لکھی تھی ہمارے بعض اصحاب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مذکورہ نظم ان لوگوں کے مابین واقع ہوئی ہو اور وہ چیلنج کے وقت اس کے معارضے و مقابلے سے بھی عاجز ہو گئے ہوں۔ لہٰذا یہ نظم خود معجزہ بن گئی ہو۔ اس لئے کہ جو چیز عادت میں شمار ہوتی ہو اس کو عادت سے نکالا جائے تو یہ چیز نقص عادت یعنی خلاف عادت کہلاتی ہے۔ جیسے اس چیز کو جو عادت میں شامل نہیں ہے بالفعل عادت میں داخل کرنا نقص عادت ہے۔ یہی چیز معجزہ بن جاتی ہے۔ بہرحال دونوں میں سے جو بھی صورت پیش آئی ہو اس سے حضور ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور عربوں نے اس سے اپنے قاصر ہونے اور اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہونے کا اعتراف کیا تھا۔

حضور ﷺ کا معجزہ جس نے عربوں کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا وہ مُردوں کو زندہ کرنے، اندھوں کو بینا کرنے، کوڑھیوں کو صحیح کرنے سے زیادہ واضح دلالت ہے

شیخ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی نے بعض اہل علم سے حکایت بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ وہ کلام جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے عربوں کے سامنے پیش کیا تھا جس نے ان کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا وہ عجیب ترین نشانی ہے وہ دلالت کرنے میں، مُردوں کو زندہ کرنے سے اور مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینے سے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے سے زیادہ واضح ہے۔ اس لئے حضور ﷺ اہل بلاغت کے پاس آئے تھے، ارباب فصاحت کے پاس آئے تھے۔ یہاں کے رؤسا اور سرداروں کے پاس آئے تھے۔ جو کلام کا مفہوم و معنی سمجھنے میں پرانے (تجربے کار تھے)۔ لہٰذا ان کا عاجز ہو جانا زیادہ عجیب اور زیادہ حیران کن تھا ان لوگوں کے عاجز ہونے سے جنہوں نے مسیح عیسیٰ کو مُردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ تو اس بارے میں بالکل طاقت ہی نہیں رکھتے تھے (نہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے)۔ اور نہ ہی وہ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ اس کا علم ایک دوسرے کو دیتے تھے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں قریش تو وہ تھے جو ایک دوسرے کو کلام فصیح اور بلاغت و خطابت سکھاتے تھے۔ لہٰذا یہ صورت حال دلالت کرتی ہے کہ ان قریشیوں کا محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کی مثال لانے سے عاجز آ جانا اس لئے تھا کہ یہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی صحت کی نشانی بن جائے۔ لہٰذا یہ اس بارے میں صحت قاطعہ ہے اور برہان واضح ہے۔

قرآن مجید کے اعجاز کی دیگر دو وجوہ۔امور غیب کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئیاں

اعجاز قرآن کی وجہ اوّل ''صداقتِ نبوت محمدی ﷺ کی زبردست دلیل''

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس کے اعجاز کی دوسری دو وجوہ بھی ہیں۔ان میں سے وہ آیات جو غیب کے اخبار پر مشتمل ہیں۔مثلاً

(۱) لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه ۔ (سورۃ توبہ : آیت ۳۳) اللہ نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ادیان پر غالب کرے۔
قرآن نے یہ خبردی اور دنیا نے مشاہدہ کرلیا کہ واقع میں دین محمدی تمام ادیان پر غالب آ گیا۔(مترجم)

(۲) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ (سورۃ نور : آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا کہ ضرور ان کو زمین پر خلافت، یعنی مستحکم حکومت عطا کرے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ نفس الامر اور واقعہ میں مسلمانوں کو خلافت اور کامیاب حکومت عطا کی اور حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر خلفاء نے اپنے اپنے دور میں کامیاب حکومتیں کیں۔(مترجم)

(۳) وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ (سورۃ روم : آیت ۳) رومی عنقریب مغلوب ہونے کے بعد غالب آ جائیں گے۔
تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ رومی مغلوب ہو جانے کے بعد دوبارہ غالب آ گئے۔(مترجم)

علاوہ ازیں دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد زمانے میں فتوحات کا وعدہ دیا۔پھر ایسے ہی ہوا جب آپ کو خبر دی گئی تھی جبکہ اس حقیقت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے کہ محمد ﷺ نہ تو نجومی تھے (جو علم نجوم رکھتے ہوں)، اور نہ کاہن تھے (جو کہانت سے خبریں دیتے ہوں)، اور نہ ہی آپ نجومیوں کے ساتھ اور نہ ہی کاہنوں کے ساتھ مجالس رکھتے تھے۔اس کے باوجود جو بھی آپ نے خبر دی، وحی سے اطلاع پا کر دی اور وہ پوری ہوئی، یعنی قرآن نے جو بھی غیب کی خبر دی، جو بھی پیشن گوئی کی وہ پوری ہو کر رہی۔

مذکورہ بالا آیات اور ان جیسی دوسری تمام آیات ایک طرف قرآن کی صداقت کی دلیل ہیں تو دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی صداقت کے دلائل ہیں۔(مترجم)

صداقت نبوت محمدی کی زبردست دلیل

اعجاز قرآن کی وجہ ثانی .... وہ آیات ہیں جو پہلے لوگوں کے قصص اور واقعات پر مشتمل ہیں جو کتب اُولیٰ کے ماننے والوں کے صحیح علم کے مطابق واقع ہوئیں جو کچھ آپ نے فرمایا، اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا۔جبکہ یہ حقیقت سب اچھی طرح جانتے ہیں حضور ﷺ خود امّی تھے، نہ ہی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ ہی کسی کتاب سے کچھ لکھتے تھے اور نہ ہی اہل کتب سے کچھ سیکھنے کے لئے ان کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب عربوں میں سے بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ کو کوئی انسان یہ باتیں سکھاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا۔چنانچہ ارشاد ہوا :

(۴) لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (سورۃ النحل : آیت ۱۰۳)
جس شخص کی طرف (محمد ﷺ کے سیکھنے کی نسبت کرتے ہیں) وہ تو فصیح عربی میں کلام نہیں کرسکتا (اس لئے کہ اس کی اپنی زبان عربی نہیں ہے بلکہ عجمی ہے)۔اور یہ قرآن واضح بیان کردینے والی عربی زبان ہے۔

اہلِ تفسیر کا خیال............ اہل تفسیر نے گمان کیا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ابن الحضرمی کے دو عیسائی غلام مراد ہیں۔وہ اپنی کتاب کو رومی زبان میں پڑھتے تھے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلکہ عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔حضور ﷺ ان کے

پاس آتے جاتے تھے اوران کو باتیں حضور بتاتے تھے اوران کو حضور سکھاتے تھے۔ لہٰذا مشرکین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ بات پھریوں ہی ہے کہ محمد ﷺ خود بھی ان دونوں سے سیکھتے ہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما کراس بات کی تردید کردی۔(قال المترجم)

یہ ایک شبہ ہے منکرین نبوت محمدی ﷺ کے شبہات میں سے، کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ یہ قصص ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ان کو کسی دوسرے انسان سے حاصل کرتے ہیں۔اوران واقعات کواس سے سیکھ کرآتے ہیں۔اس شخص کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔یہ بھی کہا گیا کہ وہ بنوعامر بن لوی کا غلام تھا۔اس کا نام یعیش تھا۔وہ کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ عداس نامی شخص تھا جو عقبہ بن ربیعہ کا غلام تھا۔اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ابومیسرہ تھا،روم کا رہنے والا تھا۔اس کے علاوہ بھی قیل وقال ہے۔جس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن نے ان کا رد بایں طور فرمایا ہے کہ قرآن اس لئے معجزہ ہے کہ اس کے الفاظ میں جوفصاحت ہے وہ عاجز کردینے والی ہے۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ معانی اس آدمی سے سیکھے ہیں تواس بات سے مقصود میں فرق نہیں آتا۔ اس لئے کہ قرآن بدستور اپنی فصاحت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔تمہارے جھوٹے دعوے سے اس کی فصاحت میں کوئی فرق نہیں آتا،وہ تو بجائے خود قائم ہے۔(نقلاً از ڈاکٹر عبدالمعطی)

شیخ حلیمی کا قول .... شیخ حلیمی فرماتے ہیں،جو شخص ایسا ہی ضعیف اور کمزور واقع ہوتا ہے(یہ انسانی فطرت ہے) کہ وہ اپنے اس اتہام سے خاموش نہیں رہ سکتا،(کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے)۔یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اگر وہ حضور ﷺ کو کسی دوسری ایسی چیز کا اتہام دیتے،جس کی ہم حضور ﷺ سے نفی کرتے ہیں تو وہ اس کو بھی ضرور ذکر کرتے،اس سے خاموش نہ رہتے۔

امام بیہقیؒ کا فرمان.......... ہم کہتے ہیں کہ علماء کرام نے قرآن مجید سے اس کے اعجاز پر کئی اقسام کے جو علوم اخذ کئے ہیں اور قرآن کے معانی سے ان کو استنباط کیا ہے اوران کو کتابوں میں لکھا ہے اور کتابوں میں ان کو مدوّن کیا ہے جو شخص اس پر مطلع ہے(وہ جانتا ہے کہ) شاید وہ ہزار جلد سے زائد ہوں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشر کا کلام اس قدر مفید اور قیمتی نہیں ہوسکتا جس قدر قرآن قیمتی فائدہ دیتا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربّ العزت کا کلام ہے۔یہ امر واضح ہے اور ظاہر ہے اس شخص کے لئے جس کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کی بے شمار نشانیاں

یعنی آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں (وہ کئی اقسام ہیں)

قسم اوّل .... پھر ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے قرآن مقدس کے ماسواء اس قدر آیات باہرہ اور معجزات ظاہر ہیں جو مخفی نہیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کی نبوت کی صحت کے وہ دلائل جن سے اہل کتاب استدلال کرتے ہیں۔

آپ کی نبوت کے بعض دلائل وہ ہیں جن سے اہل کتاب آپ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرتے ہیں،وہ تو وہ ہیں جو وہ لوگ توراۃ وانجیل میں یادیگر آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کا ذکر اور حضور ﷺ کی تعریف پاتے ہیں۔اور یہ کہ وہ عرب کی سرزمین پر پیدا ہوں گے۔اگرچہ ان لوگوں نے ان میں سے بھی بہت ساری چیزوں میں اپنی جگہ تحریف کرڈالی ہے۔

(۲) حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جو آپ کی ولادت اور بعثت کے ایام میں عجیب وغریب امور ظہور پذیر ہوئے۔

آپ کی نبوت کے دلائل میں سے وہ امور بھی ہیں جو آپ کے ایام ولادت اور ایام بعثت میں پیدا ہوئے یا ظاہر ہوئے۔ وہ عجیب وغریب امور اور حیرتناک واقعات ہیں۔ جنہوں نے کفر کے سرداروں کو لرزہ براندام کردیا تھا۔ اور جنہوں نے ان کی عزت کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ جنہوں نے عربوں کی شان بلند وبالا کردی تھی۔ جنہوں نے ان کے ذکر کو عظیم بنادیا تھا۔ جیسے اصحاب فیل کا واقعہ جس میں ان پر اللہ تعالیٰ نے جو عبرتناک عذاب نازل کیا تھا۔

(۳) ان دلائل میں سے ہے اہل فارس کی آگ کا بجھ جانا۔ جو آگ کی پجاریوں نے ایک ہزار سال سے آگ کی بہت بڑی جہنم سلگا رکھی تھی، وہ پوجا کرتے تھے اور انسانوں کو آگ کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اس کی نذر کردیتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کو مقدس مانتے تھے۔ حضور ﷺ کی آمد پر شرک اور کفر کا یہ بڑا نشان خود بخود بجھ گیا، جس سے اہل فارس گھبرا اٹھے تھے کہ شاید آخری نبی پیدا ہوگیا ہے، اب ہماری دال نہیں گلے گی۔ (از مترجم)

(۴) نیز ایوان کسریٰ کے کنگورے ٹوٹ کر یکا یک گر پڑے تھے۔

(۵) بحیرۂ ساوہ کا پانی یکا یک خشک ہوگیا تھا۔

(۶) اور رؤیا موبدان وغیرہ۔

(۷) نیز ہواتف غیبیہ کا چیخنا، یعنی غیب سے آواز دینے والوں کا آوازوں کا وہ شور جس کے ساتھ وہ حضور ﷺ کی تعریفات اور آپ کے اوصاف کی خبر دیتے تھے اور ان امور واشارات جو آپ کی شان کے بیان کو متضمن ہوتے تھے۔

(۸) نیز وہ امور جو کاہنوں اور جنوں سے آپ ﷺ کی تصدیق کی بابت پائے گئے اور ان کے اشارے دینا انسانوں میں سے اپنے اولیاء پر کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئیں۔

(۹) نیز ان اصنام اور بتوں کا یکا یک منہ کے بل اوندھے گر جانا (جن کی عبادت ہو رہی تھی)، جو معبود بنے ہوئے تھے۔ اور اوندھے ہوجانا بغیر کسی گرانے والے اور دھکا دینے والے کے۔ جس نے ان کو اپنی جگہ سے ہلایا ہو یا گرایا ہو۔ یہ اشارے دیتا ہے ان تمام امور کی طرف جو اخبار مشہور ہیں آپ کی ولادت اور آپ کی پرورش کے ایام میں عجائبات کے ظہور میں سے۔ اور ولادت وپرورش کے زمانے کے بعد نبی بن کر بھیجے جانے تک پھر اس کے بعد تک۔

مزید معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قسم ثانی .... ان مذکورہ نشانیوں کے علاوہ بھی حضور ﷺ کے کئی ایک معجزات ہیں۔ مثلاً

۱۔ شق القمر (چاند کا پھٹنا)

۲۔ حنین جذع (کھجور کے سوکھے تنے کا رونا)

۳۔ حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا، یہاں تک کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے اس سے وضو کیا۔

۴۔ طعام کا تسبیح کرنا۔

۵۔ حضور کے بلانے پر درخت کا حضور ﷺ کی بات مان کر چلے آنا۔

۶۔ بکری کی پکی ہوئی نلی جس میں حضور ﷺ کی ہلاکت کے لئے زہر ملایا گیا تھا، اس کا حضور ﷺ سے کلام کرنا۔

۷۔ بھیڑیئے کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

۸۔ گوہ کا شہادت دینا۔

۹۔ شیر خوار بچے کا شہادت دینا۔

۱۰۔ میت کا شہادت دینا۔

۱۱۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانے اور پانی کا زیادہ ہو جانا، اس قدر کہ اس میں سے لوگوں کی کثیر تعداد نے کھایا اور پیا۔

۱۲۔ حضور ﷺ کا ایسی بکری کا دودھ دوہنا جس کے ساتھ اس کے نر یعنی بکرے نے جفتی بھی نہیں کی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے اس کے تھنوں میں دودھ اُتر آیا۔

۱۳۔ نیز حضور ﷺ کا آنے والے حوادث اور وقائع کی خبر دے دینا، پھر حضور ﷺ کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں اس کی تصدیق کا موجود ہونا۔

علاوہ ازیں وہ امور جو کتابوں میں مذکور اور مدون ہیں۔ ہم نے ان کو کتاب دلائل النبوت میں اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا یہ نقطہ آغاز ہے یا دروازہ ہے اور ان میں سے ایک کا ذکر کافی ہے۔

علاوہ ازیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے دو امر جمع فرما دیئے۔

امر اوّل .... ایک تو آپ کو جنوں اور انسانوں کی طرف بالعموم نبی بنا کر بھیجنا، یعنی جنوں اور انسانوں دونوں کا رسول بنانا۔

امر دوم .... دوسرے آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دینا، یعنی آپ کو خاتم النبیین بنانا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائل حجج کے ساتھ مؤید کیا اور غلبہ عطا کیا کہ اگر کسی ایک انسان سے ایک نشانی یا ایک معجزہ رہ جائے اور اس کے علم میں کسی وجہ سے نہ آسکے تو دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ ان کو پہنچ جائے۔ اور اگر مرور ایام سے ایک نشانی مٹ جائے تو دوسری نشانی باقی رہ جائے۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ہر حالت میں حجت بالغہ (دلیل کامل) موجود ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس کے اپنی مخلوق پر نظر کرم فرمانے پر اور ان کے لئے شفقت و رحمت کرنے پر جیسے اس کا حق ہے اور جس کا وہ مستحق ہے۔

فصل

حضور ﷺ کی خبروں کو قبول کرنے اور ماننے کی بابت

یعنی حُجیّتِ حدیث کی بحث

ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ربیع بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین میں اور اپنے فرائض اور اپنی کتاب میں ایسے مقام کے اور ایسے منصب پر فائز فرمایا ہے کہ جو مقام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے دین کا علم اور نشان بنا دیا ہے۔ بایں صورت کہ اس کی اطاعت کو فرض کر دیا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔ اور پھر اس کی فضیلت کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اس کے ساتھ ایمان لانے کو اللہ نے اپنے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۱) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (سورۃ اعراف : آیت ۱۵۸)

آپ لوگ ایمان لے آؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (سورۃ نور : آیت ۶۲)

یقینی بات ہے کہ مؤمن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔

اللہ نے کمال ایمان کو اللہ کے ساتھ ایمان لانے کو قرار دیا ہے جو کہ اس کے ماسوا ایمان اس کے تابع ہوگا، اس کے بعد اپنے رسول کے ساتھ ایمان کو ذکر کیا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا .... ہمیں خبر دی ابن عیینہ نے ابن ابونجیح سے، اس نے مجاہد سے اللہ کے اس قول کے بارے میں فرمایا :

(۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ (سورۃ الم نشرح : آیت ۴)

ہم نے (اے محمد) آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ (فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا (اے محمد! وہاں آپ کا بھی ذکر ہوگا)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام شافعیؒ نے فرمایا .... اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی کی اتباع اور اپنے رسول کی سنتوں اور طریقوں کی اتباع کرنا فرض قرار دیا۔ اور اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا :

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۱۶۴)

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے جب ان کے اندر انہیں میں سے رسول بھیج دیا ہے وہ ان کے اُوپر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔ ان آیات کے ساتھ دیگر وہ آیات بھی شامل کر لی جائیں جن میں کتاب و حکمت کا ذکر ہے۔

(۵) **امام شافعیؒ فرماتے ہیں** .... اللہ تعالیٰ نے الکتاب کا ذکر فرمایا ہے، وہ قرآن مجید ہے۔ اور الحکمۃ کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے سُنا ہے اہل علم میں سے، جن کے علم قرآن کے ساتھ میں راضی اور مطمئن ہوں۔ وہ فرماتے تھے کہ ''الحکمۃ'' رسول اللہ کی سنت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔

(سورۃ النساء : ۵۹)

اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور صاحب حکم (صاحب اقتدار) کی جو بھی تم سے ہو اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم لوگ کسی چیز میں باہم اختلاف کر بیٹھو تو اس کے معاملے کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف لوٹا دو۔

تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اُولُوا الْاَمْر سے مراد رسول اللہ ﷺ کے سرایا کے امیر مراد ہیں (یعنی جن جہادوں، سفروں میں حضور ﷺ خود نہیں جاتے تھے بلکہ جہادی دستہ روانہ کرتے تھے اور ان پر ایک آدمی کو امیر اور حکم دینے والا مقرر کر دیتے تھے، وہی امیر مراد ہیں)۔

اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ جو فقرہ ہے :

(۶) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ اس سے مراد اِخْتَلَفْتُمْ فِي شَيْءٍ مراد ہے یعنی جس چیز میں تم باہم اختلاف کر بیٹھو تو ان امور میں اُولُوا الْأَمْر ان کے مقرر کردہ امیر جن کی اطاعت کرنے کا وہ حکم دیں (ان سب کی اطاعت لازمی ہے)۔ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی جس بات میں اختلاف کر بیٹھو اس کو اس بات کی طرف لوٹا دو جو کچھ اللہ نے فرمایا ہو یا رسول نے فرمایا ہو۔

اس کے بعد امام شافعیؒ نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ یقین جانئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

(۷) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

(سورۃ النساء : آیت ۶۵)

تیرے رب کی قسم ہے (لوگ) مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو فیصل نہ بنالیں اس بات میں جس میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے دل میں حرج اور تنگی نہ محسوس کریں آپ کے فیصلے سے بلکہ وہ بطیب خاطر اس فیصلے کو تسلیم کرلیں۔

نیز انہوں نے آپ ﷺ کے امر کی اتباع کے فرض ہونے کی بابت اس آیت سے بھی حجت پکڑی ہے۔

(۸) لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ، فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (سورۃ النور : آیت ۶۳)

آپ لوگ آپس میں جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو تم میں سے خفیہ طور پر نکل جاتے ہیں پناہ لینے کے لئے۔ چاہئے کہ لوگ رسول ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے سے ڈریں کہ ان کو فتنہ یا عذاب دردناک نہ پہنچ جائے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۹) وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (سورۃ الحشر : آیت ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے باز آجاؤ۔

اس کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں جو حضور ﷺ کے امر کی اتباع کرنے پر اور آپ کی اطاعت کے لازم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

یہ حضور ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ہر شخص پر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو۔ اور ان پر بھی جو بعد والے ہیں قیامت تک ہوں گے۔ جس شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا نہیں اور حضور کا زمانہ پایا نہیں، مگر وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم جانتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کو حضور ﷺ سے خبر پہنچنے کے ساتھ یہی علم ہوا ہے اور حضور ﷺ کی طرف سے کسی بھی اُمتی کو خبر ملنا دو طریقوں سے ہے یا خبر دو طرح کی ہوتی ہے۔

مترجم کہتا ہے : کہ

مذکورہ تحریر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب اطاعت اللہ کی طرح فرض ہے، جو مذکورہ قرآنی نصوص سے ثابت ہے تو ظاہر بات ہے اطاعت اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب انسان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور آپ کے عمل کے بارے میں علم، اطلاع اور خبر ہو، ورنہ عمل اور اطاعت ناممکن ہے۔ اور خبر حاصل ہوتی ہے خبر دینے والے کے ذریعے سے۔ لہٰذا خبر یعنی حدیث حجت ہوئی خواہ قولی ہو یا فعلی اور عملی۔

مذکورہ بالا کی تفصیل............ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں :

خبر دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک تو عام خبر جو عمومی احکام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ اور جملوں کے ساتھ جو اللہ نے بندوں پر فرض کیا ہے کہ اس کو اپنی زبانوں کے ساتھ اور افعال واعمال کے ساتھ بجالائیں۔اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کو سرانجام دینے کے لئے آئیں۔اس قدر جاننا اتنا ضروری ہے کہ اس سے جہل وناواقفیت میں رہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اس بارے میں اہل علم ہوں یا جاہل، سب برابر ہیں۔اس لئے کہ سب اس کے مکلف ہیں۔مثلاً نمازوں کی تعداد اور ان کی رکعات کی تعداد کا علم ہونا۔ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا علم، حج بیت اللہ کی فرضیت کا علم،اور فواحش اور بے حیائیوں کی حرمت کا علم ہونا۔اور اس بات کا علم ہونا کہ ان کے مالوں میں اللہ کا حق ہے۔اور ہر اسی چیز کا علم جو اس مفہوم میں آتی ہے۔

دوسری خبر ہوتی ہے جو خاص لوگوں کے لئے خاص احکام میں ہو۔جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے،جیسے پہلی چیزوں کو جانتے ہیں۔اور عام لوگ اس کے جاننے کے مکلف بھی نہیں ہوتے۔مثلاً سجدہ سہو کے احکام کہ کن باتوں سے سجدہ سہو واجب ہوگا،کن باتوں سے نہیں ہوگا۔کونسی چیز حج فاسد کرے گی، کونسی نہیں کرے گی۔کس چیز سے فدیہ دینا واجب ہوگا اور کن باتوں سے نہیں ہوگا۔یہ وہ امور ہیں جن کا جاننا علماء پر واجب ہے اور عام لوگوں پر سچے بندے کی خبر کو اس کے صدق پر اعتماد کر کے قبول کرنا لازم ہے۔اللہ نے جو نبی کی اطاعت فرض کی ہے اس میں ان کو رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا............ (اللہ ان کی قبر کو روشن کرے)

اگر خبر حدیث کے ساتھ حجت کا ثبوت نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ان لوگوں کو جو موجود تھے ان کو ان کے دین کی تعلیم کے بعد یہ نہ فرماتے :

(۱)　أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ۔ (بخاری کتاب العلم۔فتح الباری ۱/۱۵۷)

خبردار! جو لوگ موجود ہیں تم میں سے وہ ان لوگوں کو دین پہنچادیں (یعنی خبر دے دیں) جو موجود نہیں ہیں۔

بسا اوقات سننے والے سے زیادہ بات کو وہ یاد رکھتا ہے جس کو بات پہنچائی جاتی ہے۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے۔ان کو عباس بن محمد نے۔وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن منصور نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہریم بن سفیان نے عبدالملک بن عمیر سے۔ان کو عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے۔وہ کہتے ہیں،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :

(۲)　نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَأَدَّاهُ كَمَا سَمِعَهُ ، وَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی پھر اس کو آگے پہنچادیا۔بالکل اسی طرح جیسے سنی تھی۔

رسول اللہ کی احادیث آگے پہنچانے کا حکم دینا............ امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات سننے اور اس کو ایسے آدمی تک پہنچانے کے لئے پکارا اور دعوت دی ہے جو اس بات کو اور حدیث کو ایسے شخص تک پہنچادے (جو اس کو محفوظ کرے)۔اور امرء لفظ واحد ہے (یعنی خطاب فرد کو یعنی واحد کو ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہر فرد کو ہے)۔تو یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ یوں ہی حکم نہیں فرمارہے تھے کہ ان کی طرف سے حدیث آگے پہنچائی جائے،مگر اسی بات کے لئے جس بات کے ساتھ حجت قائم ہوتی ہو اس شخص پر جس آدمی تک وہ بات اور حدیث پہنچائی جائے۔

نوٹ : یعنی حضور ﷺ کی طرف سے پہنچنے والی خبر (حدیث) اس پر بھی حجت ہے جس تک حدیث پہنچے،ورنہ حضور ﷺ آگے پہنچانے کا بلاوجہ حکم نہ فرماتے۔(مترجم)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے آخرین میں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس نے، ان کو ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شافعیؒ نے۔ ان کو سفیان بن عیینہ نے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی سالم ابوالنضر نے۔ اس نے سُنا عبیداللہ بن ابورافع سے۔ وہ خبر دیتے ہیں اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

(۴) لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْنُهِيتُ عَنْهُ ، يَقُوْلُ : لَا أَدْرِيْ ، مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ ۔

البتہ ضرور ایک انسان تم میں سے ایسا ہوگا جو اپنے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا۔ اس کے پاس میرے حکموں میں سے کوئی حکم آئے گا جو میں نے کسی بات کا حکم دیا ہوگا یا کسی چیز سے منع کیا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا (حضور ﷺ کے حکم کو)۔ جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے بس اسی پر ہم عمل کریں گے۔ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی، حاکم اور سفیان نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے ابن منکدر نے بطور مرسل روایت کے نبی کریم ﷺ سے۔

شیخ نے فرمایا .... اور ہم نے روایت کی ہے مقدام بن معدیکرب سے، یہ کہ نبی کریم ؐ نے خبر والے دن کچھ چیزیں حرام کی تھیں۔ ان میں سے ایک چیز تو گھریلو گدھوں کی حرمت وغیرہ۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا :

(۵) يُوْشِكُ أَنْ يَقْعُدَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ عَلٰى أَرِيْكَتِهِ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِيْ فَيَقُوْلُ : بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَلَالًا اِسْتَحْلَلْنَاهُ ، وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ ، وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ۔

(ابوداؤد کتاب السنہ)

قریب ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوگا۔ اس کو میری کوئی حدیث سُنائی جائے گی مگر وہ یہ کہہ کر (منع کردے گا) کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، ہم اس میں جو کچھ حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ اور بے شک رسول نے بھی اسے حرام فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔

یہ خبر ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، اس چیز کے بارے جو حضور ﷺ کے بعد بدعتی ہوں گے۔ اور وہ آپ کی حدیث کو رد کریں گے، جس میں حضور ﷺ کے بعد تصدیق پائی جائے گی۔

حدیث رسول اللہ ﷺ پر معترض سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی بحث

(۶) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوبکر قطان نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالازہر نے، ان کو محمد بن عالیہ انصاری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی صرد بن ابوالمنازل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا شبیب بن ابوفضالہ مالکی سے، وہ کہتے ہیں :

کہ جب یہ مسجد جامع تعمیر ہوئی تو اتفاق سے حضرت عمران بن حصین وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان کے ساتھ شفاعت کا مسئلہ ذکر کیا، تو وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا، اے ابونجید بے شک تم لوگ ہمیں بہت ساری حدیثیں بیان کرتے ہو جن کی کوئی اصل ہم قرآن مجید میں نہیں پاتے؟ کہتے ہیں حضرت عمران ناراض ہوگئے اور اس آدمی سے کہنے لگے :

اسلام کے ہر حکم کو قرآن میں تلاش کرنا غلط ہے

ا۔ آپ نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں پڑھا ہے۔ حضرت عمران نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس میں یہ مسئلہ پڑھا ہے کہ عشاء کی نماز کی چار رکعت ہیں؟ کیا آپ نے قرآن میں یہ پایا کہ مغرب کی تین رکعات ہیں؟ اور صبح کی دو رکعات ہیں؟ اور ظہر کی چار رکعتیں ہیں؟ اور عصر کی رکعتیں چار ہیں؟ اس شخص نے کہا نہیں پایا ہے۔ پھر حضرت عمران نے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کس سے اخذ کی ہیں۔ کیا تم لوگوں نے یہ باتیں ہم یعنی اصحاب رسول سے نہیں اخذ کی ہیں اور سیکھیں ہیں؟ اور ہم لوگوں نے (یعنی اصحاب نے) یہ سب باتیں اللہ کے نبی ﷺ سے اخذ کی ہیں اور سیکھی ہیں۔

۲۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے کہ چالیس درہم میں سے ایک درہم ہے؟ (یعنی بطور زکوۃ دینا ہے)۔ اور یہ کہ اتنی بکریوں میں ایک بکری ہے؟ اور اتنے اتنے اُونٹوں میں زکوۃ کا ایک اُونٹ ہے؟ کیا تم نے یہ سب کچھ قرآن میں پایا ہے؟ اس نے کہا نہیں پائی یہ تفصیل۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ سب باتیں تم لوگوں نے کس سے حاصل کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہم نے یہ سب باتیں نبی کریم ﷺ سے سیکھی ہیں اور آپ لوگوں نے ہم سے سیکھی ہیں۔

۳۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ قرآن مجید میں آپ نے یہ تو پڑھا ہے کہ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ کہ آپ لوگوں کو پرانے گھر کا یعنی کعبے کا طواف کرنا چاہئے۔ مگر یہ بتایئے کیا تم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ تم لوگ سات بار طواف کرو؟ اور تم لوگ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کرو۔ کیا تم نے یہ باتیں قرآن میں پائی ہیں؟ پھر بتاؤں کہ تم نے یہ کس سے اخذ کی ہیں؟ کیا تم نے یہ ساری باتیں ہم لوگوں سے (صحابۂ کرام سے) نہیں حاصل کی ہیں؟ اور ہم نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ اور کیا تم لوگ ان کو ہم سے لے رہے ہو کہ نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہاں، کیوں نہیں، آپ سے ہی سیکھیں گے۔

۴۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ مسئلہ پایا ہے کہ اسلام میں جَلَب نہیں ہے (جانوروں کو ایک شہر سے فروخت کرنے کے لئے دوسرے شہر لے جانا)۔ اور اسلام میں جَنَب نہیں ہے (یعنی دُور دراز بیٹھ کر مویشیوں کو اپنے پاس منگوانا کہ اس میں سے زکوۃ کے جانور وصول کروں)۔ اور اسلام میں شِغار نہیں ہے (اپنی بہن یا بیٹی دے کر دوسرے کی بہن یا بیٹی سے نکاح بغیر مہر کے کرنا)۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو حضرت عمران نے فرمایا، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا، فرما رہے تھے لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ۔ کہ اسلام میں جلب نہیں، جنب نہیں اور شغار نہیں ہے۔ (تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔ مترجم)

(۶) انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کیا تم نے یہ سُنا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (سورۃ الحشر: آیت ۷)

جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

حضرت عمران نے فرمایا، تحقیق ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی اشیاء حاصل کیں اور سیکھیں جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

۷۔ فرمایا کہ اس کے بعد حضرت عمران نے شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان سُنا ہے کہ اس نے کچھ لوگوں سے یہ فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ، وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔ (سورۃ المدثر: آیت ۴۲۔۴۸)

تمہیں کونسی چیز جہنم میں لے کر آئی ہے۔ جہنمی کہیں گے کہ ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور (دین کی مخالفت کرنے والوں کی باتوں میں) گھستے تھے۔ قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آ گئی تھی۔ ایسے لوگوں کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی

اَلشَّفَاعَةُ نَافِعَةٌ دُونَ مَا تَسْمَعُونَ۔ سفارش مفید اور کارآمد ہوگی۔ (ماسوا ان لوگوں کے جن کا اُوپر ذکر آیا ہے جنہے تم نے سُنا ہے)

حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث باطل ہے

شیخ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کر کے دیکھنے کا حکم (یعنی حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت) وہ روایت باطل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ خود باطل ہونے پر روشنی منعکس کرتی ہے۔ قرآن مجید میں حدیث کے قرآن پر پیش کرنے پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ما جاء كم عني فاعرضوه كتاب الله فما وافقه فأنا قلته و ما خالفه فلم أقله۔

(۱) دارقطنی نے اس کو افراد میں درج کیا ہے۔
(۲) عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔
(۳) دارقطنی نے کہا ہے کہ اس میں اشعث بن بزار کا تفرد ہے، وہ شدید ضعیف ہے۔
(۴) اور حدیث منکر جداً۔ عقیلی نے اس کو منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی اسناد صحیح نہیں ہے۔
(۵) تذکرۃ الموضوعات میں ہے کہ اس کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ عجلونی نے کہا ہے کشف الخفا میں ہے کہ صغانی نے کہا ہے یہ موضوع ہے۔

خبر واحد کی تثبیت کے بارے میں دلائل اور حجج کثیر

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کی تثبیت کے سلسلے میں حجج کثیرہ موجود ہیں اور وہ میری مبسوط کتب میں مدون ہیں۔

امام شافعیؒ نے جس بات سے خبر واحد کے ثابت رکھنے اور اس کے حجت ہونے کے بارے میں دلیل پکڑی ہے وہ سیرت رسول اور قول وفعل کے وہ مشہور واقعات ہیں جو عام ہیں اور مشہور ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے عمال کو بھیجتے تھے تو ایک ایک بندے کو بھیجتے تھے۔ کوئی رسول اور نمائندہ (اطلاع دینے یا پیغام دینے کے لئے) بھی جاتا تھا، تو ایک ایک شخص کو بھیجتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اپنے عمال کو اس لئے ہی تو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں کو ان احکامات دینی شرعی کی خبریں دیں، جن کے بارے میں خود ان کو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہوئی تھی۔

اور اس لئے بھیجتے تھے تاکہ عمال لوگوں سے جا کر وہ مال وصول کریں جو اللہ نے ان پر واجب کر دیئے ہیں۔ اور اس لئے تاکہ لوگ ان عمال کو اپنا مال دے دیا کریں۔ اور اس لئے عمال کو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں پر اللہ کی حدود قائم کریں۔ اور ان پر جا کر شرعی احکامات نافذ کریں۔

بالفرض اگر لوگوں پر ان عمال کی حجت قائم نہ ہوتی، جبکہ لوگ اسلامی مملکت کے ہر طرف اور ہر کونے میں ہوتے تھے، جن کی طرف عمال روانہ کئے جاتے تھے اور وہ عمال اس خبر کے ساتھ جس خبر کو وہ لے گئے ہوتے تھے، لوگوں کے نزدیک اہل صلاۃ ہوتے تھے۔ (اگر وہ مشکوک الخبر ہوتے یا ان پر حجت قائم نہ ہوئی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس طرح نہ بھیجتے اور نہ ہی لوگوں پر ان کی حجت قائم ہوتی اور نہ لوگوں کے اوپر اجابت کرنا لازم ہوتا)۔ مترجم

۱۔ حضور ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کو حج کا والی اور امیر بنا کر بھیجا تھا۔
۲۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو سورۃ براءت کی ابتدائی آیات دے کر مشرکین سے اعلان بیزاری کرنے کے لئے بھیجا تھا۔
۳۔ نیز حضرت معاذ ؓ کو یمن کا امیر اور گورنر بنا کر بھیجا تھا۔

پھر امام شافعیؒ نے اس بارے میں تفصیلی کلام فرماتے ہوئے کہا کہ اگر وہ شخص یہ گمان کرتا ہے یعنی جو حدیث کو رد کرتا ہے کہ حضرت معاذ جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے اور حضور کی طرف سے، سرایا کے امیر جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے، ان کی خبر کے ساتھ حجت پکڑی گئی تھی، تو اس نے مان لیا کہ خبر واحد کے ساتھ حجت بھی قائم ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے باوجود بھی وہ یہ گمان کرتا ہے کہ لوگوں پر حجت قائم ہوئی تھی تو پھر وہ بہت بڑی بھیانک بات کہتا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ خبر عام آدمی کی خبر نہیں ہوئی تھی جس کا آپ نے ذکر کیا ہے تو پھر بات راجع ہوگی خبر خاص اور خبر عام کی طرف۔

فصل

ان لوگوں کے بارے میں جن کی خبر قبول کی جائے گی

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن یعقوب نے، ان کو خبر دی ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حجت اس وقت تک قائم نہیں ہوتی خبر خاصہ کے ساتھ، حتیٰ کہ وہ کئی امور کو جمع کرے۔ وہ امور مندرجہ ذیل ہیں :

☆(۱) یہ کہ جس نے خبر خاص کو بیان کیا ہو وہ اپنے دین میں ثقہ ہو۔

(۲) اپنے حدیث (بات) میں معروف بالصدق ہو۔

(۳) جس خبر کو بیان کرے اس کو سمجھتا ہو۔

(۴) الفاظ سے حدیث کے معانی کے حاصل کرنے کا عالم ہو۔ (قالہ الشافی فی الرسالۃ ص ۳۷)

☆(۵) حدیث بیان کرنے والا ایسا شخص ہو کہ وہ حدیث کو ایسے پہنچائے جن حروف کے ساتھ (جن الفاظ کے ساتھ) اس نے سُنی ہے۔

(۶) اور وہ حدیث کو بالمعنی بیان نہ کرے (یعنی بعینہٖ اصل الفاظ کو بیان کرے) صرف معنی و مطلب نہ پہنچائے)۔ اس لئے کہ وہ جب ان کے (الفاظ کا لحاظ کئے بغیر) صرف معنیٰ اور مفہوم کو بیان کرے گا اور وہ اس بات کا عالم نہیں: وکا یہ معنیٰ میں اس سے کیا تبدیلی ہو جاتی ہے تو وہ یہ بھی نہیں جانے گا، شاید وہ حلال کو حرام سے بدل دے۔ اور جب وہ اس کو حدیث اور خبر کے اصل الفاظ کے ساتھ پہنچائے گا تو کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہے گی جس میں حدیث کے بدل جانے کا خوف کیا جا سکے۔

☆ یہ کہ وہ شخص حافظ (الحدیث) ہو۔ اگر وہ حدیث کو اپنے حافظے سے بیان کرے اور حافظ ہو اپنی کتاب وتحریر کا، اگر وہ حدیث اپنی تحریر و کتاب سے بیان کرے جب وہ اہل حفظ کے ساتھ شریک ہو جائے گا حدیث میں، تو اس کی حدیث ان کی حدیث کے موافق اور مطابق ہو جائے گی۔

☆ یہ کہ وہ حدیث بیان کرنے والا مدلّس ہونے سے پاک ہو اور وہ (غیر مدلّس) اس شخص سے حدیث بیان کرے جس سے وہ مل چکا ہو، مگر وہ حدیث اس محدث سے نہ سُنی گئی ہو، یا حدیث بیان کرے نبی کریم ﷺ سے۔ ان حدیثوں سے جو ثقہ لوگ اس کے خلاف حدیث بیان کرتے ہوں اور اسی طرح ہو وہ شخص جو (حدیث بیان کرنے والے کے) اُوپر ہو جنہوں نے اس کو حدیث بیان کی ہے (یعنی اُوپر کے راوی مدلّس نہ ہوں) یہاں تک کہ حدیث اسی طرح موصول نبی کریم ﷺ تک پہنچائی جائے، یا حضور ﷺ کے علاوہ جس شخص تک پہنچائی گئی ہو (موصول ہی پہنچے)۔ اس لئے ہر ایک ان میں سے مثبت ہے اس شخص کے لئے جس نے اس کو حدیث بیان کی ہے اور مثبت ہے اس پر جس سے وہ خود حدیث بیان کرتا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا: کہ

''محدثین میں سے وہ شخص جس کی غلطیاں کثیر ہوں اور اس کے پاس کسی صحیح کتاب کی اصل بھی نہ ہو، اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ جیسے اس شخص کا معاملہ ہوتا ہے جو شہادتوں میں اکثر غلط بیانی کرتا ہے کہ اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی''۔

شیخ حلیمیؒ کا قول .... شیخ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن میں یہ مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہ جو ان شرائط پر پورے نہیں اُترتے۔ اور وہ لوگ جو کذب فی الحدیث سے متہم ہیں۔ اور جن پر حدیث گھڑنے اور وضع کرنے کی تہمت ہے، سب کے نام تواریخ میں درج ہیں، اہل علم کو معلوم ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول .... امام شافعیؒ فرماتے ہیں، نہیں استدلال کیا جاتا اکثر صدق حدیث اور کذب حدیث پر، مگر صدق مخبر اور کذب مخبر کے ساتھ مگر خاص قلیل حدیث میں۔

مگر ''خاص قلیل'' والے استثنا کو قول سابق میں امام شافعی نے جو استثنا کیا ہے اہل حفظ میں سے حاذق و ماہرین کے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔

کبھی صدوق بھی پھسل جاتا ہے اس میں جس کو وہ لکھتا ہے اس پر۔ لہٰذا اس کی حدیث دوسری حدیث میں داخل ہو جاتی ہے۔ سو وہ حدیث ایسی ہو جاتی ہے جو ضعیف اسناد کے ساتھ مروی ہو، مگر صحیح اسناد کے ساتھ بھی مرکب ہو۔

محدثین کو صحیح اور غیر صحیح حدیث کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے

(۱) اور کبھی قلمی لغزش ہو جاتی ہے، کبھی سماعت بھی خطا کرتی ہے، کبھی حافظ بھی خیانت کر جاتا ہے۔لہٰذا شاذ روایت کو حدیث میں سے روایت کرتا ہے بغیر قصد کے۔ تو اس کو اہل صنعت پہچان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی حفاظت پر مقرر فرما دیا ہے اللہ کے بندوں کے لئے ایسے شخص کو یہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے کثرت سماع اور اہل علم کے ساتھ لمبی صحبت وہم نشینی سے اور ان کے ساتھ اس کے مذاکرہ کرنے سے اس کی پہلی مثال ایسی ہے جیسے ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ....

(۲) خبر دی دعلج بن احمد نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن علی الابار نے، ان کو احمد بن حسن ترمذی نے، ان کو نعیم بن حماد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہا آپ صحیح حدیث کو غلط سے کیسے پہچانتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جیسے طبیب دیوانے اور پاگل کو پہچانتا ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے، ان کو محمد بن عبداللہ بن جنید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن اسماعیل بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا علی بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوسعید آپ کہتے ہیں کسی شی کے بارے میں کہ یہ صحیح ہے، اور یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کس وجہ سے ایسے کہتے ہیں؟

عبدالرحمٰن نے کہا: کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ سکوں اور رقم کے پرکھنے والے کو لے آئیں اور اس کو اپنے درہم دکھلائیں اور وہ کہے کہ یہ جید ہیں اور یہ ستوق ہیں اور یہ بھرج ہیں، تو آپ کیا اس سے یہ سوال کریں گے کہ کیوں اور کیسے؟ یا اس کی بات کو تسلیم کر لیں گے؟ اس نے کہا کہ بلکہ میں معاملے کو اس کے سپرد کر دوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ لمبی صحبت، یا لمبی بحث، یا علم و معرفت۔

نوٹ: عبدالرحمٰن بن مہدی ولادت ۱۳۵ھ۔ وفات ۱۹۸ھ۔ حافظ الحدیث تھے، علم کے امام تھے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا میں اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں جانتا۔ (مترجم)

سند حدیث کی اہمیت .... (۴) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو یحییٰ بن منصور قاضی نے، ان کو محمد بن عمرو بن علاء جرجانی نے، آپ کو یحییٰ بن معین نے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے جہابذہ اور ماہرین پرکھنے والے نہ ہوتے تو ستوقت اور کھوٹے سکے شریعت کو روایت کرنے میں کثیر ہو جاتے۔ آپ جب پسند کریں آجائیں، جو حدیث آپ نے سُن رکھی ہو لے آئیں، یہاں تک کہ میں تیرے لئے اس میں سے نقد بیت المال علیحدہ کر دوں گا۔ کیا آپ کو قاضی شریح کا قول یاد نہیں ہے کہ اثر (یعنی حدیث) کے لئے ایسے پرکھنے والے ماہرین علوم ہیں جیسے چاندی کو پرکھنے والے نقاد ہوتے ہیں۔

فصل

اس باب میں جس چیز کی معرفت کا ہونا واجب ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ اخبار خاصہ مرویہ تین قسم ہیں

قسم اوّل وہ ہیں جن کی صحت پر اہل علم بالحدیث متفق ہیں، وہ پھر دو قسم ہیں۔

قسم اوّل .... یہ کہ حدیث مروی ہو وجوہ کثیرہ سے اور مختلف طرق سے، حتیٰ کہ وہ اشتہاد میں یعنی شہرت میں داخل ہو جائے۔ اور بعید ہو کہ کوئی اس میں خطاء کا توہم کر سکے، یا اس میں سب لوگ جھوٹ پر متفق ہو گئے ہوں۔ یہ حدیث کی ایسی قسم ہے کہ اس سے علم مکتسب یا علم کسبی حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کی مثال وہ احادیث ہیں جو تقدیر کے بارے میں روایت ہوئی ہیں۔ اور رؤیت باری تعالیٰ اور حوض کوثر، اور عذاب قبر کے بارے میں۔ اور بعض وہ جو معجزات میں، اور فضائل، اور احکام میں مروی ہیں۔ بس تحقیق ان میں سے بعض احادیث وجوہ کثیرہ سے مروی ہیں۔

قسم دوم .... یہ ہے کہ حدیث مروی ہو جہت احاد سے (یعنی ایک ایک راوی سے)۔ اور وہ مستعمل ہو دعاؤں میں، ترغیب وترہیب میں اور احکام میں۔ جیسے شاہدوں کی شہادت مستعمل ہوتی ہے۔ احکام میں حکام کے نزدیک۔ اگرچہ امکان ہوتا ہے اس پر اور مخبر پر (خبر دینے والا) خطاء کا اور نسیان کا۔ کیونکہ قرآن میں نص آ چکی ہے شاہدین کی شہادت کو قبول کرنے کے بارے میں، جبکہ وہ دونوں عادل ہوں۔ سنت وارد ہو چکی ہے خبر واحد کو قبول کرنے کے بارے میں، جب وہ عادل ہو اور شرائط قبولیت کا جامع ہو اس امر میں جو عمل کو واجب کرے۔ بہرحال معجزات میں اور صحابہ میں سے کسی ایک کے فضائل میں۔

تحقیق ان دونوں امور میں اخبار احاد مروی ہیں۔ ان کے اسباب ذکر کرنے میں۔ ہاں مگر وہ تمام مرویات مجتمع میں متفق ہیں اثبات معنیٰ واحد میں۔ وہ ہے معجزات کا ظہور ایک شخص سے اور اثبات فضیلت شخص واحد۔ لہٰذا ان کے مجموعے سے علم مکتسب حاصل ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی مرویات کو اور اخبار مستفیض کو جو معجزات اور ان نشانیوں کی بابت ہیں جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ ان کو جمع کیا جائے تو پھر وہ حد تواتر میں داخل ہو جاتی ہیں جو علم قطعی اور علم ضروری کو واجب کرتی ہیں۔

چنانچہ ان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی عرب سے اُٹھا ہے اسے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ربّ العالمین کا رسول اور نمائندہ ہے۔ اور اس پر نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، اور وہ لوگوں کے سامنے معجزات لائے، جنہوں نے اس کو دیگر لوگوں سے منفرد اور ممتاز کر دیا ہے۔ ان امور کے ساتھ جن پر ایمان لایا ہے ہر وہ شخص جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے ہدایت کا، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی اُمت میں قرآن زندہ تابندہ معجزہ کا باقی اور دائمی ہے۔ یہ معاملہ ایسے ہے جیسے ان اسباب مشہورہ کا جو حاتم طائی کی سخاوت کی بات میں شہرت پکڑ چکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ سب اخبار احاد سے معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن اس بات سے انکار ہی نہیں کیا جا سکتا کہ جب وہ سب جمع ہو جاتی ہیں تو ایک معنیٰ اور ایک مفہوم کو ثابت کر دیتی ہیں، وہ ہے حاتم کی سخاوت۔ تو سخاوت والی روایات حد تواتر میں داخل ہو جاتی ہیں اثبات سخاوت میں۔ وباللہ التوفیق

قسم ثانی .... بہرحال نوع ثانی اخبار واحادیث میں سے وہ احادیث ہیں اہل علم بالحدیث جن کے ضعف مخرج پر متفق ہیں۔ یہ نوع پھر دو قسم پر ہے۔

قسم اوّل وہ ہے جس کو وہ شخص روایت کرے جو حدیث وضع کرے، اور حدیث میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔ یہ قسم ایسی ہے کہ جو امور دین میں کسی حد تک بھی مستعمل نہیں۔ مگر بصورت تلیین تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن احمد بن محمویہ عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد قلانسی نے ان کو آدم بن ابوایاس نے، ان کو شعبہ نے، ان کو حکم نے، ان کو عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے سمرہ بن جندب سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے حالانکہ وہ دیکھے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے، حبیب بن ابوثابت سے اس نے میمون بن ابوشبیب سے، اس نے مغیرہ بن شعبہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا پھر انہوں نے بھی مذکورہ حدیث کی مثل ذکر کی ہے اس نوع میں سے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا راوی حدیث وضع کرنے کی تہمت زدہ نہ ہو، مگر حافظے کی خرابی، اور کثرت غلط میں معروف ہو اپنی روایات میں۔ یا راوی مجہول ہو جس کی عدالت ثابت نہ ہو، اور اس کی خبر کی قبول کرنے کی شرائط، جو قبول کرنے کا موجب ہوتی ہیں (وہ بھی ثابت نہ ہو)۔

احادیث کی یہ قسم بھی احکام شرعیہ میں مستعمل نہیں ہوتی۔ جیسے اس شخص کی شہادت حکام کے نزدیک قبول نہیں ہوتی جس کی یہی صفت ہو۔ کبھی ایسی روایت دعاؤں میں اور ترغیب وترہیب میں تفسیر وتشریح میں مغازی میں استعمال کی جاتی ہے، یعنی ان امور میں جن کے ساتھ کسی شرعی حکم کا تعلق نہ ہو۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں .... میں نے سُنا ابوعبداللہ حافظ سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا ابوالحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد بیان کرتے تھے عبدالرحمن بن مہدی سے کہ انہوں نے کہا تھا: کہ

''ہم جب روایت کریں ثواب، عتاب، فضائل اعمال کے بارے میں تو ہم لوگ اسانید میں نرمی اور آسانی کرتے ہیں (تساہل کرتے ہیں)۔ اور مردوں میں (راویوں میں) چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور جس وقت ہم حلال اور حرام اور احکام کے بارے میں روایت کریں تو ہم لوگ اسانید میں خوب سختی کرتے ہیں، اور راویوں پر خوب تنقید اور جانچ پڑتال کرتے ہیں''۔

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن احمد محبوبی نے۔ مقام مرو میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن سیار نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابوقدامہ سے وہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا تھا: کہ

تَسَاهَلُوا فِي التَّفْسِيرِ عَنْ قَوْمٍ لَا يُوَثِّقُوْنَهُمْ فِي الحَدِيثِ ۔

تفسیر کے معاملے میں آسانی اور نرمی اختیار کرلی ہے اہل علم نے، اور تساہل سے کام لیا ہے ایسے لوگوں سے بھی جو حدیث میں ثقہ نہیں قرار دیے گئے۔

اس کے بعد میں نے (راویوں میں سے) لیث بن ابوسلیم[1]، جویبر بن سعید[2]، ضحاک[3]، محمد بن سائب کلبی[4] کا ان کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی حدیث کی تعریف کی جاتی ہے اور ان سے تفسیر بھی لکھی جاتی ہے۔

---

[1] لیث بن سلیم کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی اپنی تعیمات میں لکھتے ہیں:

۱۔ لیث بن ابوسلیم بن زنیم قرشی صدوق ہے آخری عمر میں گڈمڈ اور اختلاط کر بیٹھے تھے اپنی حدیث میں تمیز نہیں کرسکتے تھے۔ لہٰذا متروک کردیے گئے ساوسہ میں سے۔
۲۔ بخاری نے تاریخ کبیر میں انکا ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے اس کے بارے میں جرح کا ذکر کیا ہے نہ ہی تعدیل کا۔
۳۔ ابن عدی نے کہا کہ اس کی احادیث صالح ہیں ان سے شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے، باوجود اس ضعف کے جو اس میں ہے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔
۴۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کی یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔
۵۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔
۶۔ امام احمد نے بھی ان کے بارے میں یہی بات کہی ہے۔
۷۔ علامہ عقیلی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے اس کے اختلاط کے بعد اس پر جرح کی ہے۔

(۱) بحوالہ طبقات ابن سعد ج۶۔ ص۳۴۹ (۲) تاریخ کبیر ج۴:۱۔ ص۲۴۶
(۳) الجرح والتعدیل ۳:۳:۱۷۷ (۴) المجروحین ج۲۔ ص۲۳۱
(۵) المیزان ج۳۔ ص۴۲۰ (۶) المغنی فی الضعفاء ج۲۔ ص۵۳۶
(۷) التہذیب ج۸۔ ص۴۶۵ (۸) التقریب ج۲۔ ص۱۳۸

[2] جویبر بن سعید ازدی۔ ابوالقاسم بلخی، ان کے بارے میں
۱۔ ابن معین نے کہا کہ وہ کوئی شئی نہیں ہے۔
۲۔ دوری نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

شیخ حلیمی کا تبصرہ .... شیخ فرماتے ہیں کہ (محدثین نے مذکورہ راویوں سے) تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے اس لئے کام لیا ہے کہ یہ راوی جن الفاظ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں لغات عرب ان کے الفاظ کی شہادت دیتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کا عمل دخل فقط جمع اور تقریب میں ہے۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اور ابوعبدالرحمٰن سلمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عباس بن محمد سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا احمد بن حنبل سے۔ ان سے سوال کیا گیا جب وہ ابوالنضر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ ان سے کہا گیا، اے ابوعبداللہ آپ موسیٰ بن عبیدہ راوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور محمد بن اسحاق کے بارے میں؟ انہوں نے فرمایا کہ بہر حال موسیٰ بن عبیدہ اس کے ساتھ تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ عبداللہ بن دینار سے، وہ ابن عمر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور رہا محمد بن اسحاق، وہ ایسا آدمی ہے کہ اس سے احادیث لکھی جاتی ہیں یعنی مغازی اور اس کی مثل (فقط)۔

بہر حال جب تیرے سامنے معاملہ آ جائے حلال اور حرام کا تو پھر ہم سوچتے ہیں (ویسے لوگوں کو) یہ کہہ کر ابوالفضل یعنی عباس نے اپنے ہاتھ کی چار اُنگلیاں دونوں ہاتھوں کی بند کر لیں اور انگوٹھے کو شامل نہ کیا۔ مراد یہ تھی کہ حرام وحلال کا معاملہ ہو تو پھر ہم ان راویوں سے یوں اپنے آپ کو روک لیتے ہیں اور بند کر لیتے ہیں۔

نوع ثالث .... بہر حال نوع ثالث احادیث میں سے وہ حدیث ہے، جس کے بارے میں اہل علم بالحدیث مختلف ہو گئے ہیں اس کے ثبوت کے بارے میں (کہ آیا وہ حدیث ثابت ہوئی بھی ہے یا نہیں) بعض اہل علم تو ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کے بعض راویوں میں جرح ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بعض سے جرح پوشیدہ رہی، یا اس کے حال پر واقف نہیں ہو سکے جو اس کی خبر کو قبول کرنے کا موجب ہو۔ جبکہ اس کے سوا، دوسرے اس سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ معنیٰ اور مفہوم جس کے ساتھ وہ جرح کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے)

۳۔ علی بن مدینی نے کہا جو یبر نے ضحاک پر اعتماد کیا اور ان سے منکر اشیاء روایت کیں۔

۴۔ نسائی اور دار قطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

۵۔ ابن عدی نے کہا کہ ضعف اس کی حدیث پر ہے اور روایت پر ظاہر و باہر ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ اہل علم نے ایسے لوگوں سے جو حدیث میں قابل توثیق نہیں ان سے تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ضحاک اور جو یبر اور محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی حدیث نہیں اُٹھائی جاتی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲۔ص ۸۹، تاریخ کبیر ج ۱۔ص ۲۵۶، الجرح والتعدیل ج ۱۔ص ۳۴۰، تہذیب التہذیب ۲: ۱۲۳، ۱۲۴، المیزان ۱: ۴۲۷۔

۳ ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی خراسانی۔ تمام مصادر و تمام مراجع اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرام سے روایت نہیں کی ہے اور العجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابن حبان اور دار قطنی نے بھی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲۔ ص ۲۷۲، تاریخ کبیر ج ۲۔ ص ۳۳۳، الجرح والتعدیل ج ۲۔ ص ۴۵۸، المیزان ج ۲۔ ص ۳۲۵، التہذیب ج ۴۔ ص ۴۵۳

۴ محمد بن السائب کلبی۔ ان مفسرین میں سے ایک تھے، جن کی تفسیر کی نسبت تفسیر ابن عباس کی طرف کی جاتی ہے اور وہ بحیثیت مؤرخ اور بحیثیت نساب مشہور ہیں اور وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔ اور ان کی روایات کثرت کے ساتھ اس بات سے موصوف کی جاتی ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔

۱۔ ابن معین نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ لیس بشیٔ ہیں۔ ۲۔ عقیلی نے ان کو ضعفاء الکبیر میں لکھا ہے۔

۳۔ ابن حبان نے اپنی جرح میں اضافہ کیا ہے، اور کہا ہے وہ سبائی شیعہ تھے۔ عبداللہ بن سباء کے اصحاب میں سے سبائی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے اور وہ دنیا میں واپس آئیں گے قیامت سے پہلے پہلے۔ اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی، اور اگر وہ لوگ بادلوں کو دیکھتے تو کہتے، ان میں امیر المؤمنین ہیں۔

۴۔ ابن حبان نے اس کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ جبرائیل وحی حضور ﷺ پر لکھواتے تھے۔ حضور ﷺ جب بیت الخلاء میں چلے جاتے تھے تو وہ حضرت علی کے لئے لکھواتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں نے قرآن سات دن میں حفظ کیا تھا۔ ۵۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ غیر ثقہ تھے۔

۶۔ ابن حبان نے کہا کہ کلبی کا یہ مذہب ہے دین میں۔ اور اس میں جھوٹ کا واضح ہونا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی وصف میں بحث کی جائے۔

دوسرے اس کو جرح نہیں سمجھتے، یا وہ اس حدیث کے انقطاع (منقطع) ہونے پر یا اس کے بعض الفاظ کے انقطاع پر واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ اس بات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بعض راویوں نے اس کے متن میں اس کے بعض راویوں کے قول کو بھی شامل کر دیا ہوتا ہے، یا وہ اس بات سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں کہ اسناد حدیث حدیث میں داخل ہوگئی ہے جبکہ یہ حالت دوسروں پر مخفی رہتی ہے۔

یہ وہ نوع ہے کہ ان اہل علم بالحدیث پر جو بعد میں آئیں، لازم ہے کہ وہ محدثین اور اہل علم بالحدیث کے اختلاف پر نظر رکھیں اور اس کے قبول کرنے یا اس کو رد کرنے کے بارے میں ان کے معانی کی معرفت حاصل کرنے میں اجتہاد کریں (خوب سعی کریں)۔ اس کے بعد ان کے اقوال میں سے صحیح ترین قول کو اختیار کریں اور صحیح ترین قول کو منتخب کریں۔

فصل

مُرسَلْ روایات اور ان کا حکم

ہر وہ حدیث جس کو ایک تابعی یا متعدد تابعی روایت کرتے ہوئے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دیں اور یہ ذکر نہ کریں کہ اس کو نبی کریم ﷺ سے کس نے اُٹھایا ہے (یعنی صحابی کا واسطہ ذکر نہ کریں یہ مرسل روایت ہوتی ہے)۔ یہ روایت دو قسم کی ہوتی ہے۔

مرسل کی قسم اول ...... وہ روایت جس کو بڑے بڑے تابعین نے مرسل ذکر کیا ہو، وہ کبار تابعین جو عادۃً جب ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوں جن جن سے انہوں نے سنا ہوتا ہے تو وہ عادل لوگوں کا ذکر کرتے رہتے ہوں جن کی خبر کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے، ایسا کوئی تابعی اگر حدیث کو مرسل ذکر کرے تو اس کی مرسل پر نظر کی جائے گی۔ اگر اس کے ساتھ کسی دوسرے کی مرسل مل جاتی ہے جو اس کی تاکید کر دیتی ہے، یا کسی ایک صحابی کا قول اس کی تاکید میں مل جاتا ہے، یا عوام اہل علم اس کی طرف گئے ہیں تو ان صورتوں میں ہم اس تابعی کی مرسل روایت احکام میں قبول کر لیں گے۔

مرسل کی دوسری قسم .... جس نے روایت کو مرسل ذکر کیا ہے وہ متاخرین تابعیوں میں سے ہو جو ہر ایک سے روایت اخذ کرنے میں معروف ہو۔ اور اہل علم بالحدیث کے لئے ان روایات کے مخارج کا ضعف ظاہر ہو چکا ہو، جن روایات کو وہ مرسل کرے۔ مرسل روایات کی یہ نوع یہ قسم ایسی ہے جو احکام کے سلسلے میں قبول نہیں کی جائے گی اور ان امور میں قبول کی جائے گی جو احکام سے متعلق نہ ہو۔ مثلاً دعاؤں میں اور فضائل اعمال میں اور مغازی میں اور ان کے مشابہات میں۔

فصل

اختلاف احادیث اور ان کا حکم، مجہول حدیث کا حکم

ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابو العباس نے، ان کو ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب بھی دو حدیثیں اُٹھائی جائیں بایں صورت کہ دونوں اکٹھے استعمال کی جائیں گی تو وہ اکٹھے ہی استعمال ہوں گی۔ اور ان میں سے ایک دوسری کو معطل نہیں کرے گی۔ جس وقت نہ احتمال رکھیں دو حدیثیں مگر اختلاف کا، تو اختلاف ان میں دو صورتوں میں ہوگا یا دو وجوہ میں۔

وجہ اوّل : یہ کہ ان دونوں میں سے ایک ناسخ ہوگی۔اور

وجہ دوم : یہ دوسری منسوخ۔لہٰذا ناسخ پر عمل کیا جائے گا اور منسوخ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

وجہ ثانی : یہ کہ دو حدیثیں مختلف ہوں مگر اس بات پر کوئی دلالت نہ ہو کہ ان دو میں سے کونسی ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے۔دونوں میں سے کسی ایک کی طرف نہیں جایا جائے گا۔مگر ایسے سبب کے ساتھ جو اس بات پر دلالت کرے کہ ہم جس کی طرف گئے ہیں وہ اس سے زیادہ قوی ہے جس کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔اور سبب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری سے اثبت ہو تو زیادہ ثابت ہو۔

لہٰذا ہم اثبت کی طرف جائیں گے یا ایک حدیث کتاب اللہ کے زیادہ مشابہ ہو یا سنت رسول کے۔اس میں جو منسوخ ہیں اس کے جس میں دو حدیثیں مختلف ہیں حضور ﷺ کی سنت میں سے، یا وہ حدیث اَوْلیٰ ہو اس اعتبار سے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں یا زیادہ صحیح ہو قیاس میں یا وہ ایسی ہو جس پر اکثر صحابہ کی عمل ہو۔اور جس وقت کوئی حدیث مجہول ہو، یا مرغوب ہو اس سے جس نے اس کو اُٹھایا ہے۔وہ ایسے ہوئی جیسے وہ آئی ہی نہیں ہے (گویا کہ وہ ہے ہی نہیں)۔اس لئے کہ وہ ثابت ہی نہیں ہے۔

فصل

رسول اللہ ﷺ کی بعثت، نزول قرآن، حفاظت خداوندی

اس باب میں جس بات کی معرفت کا ہونا انتہائی اہم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنی باعزت کتاب اُتاری اور پھر اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے۔

یہ فرما کر : کہ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ (سورۃ الحجر : آیت ۹)

بے شک اس ذکر خاص کو (قرآن کو) ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین، اپنی کتاب کے حوالے سے ان کی وضاحت اور تشریح کے منصب پر فائز فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ۔ (سورۃ النحل : آیت ۴۴)

اور ہم ہی نے آپ کی طرف قرآن مجید کو اس لئے اُتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کی وضاحت کریں جو پیغام ان کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ غور وفکر کریں۔(سوچیں سمجھیں)

پھر اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی اُمت میں بٹھائے رکھا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اُمت کے لئے ان تمام امور کی وضاحت کردی جن کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت کی طرف قبض کرلیا، یعنی آپ کو وفات دے دی، اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو واضح راستے پر چھوڑ دیا تھا۔مسلمانوں پر کوئی بھی مشکل یا پریشانی آنے والی جب بھی آئی تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس کا بیان صراحۃً یا دلالۃً موجود پایا۔

دین اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت کا قدرتی نظام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایسے آئمہ دین مقرر کردیئے جو آپ کی شریعت کو بیان کرنے اور آپ کی اُمت پر اس کی حفاظت کے لئے شریعت سے بدعت کو رد کرنے کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔

جیسے ہمیں خبر دی ہے ابوسعد احمد بن محمد صوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے ان کو حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالربیع زہرانی نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو بقیہ بن ولید نے، ان کو معان بن رفاعہ نے، ابراہیم بن عبدالرحمن عذری سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''اس علم دین کا ہر پیچھے آنے والا عادل انسان وارث بن جائے گا۔ وہ لوگ اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف کی نفی کریں گے (غلو دین میں مبالغہ کرنا)۔ اور باطل پرستوں کے ردخال وادراج کی نفی کریں گے اور جاہل لوگوں کی تأویل کرنے اور مطلب بگاڑنے کو ختم کریں گے''۔

اس کو ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابراہیم بن عبدالرحمن سے، اس نے اپنے پکے اور ثقہ شیوخ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ اس مذکورہ حدیث کی عملی اور واقعاتی تصدیق صحابۂ کرام کے دور میں بھی موجود رہی۔ اس کے بعد تمام ادوار میں سے ہر ہر دور کے اندر ہمارے آج کے دن تک۔

سنت رسول کے تحفظ کا قدرتی انتظام .... سنت رسول کے راویوں اور ناقلین کی معرفت رکھنے کے لئے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایک جماعت کھڑی ہوگئی تھی۔ جنہوں نے (حدیث رسول وسنت رسول کو بیان کرنے والوں) احوال کی معرفت حاصل کی اور ان کے بارے میں واقف ہوگئے، ان کے بارے میں جرح اور تعدیل میں۔ (یعنی راوی کی کمزوری ظاہر کرنا، راوی کی سچائی بیان کرنا)

پھر اس جماعت نے ان راویوں کی معرفتِ رسول بیان کی اور کتابوں میں اس کو محفوظ اور مدون کیا، یہاں تک کہ جو شخص راویوں کی معرفت کا ارادہ کرے آسانی سے اس کی طرف راستہ پاسکے۔

راویوں پر محدثین کی جرح وتعدیل کی بابت فقہاء اُمت کا کردار

تحقیق فقہاء امصار نے بھی جرح وتعدیل میں کلام کیا ہے۔ علماء حدیث کے علاوہ۔ ہمیں خبر دی ہے ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نے، ان کو ابوسعد خلال نے، ان کو ابوالقاسم بغوی نے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمود بن غیلان ترمذی نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے حمانی نے (امام اعظم) ابوحنیفہ سے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابر[1] جعفی سے بڑا جھوٹا کسی ایک شخص کو نہیں دیکھا۔ اور عطا[2] بن ابورباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

(۱) کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالحمید حمانی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں سُنا ابوسعد صغانی سے کہ وہ (امام اعظم) ابوحنیفہ کے سامنے سوال کرنے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابوحنیفہ آپ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

---

[1] جابر بن یزید بن حارث جعفی کوفی اصحاب عبداللہ بن سبا میں سے تھے (یعنی سبائی شیعہ تھے)۔ وہ کہتے ہیں علی علیہ السلام دنیا میں واپس لوٹ آئیں گے۔ اور وہ دعویٰ کرتے تھے ان کے پاس اتنے ہزار احادیث ہیں رسول اللہ ﷺ کی جو حضور نے بولی بھی نہیں ہیں۔ امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو محدث یحییٰ بن معین نے ترک کردیا ہے۔ اور محدث عبدالرحمن بن مہدی نے بھی۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ متروک ہے۔ علامہ عقیلی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ محدث بن حبان اور عجلی نے اس پر جرح کی ہے۔ یہ کتب دیکھیں: المجروحین ۱/ ۲۰۸۔ المیزان ۱/ ۳۷۹۔ التہذیب ۲/ ۴۶۔

[2] عطا بن ابورباح۔ متفقہ طور پر ثقہ راوی ہے۔ محدثین کی جماعت نے ان کی روایات لی ہیں۔ تہذیب التہذیب میں اس کا عنوان موجود ہے۔ جلد ۲ ص ۱۹۹۔ ترمذی کتاب العلل ۵/ ۷۴۔

انہوں نے جواب دیا کہ آپ ان سے حدیث لکھئے، وہ ثقہ راوی ہیں ماسواء احادیث ابواسحاق کے جو حارث سے ہوں اور جابر جعفی کی روایت کردہ حدیث۔ (یعنی یہ احادیث نہ لکھنا اور نہ لینا)

(۲) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا حرملہ سے، وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حرام[1] بن عثمان سے روایت کرنا حرام ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حسین بن حسن غضائری نے بغداد میں، ان کو حدیث بیان کی احمد بن ابوسلمان نے، ان کو جعفر بن محمد صائغ نے، ان کو عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یحیٰی بن سعید قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ، سفیان ثوری، مالک بن انس اور سفیان بن عیینہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو حدیث بیان کرنے میں تہمت زدہ ہو اور حدیث کو حفظ بھی نہ کرسکتا ہو، ان سب مذکورہ اماموں نے فرمایا کہ ایسے شخص کا معاملہ لوگوں سے بیان کرو۔ (یعنی اس لئے کہ لوگ اس کے بارے میں دھوکہ نہ کھائیں)

(۴) اور ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن کامل بن خلف قاضی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوسعد ہروی نے ابوبکر بن خلاد سے، وہ کہتے ہیں محدث حضرت یحیٰی بن سعید سے کہا گیا کہ کیا آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ آپ نے جن جن لوگوں کی روایت لینا چھوڑ دی ہے وہ کل قیامت کے دن آپ کے خلاف دشمن بن کر اللہ کے نزدیک جھگڑا کریں یا دعویٰ کریں؟

انہوں نے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن جائیں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے اُس بات سے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن کر جھگڑا کریں۔ اور وہ فرمائیں کہ تم نے مجھ سے ایسی حدیث کیوں بیان کی تھی جس کو تو جانتا تھا کہ وہ جھوٹ ہے؟

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالولید فقیہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، ان کو حرملہ بن یحیٰی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سُنا تھا، فرماتے تھے اگر شعبہ جیسا محدث نہ ہوتا تو عراق میں حدیث نہ پہچانی جاتی۔ وہ ایک آدمی کے پاس آکر کہتے تھے حدیث بیان نہ کرو ورنہ میں تیرے خلاف شاہی عدالت میں دعویٰ کروں گا۔

خلاصہ مطلب : یہ ہے کہ لوگ اس طرح سنت رسول ﷺ کی عزت وحرمت کا دفاع اور تحفظ کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے شواہد کثیر ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ ذکر کردیا ہے اس میں طوالت سے استغناء ہے۔

کتاب ہذا میں نقل احادیث کے بارے میں مصنف کی وضاحت

یہ (مذکورہ مکتوب) کتاب دلائل نبوت اور بیان احوال صاحب شریعت صلوات اللہ علیہ کا مقدمہ تھا۔ جس کے پیش کرنے کا مجھے شیخ ابوالحسن حمزہ بن محمد بیہقیؒ نے حکم دیا تھا جس کو میں نے انتہائی حسن عقیدت کے ساتھ اور جمیل وخوبصورت نیت کے ساتھ معجزات نبی رسول مرتضیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں اور آپ ﷺ پر جو حالات جاری ہوئے ان کے بارے میں ترتیب دیا ہے تاکہ اس مقدمہ کے ذریعہ ان احادیث کی صحیح حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے، جن احادیث کو میں اس کتاب میں لایا ہوں تراجم وعنوانات کے ذکر کے ساتھ آنے والی جز یا جلد میں۔

اور یہ بات بھی جان لی جائے کہ ہر ایک حدیث جس کو میں نے کتاب میں درج کیا ہے اس کے پیچھے میں نے ایسی حدیث بھی ذکر کی ہے جو مذکورہ حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگر کہیں کسی حدیث کو میں نے مبہم چھوڑ دیا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ حدیث بھی مقبول ہے

[1] حرام بن عثمان انصاری مدنی ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ امام شافعی اور دیگر نے کہا کہ حرام راوی سے روایت کرنا حرام ہے۔ محدث ابن حبان نے کہا کہ وہ تشیع میں غلو کرنے والا شیعہ تھا۔ روایتوں کی اسناد کو اُلٹ پلٹ کر مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا۔

اس روایت کی مثل جس کا میں نے استخراج کیا ہے، اور نہیں قریب ہے کہ میں کسی روایت کو اس کی ایسی اسناد کے ساتھ لایا ہوں جس میں ضعف ہو اور میں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہو مگر اعتماد اس کے علاوہ کسی دوسری حدیث پر ہی کیا ہو۔

معجزات پر دیگر مصنفین کی کتب کی حالت .... جبکہ صورت حال اس طرح ہے کہ متاخرین میں سے ایک جماعت نے معجزات وغیرہ میں کتب تصنیف کی ہیں اور وہ لوگ ان کتابوں میں اخبار کثیرہ لے آئے ہیں، نہ انہوں نے ان میں صحیح کی تمیز کی ہے نہ بیمار روایت کی، نہ مشہور کی نہ غریب کی، نہ موضوع کی نہ من گھڑت کی۔ یہاں تک کہ جس شخص کی نیت احادیث کو قبول کرنے میں اچھی اور نیک ہے اس کو بھی ایک مقام پر لا کھڑا کیا ہے اور اس کو بھی جس کا سرے سے عقیدہ ہی خراب ہے روایات کو قبول کرنے کے بارے میں یا رد کرنے میں، ان مصنفین نے کوئی فرق نہیں کیا۔ بس کثرت کے ساتھ روایات و اخبار درج کر دی ہیں۔

مصنف کی کتاب ہذا کی طرز .... میری عادت ان تمام کتب میں جو اصول و فروع میں تصنیف ہوئی ہیں، یہ ان ہی سے میں نے ان اخبار پر اکتفاء کیا ہے جو ان میں سے صحیح ہیں۔ ان روایات کو ترک کر دیا ہے جو صحیح نہیں ہیں۔ اور یہ عادت رہی ہے کہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز اور فرق کیا جائے تاکہ ان اخبار و احادیث میں نظر کرنے والا ناظر جو اہل السنّت میں سے ہے وہ ان پر علی وجہ البصیرت اعتماد کر سکے۔ اور اہل بدعت میں سے جس کا دل کج ہو چکا ہو اخبار کو قبول کرنے سے، وہ آثار کے بارے میں جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے وہ ان کو حقیر سمجھنے کی راہ نہ پا سکے۔

محدثین کی انتہائی درجے کی کوشش .... جس شخص نے ارباب حدیث کی حفاظت حدیث کی بابت ان کی انتہائی کوشش کو بنظر غائر دیکھا ہے، جو انہوں نے راویوں کے احوال کی معرفت کے بارے میں کی ہے اور جو احادیث قبول کی جاتی ہیں یا رد کی جاتی ہیں، وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ان حضرات نے اس بارے میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر ڈالی ہے اس میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بیٹا تھا تو اس نے اپنے باپ کے بارے میں عیب نکالا ہے اور اعتراض کیا ہے۔ جب باپ سے کوئی ایسی لغزش سرزد ہوئی ہے جو اس کی خبر کو رد کرنے کا موجب ہے۔ اور اگر باپ تھا تو اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں، اور اگر بھائی تھا اس نے اپنے بھائی کے بارے میں (اعتراض کرنے سے گریز نہیں کیا اگر اس سے ایسی لغزش ہوئی ہو جو اس کی حدیث کو رد کرنے کا موجب ہو)۔ ان کو اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی رشتہ داری ان کے راستے کی رکاوٹ بنی، نہ ہی کوئی مالی مفاد ان کو روک سکا۔ اس بارے میں ان کی حکایات و واقعات کثیر ہیں اور وہ میری تصنیف شدہ کتب میں مکتوب ہیں۔

جو شخص میری کتابوں میں صحیح اخبار اور سقیم میں میرے فرق کرنے پر واقف ہو چکا ہے اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی یاوری کی ہے وہ میری سچائی کو جان چکا ہے اس بات سے جو میں نے ذکر کی ہے۔

اور جس شخص نے اس بارے میں گہری نظر سے نہیں دیکھا اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی مدد نہیں کی، میری وضاحت بھی اس بارے میں اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گی، اگرچہ میں کتنا ہی زیادہ وضاحت کر لوں۔ اور میری وضاحت کرنا درحقیقت اس کے لئے ہے ہی نہیں، اگرچہ یہ وضاحت اس کے پاس پہنچ بھی جائے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۔ (سورۃ یونس: ۱۰۱)

جس قوم کے اندر سے تسلیم و رضاء کا مادہ ختم ہو جائے، ان کو قرآن مقدس کی آیات بھی اور انبیاء جیسے ڈرانے والے بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

☆☆☆

کتاب دلائل النبوۃ معرفت احوال صاحب شریعت

حضرت محمد بن عبداللہ، خیرُ البریہ، رسولِ ربّ العزۃ صلی اللہ علیہ وسلم جن ابواب وعنوانات پر مشتمل ہے ان کا اجمالی تذکرہ وخلاصہ

(جلداوّل)

۱۔ ابواب بسلسلہ ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲۔ تاریخ ولادت اور اس سے منطبق ابواب۔
۳۔ نذرِ عبدالمطلب (دادائے رسول اللہ)۔
۴۔ آثار اور نشانیاں۔ جو آپ کی ولادت کے وقت یا اس کے قبل یا بعد ظہور پذیر ہوئیں۔
۵۔ تیرے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حشر کیا۔ اسی سال جس سال آپ کی ولادت ہوئی۔
۶۔ اَمرِ تُبّع جو اس سے قبل وقوع پذیر ہوا۔
۷۔ ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ۔
۸۔ کسریٰ کے محل کے کنگورے گر گئے۔
۹۔ خواب موبذان۔
۱۰۔ اہل فارس کی آگ کا آلاؤ یکایک بجھ جانا۔ شب ولادت رسول۔
۱۱۔ رضائے رسول اللہ (دودھ پینا) مُرضِعۂ رسول (دودھ پلانے والی) حاضنۂ رسول (دائی پرورش کرنے والی)۔ اور اس کے پاس رسول اللہ پر جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔
۱۲۔ اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۔ کنیت رسول اللہ ﷺ۔
۱۴۔ شرافت اصلی ونسبی برائے رسول اللہ ﷺ۔
۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کے والد، والدہ اور دادا کی وفاتیں۔
۱۶۔ سر کی چوٹی سے لے کر پیر کی چھنگلی تک صفات رسول اللہ ﷺ۔
۱۷۔ خاتم نبوت کی صفت۔
۱۸۔ صفات رسول کا جامع باب۔
۱۹۔ اخلاق رسول وعادات رسول۔
۲۰۔ رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی۔ رسول اللہ ﷺ کا فقر کو غنیٰ پر ترجیح دینا۔
۲۱۔ رسول اللہ کا فقراء کے ساتھ ہم نشینی کرنا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو سب سے زیادہ جزاء دیتے تھے۔
۲۲۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کی فرمانبرداری میں انتہائی کوشش صرف کرنا۔
۲۳۔ رسول اللہ ﷺ کی مثال۔ اور سابق انبیاء کی مثال۔ بے شک وہ خاتم النبیین ہیں۔

۲۴۔ رسول اللہ ﷺ کی مثال۔ اور آپ کی اُمت کی مثال۔ اور اس ہدایت کی مثال جس کو وہ لائے ہیں۔
۲۵۔ رسول اللہ ﷺ کی صفت تورات، انجیل اور زبور میں۔
۲۶۔ رسول اللہ ﷺ کی اور سابق انبیاء کی تصویریں یا مورتیاں ملک شام کے عیسائی گرجے میں۔

(جلد دوم)

۲۷۔ رسول اللہ ﷺ پر قبل از ولادت۔ بعد از بعثت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ اور ان پر جو حالات نبی بن کر مبعوث ہونے تک جاری ہوئے۔
۲۸۔ شق بطن رسول ﷺ (یعنی صدر رسول)۔
۲۹۔ اخبار سیف بن ذی یزن۔
۳۰۔ عبدالمطلب کا بارش مانگنا۔ رسول اللہ ﷺ پر اس کا شفقت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کا وصیت کرنا۔ اور ان کا آپ کے معاملے کو محسوس کر لینا۔
۳۱۔ ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سفر میں نکلنا۔ بحیرا راہب کا حضور ﷺ کی صفت دیکھ کر حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال کرنا کہ یہ وہی نبی ہے ان کی کتابوں میں جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔
۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کی۔ اللہ کی طرف سے حفاظت جاہلیت کی گندگیوں سے۔
۳۳۔ تعمیر کعبہ اور اس میں حضور ﷺ پر نشانیوں کا ظہور۔
۳۴۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے قبل حضور ﷺ کا کاروبار کرنا۔ پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا۔ اس بارے میں آپ کے اوپر نشانیوں کا ظہور۔
۳۵۔ اخبار و رھبان (یہودی وعیسائی علماء اور پیروں) کی خبریں حضور ﷺ کی آمد اور آپ کی سچائی۔ آپ کی رسالت کے بارے میں جو ان کی کتابوں میں ان کو ملیں۔
۳۶۔ ان اخبار میں سے حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کی خبر بھی تھی۔
۳۷۔ حدیث قس بن ساعدہ ایادی۔ حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔ حدیث ورقہ بن نوفل۔
۳۸۔ ابواب مبعث۔ وہ وقت جس میں آپ نبی لکھے گئے۔ وہ سنہ جس میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔
۳۹۔ وہ دن۔ وہ مہینہ جس میں وحی نازل ہوئی۔ ابتداء بعث۔ وابتدائے نزیل کے وقت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ پتھروں، درختوں کا آپ کو سلام کرنا۔ پہلی سورۃ کے نزول کے وقت نشانی کا ظہور۔ صحابہ میں سے مقدم الاسلام۔ بعض صحابہ کے لئے آیات عجیبہ کا ظہور۔
۴۰۔ حضور ﷺ پر ابتدائے فرضیت اور لوگوں پر ابتداء فرضیت میں آپ کو تبلیغ رسالت کے امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی عصمت اور تحفظ کرنے میں یہاں تک کہ آپ نے پیغام رسالت پہنچایا اور اس میں جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔ مشرکین کا کتاب اللہ کے اعجاز کا اعتراف کرنا۔
۴۱۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔
۴۲۔ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔
۴۳۔ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔
۴۴۔ ضماد کا اسلام لانا۔ اور اس میں نشانیاں۔
۴۵۔ جنوں کا مسلمان ہونا۔ اور اس میں نشانیاں۔
۴۶۔ اس بات کا بیان کہ کاہنوں کا قول کیسے سچا نکلتا تھا۔

۴۷۔ اس بات کا بیان کہ حضور ﷺ کے ظہور کے بعد کاہنوں کی خبروں کا سلسلہ اکثر منقطع ہو گیا۔
۴۸۔ ایک جن کا اپنے ساتھی کو نبی کریم ﷺ کے ظہور کی اطلاع دینا۔
۴۹۔ حضور ﷺ کے ظہور سے بچھڑے کا ذبح ہو جانا۔ سواد بن قارب کی حدیث۔
۵۰۔ مازن طائی کے مسلمان ہونے کا سبب۔ اور خفاف بن نضلہ وغیرہ۔
۵۱۔ مشرکین مکہ کا رسول اللہ ﷺ سے نشانی دیکھانے کا مطالبہ۔ اور حضور کا شق القمر دکھانا۔
۵۲۔ مکہ میں حضور ﷺ سے اہل مکہ کے دیگر سوالات۔
۵۳۔ رسول اللہ ﷺ کو اور صحابۂ کرام کو مشرکین سے جو اذیت پہنچی اس کا ذکر۔ ان کا ہجرت پر مجبور کر دینا۔ اس میں حضور ﷺ کا اتمام امر کرنا۔ اس میں حضور کا صدق اور نشانیوں کا ظہور۔
۵۴۔ ہجرت اُولیٰ حبشہ۔ پھر ہجرت ثانیہ۔ اس میں نشانیوں کا ظہور۔
۵۵۔ نجاشی کا تصدیق کرنا اور اس کا اتباع کرنا۔
۵۶۔ حضور ﷺ کا شعب ابی طالب میں دخول اور اس پر جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔
۵۷۔ استہزاء کرنے والوں کا ذکر جن کو اللہ نے سزا دی اور اس میں نشانیوں کا ظہور۔
۵۸۔ قریش میں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔ ان کے حضور ﷺ کی طرف سے قحط سالی کی بددعا کرنا اور اللہ کا قبول کرنا۔
۵۹۔ سورۃ روم کی آیت کا نزول اور اس میں حضور ﷺ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔
۶۰۔ قریش کے ساتھ افراد کے لئے حضور ﷺ کی بددعا، ان میں ابولہب بھی تھے۔ اور اللہ کا قبول کرنا۔
۶۱۔ وفات ابوطالب۔
۶۲۔ وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد۔
۶۳۔ واقعہ اسراء رسول اللہ ﷺ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔
۶۴۔ اس کے بعد آسمانوں کی طرف عروج اور اس میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں معراج میں۔
۶۵۔ حضود ﷺ کا خبر دینا جو انہوں نے معراج میں دیکھا۔ اور صلوات خمس کی فرضیت۔
۶۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہ بنت زمعہ سے آپ کی شادی۔
۶۷۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی ذات کو قبائل عرب پر پیش کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ساتھ مدینہ میں سے انصار کو عزت بخشی۔
۶۸۔ حدیث سوید بن صامت۔ ایاس بن معاذ۔ ابان بن عبداللہ بجلی، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور مکہ میں ہاتف غیبی کی آواز سنائی دینا۔
۶۹۔ ذکر عقبہ اُولیٰ۔ موسم حج میں جو لوگ انصار میں سے آئے اسلام پر، ان کی بیعت۔
۷۰۔ ذکر عقبہ ثانیہ۔ اور انصار میں سے جو لوگ حاضر ہوئے ان کی بیعت۔ ہجرت مدینہ بعض اصحاب کی طرف سے کی۔
۷۱۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا مکر کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کرنا۔
۷۲۔ حضور ﷺ کا اپنے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے میں غار حرا کی طرف نکلنا اور نشانیوں کا ظہور۔
۷۳۔ سراقہ بن مالک بن جعشم کے پیچھا کرنا اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
۷۴۔ حضور ﷺ کا اُم معبد کے خیمے کے پاس سے گزرنا اور اس میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔ علاوہ ازیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔
۷۵۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے استقبال میں جن اصحاب نے آپ کا استقبال کیا۔

۷۶۔ اس کے بعد وہ نشانیاں جو ظاہر ہوئیں۔انصار میں، دخول مدینہ میں، نزول مدینہ میں۔آپ کی آمد پر مسلمانوں کا خوش ہونا۔صہیب رومی کا پیچھے روانہ ہونا۔اور اس کی حالت کے بارے میں قرآن کا خبر دینے کا اعجاز۔

۷۷۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں خطبہ دینا اور اس میں تذکرہ کرنا۔

۷۸۔ عبداللہ بن سلام کا آنا اور اسلام قبول کرنا۔اور اس کے اصحاب کا اسلام قبول کرنا۔اور ان سب کا شہادت دینا کہ حضور ﷺ وہی نبی ہیں جس کے بارے میں وہ توراۃ میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔

۷۹۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں مسجد تعمیر کرنا۔اس مسجد کا ذکر جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔تعمیر مسجد کے وقت حضور ﷺ کا خبر دینا، جس کی تصدیق حضور ﷺ کے بعد ہوئی۔عمار بن یاسر کا قتل اور آخری مشروب۔

۸۰۔ منبر بنوانا۔اور منبر رکھنے اور اس پر بیٹھنے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔سوکھے تنے کا رونا۔جس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

۸۱۔ صحابۂ کرام کا مدینہ میں وبا سے دوچار ہونا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھنا۔

۸۲۔ حضور ﷺ کا وباء کو مدینہ سے ہٹانے کی دعا کرنا۔حضور ﷺ کا مدینہ کی حرمت قائم کرنا۔

۸۳۔ قبلہ کا کعبہ کی طرف پھیر دیا جانا۔(تحویل قبلہ)

۸۴۔ جہاد وقتال کی اجازت ملنا۔

(جلد سوئم)

۸۵۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا۔(وہ جنگیں جن میں آپ بذاتِ خود شریک ہوئے اور وہ جن میں دستہ روانہ کیا۔

۸۶۔ پہلا سریہ (یا فوجی مہم) وہ تھی جس میں آپ کے چچا حمزہ بھیجے گئے اور عبید بن حارث اور سعد بن ابوقاص۔

۸۷۔ غزوۂ ابواء۔غزوہ رضویٰ اور عشیرہ۔بدر اُولیٰ اور سریہ عبداللہ بن جحش۔

۸۸۔ باب غزوۂ بدر کبریٰ۔یا عظمیٰ۔اس میں کئی باب ہیں۔

۸۹۔ غزوۂ بدر عظمیٰ میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔مثلاً نصرت کے لئے فرشتوں کا نازل ہونا وغیرہ نشانیاں۔

۹۰۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا قصہ اور اس کی ہجرت۔

۹۱۔ رسول اللہ ﷺ کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا۔

۹۲۔ پھر زینب بنت خزیمہ سے نکاح کرنا۔

۹۳۔ پھر حضور ﷺ کا اپنی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنا۔آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد۔

۹۴۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔

۹۵۔ حضور ﷺ کا بدر سے واپسی پر بنی سُلیم کی طرف نکلنا۔

۹۶۔ غزوۂ ذات السویق۔

۹۷۔ غزوۂ غطفان اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔

۹۸۔ غزوۂ ذی قَرَد۔

۹۹۔ غزوۂ قریش و بنی سلیم۔

۱۰۰۔ غزوۂ بنی قینقاع۔

۱۰۱۔ غزوۂ بنی نضیر۔اس کے قول کے مطابق جس کا خیال ہے کہ وہ غزوۂ احد سے پہلے ہوا تھا اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔

۱۰۲۔ کعب بن اشرف کا قتل ہونا اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کو نجات دینا۔
۱۰۳۔ غزوۂ اُحد۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۰۴۔ شہداء اُحد کے بارے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
۱۰۵۔ رسول اللہ ﷺ کا حمراء الاسد کی طرف نکلنا۔
۱۰۶۔ سریۂ ابوسلمہ۔
۱۰۷۔ غزوۂ الرجیع۔ اور اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۰۸۔ سریۂ عمرو بن اُمیہ،
۱۰۹۔ غزوۂ بیر معونہ۔
۱۱۰۔ غزوۂ بنونضیر میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔
۱۱۱۔ عمرو بن سعدی یہودی کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا اور اس کے ساتھی یہودیوں کا اعتراف کرنا۔ کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفت موجود ہے۔
۱۱۲۔ غزوۂ بنولحیان۔
۱۱۳۔ غزوۂ ذات الرقاع۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کے ناپاک عزائم سے بچانا۔ اور جابر بن عبداللہ کے اُونٹ کو حضور ﷺ کی برکت لاحق ہونا۔
۱۱۴۔ غزوۂ بدر اخریٰ۔
۱۱۵۔ غزوۂ دومۃ الجندل اُولیٰ۔
۱۱۶۔ غزوۂ خندق۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۱۷۔ رسول اللہ ﷺ کا اُم حبیبہ بنت ابوسفیان ؓ، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابواُمیہ اور زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے نکاح کرنا۔
۱۱۸۔ حضور ﷺ کا بنوقریظہ کی طرف نکلنا اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
۱۱۹۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا۔ سعد بن معاذ کے لئے دعا۔ اور سعیہ کے دو بیٹوں کا اسلام لانا۔
۱۲۰۔ ابن ابوالحقیق کا قتل۔
۱۲۱۔ ابن نُبیح ہذلی کا قتل۔ اور اس قصہ میں دلائل نبوت۔

(جلد چہارم)

۱۲۲۔ غزوۂ بنومصطلق۔
۱۲۳۔ غزوۂ مریسیع۔ اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
۱۲۴۔ ذکر حدیث افک۔
۱۲۵۔ سریۂ نجد۔
۱۲۶۔ ان سرایا کا ذکر جو اسی سال میں ہوئے۔
۱۲۷۔ باب عمرۂ حدیبیہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۲۸۔ بیر حدیبیہ کے بارے میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۲۹۔ حضور ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی کا نکلنا۔

۱۳۰۔　درخت تلے بیعت رسول اور کیفیت صلح۔ نزول سورۂ فتح۔ اور اس میں اللہ کا فتح غنیمتوں اور دخول مسجد الحرام کا وعدہ وغیرہ۔ اور ان عام امور کا سچا واقع ہو جانا۔
۱۳۱۔　اسلام اُم کلثوم۔ اس کے بعد ابوبصیر ثقفی اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ۔
۱۳۲۔　غزوۂ قرد۔
۱۳۳۔　باب غزوۂ خیبر۔ یہ کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
۱۳۴۔　حضور ﷺ کا دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا اور حضور ﷺ کو بکری کی نلی کا خبر دینا کہ مسموم ہے۔
۱۳۵۔　جعفر بن ابوطالب، ان کے ساتھیوں اور اشعریوں کی حضور ﷺ کے پاس آمد۔
۱۳۶۔　سرزمین حبشہ سے خیبر میں۔
۱۳۷۔　حضور ﷺ کا خیبر سے واپس آنا اور وادیٔ قریٰ کی طرف متوجہ ہونا۔
۱۳۸۔　نماز سے سو جانا اور اس راستے میں آثار کا ظہور۔
۱۳۹۔　حدیث ابوقتادہ میضاۃ کے بارے میں۔
۱۴۰۔　اُن سرایا کا ذکر جو فتح خیبر کے بعد اور عمرۃ القضاء سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔
۱۴۱۔　عمرۃ القضاء کے لئے تشریف آوری۔
۱۴۲۔　سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث سے نکاح کرنا۔ اس کے بعد حمزۃ کی صاحبزادی کا مکہ سے خروج۔
۱۴۳۔　ذکر سریہ ابن ابوالعوجاء۔
۱۴۴۔　ذکر اسلام عمرو بن العاص ﷺ۔
۱۴۵۔　اسلام خالد بن ولید ﷺ۔
۱۴۶۔　غزوۂ موتہ اور حضور ﷺ کا ان کی خبر آنے سے پہلے ان کے واقعہ کی خبر دینا۔
۱۴۷۔　جبار اور سرکش لوگوں کی دعوت الی اللہ کے لئے حضور ﷺ کے خطوط۔
۱۴۸۔　قیصر روم کی خطا اور اس کے قصے میں دلائل نبوت۔
۱۴۹۔　کسریٰ فارس کی طرف حضور ﷺ کا خط۔ حضور ﷺ کا اس کے لئے بددعا کرنا۔
۱۵۰۔　حضور ﷺ کا اس کی ہلاکت کی خبر دینا اور اس کے خزانوں کے فتح ہونے کی خبر دینا۔
۱۵۱۔　حضور ﷺ کا خط شاہ مقوقس کی طرف۔
۱۵۲۔　غزوۂ ذات السلاسل۔
۱۵۳۔　سریہ ابوعبیدہ بن جراح۔
۱۵۴۔　حضور ﷺ کا نجاشی کی موت کی خبر لوگوں کو دینا۔

(جلد پنجم)

۱۵۵۔　باب فتح مکہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۵۶۔　اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی تصدیق کرنا۔
۱۵۷۔　سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ کے والد سیدنا ابوقحافہ ﷺ کے اسلام کا ذکر۔
۱۵۸۔　صفوان بن اُمیہ کا قصہ۔ اور عکرمہ بن ابوجہل کا قصہ۔ فتحین کا اسلام۔

(جلد ششم)

۱۸۸۔ اُونٹ کا حضور ﷺ کو سجدہ کرنا۔ اور دیگر وحشی جانوروں کا حضور ﷺ کے ساتھ تواضع کرنا۔
۱۸۹۔ حُمّرہ کا حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے حال کی شکایت کرنا۔
۱۹۰۔ ہرنی کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا اور گوہ اور بھیڑیئے کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔
۱۹۱۔ شیر کا حضور ﷺ کے غلام سفینہ کا احترام کرنا۔
۱۹۲۔ مجاہد کا ذکر۔ جس کا گدھا زندہ کر دیا گیا تھا چل بسنے کے بعد۔
۱۹۳۔ اس مہاجر کا ذکر جس کی دعا کے ساتھ اللہ نے اس کا بیٹا زندہ کر دیا تھا۔
۱۹۴۔ اور اس میں جو خبر ہے۔ قصہ علاء بن حضرمی کا۔
۱۹۵۔ بھیڑیئے کا رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔
۱۹۶۔ شیر خوار اور گونگے کا رسالت کی شہادت دینا۔
۱۹۷۔ طعام کا تسبیح کرنا۔ جس کو صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ کھا رہے تھے۔
۱۹۸۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں اور بعض صحابہ کے ہاتھ میں کنکریوں کا تسبیح کرنا۔
۱۹۹۔ کھجور کے تنے کے رونے میں دلائل نبوت۔
۲۰۰۔ حضور ﷺ جس راستے پورے چلتے پور راستے پر خوشبو مہکتی تھی۔
۲۰۱۔ شجر اور حجر کا حضور ﷺ کے آگے سجدہ کرنا۔
۲۰۲۔ حضور ﷺ کی دعا پر گھر کی دیواروں۔ دروزے کی چوکھٹ کا آمین کہنا۔
۲۰۳۔ حضور ﷺ کے اپنے صحابہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنے میں دلائل نبوت۔
۲۰۴۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی کے دو بیٹوں کے لئے چمک اور روشنی پیدا ہونے میں دلائل نبوت۔
۲۰۵۔ دو آدمیوں کی لالٹین کا روشن ہو جانا۔ ایک آدمی آپ کے صحابہ میں سے تھا۔
۲۰۶۔ اندھیری رات میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی اُنگلی کا روشن ہو جانا وغیرہ آثار۔
۲۰۷۔ حضور ﷺ کی مستجاب دعاؤں میں۔ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں۔
۲۰۸۔ شفاء کے بارے میں حضور ﷺ کی تمام دعاؤں کی اجابت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔
۲۰۹۔ آپ ﷺ کی دعاؤں کی برکات کے ظہور میں۔
۲۱۰۔ حضور ﷺ کا دعائیں کرنا کفار کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا ان دعاؤں کو۔
۲۱۱۔ یہودیوں کے سوالوں وغیرہ کے بارے میں ابواب۔
۲۱۲۔ پھر ان کا حضور ﷺ کے احوال وضاحت سے لاتعلقی ظاہر کرنا اور کچھ کا ان میں سے مسلمان ہو جانا۔
۲۱۳۔ نبی کریم ﷺ کا خبر دینا آدمیوں کی طرف سے وصول خبر سے پہلے پہلے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔
۲۱۴۔ نبی کریم ﷺ کا ہونے والے واقعات کے بارے میں خبر دینا جو حضور ﷺ کے بعد ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان تمام چیزوں میں اپنے نبی ﷺ کو سچا قرار دینا، ان میں کچھ واقعات ایسے تھے جن کی تصدیق آپ کے زمانے میں ہوگئی تھی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق آپ کے خلفاء کے زمانوں میں ہوئی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق ان کے بعد ہوئی۔ ان تمام امور میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

(جلد ہفتم)

۲۱۵۔ ابواب۔ اس شخص کے بارے میں جس نے بعض آثار نبوت محمد ﷺ خواب میں دیکھے۔ یا ان کو قبر سے سُنا۔ یا کہیں اور سے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔

۲۱۶۔ ابواب کیفیت نزول وحی رسول اللہ ﷺ پر۔ اور وحی کے آثار آپ کے چہرے مبارک پر ظاہر ہونے میں دلیل نبوت ہے۔
۲۱۷۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا یا دیگر فرشتوں کو دیکھنے میں دلیل نبوت ہے۔
۲۱۸۔ کتاب اللہ کے ساتھ منتر پڑھنا (یعنی بیمار پر دم، پھونک کرنے اور اس کے ذکر کے ساتھ حفاظت کرنے میں دلیل ہے۔
۲۱۹۔ بعض صحابہ نے شیطان کو دیکھا اور اس بارے میں اس سے بچنے کا جو ذکر ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔
۲۲۰۔ جو شخص اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا اسی وقت اس پر عذاب ظاہر ہو جانے میں دلیل نبوت ہے۔
۲۲۱۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو آیت کبریٰ یعنی بڑی نشانی عطا کی گئی۔ پوری قوم جس سے عاجز تھی۔
۲۲۲۔ ابواب نزول قرآن کے بارے میں اور اس کی ترکیب وترتیب میں۔
۲۲۳۔ مجموعہ ابواب۔ مرض ووفات رسول اللہ ﷺ۔ اور ان کے مابین جو آثار نبوت اور دلالت صدق کا ظہور ہوا۔
۲۲۴۔ حضور ﷺ کو غسل وکفن دینا۔ آپ کے اُوپر جنازہ ہونا۔ آپ کو دفن کرنا و وفات رسول ﷺ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت کا ٹوٹ پڑنا۔ اس مصیبت پر مسلمانوں سے فرشتوں کا تعزیت کرنا۔ ان سب امور میں دلائل نبوت ہیں۔
۲۲۵۔ اہل کتاب کے پاس وفات رسول کی خبر پہنچنے سے قبل ان کا حضور ﷺ کی وفات کی معرفت ہونا بسبب اس کے کہ وہ اپنے پاس توراۃ وانجیل میں اس بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔
۲۲۶۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ترکہ کے بارے میں جو فرمان آیا ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔ پھر ازواج رسول اور اولاد رسول کا ذکر۔ صلوات اللہ علیہ وعلیہم جب بھی ان کو یاد کرنے والے یاد کریں یا غافل ہونے والے ان سے غافل ہوں (اللہ رحمتیں نازل کرے) اس سب میں دلائل نبوت ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میرا آخری عہد ہے۔ جس میں شیخ الرئیس نے حکم دیا تھا، کتاب دلائل النبوت کے مدخل اور مقدمہ کے بارے میں اگر یہ ان کی مرضی اور پسند کے مطابق واقع ہوا ہے تو یہ اللہ جل شانہٗ کی محض توفیق ارزانی سے ممکن ہوا ہے۔ اس کے بعد میری صاف اور جمیل نیت کے ساتھ اور میرے حسن اعتقاد ویقین کے ساتھ ممکن ہوا ہے۔ اور اگر شیخ اس میں کوئی خلل، خرابی یا کوتاہی دیکھیں تو یہ میری جسمانی کمزوری اور میری کوتاہ بینی سے ہے، جو میری اولاد میں غموں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔

اللہ کے فضل کے بعد میرا بھروسہ اس کے کرم پر ہے جو معبود وموجود ہے۔ اس کے احسان میں سے جو بندوں کی طرف ہے، اور اس کی پیشگی عنایت اور رعایت پر جو ان تمام حالات میں بندوں کی دستگیری کرتی ہے۔ میری دعا ہے ان سب کے لئے اور حضور ﷺ کے عزیزوں کے لئے دائمی چیز کی اور میری ثناء ان کے لئے ہے خوبصورت طریقے پر جو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس میں قبولیت فرمائے گا اور تمام نیک دعائیں کرنے والوں میں اور اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا مصنف کی اور تمام مسلمانوں کی تمام آفات وبلیات سے محض اپنی ذات کے فضل سے۔ سلام ہوں رسول پاک پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

تمام خوبیاں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اس کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور ان کی آل طیبین طاہرین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے قیامت تک اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور سلام۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے۔

☆☆☆

دلائلِ نبوت، معرفتِ حالات، صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد والہ و صحبہ اجمعین

امام حافظ ابوبکر : احمد بن حسین بن علی البیہقی مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ نے فرمایا ۔

خطبہ کتاب

الحمد للّٰہ الذی خلق السموات والارض، وجعل الظلمات والنور، وابتدع الجواھر والاعراض، ورکب الصور والاجساد، وقضی الموت والحیاۃ، وقدر المعاش والمعاد، واعطی من شاء من السمع والبصر والفؤاد، ومن شاء منھم المعرفۃ والعقل والنظر والاستدلال، ومن شاء منھم الھدایۃ والارشاد، وبعث الرسل بما شاء امرہ ونھیہ، مبشرین بالجنۃ من اطاعہ، ومنذرین بالنار من عصاہ، وأیدھم بدلائل النبوۃ وعلامات الصدق، لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل، وخصنا بالنبی المکی، والرسول الامین، سید المرسلین، وخاتم النبیین، ابی القاسم : محمد بن عبداللّٰہ بن عبد المطلب، افضل خلقہ نفسا، واجمعھم لکل خلق رضی فی دین ودنیا، وخیرھم نسبا، واشرفھم دارا، ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق، الی کافۃ المکلفین من الخلق ـ فتح بہ رحمتہ، وختم بہ نبوتہ، واصطفاہ لرسالتہ، واجتباہ لبیان شریعتہ ورفع ذکرہ مع ذکرہ ـ وانزل معہ کتابا عزیزا قرانا کریما مبارکا مجیدا دلیلا مبینا وحبلا متینا وعلما زاھرًا، ومعجزًا باھرًا، اقترن بدعوتہ ایام حیاتہ، ودام فی امتہ بعد وفاتہ ـ وامرہ فیہ بان یدعو مخالفیہ الی ان یاتوا بمثلہ ـ والعربیۃ طبیعتھم، والفصاحۃ جبلتھم، ونظم الکلام صنعتھم ـ فعجزوا عن المعارضۃ، وعدلوا عنھا الی المسایفۃ التی ھی اصعب مما دعاھم الیہ، وتحداھم بہ، کما قال ـ عزوجل ـ :

﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یأتون بمثلہ، ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا﴾

مع سائر ما اتاہ اللّٰہ وحباہ من المعجزات الظاھرات، والبینات الباھرات

﴿لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون﴾

فبلغ الرسالۃ، وادی النصیحۃ، واوضح السبیل، وانار الطریق، وبین الصراط المستقیم، وعبد اللّٰہ حتی اتاہ الیقین فصلوات اللّٰہ علیہ، وعلی الہ الطیبین، کلما ذکرہ الذاکرون، وغفل عن ذکرہ الغافلون، افضل صلاۃ وازکاھا، واطیبھا وانماھا ـ

امابعد !

بہرحال میں جب اللہ کی مدد کے ساتھ اور اس کی حسن توفیق کے ساتھ ان اخبار کی تخریج سے فارغ ہوا جو اسماء اور صفات کے بارے میں وارد ہیں اور رویت، ایمان، تقدیر، عذاب قبر، اشراط قیامت،، مر کر اُٹھنے کے بارے میں، میزان، حساب، صراط، حوض کوثر، شفاعت کے بارے میں جنت اور جہنم وغیرہ امور کے بارے میں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ان کی تمیز کے بارے میں۔ تا کہ اس شخص کے لئے معاون ثابت ہوں

جو ان میں کلام کرے۔ اور استشہاد کرے اس میں جو اس کو پہنچے مگر اس کے حال کو نہیں جانتا۔ اور ان میں سے کون سی قبول کی جائے گی اور کون سی رد کی جائے گی؟ اس سب کچھ کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں بعض وہ چیزیں جمع کروں جو ہمیں ہمارے نبی محمد ﷺ کے معجزات میں سے پہنچی ہیں اور آپ کی نبوت کے دلائل بھی تاکہ ان کے لئے حضور ﷺ کی نبوت کے اثبات میں معاون ثابت ہوں۔

لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ آغاز میں اس چیز کے بارے میں جس کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعانت پکڑی۔ اس چیز کے اتمام اور پورا کرنے میں جس کا قصد کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ چیز بھی جو آپ کی شرافت اصل جو ہماری طرف نقل ہو کر آئی ہے اور آپ کی ولادت کی طہارت اور اس کے اسماء اور صفات کا بیان۔ اور آپ کی زندگی کا انداز، اور آپ کی وفات کی وقت اور دیگر امور جن کا تعلق آپ کی معرفت سے ہے، اس نہج پر جس کی میں نے تصانیف میں شرط مقرر کی ہے یعنی صحیح پر اکتفاء کرنا، سقیم کے مقابلے میں۔ اور اکتفاء کرنا معروف پر غریب کے مقابلے میں۔ مگر اس امر میں جس میں صحیح اور معروف کے ساتھ مراد واضح نہ ہو غریب کے بغیر۔ تو پھر میں اس کو بھی لے آؤں گا۔ تاہم اعتماد اس مجموعی ذخیرے پر ہوگا جو ہم صحیح اور معروف پیش کریں گے۔ اہل مغازی اور اہل تواریخ کے نزدیک۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے۔ وہی میرے لئے کافی ہے میرے امور میں اور وہ بہترین کارساز ہے۔

وباللہ التوفیق، وھو حسبی فی اموری، ونعم الوکیل

باب ۱

ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اس دن کا بیان جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی استاذ ابوبکر محمد بن حسن بن فورکؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس نے، ان کو ابومحمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد طیالسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مہدی بن میمون نے، ان کو غیلان بن جریر نے، ان کو عبداللہ بن معبد زمانی نے ابوقتادہ سے کہ ایک اعرابی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ پیر کے دن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی تھی اور اسی پیر کے دن ہی مجھ پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابویوسف یعقوب بن سفیان فسوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلم بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابان بن یزید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن جریر نے۔ وہ غیلان ہے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن سماک نے بغداد میں، اور حسن بن یعقوب عدل نے نیشاپور میں، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ابوطالب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالوہاب بن عطاء نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سعید نے قتادہ سے، اس نے غیلان بن جریر سے، اس نے عبداللہ بن معبد کرمانی سے، اس نے ابوقتادہ انصاری سے۔ کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ سے سوال کیا، پیر کے دن کے روزے کے بارے میں، تو حضور ﷺ نے فرمایا، یہ وہ دن ہے جس میں، میں پیدا ہوا۔ اور اسی میں مجھ پر قرآن اُترا۔ اس کو ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں مہدی بن میمون کی روایت اور ابان بن یزید عطار سے۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ابن لہیعہ نے خالد بن ابوعمران سے، اس نے حنش سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی پیر کے دن پیدا ہوئے تھے۔

باب ۲

ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمار ابن حسن نسائی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں (جس سال ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبے پر حملہ کیا تھا)، جب ماہ ربیع الاوّل کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱ مسند احمد ۴/۲۱۵)

باب ۳

وہ سال جس میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے محمد بن یعقوب سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صغانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن ابواسحاق نے اپنے والد سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے (یعنی جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور چڑھائی کی تھی)۔

(۲) ہمیں خبر دی ابونصر عمر بن العزیز بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین محمد بن احمد بن حامد عطار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن معین نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حجاج بن محمد نے، اس نے اسی مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ مگر انہوں نے یوں کہا یوم الفیل۔ عام الفیل نہیں کہا۔

آپ علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے

(۳) فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے، ان کو ان کے والد نے اپنے دادا سے، اس نے قیس بن مخرمہ سے، یعنی ابن عبدالمطلب بن عبدمناف سے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ہم دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ (ترمذی ۵۸۹)

ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ جنگ عکاظ والے دن بیس سال کے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن محمود مروزی فقیہ نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن علی حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی وہب بن جریر بن حازم نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہمارے والد نے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا محمد بن اسحاق سے ، وہ حدیث بیان کرتے ہیں عبدالمطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ سے ، اس نے اپنے والد سے ، اس نے اپنے دادا سے ، وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے (جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ چڑھائی کی تھی) ۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن عفان ؓ نے قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنی یعمر بن لیث کے بھائی تھے ، کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں ، جبکہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں ۔ میں نے کعبے پر چڑھائی کے لئے آنے والے ہاتھیوں کی لید خوب پڑی دیکھی تھی (حذق کا معنیٰ روث یعنی گوبر ہے) ۔ اس کو محمد بن بشار نے وہب بن جریر سے روایت کیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ حذق الطیر اخضر محیلا پرندے کی بیٹ تر سبز ہے ۔ (یہ محاورہ ہے)

(۵) ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن علی مقری نے ، ان کو ابوعیسیٰ ترمذی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ان کو محمد بن بشار نے ، انہوں نے مذکورہ حدیث ذکر کی ہے ۔

عبدالملک بن مروان کا قول .... (۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے ، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر صغانی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر حزامی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن ابی ثابت مدینی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زبیر بن موسیٰ نے ، اس نے ابوالحویرث سے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عبدالملک بن مروان سے ، وہ کہتے ہیں قباث بن اشیم کنانی سے پھر لیثی سے ۔ اے قباث ! کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں ۔ اور میں ان سے زیادہ عمر کا ہوں ۔ حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں جبکہ میری امی نے مجھے ہاتھی کے گوبر پر کھڑا کر دیا تھا ۔ میں اس کو سمجھتا تھا ۔ اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے چالیسویں سال کے آغاز پر ۔

جبیر بن مطعم کا قول .... (۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین بن فضل قطان نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن ابی ثابت نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان نوفلی نے ، ان کو ان کے والد نے ، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے ، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے ۔ اور عکاظ کا واقعہ ہاتھی والے سال کے پندرہ سال بعد ہوا تھا ۔ اور کعبہ کی تعمیر عام الفیل سے پچیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی ۔ اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے تھے ہاتھی والے سال سے چالیسویں سال کے آغاز پر ۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

ابن شہاب کا قول .... (۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر بن عبداللہ بن منذر بن مغیرہ بن عبداللہ بن خالد بن حزام بن خویلد نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فلیح بن سلیمان نے موسیٰ بن عقبہ سے ، اس نے ابن شہاب سے ، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ سے پندرہویں سال کے آغاز پر محمد ﷺ کی بعثت فرمائی تھی ۔ اور نبی کریم کی بعثت اور اصحاب فیل کے درمیان ستر سال کا فاصلہ تھا ۔

ابواسحاق کا قول (جو کہ تمام علماء کا قول ہے) .... ابواسحاق نے کہا کہ ابراہیم بن منذر نے کہا ہے کہ یہ (مذکورہ قول) وہم ہے ۔ اور وہ قول جس میں ہمارے علماء میں سے کسی نے شک نہیں کیا ۔ وہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے ۔ اور آپ کی بعثت چالیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی ۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعمرو بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حنبل بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالربیع زہرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جعفر بن ابومغیرہ نے ابن ابزی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہاتھی والے سال اور ولادت رسول اللہ ﷺ کے درمیان دس سال کا فاصلہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی احمد بن خلیل نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یونس بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قمی نے جعفر سے، اس نے ابن ابزی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عام الفیل اور رسول اللہ ﷺ کے نبی بننے میں دس سال کا فاصلہ ہے۔

یعقوب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی نعیم بن میسرہ نے اپنے بعض احباب سے، اس نے سوید بن غفلہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ یعنی میں عام الفیل میں پیدا ہوا تھا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ تحقیق مروی ہے سوید بن غفلہ سے کہ اس نے کہا، میں نبی کریم ﷺ سے دو سال چھوٹا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

باب ۴

ذکرِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اور وہ نشانیاں جو ولادت باسعادت کے وقت یا اس سے قبل یا اس کے بعد ظہور پذیر ہوئیں

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، اور خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابواسماعیل ترمذی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے سعید بن سوید سے، اس نے عبدالاعلیٰ بن ہلال سلمی سے، اس نے عرباض بن ساریہ صاحب رسول اللہ ﷺ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے:

> ''میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا، حالانکہ آدم علیہ السلام اس وقت اپنے خمیر کی حالت میں تھے۔ میں عنقریب تمہیں اس بارے میں خبر دوں گا اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ تھی۔ اور اپنی امی کا خواب جو اس نے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کی مائیں خواب دیکھتی رہی ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی امی نے بھی خواب دیکھا تھا، جس وقت ان کو جنم دیا تھا۔ نور اور روشنی کو جس نے شام کے محلات روشن کر دیئے تھے''۔ (مسند احمد : ۴/۱۲۷)

اور یعقوب کی ایک روایت میں ہے اضاءت منه قصور الشام کہ اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ عبدالرحمن بن مہدی نے اس کی متابع روایت بیان کی ہے۔ معاویہ بن صالح سے اور اس کو ابوبکر بن ابومریم غسانی نے بھی روایت کیا ہے سعید بن سوید سے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ''میں اس وقت خاتم النبیین تھا، جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے''۔

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول فرمانا کہ انی عبداللہ وخاتم النبیین ، وان ادم لمنجدل فی طینتہ ۔

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ وہ مذکورہ حالت وکیفیت میں آدم کے ابوالبشر بننے اور پہلے نبی بننے سے قبل اللہ کی تقدیر میں اور اس کی قضا میں اس طرح تھے ۔ (امام بیہقیؒ نے اس حدیث کا بہت اچھا مفہوم لکھا ہے اور بہت ہی اچھی تشریح فرمائی ہے ۔ واقعی یہی مطلب ہے ۔ وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو اس دور حاضر کے بعض باطل پرست مطلب نکالتے ہیں کہ حضور ﷺ انسان اور بشر نہیں تھے کیونکہ وہ آدم کی تخلیق سے پہلے نبی تھے ۔ یا وہ نعوذ باللہ قدیم تھے ۔ یا خدائی صفات کے حامل تھے ۔ یا خدا کا حصہ تھے وغیرہ ۔ (از مترجم)

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول : وسا خبرکم عن ذلک : دعوۃ ابی ابراھیم علیہ السلام

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے تو حضور کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دے ۔ اور ان لوگوں کو پاکیزہ پھلوں کا رزق عطا فرما ۔

اس کے بعد یہ دعا کی :

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! اس شہر کے لوگوں میں انہیں کی نسل میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے ۔ بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے ۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہی دعا ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کی صورت میں قبول فرمائی ۔ اور ان کو وہی رسول بنا کر مبعوث فرمادیا جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے مانگا تھا ۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ اللہ اس کو اہل مکہ میں بھیج دے ۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اس لئے فرماتے تھے کہ ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں'' ۔

حضور ﷺ کے فرمان ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں'' کی تشریح

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ اللہ نے جب فیصلہ فرمالیا کہ وہ محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنائیں گے اور اس فیصلے کو ام الکتاب لوح محفوظ میں ثبت کردیا ۔ تو پھر اس فیصلے کو اس طرح پورا کیا اور جاری ونافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس دعا کے لئے مقرر فرمادیا ، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔ تاکہ خصوصیت کے ساتھ حضور کا بھیجا جانا ان کی دعا کے سبب سے ہو ۔ جیسے اس کا منتقل ہونا انہیں کی پشت سے ہوگا ۔ ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف ۔

حضور ﷺ کے فرمان ''میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں'' کا مطلب

بہرحال آپ کا یہ فرمان کہ بَشارۃُ عِیْسٰی بی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میرے بارے میں تھی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا ۔ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنی قوم کو بشارت دی تھی ۔ اس لئے بنی اسرائیل حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل حضور ﷺ کو پہچانتے تھے ۔

حضور ﷺ کے فرمان ''میں اپنی امی کا خواب ہوں'' کا مطلب

بہرحال آپ ﷺ کا یہ قول کرنا کہ ورُؤْیَا اُمِّی الّتِی رأت کہ میں اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا ۔ اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی ، جو ذیل میں درج ہے ۔ جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ،

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ بات بیان کرتی تھیں کہ وہ جب حضور کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے تھیں تو کسی آنے والے نے آ کر خواب میں بتایا کہ بے شک آپ اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ پیدا ہو کر زمین پر آ جائے تو یوں کہنا :

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد
من کل بر عاھد وکل عبد رائد
یرود غیر رائد

میں اس کو واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ، ہر حاسد کے شر سے
ہر نیک نصیحت کرنے والے ملاقات کرنے والے سے ، اور آمد ورفتار کرنے والے بندے سے

فانہ عبد الحمید الماجد حتی اراہ قد اتی المشاھد

بے شک یہ تعریفوں اور بزرگیوں والا اللہ کا بندہ ہے ۔ یہاں تک کہ میں اس کو دیکھتا ہوں تمام جگہوں میں موجود ہوتا ہے قیادت کرنے کے لئے ۔

حضور ﷺ کا نام انجیل میں احمد ہے .... (۱) کہنے والے نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ''اس کے آنے کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی آمد کے ساتھ روشنی نمودار ہوگی جو ارض شام میں واقع مقام بُصریٰ کے محلات کو بھر دے گی۔ جب یہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا بے شک اس کا نام توراۃ میں احمد ہے۔ اس لئے کہ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور یہ اس کا نام انجیل میں بھی احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور اس کا نام قرآن میں محمد ﷺ ہے۔ لہٰذا میں نے یہی اس کا نام رکھا ہے۔

لوح محفوظ میں خاتم النبیین .... (۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، بطور املاء کے اور بطور قراءت کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید دارمی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالیمان سے کہا، کیا آپ کو ابوبکر بن ابومریم غسانی نے حدیث بیان کی ہے سعید بن سوید سے، اس نے عرباض بن ساریہ سلمی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا نبی کریم ﷺ سے، فرماتے تھے :

''میں اللہ کے نزدیک اُم الکتاب میں خاتم النبیین تھا۔ حالانکہ آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ میں آپ کو ابھی اس کی تعبیر بتاتا ہوں ۔ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت جو انہوں نے اپنی قوم کو دی۔ اور اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا کہ ان سے نور نکلا ہے۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں''۔

ابوبکر اور ابومریم نے اس کی اسناد کو مختصر کیا ہے۔ اس نے اس میں عبدالاعلیٰ بن ہلال کا ذکر نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کے متن کو بھی مختصر کیا ہے۔ انہوں نے خواب کو خروج نور کے ساتھ اکیلا ذکر کیا ہے۔ اور خالد بن معدان نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا .... (۳) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء اور قراءت کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہمیں اپنے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ''اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری امی نے خواب دیکھا تھا جب وہ حمل سے تھیں کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے ارض شام میں بصری روشن ہو گیا ہے۔ اور اس بارے میں ابوامامہ سے نبی کریم ﷺ سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد ابن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فضل بن جابر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بکار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے لقمان بن عامر سے، اس نے ابوامامہ سے، وہ کہتے ہیں کہ کہا گیا یارسول اللہ (ﷺ) آپ کے معاملے کی ابتداء کیسے ہوئی تھی؟ فرمایا (میرے معاملے کی ابتداء) میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے اور میری والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے ہیں۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھ سے روشنی خارج ہوئی ہے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن عمرو رزاز نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن اسحاق بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سنان عوقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن طہمان نے بدیل بن میسرہ سے، اس نے عبداللہ بن شقیق سے، اس نے میسرہ الفجر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) آپ کب سے نبی لکھے گئے تھے (یا نبی بنائے گئے تھے)۔ فرمایا جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے مابین تھے۔ (حاکم فی المستدرک ۲/۶۰۸)

عبدالمطلب کا حرم میں پناہ لینا .... (۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن احمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی حسن بن جہم تیمی اور عبداللہ بن بندار نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے موسیٰ بن مساور ضبی نے جو ثقہ مامون ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن معاذ صنعانی نے معمر بن راشد سے، اس نے زہری سے، وہ کہتے ہیں کہ:

"بے شک پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگ کر حرم سے نکل گئے تھے۔ اور قریش عبدالمطلب کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ اس وقت نوجوان تھے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں اللہ کے حرم سے نکل کر کہیں اور عزت تلاش نہیں کروں گا"۔

چنانچہ وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھے رہ گئے تھے۔ اور یوں گویا ہوئے تھے:

لَا هُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حَلَالَكْ

اے اللہ بے شک مرد اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے حرم کی حفاظت فرما۔

کہتے ہیں کہ وہ مستقل حرم میں جم کر بیٹھے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ہاتھیوں اور ہاتھی والوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور اس کے بعد قریش واپس آ گئے۔ اور حضور ﷺ کے دادا ان میں عظیم قرار پائے اپنے صبر کی وجہ سے اور اللہ کے حرم کی تعظیم کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ اسی حالت پر رہی تھے اور ان کے پاس ان کے بڑے بیٹے حارث بن عبدالمطلب بھی تھے۔ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا جا رہا ہے، زم زم کو کھودیئے جو مخفی کیا ہوا ہے، اے شیخ اعظم۔ وہ خواب سے بیدار ہو گئے اور اللہ سے دعا کی۔ اے اللہ! میرے لئے واضح فرما۔ لہٰذا دوسری بار خواب دکھائے گئے کہ کھودیئے، درمیان گوبر اور خون کے، کوے کے کریدنے کی جگہ پر۔ چیونٹیوں کی بستی میں۔ سُرخ نشانوں کے سامنے۔

لہٰذا عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور پاؤں پاؤں چل کر مسجد الحرام میں بیٹھ کر سوچنے لگے ان نشانیوں کو جو ان کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔ اتفاق سے قریب حزورہ میں ایک گائے ذبح کی جانے لگی اور وہ کسی طرح چھوٹ کر ذبح کرنے والے سے زخمی حالت میں بھاگی اور اس کو اس کی موت گھیر کر اس طرف لے آئی مسجد الحرام کے صحن میں زم زم کے مقام پر گر گئی۔ چنانچہ وہ گائے اسی جگہ پر (نہ چاہتے ہوئے بھی) ذبح کرنا پڑی۔ وہاں سے اس کا گوشت اُٹھا لیا گیا۔ پھر ایک کوا آیا اور اُوپر منڈلانے لگا۔ پھر وہ اسی خون اور گوبر والی جگہ چیونٹیوں کے بلوں والی جگہ پر کریدنے لگا۔ عبدالمطلب

چونکہ خواب میں یہ اشارہ دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے اُٹھ کر اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ چنانچہ قریش اکٹھے ہو کر آ گئے اور عبدالمطلب سے پوچھنے لگے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہم تو آپ کو جہالت سے متہم نہیں کرتے تھے۔ مگر آپ ہماری مسجد میں گڑھا کیوں کھود رہے ہیں؟

عبدالمطلب نے ان کو بتایا کہ میں یہ کنواں کھود رہا ہوں اور جو شخص مجھے اس سے روکے گا میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ لہٰذا وہ اور ان کے بڑے بیٹے حارث نے پھر کھدائی شروع کر دی۔ اس وقت ان کے ساتھ حارث کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں تھا۔ چنانچہ قریش نے ان دونوں کے ساتھ بدتمیزی کی۔ اور دونوں کے ساتھ جھگڑا کیا، لڑائی کی، تلواریں نکال لیں۔ مگر کچھ لوگ قریش میں سے آگے بڑھے۔ انہوں نے ان کی نسبی آزادی کا لحاظ کرتے ہوئے اور ان کی سچائی اور دین میں ان کی انتہائی محنت اور کوشش کے پیش نظر لوگوں کو ان سے روک دیا۔ یہاں تک کہ جب کنواں کھودنا ممکن نہ رہا اور ان پر ایذا رسانی زیادہ ہوگئی تو عبدالمطلب نے منت مان لی کہ اگر میرے دس بیٹے ہو گئے تو ان میں سے ایک بیٹے کو کعبہ میں نصب عزیٰ وغیرہ بت کے لئے ذبح کر دوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے کھدائی شروع کی۔ یہاں تک کہ ان کو اس کے اندر سے وہ تلواریں مل گئیں جو اس کنویں میں یعنی زم زم میں دفن کی گئی تھیں۔

قریش نے جب دیکھا کہ ان کو اس میں سے تلواریں ملی ہیں تو پھر وہ جمع ہو گئے اور کہنے لگے، عبدالمطلب اس میں سے ہمیں بھی دیجئے۔ عبد المطلب نے کہا کہ یہ تلواریں بیت اللہ کے لئے وقف ہیں۔ پھر وہ کھودتے رہے، حتیٰ کہ اس میں سے پانی پھوٹ پڑا۔ انہوں نے مزید کھودا اور انتہائی گہرا کیا کہ اس کا پانی کھینچ کھینچ کر ختم نہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد اس کے قریب میں ایک حوض بنا دیا۔ یہ دونوں باپ بیٹے کنویں میں سے پانی کھینچ کھینچ کر اس حوض کو بھرواتے رہے۔ لہٰذا حجاج اس میں سے زم زم پینے لگے۔ مگر قریش کے بعض ناہنجار حسد کی وجہ سے رات کو حوض کو توڑ دیتے تھے۔ عبدالمطلب صبح کو اس کو ٹھیک کر دیتے (وہ پھر توڑ دیتے)۔ جب یہ خراب کرنا بار بار ہونے لگا تو عبدالمطلب نے تنگ آ کر اپنے رب کو پکارا اور دعا کی۔

چنانچہ خواب میں ان کو دکھایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ یوں کہو: اے اللہ! بے شک میں اس پانی کو نہیں حلال کرتا نہانے والے کے لئے، بلکہ صرف پینے والے کے لئے حلال ہے اور تازگی ہے۔ پھر میں ان کو تمہاری طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ چنانچہ عبدالمطلب کھڑے ہوئے جب قریش مسجد میں آنے جانے لگے۔ انہوں نے اپنے خواب کا اعلان کر دیا پھر ہٹ گئے۔ اس کے بعد قریش میں سے جو بھی حوض کو خراب کرتا، اس کے جسم میں بیماری لگ جاتی۔ یہاں تک کہ انہوں نے عبدالمطلب کے حوض کو اور پینے کی جگہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے بعد عبدالمطلب نے کئی عورتوں سے شادی کی۔ چنانچہ ان کے دس بیٹے پیدا ہو کر ایک جماعت بن گئے۔ اب انہوں نے دعا کی :

اللهم انى كنت نذرت لك نحر احد هم

اے اللہ بے شک میں نے تیرے لئے ان بیٹوں میں سے ایک کو ذبح کرنے کی منت مانی تھی اور میں ان میں قرعہ ڈالتا ہوں لہٰذا تو جس کو چاہے اس کو یہ قرعہ پہنچا دے۔

(یعنی اس کا قرعہ نکل آئے)

لہٰذا انہوں نے ان کے لئے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا نکلا۔ حالانکہ عبداللہ ان کو سب بیٹوں سے زیادہ پیارا تھا۔ عبدالمطلب نے کہا، کہ اے اللہ کیا عبداللہ! تجھے پسند ہے ذبح کے لئے یا ایک سو اُونٹ اس کے بدلے۔ اس طرح عبداللہ کے اور سو اُونٹ کے مابین قرعہ اندازی کی گئی۔ اب قرعہ سو اُونٹ پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے عبداللہ کی جگہ سو اُونٹ ذبح کر دیئے۔ عبداللہ قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ ایک دن ایسی جگہ سامنے آئے جہاں قریش کی بہت ساری عورتیں جمع تھیں۔ ایک عورت نے اُن سے کہا :

''اے قریش کی عورتو! تم میں سے جو عورت اس جوان سے شادی کرے گی، وہ اس نور کو شکار کر لے گی جو اس کی آنکھوں کے مابین ہے۔ بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہے''۔

کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے ان سے شادی کر لی۔ اس نے صحبت کی ان کے ساتھ تو وہ رسول اللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے عبداللہ بن عبدالمطلب کو یعنی حضور کے والد کو یثرب (مستقبل کا مدینہ منورہ) روانہ کیا کہ اپنے والد عبدالمطلب کے لئے یثرب سے کھجوریں لے آئیں مگر وہاں جا کر ان کا انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

اس کے بعد آمنہ بنت وہب نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا، (وہ باپ کے انتقال کی وجہ سے) اپنے دادا عبدالمطلب کی گود میں رہے۔ بنو سعد بن بکر کی ایک عورت نے حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے طلب کیا اور حضور کی رضاعی اماں بننے والی خاتون (حلیمہ سعدیہ) بازار عکاظ میں اُتری۔ وہاں پر وہ محمد ﷺ کو دودھ پلا رہی تھی۔ وہاں پر ایک کاہن نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا اور کہنے لگا :

اے عکاظ والو! اس لڑکے کو قتل کردو۔ بے شک یہ حکومت کرے گا۔ یہ سن کر آپ کی رضاعی امی نے آپ کی حفاظت کی، اس طرح اللہ نے آپ کو نجات بخشی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس خاتون کے پاس رہتے ہوئے بڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ دوڑنے لگے، آپ کی رضاعی بہن آپ کے ساتھ کھیلتی تھی، اور پرورش کرتی تھی۔ ایک دن دوڑی دوڑی آئی اور کہنے لگی۔ امی امی! میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کی ایک ٹولی آئی ہے اور انہوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ لیا ہے ابھی ابھی۔ اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپ کی رضاعی امی فوراً گھبرا کر بھاگی اور حضور ﷺ کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے، حضور ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا رنگ صاف نظر آرہا ہے اور چمک رہا ہے، (بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آرہا)۔

چنانچہ وہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس مکے لے آئی، اور آکر ان سے کہا کہ آپ مجھ سے اپنا بیٹا لے لیجئے۔ مجھے اس پر ڈر لگ رہا ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم میرے بیٹے کو ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے جس کا آپ خوف کر رہی ہیں۔ جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو میں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کا سہارا لگاتے ہوئے خود بخود باہر آگیا اور اپنے سر کو بھی اُوپر آسمان کی طرف کئے ہوئے ہے۔

اس کے بعد آپ کی والدہ اور دادا عبدالمطلب نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اس کے بعد آپ کی والدہ کی بھی وفات ہوگئی۔ اور آپ عبد المطلب کی گود میں یتیم ہوگئے۔ آپ لڑکے تھے تو آپ عبدالمطلب کی تکیہ یا گدی اُٹھا کر لاتے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے اور دادا باہر جاتے تو چونکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے، لونڈی جوان کو پکڑ کر چلاتی تھی وہ حضور ﷺ سے کہتی اُترو، یہ دادا کی گدی ہے۔ عبدالمطلب کہتے کہ چھوڑ و رہنے دو میرے بیٹے کو۔ میں اس میں بڑی خیر محسوس کرتا ہوں (کہ بڑا ہو کر یہ انتہائی اچھا انسان بنے گا)۔

ابوطالب کی کفالت .... پھر آپ کے دادا کا انتقال ہوگیا (ابھی رسول اللہ ﷺ لڑکے ہی تھے)۔ پھر ابوطالب نے آپ کی کفالت کی۔ اس لئے کہ وہ آپ کے والد عبداللہ کے سگے بھائی تھے (ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی)۔ جب حضور ﷺ بلوغت کے قریب ہوئے تو ابوطالب نے ان کو ساتھ لے کر شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کیا۔ آپ جب مقام تیماء پر پہنچے تو مقام تیماء کے ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کو دیکھا اور ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ کو اس سے محبت ہے؟ انہوں نے بتایا کیوں نہیں؟ اس یہودی عالم نے بتایا کہ اللہ کی قسم اگر آپ اس کو لے کر شام جائیں گے تو آپ اس کو اپنے گھر کبھی بھی نہیں لے جاسکیں گے، کیونکہ اس کو یہودی ضرور قتل کر دیں گے، یہ ان کا دشمن ہے۔ لہٰذا ابوطالب اس کو تیماء سے واپس مکہ لے کر آ گئے۔

حضور ﷺ جب بلوغت کو پہنچ گئے اس وقت ایک عورت نے قریش میں سے کعبے کو خوشبو کی دھونی دی۔ اتفاقاً دھونی کے برتن سے کوئی چنگاری اُڑ کر کعبے کے غلاف پر پڑ گئی جس سے غلاف جل گیا۔ چنانچہ کعبہ جل جانے کی وجہ سے کمزور ہوگیا تھا تو اس کے بعد قریش نے کعبے کو گرادینے کا مشورہ کیا۔ مگر وہ اس کے گرانے سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے ان سے کہا کہ تم لوگ اسے گرا کر اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا خراب کرنے کا اور برائی کا ارادہ رکھتے ہو؟ سب نے کہا کہ ہم تو اس کو اصلاح کرنے اور ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مصلح کو ہلاک نہیں کرتا۔ قریش نے کہا کہ پھر کعبہ کو گرانے اس کے اُوپر کون چڑھے گا؟ ولید بن مغیرہ نے کہا میں اُوپر چڑھوں گا اور میں ہی گراؤں گا۔ لہٰذا ولید ہی بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا اور اس کے پاس کلہاڑا یا کدال تھا۔ اس نے پہلے دعا کی :

اللھم لا نرید الا الاصلاح ۔ اے اللہ! ہم اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اس نے توڑنا شروع کیا۔ قریش نے جب دیکھا کہ اس نے کعبہ کا کچھ حصہ گرا دیا ہے مگر اس پر کوئی عذاب نہیں آیا، وہ جس سے ڈر رہے تھے۔ پھر سب نے مل کر اس کے ساتھ اس کو گرا دیا۔ حتیٰ کہ جب انہوں نے پھر کعبے کو بنایا اور بناتے ہوئے مقام رکن تک یعنی حجر اسود کی جگہ تک پہنچے تو قریش کے قبائل نے حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں خوب جھگڑا کیا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان میں شدید لڑائی ہو جاتی۔ انہوں نے کہا کہ آجاؤ ہم فیصلہ کروائیں اس شخص سے جو پہلے حرم کے اندر نظر آئے اس گلی سے۔ لہٰذا انہوں نے اسی بات پر صلح کر لی۔

آپ علیہ السلام کا فیصل مقرر ہونا .... اگلے دن رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے۔ حالانکہ وہ نوجوان تھے۔ آپ کے اوپر منقش چادر تھی۔ لوگوں نے آپ کو فیصل مقرر کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو اٹھا کر کپڑے میں رکھ دیا جائے، اس کے بعد آپ نے ہر قبیلے کے سردار سے کہا لیجئے پکڑ یئے، ہر سردار کے ہاتھ میں کپڑے کا کونہ دے دیا۔ آپ دیوار پر چڑھ گئے اور ان سے کہا کہ یہ اٹھا کر مجھے دے دو۔ سب نے اس کو اٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف لے گئے۔ حضورؐ نے خود اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس کے بعد جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی پسندیدگی بڑھتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ لوگوں نے آپ کا نام الامین رکھ دیا۔ یہ وحی کے نزول سے پہلے ہوا۔ کہتے ہیں وہ لوگ جب بھی تجارت کی غرض سے کوئی جانور ذبح کرتے تو حضور کو بلا کر آپ سے دعا کرواتے۔

جب آپ جوان ہو گئے اور مضبوط ہو گئے (آپ کے پاس زیادہ مال نہیں تھا)۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تجارت کرنے کے لئے اُجرت پر بلا لیا سوق حباشہ میں تھا جو تہامہ میں ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی قریش میں سے اُجرت پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے اپنے بارے میں بات بتاتے ہوئے فرمایا، کہ میں نے خیر کی طرف اتنی زیادہ آگے بڑھی ہوئی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔ میں اور میرا ساتھی جب بھی کام سے آتے تو ہم دیکھتے کہ اس کے ہاں ہمارے لئے کھانے وغیرہ کی چیز کا کوئی تحفہ ضرور ہمارے لئے چھپا کر رکھا ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ بازار حباشہ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا، چلیں ہم لوگ وہاں خدیجہ کے ہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ ہم اس کے پاس آ گئے۔ اچانک ہم لوگوں پر منشیہ قریش کی مولدات عورت آ گئی (ایک روایت میں مستنشیہ ہے)۔ اس کا مطلب کاہن عورت آ گئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ شخص محمد ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اُٹھائی جاتی ہے۔ یہ شخص نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اور میرا دوست باہر چلے گئے۔ تو میرے دوست نے مجھ سے کہا، کیا آپ خدیجہ کو پیغام نکاح دینے سے شرم کرتے ہو؟ اللہ کی قسم ہم لوگ ہر قریشی عورت کے لئے آپ کے رشتہ کو کفو اور ہمسری سمجھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی دوسری بار پھر گئے۔ جیسے ہی ہم داخل ہوئے تو پھر وہی کاہن عورت آ گئی۔ بولی کیا محمد یہی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اُٹھائی جاتی ہے، کیا یہ نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے؟ میں نے از راہ شرم یوں کہہ دیا کہ جی ہاں۔ فرماتے ہیں، لہٰذا نہ خطا کی محمد سے خدیجہ نے نہ اس کی بہن نے۔ وہ ان کے والد کے پاس چلی گئی، وہ شراب کے نشے میں تھے۔ ان سے جا کر کہا یہ تیرے بھتیجے ہیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ خدیجہ کے نکاح کا پیغام دیتے ہیں اور خدیجہ بھی راضی ہے۔ خدیجہ کے والد نے ان کو بلا کر اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس سے رشتہ مانگا (نکاح کا پیغام دیا)۔ خدیجہ کے والد نے محمد ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ خدیجہ نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور انہوں نے اپنے والد کو خلوق یعنی خوشبو لگا دی اور ان کو پوشاک پہنا دی، یا یہ کہ انہوں نے ان کو سنوار دیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ کو ساتھ لے کر ان کے پاس چلے گئے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

بوڑھے والد جب نشے کی کیفیت سے ٹھیک ہوئے تو پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے اور یہ کیسے کپڑے ہیں؟ خدیجہ کی بہن نے کہا، یہ وہ پوشاک ہے جو آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے آپ کو پہنائی ہے، آج خدیجہ کا نکاح تھا۔ انہوں نے ان کے ساتھ حق زوجیت پورا کیا ہے۔ یہ سن کر

شیخ نے انکار کیا (یعنی مجھے یاد نہیں ہے)۔ پھر بات یہاں تک ہوئی کہ انہوں نے بھی اس کو تسلیم کرلیا اور خود شرمندہ بھی ہوئے۔ لہٰذا پھر قریش کی رجز پڑھنے والیاں شروع ہوگئیں۔ کہنے لگیں :

لا تز هدى خديج في محمد   جلد يضيئ كما ضاء الفرقد

اے خدیجہ محمد کے معاملے میں بے رغبتی نہ کرنا۔ (وہ ایسے خوبصورت ہیں) ان کی جلد روشن ہے جیسے فرقد ستارہ روشن ہے۔
یا جلد اس طرح روشنی پھیلاتی ہے جیسے فرقد روشنی پھیلاتا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعض بیٹیاں پیدا ہوگئیں اور حضرت قاسم بھی پیدا ہوگئے۔

بعض علماء نے خیال ظاہر کیا ہے کہ سیدہ خدیجہ کا اور بیٹا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام "الطاہر" رکھا گیا تھا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ سیدہ خدیجہ نے حضور ﷺ سے قاسم کے علاوہ کوئی بیٹا پیدا کیا ہو۔

ہاں سیدہ خدیجہ کی حضور ﷺ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

(۱) زینب۔   (۲) فاطمہ۔   (۳) رقیہ۔   (۴) اُم کلثوم۔

حضور ﷺ کی جب بیٹیاں پیدا ہوگئیں تو اس کے بعد حضور ﷺ کو علیحدہ رہنا زیادہ پسند ہوگیا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث مروی ہے کہ زہری سے (اللہ تعالیٰ ہمارے اُوپر رحم کرے اور اس پر بھی) جو تمام احوال کو جمع کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے احوال میں سے۔ ہاں مگر وہ بات جو اس کے پاس تھی عام الفیل کے ولادت رسول سے تقدم کے بارے میں۔

تحقیق ہم نے زہری کے ماسواء سے روایت کی ہے کہ ولادت نبی کریم ﷺ عام الفیل میں ہوئی تھی۔ ہماری سبیل یہ ہے کہ ہم آغاز کریں ان مشہور دور کا جو ہم نے زہری سے روایت کئے ہیں حدیث زم زم کے ساتھ۔

باب ۵

زم زم کی کھدائی کی بابت وہ روایت جو بطریق اختصار آئی ہے

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے یزید بن ابوحبیب مصری نے، ان کو مرثد بن عبداللہ یزنی نے، ان کو عبداللہ بن زریر غافقی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا علی ابن ابوطالب سے، وہ کہتے ہیں وہ حدیث زم زم بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب حجر میں سورہے تھے۔

خواب میں اس نے دیکھا کہ کوئی آنے والا آیا ہے۔ اس نے کہا کہ بَرَّہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا کہ بَرَّہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ پر سوگئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا مَضْنُوْنَہ کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا کہ مَضْنُوْنَہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ پھر غائب ہوگیا۔ جب تیسری صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ سوئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا کہ طیبہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟ پھر وہ غائب ہوگیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ پھر اسی جگہ سو گئے پھر خواب میں آنے والا آیا اور اس نے کہا زم زم کھودو۔ انہوں نے پوچھا زم زم کیا ہے؟ اس نے کہا جس کا پانی نہ تو کھینچ کھینچ کر ختم کیا جاسکے اور نہ کم کیا جاسکے۔

اس کے بعد اس کے لئے زم زم کی جگہ کی صفت بیان کی گئی اس کے سامنے۔ جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے پوچھا یہ کیا ہورہا ہے اے عبدالمطلب ؟ انہوں نے بتایا مجھے زم زم کھودنے کا حکم ہوا ہے۔ کھودتے کھودتے جب کنویں کی حدود ظاہر ہوگئیں اور انہوں نے کنویں کا

تلو نٹ (وہ لکڑی وغیرہ جس پر کنویں کی دیوار کی بنیاد رکھ کر چنائی کرتے اور دیوار بناتے ہیں) دیکھ لی، تو کہنے لگے اے عبدالمطلب ہمارا بھی اس میں حق ہے تیرے ساتھ۔ اس لئے کہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ نہیں یہ آپ لوگوں کا نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہوں تمہارے سوا۔ انہوں نے کہا پھر ہم لوگ کسی کو ثالث اور فیصل مقرر کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ قریش نے کہا کہ ہمارے اور اس کے درمیان بنو سعد بن ہذیم کی کاہنہ عورت فیصلہ کرے گی اور وہ شام کی حدود پر رہتی تھی۔

چنانچہ عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور قریش کے ہر ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی روانہ ہوا۔ راستے کی زمین جنگل اور بیابان تھی حجاز کے اور شام کے درمیان۔ جب یہ لوگ ان شہروں کے جنگلوں اور بیابانوں سے گذر رہے تھے تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہوگیا یہاں تک کہ ان کو ہلاکت کا خوف ہونے لگا بلکہ مرنے کا یقین ہوگیا۔ انہوں نے اپنے حریف طبقے کے لوگوں سے پینے کا پانی مانگا تو انہوں نے کہا ہم آپ کو پانی نہیں دے سکتے ہمیں بھی اسی کیفیت کا ڈر ہے جو تمہارے ساتھ درپیش ہے۔ عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے آپ جیسے کہیں گے ویسے کریں گے۔ عبدالمطلب نے کہا اب موت سامنے آگئی ہے مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے لہٰذا ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے خود گڑھا کھودے اپنی بقایا قوت کے ساتھ۔ لہٰذا جیسے ہی ہم میں سے کوئی مرجائے اس کے ساتھی اس کو اس کے گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں۔ یہاں تک کہ جب ایک ایک کر کے ساتھی ختم ہوجائیں تو ایک آدمی باقی رہے گا جو ضائع ہوجائے، سب کے ضائع ہونے سے ایک کا ضائع ہونا اچھا ہے۔

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ پھر عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم اس طرح ہمارا اپنے آپ کو موت کے ہاتھوں میں دے دینا اور دھرتی پر اپنے بقا کی کوشش نہ کرنا عجز ہے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ہم تلاش کریں شاید اللہ تعالیٰ ہمیں پانی پلادے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو یہاں سے کوچ کرو۔ سب نے کوچ کرنے کی تیاری کی، عبدالمطلب نے بھی کوچ کرنے کی تیاری کی۔ وہ جب اپنی اونٹنی پر بیٹھے تو اس کو جیسے ہی اٹھایا اس کے پیر کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ انہوں نے سواری بٹھادی سب نے سواریاں بٹھادیں۔ انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پانی بھر لیا۔ پھر انہوں نے اپنے حریفوں کو بلایا کہ تم لوگ بھی آجاؤ اللہ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ وہ لوگ بھی آگئے انہوں نے بھی پانی بھرا، پیا، مویشیوں کو پلایا۔ اس کے بعد وہ لوگ کہنے لگے۔

اے عبدالمطلب اللہ کی قسم اللہ نے آپ کے بارے میں فیصلہ کردیا ہے بے شک وہ ذات جس نے آپ کو اس جنگل میں پانی پلایا ہے وہی ہے جس نے آپ کو زم زم پلایا ہے۔ واپس چلئے بس زم زم آپ کا ہے (ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے) چنانچہ سب لوگ وہیں سے واپس آگئے تھے۔

(سیرت نگار) ابن اسحٰق فرماتے ہیں جب یہ لوگ واپس لوٹے اور عبدالمطلب بھی واپس آگئے اور انہوں نے زم زم کی کھدائی کی اور کھدائی لمبی ہوگئی تو انہیں اس کے اندر سونے کی دو ہرنیاں ملیں۔ یہ وہ دو ہرنیاں تھیں جن کو قبیلہ جرہم نے اس میں دفن کیا تھا جب وہ مکے سے نکالے گئے تھے۔ اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا کنواں تھا جس سے اللہ نے ان کو پلایا تھا جب وہ چھوٹے تھے اور پیاسے پڑے تھے۔

(مورخ ابن اسحاق نے) کہا کہ عبدالمطلب کو دو سونے کی ہرنیوں کے ساتھ کئی ایک تلواریں بھی زم زم میں سے ملی تھیں۔ قریش نے کہا کہ اے عبدالمطلب! ان تمام چیزوں میں ہمارا بھی حصہ ہے اور حق ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں، لیکن تم لوگ میرے اور تمہارے درمیان انصاف کے معاملہ پر آجاؤ۔ ہم لوگ ان پر تیروں سے فال نکالتے ہیں۔ قریش نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا کہ دو تیر کعبے کے لئے مقرر کردو

---

۱ تلواریں اور سونے کی ہرنیاں، ساسان ملک فرس نے کعبے کے لئے ہدیہ کی تھیں یا سابور بادشاہ نے۔ روض الانف۔ ج ۱۔ ص ۹۷۔

۲ عمرو بن حارث بن مضاض نے وہ کعبہ کی ہرنیاں اور حجر اسود زم زم کے کنویں میں دفن کر دی تھیں اس پر زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کی نشانی مٹ گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو اس پر مطلع فرمایا اور زم زم کو آباد کرایا تھا حضور ﷺ کی آمد سے قبل۔

۳ مکے کے رہنے والے قبیلہ جرہم کے لوگوں نے جب حرم میں بغاوت کی تھی، انہوں نے حرم کو حلال کر لیا اور جو حرم میں داخل ہوتا اس پر ظلم کرتے۔ اور کعبہ کے ہدایا کا مال کھا جاتے تو اللہ نے ان پر بنو بکر بن عبد مناف کو مسلط کر دیا، انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کر کے ان کو مکے سے نکال دیا تھا۔

اور دو تمہارے لئے اور دو میرے لئے۔ جس کے لئے جس چیز کا تیر یا پیالہ یعنی قرعہ نکلے وہ چیز اسی کی ہوگی۔ قریش نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ لہٰذا انہوں نے دو پیلے پیالے کعبے کے لئے دو کالے عبدالمطلب کے لئے اور دو سفید قریش کے لئے مقرر کئے تھے۔ اس کے بعد وہ نکالنے والے کو دیئے گئے اور عبدالمطلب اللہ سے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عبدالمطلب کی اللہ سے دعا

لَاهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْمَحْمُوْد   رَبِّی انت المبدئ الْمُعِيد
وممسك الراسية الجلمود   من عندك الطارف والتليد
ان شئت الهمت لما تريد   لموضع الحلية و الحديد
فبين اليوم لما تريد   انى نذرت عاهد العهود
اجعله رب لى ولا اعود

اے اللہ تو ہی حقیقی بادشاہ محمود ہے۔ تو ہی میرا رب ہے۔ تو ہی ابتدا کرنے والا تو ہی انتہا کرنے والا ہے۔ تو ہی مضبوط پہاڑوں اور بڑی بڑی چٹانوں کو تھامنے والا ہے۔ تیری طرف سے ہی ہے ہرنئی اور ہر پرانی چیز۔ اگر تو چاہے تو الہام کر دے اس چیز کو جس کا تو ارادہ کرتا ہے کہ زیور کہاں کیا جائے اور لوہا کہاں۔ آج کے دن بیان کردے، واضح کر دے اس کو جو تو ارادہ کرتا ہے۔ میں نے نذر مانی ہے اسی طرح جیسے کوئی عہدوں کو پکا کرتا ہے۔ اے میرے رب ان کو میرے لئے کر دے اور میں اعادہ نہیں کروں گا۔

قرعہ ڈالنے والے نے ڈالا۔ لہٰذا پیلے قداح جو ہرنیوں کے لئے مقرر تھے وہ کعبے کے لئے نکلے۔ لہٰذا عبدالمطلب نے ان کو تو کعبے کے دروازے پر سجا دیا۔ یہ پہلا زیور تھا سونے کا جو کعبے پر آراستہ کیا گیا اور دو کالے قرعے تلواروں زرہوں کے لئے تھے وہ عبدالمطلب کے لئے نکلے وہ انہوں نے رکھ لیں۔ اور قریش اور ان کے ماسوا دیگر عرب جاہلیت میں دعا کرنے میں انتہائی کوشش کرتے تو کلام کو مسجع کرتے اور کلام کو مرکب کرتے۔ اور ان کے خیال میں یہ بات تھی کہ جب ایسے کلام کے ساتھ کوئی دعا مانگنے والا دعا مانگتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دعا رد ہوتی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲۴۶:۲)

ابن اسحاق نے کہا کہ جب عبدالمطلب نے زم زم کو کھودا اور اللہ نے اس کواس کی جگہ بتائی تھی اور اللہ نے ہی اس کواس کام کے لئے مختص کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف اضافی عطا کیا اور اپنی قوم میں ان کو بڑائی بخشی۔ اور جب زم زم ظاہر ہو گیا اور عبدالمطلب کا سقایا جاری ہوا تو لوگ برکت کی تلاش میں اسی کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کی فضیلت کی پہچان ہو جانے کی وجہ سے۔ اس لئے کہ وہ بیت اللہ کے ساتھ ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اللہ کا سقایا ہے جس کے ساتھ اس نے اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا تھا۔

باب ۶

عبدالمطلب کا نذر ماننا

”کہ ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کریں گے“

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار سے۔

(سیرۃ ابن ہشام: ۱۶۴/۱۔ راجع طبقات ابن سعد ۸۸/۱ البدایۃ والنہایۃ ۲۴۸/۲)۔

وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم نے (اس کے مطابق جو تاریخ میں ذکر کرتے ہیں) منت مانی تھی جب ان کو زمزم کی کھدائی کرتے وقت قریش کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اگر ان کے پورے دس بیٹے ہوگئے پھر وہ اس کے سامنے جوان ہوگئے یہاں تک کہ ان کی طرف سے دفاع کے قابل ہوگئے تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو ضرور اللہ کے لئے ذبح کردیں گے کعبے کے پاس۔ جب ان کے دس بیٹے ہوگئے۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) مقوّم

(۶) ابولہب (۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابوطالب (۱۰) عبداللہ

اور عبدالمطلب نے سمجھ لیا کہ وہ اس کا دفاع کرسکیں گے انہوں نے سب بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی نذر کی خبر دی جو اس نے نذر مانی تھی ان کو اللہ کے لئے اس نذر کو پورا کرنے کی دعوت دی۔ بیٹوں نے اس بات میں باپ کی اطاعت کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا تم میں سے ہر شخص قرعہ اندازی کا تیر یا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا نام خود لکھے اور میرے پاس آئے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ لکھ کر ان کے پاس لے آئے۔ (محمد بن اسحاق نے اس بات کو باوجود اپنے طویل ہونے کے پورا ذکر کیا ہے اپنے سب سے بڑے بت ہُبَل میں داخل کرنے تک)۔

حضور ﷺ کے والد کے ذبح کے لئے قرعہ نکلا والد ذبح کرنے لگے تو لوگوں نے نہ کرنے دیا

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے والد اپنے باپ کے چھوٹے بیٹے تھے اور عبداللہ اور زبیر اور ابوطالب تینوں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے بیٹے تھے۔ اور اہل سیر کے خیال کے مطابق عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے زیادہ پیارے تھے۔ جب قرعہ اندازی کے تیر یا پیالے کھینچنے والا کھینچنے لگا تو ان کو پھینکنے کے لئے عبدالمطلب ہُبَل کے پاس جا کھڑے ہوئے اور دعا کر رہے تھے کہ عبداللہ کا قرعہ نہ نکلے ذبح ہونے کے لئے۔ مگر قرعہ عبداللہ کا ہی نکل آیا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے ایک ہاتھ میں عبداللہ کو لیا دوسرے میں چھری لی اور سیدھے اساف ونائلہ کے بت کے پاس لے گئے ذبح کرنے کے خیال سے، جہاں قریش اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ چنانچہ قریش اپنی اپنی محفلوں سے اٹھ کر ان کے پاس آگئے کہ کیا کر رہے ہو عبدالمطلب؟ انہوں نے کہا میں اس کو ذبح کر رہا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ راویوں نے ذکر کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے عبداللہ کو اپنے والد کے پیروں کے نیچے سے گھسیٹ لیا تھا جس کی وجہ سے گر کر عبداللہ کے چہرے پر خراش آگئی تھی جس کے نشان مرنے تک عبداللہ کے چہرے پر نمایاں رہے۔ قریش نے اور خود عبدالمطلب کے بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کرسکتے اس طرح کہ ہم بھی زندہ ہوں، یہاں تک کہ ہم اس کے دفاع سے معذور ہوجائیں۔ اور آپ نے اگر یہ کام کرلیا تو پھر ہمیشہ یہی ہوتا رہے گا ہم لوگوں میں، اس طرح کوئی بھی اپنے بیٹے کو پکڑے اور اس کو ذبح کردے گا۔ اس صورت میں پھر لوگوں کی بقاء کی کیا صورت باقی رہ جائے گی۔

مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کرسکیں گے حتیٰ کہ ہم معذور ہوجائیں۔ اس بارے میں (یہ عبداللہ بن عبدالمطلب ان لوگوں کی بہن کے بیٹے تھے) ہاں اگر کوئی اس کا فدیہ ہوسکتا ہے تو ہم لوگ اپنے مالوں کے ساتھ اس کا فدیہ دے دیں گے۔ اور ابن اسحاق نے اس بارے میں ان کے اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

ایک عرافہ نے مالی فدیے کا فیصلہ دیا .... چنانچہ عبدالمطلب کے بیٹوں نے اور سب قریش نے ان سے کہا کہ آپ ذبح نہ کریں بلکہ اب حجاز جائیں وہاں ایک عرافہ ہے کاہنہ، اس کو سجاح کہتے ہیں۔ کوئی جن اس کے تابع ہے آپ جا کر اس سے پوچھیں اس کے بعد آپ کو اپنے معاملے کا اختیار ہے جیسے چاہیں کرلیں۔ عبدالمطلب نے بات مان لی۔ چنانچہ اس کاہنہ عورت کے پاس گئے تو اس نے کہا جب کہ وہ خیبر میں تھی آج تم لوگ واپس چلے جاؤ تاکہ میرا تابع میرے پاس آجائے میں اس سے پوچھ لوں۔ عبدالمطلب دعا کرتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر صبح کو اس کے پاس گئے اس نے بتایا کہ میرا تابع میرے پاس خبر لے کر آ گیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ میں آپ لوگوں میں ایک انسان کی خون کی دیت کتنی ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ دس اُونٹ (دیت کا مطلب ہے خون بہا ادا کرنا)۔ اس کاہنہ عورت نے بتایا کہ آپ لوگ واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور جا کر اپنے جوان کو اور دس اُونٹ ساتھ کھڑے کر کے قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ نہ نکل آئے تمہارے جوان کا تو پھر دس اُونٹ کا اضافہ کر دو۔ پھر قرعہ ڈالو اگر پھر بھی اسی کا قرعہ نکلے تو دس اُونٹ مزید اضافہ کر دو۔ اسی طرح اضافہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اُونٹوں کا نکل آئے سمجھ لو کہ تمہارا رب اس قدر اُونٹوں کا فدیہ قبول کرنے پر راضی ہے۔ بس پھر اتنے اُونٹ ذبح کر دو، اس طرح تمہارا جوان بچ جائے گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل آئے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ابن اسحاق نے اس بات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ عبدالمطلب کا مسجع کلام کرنا اور اللہ سے دعائیں کرنا اور بار بار تیر کا عبداللہ پر نکلنا، پھر دس اُونٹوں کا اضافہ کرنا جب بھی عبداللہ پر قرعہ نکلے۔ یہاں تک کہ دس دس کا اضافہ کرتے کرتے اُونٹوں کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی، کہ سو اونٹوں کا قرعہ نکل آیا۔ عبدالمطلب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی جب اُونٹوں کا قرعہ نکلا تو تمام قریش نے اور حاضرین نے کہا بس بس تمہارے رب کی رضا پوری ہوگئی ہے اور تیرا بیٹا تیرے لئے بچ گیا ہے۔

عبدالمطلب نے کہا، نہیں اللہ کی قسم میں تا حال مطمئن نہیں ہوں۔ میں مزید تین بار قرعہ ڈلواؤں گا۔ چنانچہ تین بار مزید قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعہ اُونٹوں کا ہی نکلا۔ اور اس طرح سو اُونٹ ذبح کر دیئے گئے۔ اور ذبح کر کے چھوڑ دیئے گئے، کوئی ایک بھی در پے نہ ہوا (یعنی کسی نے ان کو استعمال نہ کیا)۔

باب ۷

رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی آمنہ بنت وہب سے شادی

اور رسول اللہ ﷺ بحالت حمل اور وضع حمل

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے۔ محمد بن اسحاق سے وہ کہتے ہیں: کہ

''اس کے بعد عبدالمطلب عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے واپس لوٹے (مؤرخین کے خیال کے مطابق)۔ ان کا گزر قبیلہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ کی ایک عورت کے پاس ہوا، وہ کعبہ کے پاس تھی۔ اس عورت نے جب عبداللہ پر نظر ڈالی تو پوچھنے لگی کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اے عبداللہ؟ انہوں نے بتایا کہ اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اس عورت نے کہا، آپ کے لئے میرے پاس ایک سو اُونٹ ہیں ان کی مثل جو آپ کی طرف سے ذبح کر دیئے گئے تھے (یعنی میں آپ کو سو اُونٹ دیتی ہوں)۔ آپ میرے ساتھ رشتہ اور شادی کرنے کا ابھی وعدہ کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میرے والد میرے ساتھ ہیں، میں ان سے الگ بھی نہیں ہو سکتا اور ان سے دُور بھی نہیں ہو سکتا، اور میں ان کو کسی چیز میں ناراض بھی نہیں کر سکتا''۔

چنانچہ عبدالمطلب ان کو لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو وہ وہب بن مناف بن زہرہ کے پاس لے آئے۔ اور وہب اس وقت نسب کے اعتبار سے اور شرف و عزت کے اعتبار سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کے ساتھ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ سے شادی کرا دی۔ اس وقت سیدہ آمنہ قریش کے اندر نسب کے لحاظ سے اور مرتبہ کے لحاظ سے افضل عورت تھیں۔

حضور ﷺ کی نانی، پرنانی، ترنانی، صاحبات

(۱) آمنہ برّہ کی بیٹی تھی اور وہ برّہ عبدالعزّیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قُصی کی بیٹی تھی۔

(۲) اور برّہ کی ماں اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزّیٰ بن قُصی تھی۔ جبکہ اُم حبیب بنت اسد کی ماں تھی۔

(۳) برّہ بنت عوف بن عبید یعنی ابن عویج بن عدی بن کعب بن لوی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضور والا نے سیدہ آمنہ سے عقد کرنے کے بعد صحبت کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوگئی۔ اس کے بعد ایک دن وہ اس عورت کے پاس آئے جس نے پہلے ان سے تعلق قائم کرنے کی یا شادی کرنے پر اصرار کیا تھا۔ وہ ورقہ بن نوفل میں اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی۔ وہ ایک مجلس میں بیٹھی تھی، یہ بھی بیٹھے رہے اور انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ میرے ساتھ بات کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی اس دن کی طرح۔

اس عورت نے بتایا کہ آپ کے اندر ایک نور تھا، ایک روشنی تھی، وہ آپ سے چلی گئی ہے وہ جدا ہوگئی ہے۔ اب مجھے آپ کی حاجت نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے اس بارے میں کچھ سُن رکھا تھا۔ وہ نصرانی بن گیا تھا اور تورات کی اتباع کرتا تھا۔ اس نے سُن رکھا تھا۔ اس وقت میں بنو اسماعیل میں ایک نبی آنے والا ہے۔ اس عورت کا نام اُم قتال بن نوفل بن اسد تھا۔

اس نے آپ کے بارے میں شعر کہے تھے۔

الآن وقد ضيعت ما كنت قادرا	عليه وفارقك الذى كان جاءكا
غدوت ملى حافلا قد بذلته	هناك لغيرى فالحق بشانكا
ولا تحسبنى اليوم خلوا وليتنى	اصبت جنينا منك يا عبد داركا
ولكن ذاكم صار فى ال زهرة	به يدعم الله البرية ناسكا

اس وقت تو آپ اس چیز کو ضائع کر چکے ہیں جس پر آپ کو قدرت تھی۔ اور آپ سے وہ نعمت جدا ہوگئی ہے جو تیرے پاس آئی تھی۔ صبح کو جب آپ میرے پاس آنے تھے تو آپ بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چیز کو میرے سوا کہیں اور خرچ کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی حالت پر رہو۔ مجھ سے توقع نہ کرنا کہ اب میں آپ کے اندر دلچسپی لوں گی۔ افسوس کہ میں تم سے اے عبداللہ اس بچے کو پا لیتی جس کو آپ پانے والے ہیں۔ مگر وہ آل بنو زہرہ میں چلا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مخلوق کو سہارا دیں گے وہ عبادت گزار ہوگا۔

اور اس نے یہ بھی کہا تھا:

عليك بال زهره حيث كانوا	وامنه التى حملت غلاما
ترى المهدى حين ترى عليه	ونورا قد تقدمه اماما

آپ آل زہرہ کے ساتھ رہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اور آمنہ کے ساتھ رہیں جو ایک لڑکا حمل میں لئے ہوئے ہے۔ جو ہدایت یافتہ نظر آئے گا، جب اس پر نظر ڈالی جائے گی۔ اور وہ نور ہوگا جو ہمارے سامنے آئے گا۔

اور اس عورت نے مزید چند شعر کہے تھے۔ ان میں یوں کہہ رہی تھی۔

مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے یہ الفاظ وَقَعَ عَلَیَّ الْآن کے ظاہری مفہوم سے میری رُوح کانپ گئی۔ لہٰذا میں نے بُرائی کی دعوت کے مفہوم کے بجائے ترجمہ میں تاویل کی ہے، یعنی شادی یا نکاح کا تقاضا کرنا۔ جس کے لئے میں اپنے رب کے آگے اور اہل علم کے آگے معذرت خواہ ہوں۔ اس کا تفصیل روایت کے آخر میں حاشیہ پر ملاحظہ کریں۔

اس نے کئی مزید شعر ذکر کئے۔ان میں اس نے کہا :

فکل الخلق یرجوہ جمیعا	یسود الناس مهتدیا اماما
براہ اللہ من نور صفاء	فاذھب نورہ عنا الظلاما
وذلک صنع ربك اذ حباہ	اذا ما سار یوما او اقاما
فیهدی اهل مکة بعد کفر	ویفرض بعد ذلکم الصیاما

سارے لوگ مل کر اسی کی آرزو کر رہے ہیں۔وہ سب لوگوں کی سرداری کریں گے۔مصلح اور پیشوا کی حیثیت سے اللہ نے ان کو خالص نور سے پیدا کیا ہے۔اس کے نور سے ہمارے اندھیروں کو دُور کر دیا ہے۔یہ تیرے ربّ کی خاص کاریگری ہے کہ ان کو لے آئے ہیں۔جب کسی دن چلیں یا قیام کریں۔وہ اہل مکہ کو کفر کے بعد ہدایت دیں گے اور وہ ہم لوگوں پر روزے فرض کریں گے۔

(احمد کہتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے اس عورت کے بھائی سے سُنا تھا رسول اللہ ﷺ کی صفت کے بارے میں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عورت بھی خود عبداللہ کی بیوی ہو آمنہ بنت وہب کے ساتھ ساتھ۔[1]

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس احمد عبدالجبار نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ، ان کو محمد بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد اسحاق بن یسار نے ، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی تھی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ایک اور عورت بھی بیوی تھی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ۔

چنانچہ وہ اپنی اس بیوی کے پاس گئے ، مگر اس وقت عبداللہ کے جسم پر کیچڑ وغیرہ لگی ہوئی تھی ۔ کیونکہ انہوں نے مٹی میں کام وغیرہ کیا تھا۔ انہوں نے اسی حالت میں اس عورت کو صحبت کرنے کے لئے بلایا مگر اس عورت نے منع کر دیا یا دیر کر دی۔ کیونکہ وہ ان کے اُوپر کیچڑ وغیرہ دیکھ رہی تھی۔ لہٰذا وہ اندر گئے اور کیچڑ وغیرہ دھوڈالی ۔ اس کے بعد وہ قصداً آمنہ کے پاس چلے گئے ۔ اس کے بعد آپ کو اس بیوی نے بھی اپنے پاس بلالیا، جس کے پاس جانا چاہتے تھے مگر اس نے منع کر دیا تھا۔ لہٰذا وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا اور اس کے بعد انہوں نے اُس بیوی کو اپنی طرف بلایا مگر اب اس نے کہا کہ مجھے اس وقت آپ کی حاجت نہیں ہے۔ آپ پہلے میرے پاس آئے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چمک تھی، میں یہ امید کر رہی تھی کہ وہ روشنی آپ سے میں حاصل کرلوں۔ مگر آپ آمنہ کے پاس چلے گئے۔ لہٰذا انہوں نے وہ روشنی آپ سے لے لی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالمعطی اس واقعہ پر تحقیق لکھتے ہیں :

(۱) یہ روایت غریب ہے ، موضوع ہے۔اس کی کوئی سند نہیں ہے۔اور کوئی بات اس کی تائید میں نہیں ملتی۔ بلکہ صحیح احادیث کے خلاف ہے جن کو کتب سیرت نے دست بدست نقل کیا ہے۔ بلکہ ان میں سے ہے جس کو اعداء اسلام یہود نے اور سبائیوں اور بعض بازوں اور منافقین نے لکھ کر اہل اسلام کے خلاف دسیسہ کاری کی ہے۔

(۲) اس خبر کی کوئی سند نہیں ، نہ اصل نہ فروع میں۔ ہاں طبری نے اس کو فیما یزعمون کہہ کر نقل کیا ہے۔ نیز یہ حکایت جس میں اس عورت نے عبداللہ پر اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کی تھی اور ان کو بدکاری کی دعوت دی تھی ، یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے نسب کی طہارت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نسب کی شرافت وعظمت کی بات بیان ہوتی ہے جو کہ انبیا علیہم السلام کی نبوت کی دلیل ہے۔ جن کی وضاحت ہم باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ونسب رسول اللہ میں بیان کریں گے۔ جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بنواسماعیل میں سے چن لیا تھا۔ بنوکنانہ کو پھر کنانہ میں سے چن لیا قریش کو پھر قریش میں سے بنوہاشم کو اور پھر مجھے (محمد ﷺ) کو چن لیا ہے بنوہاشم سے۔

(۳) حضور ﷺ کے انتخاب والی مذکورہ روایت ترمذی اور مسند احمد میں ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے عہد کی غلاظتوں سے اور گندگیوں سے جس طرح حضور ﷺ کو پاک بتایا ہے اس طرح ان کے والد عبداللہ کو بھی (اور دادا پر دادا کو بھی جاہلیت کی گندگیوں سے پاک بتایا تھا) تحقیق اصل کے مطابق تھی عبدالمطلب سے۔ اگر زمانہ ان کو مہلت دیتا تو عبداللہ شرف ومرتبے کے ان منصوبوں پر فائز ہو جاتے جن پر عبدالمطلب تھے۔

(بقایا اگلے صفحہ پر)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ کی وہ بیوی کہتی تھی کہ عبداللہ میرے پاس سے گزرے تھے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور تھا، جیسے روشنی و چمک ہوتی ہے۔ اور میں نے ان کو اپنی طرف اس امید پر بلایا تھا کہ شاید وہ نور میرے لئے ہو مگر وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے صحبت کر لی۔ لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد علوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالاحرز محمد بن عمر بن جمیل ازدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن یونس قرشی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے۔

یہودی عالم کی گواہی .... (ح) اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم بن مرثد طبرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو ابن عون نے، ان کو مسور بن مخرمہ نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا کہ میں سردی کے موسم میں سفر کر کے یمن پہنچا اور میں ایک یہودی عالم کے پاس اُترا۔ چنانچہ کتاب زبور کے ماننے والے ایک آدمی نے مجھ سے کہا: اے عبدالمطلب کیا اب مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کے جسم کو دیکھوں۔ میں نے کہا کہ آپ دیکھ لیجئے سوائے شرم گاہ کے حصہ کے۔

کہتے ہیں کہ اس نے میری ناک کے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا، پھر دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے ایک میں بادشاہت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں یہ چیزیں نتھنوں میں دیکھ رہا ہوں۔ تو یہ کیسے ہوگا؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تیری شاعۃ ہے (تابعدار، فرمانبردار) یعنی بیوی ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ شاعۃ سے کیا مراد ہے، اس نے بتایا کہ زوجہ۔ میں نے جواب دیا کہ آج کل تو نہیں ہے۔ اس نے کہا جس وقت آپ واپس وہاں جائیں تو بنو زہرہ میں شادی کر لینا۔ چنانچہ عبدالمطلب مکہ واپس لوٹ گئے اور انہوں نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے، حمزہ اور صفیہ۔ اور عبداللہ بن عبدالمطلب نے شادی کی آمنہ بنت وہب سے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا اور جب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو قریش نے کہا، کہ عبداللہ اپنے والد پر گئے ہیں (یعنی جو طلب کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور تحقیق کہا گیا کہ یہ عورت قبیلہ بنوخثعم سے تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبدالباقی بن قانع نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالوارث بن ابراہیم عسکری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسدد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلمہ بن علقمہ نے، ان کو داؤد بن ابوہند نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں قبیلہ بنوخثعم کی ایک عورت حج کے موسموں میں اپنے نفس کو پیش کرتی تھی

جس آدمی کا یہ مقام ہو کیا ہم اس کے بارے میں ایسی من گھڑت روایت سے اس کے بارے میں مطمئن ہو سکتے ہیں، خاص کر جبکہ اس میں یہ بات بھی ہے کہ جب انہوں نے اپنی بیوی آمنہ کے ساتھ صحبت کر لی تو اس کے بعد وہ اس عورت کے پاس آئے، جس نے اپنے آپ کو ان کے اوپر پیش کیا تھا اور آ کر اس سے یہ کہا کہ مالک لا تعرضین علی الیوم ما کنت عرضت علی بالامس کیا ہوا آپ کو کہ آپ مجھے اس بات کی آج پیش کش نہیں کر رہیں جس بات کی پیش کش کل کی تھی۔

(۴) علاوہ ازیں اس روایت کی حالت یہ ہے کہ اس کی روایت کرنے والے نے خبط کھائے ہیں۔ ان میں بہت سے جھول ہیں۔ کبھی تو راوی یہ کہتے ہیں کہ وہ قبیلہ بن خثعم کی عورت تھی، کبھی کہتے ہیں کہ وہ ام قتال ورقہ بن نوفل کی بہن ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ لیلیٰ عدویہ تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ اہل تبالہ کی کاہن عورت تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ عبداللہ آمنہ کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کرنے والے تھے۔ یہ انداز دلالت کرتا ہے کہ یہ سارا جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہ راویوں نے ورقہ بن نوفل کی بہن کا نام کیوں لیا یا اس عورت کا جو کتب پڑھ چکی تھی۔

(۵) نیز ہم جب ان اشعار پر غور کرتے ہیں جو اس روایت میں وارد ہوئے ہیں۔ اس عورت کی زبان سے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اشعار رکیک اور ناقص ہیں۔ جن کے قافیے مضطرب ہیں۔ کلمات فحش ہیں۔ تلفیق کے ساتھ غیر واضح دلالت ہیں۔ ان تمام خرابیوں کے باوصف یہ شعر اور خبر واہی ساقط ہے۔ اور خود ابن اسحاق اور طبری کا یہ قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جن سے نقل کرتے ہیں ان کے بارے میں یوں کہتے ہیں فیما یزعمون۔ ان لوگوں کے گمان اور خیال میں (یہ بات ہے)۔ حالانکہ یہ سب کچھ کہنا باطل ہے۔

اور وہ انتہائی خوبصورت تھی۔ اس کے ساتھ ایک بچھونا تھا۔ گویا وہ اسے فروخت کرنے چلی ہے۔ وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے پاس آئی (میرا یہ گمان ہے کہ وہ اس عورت کو اچھے لگے ہوں گے)۔ وہ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم میں اس بچھونے کی وجہ سے نہیں گھوم رہی ہوں اور نہ ہی مجھے اس کی رقم کی ضرورت ہے، بلکہ میں تو کچھ علامات دیکھ کر آدمی پہچانتی ہوں کہ کیا کسی کو اپنا ہمسر اور اپنے لائق سمجھتی ہوں۔ اگر تمہیں میرے ساتھ دلچسپی ہو تو اُٹھئے میں تیار ہوں۔ مگر جناب عبداللہ نے اس عورت سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہرئے میں جا کر واپس آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے سامان کے پاس یا اپنی منزل پر چلے گئے۔ اور انہوں نے پہلا کام یہی کیا کہ اہلیہ سے صحبت کی جس سے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ لوٹ کر اس عورت کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ اُس جگہ پر نہیں ہیں (یعنی آپ مجھ میں وہ دلچسپی نہیں لے رہے ہیں)۔ اس عورت نے پوچھا کہ آپ کون تھے؟ عبداللہ نے کہا وہی تو ہوں جو میں آپ کو واپس آنے کا وعدہ دے کر گیا تھا۔ اس عورت نے کہا کہ نہیں آپ وہ تو نہیں ہیں اور اگر آپ وہی ہیں تو میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تھا جو مجھے اب نظر نہیں آ رہا۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبداللہ بن جعفر فارسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو غسان ابن یحییٰ کنانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ مکے میں ایک یہودی عالم تاجر رہتا تھا۔ جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔ اے قریش کیا تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ یہودی نے کہا اللہ اکبر، بہر حال جب تمہیں معلوم نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔

دیکھو میں جو بات کہوں اس کو یاد رکھو۔ تم لوگوں کے اندر آج رات وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے جو اس اُمت کا نبی ہوگا۔ اور یہ آخری اُمت ہوگی۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خاص علامت ہے۔ اس میں لمبے بال ہیں جیسے گھوڑے کی ایال کے بال ہوتے ہیں۔ وہ دو راتیں دودھ نہیں پئے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ جنوں میں سے ایک عفریت نے اس کے منہ میں اپنی آنکھیں داخل کر دی تھی اور اس نے اس کو دودھ پینے سے روک دیا ہے۔ یہ سُن کر قریش اپنی مجلس سے حیران ہو کر اُٹھے۔ جو اس یہودی کی بات پر حیران پریشان تھے۔

جب وہ اپنی منزل پر پہنچے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو یہ خبر بتائی تو انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام انہوں نے محمد رکھا ہے۔ پھر لوگ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ تم نے فلاں یہودی کی بات سُنی ہے۔ جس نے تمہیں اس لڑکے کی پیدائش کی خبر دی ہے؟ لہٰذا یہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اور اس کو جا کر انہوں نے بتایا کہ واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ کے گھر میں رات کو بیٹا پیدا ہوا ہے، انہوں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ تمہارے ساتھ چلتا ہوں مجھے وہ بچہ دکھاؤ۔ وہ اس کو لے کر بی بی آمنہ کے پاس پہنچے اور اس کو جا کر کہا اپنا بیٹا لے کر آئیے۔ وہ لے آئیں۔ انہوں نے بچے کی پیٹھ سے کپڑا اُٹھایا جونہی اس یہودی نے اس بچے کے کندھوں کے مابین اس تل کو اور اس چاند نما دھبے کو دیکھا تو وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

جب وہ ہوش میں آیا تو قریشیوں نے پوچھا اے تیری ہلاکت ہو کیا ہوا تجھے؟ کہنے لگا اللہ کی قسم آج سے نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی، اور رخصت ہو گئی ہے۔ اے قریش کی جماعت کیا تم مجھ پر ترس کھاؤ گے؟ اور رحم کرو گے؟ آگاہ ہو جاؤ۔ البتہ تمہیں ایک غلبہ ہونے والا ہے جس کی خبر مشرق سے مغرب تک چلی جائے گی۔ اس محفل میں جس میں اس نے قریش سے یہ باتیں کی تھیں یہ لوگ موجود تھے۔ ہشام اور ولید، مغیرہ کے بیٹے اور مسافر بن ابو عمرو اور عبیدہ بن حارث۔ اور عتبہ بن ربیعہ جو کہ نوجوان تھے۔ ان کے ساتھ بنو عبد مناف کی ایک جماعت تھی۔ اور چند دیگر لوگ تھے قریش میں سے (اخرجہ الحاکم فی المستدرک : ۲/۶۰۱)۔ اور اس طرح اس کو روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ ذہلی نے، ابو غسان محمد بن یحییٰ بن عبدالحمید کنانی سے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے، اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن حماد المعنی بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عمار نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی سلمہ نے (سب کے سب نے) محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی جن کو میں جانتا نہیں ہوں اپنی قوم کے مردوں میں سے جن کو میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ وہ روایت کرتے ہیں حسان بن ثابت سے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک صحت مند سات آٹھ سال کا لڑکا تھا میں باتوں کو سمجھتا تھا جو کچھ میں دیکھتا تھا یا سُنتا تھا۔

ایک دن صبح ہی صبح ایک یہودی چیخ چیخ کر شور کر رہا تھا، اے یہود میرے پاس جمع ہو جاؤ۔ انہوں نے جمع ہو کر کہا تجھے کیا مصیبت ہے؟ اس نے کہا کہ احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ وہ پیدا ہو گا آج رات طلوع ہو گیا۔

اور یونس بن بکیر کی ایک روایت میں یوں ہے۔ وہ جو اس میں مبعوث ہو گا مگر یہ غلط ہے۔ قطان نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ میں نے سعید بن عبدالرحمن بن حسان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر تمہاری عمر کتنی سال تھی؟ اس نے بتایا کہ میں چھے سال کا تھا۔ اور محمد نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں آئے تو ترپن سال کے تھے۔ حسان نے سُنا جو اس نے سُنا تو وہ سات سال کے تھے۔

(۷) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بشر مبشر بن حسن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ابوسوید ثقفی سے، اس نے عثمان بن ابوالعاص سے، وہ کہتے ہیں مجھے میری ماں نے حدیث بیان کی وہ حضور کی ولادت کے موقع پر بی بی آمنہ بنت وہب کے پاس موجود تھی۔ جس رات کو انہوں نے حضور کو جنم دیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں جس چیز کو گھر میں دیکھتی تھی ہر چیز نور ہی نور تھی۔ اور میں نے ستاروں پر نظر ماری تو لگتا تھا کہ وہ قریب آ گئے ہیں حتیٰ کہ میں یہ سوچتی تھی کہ وہ مجھ پر گر جائیں گے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی ماں بیان کرتی تھیں کہ ان کے پاس کوئی آنے والا آیا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ تھیں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ زمین پر آ جائے تو یوں کہنا :

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ ۔ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدِ ۔ میں اس کو رب واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر حاسد کے شر سے

اور اس روایت میں اس نے مذکورہ اشعار بھی ذکر کیے ہیں اور کہا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس کے ساتھ ایک روشنی نکلے گی جو ارض شام کے محلات کو بھر دے گی۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا۔ بے شک تورات و انجیل میں اس کا نام احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان کا نام یہی رکھا۔ ان کی والدہ نے ان کا یہی نام رکھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو اپنی لونڈی کو حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس بھیجا، جبکہ ان کے والد جناب عبداللہ فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت سے جب آپ ﷺ کی والدہ ان کے ساتھ حاملہ تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بے شک عبداللہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب حضور ﷺ اٹھائیس مہینے کے ہو چکے تھے۔ واللہ اعلم (کونسی بات دونوں میں سے واقع ہوئی تھی)۔

اور آمنہ نے حضور ﷺ کے دادا سے کہلایا کہ آج رات آپ کا لڑکا پیدا ہوا ہے آپ اس کو دیکھیں۔ جب وہ دیکھنے آئے تو سیدہ آمنہ نے ان کو حضور ﷺ کے بارے میں مذکورہ خبر دی اور ان کو وہ ساری باتیں بتائیں جو انہوں نے دورانِ حمل دیکھی تھیں اور وہ بھی جو ان کو اس بارے میں

کہا گیا تھا۔اور وہ بات بھی بتائی جو حضور ﷺ کا نام رکھنے کے بارے میں ان کو بتائی گئی تھی۔عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو اٹھالیا اور ان کو کعبے کے اندر رکھے ہوئے بڑے بت ہبل کے پاس لے گئے اور کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کی اور اللہ کا شکر ادا کیا اس احسان پر جو اللہ نے ان کو محمد ﷺ عطا کئے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب نے کہا:

الحمد للّٰہ الذی اعطانی　　هذا الغلام الطيب الا ردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان　　اعیذہ بالبیت ذی الارکان
حتیٰ یکون بلغة الفتیان　　حتی اراہ بالغ البنیان
اعیذہ من کل ذی شنأن　　من حاسد مضطرب الجنان
ذی همة لیست له عینان　　حتی اراہ رافع اللسان
انت الذی سمیت فی الفرقان　　فی کتب ثابتة المبانی
احمد مکتوب علی اللسان

(البدایہ والنہایہ: ۲/۲۶۴۔طبقات ابن سعد: ۱/۱۰۳)

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پاکیزہ لڑکا عطا کیا جو پاکیزہ اندام ہے۔جو گود میں ہی تمام بچوں کی سرداری کر رہا ہے۔میں ان کو ارکان والے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس وقت تک کہ وہ بالغ ہو کر کڑیل جوان ہو جائے، یہاں تک کہ میں اس کو مضبوط اعضاء کا مالک دیکھ لوں۔میں اس کو دشمن سے اور ہر مضطرب القلب حاسد سے حفاظت میں اور پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب نظر بد ہو خدا کرے اس کی آنکھیں (نظر مارنے والی) باقی نہ رہیں یہاں تک کہ میں اس کو خطابت کرتا دیکھ لوں۔
(اے صاحبزادے) آپ وہی ہیں جن کا نام قرآن میں ہے اور مضبوط کلمات والی کتابوں میں ہے اور زبانوں پر احمد لکھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

(۹)　اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی احمد بن کامل قاضی نے زبانی طور پر کہ احمد بن اسماعیل سلمی نے ان کو حدیث بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح عبداللہ بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے ابوالحکم تنوخی سے، وہ کہتے ہیں کہ قریش میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے۔صبح تک وہ اس پر ہنڈیا نصب کر دیتی تھیں۔

جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے ان کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا اسی طرح کا ٹونہ ٹوٹکا کرنے کے لئے۔عورتوں نے جب جسم کو دیکھا تو وہ ہنڈیا دو ٹکڑے ہو چکی تھی اور حضور ﷺ کو دیکھا کہ وہ آنکھیں کھولے ہوئے اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔لہٰذا وہ عورتیں عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا جو ہنڈیا اس پر پھیری تھی وہ بھی ٹوٹ چکی ہے اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔عبدالمطلب نے کہا تم لوگ اس کی حفاظت کرو میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ جنت کو پہنچے گا۔جب ساتواں دن ہوا تو عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی طرف سے جانور ذبح کیا اور قریش کی دعوت کی۔جب دعوت کھا چکے تو انہوں نے پوچھا اے عبدالمطلب! جس بچے کی وجہ سے آپ نے ہماری ضیافت کی آپ نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے بتایا کہ محمد نام رکھا ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ نام اس کے گھر والوں کے ناموں سے بالکل مختلف رکھا ہے۔آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کی تعریف کرے اور اللہ کی مخلوق دھرتی پر اس کی تعریف کرے۔

(۱۰)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن احمد بن حاتم دار بجردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ بن شیخی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوایوب سلیمان بن سلمہ خبائری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث

بیان کی یونس بن عطاء عثمان بن ربیعہ بن زیاد بن حارث صدائی نے مصر میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حکم بن آبان نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ختنہ شدہ خوش خرم پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عبدالمطلب کو آپ ﷺ بہت اچھے لگتے تھے اور ان کے نزدیک ان کا ایک مقام و مرتبہ قائم ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا تھا البتہ میرے اس بیٹے کی ایک شان اور خاص مرتبہ و مقام قائم ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا واقعتاً ایک خاص مقام تھا۔

باب ۸

ولادت کے سال اصحاب الفیل اور اس سے قبل
تبّع کے ساتھ پیش آنے والے واقعات

(۱) ۔ ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ پھر تبع آگے بڑھا حتیٰ کہ مدینہ کی سرزمین پر اُترا۔ وادی قباء میں اس نے وہاں ایک کنواں کھودا، آج کل جس کو بیر ملک کہتے ہیں۔ اور اُس وقت مدینہ میں یہودی تھے اور اوس و خزرج تھے۔ وہ لوگ اس کے مقابلے میں اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اس سے لڑائی کی۔ دن بھر اس سے لڑائی کرتے رہتے اور شام ہوتی تو اس کے پاس ضیافت بھیج دیتے اور اس کے لشکریوں کے لئے بھی۔

جب ان لوگوں نے کئی راتیں ایسا کیا تو اس کو شرم آ گئی۔ اس نے ان لوگوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا قبیلہ اوس کا ایک آدمی ان کے پاس گیا اس کا نام اُحیحہ بن جُلاح تھا اور اس سے بات کرنے کے لئے یہودیوں میں سے بنیامین قرظی گیا۔ اُحیحہ نے جا کر کہا اے بادشاہ ہم لوگ آپ کی قوم ہیں اور بنیامین نے کہا اے بادشاہ یہ ایسا شہر ہے جس میں فاتحانہ داخلے کی آپ کو قدرت نہیں ہو سکتی اگرچہ آپ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں۔ اس نے کہا ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے اس کو بتایا کہ یہ انبیاء میں سے، ایک نبی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ اس کو قریش میں سے بھیجیں گے۔ اور اس وقت تبع کے پاس یمن سے ایک خبر دینے والا آیا اس نے اس کو آ کر بتایا کہ یمن میں ایک آگ لگی ہے اس نے سب کچھ جلا کر ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا تبع جلدی سے وہاں سے نکلا اور اس کے ساتھ یہود کی ایک جماعت بھی تھی ان میں بنیامین وغیرہ تھے۔ اس نے وہاں شعر کہا ۔

الـقـى الى نـصيحـةً كـي ازدجـر　　　عـن قـريـه مـحـجـوزة بـمـحـمـد

میرے پاس نصیحت آ گئی ہے تا کہ میں رُک جاؤں　　　اس بستی سے جو محفوظ کر دی گئی ہے محمد کی وجہ سے

کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جب وہ مقام دف پر پہنچا، جُمدان سے مکہ کے قریب دو رات کی مسافت پر تو ان کے پاس قبیلہ ہذیل بن مدرکہ سے کچھ لوگ آئے، وہاں ان کے گھر تھے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کو ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جو سونے، چاندی، یاقوت اور زمرد سے (ہیرے جواہرات سے) اٹا پڑا ہے آپ اس کو لوٹیں گے؟ آپ خود بھی لینا ہمیں بھی دینا۔ اس نے حامی بھر لی۔ ان قبائل نے اس کو بتایا کہ وہ گھر مکہ میں ہے۔ لہٰذا تبع مکہ کی طرف روانہ ہوا وہ کعبہ کو گرانے کا پکا عزم کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا چلا دی جس نے اس کے ہاتھ پیر مفلوج کر دیئے اور پورا جسم اکڑا دیا۔ چنانچہ اس نے یہودیوں کو بلایا جو اس کے ساتھ تھے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا بُرا ہو یہ کیا مصیبت ہے جو مجھ پر پڑ گئی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے دل کے اندر کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے۔ اس نے کہا میں نے کیا نئی چیز پیدا کر لی ہے؟ انہوں نے کہا آپ نے اپنے دل میں کسی نئی بات کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے۔

پھر اس نے کعبۃ اللہ کو گرا دینے کے عزم کا تذکرہ کیا اور اس میں جو ہیرے جواہرات ہیں ان کو لوٹ کر لے جانے کا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بیت اللہ اللہ کا عزت والا گھر ہے۔ جس نے اس کو گرانے کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے پوچھا ہلاک ہو جاؤ آخر اس مصیبت سے چھٹکارے کا کیا طریقہ ہے جس میں پھنس گیا ہوں۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ آپ بیت اللہ کے گرد طواف کرنے اور اس کو غلاف پہنانے اور اس کے لئے قربانی کرنے کا ارادہ پکا کر لیں۔ اس نے اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کر لیا لہٰذا اللہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ چل کر مکے میں داخل ہوا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑیں لگائیں پھر اس کو خواب دکھایا گیا کہ وہ بیت اللہ کو کپڑے پہنائے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ پر غلاف ڈالا اور مکے میں اس قربانی کرنے کی بات بھی بیان ہوئی ہے اور یہ کہ اس نے لوگوں کو کھانا بھی کھلایا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس لوٹ گیا اور قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا دوس قیصر کی طرف گیا اس نے جا کر اس سے اپنی قوم کے خلاف استغاثہ کیا اس پر جو انہوں نے اس کے باپ کے ساتھ کیا تھا۔ اور قیصر نے ملک حبشہ نجاشی کی طرف لکھا پھر نجاشی نے اس کے ساتھ ساٹھ ہزار بھیجے اور ان پر روز بہ نامی شخص کو عامل مقرر کیا یہاں تک کہ انہوں نے حمیر کو قتل کر دیا جس نے اس کے باپ کو مارا تھا۔ پھر صنعاء میں داخل ہوئے اور اس کے مالک بن گئے اور یمن کے بھی مالک بن گئے۔

یمن میں کعبہ نامی مکان ………… اور روز بہ کے اصحاب میں ایک آدمی تھا اس کو ابرہہ بن اشرم کہتے تھے وہ ابویکسوم تھا اس نے روز بہ سے کہا کہ میں اس معاملہ کے لئے تم سے زیادہ بہتر ہوں اور اس نے اسے مکر کے ساتھ قتل کر دیا اور نجاشی کو اس نے راضی کر لیا۔ پھر اس نے یمن میں ایک کعبہ بنایا اور اس میں سونے کے قبے بنائے اور اپنی مملکت والوں سے کہا کہ وہ اس کا حج کریں اور اس نے اس کو بیت اللہ سے تشبیہ دی۔ چنانچہ ایک آدمی بنو ملکان کنانہ میں سے تھا اور وہ حمس میں سے تھا وہ یمن جا پہنچا اور اس نے جا کر اس گھر میں پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ جب داخل ہوا اور اس نے اس میں یہ گندگی دیکھی تو پوچھا کہ کس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے۔ اس کے اصحاب نے اس کو بتایا کہ بیت اللہ کے قریب رہنے والے لوگوں میں سے، جہاں عرب حج کرتے ہیں ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے؟ میری مدد کے لئے تیار ہو جاؤ میں عربوں کے اس کعبے کو گرا دوں گا اور اس کو برباد کر دوں گا اور میں عربوں کو بتا دوں گا۔ چنانچہ کبھی بھی اس گھر کا حج کوئی نہیں کرے گا۔ اس نے ہاتھی منگوائے اور اپنی قوم کے اندر اس نے اعلان کر دیا کہ میرے ساتھ نکلو۔ لہٰذا اس نے خود بھی وہاں سے روانگی اختیار کی اور ہر اس شخص نے جس نے اہلِ یمن میں سے اس کی اتباع کی۔ اکثر لوگ جنہوں نے اس کی اتباع کی تھی وہ عک تھے اور اشعری تھے اور خثعم۔ چنانچہ وہ رجز گاتے ہوئے وہاں سے چلے۔

ان البلد لبلد مأكول	تأكله عك والاشعريون والفيل
بیشک یہ شہر کھایا ہوا ہے (ہلاک شدہ)	اس کو عک اور اشعری اور ہاتھی کھا جائیں گے

کعبہ شریف پر حملہ کے لئے روانگی ………… کہتے ہیں اس کے بعد وہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے بنو سلیم میں سے ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دے جو اس نے بنایا تھا۔ چنانچہ اس کو ایک آدمی ملا قبیلہ حمس کا بنو کنانہ میں سے، اس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب ابرہہ کو اس کی موت کی اور اس شخص کی جسارت کی خبر پہنچی تو اس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ لہٰذا اس نے روانگی اور کوچ کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارا۔ اور طائف پہنچ کر اہل طائف سے اس نے راستے کی رہنمائی کرنے والا آدمی مانگا۔ اہلِ طائف نے ابرہہ کے ساتھ قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی روانہ کیا اس کا نام نفیل تھا وہ ان لوگوں کو لے کر چلا۔ یہاں تک کہ وہ جب مقام مغمس میں پہنچے مغمس میں مکہ کی بالائی سمت چھ میل کے فاصلے پر اترے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمات آگے مکے میں روانہ کر دیئے۔ قریش متفرق ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور کہنے لگے ہمیں ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مکے میں سوائے عبدالمطلب بن ہاشم کے اور کوئی بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لہٰذا عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کی چوکھٹوں سے پکڑا اور کھڑے ہو کر کہنے لگے

لَا هُمَّ ان العبد يمنع	رحله فامنع حِلالك
لا يغلبوا بصليبهم	ومحالهم غدوًا محالك

ان کنت تارکھم وکع　　　　بتنا فأمر ما بدالك

اے اللہ بے شک انسان اپنے سامان کی حفاظت کیا کرتا ہے۔آپ بھی اپنی قوم و جماعت کی حفاظت کریں یا اپنے سامان کی حفاظت کریں یعنی اپنے گھر کی حفاظت کریں۔یہ لوگ اپنی صلیب کو غالب نہ کردیں اور اپنی قوت وطاقت کو غالب نہ کردیں۔کل صبح آپ کی طاقت وقوت کے اوپر اگر آپ ان کو اور ہمارے کعبے کو (بے یارومددگار) چھوڑدیں تو پھر جو آپ بہتر سمجھیں (کہنا یہ چاہتے تھے کہ جو چیز آپ کے سامنے واضح ہے آپ ہمارے ساتھ وہ نہ کریں)

قریش کے اُونٹ پکڑنا .... اس کے بعد ابرہہ کے لشکریوں نے قریش کے مویشی پکڑ لئے تھے۔ان میں دوسواُونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔جب عبدالمطلب کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان لوگوں کے پاس گئے اور ابرہہ کا ترجمان بنواشعریوں میں سے ایک آدمی تھا اور وہ پہلے سے عبدالمطلب کو جانتا تھا۔عبدالمطلب جب پہنچے تو اس اشعری نے پوچھا کہ آپ کس کام سے آئے ہیں؟انہوں نے کہا آپ مجھے بادشاہ سے ملنے کی اجازت دلوادیں۔وہ اندر گئے اور جاکر کہا، کہ اے بادشاہ !قریش کا سردار آپ کو ملنے کے لئے آیا ہے۔جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں لوگوں کو کھلاتا ہے آپ اس کو ملنے کی اجازت دے دیں۔

عبدالمطلب جسیم اور جمیل آدمی تھے۔اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئے جب ابویکسوم نے اس کو دیکھا تو ان کو نیچے بٹھانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے تخت پر ساتھ بٹھانا بھی مناسب نہ سمجھا۔لہٰذا وہ خود نیچے اُتر کر بیٹھ گئے زمین پر اور عبدالمطلب کو ساتھ بٹھالیا۔اور ان سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے لشکریوں نے میرے دوسواُونٹ قبضے میں لے لئے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ابویکسوم نے کہا اللہ کی قسم میں نے آپ کی شکل وصورت دیکھ کر آپ کو پسند کیا تھا آپ مجھے اچھے لگے تھے مگر آپ سے میں نے جب بات کی تو مجھے آپ سے بے رغبتی ہوگئی ہے۔عبدالمطلب نے پوچھا کیوں بادشاہ؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں وہ تمہارے سارے عرب کی عزت ہے اور وہ لوگوں میں تمہاری فضیلت ہے اور تمہارا لوگوں میں شرف ہے اور تمہارا دین ودھرم ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کو توڑنے آیا ہوں۔ادھر آپ کے دوسواُونٹ پکڑے گئے ہیں میں نے آپ سے آپ کی حاجت پوچھی ہے تو آپ نے اپنے اُونٹوں کی بات کی ہے اور آپ نے مجھ سے اپنے کعبے کی بات ہی نہیں کی۔چنانچہ عبدالمطلب نے اس سے کہا۔اے بادشاہ میں تو اپنے حال کے بارے میں آپ سے بات کروں گا۔رہا یہ کعبہ اور یہ گھر،اس کا مالک موجود ہے،وہ خود اس کی حفاظت کرے گا مجھے اس کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ابویکسوم نے ان کا خیال کیا اور حکم دے دیا کہ عبدالمطلب کے اُونٹ اس کو واپس کردیئے جائیں۔

رہبروں کا توبہ کرنا اور واپس لوٹنا .... اس کے بعد واپس آئے،اور وہ رات انہوں نے تارے گن گن کر گزاری،جیسے وہ ان سے ہم کلام ہیں۔چنانچہ ان کے دلوں نے عذاب کو محسوس کرلیا تھا۔اور ان کا راستہ دکھانے والا رہبر ان کو چھوڑ کر حرم میں چلا آیا تھا۔اور اشعریوں اور خثعمیوں نے عذاب کو محسوس کرتے ہوئے بادشاہ سے بے وفائی کرلی۔انہوں نے اپنی تلواریں اور ترکش توڑ ڈالے اور اللہ کی بارگاہ میں انہوں نے اظہار براءت کرلیا،اس بات سے کہ وہ کعبے کے گرانے میں ان کی مدد کریں۔انہوں نے خوف کے عالم میں یہ بدترین رات گزاری۔پھر وہ رات کے پچھلے حصہ میں منہ اندھیرے اُٹھے حملے کے لئے روانگی کرنے کے لئے۔انہوں نے اپنے ہاتھیوں کو اُٹھایا،سوچ رہے تھے کہ صبح ہی صبح مکے میں داخل ہوجائیں گے۔انہوں نے بڑے ہاتھی کو مکے کی طرف متوجہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔پھر انہوں نے اس کو مار مار کر اُٹھانے کی کوشش کی تو وہ لیٹ گیا۔برابر اس کی یہی حالت رہی،یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اس کے بعد لوگ اپنے ہاتھی کے پیچھے پڑ گئے،اس کو کہنے لگے تجھے اللہ کی قسم ہے کیا تو مکے نہیں جائے گا۔اور اس کو قسمیں دینے لگے،وہ اپنے کان ہلادیتا تھا (گویا وہ منع کررہا تھا) اور ہاتھی ان پر برہم ہوگیا تھا۔جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اس کو یمن واپسی کی راہ پر اُٹھا کر کھڑا کیا تو وہ واپسی کے لئے بھاگنے لگا۔جب انہوں نے ان کو چلتے پھرتے دیکھا تو پھر اس کو کعبے کی طرف متوجہ کیا تو وہ دوبارہ بیٹھ گیا اور پھر زمین پر لیٹ گیا۔یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اس کو قسمیں دیں وہ اپنے کانوں کو ہلانے لگا۔جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا

اور انہوں نے اس کو یمن کی طرف متوجہ کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اس کو پھر مکے کی راہ پر ڈالا، جب وہ پہلی جگہ پر آیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو مارا تو وہ لیٹ گیا۔

وہ اسی اُدھیڑ بُن میں لگے ہوئے تھے کہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ اُن پر پرندے اُبھر کر آ گئے۔ سمندر کی طرف سے دھوئیں کے سیاہ بالوں کی مانند پرندے نمودار ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں چھا گئے۔ وہ ان کو کنکریاں مارنے لگے۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر تھا اور پنجوں میں ایک ایک پتھر۔ ایک پتھر مار کر گزر جاتا تو دوسرا آ جاتا۔ جہاں وہ پتھر گرتا سوراخ کر جاتا، پیٹ پر گرتا تو اس کو پھاڑ دیتا، ہڈیوں پر لگتا تو اس کے پار ہو جاتا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر ابویکسوم بادشاہ بدحواس ہو کر بھاگنے اور فرار ہونے لگا۔ اس کو بھی پتھر لگتے رہے۔ وہ جس سرزمین سے گزرتا تھا وہاں سے اس کی امید منقطع ہو جاتی تھی اس حالت میں بھاگتے بھاگتے وہ یمن پہنچا، مگر اس کے جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور پیٹ چاک ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور قبیلہ خثعم اور اشعریوں نے جو براءت کا اظہار کر لیا تھا ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

اس بارے میں جو انہوں نے شعر کہے، اس کو بھی لوگوں نے نقل کیا ہے۔ عبدالمطلب نے رجز پڑھتے ہوئے کہا اور وہ اہل حبشہ کے خلاف بددعا کر رہے تھے۔

یا ربّ لا ارجو لھم سواکا　　　یا ربّ فامنع منھم حماکا

ان عدو البیت من عاداکا　　　انھم لن یقھروا فی قواکا

اے پروردگار! میں ان کے بارے میں تیرے سوا کسی سے امید قائم نہیں کرتا۔ اے میرے ربّ تو ہی ان سے اپنے متاع کی حفاظت فرما۔
بے شک بیت اللہ کا دشمن تیرا بھی دشمن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بے شک وہ لوگ تیری طاقتوں پر غالب نہیں آ سکتے۔

نوٹ: حضور کے دادا عبدالمطلب کا ایمان اور اس پر یقین اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں باوجود یکہ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات سے بے خبر تھے۔ (احمد نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ ایسے ہی کہا ہے محمد بن اسحاق بن یسار نے عبدالمطلب اور ابرہہ کے بارے میں۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوزکریا عنبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالسلام نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جریر نے قابوس بن ابوظبیان سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھی والے آئے۔ جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو عبدالمطلب آگے جا کر ان کو ملے اور ان کے بادشاہ سے کہا، آپ ہمارے پاس کیوں آئے ہیں؟ آپ اگر ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیج دیتے تو ہم خود آپ کے پاس آ جاتے اور آپ جو کچھ ہم سے چاہتے ہم وہ بھی آپ کے پاس لے آتے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے بارے میں خبر ملی ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے اس کو امان مل جاتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بسنے والوں کو وحشت زدہ کرنے آیا ہوں اور اس کے امن تباہ کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ہم آپ کو ہر وہ چیز دیں گے جو آپ کو چاہیے بس آپ واپس چلے جائیے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو اس کے اندر داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ وہ کعبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور عبدالمطلب پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ وہ پہاڑ کے اُوپر جا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نہ تو اس گھر کی ہلاکت کے وقت یہاں موجود رہوں گا نہ ہی یہاں کی آبادی کی تباہی کو دیکھوں گا۔

اس کے بعد انہوں نے دعائیہ اشعار کہے تھے۔

اللھم ان لکل الہ　　　حلا لا فامنع حلا لك

لا یغلبن محالھم　　　ابدا محالك

اللھم فان فعلت　　　فامر ما بدا لك

اے اللہ بے شک ہر الہ کا ایک متاع ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے سامان کی حفاظت کیجئے۔
ان کی طاقت آپ کی طاقت پر ہرگز غالب نہیں آئے گی کبھی
اے اللہ! اگر اب اپنے گھر کی حفاظت نہ کریں گے تو پھر یہ ایسا امر ہے جو چاہیں آپ سو کریں۔

یہ دعا کرتے ہی سمندر سے بادلوں کی مانند پرندوں کا طوفان اُٹھا اور دیکھتے دیکھتے ابابیل پرندے ان پر چھا گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ کہ پرندے ان پر سخت مٹی کے پتھر مار رہے تھے۔ فرمایا کہ پرندے ان پر لپکنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے کنکریوں کی بمبارمنٹ سے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔

پرندوں کا لشکر پر حملہ .... مصنف فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس بارے میں ایک اور طویل قصہ ہے جس کی اسناد منقطع ہے۔ مگر ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔ ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، عبد اللہ بن عون سے، وہ محمد بن سیرین سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول باری تعالیٰ کے بارے میں۔

وَاَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ تَرۡمِیۡهِمۡ

فرماتے ہیں کہ وہ ایسے پرندے تھے کہ ان کی سونڈھ تو پرندوں کی سونڈھ جیسی تھی مگر ان کے پنجے کتوں کے پنجوں جیسے تھے۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو زکریا بن ابو اسحاق مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الحسن طرائفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبد اللہ بن صالح نے ابو معاویہ بن صالح سے، وہ علی بن ابو طلحہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس قول باری تعالیٰ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ کے بارے میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک کے پیچھے ایک آرہے تھے تسلسل کے ساتھ۔ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بھوسہ ہے۔

اور ہمیں خبر دی ہے علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عباس ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے عاصم سے، اس نے زر سے، اس نے ابن مسعود سے، اس قول باری کے بارے میں طیراً ابابیل فرمایا گروپ اور غول تھے۔

ہمیں خبر دی ہے ابو نصر عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو منصور عباس بن فضل نضروی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے خالد بن عبد اللہ نے، ان کو حصین عکرمہ نے اس قول الٰہی طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ کے بارے میں۔ کہتے ہیں کہ وہ پرندے تھے جو سمندر کی طرف سے اُٹھے تھے۔ درندوں کی مانند ان کے سر تھے۔ وہ نہ کبھی اس سے قبل دیکھے گئے نہ بعد میں دیکھے گئے (گویا وہ عذاب والے پرندے تھے جو صرف اسی مہم کے لئے سامنے لائے گئے تھے) انہوں نے ان لوگوں کی چمڑیوں پر چیچک کی مثل نشان چھوڑے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جب چیچک دیکھی گئی تھے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو معاویہ نے اعمش سے، اس نے ابو سفیان سے، اس نے عبید بن عمیر لیثی سے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا تو ان پر پرندے بھیجے تھے، جو سمندر سے اُٹھے تھے۔ گویا کہ وہ کالے ابابیل میں ابلق تھے، جن کے ہاتھ بھی سفید تھے۔ ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے تراشے ہوئے۔ ایک پتھر چونچ میں تھا اور دوان کے پنجوں میں تھے۔ وہ اس طرح آئے تھے کہ آکر انہوں نے ان کے سروں پر صف باندھ لی تھی، پھر انہوں نے چیخ ماری اور جو کچھ ان کے چونچوں میں اور پنجوں میں تھا اسے گرا دیا تھا۔ جو بھی پتھر جس پر گرا اس کی دوسری طرف سے نکل گیا۔ اگر سر پر پڑا تو پاخانے کی جگہ سے نکل گیا اور اگر جسم کے دیگر کسی حصے سے گرا تو دوسری جانب سے نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ نے سخت ہوا بھیجی تھی اس سے ان کے پیر مفلوج کر دیئے تھے۔ پھر وہ اور شدید ہو گئی تھی۔ لہٰذا وہ سب ہلاک ہو گئے۔

اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوتستری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن معاویہ جمحی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کی ثابت بنیز یدنے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہلال بن خباب نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ اصحاب فیل آئے اور مقام صفاح پر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ لہٰذا عبدالمطلب (حضور کے دادا) ان کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کو جا کر بتایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے (جس کے لئے تم بُرا ارادہ کر کے آئے ہو)۔ مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو گرا کر جائیں گے۔

وہ جونہی اپنے ہاتھی کو آگے لگاتے وہ پیچھے آ جاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو بلایا، ان کو سیاہ پتھر دیئے، ان پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ جب وہ ان کے اوپر برابر آ گئے تو انہوں نے ان کو پتھر مار دیئے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا، سب کو خارش نے آ گھیرا۔ ان میں جو بھی جسم کو جہاں سے کھجاتا اپنی جلد کو وہاں اس کا گوشت گر جاتا۔

کعبہ کا نام بیت العتیق .... ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن حسن بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی لیث نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب سے، اس نے محمد بن عروہ سے، اس نے عبداللہ بن زبیر سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بیت العتیق نام رکھا ہے (کعبہ کا) عتیق عتق سے بنا ہے اور عتق کا مطلب آزاد ہونا ہے)۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ظالموں اور جابروں سے آزاد کر دیا ہے۔ اس پر کوئی سرکش ظالم کبھی غاصب نہیں آئے گا۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر بن حزم نے عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اصحب الفیل کے ہاتھی بان (یعنی ہاتھی کو چلانے والے سوار کو) اور ہاتھی کو سیدھا اور سکھانے والے دونوں شخصوں کو اپنی زندگی میں مکے میں دیکھا تھا، دونوں اندھے ہو گئے تھے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ مکہ کی گلیوں میں وہ لوگوں سے کھانا مانگتے پھرتے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۵۹۔ البدایۃ والنہایۃ: ۲/۱۷۴)۔

اگر یہ خبر صحیح ہو تو یہ توجیح کریں گے کہ اللہ نے ان کو لوگوں کی عبرت کے لئے زندہ رکھ چھوڑا ہوگا۔ مترجم

باب ۹

ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ واقع ہونا اور اس کے کنگورے گر جانا

اور موبذان کا خواب، فارس کی آگ کا دم بخود ہو جانا وغیرہ

دیگر نشانیاں جو شبِ ولادتِ رسول ظہور پذیر ہوئیں

(۱) ہمیں خبر دی ابوسعد عبدالملک بن ابوعثمان زاہد نے، ان کو خبر دی ابواحمد حسین بن علی تمیمی نے، اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبدالرحمن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسین بن علی بن محمد بن یحییٰ نے، اور محمد بن محمد بن داؤد نے اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نے، اور یہ الفاظ حسین کی روایت کے ہیں۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمن بن محمد بن ادریس نے۔ وہ کہتے ہیں

ہمیں حدیث بیان کی ہے علی بن حرب موصلی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوایوب یعلی بن عمران نے جو عبداللہ بجلی کی اولاد میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے مخزوم بن ہانی مخزومی نے، اس نے اپنے والد سے اور وہ ایک سو پچاس سال کے تھے۔

انہوں نے کہا کہ جب وہ رات آئی جس میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی تو کسریٰ کا محل گر گیا تھا، اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے تھے۔ اور فارس والوں کی آگ کا آلاؤ بجھ گیا تھا، اور یہ آلاؤ اس سے قبل ایک ہزار سال سے کبھی نہیں بجھا تھا۔ اور یکا یک بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا تھا۔ اور موبذان نے سخت اُونٹ دیکھے جو خالص عربی گھوڑوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں، اور وہ دریائے دجلہ کراس کر کے اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو کسریٰ کو اس خواب نے پریشان کر دیا۔ وہ گھبرا گئے، مگر اس پر اس نے بہادری جتلانے کے لئے اس پر صبر کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اس بات کو اپنے وزیروں اور ارکان دولت سے نہیں چھپا سکے گا۔ جس وقت اس کا صبر جواب دے جائے گا۔ چنانچہ اس نے ان کو جمع کیا اور تاج پہن کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ جب وہ سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ وہ بولے نہیں، ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں، بلکہ بادشاہ ہمیں خود بتائے گا۔ وہ اس سلسلے کی بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک اس کے پاس فارس کی آگ کے بجھ جانے کا خط بھی آ گیا، جس نے اس کے غم کو اور زیادہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اس خواب کی تفصیل ان کو بتائی جس نے اس کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ پھر موبذان نے کسریٰ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کی خیر رکھے آج رات میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے اُونٹوں والا خواب اس کو بتایا۔ کسریٰ نے پوچھا کہ اب کیا ہوگا، اے موبذان؟

وہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ سرزمین عرب کے کونے میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اسی وقت کسریٰ نے ایک خط لکھا، جس کا عنوان تھا کہ

یہ خط بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ کی طرف سے نُعمان بن منذر کی طرف۔

امابعد.......... آپ میرے پاس ایک عالم بھیجیں جس سے میں جو چاہوں پوچھ سکوں۔ انہوں نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن بقیلہ غسانی کو بھیج دیا۔ وہ جب پہنچے تو کسریٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس ایسا علم ہے کہ میں جو چاہوں تم سے پوچھ لیا کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مجھ سے کوئی سوال کرے یا مجھے خبر دے، اگر میرے پاس اس کا علم ہوگا تو میں ان کو اس کا جواب دوں گا۔ اگر میرے پاس علم نہیں ہوگا تو میں کسی ایسے آدمی کی طرف رہنمائی کروں گا جو اس کو جانتا ہوگا۔

لہٰذا کسریٰ نے ان کو وہ خواب ذکر کیا۔ اس نے بتایا کہ اس خواب کی تعبیر کا علم میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے بالائی حصے میں رہتا ہے۔ اس کا نام سطیح ہے۔ کسریٰ نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ اس کے پاس جائیں اور جا کر پوچھیں پھر اس کی وہ تعبیر میرے پاس لائیں، جو وہ آپ کو بتائے۔ لہٰذا عبدالمسیح اُٹھ کر چلے گیا اور سطیح کے پاس پہنچے تو وہ موت کی کشمکش میں تھا، اس نے جا کر ان کو سلام کیا۔ مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا عبدالمسیح نے شعر کہے :

اصم ام یسمع غطریف الیمن　　　　ام فاد فازلم به شاو العنن

یا فاصل الخطة اعیت من و من　　　　و کاشف الکربة عن وجه غضن

اتاك شیخ الحی من ال سنن　　　　وامه من ال ذئب بن حجن

ازرق بهم الناب صوار الاذن　　　　ابیض فضفاض الرداء والبدن

رسول قیل العجم یسری بالرسن　　　　لا یرهب الرعد ولا ریب الزمن

تجوب بی الارض علنداة شزن　　　　ترفعنی وجنا وتهوی بی وجن

حتی اتی عاری الحآجی والقطن تلفه فی الریح بوغاء الدمن
کانما حثحث من حضنی ثکن

کیا یمن کا سردار بہرہ ہے یا سُن رہا ہے یا دل کا دورہ پڑ گیا ہے اس کو۔ لہٰذا جلدی کی ہے اس کے ساتھ بالآخر موت کی سبقت نے۔ اے اس خاص سرزمین کے مالک جس نے نہ جانے کس کس کو تھکا کر کمزور کردیا ہے۔ اور اے نحیف اور پُرشکن چہرے سے پریشانی دُور کرنے والے۔ آپ کے پاس قبیلے کا بزرگ آیا ہے جو کہ آل سنن سے ہے۔ جس کی ماں آل ذئب بن حجن سے ہے۔ نیلی آنکھوں والا سیاہ دانتوں والا۔ کانوں کو پھاڑنے والا۔ سفید پرانی تارتار چادر والا، چوربدن والا۔ عجم کے سردار کا قاصد جو خاص حاجت کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ نہ بادلوں کی گرج سے ڈرتا ہے اور نہ ہی زمانے کے حوادث سے۔ مجھے زمین گھماتی جاتی ہے۔ مضبوط اُونٹنی جو کہ سخت ہے۔ وہ مجھے اُوپر اُٹھاتی ہے پتھریلی زمین پر اور دُور دراز پہنچاتی ہے مجھے دوسری پتھریلی زمین پر یہاں تک کہ آیا پینے کا برہنہ اور ظاہر ہڈیوں والا اور جھکی ہوئی کمر والا۔ لپیٹتی ہے اس کو ہوا میں نرم مٹی اور غبار (روڑی) کچرے کے ڈھیر کا۔ گویا کہ (اسی مٹی کا غبار) کا سرمہ لگایا گیا تھا مجھے۔ میری پرورش کرنے والی دونوں (ماؤں) کی طرف سے اکٹھے۔

سطیح کے کلمات .... کہتے ہیں کہ یہ اشعار سُن کر سطیح نے اپنی دونوں آنکھیں کھولدیں اور پھر کہا کہ اے عبدالمسیح! جو تیز رفتار اُونٹ پر سوار ہو کر آیا ہے سطیح کی طرف، میں صاف صاف اور پوری بات تمہیں بتاتا ہوں۔ تجھے ساسانی بادشاہ نے بھیجا ہے۔ ایوان کسریٰ کے زلزلے، فارس کی آگ کے بجھنے، موبذان کے خواب کا پوچھنے کے لئے۔ جو خواب اس نے دیکھا ہے کہ مضبوط اُونٹ خالص عربی گھوڑوں کو آگے آگے کھینچ کر چل رہا ہے، جنہوں نے دریائے دجلہ پار کرلیا ہے۔ اور وہ اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ سنو اے عبدالمسیح!

(۱) جس وقت (قرآن کی) تلاوت کثرت سے شروع ہوجائے گی۔ (۲) اور موٹی لاٹھی والا شخص ظاہر ہوجائے۔

(۳) اور وادی سماوہ بہہ چلے۔ (۴) اور دریائے ساوہ خشک ہوجائے۔

(۵) اور اہل فارس کی آگ کا آلاؤ بُجھ جائے۔ تو شام کی سرزمین سطیح کا مسکن نہیں رہے گی۔ ہاں شامیوں میں سے بعض بادشاہ اور ملکہ بادشاہت کریں گے مگر کسریٰ محل کے (گرنے والے) کنگروں کی تعداد کے مطابق، اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آئے گی۔ سطیح نے اپنی بات پوری کرلی، تو عبدالمسیح اپنے سامان سفر پر واپس اُٹھ کر چلا آیا۔ اور وہ یہ شعر کہہ رہا تھا :

شمر فانك ماضی الهم شمیر لا یفزعنك تفریق وتغییر
ان یمس ملك بنی ساسان افرطهم فان ذلك اطوار دهاریر
فربما ربما اضحوا بمنزلة یهاب صولتها الاسد المهاصیر
منهم اخو الصرح بهرام واخوته والهرمزان وسابور وسابور
والناس اولاد علات فمن علموا ان وقد اقل فمحقور ومحجور
وهم بنو الام، اما ان رأوا نشبا فذاك بالغیب محفوظ ومنصور
والخیر والشر مقرونان فی قرن والخیر متبع والشر محذور

(عبدالمسیح اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں) کہ ہمت کر بے شک آپ تو مسلسل پریشانیوں میں ہمت کرتے ہیں۔ آپ کو حالات کی تفریق اور تغیر ہرگز غمگین نہ کرے۔ اگر بنو ساسان کی حکومت شام میں بُجھ گئی تو جلدی ہی کوئی اور حکومت قائم ہوجائے گی۔ بے شک یہی زمانوں کا دستور ہے۔ کبھی کبھی وہ بادشاہ شوکت و دبدبہ کیا ایسے مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کے غلبے اور خوف سے بہادر شیر بھی ہیبت زدہ ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے (چند نام یہ ہیں) صاحب محل، بہرام اور اس کے بھائی ہرمزان، اور سابور اور سابور واقعی سابور تھا۔ اور لوگ تو علاتی باپوں کی اولاد ہیں (یعنی کہ باپ ایک اور مائیں مختلف) جس کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ وہ اس سے کمتر ہے۔ سو وہ ذلیل ورسوا ہوتا ہے۔ علیحدہ و اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور وہ ماں کی اولادیں، اگر وہ مالدار ہوجائیں (مال مویشی کے ساتھ) تو یہ اس کی غیبی حفاظت ہوتی ہے اور مدد ہوتی ہے۔ ہر حال خیر وشر دونوں زمانے میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ خیر کی تو پیروی کی جاتی ہے اور شر سے محفوظ رہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور آ کر اس کو سطیح کے قول کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگا، ارے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے (اس نبی کے آنے اور ہماری حکومتوں کو ختم ہونے میں)۔ ہم میں سے ابھی تو چودہ بادشاہ آنے ہیں، اس دوران نہ جانے کیا کیا امور واقع ہوں گے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان میں سے صرف چار سال کی مدت میں دس بادشاہ گزر گئے۔ اور باقی چار بھی حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت تک پورے ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۹۶۔ الوفاء ۱/ ۹۷)

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ سطیح کی طرف منسوب ایک اور قصہ بھی ہے، جس میں اس نے اس وقت بھی کچھ ایسی ہی خبر دی تو جب وہ مکہ میں آیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ قریش میں سے جوان سے ملے ہوئے تھے، ان میں سے ایک عبد مناف بن قصی بھی تھے۔ ان کو اس نے نبی کریم ﷺ کے احوال کے بارے میں اور ان کے بعد خلفاء کے بارے میں خبر دی تھی۔ اور سطیح سے منسوب اور قصہ بھی ہے۔ ہاں البتہ ربیعہ بن نصر لخمی کے خواب کی تاویل کی بابت بہت تکلف کیا گیا ہے۔

باب ۱۰

ذکر رضاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور دودھ پلانے والی اور پرورش کرنے والی مائیں

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ہمیں حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کی والدہ کے حوالے کئے گئے اور ان کے دودھ پلانے والیاں تلاش کی گئیں (ان کے دودھ پلانے کے لئے)۔

حلیمہ بنت ابوذویب سے دودھ پلانے کی درخواست کی گئی۔

ابوذویب کا نام عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر ہے۔

حضور ﷺ کا رضاعی والد .... آپ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

حضور ﷺ کے رضاعی بہن بھائی .... ۱۔ عبداللہ بن حارث ۲۔ انیسہ بنت حارث ۳۔ حذافہ بنت حارث (اس کا نام شیما ہے)۔ یہی نام ان کا مشہور ہو گیا تھا۔ وہ اپنی قوم میں اسی نام سے معروف تھیں۔ یہ حضور ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ بنت ابوذویب کی بیٹی تھیں۔ مؤرخین نے ذکر کیا کہ شیما حضور ﷺ کی پرورش کرتی تھی اپنی والدہ کے ساتھ، جب حضور ﷺ ان کے پاس تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن اسحاق نے، ان کو حدیث بیان کی جہم بن ابی جہم نے۔ وہ بنو تمیم کی ایک عورت کے غلام ہیں جو کہ حارث بن حاطب کی بیوی تھی۔ اس غلام کو حارث بن حاطب کا غلام کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اس نے، جس نے سنا عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے حلیمہ بنت حارث نے، جو کہ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں بنو سعد بن بکر کی دیگر عورتوں کے ساتھ میں مکہ آئی۔ ہم لوگ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلے تھے (جو ہمیں دودھ پلانے کے لئے دیئے جائیں)۔ اور یہ سال قحط سالی کا سال تھا۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آئی تھی۔ سفید رنگ کی تھی اور وہ سواری اُٹھانے سے تھکی ہوئی تھی

اور ہمارے ساتھ ہمارا چھوٹا بچہ بھی تھا اور ہماری ایک اُونٹنی بھی تھی، جس سے ایک دودھ کا قطرہ بھی نہ آتا تھا۔ ہم رات بھر سوئے بھی نہیں تھے اپنے بچے کے ساتھ۔ میرے سینے میں اتنا دودھ ہی نہیں تھا جس سے وہ شکم سیر ہو کر پی لے۔ اور ہماری اُونٹنی کے پاس بھی دودھ نہیں تھا۔ جس سے ہم اس کو غذا مہیا کرتے۔ لہٰذا ہم لوگ مکہ میں آئے۔

اللہ کی قسم ہم عورتوں میں سے ہر عورت کے لئے حضور ﷺ پیش کئے گئے، مگر سب نے انکار کر دیا۔ جب یہ کہا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ ہم یہ کہتے تھے کہ اس کی ماں ہمیں کیا دے گی؟ کیونکہ ہم بچوں کے باپ سے معاونت کی امید کرتے تھے۔ ماں تو ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ کی قسم میرے علاوہ جتنی عورتیں تھیں سب نے (میری سہیلیوں نے) کوئی نہ کوئی بچہ اُٹھا لیا تھا۔ مجھے تو محمد ﷺ کے سوا کوئی بچہ ہی نہ ملا دودھ پلانے والا۔

حلیمہ سعدیہ کی قسمت جاگنا .... میں نے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سے کہا اللہ کی قسم میں یہ بات بالکل ناپسند کرتی ہوں کہ میں اپنی سہیلیوں میں اکیلی اور خالی ہاتھ جاؤں، میرے پاس کوئی دودھ پینے والا بچہ ساتھ نہ ہو۔ میں اس یتیم کے پاس جاتی ہوں اور اسے لے آتی ہوں۔ اس نے کہا کہ مرضی ہے تمہاری، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ میں جا کر حضور ﷺ کو لے آئی۔ اللہ کی قسم میں نے انہیں اس لئے لیا تھا کہ مجھے اس کے سوا اور کوئی دوسرا بچہ ملا نہیں تھا۔ چنانچہ میں اسے لے کر اپنی منزل پر پہنچی۔

میں نے اپنا پستان اس کے آگے کیا تو اس نے خوب سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ اور اس کے رضاعی بھائی نے پیا، وہ بھی شکم سیر ہو گیا۔ اور میرے شوہر اُٹھ کر اُونٹنی کے پاس گئے تو اس کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا۔ انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا۔ ہم خوب سیر ہو گئے۔ ہم نے یہ رات خیر خوشی کی گزاری۔ صبح میرے شوہر نے مجھ سے کہا :

> اے حلیمہ اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی مبارک رُوح لے کر آئی ہو۔ کیا آپ دیکھتی نہیں ہو کہ اس کو لے آنے کے بعد ہم نے آج رات کیسی خوشی اور سکون سے گزاری ہے؟ اور خیر و برکت سے گزاری ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہماری خیر و برکت میں اضافہ کرتا رہے۔ جونہی ہم اپنے شہروں کی طرف روانہ ہوئے اور ہماری گدھی نے اتنی مسافت طے کی جتنا کہ گدھے بھی طے نہیں کر سکتے۔ یہاں تک میری سہیلیاں کہنے لگیں :

حاشیہ از مترجم و محشی : جن عورتوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا وہ دس ہیں۔

(۱) آپ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وہب نے حضور ﷺ کو سات دن دودھ پلایا۔

(۲) ثویبہ لونڈی ابولہب۔ ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ اور سیدہ خدیجہ اس آزاد شدہ لونڈی ثویبہ کا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ ان کے لئے مدینہ سے کپڑے اور دیگر عطایا بھیجتے تھے۔ اور فتح خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کے بیٹے مسروح کا دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ پھر اس کے قرابت داروں کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی ان میں سے باقی نہیں ہے۔

(۳) قبیلہ بنوسعد کی خاتون حلیمہ سعدیہ۔

(۴) خولہ بنت منذر ام بردہ انصاریہ۔ بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ مگر ابن سعد مؤرخ کے بقول اس نے حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دودھ پلایا تھا۔ یہی صحیح ہے۔

(۵) اُم ایمن برکہ۔ اس کو مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ وہ پرورش کرنے والیوں میں سے ہے۔ دودھ پلانے والیوں میں نہیں۔

(۶، ۷، ۸) مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ بنوسلیم کی تین عورتوں کے پاس حضور ﷺ گزارے گئے اور آپ نے ان کا دودھ پیا تھا۔

(۹) اُم فروہ۔ اس کو مستغفری نے ذکر کیا ہے۔

(۱۰) حلیمہ بنت ابوذویب بن عبداللہ بن بجنہ بن رزام بن ناصرہ۔

ارے حلیمہ! کیا یہ وہی گدھی نہیں ہے جس پر آپ ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے کہا، ہاں یہ وہی ہے۔ وہ کہتیں اللہ کی قسم اس کی تو حالت ہی بدل گئی ہے۔ اسی حال میں ہم لوگ بنوسعد کی زمینوں پر پہنچے۔

میں نے خدا کی زمینوں میں بنوسعد کی زمین سے زیادہ قحط زدہ خشک اور بنجر زمین نہیں دیکھی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے آجانے کے بعد میری بکریاں صبح کو جاتی تھیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتی تھیں اور دودھ سے تھن بھرے ہوتے تھے۔ ہم جس قدر چاہتے تھے دودھ دوہتے تھے۔ جبکہ ہمارے اردگرد کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں تھا جس کی بکریاں ایک قطرہ دودھ کا بھی رکھتی ہوں۔ شام کو ان کی بکریاں خالی پیٹ بھوکی واپس آتی تھیں۔ لہٰذا بکریوں کے مالک اپنے اپنے چرواہوں سے کہتے تھے تم بھی ان کے ساتھ چروایا کرو۔ لہٰذا وہ اپنی بکریاں، میری بکریوں کے ساتھ چراتے، جہاں وہ چرتی تھیں، مگر پھر بھی وہ اپنی بکریاں شام کو بھوکی واپس لاتے تھے۔ دودھ کا ایک قطرہ نہیں ہوتا تھا۔ اور میری بکریاں جب شام کو آتیں تو پیٹ بھرے ہوتے، دودھ ٹپک رہا ہوتا تھا۔ ہم جتنا چاہتے تھے دودھ نکالتے تھے۔ ہمیشہ اللہ ہمیں برکتیں دکھاتا رہا اور ہم ان کو سمجھتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ دو سال کے ہو گئے۔ اور حضور تیزی کے ساتھ جوان ہوتے گئے۔ عام لڑکوں کی طرح نہیں تھے۔ جب دو سال کو پہنچے تو ایک سخت جان لڑکے تھے۔ ہم ان کو ان کی ماں کے پاس لے آئے۔ مگر ہم دینے میں بہت بخیل تھے۔ اس لئے ہم نے ان کی برکتیں دیکھ لی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ واپس بنی سعد میں .... جب حضور ﷺ کو ان کی والدہ نے دیکھ لیا تو ہم نے ان سے کہا، اے دودھ پلوانے والی محترمہ ہمیں رخصت دیجئے۔ ہم اپنے بیٹے کو ایک سال اور واپس لے جا کر اپنے پاس رکھ لیں، ہمیں اس پر مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ اللہ کی قسم ہم برابر اس بات پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے کہا، اچھا ٹھیک ہے لے جایئے۔ اس طرح انہوں نے حضور ﷺ کو ہمارے ساتھ چھوڑ دیا۔ ہم نے ان کو دو یا تین ماہ اپنے بیچ میں ٹھہرایا تھا کہ ایک دن وہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے عقب میں بکری کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اُن کا بھائی گھبرایا ہوا ہمارے پاس آیا اور بتانے لگا کہ دو آدمی آئے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے قریشی بھائی کو لٹا دیا ہے اور انہوں نے اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی میں اور اس کے ابو گھبرا کر اس کی طرف بھاگے مگر ہم نے انہیں وہاں کھڑے ہوئے پایا۔ ان کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کے ابو نے جا کر اس کو سینے سے لگا لیا اور پوچھنے لگے، اے بیٹا آپ کو کیا ہوا ہے؟ حضور ﷺ نے بتایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے تھے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر لیٹا دیا، پھر میرے پیٹ کو انہوں نے چاک کر دیا پھر انہوں نے اس میں سے کوئی چیز ڈھونڈ کر نکالی اور اسے پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو انہوں نے دوبارہ ایسے کر دیا جیسے پہلے تھا۔ لہٰذا ہم حضور ﷺ کو اپنے ساتھ اندر لے آئے۔ ان کے ابو کہنے لگے اے حلیمہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ کہیں اس کو یہ مصیبت نہ پہنچ جائے۔ میرے ساتھ چلو ہم اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا کر آتے ہیں، اس سے پہلے کہ اس پر کچھ ظاہر ہو جائے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ ہم لوگوں نے یوں حضور ﷺ کو اُٹھایا اور ان کی امی کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں ان کے ساتھ دیکھا تو دیکھ کر پریشان ہو گئیں کہ خیریت تو ہے کیسے لے آئے ہو؟ تم تو اس کے رکھنے پر حریص تھے؟ ہم نے کہا کہ نہیں قسم ہے اللہ کی اے دودھ پلوانے والی ماں۔ اللہ تعالیٰ نے خیریت کے ساتھ ہم سے اس کو واپس اپنے گھر والوں کے ہاں پہنچا دیا۔ ہم نے وہ اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے جو ہمارے ذمہ تھی۔ ہم نے کہا کہ ہمیں اس کے ضائع ہونے اور اس کے ساتھ کچھ ہو جانے کا ڈر لگا تو ہم نے چاہا کہ ہم اس کو اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔

وہ کہنے لگیں کہ کیا ہوا اس کو سچ سچ بتا دو اپنا معاملہ۔ انہوں نے ہمیں نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو پوری پوری خبر بتا دی۔ ان کی والدہ نے پوچھا کہ کیا تم اس پر شیطان کا خطرہ یعنی کسی جن کا خطرہ محسوس کرتی ہو کہنے لگی اللہ کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا، کسی جن کے لئے اس پر کوئی چارہ نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی ایک خاص شان ہوگی۔ کیا میں تمہیں نہ بتا دوں جیسے اس کی خبر ہے؟ ہم نے کہا کہ ضرور بتایئے۔

فرمایا کہ میں جب ان کے ساتھ حاملہ تھی تو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ گویا کہ مجھ سے ایک روشنی نمودار ہوئی ہے۔ جس کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ پھر جب پیدا ہو چکے تھے تو تمام بچوں کی طرح نہیں ہوئے تھے بلکہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر سر کو اُوپر اُٹھائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ لوگ اس کو چھوڑ جایئے۔

میں کہتا ہوں تحقیق روایت کیا ہے۔ محمد بن زکریا غلابی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے اس وجہ سے اس قصے کو بہت اضافات کے ساتھ۔ اور وہ سارے میں نے سُن رکھے ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ محمد بن زکریا تہمت زدہ ہے حدیثیں وضع کرنے کی تہمت کے ساتھ۔ لہٰذا اسی پر اقتصار کرنا جو اہل مغازی کے نزدیک معروف ہے وہ زیادہ بہتر و اولیٰ ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا ان روایات کو درج کرنے کے بارے میں۔ لہٰذا اس کے الحاق کرنے کی بات اختیار واقع ہو۔ اس کے ساتھ جسے ہم نے اہل مغازی سے پہلے نقل کیا ہے بوجہ اس کی شہرت کے مذکورین میں۔

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام .... ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن عبداللہ بن یوسف عمانی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد زکریا غلابی نے ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ان کے والد نے، سلیمان بن علی سے، اس نے اپنے والد علی بن عباس سے، اس نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ حلیمہ بنت ابوذویب جس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ وہ بیان کرتی تھی کہ انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا تو انہوں نے اس وقت کلام کیا تھا۔ میں نے سُنا کہ وہ عجیب کلام کر رہے تھے۔ میں نے سُنا وہ کہہ رہے تھے :

الله اكبر كبيرًا ، والحمد لله كثيرًا ، وسبحان الله بكرة واصيلا

جب وہ ذرا بڑے ہو گئے تو وہ جب لڑکوں کو کھیلتے دیکھتے تو ان سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے، ”اے امی کیا ہوا میرے بھائی دن بھر گھر میں نظر نہیں آتے“؟ میں نے ان کو بتایا کہ میری رُوح آپ کے اُوپر قربان جائے وہ تو جو ہماری بکریاں ہیں نا ان کو چرانے چلے جاتے ہیں۔ وہ صبح سے رات تک باہر رہتے ہیں رات کو واپس آتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے اور وہ رو دیئے۔ پھر وہ کہنے لگے ، ”امی میں پھر اکیلا یہاں پر کیا کروں گا؟ مجھے بھی اب ان کے ساتھ بھیج دیا کیجئے“۔ میں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں؟ بولے جی ہاں“۔ کہتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے ان کو تیل لگایا، سُرمہ لگا، اچھی قمیض پہنائی اور میں نے پھر سلیمانی منکے یا گھونگے یا یمنی کوڑیاں اُٹھا کر نظر بد سے حفاظت کے لئے ان کے گلے میں لٹکا دیئے۔ انہوں نے ایک لاٹھی اُٹھائی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئے۔

چنانچہ وہ خوشی خوشی روزانہ جانے لگے۔ اسی دوران وہ ایک دن بکری کے بچوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے چلے گئے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو یکایک میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا بیٹا ضمرہ گھبرایا ہوا دوڑا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ گر رہا ہے۔ اس پر حیرانی و پریشانی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے۔ اے ابا، اے اماں میرے بھائی محمد ﷺ کے پاس آ جاؤ۔ تم نہیں ملو گے اس سے مگر وہ مر چکا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ بولا کہ ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے، پتھر پھینک رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ اچانک اس کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے اس کو اُچک لیا۔ ہمارے بیچ میں سے اور اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ ہم اس کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ اس نے اُوپر جا کر اس کا سینے سے لے کر زیر ناف کے بالوں کی حد تک چیر دیا۔ باقی مجھے نہیں پتہ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ اس کو مل سکو گے، ہاں وہ مر چکا ہوگا۔

شق صدر کا واقعہ .... کہتی ہیں کہ ان کے والد اور میں دوڑے دوڑے ان کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہ اُوپر کو اُٹھی ہوئی تھی مگر وہ مسکرا رہے تھے۔ میں جا کر منہ کے بل ان پر گر پڑی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور میں نے کہا میری رُوح تم پر قربان جائے کس نے آپ کو ڈرایا ہے؟ وہ کہنے لگے :

''خبر ہے اے امی! میں ابھی ابھی کھڑا ہوا تھا اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ میرے پاس اچانک تین آدمی آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا کوزہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک تھال تھا، وہ برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور وہ مجھے پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ انہوں نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ مجھے پہاڑ پر لٹا دیا۔ پھر انہوں نے میرے سینے سے ناف کے نیچے تک چاک کر دیا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، مجھے نہ تو اس کا کوئی احساس ہوا اور نہ ہی کوئی درد ہوا پھر اس شخص نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے آنتیں وغیرہ نکال لیں، پھر اس نے ان کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ مگر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ دھویا ہے۔ پھر اس نے ان کو واپس اپنی جگہ رکھ دیا ہے۔ اب دوسرا اٹھا، اس نے پہلے والے سے کہا کہ آپ اس سے ہٹ جائیے۔ اللہ نے جو آپ کو اس کے بارے میں حکم دیا تھا آپ نے وہ کام پورا کر لیا ہے۔ وہ میرے قریب آیا، اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ داخل کیا اور اس نے میرے دل کو باہر نکال کر چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ نکتہ نکالا جو کہ خون سے بھرا ہوا تھا، اسے پھینک دیا اور کہنے لگا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ تھا اے اللہ کے حبیب! پھر اس نے دل کو ایک چیز کے ساتھ بھر دیا جو اس کے پاس تھی۔ پھر اس نے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا ہے۔ پھر اس نے اس پر ایک نور کی مہر لگا دی ہے۔

میں ابھی بھی اپنی رگوں میں دُکھ لیتے جوڑوں میں اس کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔ پھر تیسرا آدمی اُٹھا اس نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے وہ کام پورا کر لیا ہے جو اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا۔ پھر وہ میرے قریب آیا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے سے نیچے تک پھیرا جہاں تک چیرا گیا تھا، چنانچہ وہ درست ہو گیا۔ پھر فرشتے نے کہا اس کو تولو اس کی اُمت کے ساتھ دس افراد کے ساتھ۔ انہوں نے مجھے تولا تو میں دس افراد کے زیادہ بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اگر تم اس کی پوری اُمت کے ساتھ تولو گے تو بھی یہ ان سب سے وزنی ہوگا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا۔

پھر وہ مجھ پر اوندھے گر گئے، انہوں نے میرے سر پر بوسہ دیا اور میری آنکھوں کے درمیان بھی اور کہنے لگے، اے اللہ کے حبیب آپ ہرگز نہیں ڈرائے جائیں گے۔ اگر آپ جان لیں کہ آپ کے ساتھ کس قدر خیر ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر وہ مجھے کھڑا ہوا اسی جگہ چھوڑ کر اُوپر کو اُڑنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان کے پردوں میں داخل ہو گئے۔ اور میں ان کی طرف دیکھتا رہا اور دیکھتا رہوں گا۔ اگر میں چاہوں تو میں آپ کو ان کے داخل ہونے کی جگہ دکھا سکتا ہوں''۔

واقعہ شق صدر کے بعد کاہن کے پاس لے جانا .... حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کو اُٹھا لیا اور میں بنی سعد بن بکر کی منازل میں سے ایک منزل پر لے آئی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس کو کسی کاہن کے پاس لے جائیے تاکہ وہ اس کو دیکھے اور اس کا علاج کرے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہے جو تم لوگ ذکر کر رہے ہو۔ میں اپنے نفس کو صحیح سالم سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ میرا دل بھی صحیح ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کو جھپٹ ہو گئی ہے یا کوئی جن اس پر آ گیا ہے۔ حلیمہ کہتی ہے کہ لوگ میری رائے پر غالب آ گئے۔ لہٰذا میں ان کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ اور میں نے کاہن کو اس کا سارا واقعہ سُنا دیا۔ اس نے کہا آپ مجھے چھوڑیئے، میں اس سے پوچھنا اور سُننا چاہتا ہوں کیونکہ یہ لڑکا اپنے معاملہ کو تم سے بہتر جانتا ہے۔ اے لڑکے آپ بولئے۔ سیدہ حلیمہ کہتی ہے کہ میرے بیٹے محمد ﷺ نے اس کو اول سے آخر تک اپنا پورا قصہ بتا دیا۔ چنانچہ سب کچھ سُن کر ایک دم اُچھل کر کاہن کھڑا ہو گیا اپنے پیروں پر اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر بلند آواز کے ساتھ چیخا۔

اے آل عرب، اے آل عرب تم لوگ خطرے سے آگاہ ہو جاؤ۔ تم لوگ اس لڑکے کو قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو، کیونکہ اگر تم ان کو زندہ چھوڑو گے اور وہ جوان ہو جائے گا تو یہ تمہارے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دے گا اور تمہارے دین کو جھوٹا قرار دے گا۔ اور وہ ضرور بالضرور تمہیں رب کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانو گے۔ اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کو تم پسند نہیں کرو گے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ جب میں نے اس کاہن کی بات سُنی تو میں نے محمد ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس نے کہا تم ان سے زیادہ تنگ اور خوفزدہ ہوا ور دیوانہ ہو۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم ایسی بات بکو گے تو میں تمہارے پاس لے کر ہی نہ آتی۔ تم خود ہی کوئی ایسا بندہ ڈھونڈو جو تمہیں قتل کر دے۔ ہم تو محمد ﷺ کو قتل نہیں کریں گے۔ میں نے اسے اُٹھایا اور اپنے گھر لے آئی۔

ہر گھر میں خوشبو کا مہکنا .... اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں جس جس گھر میں ان کو لے کر گئی وہیں وہیں کستوری کی تیز خوشبو اس سے ہم نے محسوس کی۔ اور ہر دن ان پر دو سفید کپڑوں والے آدمی اُترتے تھے اور ان کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے تھے اور ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اے حلیمہ اس کے دادا عبدالمطلب کے پاس واپس کر آؤ اور اپنی امان سے اس کو خارج کردو۔ کہتی ہیں کہ میں نے بھی اس بات کا پکا عزم کرلیا۔ پھر میں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی سُنی جو آواز لگا رہا تھا کہ مبارک باد ہو تیرے لئے اے بطحاء مکہ آج کے دن تیرے اُوپر نور واپس کیا جائے گا اور دین اور حسن وخوبصورتی اور کمال۔ تم امن میں رہو اس بات سے کہ تم رسوا کی جاؤ یا غمگین کی جاؤ ابدالآباد تک اور زمانوں کے زمانوں تک۔

رسول اللہ ﷺ کا اچانک غائب ہو جانا .... وہ کہتی ہیں کہ پھر میں سوار ہوئی اپنی گدھی پر اور میں نے حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ میں سفر کرتی ہوئی مکہ کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں لوگوں کی جماعت موجود تھی۔ میں نے حضور ﷺ کو وہاں اُتار دیا تاکہ میں اپنی ضرورت وہاں پوری کرلوں اور اپنا حلیہ درست کرلوں۔ میں نے دیوار گرنے جیسی ایک شدید ہیبت ناک آواز سُنی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا، حضور غائب ہو چکے تھے۔ میں نے چیخنا شروع کر دیا لوگو میرا بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کونسا بچہ؟ میں نے بتایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اللہ نے جس کے ذریعہ میرے چہرے کو رونق عطا کی، جس کے ذریعہ اللہ نے میرے خاندان کو غنی کر دیا، جس کے ذریعہ اللہ نے میری بھوک کو شکم سیری سے بدل دیا، میں اس کو پالتی رہی جب میں نے اپنی خوشی اس کے ساتھ پالی اور اپنی آرزو پوری ہونے کا وقت آیا تو میں اس کو واپس کرنے لے آئی تھی اور اپنی امان سے خارج کرنے آئی تھی میرے ہاتھ سے میرا بچہ اُچک لیا گیا ہے، اس طرح کہ اس کے قدم ہی زمین پر نہیں لگنے دیئے گئے لات اور عزیٰ کی قسم ہے اگر مجھے وہ نظر نہ آیا تو میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر پاش پاش کردوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ قافلے سے غائب تھیں آپ کے ساتھ محمد ﷺ نہیں تھے۔

کہتی ہیں کہ میں نے کہا ابھی تو وہ تم لوگوں کے سامنے موجود تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے مجھے مایوس کر دیا تو میں افسوس کے مارے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی وامحمداہ واولداہ۔ چنانچہ میں نے رو رو کر اردگرد والوں کو چیخ چیخ رلا دیا خود رو رو کر۔ لوگ بھی میرے ساتھ زور زور سے رونے لگے میرے غم کی وجہ سے۔ اچانک میرے پاس ایک بوڑھے ضعیف آدمی نے آکر کہا جو کہ اپنی لاٹھی کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا، اے حلیمہ سعدیہ تم کیوں رو رہی ہو اور لوگوں کو بھی رلا رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد ﷺ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ مت رو میں تمہیں وہ شخص بتاتا ہوں جو اس کے بارے میں جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تیرے پاس واپس بھی لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ضرور بتایئے۔ اس نے بتایا سب سے بڑا بت۔

کہتی ہے کہ میں نے کہا تیری ماں تجھے گم پائے شاید تجھے نہیں پتہ کہ جس رات کو محمد ﷺ پیدا ہوئے اس رات لات وعزیٰ کا کیا حشر ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا کہ شاید آپ اول فول بک رہی ہو اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ چلو میں چلا جاتا ہوں بت کے پاس جا کر تیری طرف سے دعا کرتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کا بیٹا واپس کرادے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ پھر وہ بوڑھا اندر داخل ہوا، میں اس کو دیکھ رہی تھی اس نے ہبل کے گرد سات چکر لگائے اور اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس نے اس کو پکارا۔ اے میرے سردار تو ہمیشہ سے قریش پر انعام کی نوازش کرتا رہتا ہے۔ یہ سعدیہ عورت ہے، یہ کہتی ہے کہ اس کا بیٹا بھٹک گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہبل منہ کے بل گر گیا۔ اور سارے کے سارے بت ایک دوسرے پر گر گئے۔ اور ان سے آواز آئی، ہم سے ہٹ جا اے شیخ۔ ہماری ہلاکت محمد ﷺ کے ہاتھ پر ہے۔

کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بوڑھے کے دانت بج رہے تھے اور اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ اس نے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ رونے لگے اور کہہ رہے تھے، اے حلیمہ نہ رو تیرے بیٹے کا ایسا رب ہے جو اس کو ضائع نہیں ہونے دے گا تم آرام سے اس کو تلاش کرلو۔

کہتی ہیں کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ خبر مجھ سے پہلے عبدالمطلب کو نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے مجھے پریشان دیکھتے ہوئے پوچھا کیا تیرے ساتھ سعادت اُتری یا نحوست؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا بلکہ بہت بڑی نحوست ہے۔ وہ مجھ سے سمجھ گئے اور کہنے لگے لگتا ہے کہ تیرا بیٹا تجھ سے بھٹک گیا ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا جی ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ بعض قریش نے اس کو دھوکے سے پکڑ کر قتل کر دیا ہے۔

لہٰذا عبدالمطلب نے فوراً تلوار سونت لی اور غصے سے آگ بگولہ ہو گئے اور وہ جب غصے میں آتے تو ان کے غصے کی وجہ سے کوئی بھی ان کے آگے نہیں ٹھہرتا تھا۔ انہوں نے انتہائی اُونچی آواز کے ساتھ پکارا یَـا یُسَیْل۔ یہی جاہلیت میں ان کی پکار ہوتی تھی۔ چنانچہ تمام قریش ان کی ایک آواز پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا، اے ابوالحارث کیا بات ہے کیوں بلایا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا بیٹا محمد گم ہو گیا ہے۔ قریش نے کہا، آپ سوار ہو جائیے ہم بھی آپ کے ساتھ سواریاں لے کر چلتے ہیں تلاش کرنے کے لئے۔ آپ اگر گھوڑے دوڑائیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ دوڑائیں گے۔ آپ اگر سمندر میں گھسیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ گھسیں گے۔ چنانچہ وہ سب سوار ہو کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بالائی مکہ اور زیریں مکہ چھان مارا۔ جب کچھ بھی نظر نہ آیا تو انہوں نے گلے میں دوسری قمیص بدلی اور سر پر چادر بھی اور بیت اللہ کے ساتھ مرتبہ انہوں نے طواف کیا۔ اور یہ شعر کہا:

یارب ان محمدًا لم یوجد فجمیع قومی کلهم متردد

اے میرے رب! بے شک محمد نہیں مل رہا۔ لہٰذا میری پوری قوم پریشان ہے

اس کے بعد ہم لوگوں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی کو سُنا جو فضاء کی ہوا میں کہہ رہا تھا، اے قوم قریش کی جماعتو مت چیخو، بے شک محمد ﷺ کا ایسا رب ہے جو اس کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا اور نہ ہی اس پر ظلم ہونے دے گا۔ عبدالمطلب نے جو رب سے کہا اے ہاتف ہمیں کون اس کے بارے میں بتائے گا۔ کہتے ہیں کہ ہاتفوں نے کہا کہ وہ وادی تہامہ میں برکت والے درخت کے پاس بیٹھا ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب ادھر ہی متوجہ ہو گئے جب کچھ راستہ طے کیا تو ان کو ورقہ بن نوفل ملے۔ لہٰذا اب وہ دونوں ساتھ ساتھ تلاش کرنے لگے۔ وہ اسی طرح گھوم رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت تلے کھڑے ان کی ٹہنیاں کھینچ کر اس کے پتوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا تم کون ہو اے لڑکے؟ جواب ملا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا میری جان آپ پر قربان، میں آپ کا دادا عبدالمطلب ہوں۔ آپ نے اُنہیں اُٹھایا اور سینے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا اور ان کو سینے سے لگایا۔ اور اگلے لمحے وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے حضور کو اپنے گھوڑے کی زین پر سوار کیا اور کے میں لے آئے۔ سب لوگ بھی مطمئن ہو گئے اور قریش بھی مطمئن ہو گئے۔ اس خوشی میں عبدالمطلب نے بیس اُونٹ ذبح کئے اور بکریاں اور گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا اور تمام اہل مکہ کو کھانا کھلایا۔

حلیمہ سعدیہ کے انعام .... حلیمہ کہتی ہیں کہ پھر عبدالمطلب نے میرا سامان تیار کروایا اور احسن طریقے سے مجھے دیا اور احسن طریقہ پر روانہ کیا۔ میں اپنے گھر لوٹ آئی تو دنیا کی ہر خیر میرے پاس تھی (مجھے انہوں نے اس قدر دیا کہ) میں اس عطیے کی حقیقت بیان نہیں کر سکتی۔ اس طرح محمد دادا کے پاس رہنے لگے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ میں نے عبدالمطلب کو ایک ایک کر کے ساری باتیں بتا دیں پھر انہوں نے ان کو سینے سے لگا لیا اور رونے لگے اور فرمایا، اے حلیمہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی میں یہی پسند کرتا ہوں کہ میں بھی اس زمانے کو پالوں۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول سے۔ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ آپ اپنی ذات کے بارے میں کچھ خبر دیجئے۔ لہٰذا انہوں نے بات ذکر فرمائی۔ فرمایا:

''میں سعد بن بکر دودھ پلوایا گیا۔ ایک دن میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنی بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ اچانک دو آدمی نمودار ہوئے۔ ان دونوں نے سفید کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کے پاس ایک برف سے بھرا ہوا سونے کا تھال تھا۔ ان دونوں نے مجھے لٹا دیا اور دونوں نے مل کر میرا پیٹ چاک کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا دل نکالا اور اس سے ایک خون کا لوتھڑا جو کہ سیاہ نکالا اور اس کو انہوں نے پھینک دیا پھر انہوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ جب انہوں نے اس کو صاف کر لیا تو اس کے بعد اپنی جگہ پر اس کو لگا دیا۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کو تو لو، اس کی اُمت کے دس افراد کے ساتھ۔ اس نے تولا تو میں بھاری ہو گیا۔ ان سے، پھر اس نے کہا کہ اب اس کو اس کی اُمت کے سو افراد کے ساتھ تو لو پھر اس نے مجھے ایک سو افراد کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو ایک ہزار کے ساتھ تو لو، اس نے مجھے ایک ہزار افراد کے ساتھ وزن کیا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر تم اس کو اس کی پوری اُمت کے ساتھ وزن کرو گے تو بھی یہ ان سے بھاری ہو جائے گا''۔ (مستدرک ۲/۶۰۰۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۷۵)

اور ہمیں اس کی خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے، ان کو حدیث بیان کی ہے یونس نے ابوسفیان شیبانی سے، اس نے حبیب بن ابوثابت سے، اس نے یحییٰ بن جعدہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''میرے پاس دو فرشتے دو سارس اور دو بگلوں کی شکل میں آئے۔ ان کے پاس برف تھی اور اولے اور ٹھنڈا پانی تھا دونوں میں سے ایک نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنی چونچ کے ساتھ پانی بھر کر اس میں ڈالا اور اس کو دھویا''۔ (یہ روایت مرسل ہے)

تحقیق حدیث شق صدر اپنی صحیح موصول اسناد کے ساتھ روایت کی جا چکی ہے۔

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن صالح بن ہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن نضر بن عبدالوہاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے شیبان بن فروخ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت بنانی نے، اس نے انس بن مالک سے، یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے، جبکہ حضور لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پکڑ کر اُٹھایا اور ان کے دل کو چیرا اور دل کو نکالا اور اس سے خون بستہ نکالا اور کہا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سونے کی تھال میں دل کو زمزم سے دھویا پھر صاف کر کے اپنی جگہ پر نصب کر دیا۔ لڑکے بھاگتے ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے یعنی دودھ پلانے والی کے پاس اور کہنے لگے محمد قتل کر دیئے گئے۔ وہ سامنے آئے تو وہ صاف رنگ ہشاش بشاش کھڑے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اس سلائی کے نشانات حضور ﷺ کے سینے پر دیکھتا تھا۔

مسلم نے اس کو شیبان بن فروخ سے روایت کیا ہے اہل مغازی کے نزدیک جو معروف ہے یہی اس کے موافق ہے۔

تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی تمتام نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ یعنی اسماعیل نے، ان کو حدیث بیان کی ہے سلمان نے مغیرہ سے، اس نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

میرے پاس لوگ آئے اور میں اپنے گھر میں تھا۔ مجھے زم زم کے پاس لے جایا گیا، پھر میرا سینہ کھولا گیا، زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان سے اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے میرے سینے میں بھر دیا گیا۔ انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس چیرنے کا نشان دکھاتے تھے۔ اس کے بعد فرشتے مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گئے، اس نے دروازہ کھولا۔ پھر حضور ﷺ نے معراج کی بات ذکر کی۔ مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے۔ بہز بن اسد کی حدیث سے، اس نے سلمان بن مغیرہ سے، اور اسی مفہوم کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے شریک بن عبداللہ بن ابونمر نے انس بن مالک ﷺ سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے، اور زہری روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ ابوذر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور قتادہ روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ مالک بن صعصعہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے۔

اور احتمال ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہو۔ ایک تو اس وقت جب حضور ﷺ ابھی رضاعی ماں کے پاس تھے سیدہ حلیمہ کے پاس۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت جب وہ مکے میں تھے بعثت کے بعد شب معراج میں۔ واللہ اعلم

ثُوَیبہ ابولہب کی لونڈی کا رسول اللہ کو دودھ پلانا .... ثویبہ ابولہب بن عبدالمطلب کی لونڈی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کے ساتھ۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد احمد بن عبداللہ مزنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عیسٰی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالیمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعیب نے، زہری سے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی ہے عروہ بن زبیر نے، کہ زینب بن ابوسلمہ اور اس کی والدہ اُم سلمہ نے اس کو خبر دی کہ اُم حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی نے، اس کو خبر دی ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے کہا یارسول اللہ! آپ میری بہن یعنی ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، جی ہاں یارسول اللہ! آپ کے معاملہ میں فکر سے آزاد نہیں ہوں۔ اور میں اس کو پسند کرتی ہوں جو مجھ کو خبر میں شریک کرے (یعنی میری بہن کے معالے ہیں)۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ نکاح میرے لئے حلال نہیں ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم یارسول اللہ! بے شک ہم لوگ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپ دُرّۃ بنت ابوسلمہ سے نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اُم سلمہ کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور ﷺ فرمایا اللہ کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ جب ہوسکتا ہے تھا کہ یہ بات نہ ہوتی یعنی وہ میرا ربیبہ میری زیر پرورش ہے میری گود میں ہے، میرے لئے حلال نہیں ہے۔ بے شک وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر (نکاح کے لئے) پیش نہ کریں۔

عروہ کہتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، اور ابولہب نے اس کو آزاد کردیا تھا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ جب ابولہب مرگیا تو اس کے گھر والوں نے خواب میں اس کو بُری حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ آپ نے کیا پایا۔ ابولہب نے بتایا میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کبھی کوئی نرمی نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا گیا ہوں اور اس نے اس چھوٹے سے برتن کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور اس کے متصل اُنگلیوں میں تھا، یا اُنگلیوں اور انگوٹھے کے درمیانی مختصر فاصلے کا اشارہ کیا۔ بخاری نے صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔

بی بی اُم ایمن حضور ﷺ کے بڑے ہونے تک پرورش کنندہ تھی

ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن یوسف نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن وہب نے، اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی حسین بن حسن اور محمد بن اسماعیل نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالطاہر نے، وہ کہے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یونس بن یزید نے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے یونس بن مالک سے کہ انہوں نے کہا جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے۔ اس نے اس بات میں حدیث ذکر کی اور اس میں بی بی اُم سُلیم نے حضور ﷺ کو خوشبو پیش کی تھی۔ حضور ﷺ نے اُم ایمن کو عطا فرمائی جو حضور کی مولات تھی۔ یہ اُم اسامہ بن زید تھی۔

ابن شہاب نے کہا: اُم ایمن اُم اسامہ بن زید کی خاص بات یہ تھی کہ وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی لونڈی تھی اور وہ حبشہ سے تھی۔ جب سیدہ آمنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا آپ کے والد کی وفات کے بعد تو یہی اُم ایمن حضور ﷺ کی پرورش کرتی رہی تھی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ بڑے ہوگئے۔ تو آپ نے ان کو آزاد کردیا۔ پھر ان کا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ کردیا تھا۔ ان کی وفات حضور ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد ہوئی تھی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوطاہر سے۔ (اخرجہ مسلم ص/۲۲ کتاب الجہاد)

باب ۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ گرامی کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

۱۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحمآء بینهم ۔ (سورۃ الفتح : آیت ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھی کفار پر انتہائی سخت ہیں اور آپس میں شفیق ہیں۔

۲۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ۔ (سورۃ الصف : آیت ۶)

اور میں بشارت دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ﷺ ہے۔

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر بغدادی نے زبانی طور پر، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن عبدالعزیز نے، ان کو عمرو بن واسطی نے، ان کو حدیث بیان کی خالد بن عبداللہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے عباس بن عبدالرحمن سے، اس نے کندیر بن سعید سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دورِ جاہلیت میں حج کیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا :

یا رب رد راکبی محمدا   یا رب رُدَّهُ واصطنع عندی یدا

اے میرے رب اب میرے سوار محمد کو واپس کیجئے ۔ اے رب اس کو میرے پاس واپس بھیجئے اور مجھ پر احسان کیجئے

اور اس کے علاوہ دیگر نے یوں کہا ہے : رُدَّهُ ۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ جناب عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے پوتے محمد ﷺ کو اپنے اُونٹوں کی تلاش میں بھیجا تھا اور اس سے قبل جب بھی ان کو ضرورت سے بھیجتے تھے تو اس میں وہ کامیاب جلدی واپس آجاتے تھے۔ اس مرتبہ وہ کافی لیٹ ہو گئے تھے۔ پھر حضور ﷺ اُونٹوں کو لے کر ہی پہنچے تو انہوں نے محمد ﷺ کو گلے سے لگا لیا اور کہنے لگے، اے بیٹے میں آپ کے غائب ہونے پر اتنی بار گھبراتا ہوں جس قدر کسی اور چیز پر ہرگز پریشان نہیں ہوتا۔ اللہ کی قسم میں آپ کو آئندہ کسی حاجت کے لئے نہیں بھیجوں گا اور نہ ہی آج کے بعد آپ مجھ سے جدا ہو گے کبھی۔

قریش کی گالیوں سے بچنا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر حمیدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسفیان نے، ان کو ابوالزناد نے، اعرج سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ حیرت نہیں کرتے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ قریش سے گالی کو اور لعنت کو کیسے پھیر دیتے ہیں؟ (میرے مخالف) مُذَمَّم کو گالیاں دیتے ہیں اور مُذَمَّمًا کو لعنت کرتے ہیں اور جبکہ میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں تو محمد ہوں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں علی بن عبداللہ سے، اس نے سفیان سے۔ (فتح الباری ۶/۵۵۴۔ احمد ۲/۲۴۴)

(۳) اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن بن فضل سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالیمان نے، ان کو شعیب نے، ان کو زہری نے، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹا دیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی قیامت میں لوگ جس کے قدموں میں جمع کئے جائیں گے۔ اور میں عاقب ہوں (آخری نبی، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)۔

بخاری نے اس کو صحیح میں نقل کیا ابن یمان سے، مسلم نے اس کو روایت کیا ابن حمید سے، اس نے ابوالیمان سے۔اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابن عیینہ سے اور عقیل سے، انس زہری سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے حدیث مالک بن انس سے، اس نے زہری سے۔(بخاری کتاب المناقب ۶۱)

(۴)　مجھے خبر دی ابوالحسین علی بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے زہری سے، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا فرماتے ہیں کہ بے شک میرے متعدد نام ہیں۔میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ذریعے کفر کو مٹادیا ہے۔اور میں حاشر ہوں، لوگ میرے قدموں میں جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عاقب کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں۔عبد بن حمید سے، اس نے عبدالرزاق سے، اور اس کو انہوں نے نقل کیا ہے یونس بن یزید کی روایت سے، اس نے زہری سے اور انہوں نے حدیث میں فرمایا کہ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نہ ہو۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف اور رحیم بھی رکھا ہے۔

(۵)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو حسن بن سفیان نے ان کو حرملہ بن یحییٰ نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الخ اور مسلم نے روایت کیا ہے حرملہ سے۔

احتمال ہے کہ لفظ عاقب کی تفسیر زہری کے قول سے ایسے ہو جیسے اس کو معمر نے بیان کیا ہے اور ان کا قول کہ اللہ نے حضور کا نام رؤف رحیم رکھا ہے یہ زہری کے قول میں سے ہے۔واللہ اعلم

(۶)　ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد علویؒ نے، ان کو ابوبکر محمد بن احمد بن دلویہ دقاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حفص بن عبداللہ نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے والد نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے، ان کو محمد بن میسرہ نے زہری سے، اس نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں:

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹایا ہے۔اور میں حاشر ہوں وہ کہ جس کے قدموں پر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کریں گے اور میں عاقب ہوں، یعنی ختم کرنے والا۔

اس کو روایت کیا ہے نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ان ناموں کو خاتم کے ساتھ چھ شمار کئے ہیں۔

(۷)　ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے بغداد میں۔ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو جعفر بن ابووحشیہ نے، ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔وہ کہتے ہیں میں نے سُنا نبی کریم ﷺ فرماتے تھے میں محمد ہوں۔میں احمد ہوں۔میں حاشر ہوں ماحی ہوں اور خاتم ہوں اور عاقب ہوں۔

(۸)　ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن محویہ عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد قلانسی نے، ان کو آدم بن ابوایاس نے، ان کو لیث بن سعد نے (ح)۔اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابوہلال نے، ان کو عقبہ بن مسلم نے، ثابت بن جبیر بن مطعم سے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچے تو عبدالملک نے ان سے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے نام یاد رکھتے ہیں جو جبیر بن مطعم شمار کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں وہ چھ ہیں۔محمد، احمد، خاتم، حاشر، عاقب، ماحی۔

بہرحال حاشر اس لئے ہیں کہ قیامت کے ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں تمہارے لئے ڈرانے والے عذاب شدید سے پہلے پہلے۔ بہرحال عاقب اس لئے ہیں کہ وہ انبیاء کے عقب میں آئے ہیں۔ رہ ماحی اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کی وجہ سے ہر اس شخص کے گناہ مٹا دیتے ہیں جو ان کی اتباع کرتا ہے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، ان کو مسعودی نے، عمرو بن مرّہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو جریر نے، ان کو اعمش نے، ان کو عمرو بن مرّہ نے ابوعبیدہ سے، اس نے ابوموسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اپنے نام رکھے ہوئے بتائے تھے۔ فرمایا کہ میں محمد ہوں، احمد، حاشر، مقفی، نبی التوبہ، نبی الملحمہ یہ الفاظ ہیں حدیث اعمش کے اور مسعودی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے نام بتائے تھے، ان میں سے کچھ نام ہم نے یاد کئے پھر ان کو ذکر کیا مسلم نے، اس کو روایت کیا صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالقاسم زید بن ابوہاشم علوی نے کوفے میں، اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو وکیع نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لوگو! حقیقت یہ ہے کہ میں تحفہ دی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ روایت منقطع ہے اور بطور موصول بھی مروی ہے۔

(۱۱) ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد اور ابراہیم بن ابوطالب نے دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن یحییٰ حسانی نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن سعید بن سختویہ اسفرائنی مجاور نے مکہ میں اور انہوں نے یہ حدیث اپنی تحریر میں مرے لئے لکھ کر دی۔ ان کو حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن محمد بن احمد طرازی بغدادی نے نیشاپور میں اور ابوعلی محمد بن علی بن حسن حافظ اور ابونصر شافع بن محمد بن ابوعوانہ نے، ان کو ابوروق احمد بن محمد بن بکر ہزانی نے بصرہ میں، ان کو ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ حسانی نے، ان کو مالک بن سُعیر بن خمس نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابوہریرہ ﷺ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَةٌ، سوائے اس کے نہیں کہ میں عطا کی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ الفاظ حدیث اسفرائنی کے ہیں اور ابوعبداللہ کی روایت میں ہے کہ

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو وکیع نے اسماعیل ازرق سے، اس نے ابن عمر سے، اس نے محمد بن حنفیہ سے کہ اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوبکر قاضی نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو ابن فضیل نے کلبی سے، اسے ابوصالح نے، اسے ابن عباس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں طٰهٰ ما انزلنا علیك القران لتشقی، کہ اس سے مراد ہے اے فلاں آدمی (محمد رسول اللہ ﷺ) ہم نے آپ کے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا تا کہ آپ مشکل میں پڑ جائیں۔ کیونکہ حضور ﷺ رات رات بھر پیروں پر کھڑے ہو کر گذار دیتے تھے عبادت کرتے کرتے۔ یہ لغت ہے عَكْ کی لغت ہے۔ آپ اگر کسی عَكِّی سے کہیں یَا رَجُلُ تو وہ آپ کی طرف توجہ نہیں کرے گا اور آپ جس وقت اس کو یوں کہیں طٰہٰ تو وہ آپ کی طرف توجہ کرے گا۔

دو ناموں والے پانچ انبیاء

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اس نے سنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں کہ خلیل بن احمد نے کہا پانچ انبیاء دو دو ناموں والے ملے ہیں :

۱۔ محمد اور احمد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ عیسیٰ اور مسیح علیہ السلام
۳۔ اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام
۴۔ یونس اور ذوالنون علیہ السلام
۵۔ الیاس و ذوالکفل علیہ السلام

ابوزکریا نے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے قرآن کے پانچ نام ہیں : (۱) محمد (۲) احمد (۳) عبداللہ (۴) طٰہٰ (۵) یٰسین۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ۲۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔

۳۔ اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے ذکر میں فرمایا: وانه لما قام عبدا للّٰه یدعوه ، مراد نبی کریم ﷺ جب عبادت کرنے کے لئے لیلۃ الجن میں کھڑے ہوئے۔ کادُوْا یَکُوْنُوْنَ علیه لِبَدًا، قریب ہے کہ وہ لوگ اس پر نمدہ اور ٹاٹ بن جاتے۔

کہ وہ بعض بعض پر واقع ہوئے تھے جیسے نمدہ ہوتا ہے، اُون سے تیار کیا جاتا ہے اور بعض بعض کے اوپر رکھی جاتی ہے لہٰذا وہ لبدا اور ٹاٹ، ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: طٰہٰ ما انزلنا علیك القران لتشقی ، اور قرآن مجید ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا کسی اور پر نہیں (تو پھر طٰہٰ سے مراد بھی حضور ﷺ ہیں گویا طٰہٰ ان کا نام ہے)۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰسین۔ یعنی اے انسان! اور انسان سے مراد یہاں عاقل (یعنی انسان کامل ہے) اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یٰسین کہہ کر فرمایا: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کہ آپ رسول ہیں۔

میں نے کہا کہ اس کے علاوہ بعض اہلِ علم نے اضافہ کیا ہے۔ اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کے نام یہ رکھے ہیں : رسول ، نبی ، اُمی ، شاہد ، مبشر ، نذیر ، داعی الی اللہ ، سراج المنیر ، رؤف ، رحیم ، نذیر ، مبین ، مذکر ، رحمۃ ، نعمۃ ، ھادی ، عبد صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا۔

(۱۵) ہمیں خبر دی حسین بن فضل نے ، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی ان کو ، یعقوب بن سفیان نے ، ان کو ابو عثمان نے ، ان کو عبداللہ بن مبارک نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم بن اسحٰق نے ، ان کو مُسیب بن رافع نے ، وہ کہتے ہیں کہ کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا: اے میرے بندے! میں نے آپ ﷺ کا نام پسندیدہ اور منتخب شدہ توکل کرنے والا نام رکھا ہے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے ، ان کو خلف بن محمد بخاری نے ، ان کو حدیث بیان کی صالح بن محمد بن حبیب حافظ نے ، ان کو محمد بن میمون مکی نے ، ان کو سفیان بن عیینہ نے علی بن زید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا کہتے تھے جمع ہو جاؤ اور باہم مذاکرہ کرو کہ عرب جو شعر کہتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت شعر کون سا ہے؟ لوگوں نے جمع ہو کر اجتماعی طور پر کہا کہ وہ شعر سب سے زیادہ خوبصورت ہے جو ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا تھا ۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ کَیْ یُجِلَّهٗ فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

یہ بات انتہائی مشکل تھی کہ آپ ﷺ کے نام کی بابت کوئی ایسی فیصلہ کُن بات کہی جائے جو آپ ﷺ کی ذات اور نام کے شایانِ شان جلاء اور وضاحت کا کام دے سکے۔ تو یہ بات معقول لگتی ہے کہ عرشِ بریں کا مالک محمود ہے اور یہ صاحبِ رسالت مُحَمَّد ہے۔

اور اس کو روایت کیا ہے میسّب بن واضح نے سفیان سے ، اور انہوں نے کہا لِیَجِلَّهٗ ، تاکہ وہ اس کو جلا بخشے (یا اس کو جلالت عطا کرے)۔

☆☆☆

باب ۱۲

کنیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

(۱)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن اسد نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو ایوب نے ان کو محمد بن سیرین نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابوہریرہ سے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا ابوالقاسم نے کہ آپ لوگ میرے نام کے ساتھ نام رکھا کرو مگر میری کنیت استعمال نہ کیا کرو، یعنی ابوالقاسم اپنی کنیت نہ رکھا کرو۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن عبداللہ سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوبکر بن ابوشیبہ وغیرہ سے، اس نے سفیان سے۔

(بخاری کتاب المناقب۔ ص ۴۱۔ فتح الباری ۶/۵۶۰)

(۲)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے اور ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، اس نے یعقوب بن سفیان سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعاصم سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام اور کنیت (اپنے ناموں میں) جمع نہ کیا کرو یہ حقیقت ہے کہ میں ابوالقاسم ہوں اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں اور میں اس کو تقسیم کرتا ہوں۔

(۳)　ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوسعید عبدالملک بن ابوعثمان زاہد نے، ان کو خبر دی ابوعمرو اسماعیل بن نجید سلمی نے، ان کو ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو ابوعاصم نے، اس نے اس کو مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔ مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (مستدرک ۲/۶۰۴)

(۴)　ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس طرائفی نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو عمرو بن خالد حرانی نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن ابویوسف اصفہانی اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحٰق صغانی نے، ان کو عثمان بن صالح نے، ان کو ابن لہیعہ نے یزید بن ابوحبیب سے اور عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک سے کہ جب نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے ماریہ سے جو آپ کی باندی بھی تھیں، حضور ﷺ کے دل میں ان کے نام کے ساتھ کنیت استعمال کرنے کے بارے میں بات آئی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا، السلام علیکم یا ابا ابراہیم۔ اور فقیہ کی ایک روایت میں ہے اے ابوابراہیم۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/۶۰۴)

باب ۱۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ونسب کی شرافت کا ذکر

(۱)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوعبداللہ اسحاق بن محمد بن یوسف سوسی نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ربیع بن سلیمان نے اور سعید بن عثمان نے، ان کو بشر بن بکر اوزاعی نے، ان کو ابوعمار شداد نے واثلہ بن اسقع سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے بنوکنانہ کو چن لیا بنو اسماعیل میں سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چن لیا قریش کو بنوکنانہ میں سے پھر قریش میں سے چن لیا بنو ہاشم کو اور پھر بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔ یہ الفاظ حدیث سعید کے ہیں۔

(ترمذی کتاب المناقب ۵/۱۰۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی علی بن عباس اسکندرانی نے مکہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سعید بن ہاشم نے، ان کو دحیم نے، ان کو ولید بن مسلم نے، ان کو اوزاعی نے، ان کو ابوعمار شداد نے کہ اس نے سنا واثلہ بن اسقع سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ فرماتے تھے بے شک اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو چن لیا تھا پھر کنانہ میں سے قریش کو پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

اس کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے محمد بن مہران سے اور اس کے ماسوا نے ولید بن مسلم سے۔ اور اس حدیث کی ایک مرسل روایت شاہد بھی ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلیمان بن حرب اور حجاج بن منہال نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے عمرو بن دینار سے، اس نے محمد بن علی سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انتخاب فرمایا۔ پس عرب کو منتخب کیا پھر عرب میں سے بنو کنانہ کو، یا کہا تھا کہ نضر بن کنانہ کو منتخب کیا پھر ان میں سے قریش کو پھر ان میں سے بنو ہاشم کو پھر ان میں سے مجھ کو منتخب کیا۔ اور ایک اور طریق سے اسی مفہوم میں مروی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبیداللہ نے، ان کو اسماعیل بن ابوخالد نے، ان کو یزید بن ابوزیاد نے، ان کو عبداللہ بن حارث بن نوفل نے عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) کہ بے شک قریش جب باہم ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے محبت اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ملتے مگر جب وہ ہم لوگوں سے ملتے ہیں وہ ایسے رُخ سے ملتے ہیں جو معروف نہیں ہوتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ تمہیں محبوب رکھے اور اللہ اور رسول کو بھی محبوب رکھے۔ میں نے کہا بے شک۔ قریش بیٹھے باہم اپنے حسب ونسب کا مذاکرہ کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی مثال بیان کی مثل اس کھجور کے درخت کی جو کوڑے کرکٹ والی زمین پر کھڑا ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تھا تو مجھے ان میں سے بہتر مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب اللہ نے ان کو تقسیم کیا تو مجھے ان کے خیر الفریقین میں سے بنایا۔ پھر جب ان کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھ ان کے بہترین قبیلے میں سے بنایا پھر اللہ نے جب لوگوں کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ میں لوگوں میں سے نسب کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور گھرانے کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں۔

(۵) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی علی بن حماد نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن اسحاق قاضی نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو ابن فضیل نے یزید بن ابی زیاد سے، اس نے عبداللہ بن حارث سے، اس نے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ ان سے ناراض ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ محمد کی مثال اس کھجور جیسی ہے جو کوڑے اور کچرے پر کھڑا ہو۔ حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا کی تھی پھر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہترین حصے میں پیدا کیا۔ پھر اللہ نے قبیلے بنائے اور مجھے بہترین قبیلے میں پیدا کیا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے بہترین گھرانوں میں بنایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: میں تم سے بہتر ہوں قبیلے کے اعتبار سے اور گھرانے کے اعتبار سے بھی۔

اسی طرح کہا ہے کہ مروی ہے ربیعہ بن حارث سے اور دیگر نے کہا کہ مروی ہے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث سے اور ابن ربیعہ سے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ کو حضور ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب بن ابووداعہ سے مروی ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابومنصور محمد بن محمد بن عبداللہ بن نوح اولادِ ابراہیم نخعی میں سے کوفے میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن حازم بن ابوعزرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے

فضل بن دکین نے، ان کو سفیان نے یزید بن ابوزیاد سے، اس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، اس نے مطلب بن ابووداعہ سے، وہ کہتے ہیں کہ کہا عباس نے اس کو خبر پہنچی ہے اس بات کی جو بعض لوگ کہتے ہیں اس سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل نے اور ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابونعیم یعنی مل بن دکین نے، ان کو سفیان نے یزید بن ابوزیاد سے، اس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، اس نے مطلب بن ابووداعہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حالانکہ آپ کو وہ بات پہنچ چکی تھی جو بعض لوگ کہتے ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بنایا اور ان کو دو حصے کیا پھر مجھے دو میں سے بہتر حصے میں سے بنایا پھر مخلوق کے قبائل بنائے مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں سے بنایا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گھرانے میں سے بنایا۔ میں تم سب میں سے بہتر گھرانے سے ہوں اور تم سب سے نفس کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

(۷)　اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو یحییٰ بن عبدالحمید نے، ان کو قیس نے اعمش سے، ان کو عبایہ بن ربعی نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا مجھے ان میں سے بہتر قسم میں پیدا کیا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

۱۔ وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ۔ (سورۃ واقعہ: آیت ۲۷)

مراد ہیں دائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا)

۲۔ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ۔ (سورۃ واقعہ: آیت ۴۱)

بائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا)

بہر حال میں اصحاب الیمین میں سے ہوں اور اصحاب الیمین میں سے بھی بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو قسموں کو تین تین حصوں میں کیا، پھر اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر ثلث میں سے بنایا۔ چنانچہ یہ بات اس ارشاد الٰہی میں ہے:

فَاَصْحٰبُ المیمنۃ۔ (سورۃ واقعہ: آیت ۸) ۔ والسابقون السابقون۔ (سورۃ واقعہ۔ آیت ۱۰)

بہر حال میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ نے تین ثلث کا قبائل بنایا اور مجھے اس میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ (سورۃ الحجرات: آیت ۱۳)

ہم نے تمہیں بہت ساری شاخیں اور قبیلوں سے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

فرمایا میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔ پھر اللہ نے قبائل میں سے گھرانے بنائے پھر مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں بنایا۔ یہ بات اس قول جیسی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ (سورۃ احزاب: ۳۳)

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تم سے شرک و کفر کی گندگی دور کردے اے رسول اللہ کے گھرانے والے اور تا کہ تمہیں خوب پاک کردے۔ چنانچہ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک کئے ہوئے ہیں۔ (ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کر کے ضعیف قرار دیا ہے)

میں منتخب نسب والا ہوں .... (۸)اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو عبداللہ بن بکر سہمی نے، ان کو یزید بن عوانہ نے، ان کو محمد بن ذکوان نے جو کہ ماموں ہیں حماد بن یزید کے بیٹے کے، ابووہب نے کہا میرا خیال ہے کہ محمد نے مجھے یہ حدیث بیان کی تھی عمرو بن دینار سے، اس نے ابن عمرؓ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک وہاں ایک عورت کا گزر ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کی بیٹی ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ محمد ﷺ کی مثال بنوہاشم میں مثل ریحانہ (خوشبودار پودے کی سی) ہے جو بدبودار جگہ پر کھڑا ہو۔ وہ عورت چلی گئی تو میں نے حضور ﷺ کو یہ بات بتادی۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے مگر آپ کے چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے ان باتوں کا جو مجھ کو کچھ لوگوں سے پہنچی ہیں؟ بے شک اللہ عزوجل نے سات آسمان بنائے مگر ان میں سے اُوپر والے کو چُن لیا۔ اس پر اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا ٹھہرایا، اس کے بعد اپنی مخلوق بنائی۔ مگر ساری مخلوقات میں سے اولاد آدم کو چُن لیا پھر اولاد آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب میں سے مضر کو پھر مضر میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنوہاشم کو اور بنوہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا۔ بس میں پسندیدہ میں سے پسندیدہ، چُنیدہ میں سے چُنیدہ ہوں۔ جس نے عرب کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے محبت رکھی۔ جس نے عرب سے بُغض رکھا اس نے میرے ساتھ بُغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا۔ یہ الفاظ ابوعبداللہ کی روایت کے ہیں۔ (مستدرک ۴/۷۳)

(۹) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ان کو ابوعلی حسین بن علی حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری نے، ان کو احمد بن مقدام نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حماد بن واقد نے، ان کو محمد بن ذکوان نے جو ماموں ہیں حماد بن زید کے بیٹے کے، انہوں نے اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن یحییٰ مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابومحمد یحییٰ بن منصور نے، ان کو ابوالمثنیٰ معاذ بن مثنیٰ نے، ان کو غسان بن مالک نے ان کو عبدالواحد بن زیاد نے، ان کو کلیب بن وائل نے، ان کو ربیبۂ رسول نے حدیث بیان کی اور میں نہیں جانتا اس کو مگر زینب فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، کدو کے بنائے ہوئے برتن کے استعمال سے اور تیل زدہ گھڑے سے جو شراب میں استعمال ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے نقیر کا ذکر بھی کیا تھا (لکڑی کو گود کر تیار کیا ہوا پیالہ جو شراب کے لئے استعمال کرتے تھے)۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا مجھے آپ خبر دیجئے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہ وہ کس میں سے تھے، کیا مضر میں سے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں مضر میں سے ہی تو تھے۔ آپ بنونضر بن کنانہ میں سے تھے۔ بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے۔ موسیٰ بن اسماعیل سے، اس نے عبدالواحد سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے، اور ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان ابوداود نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو عقیل بن طلحہ سلمی نے، مسلم بن ہیضم سے، اس نے اشعث قیس سے، میں نے کہا، یارسول اللہ ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ لوگوں میں سے ہیں یا آپ لوگ ہم لوگوں میں سے ہیں۔ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم بنونضر بن کنانہ ہیں۔ نہ تو ہم اپنے باپ دادوں سے لاتعلقی کرتے ہیں اور نہ ہم اپنی ماؤں کو کوئی عیب لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشعث نے کہا میں نے کسی ایک کو نہیں پایا، یا یوں کہا تھا کہ ہمیں ایسا کوئی نہیں ملا جو قریش کی کنانہ سے نفی کرے۔ مگر میں اس کو دُرّے ماروں گا جیسے اس پر حد جاری ہو رہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ماں باپ دونوں پاک دامن تھے

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن حفص مقری نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعیسیٰ بکار بن احمد بن بکار نے، ان کو ابوجعفر بن موسیٰ بن سعید نے بطور املاء کے ۲۹۶ھ میں، ان کو ابوجعفر محمد بن ابان قلانسی نے، ان کو ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ربیعہ قدامی نے،

ان کو مالک بن انس نے، ان دونوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ بنو کندہ کے کچھ آدمی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ان میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات کہتے ہیں عباس اور ابوسفیان بن حرب۔ جب وہ مدینہ میں آئے تھے تا کہ وہ اس بات سے امان پائیں۔ بے شک ہم اپنے آباؤ اجداد سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گے۔ ہم لوگ بنونضر بن کنانہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ اللہ نے جب بھی لوگوں کو کسی اکائی سے دوئی میں تقسیم کیا، اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر میں سے بنایا اور مجھے ایسے ماں باپ سے بنایا جن کی طرف سے مجھے کوئی جاہلیت کی بُرائی، بدکاری اور عیب نہیں پہنچا۔ میں نکاح کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوں۔ بدکاری کے نتیجے میں نہیں۔ یہ حلالی ہونے اور پاکدامنی کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے ماں باپ تک۔ میں تم سے بہتر ہوں ماں کے اعتبار سے اور تم سے بہتر ہوں باپ کے اعتبار سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوعلی حسین بن علی حافظ نے، ان کو خبر دی محمد بن سعید بن بکر رازی نے عسقلان میں، ان کو صالح بن نوفلی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد بن ربیعہ نے، اس نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ اس کی مثل مگر ہمیں انہوں نے یہ قول ذکر نہیں کیا فَاُخرِجتُ سے حَتّٰی خَرَجتُ تک اس روایت کے ساتھ ابومحمد عبداللہ محمد بن ربیعہ قدامی منفرد ہے یہ اور مالک وغیرہ سے یہ سب منفرد ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوسعید الخلیل بن احمد بن محمد البستی قاضی نے، ان کو ابوالعباس احمد بن مظفر بکری نے، ان کو ابوبکر بن ابوخیثمہ نے، ان کو منصور بن ابومزام نے، ان کو اسماعیل بن جعفر عمرو ابن عمرو سے، اس نے سعید بن ابوسعید مقبری سے، اس نے ابو ہریرہ ﷛ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اولاد آدم کے بہترین خاندانوں میں بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ اس خاندان میں میری بعثت ہو جس میں میں ہوں۔

دوسری تعبیر یہ ہے کہ میں اولاد آدم کے بہترین زمانوں میں سے پیدا کیا گیا ہوں۔ ایک زمانے کے بعد دوسرا زمانہ۔ یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں بھیجا گیا ہوں جس میں میں ہوں۔ بخاری نے اس کو نقل کیا قتیبہ سے، اس نے یعقوب سے، اس نے عمرو سے۔

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبدالخالق بن علی بن عبدالخالق مؤذن نیشاپوری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن خب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوقلابہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی عبداللہ حافظ نے ان کو ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عتاب عبدی نے، بغداد میں، ان کو محمد بن احمد بن ابوالعوام ریاحی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی، بہلول بن مورق نے، ان کو حدیث بیان کی موسیٰ بن عبیدہ نے، ان کو عمرو بن عبداللہ بن نوفل نے زہری سے، اس نے ابوسلمہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کی تمام مشرقیں اور تمام مغربین چھان ماریں مگر مجھے محمد ﷺ سے افضل کوئی آدمی نہیں ملا۔ اور میں نے زمین کی مشارق و مغارب چھان ماریں مگر بنو ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔

امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ احادیث اگرچہ ان کی روایت کرنے میں وہ راوی بھی ہیں جن کی وجہ سے روایت صحیح نہیں قرار دی جاسکتی تاہم ان میں سے بعض روایات بعض کو پکا کرتی ہیں اور ان تمام روایات کا معنیٰ و مفہوم اس روایت کی طرف راجع ہے جس کو ہم نے واثلہ بن اسقع اور ابوہریرہ ﷛ سے روایت کیا ہے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ہے ابوبکر احمد بن محمد بن غالب خوارزمی نے بغداد میں، ان کو ابوالعباس محمد بن احمد یعنی ابن حمدان نیشاپوری نے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو محمد بن کثیر عبدی نے، ان کو سفیان بن سعید نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا براء بن عازب سے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے ابوعمارہ کیا آپ جنگ حنین والے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ آئے تھے؟ اس نے کہا کہ بہرحال میں گواہی دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ پر بے شک اس نے پیٹھ نہیں پھیری تھی لیکن لوگوں میں سے کچھ جلد بازوں نے جلدی کر لی تھی۔

قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کردی تھی اور اس وقت ابوسفیان بن حارث حضور ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اور حضور ﷺ یہ فرمارہے تھے،

انا النبی لاکذب ۔ انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں یہ حقیقت ہے کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن کثیر سے اور مسلم نے روایت کیا دوسرے طریق سے سفیان سے۔

رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ .... ہمیں خبردی ہے ابوالحسن بن فضل قطان نے، ان کو خبردی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالعزیز بن عمران سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کا نسب آدم علیہ السلام تک لکھوایئے۔ لہٰذا اس نے مجھے لکھوایا۔ محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد۔

عبدالعزیز نے کہا مجھے حدیث بیان کی موسیٰ بن یعقوب زمعی نے جو بنواسد بن عبدالعزیٰ سے ہے، وہ کہتے ہیں مجھے خبردی میرے چچا ابوالحویرث نے اپنے والد سے، اس نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ معد بن عدنان بن اُدَدْ بن زند بن یریٰ بن اعراق ہے، اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ پس معد، معد ہے اور عدنان، عدنان ہے اور اُدد، اُدد ہے اور زند هَمَيْسَع ہے اور یریٰ نبت ہے اور اسماعیل بن ابراہیم، اعراق الثریٰ۔

ابراہیم بن منذر نے کہا کہ مجھ کو محمد بن طلحہ بن طویل تیمی نے لکھوایا تھا۔ بس یوں کہا کہ محمد بن عبداللہ سابق کی مثل معد بن عدنان تک۔

(۱۸) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عتاب عبدی نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حبان بن ملاعب نے، ان کو خالد بن مخلد قطوانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن یعقوب نے اپنے چچا حارث بن عبداللہ بن زمعہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اُم سلمہ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے سُنا رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ معد بن عدنان بن اُدد بن زند بن یریٰ بن اعراق الثریٰ سے۔ اُم سلمہ کہتی ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی :

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادًا الْاُولٰى وَثَمُوْدَ فَمَا اَبْقٰى ۔ (سورۃ النجم : ۵۱)

بے شک اس نے ہلاک کردیا تھا عاد کی پہلی قوم کو اور قوم ثمود کو بس اس نے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۔ (سورۃ الفرقان : ۳۸)

قوم عاد کو اور قوم ثمود کو اور کنوئیں والوں کو اور اس کے مابین کئی زمانوں کو۔ جن کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اعراق الثریٰ، اسماعیل بن ابراہیم، اور زید، ہمیسع یریٰ، نبت ہیں۔

(۱۹) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزار اور وہ توراۃ میں ابن تارخ بن ناحور بن ارغوی بن سارح بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مہلا ہیل بن قینان بن اَنوش بن شیث بن آدم ابوالبشر صلوات اللہ علیہ اور انبیاء طاہر اخیار پر اور سلام۔

اس کوروایت کیا ہے عبید بن یعیش نے یونس بن بکیر سے اوراس نے اس میں کہا تارخ بن ناحور بن عور بن فلاح بن عابر بن شالخ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خانوخ بن مہلیل بن قینان بن شیث بن آدم اورانہوں نے کہا بے شک ادد بن مقوم۔

میں نے کہا اسی طرح ہے اس روایت میں محمد بن اسحاق بن یسار سے، اوراس پراس میں اختلاف ہے۔اوراہل نسب (یعنی نسب جاننے والوں نے) اس میں اختلاف کیا ہے۔اوران کے اختلاف کوذکر کرنے سے کتاب میں بلافائدہ طوالت ہوگی۔اور ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نسب کی نسبت عدنان تک صحیح ہے اورعدنان کے بعد جو کچھ ہے اس پراعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۴۰)　ہمیں خبردی ابونصر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں، ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن عیسیٰ مالینی نے، ان کو محمد بن حسین بن خلیل نسوی نے، یہ کہ ابوکریب نے، ان کو حدیث بیان کی ہے قالب نے، ان کو وکیع بن جراح نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابوریحانہ عامر سے، یہ کہ معاویہ نے پوچھا تھا ابن عباس ﷺ سے کہ قریش کا نام کیوں رکھا گیا تھا؟

انہوں نے بتایا کہ ایک سمندری جانور کی نسبت سے جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑا ہوتا ہے، اس کو قرش کہا جاتا ہے۔وہ جس چیز کے پاس سے گزرے وہ موٹی ہو یا دُبلی اس کو کھا جاتی ہے۔

قریش کا وجہ تسمیہ .... قریش کا وجہ تسمیہ ایک تو وہ ہے جو اُوپر مذکور ہوا ہے۔نیز اس کے علاوہ ڈاکٹر عبدالمعطی نے البدایہ والنہایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قریش تَقَرُّش سے ماخوذ ہے۔اس کا معنیٰ تفریق کے بعد تجمّع ہے یعنی منتشر ہونے کے بعد دوبارہ مجتمع ہونا۔اور یہ قصی بن کلاب کے زمانے میں ہوا تھا۔انہوں نے ان لوگوں کو حرم کے ساتھ جمع کیا تھا۔لہٰذا اسی پر قریش کا اطلاق ہوتا تھا۔اور ایک توجیہ یہ ہے کہ تَقَرُّش کا مطلب تَکَسُّبْ ہے، کمانا اور تجارت وغیرہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ازمترجم

مجھے اس بارے میں انہوں نے شعر بتائے اور میں نے اس کو جحمی کے شعر سُنائے۔جب اس نے یہ کہا :

وقریش هی التی تسکن البحر　　بها سمیت قریش قریشا
تاکل الغث والسمین ولا تترك　　فیها لذی جناحین ریشا
هکذا فی البلاد حیّ قریش　　یاکلون البلاد اکلا کمیشا
ولهم اخر الزمان نبیّ　　یکثر القتل فیهم والخموشا

• قریش وہ جانور ہوتا ہے جو سمندر میں سکونت رکھتا ہے۔اسی کے ساتھ مثیت کی وجہ سے
قریش کا نام قریش رکھا گیا۔وہ جانور ہرڈبلے اور موٹے کو کھا جاتا ہے اور وہ کسی صاحب پر کا پر بھی نہیں چھوڑتا
اسی طرح شہروں میں قریش کا قبیلہ بھی ہے۔جو شہروں کو مکمل کھا جاتے ہیں اس بحری جانور کی مثل
اوران کا ہی آخر زمانے میں نبی ہوگا۔جو کثرت سے قتل کرے گا اور لُوٹ بھی

(۴۱)　ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابواحمد بن ابوالحسن نے، ان کو عبدالرحمٰن ابن ابوحاتم نے، ان کو علی بن حسن نے، اس نے سُنا احمد بن حنبلؒ سے، اس نے سُنا شافعیؒ سے۔انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کا نام شیبہ تھا۔اور ہاشم کا نام عمرو بن مناف تھا۔اور عبدمناف کا نام مغیرہ بن قصی تھا۔اور قصی کا نام زید بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر تھا۔

(۴۲)　ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حسین بن محمد بن یحییٰ دارمی نے، ان کا نام ابواحمد ہے، ان کو عبدالرحمن نے، وہ ابی حاتم ہیں ان کو خبردی عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، اس میں انہوں نے میری طرف لکھا کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کے اپنے ہاتھ کی تحریر میں یہ پایا کہ

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن ادریس شافعی نے، انہوں نے کہا: لوگوں میں سب سے پہلے جو نبی کریم سے ملیں گے نسب کی وجہ سے وہ بنوعبدالمطلب ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے انکار فرمایا اور انہوں نے بنو ہاشم میں ان لوگوں کا ذکر کیا۔ عبدالمطلب، بنواسد اور والدہ فاطمہ اُم علی کو، بنونھلہ، ابوصفی وغیرہ کو۔ اور کہا جاتا ہے اور صیفی۔ پھر ذکر کیا بنوعبدالمطلب کو، پھر ذکر کیا بنوعبدشمس کو، پھر ذکر کیا بنونوفل کو، پھر ذکر کیا بنواسد بن عبداللہ بن قصی کو اور بنوعبدالدار بن قصی کو، پھر ذکر کیا بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ کو اور ان میں سے ذکر کیا رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کو، پھر ذکر کیا تیم بن مرّہ کو، پھر بنومخزوم بن یقظہ بن مرّہ، پھر ذکر کیا بنوعدی بن کعب کو، پھر بنوجمح کو اور سہم بن عمرو بن ھصیص نم کعب بن لوی، پھر ذکر کیا بنوحارث بن فہر کو اور صحابہ وتابعین میں سے نام ذکر کئے۔ وہ لوگ جو ان بعض قبائل کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یا اپنی نسبت کرتے ہیں۔ اور ہم اللہ کی مشیت کے ساتھ ان تمام امور کو فضائل صحابہ میں بیان کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہنے کی وجہ

(الف) میں کہتا ہوں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ پہلا شخص جس نے شِعریٰ (ستارے) کی عبادت شروع کی تھی وہ ابوکبشہ تھا۔ اس نے اپنی قوم کے دین کی خلاف ورزی کی تھی۔ لہٰذا جب نبی کریم نے قریش کے دین کے خلاف ورزی کی اور آپ دین حنیف کو لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کو بھی ابوکبشہ کے ساتھ تشبیہ دی اور اس کی طرف آپ کو نسبت دی اور کہنے لگے اور ابن ابوکبشہ ہے۔

(ب) اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ قوم میں سردار تھا یعنی خزاعہ کا۔

(ت) اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ نام اس کا وَجَزْ بن غالب بن حارث تھا۔ وہ وہی ابوعمرہ بنت وجز ہے اور عمرۃ یہ ماں ہے وہب بن عبد مناف بی بی آمنہ کے باپ کی جو کہ رسول اللہ ﷺ کی امی تھی، گویا کہ لوگوں نے اس کو تشبیہ دی آپ کے نانا کے ساتھ آپ کی ماں کی طرف سے یعنی ابوکبشہ سے۔

(۲۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابویوسف یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن ابومنیع نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہمارے نانا نے زہری سے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی سگی ماں جنہوں نے آپ کو جنم دیا آمنہ بنت وہب سے۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اور ان کی ماں برّہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرّہ ہے۔ اور (برّہ) کی ماں اُم سفیان بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرّہ تھی اور ان کی ماں برّہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر سے تھی۔ اور ان کی ماں قلابہ بنت حارث بن صعصعہ بن بنی عائذ بن لحیان بن ہذیل تھی اور ان کی ماں بیٹی تھی مالک بن غنم کی بنولحیان میں سے۔ اور حضور ﷺ کی وہ ماں جس نے آپ کو دودھ پلایا جوان ہونے تک وہ حلیمہ بنت حارث بن شجنہ بنوسعد بن بکر ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر سے۔ اور حلیمہ کا شوہر حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔

انہی سب لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہے۔ اسی طرح میری کتاب میں لکھا ہے اور دیگر لوگوں نے اُم سفیان کی جگہ اُم حبیب کہا ہے۔ اور عویج کی جگہ عریج کہا ہے۔ جبکہ زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ثویبہ ابولہب کی لونڈی نے بھی دودھ پلایا تھا اور ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی دادی یعنی آپ کے والد کی امی یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب کی امی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھی اور ان کی ماں (یعنی پردادی) صخرہ بنت عبدہ بن عمران بن مخزوم تھی۔ اور ان کی امی تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مرّہ اور اس کی ماں سلمیٰ بنت عامر بن عمیرہ ابن ودیعہ بن حارث بن فہر تھی اور اس کی امی بہن تھی بنوواثلہ بن عدوان بن قیس۔

(۲۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعلی اسماعیل بن محمد صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی بن عفان نے، ان کو ابواسامہ نے شعبہ سے، اس نے عبدالملک بن میسرہ سے، اس نے طاؤس سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس فرمان الٰہی کے بارے میں :

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ (سورۃ الشوریٰ : آیت ۲۳)

فرما دیجئے کہ میں تم لوگوں سے دین کی تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے مودت فی القربیٰ کے (یعنی میری قرابت داری کا احساس کرتے ہوئے تم لوگ میری بات پر غور کر لو اور مان لو)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے بطنوں میں اور خاندانوں میں کوئی خالی نہیں تھا ہر ہر خاندان میں نبی کریم ﷺ کی قرابت موجود تھی، لہٰذا آپ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ قرابت داری کی محبت مانگتا ہوں کہ مجھے میری قرابت میں ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور انہوں نے فرمایا کہ آیت منسوخ کر دی گئی ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۔ (سورۃ سبا : آیت ۴۷)

کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے جو اجرت مانگی وہ تمہارے ہی لئے ہے۔

بخاری و مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے حدیث شعبہ سے۔ (بخاری کتاب المناقب۔ فتح الباری ۶/۵۲۹)

(۲۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس احمد بن ہارون فقیہ نے، ان کو علی بن عبدالعزیز نے، ان کو عمرو بن عون نے، ان کو ہشیم نے، ان کو خبر دی داود نے شعبی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس آیت کے بارے میں ہم سے کثرت سے سوالات کئے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ لہٰذا ہم نے اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کے لئے لکھا۔ لہٰذا ابن عباس نے لکھا کہ نبی کریم ﷺ قریش میں واسط النسب تھے۔ ان کے بطنوں میں سے کوئی بطن ایسا نہیں تھا آپ جس کے بیٹے نہ شمار ہوتے ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی میں تمہیں اس دین کی طرف اس لئے دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگوں سے میری تم سے جو قرابت ہے اس کا احساس کرتے ہوئے اپنی قرابت میں مجھے ایذا نہ پہنچائیں بلکہ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے میری حفاظت کریں۔ ہشیم نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے حصین نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس کی مثل میں کہتا ہوں کہ جز اول میں حضور ﷺ کے چچاؤں کا ذکر گزر چکا ہے۔ بہر حال رہیں حضور ﷺ کی پھوپھیاں تو ان کی تفصیل میں، ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا محمد بن حسین بن ابوالحسین سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابوغسان سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابن عیینہ سے، وہ کہتے ہیں :

حضور ﷺ کی پھوپھیاں .... عبدالمطلب کی بیٹیاں :

(۱) عاتکہ۔ (۲) اُم حکیم بیضاء، یہ حضور کے والد عبداللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھی۔

(۳) صفیہ، یہ حضرت زبیر کی امی تھی۔ (۴) برّہ (۵) اُمیمہ۔

(۲۶) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ جب عبدالمطلب کی وفات کا وقت آ گیا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مجھ پر رولیں تا کہ میں خود سُن لوں اور وہ چھ عورتیں تھیں، جن کے نام یہ ہیں :

(۱) اُمیمہ (۲) اُم حکیم (۳) برّہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اروٰی

یہ سب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیاں تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۸۰)

☆☆☆

باب ۱۴

رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبداللہ اور آپ کی والدہ بی بی آمنہ بنت وہب

اور آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات کا ذکر

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبغ بن فرج نے، ان کو خبر دی ابن وہب نے یونس سے، اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضور ﷺ کے والد عبداللہ کو یثرب ان کے لئے کھجوریں لے آنے کے لئے بھیجا تھا۔ تو عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہوگئی۔ اور بی بی آمنہ نے رسول اللہ ﷺ یعنی ابن عبداللہ کو جنم دیا تھا تو وہ عبدالمطلب کی کفالت میں آئے تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والد عبداللہ ہلاک ہو گئے تھے، جبکہ آپ کی والدہ حمل سے تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے والد عبداللہ فوت ہوئے اس وقت نبی کریم ﷺ اٹھائیس ماہ کے تھے۔ واللہ اعلم

میں کہتا ہوں کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے، آپ اس وقت سات ماہ کے تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی امی مدینے میں حضور کی ننھیال بنوعدی بن نجار میں گئیں تھیں، پھر واپس ان کو لا رہی تھیں، یہاں تک کہ جب وہ مقام ابواء پر پہنچی تو اس مقام پر فوت ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ اس وقت چھ سال کے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کہ ہاشم بن عبدمناف نے مدینہ میں سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی اور وہ بنونجار سے تھی۔ اسی سے ان کے بیٹے عبدالمطلب پیدا ہوئے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ عبدالمطلب پر جتنا لوگ روئے تھے، اتنا کسی پر نہیں روئے تھے۔ کہتے ہیں کہ زم زم کے کنوئیں کا متولی بننا اور پانی پلانے کی ذمہ داری ان کے بیٹوں میں سے عباس بن عبدالمطلب کے حصے میں آئی تھی یہاں تک کہ اسلام قائم ہوگیا اور یہ ذمہ داری بدستور انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس منصب پر قائم رکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا

(۵) ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمد بن محمش فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو احمد بن یوسف سلمی نے، ان کو محمد بن یوسف فریابی نے، ان کو سفیان نے علقمہ بن مرثد سے اس سے سلیمان بن بریدہ سے، اس نے ان کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک قبر کے نشان پر پہنچے اور بیٹھ گئے اور لوگ بھی کثیر تعداد میں آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ چنانچہ آپ بار بار اپنے سر کو جھٹکنے لگے جیسے کسی سے بات کر رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ رو پڑے۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ آپ کے آگے آئے اور پوچھنے لگے، یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری والدہ آمنہ بنت وہب کی ہے۔ میں نے اپنے ربّ سے اس قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی ہے کہ میں اس کی

زیارت کروں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت دیدی ہے۔ اور میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی ہے مگر اللہ نے میری یہ استدعا قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا مجھے اسی بات کی رقت نے آلیا ہے لہٰذا میں رو پڑا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس گھڑی سے زیادہ آپ کو روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ محارب بن دثار نے ابن بریدہ سے، اس نے ان کے والد سے اس روایت کا متابع بیان کیا ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو بحر بن نصر نے، ان کو عبداللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی ابن جریج نے، ان کو ایوب بن ہانی نے مسروق بن اجدع سے، اس نے عبداللہ بن مسعود سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نکلے اور کچھ قبروں کو دیکھنے لگے۔ ہم بھی ان کے ساتھ نکلے حضور ﷺ نے ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد آپ کچھ قبروں کو پھلانگ کر ان میں سے ایک قبر پر پہنچے۔ آپ اس قبر کے بارے میں لمبی دیر تک مناجات کرتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے اُٹھ گئے اور زور زور سے رونے لگے، اس قدر روئے کہ ہم سب بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگے۔ اس کے بعد حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں عمر آپ کو آکر ملے اور پوچھنے لگے، یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟ اس نے تو ہمیں بھی رولا دیا ہے اور ہمیں ڈرا دیا ہے۔ حضور ﷺ آکر ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے رونے نے آپ لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا بے شک یہ قبر جس کے اُوپر آپ لوگوں نے مجھے دعا کرتے، مناجات کرتے دیکھا ہے یہ آمنہ بنت وہب کی (میری والدہ کی) قبر ہے۔ میں نے اس کی زیارت کی اجازت مانگی تھی، اللہ نے اجازت دیدی ہے۔ پھر میں نے اپنے ربّ سے ان کے لئے استغفار مانگنے کی اجازت مانگی میرے ربّ نے مجھے استغفار اور بخشش مانگنے کی اجازت نہیں دی۔

پھر محمد ﷺ پر یہ آیت اُتری :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ۔ (سورۃ توبہ : آیت ۱۱۳)

کسی نبی کے لئے اور ایمان والوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش طلب کرے۔ الخ

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۔ (سورۃ توبہ : آیت ۱۱۴)

باقی رہا ابراہیم علیہ السلام کا استغفار مانگنا تو وہ اس لئے تھا کہ انہوں نے پہلے اپنے والد سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ جب یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ بیزار ہوگئے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس منع ہو جانے سے مجھ پر وہی رقت طاری ہوگئی جو ایک بیٹے کو اپنی ماں پر رقت طاری ہوتی ہے۔ یہی بات تھی جس نے مجھے رولایا ہے۔

زیارت قبر کی ترغیب .... (۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو محمد بن عبید نے۔ (ح) اور ہمیں خبر دی ہے ابوصالح بن ابوطاہر عنبری نے، ان کو خبر دی میرے دادا منصور قاضی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو محمد بن عبید نے، ان کو یزید بن کیسان نے ابوحازم سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تھی۔ اور خود بھی روئے تھے اور حاضرین کو بھی رولایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ سے اجازت مانگی تھی اپنی ماں کی قبر کو جا کر دیکھنے کی۔ اللہ نے مجھے اس کی تو اجازت دیدی تھی۔ اور میں نے آپ سے ان کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تو اللہ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ لہٰذا تم لوگ بھی قبروں پر جایا کرو، یہ بات تمہیں موت کی یاد دلائے گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے محمد بن عبید سے۔

(۸) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاد نے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے، ان کو حماد بن سلمہ نے (ح) اور ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو

عفان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے ثابت سے، اس نے انس سے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد کہاں ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ جہنم میں۔ جب وہ واپس جانے لگا تو اس کو واپس بلایا اور فرمایا میرے اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابو بکر بن ابو شیبہ سے۔ (مسلم کتاب الایمان ۸۸ حدیث ۳۴۷)

(۹) ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن حرضی نیشاپوری نے، ان کو خبر دی ابو بکر محمد بن حسن بن یعقوب بن مقسم مقری نے، ان کو موسیٰ بن حسن نسوی نے، ان کو ابو نعیم فضل بن دکین نے، ان کو ابراہیم بن سعد نے زہری سے، اس نے عامر بن سعد سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا والد صلہ رحمی کرتا تھا اور وہ ایسا تھا اور ایسا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ جہنم میں ہے۔ اس بات سے وہ دیہاتی ناراض سا ہو گیا۔ پلٹ کر اس نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کا والد کہاں ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جہاں کہیں تو کسی کافر کی قبر پر گزرے اس کو جہنم کی خبر دیدے۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔ اور وہ کہتا تھا کہ مجھے رسول اللہ ؐ نے اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ جہاں کہیں میں کسی کافر کی قبر سے گزروں اس کو جہنم کی بشارت دے دوں۔ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۱۸)

(۱۰) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو عبداللہ بن شریک نے، ان کو ابو مریم نے، ان کو نافع بن یزید نے، ان کو ربیعہ بن سیف نے، ان کو عبدالرحمن حبلی نے، ان کو عبداللہ بن عمرو نے۔ انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک آدمی کو دفن کیا۔ جب ہم واپس آئے تو ہم نے اس کے دروازے کو کھولا تو ایک خاتون آپ کے سامنے تھی۔ ہمیں نہیں پتہ کہ آپ اس کو جانتے ہیں؟

آپ اس سے فرما رہے تھے، فاطمہ تم کہاں سے آ رہی ہو؟ اس نے بتایا کہ میں اس میت کے گھر والوں کے ہاں سے آ رہی ہوں۔ میں نے ان کو اس کے بارے میں تعزیت کی ہے۔ اور ان کی میت پر شفقت اور رحمت کا اظہار کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی ہے؟ وہ بولی اللہ کی پناہ اس سے کہ میں ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی۔ حالانکہ میں آپ سے سن چکی ہوں جو کچھ آپ اس بارے میں ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی تو آپ جنت کو نہ دیکھتی، یہاں تک کہ اس کو دیکھ لیتا تیرے باپ کا دادا۔ (یعنی جس طرح وہ کافر جنت سے محروم ہیں تم بھی محروم ہو جاتی)

کُدٰی سے مراد قبرستان یا قبریں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے والد کے دادا سے مراد عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ وہ لوگ یعنی آپ کے والدین اور دادا اس حال میں کیسے نہ ہوں گے آخرت میں۔ حالانکہ وہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو پوجتے پوجتے ہی مر گئے تھے۔ اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہی قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے نسب میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ کفار کے نکاح صحیح اور درست تھے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ لوگ (یعنی بہت سارے لوگ) اپنی اپنی بیویوں سمیت ایمان لے آئے تھے۔ مگر ان پر ان کے نکاحوں کی تجدید لازم نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی ان سے مفارقت اور علیحدگی لازم کی گئی، جب ایسی کیفیت ہو تو اسلام میں یہ جائز ہے۔

☆☆☆

باب ۱۵

مجموعہ ابواب ـ درباره صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی حُلیہ مبارک و چہرہ مبارک کی کیفیت

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن عبدالرحمن بن ماتی نے کوفے میں، ان کو احمد بن حازم بن ابوغرزہ نے، ان کو ابوغسان نے، ان کو ابراہیم بن یوسف بن ابواسحاق نے اپنے والد سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے سُنا حضرت براء بن عازب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور آپ کے اخلاق بھی سب سے زیادہ پیارے تھے۔ نہ زیادہ لمبے اور نہ ہی ٹھگنے تھے (بلکہ مناسب اور خوبصورت قد کے مالک تھے)۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں۔ اسحاق بن منصور کی ابراہیم سے روایت میں۔ (فتح الباری ۶/۵۶۴)

(۲) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن محمد بن بندار قزوینی نے جو کہ مکہ اور مسجد الحرام میں دائمی رہتے تھے۔ ان کو خبر دی ابوفضل عبیداللہ بن عبدالرحمن بن محمد زہری نے، ان کو ابواسحاق ابراہیم بن شریک اسدی کوفی نے تین سو ایک میں، ان کو احمد بن عبداللہ بن یونس یربوعی نے، ان کو زہیر نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براء سے کہا کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مثل تیز (غضبناک) تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ آپ کا چہرہ انور چاند کی مثل تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چاند کے مشابہ تھا

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو زہیر نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براء سے پوچھا تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل نہیں تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ چاند کی مثل تھا۔

اس کو بخاری نے صحیح میں ابونعیم سے روایت کیا ہے۔ (ترمذی کتاب المناقب)

(۴) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن بن فضل قطان نے، بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو ابویوسف یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابونعیم اور عبیداللہ نے اسرائیل سے اس نے سماک سے کہ اس نے سُنا جابر بن سمرہ سے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سورج اور چاند کی مثل گول تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبداللہ بن موسیٰ سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمش فقیہ نے، ان کو ابوحامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال بزاز نے، ان کو محمد بن اسماعیل احمسی نے، ان کو محاربی نے اشعث سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں حضور ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ نے سرخ پوشاک زیب تن کر رکھی تھی۔ چنانچہ میں کبھی حضور ﷺ کی طرف دیکھتا تو کبھی چودھویں کے چاند کی طرف دیکھتا۔ بے شک وہ میری نظر میں چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (اخرجہ الترمذی فی کتاب المناقب)

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو محمد بن عبدالعزیز رملی نے، ان کو قاسم بن غصن نے اشعث سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں حضور ﷺ کو دیکھا، آپ کے اُوپر سرخ پوشاک تھی۔ لہٰذا میں حضور ﷺ کے اور چاند کے درمیان مشابہت اور مماثلت قرار دینے لگا۔

چمکدار چہرہ .... (۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر بن اسحاق نے، ان کو عبید بن عبدالواحد نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو لیث نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے۔

اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح اور ابن بکیر نے، ان کو لیث نے، ان کو عقیل نے، ان کو ابن شہاب نے، ان کو خبر دی عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک وہ تھا جو ان کے بیٹوں میں سے ان کو ہاتھ پکڑ کر چلاتا تھا جب وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سُنا، وہ کہتے تھے کہ میں جب حضور ﷺ کو سلام کرتا تو ان کا چہرہ دمک رہا ہوتا تھا۔ اور حضور ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو چہرۂ انور ایسے روشن ہو جاتا تھا جیسے کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ یہی کیفیت ہم ان کی پہچانتے تھے۔ ابوعبداللہ کی حدیث کے یہی الفاظ ہیں۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے یحییٰ بن بکیر سے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ فتح الباری ۶/ ۵۶۵۔ مسلم۔ کتاب التوبہ و مسلم ۴/ ۲۱۲۷۔ مسند احمد ۳/ ۴۵۹)

(۸) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو ابوبکر قطان نے، ان کو ابوالازہر نے، یعنی احمد بن ازہر نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو ابن جریج نے، ان کو ابن شہاب زہری نے عروہ سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ایک روز انتہائی مسرور اور خوش خوش گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا چہرۂ انور چمک رہا تھا اور فرمانے لگے کہ کیا آپ نے سُنا نہیں کیا کہا ہے مجزز مدلجی نے، اس نے زید اور اسامہ کو دیکھا جبکہ دونوں کے سر کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اور دونوں کے پیر ظاہر ہو رہے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ پیر بعض بعض میں سے ہیں۔ (یعنی باپ بیٹے کے ہیں)

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ بن عبدالرزاق سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے عبد بن حمید سے اس نے عبدالرزاق سے۔

(۹) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو یونس بن ابویعقوب عبدی نے، ان کو ابواسحاق ہمدانی نے ایک ہمدانی عورت سے، اس نے اس کا نام ذکر کیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی بار حج کیا۔ آپ کے اُونٹ پر حضور ﷺ کعبے کا طواف کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کھونٹی ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے اُوپر دو سُرخ چادریں تھیں جو آپ کے کندھوں تک پہنچتی تھیں۔ جب آپ حجرِ اسود کے ساتھ گزرتے تھے تو کھونٹی کے ساتھ اس کا استلام کرتے تھے۔ پھر اس کو اپنی طرف اُٹھا لیتے اور اس کو بوسہ دیتے تھے۔ ابواسحاق نے کہا میں نے اس عورت سے کہا حضور کی مشابہت کس چیز سے تھی؟ فرمایا کہ جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے دیکھی نہ آپ کے بعد۔

سورج طلوع ہونے کے ساتھ مشابہت .... (۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، (ح) اور ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن محمد بن اسحاق فاکہی نے مکہ میں، ان کو ابویحییٰ بن ابومسرہ نے، ان کو یعقوب بن محمد زہری نے، ان کو عبداللہ بن موسیٰ تیمی نے، ان کو اسامہ بن زید نے، ان کو ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ سے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کر کے سُنائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ حضور ﷺ کو دیکھتے تو آپ یہ کہتے کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یہ الفاظ ہیں حدیث یعقوب بن محمد کے اور ابراہیم کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے بیٹے اگر آپ حضور ﷺ کو دیکھتے تو یہ دیکھتے کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۸/ ۲۸۰)

☆☆☆

باب ۱۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کی تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن محمد مصری نے، ان کو روح بن فرج نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو لیث نے خالد بن یزید سے، اس نے سعید بن ابو ہلال سے اس نے ربیعہ بن ابوعبدالرحمن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سُنا انس بن مالک سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ آپ متوسط قد کے لوگوں میں سے تھے، نہ انتہائی لمبے نہ ہی بہت چھوٹے۔ پھولوں جیسا رنگ تھا۔ انتہائی گورے چٹے تھے۔ آپ شدید سفید انڈے کی طرح نہیں تھے، بلکہ سُرخ سفید تھے (ایسی سفیدی جس کے ساتھ سُرخی ملی ہو)۔ آپ کے بال نہ شدید گھونگھرالے تھے نہ ہی ایک دم سیدھے تھے بلکہ جعودت اور سبوطت کی ملی جلی کیفیت میں تھے۔ مضبوط صحت مند تھے۔ آپ کے اُوپر وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ چالیس سال کے تھے۔ آپ مکہ میں دس سال ٹھہرے تھے، اس حال میں کہ آپکے اُوپر وحی اُترتی رہی تھی اور مدینہ میں دس سال۔ پھر آپ وفات پا گئے۔ جبکہ آپ ساٹھ سال کے تھے مگر اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس سفید بال بھی نہیں تھے۔

ربیعہ نے کہا کہ میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال کو دیکھا، وہ سُرخ ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ یہ خوشبو لگانے کی وجہ سے سُرخ ہو گیا ہے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن بکیر سے۔

آپ علیہ السلام میانہ قد تھے .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاذ نے، ان کو محمد بن نعیم نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو حسن بن محمد ﷺ بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو ابوربیع نے، دونوں نے ہمیں حدیث بیان کی سماعیل بن جعفر نے، ان کو ربیعہ نے، اس نے سُنا انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ گھونگھرالے اور سیدھے کی درمیانی کیفیت کے بالوں والے تھے۔ نہ بالکل سیدھے بال تھے نہ بالکل گھونگھرالے تھے۔ گلاب کے پھول جیسے تھے۔ نہ شدید سفید تھے نہ انتہائی لمبے تھے، بلکہ متوسط قد کے لوگوں میں سے تھے۔ نہ بالکل ناٹے تھے نہ انتہائی لمبے تھے۔ چالیس سال پورے ہونے پر مبعوث ہوئے۔ دس سال مکہ میں رہے، دس سال مدینہ میں رہے۔ اور ساٹھ سال کے پورے ہونے پر انتقال کیا۔ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس تک بھی سفید بال نہیں تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں قتیبہ بن سعید وغیرہ سے اور بخاری و مسلم نے اس کو دوسرے طریق سے نقل کیا ہے ربیعہ بن عبدالرحمن سے۔ اور اس کو روایت کیا ہے ثابت نے انس سے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ پھولوں جیسی رنگت والے تھے۔

اور اس کو روایت کیا ہے حمید طویل نے، جیسا ہمیں اس کی خبر دی ابوالحسن بن بشران نے، ان کو اسماعیل صفار نے، ان کو احمد بن منصور رمادی نے، ان کو ابوسعید حداد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی خالد واسطی نے۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عون اور سعید بن منصور نے، دونوں نے کہا کہ ان کو خالد بن عبداللہ نے حمید طویل سے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گندمی رنگ کے مالک تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر رزاز نے، ان کو یحییٰ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن عاصم نے، ان کو حمید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت میں حدیث ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سفید رنگ کے تھے۔ لیکن آپ کے رنگ کی سفیدی سمرۃ اور گندمی تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حسین بن حسن عضائری نے بغداد میں، ان کو ابوجعفر رزاز نے، ان کو محمد بن عبدالملک دقیقی نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو جریری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور ابوالطفیل بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ پس ابوالطفیل نے کہا کہ میرے سوا اور کوئی ایسا شخص زندہ باقی نہیں رہا جس نے حضور کو دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا؟ کہا کہ جی ہاں دیکھا تھا۔ میں نے کہا کہ حضور ﷺ کی صفت اور کیفیت کیا تھی؟ فرمایا کہ آپ سفید رنگ زردی مائل تھے اور معتدل اور میانہ قد تھے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عون اور سعید بن منصور نے، ان کو خالد بن عبداللہ جریری نے، اس نے الطفیل سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا۔ میرے سوا اس وقت کوئی اور زندہ باقی نہیں رہا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے حضور ﷺ کی صفت بیان کریں۔ فرمایا کہ آپ ملیح چہرے والے تھے۔ مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں سعید بن منصور سے۔

(۶) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو واصل بن عبدالاعلی اسدی نے، ان کو محمد بن فضیل نے اسماعیل بن ابوخالد سے، اس نے ابوجحیفہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا تھا، سفید رنگ جوان عمر تھے اور حسن بن علی ان کے مشابہ تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں واصل بن عبدالاعلیٰ سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عمرو بن علی سے، اس نے محمد بن فضیل سے۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے عبداللہ بن عقیل سے، اس نے محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ سے، اس نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ ﷺ کھلے ہوئے رنگ کے تھے۔

(۸) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، اس کو خبر دی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود طیالسی نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن ہرمز نے نافع بن جبیر سے اس نے علی بن ابوطالب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ حمرۃ سُرخی ملا ہوا تھا (یعنی سُرخ سفید تھے)۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبدالملک سے، اس نے نافع بن جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی ﷺ نے ہمارے سامنے حضور ﷺ کی صفت بیان فرمائی۔ فرمایا کہ حضور ﷺ سفید رنگ مگر حمرۃ اور سُرخی مائل سفیدی والے تھے۔

یہ روایت اسی طرح حضرت علی ﷺ سے دیگر کئی طرق سے بھی مروی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ حمرۃ اور سرخی ملا سفید رنگ تھا اور کپڑوں سے نیچے کا جسم سفید پھولوں کی رنگت والا تھا۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ پس مجھے حدیث بیان کی محمد بن مسلم نے عبدالرحمن بن مالک بن جعشم سے، اس نے اپنے چچا سراقہ بن جعشم سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حسن بن ربیع نے، ان کو ادریس نے، ان کو محمد بن اسحاق نے ابن شہاب سے، اس نے عبدالرحمن بن مالک بن جعشم سے، اس نے اپنے والد سے کہ سراقہ بن جعشم نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، جب ان کے قریب ہوا وہ اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں نے آپ کے پنڈلی کی طرف دیکھا، ایسی تھی جیسے کے درخت کا جمارہ اور گری جو چربی کی مثل ہوتا ہے۔ دراصل کھجور کے درخت کے اُوپر نرم گوند ہوتا ہے۔

اور یونس کی ایک روایت میں ہے، اللہ کی قسم گویا کہ میں آپ کی پنڈلی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ چمڑے کی رکاب میں جیسے کہ وہ کھجور کے درخت کا گوند ہے (یا کھجور کی گری ہے)۔

(۱۲) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوبکر حمیدی نے، ان کو اسماعیل نے ان کو مزاحم بن ابومزاحم نے، ان کو عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے محرش کعبی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ مقام جعرانہ سے رات کے وقت۔ لہٰذا میں نے اس وقت ان کی پیٹھ کی طرف دیکھا تھا، جیسے ڈھلی ہوئی چاندی کا ٹکڑا ہے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم بن علاء نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو محمد بن مسلم نے سعید بن میتب سے کہ اس نے سُنا ابوہریرہ ﷺ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ شدید البیاض تھے۔ سخت سفید یا انتہائی سفید رنگ۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمٰن سلمی نے، ان کو ابوالحسن محمودی نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن مثنٰی نے، ان کو یعمر بن بشر نے، ان کو مبارک نے، اس کو رشدین بن سعد نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو ابویونس مولی ابوہریرہ ﷺ نے۔ اس نے سُنا ابوہریرہ سے۔ وہ کہتے تھے، میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین کوئی شئی نہیں دیکھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے آپ کے چہرے پر سورج ہے۔ اور میں نے رفتار میں حضور ﷺ سے زیادہ تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کہ زمین آپ کے لئے سمٹی اور لپٹی جارہی ہے۔ ہم انتہائی مشقت میں واقع ہو جاتے تھے اور وہ آسانی سے چل رہے ہوتے تھے بغیر کسی تکلف کے۔ (ترمذی نے مناقب میں روایت کیا باب صفۃ النبی ﷺ میں حدیث ۳۶۴۸۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ۲/ ۲۵۸)

باب ۱۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور پلکیں اور مُنہ مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن مرزوق نے، ان کو وہب بن جریر نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ منہ والے تھے۔ موٹی موٹی آنکھوں والے تھے۔ ایڑیوں کا گوشت کم تھا۔

اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں غندر کی حدیث سے، اس نے شعبہ سے۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، بطور املاء کے، ان کو ابوالعباس قاسم بن قاسم سیاری نے مرو میں، ان کو ابوالموجہ نے، ان کو عبدان نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لمبی لمبی آنکھوں والے تھے، کشادہ منہ تھا۔ میں نے پوچھا کس قدر لمبی آنکھیں تھیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی آنکھوں میں ہلکی سی حمرۃ اور سُرخی تھی (یا سفید ڈھیلوں میں سُرخ دھاریاں تھیں)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر سماک کی جانب سے مروی ہے اور اس کو اس طرح کہا ہے معاذ بن معاذ نے شعبہ سے، لمبی یا موٹی آنکھوں کے بارے میں ابوداؤد نے شعبہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اشکل العین سے مراد اشھل العین یعنی نشیلی گلابی آنکھیں مراد ہیں۔

(۳) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو شعبہ نے، ان کو خبر دی سماک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سُرخ نشیلی آنکھوں والے تھے۔ پتلی ایڑیوں والے کشادہ دہن تھے۔

ابوعبداللہ نے کہا کہ الشکلۃ ھیئت حمرۃ و سرخی کو کہتے ہیں جو آنکھوں میں سفیدی میں ملی ہوئی ہوتی ہے اور شہلۃ شکلۃ سے الگ ہوتی ہے۔ یہ وہ حمرۃ وسُرخی ہوتی ہے جو آنکھوں کی سیاہ پتلی میں نظر آتی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو عباد نے حجاج سے، اس نے سماک سے، اس نے جابر بن سمرہ سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کو جب دیکھتے تو یوں لگتا جیسے انہوں نے سُرمہ لگایا ہوا ہے۔ سُرمیلی آنکھیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیوں میں گوشت تھی کسی قدر پتلی اور مضبوط تھی۔ جب ہنستے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔

(۵) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو عبداللہ بن محمد بن عقیل نے، محمد بن علی سے اس نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ ﷺ بڑی بڑی آنکھوں والے، لمبی اور گھنی پلکوں والے تھے۔ آنکھوں کے ڈھیلے سفیدی میں سُرخی مائل تھے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو خالد بن عبداللہ نے، اس کو عبیداللہ نے یعنی عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابوطالب نے اپنے والد سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ سفید رنگ کے تھے جو سُرخی مائل تھے۔ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن سلمہ نے اور سعید بن منصور نے، دونوں نے ہمیں حدیث بیان کی عیسیٰ بن یونس نے، ان کو عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد علی المرتضیٰ کے بیٹوں میں سے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ جب حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے، فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا چہرہ گول تھا۔ سفید سُرخی مائل تھے۔ آنکھیں سیاہ کشادہ تھیں پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو خبر دی عبداللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو عاصم بن علی بن عاصم، اور آدم نے دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن ابوذئب نے، ان کو صالح مولیٰ توءمہ نے، ان کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ وہ حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ لمبی آنکھیں اور گھنی پلکوں والے تھے۔

باب ۱۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس

بھنویں، ناک، منہ اور دانت مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بقطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کی عبداللہ بن سالم نے، ان کو زبیدی نے، ان کو زہری محمد بن مسلم نے سعید بن میتب سے کہ انہوں نے سنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کررہے تھے کہ آپ کی جبین اقدس کشادہ تھی، پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔

(تہذیب تاریخ دمشق الابن عساکر ۱/۳۳۶)

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو خبر دی عبداللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو ابو غسان نے، ان کو جمیع بن عمر بن عبدالرحمٰن عجلی نے، ان کو مکہ میں ایک آدمی نے ابو ہالہ تمیمی نے حسن بن علی سے اس نے اپنے ماموں سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی کشادہ جبین تھی بھنویں لمبی اور کمان نما تھیں (یعنی بھنوؤں کی دھاری لمبی اور پتلی تھی)۔ بھنویں باہم ملی ہوئی نہ تھیں بلکہ حسین فاصلہ تھا۔ غصے کے وقت بھنویں حرکت کرتی تھیں، جس سے وہ اور نمایاں ہو جاتی تھیں۔ ناک مبارک لمبی اور ستواں تھی، اس کے اُوپر ایک خاص نور جاری رہتا تھا جو نہیں پہچانتا ہوتا تھا وہ دیکھتے ہی آپ کو محسوس کر لیتا تھا۔ رخسار مبارک گوشت سے بھرے ہوئے نہیں قدر ہلکے تھے۔ منہ مبارک کشادہ تھا۔ دانت مبارک چمکدار تھے، دانتوں میں کسی قدر رفاصلہ تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو عبدالعزیز بن ابوثابت زہری نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے، ان کو ان کے چچا موسیٰ بن عقبہ نے کریب سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ اور چمکدار دانتوں والے تھے۔ آپ جب بات کرتے تھے تو ایسے نظر آتا تھا جیسے سامنے کے دونوں دانتوں سے نور چمک رہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۸/۲۷۹)

باب ۱۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور داڑھی مبارک کی صفت

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن احمد اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن ہرمز نے نافع بن جبیر سے، اس نے علی مرتضیٰ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا، داڑھی گھنی تھی۔

(۲) ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبدالملک بن عمیر سے اس نے نافع بن جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ نے ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ حضور ﷺ کے سر کی کھوپڑی موٹی تھی، داڑھی عظیم و بھری ہوئی تھی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو نوح بن قیس حدانی نے، ان کو خالد بن خالد تمیمی نے، ان کو یوسف بن مازن راسبی نے کہ ایک آدمی نے حضرت علی ؓ سے کہا، اے امیر المؤمنین ہمارے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا، آپ سفید سُرخ تھے۔ بڑی کھوپڑی والے تھے۔ روشن جبین والے، کشادہ آبرو والے تھے۔ گھنی اور لمبی پلکوں والے تھے۔

(۴) کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو عبداللہ بن محمد بن عقیل نے محمد بن علی سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ گھنی داڑھی والے تھے۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو حارث نے، ان کو عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو خبر دی زہری یعنی محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب ؓ سے کہ اس نے سُنا ابوہریرہ ؓ سے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے وصف بیان کر رہے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ داڑھی والے، خوبصورت دانتوں والے تھے۔ (نسائی ۸/۱۸۳)

(۵)　ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن سلمی نے، ان کو ابوالحسن محمودی نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ نے، ان کو یحییٰ بن کثیر ابوغسان نے جہضم بن ضحاک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مقام رخیخ میں اترا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہاں پر وہ آدمی ہے جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ میں اس (صحابی) کے پاس پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا واقعی آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں میں نے دیکھا ہے۔ وہ متوسط قد کے جوان تھے۔ خوبصورت سَبلہ والے تھے۔ راوی نے بتایا ابتدائے اسلام میں داڑھی کو سَبلہ کہہ کے پکارتے تھے۔ واللہ اعلم (ذکرہ البخاری فی التاریخ الکبیر ۱/۲۴۵)

باب ۲۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی صفت

(۱)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابومحمد زیاد نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو علی بن حجر نے، ان کو اسماعیل بن جعفر نے، ان کو ربیعہ بن ابوعبدالرحمن نے کہ اس نے سُنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنگھی شدہ بالوں والے تھے، نہ تو بال بالکل سیدھے تھے اور نہ ہی نہایت گھونگھرالے تھے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن حجر سے اور مسلم و بخاری نے اس کو نقل کیا ہے مالک وغیرہ کی حدیث سے، اس نے ربیعہ سے۔

(۲)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو جریر بن حازم نے، ان کو قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کے بال دو طرح کے بالوں کے بین بین تھے۔ نہ ہی انتہائی سیدھے تھے اور نہ ہی انتہائی گھونگھرالے تھے۔ آپ کے بال آگے دونوں کانوں اور دونوں کندھوں کے درمیان پہنچتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مسلم بن ابراہیم سے اور عمرو بن علی سے، اس نے وہب بن جریر سے، اس نے اپنے والد سے۔

(۳)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاد نے، ان کو محمد بن ایوب اور تمیم بن محمد اور حسن بن سفیان نے۔ سب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے شیبان بن فروخ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جریر بن حازم نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ سیدھے بال تھے متوسط۔ نہ انتہائی سیدھے، نہ انتہائی گھونگھرالے۔ آپ کے بال کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح شیبان بن فروخ سے۔

(۴)　ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن محمد بن فضل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن عاصم نے، ان کو ہمام نے قتادہ سے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ بن محمد کعبی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے ان کو ہمام نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک آپ کے کندھوں تک پہنچتے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے موسیٰ بن اسماعیل سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے حدیث حبان سے اس نے ہمام سے۔

(۵) اور ہمیں خبردی ابوعلی روذباری نے، ان کوابوبکر بن داسہ نے، ان کوابوداود نے، ان کومخلد بن مخلد نے، ان کوعبدالرزاق نے کہا ہمیں خبردی معمر نے، ان کوثابت نے حضرت انس ؓ سے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال ان کے کانوں تک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مروی ہے انس سے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال دونوں کانوں کے بیچ تک تھے۔ (فتح الباری ۱۰/۳۵۶)

(۶) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کوکرابیسی نے، ان کومحمد بن نصر نے، ان کویحییٰ بن یحییٰ نے، ان کوخبردی اسماعیل بن علیہ نے، حمید سے پھراس نے ذکر کیا۔ مسلم نے ان کوروایت کیا ہے یحییٰ بن یحییٰ سے۔

آپ علیہ السلام حسن سے زیادہ حسین تھے .... (۷) ہمیں خبردی ابوالحسین بن بشران نے، ان کوابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کوعفان نے، ان کوشعبہ نے، ان کوابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سُنا براء بن عازب سے کہ رسول اللہ ﷺ متوسط قد کے تھے۔ چوڑے کندھوں والے (یعنی کندھوں کا درمیانی فاصلہ قدرِ زیادہ تھا)۔ آپ کے بال آپ کی کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔ آپ کے جسم پرسُرخ پوشاک تھی، میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت چیز کوئی نہیں دیکھی۔

بخاری نے اس کوصحیح میں روایت کیا ہے ابوعمر حفص بن عمر سے اوراس کومسلم نے نقل کیا ہے غندر کی روایت سے، اس نے شعبہ سے۔

(۸) ہمیں خبردی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کوابوبکر احمد بن سلمان فقیہ نے، ان کواحمد بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کوابوغسان نے، ان کو اسرائیل نے ابواسحاق سے۔ انہوں نے سُنا براء بن عازب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کی مخلوق میں سے کسی کوسُرخ پوشاک میں آپ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا (یعنی رسول اللہ ﷺ کو)۔ آپ کے پٹھے زُلفیں کندھوں کے قریب تک تھیں۔ ابواسحاق نے کہا، میں نے اس سے سُنا وہ اس حدیث کوبار بار بیان کرتے تھے۔ جب بھی انہوں نے اس کوبیان کیا ہنس دیئے۔

بخاری نے اس کوصحیح میں روایت کیا ابوغسان مالک بن اسماعیل سے۔

(۹) ہمیں خبردی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابوبکر بن داسہ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبردی ابوداود نے، ان کوعبداللہ بن مسلمہ اورمحمد بن سلیمان انباری نے، ان کووکیع نے (ح)، اورہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کومحمد بن یعقوب شیبانی نے، ان کوعبداللہ بن محمد نے، ان کوابوکریب نے، ان کووکیع نے، ان کوسفیان نے، ان کوابواسحاق نے براء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کسی صاحبِ زلفوں سُرخ پوشاک میں ملبوس حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کے ایسے بال تھے جوکندھوں کوچھوتے تھے۔ جبکہ حضور ﷺ چوڑے کندھوں والے تھے۔ نہ انتہائی لمبے، نہ انتہائی چھوٹے تھے۔

یہ الفاظ ابوکریب کی حدیث کے ہیں مسلم نے اس کوروایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے۔

(۱۰) ہمیں خبردی ابوالحسین بن فضل نے، ان کوخبردی عبداللہ بن جعفر نے، ان کویعقوب بن سفیان نے، ان کوحدیث بیان کی ابن اصفہانی نے، ان کوشریک نے عبدالملک بن عمرو سے۔ اس نے نافع بن جبیر بن مطعم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وصف بیان کی۔ فرمایا کہ حضور ﷺ کے سر کے بال کثیر تھے اورقد رسیدہ تھے۔

(۱۱) ہمیں خبردی ابوعلی روذباری نے، ان کوابوبکر بن داسہ نے، ان کوابوداؤد نے، ان کوابن نفیل نے، ان کوعبدالرحمٰن بن ابوالزناد نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ کے بال مبارک وَفرَہ سے بڑے تھے اور جُمّۃ سے کم تھے۔

فائدہ :

(الف) سر کی زُلفوں کے بال اگرکندھوں کوچھورہے ہوں توان کوجمۃ کہتے ہیں۔

(ب) اگرکانوں کی لوتک ہوں توان کووَفرَۃ کہتے ہیں اگرکانوں کی لو سے آگے بڑھتیں مگرکندھوں کونہ چھوئیں تووہ لِمّۃ کہلاتے ہیں۔ مترجم

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ اور یحییٰ بن عبدالحمید نے، ان کو سفیان بن ابونجیح نے مجاہد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُم ہانی کہتی ہیں کہ حضور ﷺ مکے تشریف لائے تھے تو آپ کے سر کی زلفیں چار حصوں میں منقسم تھیں (زلفوں کے چار پٹے تھے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن ابواسحاق فقیہ نے، ان کو خبر دی علی بن عبدالعزیز نے، ان کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے، ان کو ابراہیم بن سعد نے، ان کو ابن شہاب نے، ان کو عبید اللہ بن عبداللہ ابن عباس نے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ان امور کے اندر جن کے اندر آپ کو کوئی حکم نہیں ملا ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرماتے تھے۔ اور اہل کتاب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے۔ اور مشرکین اپنے سروں کی مانگھ نکالتے تھے۔ چنانچہ پہلے حضور ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے، پھر بعد میں آپ نے بھی بیچ سے مانگھ نکالی۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں احمد بن یونس سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن جعفر ورکانی وغیرہ سے، اس نے ابراہیم سے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی فقیہ ابوالحسن محمد بن یعقوب طابرانی نے، وہاں ان کو ابوعلی صواف نے۔ ان کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو حماد بن خالد نے، ان کو مالک نے، ان کو زیاد بن سعد نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے جب تک اللہ نے چاہا لٹکانا۔ اس کے بعد آپ نے بیچ سے مانگ نکالی۔

آپ علیہ السلام کی مانگ کا ذکر .... (۱۵) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو ابوحامد بن بلال بزار نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالازہر نے، ان کو یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ سے۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سر مبارک میں مانگ بیچ میں نکالتی تھی۔ آپ کی مانگ کو آپ کی کھوپڑی سے یعنی چوٹی سے شروع کر کے پیشانی کی طرف لٹکاتی اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں پر چھوڑتی تھی (یعنی مانگ نکالنے کے بعد بالوں کو سر کے دونوں حصوں کی طرف کھینچتی تھی۔ (ابوداؤد حدیث ۴۱۸۹)

ابن اسحاق کہتے ہیں واللہ اعلم کیا یہ عمل حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے تھا کہ نہ تو دو کپڑوں کو ملا کر سینا اور نہ ہی بالوں کو جوڑنا۔ یا پھر علامت تھی جس کے ساتھ نشان لگایا جاتا تھا۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن جعفر نے کہا جبکہ وہ فقیہ مسلمان تھا کہ یہ محض علامت تھی انبیاء کی علامات میں سے، دیگر لوگوں میں سے۔ نصاریٰ اس کے ساتھ تمسک کرتے تھے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو حسن بن محمد زعفرانی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو ہشام نے محمد بن سیرین سے۔ اس نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ ﷺ جب جمرہ عقبہ کی رمی کر چکے اور قربانی کر چکے تو اپنے حجام کے آگے اپنا دایاں حصہ سر کا سامنے کر کے دیا۔ اس نے اس حصے کے بال مونڈ دیئے تھے۔ آپ نے وہ بال ابوطلحہ کو پکڑا دیئے تھے۔ اس کے بعد سر کا بایاں حصہ حجام کے آگے کیا، اس نے اس حصے کے بال بھی مونڈ دیئے تھے۔ پھر آپ نے حکم فرمایا تھا کہ یہ بال لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابن ابوعمر سے، اس نے سفیان سے۔

☆☆☆

باب ۲۱

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کا ذکر

اور بالوں کو رنگ کرنے کی بابت احادیث

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو صالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابو ہلال نے، ان کو ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا انس بن مالک سے، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال دیکھا وہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ خوشبو لگانے کی وجہ سے سُرخ ہو رہا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں ابن بکیر سے، اس نے لیث سے اور بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث مالک سے، اس نے ربیعہ سے اور اس طرح مروی ہے زہری سے، اس نے انس سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب حافظ نے، ان کو سری بن خزیمہ نے، ان کو معلّٰی بن اسد نے، ان کو وہیب نے، ان کو ایوب نے محمد بن سیرین سے۔ وہ کہتے ہیں انس بن مالک سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ خضاب کرتے تھے؟ فرمایا کہ بے شک۔ حالت یہ ہے کہ بے شک انہوں نے بڑھاپا (یعنی سفید بال) نہیں دیکھا بہت قلیل مگر بہت کم۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو عبداللہ شیبانی نے، ان کو علی بن حسن ہلالی نے، ان کو معلّٰی بن اسد نے، اس نے اسی حدیث کو مذکور کی مثل ذکر کیا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں معلّٰی بن اسد سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے حجاج شاعر سے، اس نے معلّٰی بن اسد سے

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین فضل بن قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلیمان بن حرب نے، ان کو حماد بن زید نے ثابت سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا (بالوں کو رنگا تھا)؟ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے اس قدر سفید بال دیکھے نہیں تھے جس کو وہ خضاب لگاتے۔ اگر میں چاہتا کہ وہ سفید بال شمار کر لوں جو ان کی داڑھی میں تھے تو میں شمار کر لیتا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگ لیا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے۔

خضاب کا تذکرہ .... (۵) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو ابوالربیع نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس ﷛ سے نبی کریم ﷺ کے خضاب کرنے کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، اگر میں چاہتا تو میں حضور ﷺ کے سر کے اور داڑھی کے سفید بال شمار کر سکتا تھا (کم سفید بالوں کی وجہ سے)۔ آپ نے خضاب نہیں کیا تھا (یعنی بالوں کو رنگ نہیں کیا تھا)۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے مہندی اور کتم کے ساتھ خضاب کیا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق ﷛ نے مہندی کے ساتھ خالص رنگ کیا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابوالربیع سے۔

فائدہ : ڈاکٹر عبدالمعطی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ الکتم مرچ سیاہ کی مثل ذرے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ بال رنگے جاتے ہیں۔ وہ ان کی سفیدی کو یا سُرخی کو سواد اور سیاہ رنگ کے ساتھ تبدیل کر دیتے ہیں اور جب مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو وہ بالوں کو مضبوط کرتے ہیں۔

(٦) ہمیں خبر دی محمد بن ابوحسین بن فضل نے ، اور ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے ، ان کو یعقوب بن سفیان نے ، ان کو حجاج نے ، اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے ، ان کو علی بن حمشاد عدل نے ، ان کو ابومسلم نے ، یہ کہ حجاج بن منہال نے ، ان کو حدیث بیان کی ہے کہ ہمیں حماد بن سلمہ نے ، ان کو ثابت نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس ﷺ سے پوچھا گیا ، کیا نبی کریم ﷺ کے بال سفید ہوئے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو سفیدی کا عیب نہیں لگایا تھا ۔ آپ کے سر میں صرف سترہ اٹھارہ بال ہی سفید تھے بس ۔ (مسند احمد ۳/۲۵۴)

یہ حدیث یعقوب کے الفاظ میں اور ابومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے سفید بال کتنے تھے؟ اس کے بعد انہوں نے ذکر کیا ۔

(٧) ہمیں خبر دی علی بن مقری اسفرائنی نے ، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے ، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے ، ان کو محمد بن ابوبکر نے ، ان کو عبدالصمد بن عبدالوارث نے ، ان کو مثنیٰ بن سعید نے قتادہ سے ، اس نے انس ﷺ سے ۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب نہیں لگایا تھا سوائے اس کے نہیں کہ سفیدی نیچے کے ہونٹ سے نیچے کے بالوں میں تھی ہلکی سی اور ہلکی سی کنپٹیوں میں تھی اور ہلکی سی سر میں تھی ۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن مثنیٰ سے ، اس نے عبدالصمد سے ۔

(٨) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے ، ان کو ابوبکر محمد بن حسین قطان نے ، ان کو ابراہیم بن حارث بغدادی نے ، ان کو یحییٰ بن ابوبکر نے ، ان کو زہیر نے (ح) ۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، ان کو اسماعیل بن اسحاق قاضی نے ان کو احمد بن یونس نے ، ان کو زہیر نے (ح) ۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے ، ان کو خبر دی ابوبکر بن اسحاق نے ، ان کو خبر دی اسماعیل بن قتیبہ نے ، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے ، ان کو ابوخیثمہ نے ، ان کو ابواسحاق نے ، ان کو ابوجحیفہ نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا یہ چیز ان کی سفید تھی (یہ کہہ کر) زہیر نے اپنی کچھ انگلیاں اپنی عنفقہ یعنی نچلے ہونٹ کے نیچے کے بالوں پر رکھ دیں ۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس وقت کس شخص کی مثل تھے؟ انہوں نے بتایا کہ میں اس وقت تیر کو ترکش میں ڈالتا اور اس کے پر لگا سکتا تھا ۔

اور اصفہانی کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ ہونٹ سے نیچے رکھ دیا ۔ مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ اور احمد بن یونس سے ۔ اور بخاری نے اس کو نقل کیا ہے اسرائیل کی روایت سے ، اس نے ابواسحاق سے ۔

(٩) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے ، بطور املاء کے ، اور ابوسعید بن ابوعمرو نے بطور قراءت کے دونوں کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، ان کو ابوزرعہ عبدالرحمن بن عمرو دمشقی نے دمشق میں ، ان کو علی بن عیاش نے ، ان کو جریز بن عثمان نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے عبداللہ بن بسر سلمی سے کہا ، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کیا وہ بزرگ تھے؟ کہا کہ ان کے نچلے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے ۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں عصام بن خالد سے ، اس نے جریز بن عثمان سے ۔

(١٠) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن حسن بن فورک نے ، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد اصفہانی نے ، ان کو یونس بن حبیب نے ، ان کو ابوداؤد طیالسی نے ، ان کو شعبہ نے سماک سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن سمرہ سے ، اس نے نبی کریم ﷺ کے سفید بال ذکر کئے تھے ۔ اور فرمایا کہ جب آپ تیل لگاتے تھے وہ سفید نظر نہیں آتے تھے ۔ اور جب تیل نہیں لگاتے تھے وہ ظاہر ہوتے تھے ۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں محمد بن مثنیٰ سے ، اس نے داود سے ۔

(١١) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے ، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نحوی نے ، ان کو یعقوب بن سفیان نے ، ان کو حجاج نے ، ان کو حماد نے سماک بن حرب سے ، اس نے جابر بن سمرہ سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سر میں سفید بال تھے اور نہ ہی ان کی داڑھی میں ۔ ہاں مانگ میں چند بال تھے ، جب تیل لگاتے تھے تو ان کو تیل چھپا لیتا تھا ۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن موسیٰ اور ابونعیم نے، ان کو اسرائیل نے سماک سے، اس نے سُنا جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے سر کے اگلے حصے اور آپ کی داڑھی میں سفیدی آ چکی تھی، جس وقت آپ تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تو وہ ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ ابونعیم نے کہا کہ جب حضور ﷺ تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تھے تو وہ سفید بال ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ ابونعیم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ حضور ﷺ سر اور داڑھی کے کثیر بالوں والے تھے۔ دونوں نے اکٹھے کہا ہے حدیث میں کہ جب آپ کا سر بکھرا ہوتا تھا تو وہ نظر آتے تھے۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ جابر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ سورج اور چاند کی مثل گول تھا اور میں نے آپ کی مہر دیکھی آپ کے کندھوں کے پاس۔ جیسے کبوتری کا انڈا ہوتا ہے۔ وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبیداللہ بن موسیٰ سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن عثمان نے ابوحمزہ سکری سے، اس نے عثمان بن عبداللہ بن موہب قرشی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ زوجۂ رسول بی بی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک دیکھائے تھے تو وہ حنا اور کتم کے ساتھ رنگے ہوئے تھے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو تمتام محمد بن غالب نے، ان کو موسیٰ نے، ان کو سلام بن ابومطیع نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن موہب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے بال مبارک نکالے تھے جو کہ رنگے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں موسیٰ بن اسماعیل سے ماسوا قول حنا اور کتم کے۔

(۱۵) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو یحیٰی بن ابوبکر نے، ان کو اسرائیل نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن موہب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کا ایک موٹا پیالہ یا لوٹا تھا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے بال رکھے ہوئے تھے، جب کسی آدمی کو بخار ہو جاتا تھا تو وہ ان کے پاس کسی کو بھیج دیتا، وہ اس میں پانی کھنگال کر دے دیتیں، پھر بخار والا آدمی اس پانی کو اپنے چہرے پر چھینٹے مارتا۔ کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے ان کے پاس بھیجا انہوں نے ان بالوں کو برتن سے نکالا تو وہ اتنے تھے، اسرائیل نے اپنی تین اُنگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا (کہ اتنے تھے)۔ اور اس میں وہ سُرخ بال بھی تھے۔

آپ علیہ السلام کے سفید بالوں کا ذکر.......... اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مالک سے، اس نے اسماعیل سے، اس نے اسرائیل سے ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس سیاری نے، ان کو محمد بن موسیٰ بن حاتم نے، ان کو علی بن حسن بن شقیق نے، ان کو خبر دی ابوحمزہ عبدالملک بن عمیر نے ایاد بن لقیط سے، اس نے ابورمثہ سے۔ اس نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا ان کے جسم پر دو ہری چادریں تھیں اور آپ کے بال ایسے تھے کہ ان کے اُوپر سفیدی تھی جو کہ مہندی کے ساتھ رنگی ہوئی تھی۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو عبیداللہ بن ایاد نے، ان کو ایاد بن ابورمثہ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تھا۔ میں نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو میرے والد نے پوچھا، جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے (اس سے قبل) میرا یہ گمان ہوتا تھا کہ رسول اللہ کو ایسی چیز خیال کرتا تھا کہ لوگ جن کے مشابہ نہیں ہوتے۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو انسان ہیں جن کے پٹھے اور زُلفیں وغیرہ ہیں (یعنی بال کانوں تک پہنچتے ہیں)۔ جس پر مہندی کی وجہ سے رنگ کا اثر ہے۔ اور آپ کے جسم پر دو سبز چادریں زیب تن تھیں۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسن بن محمد بن زیاد نے، ان کو عبیداللہ بن سعید نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو محمد بن عبداللہ مخرمی نے، ان کو ابوسفیان

حمیری نے، ضحاک بن حمزہ سے اس نے، غیلان بن جامع بن ایاد بن لقیط سے، اس نے ابورمثہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کو رنگ کرتے تھے۔ مخرمی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

(۱۸) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن داسہ نے، ان کو ابوداود سجستانی نے، ان کو عبدالرحیم بن مطرف ابوسفیان نے، ان کو عمرو بن محمد نے، ان کو ابن ابورواد نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ سبتی جوتے پہنتے تھے (پیچھے سے کٹے ہوئے بغیر ایڑی کے)۔ اور اپنی داڑھی کو ورس اور زعفران کے ساتھ پیلا رنگ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد حدیث ۴۲۱۰)

(۱۹) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو یحییٰ بن آدم نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوجعفر نے، ان کو محمد بن ولید کندی کوفی نے، ان کو یحییٰ بن آدم نے، ان کو شریک نے عبیداللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سفید بال بیس کے قریب تھے۔ اور اسحاق کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سفید بال دیکھے۔ سر کے سامنے کے حصے میں تقریباً بیس بال تھے۔

(۲۰) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو ہلال بن علاء رقی نے، ان کو حسین بن عیاش رقی نے، ان کو جعفر بن برقان نے، ان کو عبداللہ بن عقیل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک مدینے میں آئے اس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینے کے والی تھے۔ چنانچہ عمر نے ان کے پاس نمائندہ بھیجا کہ ان سے پوچھیں کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ بے شک میں نے حضور ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال دیکھے ہیں جو رنگ لگائے ہوئے ہیں۔ حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بال سیاہی سے آراستہ کیے گئے تھے۔ اگر میں شمار کرنا چاہتا جو آپ کی سفیدی میرے سامنے آچکی تھی، سر میں اور داڑھی میں تو ان کو دس گیارہ بالوں سے زیادہ نہ کرسکتا۔ باقی رہے رنگین بال تو وہ خوشبو کا رنگ ہے جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بال خوشبو میں مہکائے جاتے تھے۔ اسی چیز نے بالوں کا رنگ بدل دیا تھا۔

باب ۲۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کاندھوں کے مابین فاصلے کی صفت

(۱) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا براء سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے۔ دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ قدرے زیادہ تھا (یعنی چوڑے سینے والے تھے)۔ سب لوگوں سے عظیم ترین تھے۔ سب لوگوں سے حسین ترین تھے۔ آپ کی زلفیں آپ کے کانوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ کے جسم پر سرخ جُبّہ تھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے شعبہ کی روایت سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبداللہ بن سالم نے، ان کو زبیدی نے، ان کو خبر دی زہری نے محمد بن مسلم سے اس نے سعید بن مسیب سے کہ اس نے سنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی وصف بیان کررہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ۱/۴۱۵ الترمذی فی الشمائل)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو نضر بن شمیل نے، ان کو صالح بن ابوالاخضر نے، ان کو زہری نے، ان کو ابوسلمہ نے، ان کو ابوہریرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے تھے جیسے چاندی سے ڈھال بنائے گئے ہیں سیدھے (کنگن شدہ)۔ بال تھے متوازن، پیٹ چوڑے کندھے (دونوں کے مابین طویل وحسین فاصلہ)۔ پورا قدم یعنی پیر زمین پر لگاتے تھے۔ جس طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ جب منہ پھیرتے تو پوری طرح پیٹھ پھیرتے تھے۔

باب ۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں قدم، بغلیں، کلائیاں، پنڈلیاں اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے کہا ہم کو خبر دی ابوبکر احمد بن سلمان فقیہ نے بغداد میں، ان کو احمد بن محمد بن عیسٰی نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو جریر نے، ان کو قتادہ نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ کے بال مبارک درمیانے سیدھے تھے۔ نہ تو زیادہ خمدار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں مسلم بن ابراہیم سے۔ (کتاب اللباس ۷۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابومسلم کجی نے، ان کو سلیمان اور ابونعمان نے، ان دونوں کو جریر نے قتادہ سے۔ اس نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھری بھری اور پاؤں کے تلوے بھی بھرے بھرے تھے۔ جسم سے پسینہ بہتا تھا۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ابونعمان سے مگر انہوں نے یوں کہا ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک موٹا تھا، قدم بھرے بھرے تھے، ہتھیلیاں بسیط تھیں۔ اس نے پسینہ کا ذکر نہیں کیا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعمر محمد بن عبداللہ ادیب نے، ان کو ابوبکر اسماعیل نے، ان کو خبر دی حسن یعنی ابن سفیان نے، ان کو ہدبہ بن خالد قیسی نے، ان کو ہمام نے، ان کو قتادہ نے، ان کو انس بن مالک نے یا ایک آدمی سے اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک موٹے تھے۔ چہرہ انتہائی خوبصورت تھا۔ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں عمرو بن علی سے، اس نے معاذ بن ہانی سے، اس نے ہمام سے۔ بخاری نے کہا کہ ہشام کہتے ہیں کہ مروی ہے معمر سے، وہ قتادہ سے، وہ انس سے۔

(۴) ہمیں اس کی خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن حمامی مقری نے، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو جعفر بن ابوعثمان طیالسی نے، ان کو یحیٰی بن معین نے، ان کو ہشام بن یوسف نے، ان کو معمر نے۔ انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی اسناد کے ساتھ اس کی مثل، مگر اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے، بھرے ہوئے قدم اور دونوں ہتھیلیاں تھیں۔

(۵)　ہمیں اس کی خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوجعفر مہدی بن ابو مہدی نے، ان کو ہشام بن یوسف نے، اس نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے، مگر ہتھیلیوں کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری نے کہا ابو ہلال کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قتادہ نے، انہوں نے اسی کا مفہوم ذکر کیا جس کی ہمیں خبر دی تھی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو محمد بن اسحاق بغوی نے، ان کو ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل مقری نے، ان کو ابو ہلال نے قتادہ سے، اس نے انس سے یا جابر بن عبداللہ سے، اسی طرح کہا ہے ابوسلمہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک موٹے تھے، ہتھیلیاں موٹی تھیں، میں نے حضور ﷺ کے بعد ان کے مشابہ کوئی نہیں دیکھا۔

(۶)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو آدم اور عاصم بن علی نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوذیب نے، ان کو صالح مولیٰ توامہ نے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ حضور ﷺ کی تعریف کرتے تھے کہ حضور ﷺ شثن الذراعین تھے (کلائیاں گوشت سے پُر اور نرم تھیں)۔ کندھوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ تھا۔ آنکھوں کی پلکیں بڑی تھیں۔ (مسند احمد ۲/ ۳۲۸)

(۷)　ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، کہا ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے ان کو ابوداود نے ان کو مسعودی نے عثمان بن عبداللہ بن ہرمز سے، ان کو نافع بن جبیر نے، ان کو علی بن ابوطالب ؓ نے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھری بھری ہتھیلیوں والے تھے۔ بھرے بھرے پیروں والے تھے۔ ہڈیوں کے موٹے سروں والے تھے۔ سینے کے بالوں میں لمبی لکیر والے تھے۔

(۸)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک نے عبدالملک بن عمیر سے، اس نے نافع بن جبیر سے ہمارے لئے، اس نے نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کی تھی اور اس کو مذکورہ روایت کی مثل ذکر کیا تھا۔

(۹)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو عمرو بن علی اور محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، ان کو شعبہ نے، ان کو سماک بن حرب نے، ان کو جابر بن سمرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ دہن تھے (مردوں میں یہ جراءت شجاعت اور بہادری کی علامت ہوتی ہے)۔ لمبی آنکھوں والے تھے۔ ایڑیاں پتلی تھیں۔ میں نے سماک سے کہا کہ ضلیع الفم کا کیا مطلب ہے؟ اس نے بتایا کہ عظیم الفم۔ میں نے کہا اشکل العینین سے کیا مراد ہے؟ بتایا کہ آنکھوں کے لمبے لمبے سراخ اور ڈھیلے۔ میں نے کہا منھوس العقب سے کیا مراد ہے؟ بتایا کہ قلیل اللحم۔

مسلم نے اس کو روایت کیا محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار سے۔

(۱۰)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اسحاق نے بن ابراہیم نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے، ان کو خبر دی زہری نے محمد بن مسلم سے، اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابوہریرہ ؓ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ زمین پر پورا قدم رکھتے تھے۔ پیر کے تلوے میں خلا نہیں تھا۔

(۱۱)　ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن بشران نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابوالحسین علی بن محمد مصری نے، ان کو مالک بن یحییٰ نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو عبداللہ بن یزید بن ہارون نے، ان کو عبداللہ بن یزید بن مقسم نے، وہ ابن ضبہ ہیں، ان کو ان کی پھوپھی سارہ بنت مقسم نے، ان کو میمونہ بنت کردم نے۔ وہ کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں دیکھا تھا۔ آپ اپنی اُونٹنی پر سوار تھے۔ میں اپنے والد کے ساتھ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چابک تھا، جیسے کاتبوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ میرے والد نے ان کے قریب ہو کر ان کے قدم کو پکڑ لیا۔ حضور ﷺ ان کے لئے رک گئے۔ کہتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے قدم کی سبابہ اُنگلی کی دیگر اُنگلیوں کے مقابلہ میں طوالت کبھی نہیں بھولی ہوں۔

(مسند احمد ۶/ ۳۶۶)

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر احمد بن سلمان فقیہ نے، ان کو جعفر بن محمد بن شاکر نے، ان کو محمد بن سابق نے، ان کو مالک بن مغول نے۔ انہوں نے سُنا عوف بن جحیفہ سے، اس نے ذکر کیا اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ گرمی کے زمانے میں میں مقام ابطح میں خیمے میں پہنچا گیا۔ بلال باہر نکلے۔ انہوں نے نماز کے لئے اذان کہی، پھر خیمے میں آئے، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا۔ لہٰذا لوگ ان کے پاس آ کر رک گئے اور ان سے وہ پانی لینے لگے۔ پھر بلال خیمے میں گئے اور اندر سے حضور ﷺ کا عصا نکال لائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خیمے سے نکلے، گویا کہ میں حضور ﷺ کی پنڈلی مبارک کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے عصا کو زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے بعد آپ نے ہم لوگوں کو ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی۔ آپ ﷺ کے آگے عورت اور گدھا وغیرہ گزر رہے تھے۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے حسن بن صباح سے، اس نے محمد بن سابق سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے مالک بن مغول سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن عبدالوہاب فراء نے، ان کو یحییٰ بن ابوبکیر نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ثابت نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا میں ہاتھ اُٹھاتے دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ یعنی نمازِ استسقاء میں اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، صحیح میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے، اس نے یحییٰ بن ابوبکیر سے۔ اور اس کو نقل کیا ہے بخاری نے حدیث قتادہ سے، اس نے انس سے۔

(۱۴) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوسعید احمسی نے، ان کو حسین بن حمید نے، ان کو احمد بن منیع نے، ان کو عباد بن قوام نے، ان کو حجاج نے سماک بن حرب سے، ان کو جابر بن سمرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نہیں ہنستے تھے مگر مسکراہٹ کے ساتھ اور آپ کی پنڈلیوں میں پتلا پن تھا۔ اور جب میں آپ ﷺ کو دیکھتا تو ایسے لگتا تھا جیسے آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ سرمہ نہیں لگایا ہوا ہوتا تھا۔

(ترمذی کتاب المناقب ۵۰۱)

(۱۵) ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو محمد بن اسحاق ابوبکر نے، ان کو مسلمہ بن حفص سعدی نے، ان کو یحییٰ بن یمان نے ان کو اسرائیل نے سماک بن حرب سے، اس نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دونوں پیروں کی خنصر اُنگلی (چھوٹی اُنگلی) نمایاں تھی دوسری اُنگلیوں میں سے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمٰن سلمی نے، ان کو ابوالحسن محمودی مروزی نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن مثنیٰ نے، ان کو عثمان بن عمر نے، ان کو حرب بن شریح صاحب خلقان نے، ان کو ایک آدمی نے بلعدویہ سے، ان کو ان کے دادا نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مدینے گیا پھر اس نے حدیث ذکر کی۔ حضور ﷺ کو دیکھنے کے بارے میں کہا کہ ایک خوبصورت جسم کے آدمی تھے۔ پیشانی عظیم، ناک ستواں، بھویں باریک، ہنسلی سے ناف تک دراز دھاگے کی طرح بالوں کی لکیر۔ میں نے آپ ﷺ کو دو چڑھائیوں سے دیکھا آپ میرے قریب ہوئے اور فرمایا السلام علیکم۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ۲/۱۰۳)

باب ۲۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد وقامت

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابوہلال نے، ان کو ربیعہ نے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا انس بن مالک سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سے میانہ قد تھے نہ انتہائی لمبے نہ ہی زیادہ چھوٹے تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو احمد بن زہیر بن حرب نے، ان کو ابوغسان نے، ان کو ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت فرماتے تھے۔ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق والے تھے۔ نہ انتہائی لمبے تھے نہ انتہائی چھوٹے تھے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن مسلمہ اور ابراہیم بن ابوطالب نے اور محمد بن اسماعیل ور عبداللہ بن محمد نے ان کو ابوکریب نے، ان کو اسحق بن منصور نے، ان کو ابراہیم بن یوسف نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا اپنی اسناد کے ساتھ اس کی مثل۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابوکریب سے۔

(۴) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن ہرمز نے، ان کو نافع بن جبیر نے، ان کو علی بن ابوطالب نے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ چھوٹے تھے اور انہوں نے حدیث ذکر کی یہاں تک کہ بتایا کہ آپ ﷺ جس وقت چلتے تھے تو رک رک کر یعنی کسی قدر جماؤ اور ٹھہراؤ کے ساتھ جیسے ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں۔ میں نے نہ آپ ﷺ سے پہلے آپ کی مثل دیکھا نہ آپ کے بعد کسی کو۔ (ترمذی کتاب المناقب ص ۵۰)

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی ابن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن اصفہانی نے، ان کو شریک بن عبداللہ نے، ان کو عبدالملک بن عمر نے، ان کو نافع بن جبیر نے۔ ہمارے سامنے حضرت علی ؓ نے حضور ﷺ کی صفت بیان کی تھی اور فرمایا کہ نہ تو چھوٹے تھے نہ زیادہ لمبے تھے۔ انہوں ... اپنی رفتار میں کسی قدر آگے کو جھکاؤ تھا جیسے اونچی جگہ سے اُتر رہے ہوں۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سعید نے، ان کو خالد بن عبداللہ نے، ان کو عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابوطالب نے، ان کو ان کے والد نے اپنے دادا سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ سے کہا گیا تھا کہ آپ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی کیفیت بیان کریں۔ انہوں نے بتایا کہ نہ آپ ﷺ لمبے تھے نہ ہی چھوٹے تھے بلکہ وہ لمبے ہونے کے زیادہ قریب تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ اور دونوں قدم بھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے سینے میں بالوں کی خوبصورت لمبی لکیر تھی۔ آپ ﷺ کے پسینے کے قطرے موتی تھے۔ جب آپ ﷺ چلتے تھے تو کسی قدر آگے کو جھکتے جیسے پہاڑ پر چل رہے ہیں۔ (مسند احمد ۸۹۸)

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو خبر دی عبداللہ نے ان کو۔ یعقوب نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو نوح بن قیس حدانی نے، ان کو خالد بن خالد تمیمی نے یوسف بن مازن راسبی سے کہ ایک آدمی نے حضرت علی ؓ سے کہا ہمارے سامنے حضرت رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت زیادہ لمبے نہیں تھے میانہ قد سے زیادہ تھے۔ جب لوگوں کے ساتھ آتے تو ان کو چھپا لیتے (یعنی ان کو حاوی ہو جاتے تھے)۔ بھرے بھرے ہاتھوں اور پاؤں والے تھے۔ جب چلتے تھے قدم اکھڑتے تھے جیسے چڑھائی پر چل رہے ہیں۔ پسینے کے قطرے چہرے پر موتی لگتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲۷۲/۸)

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو عبداللہ نے، ان کو یعقوب نے، ان کو اسحق بن ابراہیم بن علاء زبیدی نے، ان کو عمرو بن حارث نے، ان کو عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی محمد بن مسلم نے سعید بن مسیب سے کہ انہوں نے سنا ابوہریرہ ؓ سے وہ نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے اور فرمایا تھا کہ حضور ﷺ میانہ قد کے آدمی تھے بلکہ وہ لمبے ہونے کے زیادہ قریب تھے۔ اور اس روایت میں انہوں نے یہ کہا کہ حضور ﷺ منہ موڑتے یا پیٹھ کرتے تھے تو ایک ساتھ مڑتے تھے۔ میں نے ان جیسا نہ ان سے پہلے دیکھا تھا نہ ہی ان کے بعد۔

☆☆☆

باب ۴۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خوشبو جو آپ کے ہاتھ چھو لیتا اس کے ہاتھ میں اس کی ٹھنڈک اور نرمی کا احساس رہتا اور آپ کے پسینے کی تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابوالفتح ہلال بن محمد بن جعفر حفار نے بغداد میں، ان کو خبر دی حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان نے، ان کو ابوالاشعث نے، ان کو حماد بن زید نے ثابت سے، اس نے انس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ میں دیباج ریشم اور معروف ریشم کو لیا مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی شے نہیں پائی۔ اور میں نے خوشبوئیں تو بہت سی سونگھی ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا سلیمان بن حرب سے اس نے حماد بن زید سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ بن محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن محمد صیدلانی نے اور حسین بن حسین نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو جعفر بن سلیمان نے، ان کو ثابت بنانی نے حضرت انس سے۔ (ح) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے اور یہ الفاظ اسی کی حدیث کے ہیں۔ محمد بن صالح بن ہانی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سری بن خزیمہ نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے، ان کو سلیمان بن مغیرہ نے، ان کو ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سونگھی نہ کستوری اور نہ ہی عنبر جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ اور نہ میں نے کبھی ایسی چیز کو چھوا موٹا ریشم ہو یا باریک ریشم، جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو۔

مسلم نے اس کو روایت کیا قتیبہ وغیرہ سے اور زہیر نے اس کو ہاشم سے اس نے سلیمان سے۔

(۳) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے ان کو ابوحامد احمد بن محمد بن حسین خسروگردی نے خسروگرد سے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ نے اور عیسیٰ اور علی بن عثمان نے اور حماد بن مسلمہ نے، ان کو ثابت نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پھولوں کی رنگت والے تھے آپ کا پسینہ موتیوں کی مثل تھا جب آپ چلتے تو آگے کو جھکتے تھے۔ میں نے کوئی موٹا یا باریک ریشم رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور میں نے کوئی کستوری اور عنبر رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ خوشبو نہیں سونگھی۔

اس کو مسلم نے دوسرے طریق سے حماد بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔

آپ علیہ السلام کا بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن قتاد نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابومنصور مظفر بن محمد علوی نے، ان کو ابوجعفر بن دُحیم نے کوفے میں، ان کو احمد بن حازم نے ابوغزرہ سے، ان کو عمرو بن حماد نے یعنی ابن طلحہ قناد نے، ان کو اسباط بن نضر نے، ان کو سماک بن حرب نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی اس کے بعد آپ اپنے گھر لوٹ آئے اور میں پھر حضور ﷺ کے ساتھ نکلا۔ حضور ﷺ کو کچھ بچے آگے ملے حضور ﷺ (ازراہِ شفقت) ان میں سے ایک ایک کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ جابر کہتے ہیں کہ بہرحال انہوں نے میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرا تھا۔ چنانچہ میں (تاحال) آپ ﷺ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کرتا ہوں ایسے لگتا ہے جیسے آپ نے عطار تھیلی میں سے اس کو نکالا تھا۔

یہ الفاظ حدیث علوی کے ہیں۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عمرو بن حماد سے۔ (مسلم کتاب الفضائل ۴۳)

(۵) ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ حرفی نے بغداد میں، ان کو احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو اسماعیل بن اسحاق نے، ان کو عمرو بن مرزوق نے، ان کو شعبہ نے یعلی بن عطاء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن یزید بن اسود سے، اس نے اس کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ منیٰ میں تھے۔ میں نے ان سے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ مجھے دے دیجئے، میں نے لیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اور کستوری سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا تھا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی ابونعیم نے، ان کو معمر نے عبدالجبار سے، ان کو ان کے گھر والوں نے ان کے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا آپ ﷺ نے اس ڈول سے پانی پیا۔ اس کے بعد آپ نے ڈول میں کلی ڈال دی پھر اس کو کنوئیں میں انڈیل دیا۔ یا یوں کہا کہ ڈول سے آپ ﷺ نے پانی پیا پھر کلی کنویں میں ڈال دی لہٰذا اس کنویں سے ایسی خوشبو مہکی جیسے کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔ (مسند احمد ۴/۳۱۵)

(۷) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عبدالرحمن نے یزید سے، اس نے ضبہ سے، اس نے ان کو خبر دی میمونہ بنت کردم سے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سواری پر اپنے والد کے پیچھے بیٹھی تھی۔ میرے والد حضور ﷺ سے ملے۔ کہتی ہیں کہ (میں قریب ہوئی تو) میں نے حضور ﷺ کا پیر پکڑ لیا۔ میں نے اس سے زیادہ ٹھنڈی چیز نہیں دیکھی تھی۔ اس طرح ہے میری تحریر میں کہتی ہیں کہ میں نے پکڑ لیا اور میں ان کو گمان کرتا ہوں، یعنی ان کے والد کو۔ تحقیق ہم نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے۔ میمونہ کہتی ہیں کہ میرے والد حضور ﷺ کے قریب آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے پیر کو پکڑ لیا۔ واللہ اعلم

آپ علیہ السلام کے پسینے کی خوشبو کا ذکر

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحٰق صغانی نے، ان کو ابوالنضر نے، ان کو سلیمان بن مغیرہ نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور آپ ہمارے پاس دوپہر کی نیند سوئے۔ آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا میری امی ایک شیشی لائیں اور آپ کے پسینے کے قطرے اس میں جمع کرنے لگیں لہٰذا حضور ﷺ جاگ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے اُم سلیم یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ وہ بولی کہ یہ پسینہ ہے، اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملاتے ہیں یہ سب خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ خوشبو ہے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر بن حرب سے اس نے ابوالنضر سے۔ (مسند احمد ۳/۱۷۷)

(۹) اور ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے اور مجھے خبر دی ابوعمرو مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو عفان نے، ان کو وہیب نے، ان کو ایوب نے ابوقلابہ سے، اس نے انس سے، اس نے ام سلیم سے کہ نبی کریم ﷺ اُم سلیم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ دوپہر کے وقت اس کے ہاں سو جاتے تھے وہ حضور ﷺ کے لئے چمڑے کا بچھونا بچھا دیتی تھیں۔ حضور ﷺ اس پر قیلولہ کرتے تھے اور حضور ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا اور وہ حضور ﷺ کے پسینہ جمع کرتی تھیں پھر اس کو خوشبو میں ملاتی تھی اور شیشی میں جمع کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا، اے ام سلیم یہ کیا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کا پسینہ ملاتی ہوں اپنی خوشبو کے اندر۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے۔ (مسند احمد ۳/۱۳۶)

☆☆☆

باب ۲۶

مُہرِ نبوت کی صفت

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن فضل نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ہشام بن عمار نے، ان کو حاتم بن اسماعیل نے، ان کو جعید بن عبدالرحمٰن بن اویس نے۔ انہوں نے سنا سائب بن یزید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری خالہ جان مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔ جا کر کہنے لگیں یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا اس کے بعد میں آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی مہر کی طرف دیکھا وہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلیم نے ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو حاتم بن اسماعیل نے جعید بن عبدالرحمٰن سے۔ اس نے ذکر کیا اس کو مذکورہ روایت کی مثل۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن عبداللہ سے، اس نے حاتم بن اسماعیل سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا قتیبہ بن سعید سے۔

(بخاری حدیث ۱۹۰۔ فتح الباری ۲۹۶/۱، ۵۶۱)

اسی طرح مشہور ہے کہ کبوتری کا انڈہ۔ ابراہیم بن حمزہ نے کہا حاتم سے مروی ہے رزّالحجلة کہ راء پہلے اور زاء بعد میں۔

اور ابوسلیمان نے حکایت بیان کی ہے کہ اگر راء مقدم ہو زاء سے تو سفید پرندہ مراد ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابومنصور مظفر بن محمد بن احمد بن زیاد علوی نے، ان کو خبر دی ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم نے، ان کو احمد بن حازم بن ابو غرزہ نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو اسرائیل نے سماک سے، اس نے سنا جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کا چہرہ مبارک چاند وسورج کی مثل گول تھا اور میں نے مہر نبوت کو دیکھا تھا دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ اور ابونعیم نے اسرائیل سے۔ اس نے حدیث کو ذکر کیا مگر اس نے یوں کہا کہ میں نے ان کی مہر کو دیکھا آپ کے دونوں کندھوں کے پاس تھی کبوتری کے انڈے کی مثل۔ وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے عبیداللہ بن موسیٰ سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابومنصور مظفر بن محمد علوی نے، ان کو ابوجعفر بن دحیم نے، ان کو احمد بن حازم نے، ان کو عبداللہ بن موسیٰ نے، ان کو حسن بن صالح نے سماک سے، ان کو جابر بن سمرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ مہر دیکھی تھی جو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر تھی، وہ کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں محمد بن عبداللہ بن نمیر سے، اس نے عبیداللہ بن موسیٰ سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۲۳)

(۶) ہمیں خبر دی ابوالفتح ہلال بن محمد بن جعفر نے، ان کو حفار نے بغداد میں، ان کو حسین بن یحییٰ بن عیاش نے، ان کو ابوالاشعث نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے عاصم بن سلیمان سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ الحافظ نے، ان کو ابوالفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو حامد بن عمر بکراوی نے، ان کو عبدالواحد بن زیاد نے، ان کو عاصم احول نے، ان کو عبداللہ بن سرجس نے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا اور میں نے ان کے ساتھ گوشت اور روٹی بھی کھائی تھی یا کہا تھا کہ ثرید کھایا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور تجھے بھی اللہ معاف فرمائے۔ میں نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے استغفار کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! اور تمہارے لئے بھی استغفار کیا تھا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ (سورۃ محمد : آیت ۱۹)

اے پیغمبر! آپ اپنے گناہ کے لئے استغفار مانگیے اور مؤمنوں کے لئے بھی۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضور ﷺ کے پیچھے آ گیا۔ میں نے آپ کی مہ نبوت کی طرف دیکھا۔ آپ کے کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کے جوڑ کے پاس مجتمع تھی۔ اس پر دو ابھار تھے جیسے مسّے ہوتے ہیں (یا پستان کی بھٹنی)۔ یہ الفاظ عبدالواحد کی حدیث کے ہیں۔

ان کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں حامد بن عمر بکراوی اور ابوکامل سے، اس نے حماد سے۔ (مسند احمد ۸۲/۵)

اور ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے، ان کو عاصم احول نے، اس نے سنا عبداللہ بن سرجس سے۔ وہ کہتے تھے تم لوگ بوڑھے کو دیکھ رہے ہو (اپنے بارے میں کہتے تھے)۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا، اور میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا بھی تھا۔ اور میں نے اس علامت کو بھی دیکھا تھا جو ان میں تھی۔ وہ آپ کے کندھے کے جوڑ یا ہڈی کی جڑ میں تھی۔ اس پر دو ابھار تھے جیسے جسم کے مسّے ہوتے ہیں۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو قرہ بن خالد نے، ان کو معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مہر دکھایئے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاتھ اندر داخل کیجئے۔ میں نے ہاتھ آپ کے گریبان میں داخل کیا۔ میں چھونے اور مہر کو ڈھونڈنے لگا تو وہ آپ کے کندھے کے جوڑ کے پاس انڈے کی مانند تھی۔ آپ کو اس ادا نے بھی نہ روکا بلکہ آپ میرے لئے دعا کرنا شروع ہو گئے جبکہ تا حال میرا ہاتھ ان کی قمیص کے اندر ہی تھا۔ (مسند احمد ۴۳۴/۳)

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن ابوطالب نے، ان کو ابوداؤد نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا اس کی اسناد اور اس کے مفہوم کے ساتھ، سوائے اس کے کہ اس نے کہا کہ آپ کے کندھے کے جوڑ پر تھی مثل رسولی کے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے اور ہمیں خبر دی ابن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو عبیداللہ بن زیاد نے، ان کو میرے والد نے ابورمثہ سے۔ وہ کہتے ہیں، میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس گیا۔ انہوں نے حضور کے دو کندھوں کے درمیان رسولی کی مانند ایک شئی دیکھی اور کہا یا رسول اللہ! میں لوگوں کا علاج کرتا ہوں، کیا میں آپ کے لئے اس کا علاج کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس کا طبیب وہ ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے ثوری نے کہا ہے زیاد بن لقیط سے اس حدیث میں کہ آپ کے کندھے کے پیچھے ایک چیز تھی سیب کی مثل۔ اور عاصم بن بہدلہ نے کہا ابورمثہ سے کہ آپ کے کندھے کے جوڑ کے پاس ایک چیز نہیں اُونٹ کے لید کے برابر یا کہا تھا کہ کبوتر کے انڈے کے مثل۔

مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان تھی

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو خبر دی یعقوب بن سفیان نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو عبداللہ بن میسرہ نے، ان کو عتاب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید سے سنا کہتے تھے کہ وہ مہر جو نبی کریم ﷺ کے کندھوں کے درمیان تھی یہ اُبھرا ہوا گوشت تھا۔

(۱۱) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو تمتام نے، ان کو قیس بن حفص دارمی نے، ان کو مسلمہ بن علقمہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے سماک بن حرب سے۔ اس نے سلامہ عجلی سے، اس نے سلمان فارسی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی اوڑھنے والی چادر میری طرف ڈال دی، اور فرمایا کہ اے سلمان دیکھنے میں آپ کو کیا حکم دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر دیکھی مثل کبوتر کے انڈے کے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوبکر حمیدی نے، ان کو یحییٰ بن سلیم نے، ان کو ابن خثیم نے سعید بن ابو راشد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والے ہرقل روم کے قاصد تنوخی کے ساتھ حمیص میں ملا، وہ میرا پڑوسی تھا۔ بوڑھا ضعیف تھا۔ وہمی ہونے کے قریب تھا یا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا آپ مجھے خبر دیں گے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ تبوک میں آئے تھے۔ میں ہرقل کا خط لے کر تبوک پہنچا تو حضور ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے پانی کے پاس چادر لپیٹے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے بھائی تنوخ، میں آگے جھکتے ہوئے آیا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے جو چادر گھٹنوں پر لپیٹی ہوئی تھی وہ اپنی پیٹھ پر ڈال لی۔ میں نے دیکھا کہ مہر تھی کندھے کی نرم ہڈی کے مقام پر مثل بڑے انڈے کے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عبدالرحمٰن سلمی نے اور ہمیں خبر دی حسن محمودی نے، ان کو ابو عبداللہ محمد بن علی حافظ نے، ان کو محمد بن مثنیٰ نے، ان کو ابو عامر عبدالملک بن عمر نے، ان کو عبداللہ بن جعفر زہری نے، ان کو اُم بکر نے، وہ عبداللہ بن جعفر کی پھوپھی تھی، مسور بن مخرمہ کی بیٹی تھی۔ وہ مسور بن مخرمہ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا میرے پاس ایک یہودی گزرا، جبکہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا اور نبی کریم ﷺ وضو کر رہے تھے۔ چنانچہ یہودی نے کہا حضور کی پیٹھ سے کپڑا اُٹھاؤ۔ میں اُٹھانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ بھی اس مہر کے بارے میں آپس میں بحث کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں یہ حضور کی صفت لکھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد ۳۲۳/۴)

باب ۲۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع صفت اور جامع تعریف

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو معمر اور مسعودی نے، ان کو عثمان بن مسلم بن ہرمز نے، ان کو نافع بن جبیر بن مطعم، مسعودی کی حدیث میں کہا ہے کہ حضرت علی ؓ سے مروی ہے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد روذباری نے، ان کو ابو محمد عبداللہ بن عمر بن احمد بن علی بن شوذب مقری واسطی نے مقام واسط میں، ان کو شعیب بن ایوب نے، ان کو ابو نعیم نے، ان کو مسعودی نے عثمان بن عبداللہ بن ہرمز سے اس نے نافع بن جبیر بن مطعم سے، اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ وہ کہتے ہیں ہاتھوں اور پاؤں کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نہ انتہائی لمبے تھے نہ ہی انتہائی چھوٹے تھے۔ ہتھیلیاں اور تلوے بھرے ہوئے تھے۔ داڑھی گھنی، سر مبارک بڑا، چہرہ مبارک مائل سُرخی، کلائیاں گوشت سے بھری ہوئی، سینے پر بالوں کی لمبی لکیر تھی۔ جب چلتے تھے تو آگے کی طرف پاؤں اُکھڑتے تھے جیسے ڈھلوان سے اُتر رہے ہیں۔ میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد دیکھا۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عثمان بن عبداللہ بن ہرمز نے نافع بن جبیر سے۔ اس نے علی بن ابو طالب سے، انہوں نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے مگر یہ بھی کہا ہے کہ جب چلتے تھے تو جماؤ ٹھہراؤ کے ساتھ، جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں۔

ابوعثمان کے نام میں اختلاف کیا ہے۔ جب ہم نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح ان کے ماسوا نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابن مسلم ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابن عبداللہ ہیں۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن علی بن محمد مقری اسفرائنی نے۔ وہاں پر ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن ابوبکر نے، ان کو عیسیٰ بن یونس نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلم نے اور سعید بن منصور نے، ان کو عیسیٰ بن یونس نے، ان کو عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد نے اولادِ علی میں سے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ جب رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نہ تو انتہائی لمبوترے تھے (کہ طوالت معیوب لگے)، نہ ہی ٹھگنے تھے (کہ چھوٹا پن عیب لگے)۔ بلکہ لوگوں میں خوبصورت میانہ قد تھے۔ نہ انتہائی گھونگھرالے بالوں والے تھے نہ ہی بالکل سیدھے جھڑک بالوں والے تھے۔ بلکہ گھونگھرالہ پن ایسا خوبصورت تھا جیسے ابھی کنگھی کئے ہوئے ہیں نہ مطہم تھے نہ ہی مکلثم تھے۔

چہرے میں خوبصورت گولائی تھی۔ رنگ سفید مگر سرخی ملایا ہوا۔ گہری اور لمبی آنکھوں والے، پلکیں لمبی تھیں۔ سینہ مبارک بڑا، کندھے چوڑے۔ یا یوں کہا تھا جب چلتے تھے تو قدم مبارک اُکھڑے ہوتے تھے، جیسے ڈھلوان میں چلتے ہیں۔ جب مُڑتے تھے تو پورے پورے مُڑتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے مابین مہرِ نبوت تھی۔

سب لوگوں میں سے زیادہ سخی تھے۔ سب لوگوں سے زیادہ جری تھے۔ سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے زیادہ ذمہ داری پوری کرنے والے، سب سے زیادہ نرم خو تھے۔ سب سے زیادہ باعزت اور پروقار زندگی اور معیشت والے تھے۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا تو اس پر رعب طاری کر دیتے تھے۔ اور جو شخص آپ سے میل جول کرتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ ان کی تعریف کرنے والا کہتا تھا کہ میں نے ان جیسا نہ ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد دیکھا۔ (قال الترمذی ۳۶۳۸ غریب لیس اسنادہ بمتصل)

مقری نے اپنی روایت میں خاتم نبوت کے ساتھ یہ کہا کہ آپ خاتم النبیین تھے، اور یہ بھی کہا کہ "ارحب الناس صدرا" اور وبیع ظباف سے مالک تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نے، ان کو خبر دی ابوالحسن محمد بن محمد بن حسن کارزی نے، ان کو خبر دی علی بن عبدالعزیز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوعبید نے صفت رسول کے بارے میں کہا کہ حضرت علی ﷺ جب آپ کی تعریف کرتے تھے، فرماتے تھے کہ آپ نہ انتہائی طویل القامت تھے، نہ انتہائی ناٹے تھے۔ سفید رنگ مگر سرخی ملائے ہوئے تھے۔ لمبی اور گہری آنکھوں والے تھے۔ پلکیں لمبی تھیں۔ لمبے اور چوڑے کندھوں والے تھے۔ ہتھیلیاں اور پیر مبارک گوشت سے پر تھے سینے پر بالوں کی دھاری تھی۔ جب چلتے تھے تو قدم مبارک اُکھڑتے تھے۔ گویا کہ چڑھائی سے اتر رہے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے تھے تو پوری طرح ہوتے تھے۔ نہ انتہائی چھڑک بال تھے نہ ہی انتہائی گھونگھرالے تھے۔

اور ابوعبداللہ نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابواسماعیل مؤدب نے عمر سے مولیٰ غفرہ سے، اس نے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ جب نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے تو یہ مذکورہ تفصیل بتاتے تھے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ہمیں اس کی حدیث بیان کی اسماعیل بن جعفر نے اور کہا کہ حضور ﷺ پھول رنگے تھے۔ اور چونے کی طرح سفید نہیں تھے۔

مشکل الفاظ اور لغات کی تشریح

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ازھر اللون تھے ابیض الامھق نہیں تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کی دونوں آنکھوں میں شکلۃ تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ شبح الذراعین تھے۔

کسائی اور اصمعی اور ابوعمر اور کئی دیگر لوگوں نے ہر ایک نے ان میں سے بعض نے ان الفاظ کی تفسیر کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ضویل المنغط نہیں تھے۔ فرماتے ہیں کہ بائن الطویل نہیں تھے۔ اور قصیر المتردد نہیں تھے۔ یعنی آپ کی تخلیق اعضاء بعض بعض کو زینت بخشتی تھی۔ لہٰذا آپ مجتمع الاعضاء ومتناسب الاعضاء تھے۔ سبط الخلق نہیں تھے۔ بتاتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں تھے بلکہ ربعة بین الرجلین تھے (یعنی لمبے اور ٹھگنے کے درمیان معتدل القامت متناسب الاعضاء تھے)۔

اسی طرح آپ کی صفت ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ ضرب اللحم، بین الرجلین تھے (یعنی موٹے اور دبلے کے مابین معتدل تھے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے، لیس بالمطهم۔ اصمعی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ التام کل شیء منه علی حدته یعنی آپ کی ہر شئ ہر عضو علیحدہ علیحدہ تام اور مکمل تھا۔ لہٰذا آپ بارع الجمال تھے۔ اور اصمعی کے سوا دیگر نے کہا کہ المکلثم کا مطلب المدور الوجه۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ایسے نہیں تھے۔ بلکہ مسنون تھے (بنائی ہوئی صورت میں چمدار تھے)۔

اور حضرت علی کا یہ قول کہ مشرب کا مطلب الذی اشرب حمرة ہے (جو سرخی پلایا گیا ہو سرخی مائل ہو)۔ اور ادعج العین کا معنی شدید سواد العین ہے (جس کی آنکھیں سخت سیاہ ہوں)۔ اصمعی نے کہا کہ الدعجة هی السواد (سیاہ ہونے کو کہتے ہیں)۔ اور کہا کہ الجلیل المشاش کا مطلب ہے عظیم رؤس العظام (یعنی ہڈیوں کے سرے موٹے تھے)۔ مثلاً گھٹنوں کی ہڈیاں، کہنیوں کی ہڈیاں، کندھوں کی ہڈیاں (ان کے سرے موٹے تھے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول جلیل الکتد۔ هو الکاهل وما یلیه من الجسد۔ مراد ہے کندھا اور اس کے متصل جسم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ شثن الکفین والقدمین تھے، یعنی مائل بہ غلظت تھے، بھرے ہوئے تھے۔ حضرت کا یہ قول کہ اذا مشی تقلع جیسے ڈھلوان سے قدم اکھڑتے محسوس ہوتے ہیں۔ یمشی فی صبب فرماتے ہیں کہ صبّ کا مطلب الانحدار ہے اس کی جمع اصباب ہے۔ نیز ان کا یہ قول کہ لیس بالسبط ولا الجعد القطط۔ القطط کا مطلب ہے شدید الجعودة سخت گھونگھرالے حبشیوں کے جیسے بال ہوتے ہیں۔ اور سبط وہ ہوتے ہیں جس میں تکسر اور بل اور کج نہ ہو، بلکہ جعد رجل (ایسے گھونگھرالے بال جن کو کنگھی کر کے خوبصورت کر دیا گیا ہو، جس میں ہلکا خم بھی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کہ کان ازهر وہ سفید رنگ جو نیّر البیاض ہو چمکدار اور حسین۔ وہ سفیدی جس میں حمرت ملا کر تروتازہ آبدار تابدار کر دیا گیا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول لیس بالامهق کا مطلب ہے امهق شدید البیاض کو کہتے ہیں جس میں سرخی ذرہ بھر بھی نہ ہو، نہ ہی اس میں چمک ہو بلکہ جس چونے وغیرہ کی طرح ہو۔ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کہ ان کی آنکھوں میں شکلة تھی۔ شکلة حمرة اور سرخی کی مانند ایک چیز ہوتی ہے جو آنکھوں کے سفید ڈھیلے میں ہوتی ہے۔ اور ایک چیز ہوتی ہے شهلة یہ شکلة سے مختلف ہے یہ آنکھوں کی سیاہ پتلی میں حمرت ہوتی ہے۔ اور ایک ہوتی ہے مُزهة یہ وہ سفیدی ہوتی ہے جس میں کسی اور روشنی کی ملاوٹ نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اهدب الاشفار کا مطلب ہے طویل الاشفار لمبی پلکیں۔ آپ کا یہ قول شثن الذراعین کا مطلب عبل الذراعین (یعنی چوڑی کلائیاں)۔ المسربة کا مطلب الشعر المستدق مابین اللبة الی السرة۔ بالوں کی باریک لکیر جو ہنسلیوں سے ناف تک ہو۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو محمد بن علی مقری نے، ان کو ابوعیسیٰ ترمذی نے، ان کو ابوجعفر محمد بن الحسین نے، انہوں نے سنا اصمعی سے۔ وہ صفت رسول کی تفسیر وتشریح میں کہتے ہیں :

صفت رسول کے بارے میں مشکل الفاظ کی تشریح

(از اصمعی)

اَلْمُمَغَّطُ : اَلذَّاهِبُ طُوْلًا ۔ حد سے زیادہ لمبے۔ محاورہ یوں ہے کہ میں نے ایک دیہاتی سے سنا کہہ رہا تھا : تمغط فی نُشَّابته وہ اپنی نشابت میں طویل ہو۔ یعنی اس کو انتہائی شدید کھینچا جائے۔

اَلْمُتَرَدِّدُ : اَلدَّاخِلُ بَعْضَهُ فِیْ بَعْضٍ قِصَرًا ۔ یعنی جو بہت چھوٹا اور ناٹا ہو۔

اَلْقَطَطُ : شَدِیْدُ الْجُعُوْدَةِ ۔ سخت گھونگھرالہ پن۔

الرَّجِلُ : اَلَّذِیْ فِیْ شَعْرِهٖ حُجُوْنَةٌ ای تَنَنٍّ قَلِیْلًا ۔

اَلْمُطَهَّمُ : اَلْبَادِنُ الْکَثِیْرُ اللَّحْمِ ۔ خوب گوشت والا (بہت موٹے نہیں تھے)۔

اَلْمُکَلْثَمُ : المدور الوجه ۔ گول چہرے والا۔

اَلْمُشْرَبُ: اَلَّذِیْ فِیْ بَیَاضِهٖ حُمْرَةٌ ۔ جس کے سفید رنگ میں سرخی شامل ہو۔

ادعج : شَدِیْدُ سَوَادِ الْعَیْنِ ۔ سخت سیاہ آنکھیں۔

الاهدب : اَلطَّوِیْلُ الْاَشْفَارِ ۔ لمبی پلکوں والا۔

اَلْکَتَدُ : مجتمع الکتفین هو الکاهل ۔ جڑے ہوئے اور اکٹھے کندھے۔

اَلْمَسْرُبَةُ : هو الشعر الدقیق الذی هو کانه قضیب من الصدر الی السرة ۔ سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری۔ جیسے ڈنڈی رکھی ہے۔

اَلشَّثْنُ : غلیظ الاصابع ۔ ہاتھوں اور پاؤں کی موٹی انگلیاں۔

اَلتَّقَلُّعُ : ان یمشی بقوة ۔ جو قوت اور مضبوطی سے چلے۔

الصَّبَبُ : الحدور ۔ محاورہ ہے انحدرنا فی صبوب وصبب۔ ہم بلندی سے لڑھکتے اترے۔

جلیل الْمُشَاشِ : یرید رؤوس المناکب ۔ کندھوں کے سرے مراد ہیں۔

العشرة : الصحبة ۔ ساتھ رہنا، معاشرت۔

العشیر : الصاحب ۔ ساتھی

البدیهة : المفاجات ۔ یکا یک، اچانک۔ محاورے میں کہا جاتا ہے۔ بدهته بامر فجئته میں بداهت سے اس کے پاس آیا یعنی اچانک آیا۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عمر بن احمد بن شوذب مقری اور واسطی نے واسط میں، ان کو شعیب بن ایوب نے، ان کو یعلیٰ بن عبید نے مجمع بن یحییٰ انصاری سے۔ اس نے عبداللہ بن عمران سے، اس نے انصار کے ایک آدمی سے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا نبی کریم ﷺ کی صفت کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سفید رنگ والے تھے۔ جو حمرت ملا ہوا تھا۔ سیاہ سرمیلی آنکھیں تھیں۔ سیدھے کنگھی شدہ بالوں والے تھے۔ صاحب وفرہ تھے۔ زلفیں کندھوں کو چھوتی تھیں۔ سینے کے بالوں کی

لکیر تیلی تھی۔ان کی گردن چاندی کی صراحی جیسی تھی۔آپ کی ہنسلیوں سے ناف تک بالوں کی ایک سیدھی لکیر لکڑی کی مثل چلتی تھی۔باقی پیٹ اور سینے پر بال نہیں تھے۔ہاتھ اور پیر بھرے ہوئے تھے۔

جب چلتے تھے انتہائی قوت کے ساتھ،ایسے جیسے بلندی سے اُتر رہے ہوں۔جب چلتے تھے تو ایسے لگتا تھا جیسے چٹان سے پیر اُکھڑتے ہیں۔جب متوجہ ہوتے تو یکایک پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔آپ کا پسینہ موتیوں جیسا ہوتا تھا۔آپ کے پسینہ کی خوشبو خالص کستوری سے زیادہ مہکتی تھی۔نہ زیادہ لمبے نہ زیادہ چھوٹے،نہ خواہ مخواہ عاجزی کرنے والے عاجز و بے بس۔نہ ہی ملامت کرنے والے تھے۔میں نے ان جیسا ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد دیکھا۔(تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳۱۶/۱)

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین علوی نے،ان کو خبر دی ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال بزار نے،ان کو احمد بن حفص بن عبداللہ نے،ان کو ان کے والد نے،ان کو ابراہیم بن طہمان نے،ان کو حمید طویل نے انس بن مالک ﷺ سے۔وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہ بالکل گندمی تھے نہ بالکل سفید تھے۔سفید میانہ قد سے کچھ اُوپر قد تھا اور لمبے قد سے نیچے تھا۔

اللہ کی مخلوق میں سے آپ ان کو حسین ترین ہی دیکھتے اور اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ خوشبودار تھے۔سب سے زیادہ نرم ہاتھوں والے تھے۔شدید گھونگھرایالے بال نہیں تھے۔اپنے بالوں کو اپنے کانوں کے نصف تک چھوڑتے تھے۔جب چلتے تو قوت اور جمائی کے ساتھ۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے،ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے،ان کو احمد بن منصور نے،ان کو عبدالرزاق نے،ان کو خبر دی معمر نے زہری سے۔وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے حضور ﷺ کی تعریف پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا،آپ سب لوگوں سے اپنی صفت کے اعتبار سے احسن تھے،اجمل تھے،لمبے کے قریب خوبصورت قامت والے تھے۔کندھوں کے درمیان کا فاصلہ قدرے زیادہ تھا۔روشن جبین تھی،جس پر پسینے کے قطرے دمکتے تھے۔بال انتہائی کالے تھے۔سرمیلی آنکھیں تھیں،لمبی پلکیں تھیں۔جب پیر رکھتے تھے تو پورا پیر رکھتے تھے،پیچ سے خالی نہیں تھا۔جب آپ اپنے کندھوں سے چادر اُتار کر رکھتے تو لگتا چاندی کی صراحی۔جب ہنستے تو ایسے لگتا جیسے موتی چمک رہے ہیں۔میں نے ان جیسا ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد۔(تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳۱۹/۱)

باب ۲۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اُم معبد کی حدیث

(۱) ہمیں خبر دی ابونصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ نے اصل کتاب سے۔وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوعمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نے۔وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوزید عبدالواحد بن یوسف بن ایوب بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت نے یسار خزاعی کعبی نے مقام قُدید میں بطور املاء کے،ان کو حدیث بیان کی اس کے چچا سلیمان بن حکم نے ان کے دادا ایوب بن حکم خزاعی سے،اس نے حزام بن ہشام سے،اس نے اپنے باپ ہشام سے،اس نے اس کے دادا حبیش بن خالد سے۔وہ صحابی رسول ہیں،کہ رسول اللہ ﷺ نے (ح)۔اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نے۔وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوعمرو بن مطرف نے،ان کو محمد بن محمد بن سلیمان بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت بن یسار خزاعی نے،قدید میں پہچانے جاتے تھے۔ابوعبداللہ بن ابو ہشام القاف۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد محمد بن سلیمان نے،وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی میرے چچا ایوب بن حکم نے حزام بن ہشام سے۔اس نے اپنے والد ہشام سے،اس نے

اس کے دادا حبیش بن خالد قتیل بطحا سے فتح مکہ کے دن یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابونصر بن قتادہ نے اور ہمیں خبر دی ابوعمرو بن مطر نے، ان کو ابوجعفر محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ حلوانی نے، ان کو مکرم بن محرز ابن مہدی نے، ان کو ان کے والد محرز بن مہدی نے حزام بن ہشام سے۔ اس نے حبیش بن خالد سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ان کے دادا حبیش بن خالد صاحب رسول مقتول بطحا یوم فتح مکہ سے وہ بھائی تھے عاتکہ بن خالد کے۔

خشک تھن والی بکری کا دودھ .... یہ کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مکے سے نکالے گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان میں حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر ؓ تھے۔ اور ابوبکر ؓ کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کو راستہ بتانے والے عبداللہ بن اریقط لیثی تھے۔ یہ لوگ قبیلہ بنوخزاعہ کی ایک بوڑھی خاتون اُم معبد خزاعیہ کے خیموں کے پاس سے گزرے تھے۔ یہ خاتون اپنے خیمے کے صحن میں جسم اور گھٹنوں کو چادر سے باندھ کر یا لپیٹ بیٹھی تھی۔ یہ بڑی عمر کی بے حجاب بیٹھنے والی عورت تھی۔ وہ راستے کے مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔ یہ لوگ جب وہاں سے گزرے تو انہوں نے اس خاتون سے کھانے کے لئے قبائلی دستور کے مطابق گوشت یا کھجور مانگے تاکہ اس بوڑھی اماں سے یہ چیزیں خرید لیں۔ مگر ان لوگوں نے اس کے پاس کوئی بھی چیز نہ پائی ان میں سے۔ اور لوگوں کے پاس زادِ سفر بھی ختم ہو چکا تھا۔ یہ لوگ قحط اور بھوک کی کیفیت میں تھے۔

اُم معبد نے کہا، اللہ کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمہیں اس کو ذبح کرنے سے بھی نہ روکتے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر اتنے میں خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری پر پڑی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ بکری کیسی ہے اے اُم معبد؟ اس نے بتایا کہ یہ ایسی کمزور بکری ہے جو بکریوں کے ساتھ چراگاہ تک چل کر نہیں جاسکتی، اس لئے یہ خیمے میں باندھ رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا اس بکری کے پاس دودھ ہے؟ ابوزید کہتے ہیں کہ اس کے پاس دودھ ہے؟ اس نے بتایا کہ نہیں یہ دودھ دینے سے معذور و مجبور ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت دیں گی؟ وہ بولی کہ میرے ماں باپ آپ کے اُوپر قربان، اگر آپ کو اس کے پاس دودھ نظر آئے تو ضرور دوہ لیں۔

چنانچہ اجازت ملنے کے بعد حضور ﷺ نے اس بکری کو اپنے پاس منگوا کر اس کی دودھ دانی پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اُم معبد کی بکری کے لئے اور اُم معبد کے لئے دعا فرمائی۔ بکری نے دودھ دینے کے لئے اپنی ٹانگیں کھول دیں۔ اتنے میں اس کے تھنوں سے دودھ بہنے لگا۔ اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے دودھ کے لئے برتن منگوائے جو تین سے دس آدمیوں کے لئے کافی ہوسکیں۔ حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ان میں دودھ نکالا اور وہ خوب بہنے لگا۔ یہاں تک کہ اُوپر تک بھر گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پہلے اُم معبد کو دودھ پلایا، وہ پی کر خوب سیر ہوگئی، پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ انہوں نے بھی شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بعد میں خود پیا اور سب خوش ہوگئے۔ اس کے بعد دوبارہ آپ نے بکری کا دودھ نکالا اور اس کے برتن بھر دیئے۔ اور اس دودھ کو اُم معبد کے پاس رہنے دیا۔ اور اس دودھ کی قیمت بھی اس کو ادا کر دی اور اس سے کوچ کر گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اُم معبد کا شوہر بکرا واپس لا کر پہنچ گیا۔ جو کہ بھوکی اور کمزور تھی، جو کہ کمزوری کی وجہ سے آہستہ اور ہلکے ہلکے چلا رہی تھی۔ دن چڑھے (چاشت کے وقت) ان کی ہڈیوں میں گودا کم رہ گیا تھا۔

ابوزید کہتے ہیں ضحا مخخهن قليل ابومعبد نے جب دودھ اتنی فراوانی سے گھر میں دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا کہ اے اُم معبد یہ اتنا دودھ کہاں سے آیا؟ اور بکریاں تو دور چراگاہ میں تھیں اور جبکہ گھر میں کوئی دودھ والا جانور بھی نہیں ہے؟ اُم معبد نے بتایا کہ نہیں، بات یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے ہمارے پاس سے ایک برکت والا شخص گزرا، اس کا ایسا ایسا حال تھا (یہ سب کچھ اس کی وجہ سے ہے)۔ اس نے کہا اُم معبد تم اس شخص کی صفت بیان کرو میرے سامنے۔

وہ بتانے لگی کہ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جس کا حسن و جمال ظاہر تھا۔ چہرہ اس کا چمکتا ہوا روشن تھا۔ اعضاء خوبصورت تھے۔ سفر کی تھکان نے اس کو کمزور اور بدصورت نہیں کیا تھا۔ لمبی اور پتلی گردن اس کو عیب دار نہیں کر رہی تھی۔ خوبصورت تھے، حصے تقسیم کر کے دینے والے تھے۔

محمد بن موسیٰ نے کہا کہ وَسِیمًا قَسِیمًا آنکھوں میں سیاہی (سُرمیلا پن تھا)۔ پلکوں میں طوالت تھی۔ ان کی آواز میں کھنک تھی۔ گردن لمبی تھی۔ داڑھی گھنی تھی بھنویں کمان کی طرح خوبصورت تھیں۔ دونوں ابرو ملے ہوئے تھے۔ اگر خاموشی اختیار کرتے تھے تو ان پر وقار چھا جاتا تھا۔

اور وہ بولتے تھے تو ان پر بہار اور تازگی اُتر آتی تھی۔ دور سے سب لوگوں سے زیادہ حسین اور زیادہ پُر رونق نظر آتے تھے مگر قریب سے سب سے زیادہ حسین اور سب سے شیریں نظر آتے تھے۔ شریں گفتار تھے۔ رُک رُک کر واضح وضع بولتے تھے۔ الفاظ نہ کم بولتے تھے نہ زیادہ بولتے۔ آپ کی گفتار بس پُروئے ہوئے موتی تھے۔ جو نکھرے تھے۔ ایسے میانہ قد تھے جو طوالت سے محروم نہ ہو۔ اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے کوئی آنکھ ان کو عیب دار نہ دیکھے۔ بلکہ (لمبی اور چھوٹی) دو ٹہنیوں میں ایک خوبصورت شاخ تھے۔ تینوں افراد میں سے وہ خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ اور ان میں وہی زیادہ حسین قدر و انداز والے تھے۔

اس کے رفقاء اس پر جان نچھاور کرتے تھے۔ اگر وہ بولتے تو وہ ان کی بات سننے کے لئے خاموش ہو جاتے تھے۔ اگر وہ ان سے کچھ فرماتے تھے تو ان کے ساتھی ان کی بات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کر جانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ مخدوم تھے۔ محترم تھے (جس کے ساتھی اس کے آگے پیچھے پھرتے تھے)۔ اور وہ ان کے ساتھ نہ ترش روئی سے پیش آتے تھے نہ ہی ان پر زیادتی کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاتف غیبی کے اشعار

ابو معبد نے یہ سننے کے بعد کہا۔ اللہ کی قسم یہ وہی شخص ہے جو قریش کو مطلوب ہے۔ جس کا ذکر ہم نے سُنا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس شخص سے ضرور ملوں اور میں یہ کام ضرور کروں گا۔ اگر مجھے اس کی استطاعت رہی۔ اگلے دن علی الصبح مکے میں ایک آواز سُنائی دی جیسے کوئی دور دراز سے کہہ رہا ہے، لوگ آواز سُن رہے تھے مگر یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ کون کہہ رہا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے :

جزی اللّٰہ ربُّ الناس خیر جزائہ　　رفیقین قالا خیمتی اُم معبد
ھما نزلاھا بالھدی و اھتدت بہ　　فقد فاز من امسی رفیق محمد
فیا لقصی ما زوی اللّٰہ عنکم　　بہ من فعال لا تجاری و سؤدد
لیھن بنی کعب مقام فتاتھم　　و مقعدھا للمؤمنین بمرصد
سلوا اختکم عن شاتھا و انائھا　　فانکم ان تسالوا الشاۃ تشھد
دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت　　لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد
فغادرھا رھنا لدیھا بحالب　　یرددھا فی مصدر ثم مورد

اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو اپنی بہترین جزاء عطا کرے جو ام معبد کے خیموں میں دوپہر کی نیند جا کر سوئے۔ وہ دونوں ہدایت کے ساتھ ام معبد کے پاس اُترے اس نے بھی ان سے ہدایت پائی۔ تحقیق وہ شخص کامیاب ہو گیا جو محمد ﷺ کا رفیق بن گیا۔ اے آل قصی قابل مبارکباد ہو آپ لوگ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کیا افعال مقدر کئے ہیں اور سرداری، جن کا کوئی مقابلہ نہیں۔ بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کو نوجوان ایسے مقام پر فائز ہے جو اہل ایمان کے لئے مورچے کی جگہ ہے۔ اپنی بہن سے پوچھئے اس کی بکری کے اور دودھ کے برتن کے بارے میں۔ اگر تم لوگ اس بکری سے پوچھو تو وہ بھی شہادت دے گی۔ کونے میں پردے میں کھڑی بکری کو اس جوان نے بلایا تو اس نے ان کے لئے دودھ دینا شروع کر دیا۔ بھرے ہوئے سند کے ساتھ اور جھاگ دار دودھ کے ساتھ۔ بقیہ دودھ کو وہ ام معبد کے برتن میں محفوظ چھوڑ کر چلے گئے تا کہ وہ اس کو دوبارا کھیری سے اور دھات سے لگ کر دوبارہ آخذ کر سکے۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری نے جو شاعر رسول تھے یہ شعر سُنے تو انہوں نے ہاتف کو جواباً شعر کہے۔

وہ کہتے ہیں : ''حضرت حسان کے اشعار اور ان کا مفہوم''

لقد خاب قوم زال عنهم نبيهم	وقدس من يسرى اليهم ويغتدى
ترحل عن قوم فضلت عقولهم	وحل على قوم بنور مجدد
هداهم به بعد الضلالة ربهم	وارشدهم من يتبع الحق يرشد
وهل يستوى ضلال قوم تسفهوا	عمى وهداة يهتدون بمهتد
وقد نزلت منه على اهل يثرب	ركاب هدى حلت عليهم باسعد
نبى يرى ما لا يرى الناس حوله	ويتلو كتاب الله كل مسجد
وان قال فى يوم مقالة غائب	فتصديقها فى اليوم او فى ضحا الغد
ليهن ابا بكر سعادة جدده	بصحبته من يسعد الله يسعد
ليهن بنى كعب مقام فتاتهم	ومقعدها للمؤمنين بمرصد

یقیناً ناکام ونامراد ہوگئی وہ قوم جن سے ان کا نبی چلا گیا اور مقدس ہوگئے وہ لوگ جن کے پاس پہنچے ہیں اور ان کی اقتداء کریں گے۔ ایک قوم سے انہوں کوچ کیا جس سے ان کی عقلیں گمراہ ہوگئی ہیں اور دوسری قوم پر وہ نئے نور روشنی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ دراصل ان کے رب نے گمراہی کے بعد ان کو اسی نبی کے واسطے ہدایت بخشی ہے۔ اور ان میں سے زیادہ کامیاب وہ ہے جو حق کی اتباع کرے گا۔ وہ رُشد وہدایت پر ہوگا۔ کیا بھلا کسی قوم کے گمراہ لوگ جنہوں نے محض اپنے اندھے پن کی وجہ سے حماقت اختیار کر رکھی ہے۔ وہ، اور وہ لوگ جنہوں نے ایک ہادی کی وجہ سے ہدایت اختیار کر لی ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہوگئے ہیں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (یعنی وہ دونوں کسی طرح بھی برابر نہیں ہو سکتے)۔ اس نبی کی وجہ سے اہل یثرب پر ہدایت کے قافلے اور سواریاں نازل ہوگئے ہیں۔ وہ ان پر سعادت وخوش نصیبی بن کر اُترے ہیں۔ وہ نبی ایسے ہیں جو اپنے اردگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ اور وہ نبی ہر نماز میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ وہ نبی اگر دن میں کوئی انہونی بات بتاتے ہیں تو حقیقت اور نفس الامر میں اس کی تصدیق اسی دن ہو جاتی ہے۔ یا اگلے روز صبح ہی وہ بات سچی ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ابوبکر صدیق کو ان کے دادا کی سعادت بوجہ صحابیت رسول مبارک ہو یہ سعادت واقعی اسی کو نصیب ہوتی ہے، اللہ جس کو سعادت نصیب کرے۔ (کئی کئی پشتیں صحابی ہیں)۔ بنوکعب کو ان کے نوجوان کا مرتبہ ومقام مبارک ہو۔ اور اہل ایمان کے لئے اس کا کلیدی اور اہم منصب مبارک ہو۔

یہ الفاظ حدیث ابونصر بن قتادہ کے ہیں ابونصر نے کہا کہ ابوعمرو بن مطرف نے کہا ہے کہ ابوجعفر بن محمد بن موسیٰ نے کہا کہ میں نے مکرم سے اُم معبد کے نام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام عاتکہ بنت خالد تھا اور ان کی کنیت اُم معبد تھی۔ ان کے شوہر ابومعبد کا نام اکثم بن ابوالجون تھا۔ مگر ان کو عبدالعزیٰ کہتے تھے۔ (رواہ الطبرانی۔ والحاکم فی المستدرک ۱۰/۳)

(۹) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوسعید احمد بن محمد بن عمرو احمسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسین بن حمید بن ربیع خزار نے، ان کو سلیمان بن حکم بن ایوب بن سلیمان بن ثابت بن یسار خزاعی نے۔ وہ کہتے ہیں ان کو ان کے بھائی ایوب بن حکم اور سالم بن محمد خزاعی نے، سب نے جزام بن ہشام سے۔ اس نے اسی روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ اسی کی مثل ذکر کیا ہے، مگر حضرت حسان کے اشعار میں سے آخری شعر کم کر دیئے۔ مگر کسی اور مقام پر ان کو انہوں نے ذکر کیا ہے یعقوب بن سفیان فسوی نے مکرم بن محرز سے بغیر اشعار کے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوالقاسم مکرم بن محرز بن مہدی بن عبدالرحمن بن عمرو خزاعی نے، ان کو حدیث بیان کی محرز بن مہدی نے، اس نے اسی مذکور کو روایت کیا ہے۔

(۱۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء، ان کو ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے، ان کو حسین بن محمد زیاد اور جعفر بن محمد بن سوار (ح)۔ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبداللہ بن محمد دورقی نے، آخرین میں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن خزیمہ امام نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی مخلد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن جریر نے، ان سب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی مکرم بن محرز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا ابوعبداللہ حافظ نے سُنا شیخ صالح ابوبکر احمد بن جعفر قطیعی سے۔ وہ کہتے ہیں، ہمیں حدیث بیان کی محرز نے اپنے آباء سے۔ انہوں نے اس حدیث کو اپنے طول کے ساتھ بیان کی ہے۔

میں نے اپنے شیخ ابوبکر سے کہا کیا واقعی اس کو شیخ نے سُنا ہے مکرم سے؟ اس نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم میرے والد نے مجھے اپنے ساتھ حج کرایا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا، لہٰذا اس وقت انہوں نے مجھے مکرم بن محرز سے بھی ملوایا تھا۔ اور مجھے خبر پہنچی ہے ابومحمد قتیبیؒ سے کہ اس نے کہا مشکل الفاظ کی تشریح میں اسی مذکورہ حدیث میں آئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں :

مشکل الفاظ کی تشریح

قولہ بَرْزَةٌ: اس سے اس کی مراد اس کا سن اور عمر مراد ہے جس میں وہ ظاہراً بیٹھتی تھی یعنی وہ بمنزلہ اس لڑکی کے نہیں تھی جو حجاب میں رہتی ہے۔

محشی لکھتے ہیں کہ عورت جب بوڑھی ہو جائے تو وہ جوان عورتوں کی طرح پردہ نہیں کرتی، حالانکہ وہ اس وقت عفیفہ عاقلہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے پاس بیٹھتی ہے اور لوگوں کے ساتھ ظاہراً باتیں کرتی ہے۔ بروز کا معنی ظہور ہے۔

قولہ مُرْمِلِیْنَ : اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کا زادِ سفر ختم ہو چکا تھا۔

قولہ مُشْتِیْنَ : اس سے مراد داخلین فی الشتاء ہے۔ اس میں مُسْنِتِیْنَ بھی مروی ہے یعنی داخل فی سنۃ یعنی قحط اور بھوک۔

قولہ کَسْرُ الخَیْمَۃ : اس سے مراد خیمے کی جانب اور کونہ ہے اس کا۔

قولہ فَتَفَاجَتْ : اس سے ان کی مراد ہے کہ اس نے دودھ نکلوانے کے لئے اپنی کھیری کھول دی یا تھن کھولا۔

قولہ دَعَا بِاِنَاءٍ یُرْبِضُ الرَّھْط : یعنی اتنا بڑا برتن جو تین سے دس بندوں کو سیر کر سکے۔ یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو جائیں اور بوجھل ہو جائیں۔ اور رَھط تین سے دس عورتوں کے لئے ہیں۔

قولہ ثَجًّا : اس سے مراد ہے سَیل اور خوب دودھ بہنا۔

قولہ حتی علاہ البھاء : اس سے مراد ہے کہ دودھ کی تازگی یا جھاگ برتن کے اُوپر تک پہنچ گئی۔

قولہ وھو وبیض رغوتہ : وہ ارادہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اس برتن کو بھر دیا۔

قولہ فشربوا حتی اراضوا : اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اس قدر پیا کہ وہ سیر ہو گئے اور سیر ہونے سے مطمئن ہو گئے۔

قولہ تَشَارَکْنَ ھُزْلًا : مراد ہے کہ بکریوں کو عموماً کمزوری لگ چکی تھی۔ ان میں کوئی صحت مند نہیں تھی۔ اور نہ ہی کوئی خوشنما تھی۔ یہ لفظ اشتراک سے بنا ہے۔

قولہ والشَّاءُ عَازِبٌ : یعنی چراگاہ میں دُور۔

قولہ : ظاھرُ الوضاءة : غیر القُتیبی نے کہا کہ ان کی مراد اس سے ظاہر جمال ہے۔ اور قتیبی نے کہا کہ

قولہا : اَبلَجُ الوجہ : اس سے ان کی مراد چمکتا اور روشن چہرہ مراد ہے۔

قولہا : لم تعبُہُ نُحلة : پتلا اور کمزور ہونے کو کہتے ہیں۔

قولہا : ولم تُزرِیہ صُقلَة : صقل منقطع الاضلاع کو کہتے ہیں اور صُقلة۔ خاصرہ اور کوکھ کو کہتے ہیں۔ اس سے اس کی مراد تھی کہ وہ کچھ اس قسم کے تھے کہ نہ تو وہ زیادہ پھول رہے تھے، اور نہ ہی وہ پتلے اور کمزور تھے۔ اور یوں بھی مروی ہے۔

لم تعبُہُ ثُجلة ولم تزریہ صُعلَة : ثُجلة کہتے ہیں عظیم البطن کو اور پیٹ کے نیچے والے حصے کے ڈھیلے ہونے کو۔ اور صُعلة کہتے ہیں صغر راس سر چھوٹا ہونے کو۔

الوسیم : حسن اور چمک دار اسی طرح۔

القسیم : یہ بھی یہی وارد ہے۔

الدَّعَجُ : آنکھ میں سیاہی کو۔

وقولہا فی اشعارہ عطفٌ : قتیبی کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں ریاشی سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں یہاں عطف کا مطلب نہیں جانتا۔ میں اس کو غطفٌ نقطے والی غین کے ساتھ سمجھتا ہوں، اس کا مطلب لمبی پلکیں ہیں جو لمبی ہونے کے ساتھ مُڑی ہوئی ہوں۔ اور عصف کا مطلب بھی مائل یا مُڑی ہوئی ہوگا۔ اگر یہ روایت میں محفوظ ہو، وہ بھی اس کے مشابہ ہے یعنی پلکوں کا مُڑنا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کی پلکوں میں وَطَفٌ تھا۔ یہ بھی طول کو کہتے ہیں۔

وقولہا فی صوتہ : صَہَلٌ : اور صَحَلٌ بھی روایت کیا گیا ہے، یعنی ایسے جیسے ہلکا سا گلا یعنی آواز میں بیٹھنے کا احساس ہوتا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تیز چبھتی ہوئی نہ ہو۔

وقولہا فی عنقہ سطع، ای طول : گردن قدرے لمبی تھی۔

قولہا : اِن تکلّم سَما : اگر کلام کرتے تھے تو اونچے ہو جاتے تھے (یا چھا جاتے تھے)۔ یعنی اپنے سر کو یا ہاتھ کو اونچا کرتے تھے۔

آپ کے نطق کے بارے میں

قولہا : فَصلٌ لا نَزرٌ۔ وَلَا ھَذرٌ : مراد یہ ہے کہ آپ کا کلام خوبصورت اور متصل ہوتا تھا۔ نہ قلیل تھا نہ کثیر تھا۔

قولہا لا بَأسَ مِن طُول : احتمال ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضور ﷺ ایسے لمبے نہیں تھے جو اپنے مُباری ( ) کو اپنی مطاوعت سے مایوس کر دے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہو۔ میرا خیال ہے کہ مطلب ہے کہ لَا بائنَ مِن طُول (بے ہنگم لمبے بھی نہیں تھے)۔

قولہا لا تقتحمُہُ عین من قصر : یعنی نگاہ ان کو حقیر نہیں محسوس کرتی تھی چھوٹے ہونے کی وجہ سے، نہ ہی عیب دار دیکھتی تھی۔

محفُوذٌ : یعنی محفوظ تھے۔

محشُوذٌ : یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے حشدتُ لفلان فی کذا کہ میں نے فلاں کے لئے حشد کیا ہے اس وقت کہتے ہیں جب آپ نے اس کے لئے کچھ تیار کر رکھا ہو اور کچھ جمع کر رکھا ہو۔ ان کے علاوہ دیگر ذکر کیا ہے کہ محشود کا مطلب محفوف ہے (جس کو لوگ گھیرے رہتے ہوں) اور حشدہ اصحابہ یعنی اطافوا بہ یعنی جس کے ساتھی اس کے آگے پیچھے پھرتے ہوں۔

قولہا: لَا عَابِس : مراد یہ ہے کہ عابس الوجہ یعنی ترش رو نہیں تھے جو منہ بسور کر رکھتے ہوں۔ لَا مُعْتَد یہ عَدا سے مشتق ہے معتد کا مطلب الظلم ہے کہ آپ ظالم نہیں تھے۔

قولہ الہاتف۔ فتحلبت لہ بصریح : صریح کا مطلب ہے خالص۔ ضرّۃ سے مراد ہے لَحْمُ والضرع تھنوں کا گوشت۔ فغادرھا رھنا لدیھا لحالب۔ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے اس بکری کو اُم معبد کے پاس اس طرح رہن رکھا (یعنی چھوڑ کر چلے گئے) کہ وہ دودھ بہاتی رہے۔

باب ۲۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں حدیث ہند بن ابی ہالہ تمیمی

ہند بن ابو ہالہ تمیمی ربیب نبی۔ یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ابو ہالہ نبی کریم ﷺ سے قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ ان کا نام نباش بن زرارہ تھا اور ان کا یہ بیٹا ہند بن نباش بن زرارہ تھا۔ یہ ہند جنگ جمل میں قتل ہو گئے تھے۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یہ شخص فصیح بلیغ تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی احسن طریقے پر وصف کی تھی۔ نبی کریم ﷺ سے حدیث بھی روایت کی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے نقل کی ہے اور بغوی نے بھی۔ (مترجم)

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے لفظاً بھی اور قراءۃً بھی انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب عقیقی صاحب کتاب النسب نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابو محمد نے مدینہ میں ۲۶۳ھ میں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی علی بن جعفر بن محمد نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے اس نے جعفر بن محمد سے، اس نے اپنے والد محمد بن علی سے، اس نے علی بن حسین سے۔ وہ کہتے ہیں کہا حسن بن علی نے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابو ہالہ سے رسول اللہ ﷺ کے حُلیے کے بارے میں پوچھا (ظاہر ہے وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی گود میں پروردہ تھے، ان سے بہتر کون حضور ﷺ کے حُلیے کو بتائے گا؟)۔ اس لئے وہ وصاف رسول کہلاتے تھے۔ حضور کے بڑے وصف بیان کرنے والے۔ (میں نے کہا) میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے کچھ وصف بیان کریں گے۔ میں جس کو سینے سے لگالوں گا (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان فسوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن حماد انصاری مصری نے اور ابو غسان مالک بن اسماعیل نہدی نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی جمیع بن عمر بن عبدالرحمٰن عجلی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مکے کے ایک آدمی نے ابو ہالہ تمیمی کے بیٹے سے۔ اس نے حسن بن علی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے پوچھا یعنی ہند بن ابو ہالہ تمیمی سے۔ وہ حُلیہ رسول کے بڑے وصف بیان کرنے والے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ میرے لئے اس میں سے کچھ بیان کریں، میں جس کے ساتھ وابستہ ہو جاؤں۔ انہوں نے فرمایا :

رسول اللہ ﷺ فربہ جسم پُر وقار صاحب وجاہت بزرگ تھے۔ ان کا چہرہ مبارک چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ میانہ قد سے لمبے تھے، نہی نما لمبے سے چھوٹے تھے۔ سر مبارک بڑا تھا، گھونگھرالے اور سیدھے بالوں کی درمیانی کیفیت کے بال تھے۔ اگر ان کے بالوں کی لٹ اور ایک حصہ دوسرے سے علیحدہ ہوتا تو خود بخود مانگ نکل آتی تھی۔

علوی کی ایک روایت میں عـقیقته کی بجائے عـقیصته ہے مراد وہی ہے بالوں کا ایک حصہ الگ ہونے پر مانگ نکل آتی تھی۔ مگر آپ کے بال جب وفرہ ہوتے تھے تو وہ آپ کے کانوں کی لو سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ گلاب کے پھولوں جیسا رنگ تھا، پیشانی مبارک کشادہ تھی، بھنویں مبارک باریک مگر کمان کی طرح خمدار تھیں بھنویں پوری اور مکمل تھیں مگر اس طرح نہیں کہ دونوں مل کر اور جڑ کر ایک ہو جائیں۔ دونوں بھنووں کے بیچ میں ایک رگ نمایاں تھی، جس کو غصہ اور ظاہر کردیتا تھا۔ ناک مبارک کا بانسہ اونچا تھا، نتھنے باریک تھے۔ ہر وقت آپ کے اوپر ایک نور اور وجاہت ظاہر ہوتی تھی۔ جو شخص آپ کو بغیر غور کے دیکھتا آپ کی ناک بڑی خیال کرتا۔ داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ کے رخسار مبارک ہلکے تھے، پھولے ہوئے نہیں تھے۔

اور علوی کی ایک روایت میں ہے مسربہ کا یعنی سینے کے بالوں کی لکیر کا ذکر ہے۔ آپ کی گردن مبارک ایسی جیسے کہ تراشی ہوئی مورتی کی گردن ہے۔ جلد مبارک صفائی میں چاندی جیسی، جسمانی ساخت میں اعتدال تھا۔ صحت مند خوبصورت جسم تھا۔ مسیح الصدر کشادہ سینہ تھا۔ دونوں کندھوں کا درمیانہ فاصلہ بعید تھا۔ کلائیوں کی ہڈیاں گوشت سے پُر تھیں۔ جسم مبارک منور تھا، بالوں سے صاف تھا۔ ہنسلیوں سے ناف تک بالوں کے سلسلے سے مربوط تھا، جو ایک دھاگے یا دھاری کی مانند جاری تھا۔ پستان والا حصہ اور پیٹ صاف تھا باقی جسم کے سوا۔ کلائیوں پر بال تھے۔ کندھوں پر بھی بال تھے۔ سینے کے بالائی حصہ پر ہلکے بال تھے۔ کہنیوں اور گھٹنوں کے جوڑ بڑے تھے۔ ہتھیلیاں نرم تھیں۔ علوی کی روایت میں ہے جبیں اقدس کشادہ تھی۔ سیدھی قامت تھی۔ ہتھیلیاں اور قدم بھرے ہوئے تھے۔

علوی نے قدمین کا ذکر نہیں کیا۔ حاجات پوری کرنے والے ہاتھ پیر تھے۔ قدموں کے نیچے کے حالی حصے خالی تھے (یہ بات ماقبل کی تفصیلات کے خلاف ہے اور بعد والے جملے کے بھی منافی ہے۔ (واللہ اعلم)

مسیح القدم تھے۔ یعنی قدم مبارک پورے زمین کو چھوتے تھے (یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب پیر مبارک بھرے ہوئے ہوں، خالی حصہ بھی بھرا ہوا ہو۔ (مترجم)۔

ان دونوں کا چشمہ اُبلتا تھا (یہ معجزہ تھا)۔ جب کسی جگہ سے ہٹتے تھے تو مضبوط اور وقار کے ساتھ، جب قدم رکھتے تو جماؤ کے ساتھ، جب چلتے تو نرمی کے ساتھ، رفتار تیز ہوتی تھی۔ جس وقت چلتے تھے تو ایسے لگتا جیسے اونچائی سے نیچے آتے ہیں۔ جب کسی طرف مڑتے پہلو بدلتے تو پوری طرح بدلتے۔ علوی کی ایک روایت میں لفظ جمعا کی جگہ جمیعا ہے۔

حضور ﷺ نگاہ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کی نظر اوپر سے نیچے زمین کی طرف زیادہ طویل رہتی تھی۔ جب کسی منظر کا ملاحظہ کرتے تو خوب غور سے دیکھتے (اپنے اصحاب سے آگے چلتے تھے)۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ جو آپ ﷺ سے ملتا آپ اس کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

میں نے کہا، میرے لئے آپ حضور ﷺ کا نطق اور گویائی کی صفت بیان کریں، تو انہوں نے فرمایا:

حضور ﷺ کو مسلسل حزن وغم لاحق ہوتے رہے۔ دائمی سوچ اور فکرۃ میں مبتلا رہے۔ علوی کی روایت میں فکرۃ کی جگہ لفظ فکر ہے۔ آپ کے لئے راحت و آرام نہیں تھا۔ لہٰذا آپ بغیر ضرورت اور حاجت کے کلام نہیں فرماتے تھے۔ لمبی خاموشی اختیار کرتے تھے۔ طویل السکتة تھے۔ علوی کی ایک روایت میں لفظ سکوت ہے۔ کلام شروع کرتے اور ختم کرتے تھے تو اپنی باچھوں کے اندر سے اور جامع ترین کلمات کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ کلام واضح اور جدا جدا ہوتا تھا، نہ ضرورت سے زیادہ ہوتا تھا نہ ہی ضرورت سے کم ہوتا تھا۔ نرم خو تھے، نہ ظلم کرنے والے تھے نہ ذلیل و رسوا کرتے تھے۔

اللہ کی ہر نعمت کو عظیم سمجھتے تھے اگرچہ وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ ان میں سے کسی چیز کی برائی نہیں کرتے تھے۔ ذائقوں اور مزوں کی نہ برائی کرتے تھے نہ تعریف کرتے تھے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ذائقوں یعنی مزوں کے دلدادہ نہیں تھے۔ نہ ہی ان کی تعریف کرتے تھے۔ اپنے غصے سے مغلوب ہو کر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی حق چیز پیش کی جاتی اس کے لئے مدد کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ دنیا کے لئے غصہ نہیں کرتے تھے۔ اور دنیا کے مفاد کے لئے بھی۔ جب حق دلوایا جاتا اسے کوئی نہ پہچانتا، اور آپ غصہ میں کوئی فیصلہ نہ کرتے، نہ ہی غصے میں بدلہ لیتے۔ نہ ہی اپنی ذات کے لئے کسی سے غصہ کرتے، نہ ہی اپنے لئے بدلہ لیتے تھے۔ جب اشارہ کرتے تو اپنی پوری ہتھیلی کے ساتھ کرتے اور تعجب اور حیرانی کا اظہار کرتے تو ہتھیلی پلٹتے۔ جب باتیں کرتے تو ہتھیلی کو بھی شامل کرتے۔ دائیں ہتھیلی کا اندر والا حصہ اُلٹے ہاتھ کے انگوٹھے پر مارتے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو الٹے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے۔ اور جب ناراض ہوتے، منہ پھیر لیتے اور کھنچ جاتے۔ اور جب خوش ہوتے اپنی نظر نیچی کر لیتے۔ آپ کی ہنسی مسکراہٹ غالب ہوتی تھی۔ اولے یا برف کی طرح دانت چمکتے تھے۔ (اخرجہ الترمذی، والبغوی، والطبرانی)

حسن نے کہا کہ میں نے ایک زمانے تک اس کو حسین بن علی سے چھپایا۔ پھر میں نے ان کو بیان کر دیا تو میں نے ان کو پایا کہ وہ مجھ سے سبقت کر چکے ہیں اس کی طرف۔ انہوں نے اس سے پوچھا اس چیز کے بارے میں اور خرچ کے بارے میں، آپ کی شکل وصورت کے بارے میں۔ اس میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا سب کچھ بتایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے۔ فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا تھا رسول اللہ ﷺ کی آمدنی کے بارے میں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی آمدنی آپ کی ذات کے لئے اجازت دی ہوئی تھی اس میں۔ جب آپ گھر میں آتے تو اپنی آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

حضور ﷺ اپنی آمدنی تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ دوسرا حصہ ان کے گھر والوں کے لئے۔ اور تیسرا حصہ حضور ﷺ کی اپنی ذات کے لئے۔ پھر آپ اپنے حصوں کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے تھے۔ لہٰذا وہ تمام عام وخاص کو دے دیتے تھے، اس میں سے کچھ بھی جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

ابوغسان نے کہا کہ کوئی چیز لوگوں سے بچا کر ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ ان سے کسی شی کو چھپا کر ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔

نیز اُمت کے حصے میں آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی اجازت اور اپنے حکم کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس حصہ کو دین میں ان کی مضیت و برتری کے مطابق اس کو تقسیم کرتے تھے۔

پھر بعض لوگ ان میں ایک حاجت والے ہوتے، بعض دو حاجت والے، بعض ان میں سے کئی حاجات والے ہوتے۔ لہٰذا اس آمدنی کے ساتھ وہ ضرورتیں پوری کر دیتے تھے احسن طریقے سے۔ جس میں اُمت کی اور ان کی صلاح اور فلاح ہوتی تھی اور ان کے بارے میں یعنی ضرورت مندوں کی بارے میں خود معلوم کر لیا، یا ان کی ضرورت سے اطلاع وخبر پا کر ان کے کام کرتے، اور فرماتے کہ تم لوگوں میں سے وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں میری بات اور پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اور ہر اس آدمی کی ضرورت وحاجت کی مجھے اطلاع پہنچائیں جو اپنی حاجت کی اطلاع خود مجھ تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ بے شک جو شخص بادشاہ وقت تک اس شخص کی ضرورت کی اطلاع پہنچائے جو خود اپنی ضرورت کی اطلاع اس کے پاس نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم ثابت قدم رکھے گا۔ انہیں لوگوں کا ہی آپ کے سامنے ذکر ہوتا رہتا تھا جو لوگ آپ کے سامنے آنے والے آتے ان سے صرف اسی بات کو قبول کیا جاتا اور آنے والے خالی نہ جاتے بلکہ انہیں کچھ کھانے دیا جاتا۔

علوی کی ایک روایت کے مطابق آنے والے لوگ کھائے بغیر نہ جاتے اور ان کے ساتھ کسی راستہ بتانے والے کو بھی بھیجا جاتا (یا دینی رہنمائی کرنے والا کوئی رہنما بھی ساتھ بھیجا جاتا تھا)۔ اس لئے علوی نے یہ الفاظ اضافہ کئے ہیں۔ یعنی فقہاء یعنی فقیہ بھیجے جاتے۔

(فتح الباری ۱ ۱۵۷)

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی اور خرچ

حضرت حسین ﷛ نے فرمایا کہ میں نے ان سے ان کی آمدنی کے بارے میں پوچھا کہ اس میں کیسے کرتے تھے؟ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا مجھے آپ ﷺ کی آمدنی کے بارے میں خبر دیجئے کہ آپ اس میں کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، یا اس کی حفاظت کرتے تھے، یا روک کر رکھتے تھے مگر لوگوں کے مفاد اور فائدے کے لئے (زبان کو استعمال کرتے تھے)۔ ان کی تالیف قلبی کرتے تھے۔ انہیں متنفر نہیں کرتے تھے۔

ابوغسان نے کہا ان میں تقسیم کرتے تھے۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں تفریق نہیں کرتے تھے۔ اور ہر قوم کے شریف اور معزز آدمی کی تکریم و عزت رکھتے تھے اور ہر قوم کے معزز شخص کو ان کی سرپرستی دیتے تھے۔ اور وہ شخص لوگوں کی حفاظت کرتا اور انہیں میں سے محافظ مقرر کرتے تھے، بغیر اس کے کہ وہ کسی کو اذیت دے یا اس کو اخلاقی طور پر نقصان پہنچائے۔

اصحاب کے حالات کا خیال رکھنا .... حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کو تلاش کرتے اور لوگوں سے ان کے معاملات اور حالات خود پوچھتے اور اچھے کی اچھائی کی تحسین فرماتے اور بُرائی کو بُرا قرار دیتے اور اس کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ ہر معاملے میں اعتدال سے کام لیتے تھے۔ اعتدال کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ غافل نہیں رہتے تھے کہ کہیں لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں، یا اُکتا نہ جائیں۔ ہر حال میں آپ کے پاس ایک تنبیہ کرنے والا موجود رہتا جو حق میں کمی نہ کرتا، نہ ہی حق کو سمیٹتا۔ جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سب لوگوں میں پسندیدہ لوگ ہوتے تھے۔ ان سب میں آپ کے نزدیک زیادہ تر وہ ہوتا جو عمومی طور پر سب سے زیادہ نصیحت کرنے اور خیر خواہی کرنے والا ہوتا۔ اور آپ ﷺ کے نزدیک ان لوگوں میں بڑی قدر و منزلت والا شخص وہی ہوتا تھا کہ جو ان میں سب سے زیادہ خوبصورت طریقے پر غمخواری کرتا اور معاونت کرتا۔

حضرت حسین کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا آپ ﷺ کی مجلس کے بارے میں۔ علوی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ اس میں کیسے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی نشست و برخاست، آپ کا اُٹھنا بیٹھنا اللہ کے ذکر پر ہوتا تھا۔ آپ مختلف مسکن ٹھکانے نہیں بناتے یا بدلتے تھے اور لوگوں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔ اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تو محفل کے آخر میں جہاں جگہ ہوتی بیٹھ جاتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی محفل کے آخر میں بیٹھنے کا حکم دیتے۔ (جب کوئی چیز تقسیم کرتے تو) تمام شرکاء اور حاضرین مجلس کو برابر کا حصہ دیتے (یہاں تک کہ) حاضرین میں سے کسی کو یہ احساس نہ ہو سکتا کہ کسی دوسرے کا اس کے مقابلے میں زیادہ اکرام اور خیال کیا گیا۔

ذمہ دار کو صبر کی تلقین کرنا .... جو شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا کسی کو کوئی ذمہ داری سپرد کرتے تو اس کو صبر کرنے کی واپس آنے تک تلقین کرتے اور جو شخص آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتا اس کو خالی نہ بھیجتے بلکہ وہ چیز اس کو دے کر بھیجتے۔ (اگر سوال پورا نہ ہو سکتا تو) اس کو نرم بات کہہ کر بھیج دیتے۔ آپ ﷺ کے وسیع ظرفی، کشادہ اور فراخدالی اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے لوگوں کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔ سب لوگ آپ کے نزدیک حقوق کے اندر برابر تھے۔ آپ کی مجلس حوصلہ اور بردباری، شرم و حیاء، صبر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں اُونچی اُونچی آوازوں سے باتیں نہ کی جاتیں، نہ ہی اس میں کسی کی عزت و حرمت پامال کی جاتی نہ ہی لایعنی غلط اور غیبت کی باتیں ہوتیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف کی اور باہمی احترام کی باتیں ہوتیں۔ آپ ﷺ کی محفل میں تقویٰ کی بنیاد پر لوگوں کو ایک دوسرے پر فوقیت و فضیلت دی جاتی تھی۔

اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے نزدیک حقوق کے معاملہ میں سب قریب قریب ہوتے تھے۔ لہٰذا تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت وفوقیت پاتے۔ (اس روایت میں) ساقط ہو گیا ہے جو کچھ حصہ دونوں کے مابین ہے اس کے بعد دونوں روایتیں متفق ہو گئیں ہیں۔ سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی سے پیش آتے اور بڑوں کی تعظیم کرتے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے اور صاحب حاجت کو صاحب ضرورت پر ترجیح دیتے اور حفاظت کرتے۔ ابو غسان نے کہا کہ غریب ومسافر کو معلوم کر کے رکھتے۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ غریب یعنی مسافر پر شفقت کرتے۔

اپنے رفقاء کے ساتھ حضور ﷺ کا سلوک وسیرت .... کہتے ہیں اس نے کہا کہ (حضور ﷺ) کی سیرت اپنے ہم نشینوں اور رفقاء کے ساتھ کیسی تھی؟ علوی کی ایک روایت ہے کہ میں نے ان سے پوچھا آپ ﷺ کی ہمنشینوں میں سیرت کے بارے میں؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت اور تازگی رہتی تھی۔ نرم خو تھے (یعنی نرم مزاج تھے) دل میں ہمیشہ نرم گوشہ رکھنے والے۔ سنگ دل بدمزاج نہیں تھے نہ ہی سخت مزاج تھے، نہ بہت شور شرابہ کرنے والے تھے، نہ گالیاں دینے اور بیہودہ گفتگو کرنے والے تھے، نہ عیب گیری کرنے والے تھے، نہ بہت زیادہ مذاق کرنے والے تھے۔ جس بات یا جس چیز کو آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے یا پسند نہیں کرتے تھے اس سے قصداً غافل اور لاپرواہی اور بے توجہی کرتے تھے نہ اس سے نفرت کرتے تھے اور نہ اس میں دلچسپی لیتے تھے۔

اپنے نفس کو تین چیزوں کا پابند بنانا .... آپ ﷺ نے اپنے نفس کو تین چیزوں کا تارک کر دیا تھا۔

(۱) شک کرنا یا جھگڑا کرنا۔ (۲) اکثار یعنی زیادہ کرنا (مال کا ہو یا گفتار کا)۔ (۳) لایعنی اور بے مقصد چیز۔

اور تین چیزوں سے لوگوں کو روک دیا تھا یعنی چھڑوادی تھیں۔

(۱) آپ ﷺ کسی کی مذمت اور بُرائی نہیں کرتے تھے۔ (۲) نہ ہی کسی کو عار دیتے، عیب لگاتے تھے۔

(۳) نہ ہی کسی کے عیب تلاش کرتے تھے۔

کلام صرف اور صرف اسی معاملہ میں کرتے تھے جس میں ثواب کی امید کرتے تھے آپ ﷺ جب کلام کرتے تو آپ کے ہم نشین اور رفقاء سر جھکا کر خاموش ہو جاتے تھے جیسے کہ ان کے سروں کے اوپر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے جب وہ بولتے۔ اور وہ آپ کے سامنے کوئی جھگڑا تنازعہ نہ کرتے۔ علوی نے یہ اضافہ کیا کہ کسی بات کا تنازع پر جو شخص کلام کرتا اس کے لئے سب لوگ خاموش ہو جاتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کی بات ان کے نزدیک قسم کی طرح ہوتی۔ علوی کی ایک روایت میں ہے کہ ان کی بات ان کے نزدیک اولیت رکھتی تھی۔ حضور ﷺ ہر اس بات سے ہنستے جس سے آپ کے ساتھی ہنستے تھے اور حیران ہوتے جس سے وہ حیران ہوتے۔ مسافر اور غریب اپنی گفتار میں اور سوال کرنے میں اگر زیادتی کرتا تو اس پر صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب ان لوگوں کے لئے وہ چیز منگوا دیتے۔

علوی کی ایک روایت میں فی منطقہ کی بجائے فی المنطق کا لفظ ہے۔

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم لوگ کسی حاجت طلب کرنے والے کو دیکھو کہ وہ مانگ رہا ہے تو اس کی مدد کر دو (یعنی اس کو عطیہ دے دو)۔ اپنی تعریف کسی سے قبول نہ کرتے سوائے اس شخص کے جو کسی احسان کا نیکی کا بدلہ دینے والا ہوتا۔ کسی کی بات کو نہیں کاٹتے تھے یہاں تک کہ وہ بات پوری کر لیتا پھر اس کو کاٹتے تھے یا تو اس کو منع کر کے یا پھر اُٹھ جاتے۔ اور علوی کی روایت میں ہے کہ بات پوری ہونے یا اُٹھ جانے کے ساتھ۔

سکوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم .... کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا سکوت اور خاموشی کیسی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کا سکوت چار طریقوں پر تھا۔

(۱) حلم (حوصلہ وصبر)۔ (۲) الحذر۔ بچنا اور احتیاط کرنا۔ (۳) تقدیر (اور اندازہ کرنا)۔ (۴) تفکر (غور وفکر کرنا)۔

علوی کی روایت میں ہے: (۴) التفکیر (فکر وسوچ دلانا)۔

بہر حال آپ کا تقدیر اور انداز ہ کرنا وہ ہوتا تھا لوگوں کے درمیان نظر اور استماع کی برابری کرنے میں آپ کی طرف سے۔

بہر حال آپ کا تذکرہ کرنا یا کہا تھا کہ آپ کا تفکر کرنا۔ سعید نے کہا کہ آپ کا تفکر تھا بلا شبہ۔ اور علوی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کا فکر ولانا جو ہے وہ ان چیزوں میں ہوتا تھا جو باقی ہے اور فانی ہے۔

جامع صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم .... حضور ﷺ کے لئے حلم اور صبر کی صفت جمع کر دی گئی تھی لہذا کوئی چیز آپ ﷺ کو نہ غصہ دلاتی تھی نہ اشتعال دلا سکتی تھی۔ اور چار چیزوں میں بچنا اور احتیاط آپ ﷺ کے اندر جمع کر دیا گیا تھا۔

(۱) آپ ﷺ کا حسنیٰ کو اور عمدہ صفات کو اخذ کرنا۔ سعید نے حسنیٰ کو حسن کہا ہے اچھی خوب تر۔ اس لئے کہ لوگ اس میں آپ کی اقتداء واتباع کریں۔

(۲) آپ ﷺ کا قبیح اور بری صفات اور چیز کو ترک کرنا تاکہ لوگ بھی اس سے باز آئیں۔ علوی کی روایت ہے کہ تاکہ اس سے روکا جا سکے۔

(۳) رائے میں اجتہاد ان امور میں جس میں آپ ﷺ اپنی امت کی اصلاح کریں۔

(۴) اور ان امور اور چیزوں کو قائم کرنا جس میں لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت جمع کر دی گئی ہو۔ علوی کی روایت میں ہے کہ لوگوں کے لئے آپ ﷺ کا سرپرستی اور ذمہ داری لینا ان چیزوں میں جن میں ان کے لئے دنیا اور آخرت جمع کر دی گئی ہو۔ (رواہ ابن سعد فی الطبقات ۱/۴۲۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۲/۳۱۱)

گذشتہ روایات میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح

(۱) ابو عبد اللہ حافظ نے کہا کہ کہا ابو محمد حسن بن محمد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد نے کہ جب ہم اس حدیث کے سماع سے فارغ ہوئے ہمیں اس کی حدیث بیان کی علی بن جعفر بن محمد نے ۲۰۹ھ میں۔ ان سے کہا گیا کہ اس کو کس نے یاد کیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس سے کہا گیا کہ علی بن جعفر کب مرے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ۲۱۰ھ یعنی ان کے ہمیں یہ حدیث بیان کرنے کے ایک سال بعد۔

میں کہتا ہوں کہ مجھے قتیبی سے خبر پہنچی ہے اور دیگر سے اس حدیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح کے بارے میں۔

قولہ: فخمًا مفخمًا : یعنی عظیم، معظم۔

قولہ: اقصر من المشذب : مشذب انتہائی لمبا۔

قولہ: ان انفرقت عقیقتہ فرق : اصل عقیقہ۔ بچے کے بال جو ابھی نہ اتارے گئے ہوں۔ جب وہ اتر جائیں اور دوسرے بال آ جائیں تو پھر ان کا عقیقہ نہیں رہتا مگر بسا اوقات بال اتر جانے کے بعد بھی استعارۃً ان کو عقیقہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی لفظ عقیقہ اسی طور پر آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے بلکہ وہ خود الگ ہو جاتے تھے۔ یہ بات آغاز اسلام میں تھی اس کے بعد آپ ﷺ نے خود مانگ نکالی۔

میں کہتا ہوں کہ قتیبی کے ماسوا نے کہا ہے کہ اس شخص کی روایت میں جس نے عقیقہ کی بجائے لفظ عقیصہ روایت کیا ہے کہ عقیصہ سے مراد شعر معقوص ہیں۔ یہ مضفور کی مثل ہوتے ہیں۔

قتیبی نے کہا:

قولہ: ازھر اللون : اس سے مراد ہے چمکتا ہوا سفید رنگ۔ اسی محاورے سے ماخوذ کر کے نام رکھا جاتا ہے الزہرہ۔ اس کی شدت ضوا اور روشنی کی وجہ سے۔ بہر حال رہا ایض غیر مشرق (غیر چمکدار سفید) وہ امہق ہوتا ہے۔

قولہ: أزج الحواجب: یہ ماخوذ ہے الزجج سے۔ لمبی اور باریک بھنوؤں کو کہتے ہیں جو دونوں آنکھوں کی پچھلی جانب تک مکمل ہوں، پوری ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے بھنوں کی صفت بیان کی۔ فرمایا کہ

قولہ: سوابغ فی غیر قرن: قرن سے مراد ہے کہ دونوں بھنویں طویل ہوں یہاں تک کہ دونوں کی طرفین اور کنارے مل جائیں۔

یہ (مذکورہ بات) اس کے خلاف ہے جو ام معبد نے آپ کی وصف بیان کی تھی اس لئے کہ اس نے آپ کی وصف بیان کرتے ہوئے کہا تھا ازج اقرن، میں اس کو نہیں دیکھتا مگر اس طرح جیسے اس کو ابن ابو ہالہ نے ذکر کیا ہے۔

اور اصمعی نے کہا ہے کہ عرب القرن کو ناپسند کرتے تھے اور البلج کو پسند کرتے تھے۔

البلج　:　یہ ہوتا ہے کہ دونوں بھنویں ختم ہوں تو دونوں کے درمیان صاف ہو (جبکہ قرب دونوں ملی ہوئی ہوں)۔

قولہ اقنی العرنین: العرنین معطس ہے اور وہ مرسن ہے۔

اور القنی اس میں اس کا طول اور باریک ہونا اس کی نوک کا۔ اور اس کے وسط میں ذرا خم ہو۔

قولہ: یحسبہ من لم یتأملہ أشم: بانسے کا اونچا ہونا اور اس کا حسین ہونا۔ اس کا اوپر برابر ہونا۔

قولہ: اشراف الارنبۃ　:　ناک کی بیچ کی ہڈی کا ذرا سا اونچا ہونا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات آپ کی ناک کے بانسے کی خوبصورتی اس کا اعتدال غور کرنے سے پہلے اونچا سمجھنا مراد ہے۔

قولہ ضلیع الفم　:　عظیم مراد ہے یونکہ عرب اس کی تعریف کرتے تھے اور صغیر الفم کی مذمت کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ

ضلیع　…　سے مراد ہے (بڑا ہونا)۔ یہ بات یہ کیفیت نبی کریم ﷺ کے منہ کی اس طرح تھی کہ اس سے آپ کی ہونٹوں کی باریکی پتلا ہونا اور خوبصورتی مراد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تکلم　…　کان یفتتح الکلام ویختمہ بأشداقہ: کہ آپ ﷺ کا کلام کا آغاز اور اختتام (اپنی باچھوں کی فراخی سے کرتے تھے یعنی پورے منہ سے) فرماتے ہیں کہ

ذالک لرحب شدقیہ: یہ کیفیت آپ ﷺ کی باچھوں یا منہ کی فراخی کی وجہ سے تھی۔ اور اصمعی سے مروی ہے کہ میں نے ایک دیہاتی عرب سے پوچھا ما حال الجمال؟ حسن کیا ہوتا ہے؟ اس نے جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے

غئور العینین　:　آنکھوں کا سیاہ مگر سرخی ملا ہوا ہونا۔

اشراف الحاجبین: بھنوں کا اونچا ہونا۔

رحب الشدقین　:　باچھوں (منہ) کا فراخ ہونا۔

ایک اشکال کا جواب ……… اس مقام پر اشکال یہ واقع ہو رہا ہے کہ حدیث شریف میں متشدقین کی حضور ﷺ سے مذمت مروی ہے اور متنطعین کی بھی۔ اس کا جواب مصنف دیتے ہیں کہ بہر حال کہ حضور ﷺ سے جو حدیث آئی ہے متشادقین کے بارے میں اس سے حضور ﷺ کی مراد وہ لوگ ہیں جو تشادق کرتے ہیں (یعنی بلا احتیاط ہر قسم کی گفتگو کرتے ہیں فخریہ گفتگو کرتے ہیں فصاحت دکھانے کے لئے باچھوں کو کھولتے ہیں، ہر بات میں مبالغہ کرتے ہیں اور باچھیں پھیلا کر بات کرتے ہیں) یعنی جب کلام کرتے ہیں تو اپنی باچھوں کو دائیں بائیں جھکاتے ہیں اور بات میں مبالغہ کرتے ہیں۔

مترجم کہتا ہے شدق جبڑوں کو بھی کہتے ہیں۔اس سے مراد باچھوں سے منہ بھر کر کلام کرتے ہیں تو گویا فصحا کے انداز کے مطابق اپنی اشداق سے کلام شروع کرنے اور ختم کرنے کا مطلب ہے۔آپ چونکہ فصیح الکلام تھے اور فصحاء کی طرح اور بخل اور اصل انداز میں کلام کرتے ہوئے آغاز میں بھی فصاحت سے کرتے اور اختتام بھی فصاحت کلام پر کرتے۔پورا کلام فصاحت پر مشتمل ہوا آغاز ہو یا اختتام۔

قولہ : أَشْنَبُ : یہ شَنَبٌ فِي الْأَسْنَانِ کے محاورے سے ماخوذ ہے۔اس سے ان کے اطراف کی تیزی مراد ہے۔

قولہ : دَقِيْقُ الْمَسْرُبَةِ : مسْرُبَه بالوں کی باریک لکیر جو ہنسلی سے ناف تک چلی جاتی ہے۔

قولہ : كَأَنَّ عُنُقَه جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّة : (جید ۔ گردن) ، (للدمیۃ۔مورتی) جس کی وجہ سے اس کو چاندی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قولہ : بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ : بادِنٌ ۔ ضخم (موٹا یا بھاری ہونا)۔اس سے ان کی مراد ہے کہ آپ ﷺ صحت مند جسم کے باوجود متما سك اللحم تھے۔کسے ہوئے وجود والے تھے (پلپلے وجود کے نہیں تھے)۔کیونکہ اول الذکر قوت اور مضبوطی کی علامت ہے تو ثانی الذکر کمزور اور کاہل کی علامت۔

قولہ : سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ : اس سے مراد ہے کہ آپ کا پیٹ بڑھا ہوا نہیں تھا۔بلکہ پیٹ اور سینہ برابر تھے۔جبکہ سینہ چوڑا تھا اور وہ پیٹ کے برابر تھا۔

قولہ : ضَخْمُ الْكَرَادِيْس : اعضاء مراد ہیں۔اعضاء موٹے یعنی گوشت سے پُر تھے (آپ سوکھی لکڑی نہیں تھے)۔

قولہ : أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّد : المتجرّد بدن کا وہ حصہ جس سے کپڑا الگ کر لیا گیا ہو۔اور جسم کپڑے سے خالی اور اکیلا ہو۔

قولہ : أَنْوَرُ مِنَ النُّوْرِ : شدت بیاض مراد ہے۔

قولہ : طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ : کلائی کو جوڑ جس پر گوشت نہ ہو بلکہ جوڑی ہڈی نمایاں ہو۔اور زند دو سرے ہوتے ہیں۔ایک کا نام الکوع ہے، دوسرے کا الکرسوع۔کہنی کے جوڑ کا وہ حصہ جو چھوٹی انگلی کی سمت پر ہے وہ کُرْسُوْع ہے اور جوڑ کا وہ حصہ جو انگوٹھے کے رُخ پر ہے اس کا نام الکوع ہے۔

قولہ : رَحْبُ الرَّاحَةِ : مراد ہے ہتھیلی کشادہ تھی۔عرب اس صفت کی تعریف کرتے تھے۔اور اس کو اچھا سمجھتے تھے۔

قولہ : شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ : موٹا اور چھوٹا ہونا مراد ہے۔

قولہ : سَائِلُ الْأَطْرَافِ : مراد ہے کہ انگلیاں لمبی تھیں۔نہ تو حلقہ بندھی ہوئی تھیں نہ ہی انتہائی چھوٹی تھیں۔

قولہ : خُمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ : الاخمص قدم کے نیچے سے ہوتا ہے وکرب اور خم مراد ہے جو حصہ بیچ میں زمین سے نہیں لگتا بلکہ اونچا رہتا ہے۔ اس قول کے قائل نے یہ مراد لی ہے کہ یہ حصہ آپ ﷺ کے قدم کا زمین سے اُٹھا ہوا تھا۔

وَإِنَّه لَيْسَ بِأَرَحَّ : ارح نہیں تھے۔یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے قدم کا اندر کا حصہ برابر ہو، یہاں تک کہ پورا قدم زمین سے لگے (مطلب ہے کہ آپ کا پورا قدم نہیں لگتا تھا)۔

(مصنف کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس روایت کے خلاف ہے جو ہم نے آپ ﷺ کی وصف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

انه كان يطاء بقدميه جميعًا ليس له اخمص

آپ ﷺ اپنا پورا پیر زمین پر رکھتے تھے، بیچ سے خالی نہیں تھا۔

قولہ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ : مراد یہ ہے کہ دونوں قدموں کا ظاہر ممسوح تھا (یعنی چکنا تھا)۔یعنی جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو تیزی سے اوپر سے گزر جاتا، ان کے برابر اور نرم ہونے کی وجہ سے۔

قولہ : یَخْطُوْ تَکَفِّیًا وَ یَمْشِیْ هُوْنًا : اس سے مراد ہے کہ آپ جب قدم رکھتے تو آرام سے اور نرمی سے رکھتے تھے۔ اور نرمی سے چلتے تھے غیر مغرور طریقے پر (ٹھوکریں مار کر اور دھپ دھپ کر کے نہیں چلتے تھے)۔

قولہ : ذَرِیْعُ الْمِشْیَة : سے مراد یہ ہے کہ ایسی نرم رفتار کے ساتھ تیز چلتے تھے۔

قولہ : اذا مشی کا نما ینحط من صبب الصبب ڈھلوان ۔ قولہ : یسوق اصحابہ ۔ اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ چلتے تو ان کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور خود ان کے پیچھے چلتے تھے۔

قولہ : دِمثًا: مراد ہے سَهْلًا لَیِّنًا یعنی نرم مزاج تھے۔

قولہ : لَیْسَ بِالْجَافِیْ وَلَا الْمُهِیْن : مراد یہ ہے کہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے تھے، اور نہ ان کی اہانت اور تذلیل کرتے تھے۔ وَیُروی، ولا المَهِین (یہ لفظ میم کے پیش کی بجائے زبر کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ یعنی اسم فاعل کے بجائے مصدر کے ساتھ)۔ اگر روایت اسی طرح ہو تو مراد یہ ہوگی کہ آپ سخت سنگ دل ظلم کرنے والے نہیں تھے نہ حقیر وضعیف تھے۔

قولہ : وَیُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ : فرماتے ہیں کہ آپ کو جو چیز دی گئی چھوٹی یا بے قدر نہیں سمجھتے تھے نہ ہی اس کو حقیر سمجھتے تھے۔

قولہ : لَا یَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا یَمْدَحُہ : مراد یہ ہے کہ آپ طعم کو یعنی کھانے پینے کی چیز کو بہت اچھی یا خراب کی صفت کے ساتھ موصوف نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ اس میں خوبی یا خامی ہوتی بھی تھی۔

قولہ : اعرضَ وَاَشَاحَ : کہا جاتا ہے اَشَاحَ جب مشقت کرے اور اس وقت ہی اَشَاحَ کہا جاتا ہے۔ جب چہرہ پھیر لے۔ اس مقام پر یہی معنی مراد ہے۔

قولہ : یَفْتَرُّ : ای یَتَبَسَّمُ یعنی تبسم اور مسکراہٹ اختیار کرتے تھے۔

قولہ : حَبُّ الْغَمَام : اَلْبَرْدُ اولے برف۔ حضور ﷺ کے ثغر کو دانتوں کی چمک کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا۔

قولہ : فیرد ذالک علی العامة بالخاصة : مراد یہ ہے کہ عام لوگ جو آپ کے پاس نہیں پہنچتے تھے آپ کے گھر میں اس وقت۔ تاہم آپ ان کا حصہ اسی تقسیم میں سے کسی خاص بندے کے توسط سے اس عام آدمی کے پاس پہنچا دیتے تھے۔

قولہ : ید خلون رُوَّادًا : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس نفع کے طالب ہوتے تھے۔ جو ان کے لئے دینی یا دنیاوی حضور ﷺ کے پاس ہوتا تھا۔

قولہ : ولا یتفرقون الا عن ذواق : اصل میں یہاں مراد ذائقہ ہے۔ لیکن اس سے مراد ضرب مثل کے طور پر وہ چیز ہے جو وہ لوگ حضور ﷺ کے پاس خیر پالیتے تھے۔

قولہ : یخرجون من عندہ ادلة : مراد یہ ہے کہ آپ کے رفقاء جس چیز کو جانتے تھے وہ لوگوں کو بتا دیتے تھے۔

قولہ : لَا تُؤْبَنُ فِیْهِ الْحُرَمُ : ای لا تقترف فیہ یعنی آپ کی مجلس میں کسی پر تہمت اور عیب نہیں لگایا جاتا تھا۔

قولہ : لَا تُنْثٰی فَلَتَاتُہ : یعنی بے ہودہ بات یا ذلت ولغزش کو بیان نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کی مجلس میں بعض لوگوں کی طرف سے ہو بھی جاتی (یہ لفظ اس محاورے سے ماخوذ ہے)۔ نَثَوْتُ الْحَدِیْثَ، فانا انثوہ، اِذَا اذعته جب آپ کسی چیز کو پھیلا دیں عام کر دیں۔ فَلَتَات، فَلْتَةٌ کی جمع ہے۔ یہاں مراد ذلت اور لغزش اور گھٹیا بات ہے۔

قولہ : اذا تکلم اطرق جلساؤہ کانما علی رؤ وسهم الطیر : مراد یہ ہے کہ آپ کے رفقاء سکون اور آرام سے سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے، نہ حرکت کرتے تھے اور نہ ہی نظریں اُوپر اُٹھاتے تھے۔ کیونکہ پرندہ نہیں اُترتا مگر ساکن چیز پر۔

قولہ : لا یقبل الثناء الامن مکافئ : مراد یہ ہے کہ جب کوئی بلاوجہ از خود مدح و تعریف کرنے لگتا، آپ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور جب آپ کوئی معروف اور نیکی کسی کے ساتھ کرتے اس پر وہ شخص اس کے ذریعے آپ کی تعریف کرتا، کوئی بھی تعریف کرنے والا اور آپ کا شکریہ ادا کرتا تو اس کے تعریف کرنے کو اور شکریہ کو قبول فرماتے تھے۔

ابن الانباری کا قول .... ابوبکر ابن الانباری نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے انعام و احسان سے کوئی ایک شخص بھی محروم نہیں تھا۔ اور انہوں نے اس بارے میں تفصیل سے بات کی ہے۔ حقیقت اس طرح ہے اور معنی اور مطلب یوں ہے کہ آپ ثنا اور تعریف اس آدمی کی قبول کرتے تھے، جو اپنے اسلام کی حقیقت کو پہچانتا اور اپنی طرف سے اس احسان اور نعمت کو سراہنے اور شکر ادا کرنے کے لئے تعریف کرتا جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے پہلے اُسے حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔

الازہری کا قول .... فرماتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مدح و ثنا وہ قبول کرتے تھے جو جائز اور درست ہوتی، حقیقت پر مبنی ہوتی تھی۔ وہ تعریف قبول نہیں کرتے تھے جس میں حد سے تجاوز کیا گیا ہو۔ اور وہ بھی قبول نہیں کرتے تھے جس میں کوتاہی کی گئی ہو۔ اس کے مقام سے آپ کو گھٹایا گیا ہو جس مقام رفیع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فائز فرمایا تھا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ

مجھے اس طرح نہ بڑھانا، گھٹانا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیا۔ بلکہ یوں کہو (جو بات حقیقت ہے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

جب یہ کہا جائے کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں تو اس کو ایسی صفت کے ساتھ موصوف کیا گیا کہ آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو بھی اس صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے تو یہ مدح آپ کے لئے عین حقیقت اور واقع کے مطابق ہوگی۔

(بخاری کتاب الانبیاء ۴۸، فتح الباری [illegible])

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ قتیبی کا قول صحیح واقع ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے پاس مسلم بھی آتا تھا اور کافر بھی۔ اور آپ کے سامنے تعریف نیک بھی کرتا تھا اور بد بھی۔ مگر آپ اس کو صرف سب سے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے قبول کرتے تھے جس کے ساتھ بالخصوص آپ کوئی نیکی کر چکے ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تحقیق صبیح بن عبداللہ فرغانی نے روایت کی ہے مگر وہ صفت نبی میں دوسری روایت اور حدیث میں معروف نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اس میں بعض الفاظ کی تفسیر میں اپنے الفاظ درج کر دیئے ہیں اور یہ بھی بیان نہیں کیا کہ اس تفسیر کا قول کرنے والا کون ہے؟ اس کے مطابق جو ہم نے سنا ہے مگر وہ حدیث یا روایت جو ان تمام احادیث صحیحہ اور مشہورہ کے مطابق اور موافق ہو جنہیں ہم نے احادیث صحیحہ میں روایت کیا ہے وہ درست ہے۔ پس ہم نے اس کو روایت کیا ہے اور اعتبار اس کا ہے جو تحقیق گزر چکی ہے۔

ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یوسف مؤذن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عمران نسوی نے۔ وہ کہتے ہیں ان کو حدیث بیان کی ہے احمد بن زہیر نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے صبیح بن عبداللہ فرغانی نے، ان کو عبدالعزیز بن عبدالصمد نے، ان کو جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اور ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ضخم بائن الطائل (انتہائی لمبی لکڑی جیسے) نہیں تھے۔ اور مشذب المذاهب (انتہائی چھوٹے) نہیں تھے۔ مشذب کا مطلب ہے بذات خود لمبا ہو مگر پورا لمبا نہ ہو۔ اور قصیر متردد (زیادہ چھوٹا یا ٹھگنے) نہیں تھے۔ ربعۃ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔

آپ جب اکیلے چلتے تھے تو اس حالت پر نہیں ہوتے تھے جس چال پر لوگوں میں سے کوئی ایک چلتا ہے جو لمبا ہونے کی نسبت کہا جاتا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اس سے لمبے ہوتے، اور بسا اوقات آپ کے ساتھ دو لمبے آدمی کھڑے ہوتے تو آپ ان سے لمبے ہو جاتے۔ جب وہ آپ سے

جدا ہو کر چلے جاتے تو آپ کو ربعۃ اور میانہ پن کی نسبت دی جاتی تھی۔ اور کہنے والا کہتا کہ ہر چیز ربعۃ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آپ کا رنگ سفید تو تھا مگر چونے کی طرح سُرخی سے خالی نہیں تھا۔ یعنی ایسی سفیدی جس کی تشبیہ دی جائے۔ اور صرف گندم گونی بھی نہیں تھے۔ آپ از ہرلون والے تھے۔ از ہر وہ سفید جس کی سفیدی خالص ہو جس میں نہ حمرۃ ملی ہو نہ صفرۃ، نہ کوئی اور رنگ۔ بسا اوقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد رسول میں شعر کہتے تھے، جو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی رنگت کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامی عصمة للأرامل

ایسا سفید اور روشن چہرہ جس کے صدقے میں بادلوں سے باران رحمت مانگی جائے۔ یتیموں کا ماویٰ اور ملجا، فریادرسی کرنے والا سخی اور شدت میں کھانا دینے والا، بیواؤں کی جائے پناہ ہے۔

تحقیق آپ کی تعریف کی ہے۔ بعض نے آپ کی نعت بیان کی ہے کہ آپ حمرۃ اور سرخی پلائے ہوئے رنگ والے تھے۔ جس نے اس کے ساتھ آپ کی تعریف بیان کی ہے اس نے درست کہا ہے اور سچ کہا ہے۔ بلکہ سُرخی پلایا ہوا وہ تھا جو سورج چڑھنے کی چمک لئے ہوئے اور ٹھنڈی ہوا کی تازگی لئے ہوئے رنگ تھا۔ اسی نسبت سے سفید سُرخی پلایا ہوا رنگ تھا۔ اور جسم کا باقی حصہ کپڑوں میں چھپا ہوا تھا، وہ ابیض از ہر تھا۔ اس میں کسی نے شک نہیں کیا۔ ان لوگوں میں سے جس نے بھی آپ ﷺ کی وصف بیان کی بایں صُورت کہ آپ کا رنگ ابیض از ہر تھا سوائے اس کے نہیں کہ حمرۃ سورج اور ہوا کی جانب سے تھی (مراد ہے خوشبو سے)۔

آپ ﷺ کا پسینہ آپ کے چہرہ پر موتیوں کی مثل تھا، جو کہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا ہوتا۔ آپ ﷺ کے بال خوبصورت سیدھے قدرے خمدار جیسے کنگھی کیے ہوئے، بالکل سیدھے (چھڑک) نہ انتہائی گھونگھرالے۔ جب آپ ﷺ ان کو کنگھی کرتے تھے یا کنگھی کے ساتھ سیدھا کرتے۔ جب آپ ایسے ٹھہرے رہتے کنگھی نہ کرتے تو بال بعض کو پکڑ لیتے اور گول حلقے بنا لیتے۔ یہاں تک کہ ایسے حلقے بنا لیتے جیسے انگوٹھیاں۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے پیشانی کے بالوں کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان لٹکایا تھا، جیسے گھوڑے کی پیشانی کے بال آگے لٹکے ہوتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مانگ نکالنے کا حکم لے کر آگئے۔ لہٰذا پھر آپ ﷺ نے ہمیشہ مانگ نکالی۔ آپ ﷺ کے بال بھنوں سے اُوپر تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بال آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے۔ اور اکثر و بیشتر اوقات کانوں کی لوتک ہوتے تھے۔

بالوں کو چار حصوں میں تقسیم فرمانا .... بسا اوقات آپ ان کو چار حصوں میں کر لیتے تھے۔ دایاں کان دو حصوں میں نکالتے جو اس کو احاطہ کر لیتیں اور بایاں کا دوسرے دو حصوں میں سے نکالتے۔ وہ دونوں اس کان کو احاطہ کر لیتیں، اور آپ کے دونوں کانوں کا بیاض اور سفیدی بالوں کی ان دو چھلکوں حصوں میں سے ایسے چمکتی تھی جیسے آپ کے بالوں کی سیاہی میں سے روشن تارے چمک رہے ہیں۔ آپ کے بالوں کی سفیدی آپ کے سر کی دونوں جانبوں میں تھی۔ اور خود ان سے مانگ تک کنارے مراد ہیں۔

آپ کی داڑھی کے اکثر سفید بال تھوڑے اُوپر تھے۔ آپ کے سفید بال ایسے تھے جیسے چاندی کی تاریں ہیں جو بالوں کی سیاہی میں موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ جب ان سفید بالوں کو پیلے رنگ کی خوشبو سے آراستہ کرتے (یہ اکثر آپ کرتے تھے) تو ایسے لگتا جیسے یہ سونے کی تاریں ہیں جو بالوں کی سیاہی میں موتیوں کی طرح چمکتی ہیں۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ترین چہرے والے تھے۔ اور رنگ کے اعتبار سے سب سے زیادہ روشن۔ کسی وصف بیان کرنے والے نے ایسے آپ کی صفت بیان کی جیسے ہم تک پہنچی ہے صفت۔ مگر سب نے آپ کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔

تحقیق ان میں سے جو بھی کہتا وہ یہ کہتا کہ ہم بسا اوقات موازنہ کرنے کے لئے کبھی چاند کو دیکھتے تو کہتے کہ حضور ﷺ ہماری نظروں میں چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ پھولوں جیسے چہرے والے۔ چہرہ ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ آپ ﷺ کی خوشی اور ناراضگی آپ کے چہرے سے عیاں ہو جاتی تھی۔ جب آپ خوش ہوتے اور راضی ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے لگتا جیسے آئینہ ہے، گویا کہ آپ کے چہرے پر انار نچوڑ دیا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ غضب ناک ہوتے تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔

حضور ﷺ کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایسے تھے جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وصف بیان کی تھی۔

امین مصطفیٰ للخیر یدعو — کضوء البدر زایلہ الظلام

آپ امین ہیں برگزیدہ ہیں خیر کے داعی ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح انہوں نے اندھیروں کو دور کر دیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ آپ اسی طرح تھے۔

حضور ﷺ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بسا اوقات زہیر بن ابوسلمی شاعر کا شعر پڑھتے تھے جو انہوں نے ہرم بن سنان کے بارے میں کہا تھا کہ

لو کنت من شیء سوی بشر — کنت المضیء لیلة البدر

اگر آپ انسان اور بشر کے علاوہ کوئی چیز ہوتے تو آپ رات کو روشن کرنے والا بدر منیر ہوتے۔

ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو شخص اس شعر کو سنے گا وہ یہی کہے گا کہ اس شعر کا مصداق تو نبی کریم ﷺ تھے۔ حضور ﷺ کے سوا دوسرا کوئی ایسا نہیں تھا۔

حضور ﷺ کے بارے میں آپ کی پھوپھی عاتکہ کا قول

اسی طرح آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اس وقت کہا تھا جب آپ مکے سے مہاجر بن کر نکلے تھے، پھوپھی نے اس وقت روتے ہوئے کہا تھا اور بنو ہاشم کو بھی رونے پر ابھارا تھا۔

عینیّ جودا بالدموع السواجم — علی المرتضی کالبدر من آل ہاشم

علی المرتضی للبر و العدل و التقی — ونلدین والدنیا بہیم المعالم

علی الصادق المیمون ذی الحلم والنہی — و ذی الفضل و الداعی لخیر التراحم

میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں، آنسوؤں کے ساتھ اس عظیم شخص پر جو چنیدہ اور برگزیدہ ہے۔ جو چودھویں رات کے چاند کی مثل ہے، جو آل بنو ہاشم میں سے ہے۔ وہ شخص نیکی عدل اور تقویٰ و خدا ترسی کے لئے چن لیا گیا ہے۔ یہ صفات دین اور دنیا میں عظیم نشانیاں ہیں۔ اس شخص کی جو صادق ہے امانت دار ہے، ذی حلم و حوصلہ ہے، صاحب عقل و فراست ہے، صاحب فضیلت ہے، خیر کا داعی ہے یا باہمی شفقتوں والی بھلائی کا داعی ہے۔

دیکھئے آپ ﷺ کی پھوپھی نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے اور دیگر مذکورہ اوصاف کے ساتھ آپ کی تعریف کی تھی۔ اور اس نے لوگوں کے دلوں میں یہ اوصاف ڈالی تھیں۔ لہٰذا اللہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ ساری باتیں القاء کر دی تھیں۔ یہ بڑی بات ہے کہ حضور ﷺ کی یہ صفات وہ پھوپھی بیان کر رہی ہیں جو اُس وقت اپنی قوم کے دین پر تھیں (مسلمان نہیں ہوئی تھیں)۔

☆☆☆

جبینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طلعت

حضور ﷺ روشن جبین تھے۔ آپ ﷺ کی جبینِ اقدس جب آپ کے بالوں میں سے ظاہر اور طلوع ہوتی یا طلوع فجر کے ساتھ آپ ﷺ کی جبین کی طلعت ظاہر ہوتی یا رات کے چھا جانے کے وقت یا جس وقت آپ ﷺ چہرۂ انور کے ساتھ لوگوں کے سامنے آتے تو لوگ آپ کی جبین روشن کو دیکھ کر یہی تاثر لیتے اور یہی تصور قائم ہوتا جیسے چراغ روشن کی روشنی اور چمک متحرک ہو رہی ہے۔ اور لوگ یہی کہتے کہ آپ ﷺ واقعی ایسے ہیں جیسے آپ کے بارے میں شاعر صادق حسان بن ثابت نے فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کے بارے میں حسان بن ثابت کے تاثرات

مَتیٰ یَبْدُ فِی الدَّاجِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

فمن کان او من قد یکون کا حمد نظامٌ لِحق او نکال لملحد

(دیوان حسان ص ۳۸۰)

جب حضور ﷺ کی جبین اقدس کا رات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ظہور ہوتا ہے تو وہ ایسے چمکتی ہے جیسے اندھیرے میں روشن کئے جانے والا چراغ چمکتا ہے۔
حق کو قائم کرنے والا یا بے دینوں کے لئے سزا دینے والا احمد مرسل جیسا کون ہو سکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ کی پیشانی کشادہ، بھنویں باریک اور کامل تھیں

دونوں بھنویں تیار شدہ تھیں قدرتی طور پر۔ اور یہ بھنویں متوسط تھیں ایسے تھیں کہ کوئی ایک بال ان دونوں میں سے کوئی بال بے محل یا زیادہ نہیں تھا۔ نہ اُگنے میں بے محل بال تھا، نہ برابر ہونے میں۔ دونوں بھنویں ناک کے اوپر جڑی ہوئی نہیں تھیں بلکہ دونوں کے درمیان حسین چمکدار سا فاصلہ تھا جو ایسا خوبصورت لگتا تھا جیسے دونوں بھنوؤں کے درمیان صاف شدہ چاندی چمک رہی ہے۔ دونوں کے درمیان ایک نمایاں رُگ تھی جس کو غصہ اُبھار کر واضح کر دیتا تھا۔ یہ رگ غصے کے وقت ہی دیکھی جا سکتی تھی ہر وقت نظر نہیں آتی تھی۔

اَلْاَبْلَج : سے مراد وہ بالوں سے صاف جگہ ہے جو دونوں بھنوؤں کے مابین تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک

آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں نجلآ تھیں اور ادعج تھیں۔

اَلْعَیْنُ النَّجْلَاءِ : سے مراد ہے خوبصورت کشادہ آنکھ۔

ادعج : سے مراد ہے کہ آنکھ کے ڈھیلے میں سیاہ حصہ شدید سیاہ تھا۔ یہ صفت ادعج کسی چیز میں نہیں ہوتی صرف آنکھ کی سیاہ پتلی میں ہوتی ہے۔

نیز آپ ﷺ کی آنکھوں میں حمرۃ اور ہلکی سرخی کا امتزاج بھی تھا۔ پلکیں مبارک گھنی اور قدرے بڑی مگر حسین تھیں۔ زیادہ ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ آپس میں مل جائیں۔ آپ ﷺ اَقْنَی الْعِرْنِیْن تھے۔ اُونچی ناک تھی۔

الْعِرْنِیْن وہ ہوتا ہے جس کی ناک اول سے آخر تک مستوی اور برابر ہو۔ اسے اَشَمُّ الانف کہتے ہیں۔

دانْدنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ﷺ کے دانت اَفْلَجْ تھے اور اَشْنَبْ تھے۔

شَـنَـبْ یہ ہوتا ہے کہ دانت متفرق ہوں اس میں حسین فاصلے ہوں جیسے کنگھی کے داندن میں ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کنارے قدرے تیز تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ایسے تھے جیسے آبدار موتی۔ کھلنے سے ایسے محسوس ہوتا جیسے ابھی ان سے پانی ٹپکے گا۔آپ ﷺ جب ہنستے مسکراتے تھے تو ایسے محسوس ہوتا جیسے برف کے اولے ہیں جو بادلوں کی سطح سے پھیلے ہیں۔ جب مسکرا کر ہنس دیتے گویا ایسے مسکراتے جیسے بجلی آہستہ سے ایک دم تیز چمکتی ہے اور ہونٹ تو بندگانِ خدا میں سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اسی طرح منہ کی گولائی خوبصورت مگر انتہائی لطیف تھی۔رخسار مبارک نرم اور ہلکے متواضع تھے (گالیں گول پھی نہیں تھیں)۔اس کے لئے صلت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔صَلْتُ خد یعنی رخسار کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ اسیلُ الخد تھے۔مراد ہے مستوی الخدین تھے (گالیں برابر تھیں)۔منہ کا گوشت بعض میں گوندھا ہوا اور بنا ہوا نہیں تھا (جس سے چہرہ گول اور بدوضع ہو جاتا ہے)طویل الوجہ (یعنی لمبوترہ چہرہ نہیں تھا)۔

لا بالمُکَلْثَم : مُکَلْثَمْ نہیں تھے (یعنی ضرورت سے زیادہ گول چہرہ)۔

کَثُّ اللّحیۃ تھے، گھنی داڑھی تھی۔ اَلْکَثُّ کا مطلب ہوتا ہے کہ بالوں کے اُگنے کا سرا ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

فَنِیکَاہُ حَوْلَ الْعَنْفَقَۃ : نچلے ہونٹ کے نیچے (داڑھی کی بچی) کے بالوں کے گرد کے بال سفید تھے۔ایسے لگتا تھا جیسے یہ سفید موتی ہیں اور آپ کی عَنْفَقَۃِ کے نیچے شعر مُنْقَادُ تھے۔یہاں تک کہ وہ داڑھی کے اصل بالوں پر پڑتے تھے اس طرح کہ جیسے وہ داڑھی میں سے ہیں۔اور

فنیکان : دونوں مواضع طعام ہوتے ہیں۔عنفقہ کے اردگرد اس کے دونوں جانب پورے سب کے سب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک بندگانِ خدا میں سے سب سے زیادہ حسین ترین گردن تھی جس کو نہ تو طویل اور لمبا ہونے کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے نہ قصر اور چھوٹا ہونے کی طرف، بلکہ متوازی لمبی اور حسین گردن تھی۔گردن کا وہ حصہ جو کھلا ہوا تھا جس پر سورج کی روشنی پڑتی تھی اور جس کو ہوا لگتی رہتی وہ حصہ اس طرح تھا جیسے کہ وہ چاندی کے کوزے کی کرن جس پر سونے کے ہونے کا دھوکہ لگے جس سے چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی چمکتی تھی۔اور گردن کا بالائی حصہ جسے کپڑوں نے چھپایا ہوا تھا جو کپڑوں کے نیچے ایسے تھا جیسے کہ وہ چودھویں رات کا چاند ہے۔

صدر مبارک سینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم .... سینہ مبارک چوڑا تھا، صاف تھا۔سخت نرم ہونے اور برابر ہونے میں جیسے سنگ مرمر۔ اس کا گوشت بعض بعض سے بڑھا ہوا اور متجاوز نہیں تھا۔سفید چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔آپ ﷺ کی ہنسلیوں سے آپ کی ناف تک نیچے کی طرف جھکے ہوئے بال تھے جیسے باریک لکڑی۔آپ ﷺ کے سینے پر اور پیٹ پر اس کے علاوہ کوئی بال نہیں تھے۔

پیٹ اور اس کے سلوٹ .... آپ ﷺ کے پیٹ کے تین سلوٹ (یا شکن) تھے۔ان میں سے ایک کو تہہ بند چھپا لیتا تھا اور دو ظاہر رہتے تھے۔اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ان میں سے دو کو تہہ بند چھپا لیتا تھا اور ایک ظاہر رہتا تھا۔یہ سلوٹ سفید سوتی کپڑے کی تہہ (لٹھے کے سفید کپڑے کی تہہ) سے زیادہ سفید تھے اور چھونے میں نرم تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک اور مہر نبوت اور شامۃ نبوت

کندھے مبارک بڑے تھے۔ کندھوں کے اوپر بال تھے۔ کرادیس بڑی بڑی تھیں۔ اور کرادیس کندھوں کی ہڈیوں، کہنیوں کی ہڈیوں، کولہوں کی ہڈیوں، گھٹنوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں (یعنی کندھوں، کہنیوں، کولہوں اور گھٹنوں کی ہڈیاں موٹی تھیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک .... آپ ﷺ جلیلُ الکتد تھے۔ کتد دونوں کندھوں اور پیٹھ کی ہڈیوں کے جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ پشت کشادہ تھی۔ دونوں کندھوں کے درمیان (دائیں طرف) مہر نبوت تھی اور وہ آپ ﷺ کے دائیں کاندھے کے متصل تھی اس کے اوپر سیاہ تل تھا جو صفرت اور پیلے پن کی طرف مائل تھا۔ تل کے اردگرد احاطہ کرنے والے بال تھے (جو کہ سخت تھے) جیسے گھوڑے کی پیشانی کے بال۔

اور بعض لوگوں نے کہا کہ شامۃ النبوت، نبوت کا تل کندھے کے نیچے تھا۔ اور وہ سبز تھا تھوڑے سے گوشت سے گھرا ہوا تھا۔ مسرُبۃ الظہر طویل تھا۔ مسرُبہ سے مراد وہ جوڑ اور منکے مراد ہیں جو پشت میں ہیں، پشت کے اوپر کے حصے سے اس کے نیچے تک۔

بازو، کلائیاں اور کلائیوں کی ہڈیاں .... آپ ﷺ کے بازو اور کلائیاں موٹی تھیں۔ زندین بڑے تھے۔ زندین وہ دونوں ہڈیاں جو کلائیوں کے ظاہری طرف ہوتی ہیں۔ یعنی پہنچے اور کہنی کے جوڑ موٹے اور کلائیاں لمبی تھیں۔ جوڑ بھرے بھرے تھے جس کی کاٹھی مضبوط تھی۔ بھری ہوئی ہتھیلیاں، نرم ہتھیلی، ہاتھ پیر دراز، انگلیاں ایسی تھیں جیسے چاندی کی ڈنڈیاں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ نرم تھیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلی خوشبو کے اعتبار سے ایسی تھی جیسے عطار کی ہتھیلی ہے خواہ اس کو خوشبو لگائے یا نہ لگائے، خوشبودار ہوتی ہے۔ مصافحہ کرنے والا آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اس کے ہاتھ میں آپ ﷺ کی خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ اس پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے جو اس کے سر سے مہکتی تھی تمام بچوں میں سے وہ الگ پہچانا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ .... تہبند کے نیچے کا حصہ یعنی دونوں رانیں۔ دونوں پنڈلیاں موٹی اور لمبی تھیں۔ قدم مبارک گوشت سے پُر اور موٹے تھے۔ پیروں کے بیچ میں خم اور خلا نہیں تھا نیچے سے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے قدم میں نیچے سے خمص یعنی خم کی وجہ سے نمایاں خلا تھا تھوڑا سا۔

جسم اطہر کی دیگر کیفیات .... آپ ﷺ زمین پر اپنا پورا قدم رکھتے تھے اور پورا پیر زمین پر لگتا تھا۔ خلقت میں اعتدال تھا۔ آخری عمر میں بدن بھاری ہو گیا تھا مگر اس بھاری بدن کے باوجود جسم ڈھیلا نہیں تھا بلکہ کسا ہوا تھا۔ قریب قریب اپنے پہلی خلقت اور پہلی ساخت کے اوپر تھے جیسے عمر کی زیادتی نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ جسم کے تمام اعضا عظیم اور صحت مند تھے۔ آپ ﷺ جب کسی طرف التفات اور توجہ کرتے تھے تو پورے جسم کے ساتھ مڑ جاتے تھے اور جب پیچھے ہٹتے تھے تو پوری طرح ہٹتے تھے۔ آپ ﷺ کے اندر قدر صوز کی صفت تھی۔ صوز وہ آدمی ہوتا تھا جو اپنے چہرے سے کچھ اشارہ کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے پھرنے کا انداز

جب آپ ﷺ پیدل چلتے تو ایسے لگتا جیسے چٹان کے اوپر سے قدم اکھڑ رہے ہوں اور ڈھلوان یا گہرائی اتر رہے ہوں، لمبے اور پورے پورے قدم رکھتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ کی رفتار کے مندرجہ ذیل انداز تھے۔

(۱) مشی تَقَلُّع و اِنحِدار : یہ ایسا انداز ہوتا ہے جس میں چٹان سے پیر اُکھڑتے اور گہرائی میں انسان لڑھکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

(۲) مشی خُطوۃ تکفِی : جس میں قدم لمبے اور پورے انسان رکھتا ہے۔

(۳) مشی بالھُوَیْنَا ، بغیر پھسلے : اس میں انسان قدم قریب قریب رکھتا ہے۔

(۴) مشی علی الھینہ : رفتار میں نرمی اور سرعت ہوتی ہے۔ اس میں آپ ﷺ سب لوگوں سے جلدی کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی خیر و بھلائی کی طرف سب سے جلدی کرتے یا اس کی طرف چلتے۔ جب آپ ﷺ کسی چیز کی طرف جلدی نہ کرتے تھے تو ان لوگوں کو مشی الھُوَیْنَا کے ساتھ چلاتے تھے جس میں ترفع اور بلند ہونا ہوتا تھا۔

مشابہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم .... حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں سب لوگوں میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہوں۔ اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام خلقت اور عادات کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں۔

ہمیں خبر دی سند عالی کے ساتھ قاضی ابو عمر محمد بن حسین نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو سلیمان بن احمد بن ایوب نے ان کو محمد بن عبدہ مصیصی نے اپنی کتاب میں سے۔ وہ کہتے ہیں اس کو صبیح بن عبداللہ قرشی ابو محمد نے، ان کو عبدالعزیز بن عبدالصمد عمی نے۔ ان کو جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صفت میں تھا کہ آپ طویل بائن نہیں تھے (یعنی انتہائی لمبے نہیں تھے)۔ اور مُتَذَبذِب الذّاھب نہیں تھے (یعنی انتہائی ٹھگنے نہیں تھے)۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے صفت رسول کے بارے میں اسی طرح حدیث چلائی ہے۔

حضرت صدیق اکبر ﷺ کی حضرت حسن ﷺ سے والہانہ محبت .... ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد روذباری نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عمر بن شوذب ابو محمد واسطی نے مقام واسط میں۔ ان کو شعیب بن ایوب صریفینی نے، ان کو ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے، ان کو عمر بن سعید بن ابو حسین نے ابن ابی ملیکہ سے۔ اس نے عقبہ بن حارث سے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وہ اور حضرت علی ﷺ باہر نکلے، دونوں پیدل چل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت حسن ﷺ کو دیکھا جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے ان کو پکڑ لیا اور کندھے پر اُٹھاتے ہوئے کہنے لگے۔

بابی شبیہ بالنبی لیس شبیھا بعلی

(بخاری کتاب المناقب۔ فتح الباری ۵۶۳/۶)

میرے ماں باپ قربان جائیں! آپ نبی کریم ﷺ کے مشابہہ ہیں علی کے مشابہہ نہیں ہیں۔

اور حضرت علی ﷺ یہ سُن کر مسکرا رہے تھے یا کہا ہنس رہے تھے۔ اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابو عاصم سے۔

ہمیں خبر دی ابو علی روذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابن شوذب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعیب بن ایوب نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے اسرائیل سے۔ اس نے ابو اسحاق سے، اس نے ہانی سے، اس نے علی سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سر سے سینے تک رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے۔ اور حضرت حسین سینے کے نیچے سے قدموں تک رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے۔

☆☆☆

باب ۳۰

حضور ﷺ کے شمائل واخلاق کی بابت مذکور احادیث بطریق اختصار

جو اس حدیث کی صحت پر شہادت دیتی ہیں جو ہم نے ہند بن ابوہالہ کی حدیث میں روایت کیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسین بن علی بن عفان نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن بشر عبدی نے، ان کو سعید بن ابی عروبہ نے، ان کو قتادہ نے زرارہ بن ابوراوفی نے سعد بن ہشام سے۔ انہوں نے کہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ اے اُم المؤمنین! مجھے آپ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں خبر دیجئے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ قرآن مجید نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں پڑھتا ہوں۔ فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ کا خُلق (آپ کے اخلاق) قرآن تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے محمد بن بشر سے۔ (ابوداؤد کتاب الصلاۃ حدیث ۱۳۴۲)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن سہل فقیہ نے بخاری میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قیس بن انیف نے کہا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ بن سعید نے، ان کو جعفر بن سلیمان نے، ان کو ابوعمران نے یزید بن بابنوس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اے اُم المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ سیدہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا خُلق قرآن تھا۔ پھر سیدہ نے فرمایا، کیا سورۃ المؤمنین پڑھتے ہیں؟ آپ پڑھیے قد افلح المؤمنون۔ دس آیات تک۔ انہوں نے پڑھا اور دس آیات تک پہنچ گئے۔ سیدہ نے فرمایا، اسی طرح تھا رسول اللہ ﷺ کا خُلق۔ (مستدرک حاکم ۲/۳۹۲)

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی سلیمان بن عبدالرحمن نے۔ ان کو حسن بن یحییٰ نے، ان کو زید بن واقد نے، بُسر بن عبیداللہ بن ابوادریس خولانی سے۔ اس نے ابودرداء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ کے خُلق کے بارے میں۔ انہوں نے فرمایا، آپ کا خُلق قرآن تھا۔ اس کی رضا کے لئے راضی ہوتے اور اس کی ناراضگی کے لئے ناراض ہوتے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوحامد بن بلال نے، ان کو حدیث بیان کی زعفرانی نے یعنی حسن بن محمد بن صباح نے، ان کو اسباط بن محمد نے فضیل بن مرزوق عطیہ عوفی سے اللہ کے قول کے بارے میں وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ فرمایا کہ ادب القرآن مراد ہے، یعنی قرآنی تعلیم اور تربیت کے مطابق باتیں۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ان کو خبر دی ابوبکر محمد بن داستہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوداود سجستانی نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، ان کو محمد بن عبدالرحمن طفاوی نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں خُذِ الْعَفْوَ۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو لیجئے۔

اس کو بخاری نے نقل کیا ہے ابواسامہ کی حدیث سے ہشام سے۔

(۶) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن عیسیٰ نے، ان کو موسیٰ بن محمد ذھلی نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پڑھی مالک کے سامنے، اس نے روایت کی ابن شہاب سے، اس نے عروہ بن زبیر سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے کہ وہ فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے جب بھی کسی دو امور میں اختیار دیا گیا، آپ ﷺ نے دونوں میں آسان امر کو اختیار کیا جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ امر گناہ ہوا تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دُور رہو گئے۔ اور حضور ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے انتقام اور بدلہ نہ لیا، ہاں مگر یہ بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کی حرمت ریزی کی گئی ہو تو پھر اس کا انتقام لیتے تھے۔ زیادہ کیا قطان نے اپنی روایت میں، پس پھر حضور ﷺ اس چیز کا اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن مسلم قعنبی سے۔ اور اس کو روایت کیا مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم بن ابوطالب نے، عبید ہباری نے، ان کو ابواسامہ نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی شئی کو ہرگز نہیں مارا تھا، نہ کبھی عورت کو، نہ کبھی کسی خادم کو، ہاں مگر یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ جب کبھی کسی نے آپ کو کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ آپ نے اس سے کوئی انتقام لیا ہو۔ مگر یہ ہے کہ اگر اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی شئی کی حرمت ریزی کی گئی ہو تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے، اس نے ابواسامہ سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۱۴)

(۸) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابومحمد حاجب بن احمد نے۔ ان کو محمد بن حماد ابیوردی نے، ان کو ابومعاویہ نے۔ ان کو ہشام بن عروہ نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو مارا پیٹا ہو، نہ ہی کبھی کسی عورت کو مارا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کبھی کسی شئ کو مارا۔ ہاں مگر یہ بات ہے کہ اگر آپ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوتے تھے اور نہ ہی کبھی کسی ایسے شخص سے بدلہ لیا جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی۔ ہاں اگر اللہ کے لئے ہو تو جب معاملہ اللہ کے لئے ہوتا تھا۔ پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔ اور جب بھی حضور ﷺ پر کوئی دو معاملے پیش کئے گئے، آپ نے ان میں سے آسان پہلو کو اختیار کیا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے، اس نے ابومعاویہ سے۔

دس سال تک خادم کو اُف تک نہ کہا .... (۹) ہمیں خبر دی ابوالفتح ہلال بن محمد بن جعفر حفار نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان نے، ان کو ابوالاشعث نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ اللہ کی قسم کبھی مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اُف تک نہ کہا اور نہ ہی کسی شئ کے لئے کہا ہو کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور جو کام نہ کیا ہو نہ پوچھا کہ کیوں نہیں کیا؟

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں سعید بن منصور اور ابوربیع سے، اس نے حماد سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نے، ان کو خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو عبدالوارث نے، ان کو ابوالتیاح نے، ان کو انس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھائی تھا جس کو ابوعمیر کہتے تھے (میرا خیال ہے کہ یوں کہا تھا کہ اس نے ابھی دودھ چھوڑا تھا)۔ حضور ﷺ جب تشریف لاتے اور اس کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے، اے ابوعمیر! مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ۔ اس چڑیا نے کیا کیا ہے؟ وہ بچہ اس چڑیا کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا شیبان بن فروخ سے۔ (اخرجہ البخاری ۸۔۷ کتاب الادب۔ فتح الباری ۵۷۳/۹)

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا ذکر .... (۱۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن حرب اور سعید نے، ان کو حماد نے ثابت سے، اس نے انس ﷺ سے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا سعید بن منصور سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابراہیم بن اسحاق حربی نے، ان کو محمد بن سنان عوفی نے، ان کو فلیح نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے اور یہ الفاظ اسی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوحامد بن بلال نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالازہر نے، ان کو یونس بن محمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فلیح نے ہلال بن علی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا انس نے نہیں تھے رسول اللہ ﷺ گالیاں دینے والے، نہ فحش باتیں کرنے والے، نہ ہی لعنت کرنے والے۔ آپ ڈانٹتے وقت ہم میں سے کسی ایک کو یہ فرماتے تھے کہ کیا ہوا اس کو؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہے؟

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن سنان سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن بن علی بن عفان عامری نے، ان کو عبداللہ بن نمیر نے اعمش سے۔ اس نے شقیق سے، اس نے مسروق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عبداللہ بن عمرو سے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے نہ متفحش تھے۔ بے شک وہ فرماتے تھے، بے شک تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو تم میں سے اچھے اخلاق والے ہیں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا محمد بن عبداللہ بن نمیر سے اس نے اپنے والد سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے اعمش سے۔

(۱۴) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود طیالسی نے، ان کو شعبہ نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوعبداللہ جدلی سے۔ وہ کہتے تھے، میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا رسول اللہ کے اخلاق کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا، حضور ﷺ نہ بے ہودہ گوئی کرتے تھے، نہ گالیاں بکتے تھے۔ نہ بازاروں میں شور کرتے تھے نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے۔ بلکہ معاف کرتے اور درگزر کرتے تھے۔ یا یوں کہا تھا کہ درگزر کرتے اور بخش دیتے تھے۔ ابوداود کو شک ہوا ہے۔ (مسند احمد ۲۳۶/۶)

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو آدم اور عاصم نے، دونوں نے کہا کہ ان کو ابن ابوذویب نے، ان کو صالح مولی توءمہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ﷺ حضور ﷺ کی تعریف بیان کرتے تھے کہ حضور ﷺ آگے کو آتے تو پورے آگے دیکھتے تھے اور پیچھے کو ہٹتے تھے تو پورے پورے پیچھے دیکھتے تھے۔ میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں نہ بے ہودہ بات کرتے نہ بکواس کرتے تھے۔ نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ زیادہ کیا ہے آدم نے کہ میں نے ان سے پہلے نہ ان جیسا دیکھا ہے نہ ان کے بعد دیکھا ہے۔

آپ علیہ السلام کنواری لڑکی سے زیادہ باحیاء تھے .... (۱۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ہارون بن سلیمان اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمن بن مہدی نے، ان کو شعبہ نے قتادہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عبداللہ بن ابوعتبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوسعید خدری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس کنواری لڑکی سے زیادہ شرم وحیا والے تھے جو اپنے حجلہ عروسی میں ہوتی ہے۔ لہٰذا جب حضور ﷺ کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے تو ہم اس کو آپ کے چہرے پر پہچان لیتے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں بندار سے اور مسلم نے ان کو روایت کیا زہیر بن حرب وغیرہ سے ان سب نے عبدالرحمن بن مہدی سے۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذ باری نے ،ان کو خبر دی ابوبکر بن داسہ نے ،ان کو ابوداود نے ،ان کو عبیداللہ بن عمر بن میسرہ نے ،ان کو حماد بن زید نے ،ان کو مسلم علوی نے انس ﷜ سے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔اس کے کپڑوں پر پیلے پن کا نشان تھا اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ بہت کم آدمی کے منہ کی طرف دیکھتے تھے۔جس کی کسی بات یا کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے۔(از راہ شرم وحیا کے)۔جب وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم لوگ اس شخص سے یہ کہہ دیتے کہ وہ اس نشان کو دھوڈالے۔

کسی کی غلطی پر خاص خطاب سے تنبیہ نہ کرنا .... (۱۸) ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے اور ابوسعید محمد بن موسیٰ نے ،ان کو ابوالعباس اصم نے ،ان کو عباس بن محمد نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حمانی نے (ح)۔اور ہمیں خبر دی ابوعلی روذباری نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن داسہ نے ،ان کو ابوداود نے ،ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے ،ان کو عبدالحمید حمانی نے ،ان کو اعمش نے مسلم سے ،اس نے مسروق سے۔اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ کو کسی آدمی کے بارے میں کوئی ناگوار بات پہنچتی تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ مَا بَالُ فُلَانٍ یَقُوْلُ ؟ کیا حال ہے فلاں آدمی کا کہ وہ یوں کہتا ہے؟ بلکہ یوں فرماتے تھے، مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَقُوْلُوْنَ کَذَا وَکَذَا۔کیا حال ہے؟ لوگوں کا وہ ایسے ایسے کہتے ہیں؟ یعنی از راہ شرم وحیاء آپ کسی شخص کے بارے میں نہیں کہتے تھے)۔یہ الفاظ حدیث عثمان کے ہیں اور عباس کی روایت میں ہے کہ جب آپ کو کسی آدمی کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچتی تو یوں نہیں کہتے کہ ایسے ایسے ہوا ہے یا ایسی ایسی بات ہے۔اس کے بعد اس نے پوری بات کا ذکر کیا ہے۔

(۱۹) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ،ان کو علی بن محمد سختویہ نے ،ان کو عباس بن فضل اسفاطی نے ،ان کو اسماعیل بن ابواویس نے ،ان کو اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے انس ﷜ سے۔وہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آپ کے موٹے باڑر یا کنارے والی ایک چادر تھی۔ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا ،اس نے آپ کے اُوپر اوڑھی ہوئی چادر کو پکڑ کر حضور ﷺ کو زور زور سے جھٹکے دیئے ، یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کے کندھے مبارک پر دیکھا تو اس چادر کے حاشیے یا پٹے کا نشان پڑ گیا تھا اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے۔پھر اس دیہاتی نے کہا، اے محمد! میرے لئے اللہ کے اس مال میں سے حکم دیجئے جو تیرے پاس ہے۔کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کی طرف توجہ فرما کر ہنس دیئے۔اس کے بعد اس کے لئے مال دینے کا حکم دے دیا۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں ابن ابواویس سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے مالک سے۔

(بخاری ۵۷۔فتح الباری ۶/ ۲۵۱)

آپ علیہ السلام پر جادو کا ذکر .... (۲۰) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے ،ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے ،ان کو یعقوب بن سفیان نے ،ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے شیبان سے ،اس نے اعمش سے ،اس نے ثمامہ بن عقبہ سے۔اس نے زید بن ارقم سے۔وہ کہتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتا تھا اور حضور ﷺ اس پر اعتماد کرتے تھے۔اس نے حضور ﷺ کے لئے کچھ سحر کی گرہیں لگائیں یا گنڈے بنائے اور ان کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔اس بات سے نبی کریم دردِ سر میں مبتلا ہو گئے تھے یا بیمار پڑ گئے تھے۔حضور ﷺ کے پاس دو فرشتے مزاج پُرسی کرنے کے لئے آئے۔

انہوں نے آپ کو خبر دی کہ فلاں شخص نے آپ کے اُوپر جادو کیا ہے اور پھونک کر گرہیں لگائی ہیں کہ یہ در بہ فلاں لوگوں کے کنویں ڈالا ہوا ہے اور اس جادو کی شدت سے کنویں کا پانی پیلا ہو چکا ہے۔نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھیج کر وہ گرہیں یا جادو شدہ مورد نکلوالیا۔پانی کو دیکھا تو واقعی پیلا ہو چکا تھا۔آپ نے ان گرہوں کو کھول دیا (یا وہ خود بخود کھل گئیں حضور ﷺ کے ہاتھ میں آنے کے بعد)۔نبی کریم ﷺ سو گئے۔البتہ تحقیق میں نے اس آدمی کو اس واقعے کے بعد دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتا تھا۔میں نے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے چہرے پر تادم مرگ اس بات کی ناگواری یا اظہار محسوس نہ کیا۔(اخرجہ ابن سعد ۲/ ۱۹۹)

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ پر جادو کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمعطی کی تحقیق جو حاشیہ میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں :

تاثیر

تحقیق درباره سحر بر رسول اللہ ﷺ از ڈاکٹر عبدالمعطی محشی کتاب دلائل النبوت

(۱) اس روایت کو ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ (۲ : ۱۹۹)

(۲) ذہبی نے التاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲ : ۳۶۲)

(۳) تحقیق العلامہ حسام الدین القدسی۔

(۴) ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ۔ (۶ : ۳۸۔۳۹)

(۵) امام رازی اور جصاص نے احکام القرآن میں کہا :

لوگوں نے دعویٰ کیا ہے یا گمان کیا ہے کہ نبی کریم صلوات اللہ وسلامہ پر جادو کردیا گیا تھا اور سحر نے ان میں اثر بھی کرلیا تھا۔ حالانکہ اللہ نے کفار کی تکذیب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے اس چیز میں جس کا انہوں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا :

وقال : الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا

ظالم (کافر ومشرک) کہتے ہیں (اہل ایمان سے) کہ تم لوگ ایک مسحور اور سحر زدہ شخص کی پیروی کررہے ہو۔

(مترجم کہتا ہے) اس دلیل کے پیش کرنے والے علماء کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو یہ کفار ومشرکین کے جھوٹے دعویٰ کی تصدیق ہوجائے گی کہ حقیقت میں حضور سحر زدہ تھے۔ جبکہ اس نظریے کو رد کرنے والے علماء کا کہنا یہ ہے کہ ومثل هذه الاخبار من وضع الملحدین کہ ایسی روایات بے دینی کی گھڑی ہوئی ہیں۔

علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق

شیخ علامہ محمد زاہد الکوثری فرماتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ جارحانہ خیال اور نظریہ ہے کہ نبی کریم پر ﷺ جادو کا ہونا امر واقعی ہے۔ بہرحال اس کی حضور ﷺ پر تاثیر واقع ہونا جیسے بعض ان راویوں نے تصویر کشی کی ہے جو ثقہ اور پکے شمار ہوتے ہیں محققین نے اس کو رد کیا ہے۔ اسی بات کی طرف جھکاؤ ہوا اس قرآنی نص کی وجہ سے بھی۔

ارشاد باری ہے :

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۔ ساحر جس جگہ سے آئے ناکام ونامراد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد انکار کرنے کے پیرائے میں اور محل میں وارد ہوا ہے۔ مشرکین کے اس قول کرنے کی وجہ سے کہ ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔

اللہ کے ارشاد کی بنا پر :

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ اللہ لوگوں سے آپ کو بچائے گا۔

باقی رہا سحر بر رسول کی تاثیر کی اثبات کے لئے طویل بحث کرنا جو تاثیر بدتر ہے۔ جو کہ ان نصوص کے منافی ہے۔ محض بعض راویوں کی تنزیہ وتقدیس کرنے کے لئے۔ یہ ایسی بات ہے میں جس کو مستحسن نہیں سمجھتا ہوں۔ اگرچہ جمہور اسی قول کی طرف گئے ہیں۔ بعض ثقات کا مبتہم ہونا اس امر کے کوئی مانع نہیں ہے۔ مگر اس تاثیر کو ماننے کا دعویٰ کرنا انتہائی خطرناک ہے۔ بعض عقلوں پر آیات (مذکورہ) کے ساتھ استدلال اور تمسک کرنا زیادہ محکم ہے۔ واللہ اعلم

بوقت مصافحہ آپ علیہ السلام کا پہلے ہاتھ نہ چھوڑنا .... (۲۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابونعیم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو عمران بن زید نے، ان کو ابویحییٰ ملائی نے، ان کو ان کے چچا زید نے، ان کو انس بن مالک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مصافحہ کرتے تھے، یا یوں کہا تھا کہ جب آپ سے کوئی آدمی مصافحہ کرتا تو حضور ﷺ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے واپس نہیں کھینچتے تھے، بلکہ پہلے وہ خود اپنا ہاتھ کھینچتا۔ جب کوئی سامنے آکر سامنا کرتا آپ اس سے منہ پہلے نہیں پھیرتے تھے، بلکہ وہ آدمی خود وہاں سے ہٹتا تھا اور اپنے آگے بیٹھے ہوئے ساتھی کے گھٹنوں پر بھی (از راہ شرم وحیاء) کے نظر نہیں ڈالتے تھے، بلکہ نیچے نظر رکھتے تھے۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بصری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد صباح، ان کو ابوقطن نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعلی روذباری نے، ان کو ابوبکر بن داسہ نے، ان کو ابوداود نے، ان کو احمد بن منیع نے، ان کو ابوقطن نے، ان کو مبارک بن فضالہ نے ثابت سے۔ اس نے انس بن مالک ؓ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کسی آدمی نے نبی کریم ﷺ کے کان میں بات کرنی شروع کی ہو اور حضور ﷺ نے از خود اپنا سر اس کے منہ سے ہٹا لیا ہو، بلکہ وہ شخص پہلے رسول کا ہاتھ چھوڑتا تھا۔ اصفہانی کی حدیث کے الفاظ میں۔

کثرت سے نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھانا .... (۲۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوبکر احمد بن حسن نے، دونوں نے کہا کہ ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابوامیہ محمد بن ابراہیم طرسوی نے، ان کو علی بن حسن نسائی نے، ان کو محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے۔ اس نے یعقوب بن عتبہ سے، اس نے عمر بن عبدالعزیز سے۔ اس نے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب باتیں کرنے بیٹھتے تھے تو کثرت کے ساتھ اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے، گویا وحی کا انتظار فرماتے تھے۔

کھانے میں عیب نہ نکالنا .... (۲۴) ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم شیبانی نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو خبر دی وکیع نے اعمش سے۔ وہ کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ ابوحازم نے اس کو ذکر کیا ہے ابوہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کھانے میں کوئی عیب نہیں نکالتے تھے کبھی بھی۔ اگر اس کو کھانے کا دل چاہتا تو کھا لیتے تھے ورنہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔

اس کو بخاری نے نقل کیا ہے صحیح میں حدیث سفیان ثوری سے اور شعبہ سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث ثوری، زہیر بن معاویہ جریر اور ابومعاویہ سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابوحازم سے اس نے ابوہریرہ ؓ سے بغیر کسی شک کے۔

آپ علیہ السلام کا تبسم فرمانا .... (۲۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن نصر نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو خبر دی عمرو بن حارث نے، ان کو ابوالنضر نے یہ حدیث بیان کی ہے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبغ بن فرج نے یحییٰ بن سلیمان بن یسار نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے عمرو بن حارث سے اس کو ابوالنضر نے سلیمان بن یسار سے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ساتھ اتنا ہنستے ہرگز نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے دیکھ لئے ہوں، بلکہ آپ صرف مسکراتے تھے۔

یحییٰ بن نصر نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کہا ہے، فرماتی ہیں کہ آپ جب بادلوں کو دیکھتے یا تیز ہوا کو دیکھتے تو آپ کی تشویش چہرے پر پہچانی جاتی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ جب بادلوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور امید قائم کر لیتے ہیں کہ بارش ہو گی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جب اس کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی ہوتی ہے۔ فرمایا، اے عائشہ! مجھے کونسی چیز گارنٹی دیتی ہے کہ کہیں اس میں عذاب ہو؟ تحقیق ایک قوم ہوا کے ساتھ عذاب دی گئی تھی۔ اور تحقیق ایک قوم پر عذاب آیا تھا بادلوں سے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۔ (سورۃ الاحقاف : ۲۴)

جب انہوں نے بادلوں کو اپنی وادیوں کا رخ کرتے دیکھا تو بولے یہ بادل ہمارے لئے بارش برسانے آرہے ہیں (وہ بارش نہ تھی)۔ بلکہ اُن میں تو وہ عذاب تھا جس کو مانگنے کے لئے انہوں نے جلدی مچائی تھی اور ہوا تھی جو ہر چیز کو تہس نہس کرتے چلی گئی تھی اپنے رب کے حکم سے الی آخرہ۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ بن سلیمان سے اور اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ہارون بن معروف وغیرہ سے، اس نے ابن وہب سے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی باتوں میں شرکت فرمانا .... (۲۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر بن اسحاق نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو خبر دی ابوخیثمہ نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ سے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نشینی کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! کثرت سے۔ آنحضرت ﷺ اپنے مصلّے سے نہیں اُٹھتے تھے جس پر نماز پڑھی تھی، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ جب طلوع ہو جاتا تو پھر اُٹھتے تھے اور لوگ باتیں کرتے رہتے تھے اور جاہلیت کے امر کو لے لیتے تو ہنستے رہتے اور حضور ﷺ صرف مسکراتے رہتے تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ سے۔

(۲۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو خبر دی داؤد نے، ان کو حدیث بیان کی شریک اور قیس نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ سے کہا، کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں، آپ ﷺ لمبی خاموشی والے، کم ہنسنے والے تھے۔ آپ کے اصحاب بسا اوقات حضور ﷺ کے سامنے اشعار کہہ دیتے اور اپنے دیگر امور کا تذکرہ کرتے اور ہنسنے لگتے تھے۔ مگر آپ صرف مسکراتے تھے۔

(۲۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوسعید بن ابوعمرو نے۔ ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن مقری نے، ان کو ابن سعد نے ولید بن ابوالولید سے یہ کہ سلیمان بن خارجہ نے، اس کو خبر دی خارجہ بن زید نے کہ کچھ لوگوں کا گروہ ان کے والد زید بن ثابت کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے بعض اخلاق رسول بیان فرمائیے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کا پڑوسی تھا جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ مجھے بلواتے تھے۔ اور میں وحی لکھا کرتا تھا۔ اور ہم لوگ جب دنیا کا تذکرہ کرتے تو حضور ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔ اور جب ہم لوگ آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کو بھی یاد کرتے تھے۔ جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔ لہٰذا ان امور میں سے ہر ہر چیز ہم تم لوگوں کو بیان کریں گے۔

آپ علیہ السلام کی بہادری کا بیان .... (۲۹) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو حسن بن محمد زعفرانی نے، ان کو عمرو بن محمد عنقزی نے، ان کو حدیث بیان کی اسرائیل نے ابواسحاق سے اس نے حارثہ بن مضرب سے، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر ہوئی تو ہم لوگ مشرکین سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا سہارا لے رہے تھے اور آپ سب سے زیادہ شدید جنگ جو تھے یا سخت خطرات سے ٹکرانے والے تھے۔ (مسند احمد ۱/۸۶)

کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شبابہ نے، ان کو اسرائیل نے، اس نے اس کو اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی کی مثل اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے حالانکہ کوئی ایک بھی حضور ﷺ سے زیادہ مشرکین کے قریب نہیں تھا۔

(۳۰) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو ابو الربیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے، ان کو ثابت نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چہرے کے اعتبار سے لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔

ایک مرتبہ اہل مدینہ کسی خطرناک آواز سے خوف زدہ ہوگئے تھے، رات کا وقت تھا۔ حضور ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے بغیر زین رکھے۔ اتنے میں لوگ معلوم کرنے کے لئے نکل پڑے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے سبقت کر گئے ہیں اس آواز کی طرف۔ آپ اس خبر کی چھان بین ٹھیک کر کے آ گئے اور لوگوں کو آ کر تسلی دی اور فرمایا کہ مت ڈرو۔ اور حضور ﷺ نے گھوڑے کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے تو اس کو دریا پایا، یایوں فرمایا کہ یہ تو دریا ہے۔ (مسلم ۱۸۰۲)

حماد نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ثابت نے یا یوں کہا کہ مجھے آپ سے خبر پہنچی ہے۔ کہتے ہیں حضور ﷺ کے سواری کرنے کے بعد یہ گھوڑا دوڑ کے مقابلے میں کبھی پیچھے نہ رہا، حالانکہ وہ اس سے قبل بہت ڈھیلا اور سست تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں سلیمان بن حرب سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوالربیع وغیرہ سے، ان سب نے حماد سے۔

(۳۱) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو اسماعیل قاضی نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو خبر دی سفیان بن سعید نے، ان کو محمد بن منکدر نے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سنا جابر ﷺ سے۔ وہ فرماتے تھے کہ بے شک حضور ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن کثیر سے اور مسلم نے دوسرے طریق سے، سفیان ثوری سے۔

حضور ﷺ کی سخاوت کا بیان .... (۳۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حسن بن محمد بن حلیم مروزی نے، ان کو ابوالموجہ نے، ان کو خبر دی عبدان نے، ان کو خبر دی عبداللہ نے، ان کو خبر دی یونس نے، ان کو زہری سے اس نے عبیداللہ بن عبداللہ سے۔ اس نے ابن عباس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور حضور ﷺ کی سخاوت سب سے زیادہ رمضان میں ہوتی تھی۔ جب ان کو جبرائیل علیہ السلام ملتے تھے اور جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کو رمضان کی ہر رات ملتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ فرمایا کہ حضور ﷺ خیر کے کام کے لئے چلتی ہوا سے زیادہ سخی تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا عبدان سے اور مسلم نے ابوکریب سے، اس نے عبداللہ بن مبارک سے۔ (فتح الباری ۱/۳۰)

(۳۳) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوالعباس عبداللہ بن یعقوب کرمانی نے محمد بن ابویعقوب کرمانی سے، ان کو خالد بن حارث نے، ان کو حمید نے موسیٰ بن انس سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے اور اسلام قبول کرنے کے بدلے حضور ﷺ سے جو چیز بھی مانگی یا جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے اسلام قبول کرنے والے کو عطا کر دی۔

چنانچہ ایک آدمی آیا، اس نے حضور ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ نے اس کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی بکریاں دینے کا حکم فرمایا۔ وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرلو، بے شک محمد ﷺ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ پھر اس بندے پر بھوک وافلاس کا خطرہ نہیں رہتا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے عاصم بن نضر سے، اس نے خالد بن حارث سے۔

(۳۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد احمد بن عبدان نے، اس نے ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن محمویہ عسکری سے، اس نے جعفر بن محمد قلانسی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی آدم نے، ان کو شعبہ نے، حکم نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ اپنے گھر والوں میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے گھر والوں کی مَھنَتْ میں لگے رہتے تھے، فرمایا کہ مراد ہے کہ ان کی خدمت میں لگے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں آدم سے۔

حضور ﷺ گھر کا کام خود کرتے تھے .... (۳۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو ابوجعفر محمد بن عمرو ابن البختری نے بطور املاء۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ حضور ﷺ اپنے گھر کے اندر کیا کام کرتے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں خود نکالتے، اپنی بکری خود دوہتے اور اپنے نفس کی خدمت کرتے، یعنی اپنا کام خود کرتے تھے۔

(۳۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو خبر دی احمد بن منصور رمادی نے، ان کو خبر دی عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے زہری سے، اس نے عروہ سے، اس نے ہشام سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ گھر میں کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، رسول اللہ ﷺ اپنی جوتی کو ٹانکا لگا لیتے تھے اور اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں (گھریلو) کام کرتے تھے، جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔

ذکر اللہ کی کثرت کرتے تھے .... (۳۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو ابوبکر محمد بن جعفر آدمی قاری نے بغداد میں، ان کو عبداللہ بن احمد بن ابراہیم دورقی نے، ان کو احمد بن نصر بن مالک خزاعی نے، ان کو علی بن حسین بن واقد نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا یحییٰ بن عقیل سے۔ وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا عبداللہ بن ابواوفیٰ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ ذکر اللہ کرتے تھے۔ لغویات یا کام نہیں کرتے تھے۔ نماز لمبی کرتے تھے۔ خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے۔ غلام یا بیوہ کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کی حاجت پوری نہ کر لیتے۔

(۳۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر اسماعیل بن محمد بن اسماعیل فقیہ نے مقام رےّ میں، ان کو ابوبکر محمد بن فرج ازرق نے، ان کو ہاشم بن قاسم نے، ان کو شیبان ابومعاویہ نے اشعث بن ابوالشعثاء سے، اس نے ابوبردہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ گدھے پر سواری کر لیتے تھے، اُون کا کپڑا پہن لیتے تھے بکریوں کو خود باندھ لیتے تھے۔ اور مہمان کی خدمت خود کرتے تھے۔

غلاموں کی دعوت قبول کرنا .... (۳۹) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو حدیث بیان کی ابوداود نے، ان کو شعبہ نے اور مسلم ابوعبداللہ اعور نے، اس نے سُنا انس ﷺ سے۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ اُون کا کپڑا پہن لیتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ جنگ خیبر والے دن میں حضور ﷺ کو گدھے پر سوار دیکھا۔ اس کی نکیل کھجور کے ریشے کی بُنی ہوئی تھی۔

(۴۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی احمد بن جعفر قطیعی نے، ان کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو اسماعیل نے ایوب سے۔ اس نے عمرو بن سعید سے، اس نے انس ﷺ بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی بندہ نہیں دیکھا جو اپنے عیال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شفیق ہو۔ پھر اس نے حدیث ذکر کی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر بن حرب سے، اس نے اسماعیل بن علیہ سے۔

رسول اللہ ﷺ کا بچوں کو سلام کرنا .... (۴۱) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوطالب محمد بن مبارک حناط نے، ان کو حسین بن فضل نے، ان کو علی بن جعد نے، ان کو شعبہ نے، ان کو سیار بن حکم نے، ان کو ثابت بُنانی نے انس ﷺ بن مالک سے کہ حضرت انس ﷺ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تھے اور آپ نے ان پر سلام کیا، پھر ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ بچوں کے پاس سے گزرے تھے اور آپ نے ان پر سلام کیا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن جعد سے، اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے شعبہ سے۔ (مسلم حدیث ۱۷۰۸)

(۴۲) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر قطان نے، ان کو ابوالازہر نے، ان کو مروان بن محمد نے، ان کو ابن لہیعہ نے، ان کو عمارہ بن غزیہ نے اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ سے، اس نے انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بچے کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ خوش طبعی کرنے والے تھے۔

سخت سردی میں برکت کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالنا .... (۴۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ، ابوبکر احمد بن حسن قاضی اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صغانی نے انہوں نے کہا کہ ان کو ابوالنضر نے، ان کو سلیمان ابن مغیرہ نے، اس نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو مدینہ کے خادم اپنے اپنے پانی کے برتن لے کر آجاتے تھے جو بھی برتن لایا جاتا اس کے پانی کے اندر آپ اپنا ہاتھ ڈبو کر دے دیتے تھے (برائے تبرک)۔ بسا اوقات سخت سردی کی صبح کو بھی برتن لے آتے تھے، پھر بھی اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ان کو ابوبکر بن ابوالنضر وغیرہ سے، اس نے ابوالفضل سے۔

ایک بوڑھی عورت کی خاطر رُک جانا .... (۴۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابوحامد مقری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو خبر دی عارم ابوالنعمان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ثابت نے انس بن مالک سے کہ ایک عورت تھی، اس کی عقل و دماغ میں کچھ فتور تھا۔ آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے اُم فلاں سوچ لیجئے کون سے راستے پر آپ چاہیں وہاں جا کر کھڑی ہو جائیں میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ علیحدہ چلے گئے (اس کے ساتھ اکیلے باتیں کرنے گئے)۔ یہاں تک کہ اس کا کام کر کے آ گئے۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے حماد سے۔ (مسلم حدیث ۱۸۱۲)

باب ۳۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی و زُہد

☆ اور اس بارے میں روزی کی کمی و شدت پر آپ کا صبر کرنا

☆ اور حضور ﷺ کا دارِ دنیا پر دارِ آخرت کو اختیار کرنا و ترجیح دینا

☆ اور اللہ نے آپ ﷺ کے لئے آخرت میں جو جو انعامات تیار کر رکھے ہیں

اس سب کچھ کے بارے میں مروی احادیث و اخبار کا ذکر

اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا:

(۱) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔

(سورۃ طٰہٰ : آیت ۱۳۱)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) مت کر اپنی نگاہیں اس چیز پر جو ہم نے فائدہ اُٹھانے کو دی ہیں ان طرح طرح کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی رونق کے طور پر، تا کہ ان کو آزمائیں اس میں اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے۔

(۲) اور تحقیق روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو بندہ (غلام) نبی بن کر رہیں اور چاہیں تو بادشاہ نبی بن کر۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ کیا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ آپ تواضع اختیار کیجئے، عاجزی کیجئے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اس کو پسند کیا کہ بندۂ خدا نبی رہیں۔

(۳) ہمیں اس کی خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوالعباس حیوۃ بن شریح نے، ان کو خبر دی بقیہ بن ولید نے زبیدی سے۔ اس نے زہری سے، اس نے محمد بن عبداللہ بن عباس سے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷺ حدیث بیان کرتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجا، اس کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ لہٰذا فرشتے نے رسول اللہ ﷺ سے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے اس بات کے درمیان کہ آپ عبد نبی ہوں یا ملک (بادشاہ) نبی ہوں۔ اللہ کے نبی نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف التفات کیا، جیسے آپ مشورہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ نیچے جھکئے (یعنی تواضع اور عاجزی کیجئے) تو رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ میں عبد نبی ہوں گا (یعنی محض اللہ کا بندہ نبی رہنا پسند کروں گا)۔ ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ اس کلمے کے بعد حضور ﷺ نے کبھی تکیہ اور سہارا لگا کر کچھ نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ اپنے رب کو مل گئے۔ (ذکرہ البخاری فی التاریخ الکبیر ۱/۱۴۴)

ازواج مطہرات کو اختیار دینا .... (۴) ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن عبداللہ حربی نے جامع الحربیہ بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حمزہ بن محمد بن عباس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن غالب نے، ان کو موسیٰ بن مسعود نے، ان کو عکرمہ نے، ان کو ابوزُمیل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابن عباس ﷺ نے کہ ان کو حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے، ان کو حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی رسول اللہ ﷺ کے اپنی عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں، یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں گیا، آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اُوپر اپنی چادر کو سنبھالا اور بیٹھ گئے جبکہ چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان ڈال دیا تھا۔

میں نے حضور ﷺ کے اس کمرہ میں اپنی نظروں کو حرکت دی، اس میں دنیا کی کوئی چیز رکھی ہوئی نہیں تھی سوائے دو مٹھیوں کے مٹھی بھر جَو تھے اور مٹھی بھر قرظ، دو صاع کے برابر۔ پھر میں نے نظر ماری تو دو یا زیادہ چمڑے لٹکے ہوئے تھے (وہ کچے چمڑے جن کی ابھی رنگائی مکمل نہ ہوئی تھی)۔ یہ منظر دیکھ کر میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا (رونے لگا)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، اے ابن خطاب! کس بات سے رَو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے نہ رونے کی کیا بات ہے؟ میں کیوں نہ روؤں۔

آپ اللہ کے برگزیدہ ہیں، اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی ساری مخلوق میں سے بہترین ہیں جبکہ یہ آپ کا حجرہ (بالا خانہ ہے) اور یہ عجمی لوگ کسریٰ اور قیصر ہیں کہ پھلوں اور باغات اور نہروں کے مالک ہیں۔ اور آپ اس حال میں ہیں (جو میں دیکھ رہا ہوں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے ابن خطاب کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے صرف دنیا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا شکر کیجئے۔ اور حدیث کو آگے ذکر کیا۔

اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں دوسرے طریق سے عکرمہ بن عمار سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری نے، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے ان کو احمد بن منصور رمادی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے، ان کو زہری نے، ان کو عبیداللہ بن عبداللہ بن ابوثور نے، ان کو ابن عباس ﷺ سے۔ اس نے عمر بن خطاب سے۔ اس قصے میں انہوں نے فرمایا، کہ میں بیٹھ گیا اور اپنا سر اُوپر اُٹھا کر کمرے میں نظر ماری۔ اللہ کی قسم میں نے کمرے میں کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے ساتھ نظر ٹکراتی سوائے تین کچے چمڑوں کے (جو رنگے ہوئے نہیں تھے)۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی اُمت پر وسعت اور فراخی فرمائے۔اللہ نے اہل فارس اور اہل روم پر فراخی اور وسعت کر رکھی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ یہ سُن کر حضور ﷺ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔اور فرمانے لگے،کیا تم کسی شک میں ہو اے ابن خطاب؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی طیبات اور ستھری چیزیں ان کو جلدی جلدی ان کی دیناوی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔

میں نے عرض کیا میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں یا رسول اللہ! اور نبی کریم ﷺ نے قسم کھا رکھی تھی کہ آپ اپنی عورتوں کے پاس ایک مہینہ تک نہیں جائیں گے۔ یہ فیصلہ آپ نے ان پر اپنی ناراضگی اور غصہ کی شدت کی وجہ سے کیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حضور ﷺ کو تنبیہ فرمائی تھی۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عروہ نے ،ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ فرماتی ہیں کہ جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ابتداء مجھ سے کی۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک مہینے تک ہم لوگوں کے پاس نہیں آئیں گے۔آپ میرے پاس انتیس دن میں آ گئے ہیں، میں برابر شمار کر رہی ہوں۔آپ نے فرمایا، بے شک مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔پھر فرمایا، اے عائشہ میں تجھ سے ایک امر کا ذکر کرتا ہوں تجھ پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ تم نے اس امر کے لئے جلدی کیوں نہیں کی، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لیجئے گا۔ کہتی ہیں کہ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی :

''آیت تخییر حضور ﷺ کی بیبیوں کو''۔(اللہ کی طرف سے اختیار ملنا)

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ (سورۃ الاحزاب :آیت ۲۹)

اے نبی! اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسی کی آسائش چاہتی ہو تو آجاؤ میں آپ لوگوں کو ساز وسامان دے دوں اور تمہیں خوبصورت طریقے پر چھوڑ دوں۔اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے حسنات کے لئے نیکی اور شرافت کی راہ پر چلنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

وہ فرماتی ہیں حضور ﷺ اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کی قسم میرے والدین مجھے حضور ﷺ سے فراق اور جدا ہونے کے لئے کبھی حکم نہیں دیں گے۔ لہٰذا میں نے حضور ﷺ کے ان الفاظ کے جواب میں عرض کیا کہ کیا اس مسئلے میں بھی اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ پس بے شک میں اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے۔اس نے عبدالرزاق سے۔اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے زہری سے۔

آپ علیہ السلام کا بستر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا

(۶) ہمیں حدیث بیان کی امام ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے بطور املاء۔وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف سلمی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن ایوب بن یحییٰ بجلی نے ،ان کو خبر دی سہل بن بکار نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مبارک بن فضالہ نے حسن سے،اس نے انس بن مالک سے۔وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا وہ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا سرہانہ یا تکیہ تھا۔جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔اور حضور ﷺ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ۔نبی کریم ﷺ نے ایک دم پہلو پھیرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پہلو پر رسیوں کے نشان دیکھے اور دیکھ کر رو دیئے۔حضور ﷺ نے پوچھا، عمر کس چیز نے آپ کو رُلا یا؟

حضرت عمر نے کہامیں کیوں نہ رووں کہ قیصرو کسریٰ زندگی گزار رہے ہیں اس طرح جس طرح وہ دنیا میں کھیل رہے ہیں اور آپ اس حال میں ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا: اے عمر! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ انہوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ اسی طرح ہیں۔ (مسلم ۱۱۰۵)

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک ؒ نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو مسعودی نے، ان کو عمرو بن مرہ نے، ان کو ابراہیم نے علقمہ سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ چٹائی پر لیٹ گئے تھے۔ لہٰذا آپ کے جسم پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ میں ان نشانوں کو مٹانے لگا اور میں نے کہا میرے ماں باپ آپ کے اُوپر قربان جائیں، یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اجازت نہیں دیں گے کہ ہم آپ کے لئے کوئی چیز بچھانے کا انتظام کر دیں جس پر آپ آرام کریں اور آپ کی حفاظت بھی رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا ہے میرے لئے اور دنیا کے لئے؟ (یعنی مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے؟) میری اور دنیا کی مثال تو اس طرح ہے جیسے کوئی مسافر جو کسی درخت تلے سایہ حاصل کرنے کے لئے بیٹھتا ہے پھر وہ اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔ اور اس درخت کو اور اس کے سائے کو وہیں چھوڑ جاتا ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ، ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی اور ابوبکر بن حسن قاضی نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن بحر نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو خبر دی یونس بن یزید نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن سہل دباس نے مکہ مکرمہ میں، ان کو محمد بن علی بن زید صائغ نے، ان کو احمد بن شبیب نے، ان کو ان کے والد نے یونس سے۔ اس نے ابن شہاب سے، اس نے عبداللہ بن عتبہ سے، اس نے ابوہریرہ ؓ سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں لگے گی کہ مجھ پر تین راتیں گزریں اور میرے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو۔ مگر صرف اسی قدر جو میں نے اپنی ضرورت کے لئے رکھا ہو۔

یہ الفاظ ابن وہب کی حدیث کے ہیں۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں احمد بن شبیب سے۔

حضور ﷺ کے گھر والوں کے لئے بقدر گزارہ روزی کی دعا کرنا .... (۹) ہمیں خبر دی محمد بن ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن ابن علی بن عفان عامری نے، ان کو ابواسامہ نے اعمش سے، ان کو عمارہ بن قعقاع نے ابوزرعہ سے، اس کو ابوہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ آلِ محمد کا رزق صرف بقدر بقاء زندگی کر دے۔

• مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں اشج سے، اس نے ابوسامہ سے اور بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث فضیل بن غزوان سے اس نے عمارہ سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن علی مقری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو عمرو بن مرزوق نے، ان کو خبر دی زائدہ نے منصور بن معتمر سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں، آلِ محمد ﷺ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا مسلسل تین راتیں جب سے مدینہ میں آئے ہیں گندم کی روٹی سے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالربیع نے، ان کو جریر نے منصور سے اس کی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں حدیث جریر عبدالحمید سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابومحمد یوسف نے، ان کو خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو محمد بن سعید بن غالب نے، ان کو ابومعاویہ نے اعمش سے اس نے ابراہیم سے، اس نے اسود سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے راستے پر چلے گئے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا اسحاق سے اس نے ابومعاویہ سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر بن اسحاق نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو سفیان نے، ان کو عبدالرحمن نے، ان کو عابس بن ربیعہ نے اپنے والد سے یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم لوگ پندرہ دن بعد کراع اور جانوروں کی نلی یا پایہ نکال لیتے تھے اور اس کو کھاتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ ایسا کیوں کرتے تھے؟ وہ ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں کہ نہیں پیٹ بھر کر کھانا کھایا آل محمد ﷺ نے روٹی سالن سے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے مل گئے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن کثیر سے۔

تین ماہ تک چولہا نہ جلنا .... (۱۳) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ اور ابوعبداللہ حافظ، ابوزکریا بن ابواسحق نے اور ابوسعید بن ابوعمرو سے۔ انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے، ان کو انس بن عیاض نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ آل محمد ﷺ ہمارے اُوپر تین تین ماہ گذر جاتے تھے مگر ہم لوگ کھانے کے لئے آگ نہیں جلاتے تھے مگر کھجور اور پانی ہوتا تھا بس۔ ہاں مگر یہ بات بھی تھی کہ ہمارے اردگرد انصار کے گھر تھے ان میں سے ہر گھر والے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی بکری کا دودھ بھیج دیتے تھے لہٰذا نبی کریم ﷺ ہم لوگوں کو بھی اس دودھ میں سے پلا دیتے تھے۔

اس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں، حدیث ہشام بن عروہ سے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوعمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے، ان کو ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو ھدبہ نے، ان کو حدیث بیان کی ھمام نے، ان کو قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کا باورچی کھڑا ہوتا۔ انہوں نے فرمایا کھاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے روٹی شوربے میں بھیگی ہوئی دیکھی ہو یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ سے مل گئے۔ اور نہ ہی بکری کا بچہ بھونا ہوا ثابت کبھی۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں ہدبہ سے۔

آپ علیہ السلام کا منبر کرسی پر کھانا نہ کھانا .... (۱۵) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالحسن علی بن محمد بن سختویہ نے، ان کو ابوالمثنی عنبری نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو معاذ بن ہشام نے، ان کو ان کے والد نے یونس سے، اس نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی خوانچے میں نہیں کھایا نہ ہی پلیٹ میں نہ ہی روٹی شوربے میں ڈوبی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا پھر آپ کس چیز پر کھاتے تھے؟ فرمایا توشہ دان یا میز پوش پر۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن ابواسود سے، معاذ بن ہشام سے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو شعبہ نے ابواسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبدالرحمن بن یزید سے وہ حدیث بیان کرتے ہیں اسود سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اکٹھے دو دن بھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔

اس کو مسلم نے نقل کیا صحیح میں حدیث شعبہ سے۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو شعبہ نے سماک بن حرب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نعمان بن بشیر سے وہ کہتے ہیں میں نے سنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے وہ خطبہ دے رہے تھے انہوں نے اس کا ذکر کیا جو لوگوں پر کھول دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا سارا سارا دن بھوک سے اپنے پیٹ کو لپیٹتے تھے۔ بھوک سے اس قدر ردی کھجور بھی نہیں پاتے تھے جس کے ساتھ پیٹ بھر لیتے۔

اس کو مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں شعبہ کی حدیث سے۔

گھر والوں کے کھانے کے لئے زرہ رہن رکھوانا .... (۱۸) ہمیں خبر دی ابومحمد بن یوسف نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی روح بن عبادہ نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہشام بن ابی عبداللہ نے قتادہ سے اس نے انس ﷺ سے وہ کہتے ہیں کہ وہ چلتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس جَو کی روٹی اور دنبے کی چکنی کی چربی جو قدرے متغیر ہو چکی تھی، لے کر پہنچے۔ جبکہ انہوں نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور اس کے بدلے میں اپنے گھر والوں کے لئے جَو لئے تھے۔ میں نے حضور ﷺ سے ایک دن سُنا آپ کہہ رہے تھے نہیں شام کی آل محمد کے پاس کھجوروں کے ایک صاع نے اور نہ ہی گندم کے دانوں کے ایک صاع نے۔

اس کو بخاری نے نقل کیا حدیث ہشام سے اس کے بعض مفہوم کے ساتھ۔ فرمایا کہ وہ لوگ اس وقت نو گھر تھے۔

(۱۹) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو ابوحامد بن بلال نے، ان کو احمد بن منصور مروزی نے، ان کو نضر بن شمیل نے، ان کو ہشام بن عروہ نے، ان کو خبر دی ان کے والد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی۔ بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں احمد بن ابورجاء سے، اس نے نضر سے۔

مسلم نے اس کو نقل کیا کئی دیگر وجوہ سے ہشام سے۔

(۲۰) ہمیں خبر دی ابوعلی روذباری نے فوائد میں اور ابوعبداللہ حسین بن عمر بن برہان اور ابوالحسن بن فضل قطان اور ابومحمد سکری نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو حسن بن عرفہ نے، ان کو عباد بن عباد مہلبی نے مجاہد بن سعید سے، ابن نے شعبی سے، اس نے مسروق سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی اس نے رسول اللہ ﷺ کا بستر دیکھا جو کہ دھاری دار کمبل تھا، لپیٹا ہوا تھا، وہ واپس چلی گئی اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیج دیا جس کے اندر اُون بھری ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاریہ عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بچھونا دیکھا پھر وہ واپس چلی گئی اس نے میرے پاس یہ بھیج دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کو واپس کر دیجئے۔ انہوں نے کہا میں کیوں یہ واپس کر دوں مجھے اچھا لگتا ہے کہ یہ میرے گھر میں ہو۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے تین بار یہ بات کہی۔ فرمایا کہ اس کو واپس بھیج دو۔ اے عائشہ اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلا کر دکھا دے۔

صدقہ کے دراہم کی وجہ سے نیند نہ کرنا .... (۲۱) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو ابن عفان نے یعنی حسن بن علی نے، ان کو حسین جعفی نے، ان کو زائدہ نے، ان کو عبدالملک بن عمیر نے، ان کو ربعی بن حراش نے اُم سلمہ سے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اُداس اور پریشان چہرے والے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے خیال کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہوا میں آپ کو پریشان چہرے والا دیکھ رہی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان سات دیناروں کی وجہ سے ہے جو کل شام کو ہمارے پاس پہنچے تھے ہم جنہیں خرچ نہ کر سکے ان کو قالین وغیرہ کے روئیں میں کر دو۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابومحمد عبداللہ بن محمد خزاعی نے مکہ مکرمہ میں، ان کو ابویحییٰ بن ابومسرہ نے، ان کو عبداللہ بن ابوالحکم مصری نے، ان کو بکر بن مضر نے، ان کو موسیٰ بن جبیر نے، ان کو ابوامامہ سہل بن حنیف نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن زبیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے آپ کی بیماری کے اندر (تو) اور میرے پاس اس وقت چھ دینار تھے۔ موسیٰ نے کہا کہ یا سات تھے۔ فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی نے مجھے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو مجھے آپ کی بیماری نے مشغول کر دیا (اور میں بھول گئی) یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو صحت عطا کر دی۔ کہتی ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے مجھ سے ان دیناروں کے بارے میں پوچھا کہ ان کا آپ نے کیا کیا تھا؟ کیا آپ نے وہ چھ سات دینار تقسیم کر دیئے تھے؟ کہتی ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم نہیں کئے آپ کی بیماری نے مجھے مصروف رکھا۔ حضور ﷺ نے وہ منگوائے اور ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر کہا کیا گمان کرتا ہے اللہ کا نبی اگر اللہ کو مل جاتا اور یہ اس کے پاس ہوتے؟

(۲۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو یوسف یعقوب بن احمد ابن محمد بن یعقوب بن از ہر خسر وگردی نے ان کو حدیث بیان کی قتیبہ نے، ان کو جعفر بن سلیمان ضبعی نے ثابت بنانی سے، اس نے انس بن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ کوئی شے کل کے لئے جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

(۲۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر بن اسحاق نے، ان کو اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحیٰی بن یحیٰی نے، ان کو داؤد بن عبد الرحمٰن نے منصور سے یعنی ابن عبدالرحمٰن حجبی سے، اس نے اپنی ماں سے اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت ہوئی جب لوگ دو اسود دو اہم چیزوں سے پیٹ بھر چکے تھے کھجور اور سادہ پانی سے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا یحیٰی بن یحیٰی سے۔

کھجوریں جمع کرنے پر افسوس کا اظہار .... (۲۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو خبر دی ابو محمد جعفر بن نصیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبداللہ بصری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی بکار بن محمد نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن عون نے ابن سیرین سے اس نے ابو ہریرہ ؓ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلال ؓ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اے بلال؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کھجوریں ہیں جو میں جمع کرتا رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر اے بلال! کیا تو اس بات سے نہیں ڈرا کہ اس کی وجہ سے تجھے جہنم میں تپنا پڑے؟ ان کو خرچ کر دیجئے اے بلال! اور عرش والے سے کم کر دینے سے مت ڈر۔

باب ۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچے نفقے کی حدیث

اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کے فکر و غم کی کفایت فرمائی تھی اور آپ ﷺ کی فقراء اور مسافروں کے بارے میں سعی

(۱) ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے ان کو خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداود بجستانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ابو توبہ ربیع بن نافع نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعلی روذ باری نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی حسین بن حسن بن ایوب طوسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوحاتم محمد بن ادریس رازی نے ان کو ابوتوبہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی معاویہ بن سلام نے یزید بن سلام سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ ہوزنی نے یعنی ابو عامر ہوزنی نے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مؤذن بلال ؓ سے ملا حلب کے شہر میں۔ میں نے کہا اے بلال! مجھے آپ حدیث بیان کریں کہ رسول اللہ ﷺ کا نفقہ خرچہ کیسے چلتا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ کوئی چیز نہیں تھی ان کے لئے اس میں سے، مگر میں وہ ہوں جو میں قسم کھاتا ہوں اس بات کی ان سے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمایا تھا تا وفات تک آپ ﷺ کی حالت یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپ کپڑے کے بغیر دیکھتے تو مجھے حکم دیتے میں چلا جاتا۔ کسی سے قرض حاصل کرتا اور کوئی چادر خریدتا اور کوئی چیز خریدتا اور اس شخص کو کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا۔

ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص مجھے ملا وہ کہنے لگا اے بلال! میرے پاس مال فراخی ہے تم کسی اور سے قرض نہ مانگا کرو بس مجھ سے مانگ لیا کرو۔ میں نے بات مان لی۔ چنانچہ ایک دن میں نے وضو کیا اور اذان پڑھنے کے لئے جونہی اُٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کے

گروہ کے ساتھ ہے۔اس نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے حبشی! میں نے کہا حاضر ہوں، کیا بات ہے؟ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔اس نے مجھے گندی گندی گالیاں دیں اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ تیرے وعدے اور مہینے میں کتنا وقت باقی ہے۔میں نے کہا قریب ہے۔اس نے کہا کہ چار راتیں باقی ہیں جو تیرے ذمہ میرا قرضہ ہے میں تم سے وصول کرلوں گا۔میں نے جو کچھ تمہیں دیا تھا وہ میں نے تیری عزت کو دیکھ کر یا تیرے ساتھی (محمد ﷺ) کی عزت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لئے دیا تھا تاکہ تو غلام بن کر میری بات مانا کرے، میں تجھے واپس بکریاں چرانے پر لگاؤں گا جیسے تو اس سے قبل تھا۔وہ جتنا میری توہین کرسکتا تھا اس نے کرڈالی۔

میں لوٹ کر گیا میں نے نماز کے لئے اذان پڑھی۔حتیٰ کہ جب ہم نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو حضور ﷺ اپنے گھر لوٹ گئے۔میں نے جا کر ملنے کی اجازت چاہی مجھے اجازت مل گئی تو میں نے جا کر کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ کے اُوپر قربان جائیں وہ مشرک میں نے جس کا ذکر کیا تھا میں نے اس سے قرض لیا تھا اس نے آج مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔آپ ﷺ کے پاس بھی انتظام نہیں ہے جس سے آپ میری طرف سے ادائیگی کردیں اور میرے پاس بھی نہیں ہے اور وہ مجھے ذلیل کررہا ہے۔آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں ان محلوں میں جاؤں جو مسلمان ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو رزق دے جس سے رسول اللہ ﷺ وہ ادا کریں جو مجھ پر ہے۔میں وہاں سے نکلا اور اپنی منزل پر آگیا۔میں نے اپنی تلوار اور اپنا تھیلا اور اپنا نیزہ اور اپنی جوتی اپنے سر کے پاس رکھ لی اور آسمان کے کنارے کی طرف منہ کرکے لیٹ گیا۔میری جیسے ہی آنکھ لگتی فوراً میں بیدار ہوجاتا جب میں دیکھتا کہ ابھی رات ہے میں پھر سوجاتا۔حتیٰ کہ صبح اول کا چھونا میں نے جانے کا ارادہ کرلیا۔

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آرہا ہے اس نے آواز دی اے بلال! رسول اللہ ﷺ آپ کو بلارہے ہیں، پہنچو۔میں چل پڑا اور حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹ سامان کے لدے ہوئے کھڑے ہیں۔میں حضور ﷺ کے پاس آیا۔میں نے اجازت مانگی حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا خوش ہوجاؤ اللہ تعالیٰ تیرے پاس تیری ادائیگی لے آیا ہے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو چار بیٹھے ہوئے اُونٹوں کے پاس سے نہیں گذرا۔میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے دیکھے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا یہ اُونٹ سامان سمیت تیرے ہیں۔ان پر کپڑے تھے اور کھانا اور وافر مقدار میں سامان تھا جو فدک کے سربراہ نے حضور ﷺ کے لئے ہدیہ کیا تھا ان کو اپنے قبضے میں لے لے پھر اس سے قرض ادا کر۔

کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا میں نے ان کا بوجھ اوران کو رسیوں سے باندھا پھر میں نے صبح کی اذان دی۔جب حضور ﷺ نے نماز پڑھا دی تو میں بقیع کی طرف نکل گیا میں نے اپنی انگلی کان میں دبائی اور میں نے اعلان کردیا۔میں نے کہا جس نے بھی رسول اللہ ﷺ سے قرض وصول کرنا ہو وہ جلدی آجائے میں وہ سامان فروخت کرتا رہا اور ادھر قرض ادا کرتا رہا اور اُدھر بیچا ادھر قرض ادا کردیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی قرض نہ رہا زمین پر۔یہاں تک کہ میرے پاس دو اوقیے یا ڈیڑھ اوقیہ سامان بچ گیا۔اس کے بعد میں شہر میں گیا دن کا کافی حصہ گذر چکا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے۔میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے مجھ سے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ اور تیرے پاس کیا آیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ نے پورا قرضہ ادا کردیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تھا۔قرض اب باقی نہیں رہا۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ کوئی شے باقی بچی ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے بتایا جی ہاں، دو دینار ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھئے ان دونوں سے بھی مجھے چھٹکارا دے دیجئے میں اپنے گھر والوں میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ آپ مجھے آرام دے دیجئے۔

کہتے ہیں اس دن مسجد میں ہمارے پاس کوئی (سائل) نہیں آیا۔لہٰذا حضور ﷺ نے مسجد میں رات گزار دی اور دوسرا دن بھی مسجد میں گزار دیا یہاں تک کہ دن کا آخر آگیا اس وقت دو سوار آگئے میں ان دونوں کو لے گیا۔میں نے ان کو کپڑے پہنائے اور ان کو کھانے کا سامان دیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ عشاء پڑھ چکے تو مجھے بلایا اور فرمایا، کیا ہوا جو تیرے پاس تھا؟ میں نے کہا اللہ نے آپ کو آرام دے دیا ہے۔آپ ﷺ نے اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں آپ کو موت پالیتی اور آپ کے پاس یہ چیز موجود ہوتی۔پھر میں حضور ﷺ کے پیچھے گیا یہاں تک کہ جب آپ اپنی بیبیوں کے پاس گئے تو ایک ایک عورت کو خود سلام کیا یہاں تک کہ آپ اپنے بستر پر آئے۔یہی ہے وہ بات جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔(قال ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ۶/۵۵)

باب ۴۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل صفہ کے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اہل صفہ کے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ اور آپ کو اس بات سے منع کیا تھا کہ آپ ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایا کریں اور ڈانٹ کر نہ بھگایا کریں۔

(۱)　اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (سورۃ کہف : آیت ۲۸)

آپ اپنے آپ کو دیگر لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح بھی تو شام بھی۔ وہ اس سے صرف اور صرف اس کی رضا چاہتے ہیں۔

(۲)　ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (سورۃ انعام : آیت ۵۲)

جو لوگ صبح و شام اللہ کی رضا کے لئے اپنے رب کو پکارتے ہیں، آپ ان کو اپنے پاس سے بھگائیں۔

(۳)　ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے، ان کو ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو ابوالحسن خلف بن محمد واسطی نے کردوس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یزید بن ہارون نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے جعفر بن سلیمان ضبعی نے، ان کو معلی یعنی ابن زیاد نے، ان کو علاء بن بشیر مازنی نے۔ ان کو ابوالصدیق ناجی نے، ان کو ابوسعید خدری نے۔ وہ کہتے ہیں میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور بعض ان کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہے تھے کپڑے نہ ہونے (ننگے ہونے) کی وجہ سے۔ اور ہمارے ایک قاری تھے جو ہمارے سامنے قرآن پڑھتے تھے۔ ہم لوگ ان سے کتاب اللہ سنتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

الحمد للہ الذی جعل من امتی من امرت ان اصبر معھم نفسی

اللہ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے وسط میں بیٹھ گئے تاکہ اپنے نفس کو ہمارے اندر ہمارے برابر دکھائیں۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ حلقہ اپنی جگہ سے سرک گیا۔ اور ان کے چہرے سامنے ہوگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سوا ان میں سے کسی کو نہیں پہچانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ درویش فقراء مہاجرین کی جماعتو! قیامت کے دن مکمل نور اور روشنی کے ساتھ۔ تم لوگ جنت میں اغنیاء سے آدھا دن پہلے داخل ہوگے اور یہ نصف یوم پانچ سو سال کا ہوگا۔ (ترمذی۔ کتاب الزہد حدیث ۲۳۵۴)

(۴)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن احمد محبوبی نے، ان کو محمد بن لیث نے، ان کو محمد بن مقاتل نے، ان کو حکم بن زید نے، ان کو سُدّی نے، ان کو ابوسعید ازدی نے، ان کو ابوالکنود نے، ان کو خباب بن ارت نے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہم لوگ ضعفاء تھے نبی کریم ﷺ کے پاس صبح وشام بیٹھتے تھے۔ حضور ﷺ ہمیں قرآن کی اور خیر کی تعلیم دیتے تھے۔ اور ہمیں جنت وجہنم کے ساتھ ڈراتے تھے۔ اور اس چیز کے ساتھ اللہ جس کے ساتھ ہمیں نفع دے گا، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں۔ چنانچہ حضرت اقرع بن حابس تمیمی آئے اور عیینہ بن حصن فزاری۔ انہوں نے کہا بے شک ہم لوگ اپنی قوم کے اشراف میں سے ہیں۔ اور ہم لوگ ناپسند کرتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں جب وہ ہمارے ساتھ بیٹھا کریں تو آپ ان کو بھگا دیا کریں۔

لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی :

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۔ (ابن ماجہ ۳۷۔ کتاب الزہد)

ہم اسی طرح ان کے بعض کو بعض کے ساتھ آزماتے ہیں (مراد ہے کہ ہم ان کو آزماتے ہیں)۔

فقراء صحابہ کی فضیلت .... (۵) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن حسین قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن حسن ہلالی نے، ان کو عبید اللہ بن موسیٰ نے، ان کو حدیث بیان کی اسرائیل نے مقدام بن شریح سے۔ اس نے اپنے والد سے، اس نے سعد بن ابو وقاص سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم لوگ چھ افراد تھے۔ مشرکین نے کہا ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیجئے، یہ لوگ ہمارے اوپر جرأت کیا کریں۔ کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن مسعود اور ایک آدمی بنی ہذیل کا اور دو آدمی جن کا میں نام بھول چکا ہوں، حضور ﷺ کے دل میں بھی بات آ گئی جو اللہ نے چاہا اور آپ نے اپنے دل سے بات کر لی۔

پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ الاية ۔ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۔ (سورۃ الانعام : آیت ۳۵)

مت بھگائیے ان لوگوں کو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں الآیۃ۔ اسی طرح ہم آزماتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ تاکہ کہیں کہ کیا یہی ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے ہمارے بیچ میں سے۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو خوب نہیں جانتا۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں۔ (حدیث ۱۸۷۹۔ ابن ماجہ کتاب الزہد)

باب ۴۴

رسول اللہ ﷺ کا اپنے ربّ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے میں

انتہائی زیادہ کوشش صرف کرنا اور آپ کا اپنے ربّ سے ڈرنا

(بر سبیل اختصار)

(۱) ہمیں خبر دی ابونصر محمد بن احمد بن اسماعیل بزاز نے طابران میں، ان کو عبداللہ بن احمد بن منصور طوسی نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن یوسف بن یعقوب نجاحی نے مکہ مکرمہ میں۔ ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو زیاد بن علاقہ نے مغیرہ بن شعبہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے راتوں کو عبادت کے لئے قیام کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج گئے، تو کہا گیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے ذنوب (گناہ) معاف نہیں کر دیئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

بخاری ومسلم نے اس کو نقل کیا حدیث عیینہ سے۔ (بخاری کتاب التہجد ۱۹۔ فتح الباری ۳/۱۴)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعلی روذباری نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوبکر بن داسہ نے، ان کو ابوداود نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوداود نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو حدیث بیان کی جریر نے منصور سے، ان کو ابراہیم نے علقمہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل کیسا تھا؟ کیا کوئی عمل کچھ ایام کے ساتھ مخصوص کرتے تھے؟ سیدہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس قدر استطاعت رکھتا ہے جس قدر حضور ﷺ استطاعت رکھتے تھے؟

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں زہیر اور اسحاق سے، اس نے جریر سے۔ اور اس کو بخاری نے روایت کیا ہے دوسرے طریق سے منصور سے۔

مسلسل روزے رکھنا .... (۳) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن یوسف سُلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے، ان کو ہمام نے، وہ کہتے ہیں کہ یہ وہ ہے جس کی مجھے حدیث بیان کی ابوہریرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچاؤ تم لوگ اپنے عمل کو صوم وصال سے (مسلسل روزے رکھنا)۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں (یعنی بلا فاصلہ کئی کئی دن) روزے رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا تم اس چیز میں ہمارے مثل نہیں ہو۔ بے شک میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ عمل کرنے کے لئے اس قدر خود کو مکلف بنایا کرو جس کی تمہیں طاقت ہوا کرے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ سے، اس سے عبدالرزاق اسی نے مسلم سے اس سے اس کو روایت کیا ہے کئی دیگر وجوہ سے ابوہریرہ ؓ سے اور ہم نے اس کا معنیٰ نقل کیا ہے حدیث ابن عمر ؓ سے اور انس ؓ بن مالک سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوحامد بن بلال اور ابوبکر قطان نے، ان کو احمد بن منصور مروزی نے، ان کو نضر بن شمیل نے، ان کو خبر دی محمد بن عمرو بن علقمہ نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوہریرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ہر روز سو مرتبہ۔

رسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری .... (۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن علی میمونی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فریابی نے، ان کو سفیان نے اعمش سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے عبیدہ سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے سامنے آپ قرآن پڑھیے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ آپ کے اُوپر قرآن اُترا ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے سورت نساء پڑھی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔ (سورۃ نساء: آیت ۴۱)

اس وقت کیا حال ہوگا جس وقت ہر ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا: بس بس! میں نے پلٹ کر دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں فریابی سے۔

رسول اللہ کا خوفِ خدا .... (۶) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو خبر دی علی بن حسین ہلالی نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن عثمان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن مبارک نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت نے مطرف سے یعنی ابن عبداللہ بن شخیر سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے اندر سے ایسے آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیاں اُبلنے کی ہوتی ہے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر احمد بن سلیمان فقیہ نے، ان کو حسن بن مکرم نے بزاز سے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت بن مطرف نے، ان کو ان کے والد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے سینے میں سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہڈیوں کے جوش مارنے کی آتی ہے رونے کی وجہ سے۔

(۸) ہمیں خبر دی حسین بن بشران نے، ان کو ابومحمد دعلج بن احمد نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی جعفر حصیری نے اور ابوجعفر بن حیان تمار نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی کریب نے، ان کو معاویہ بن ہشام نے، ان کو شیبان نے ابواسحاق سے۔ اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر ﷺ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہونا شروع ہوگئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا ہے۔ اور سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، عم یتسالون اور اذا الشمس کورت نے۔

(۹) ہمیں حدیث بیان کی امام الطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے، ان کو جعفر بن محمد بن مطر عدل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی حسن بن احمد بن بسطام نے زعفرانی سے، ان کو محمد بن علاء ہمدانی نے، ان کو معاویہ بن ہشام نے، ان کو شیبان نے فراس سے، اس نے عطیہ سے۔ اس نے ابوسعید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے کہا، یا رسول اللہ! بڑھاپے نے آپ کی طرف جلدی کرلی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، مجھے سورۂ ہود اور اس کی مشابہ سورتوں واقعہ، عم یتسالون، اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا ہے۔ (ترمذی کتاب التفسیر ۳۲۹۷)

باب ۳۵

وہ احادیث جن کے ساتھ اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے

کہ حضور ﷺ اپنے ہاتھ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ جزاء اور بدلہ دینے والے تھے۔ اور بھوک پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود کہ اللہ نے ان کا برکت کے ساتھ اکرام فرمایا تھا۔ جن چیزوں میں برکت کے لئے دعا کردیتے کھانا وغیرہ کی چیزوں میں۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوحامد بن بلال نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ربیع مکی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے زہری سے اس نے محمد بن جبیر سے، اس نے اپنے والد سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر مطعم زندہ ہوتا اور وہ ان لوگوں کے بارے میں ان کو چھوڑ دیتا یعنی بدر کے قیدیوں کو۔ سفیان نے کہا اس کا نبی کریم ﷺ پر کوئی احسان باقی تھا اور آپ ﷺ ہاتھ سے لوگوں سے زیادہ جزاء دینے والے تھے۔

بھوک کی شدت میں ابوالہیثم کا مہمان بننا .... (۲) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو عبدالرحمن بن خلف نے، ان کو قعنبی نے ان کو عبدالعزیز بن ابوحازم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسعید نے، ان کو ابویحییٰ بن ابومسرہ نے، ان کو ابراہیم بن محمد شافعی نے، ان کو عبدالعزیز بن ابوحازم نے، ان کو ان کے والد نے کہ ایک آدمی نے ان کو خبر دی ابوالہیثم بن تیہان سے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ باہر نکلے اور حضرت عمر ﷺ کی طرف چلے گئے۔ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ وہ ان کی طرف چلے گئے اور کھڑے ہوکر سلام کیا۔ حضرت عمر ﷺ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کونسی چیز باہر لے آئی؟ حضرت عمر ﷺ نے کہا، بلکہ آپ بتائیں؟ آپ اس وقت باہر کیسے آئے؟ ابوبکر صدیق ﷺ نے جواب دیا کہ پہلے سوال میں نے کیا ہے، لہٰذا آپ پہلے میرا جواب دیں۔ حضرت عمر ﷺ نے بتایا مجھے بھوک اس وقت باہر نکال کر لے آئی ہے۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے کہا مجھے بھی وہی چیز لے آئی ہے جو آپ کو لے آئی ہے۔ لہٰذا دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ دونوں اُٹھ کران کے پاس چلے گئے اور جا کران کو سلام پیش کیا۔ حضور نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ اس وقت تم دونوں کو کونسی چیز باہر لے آئی؟ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ہرایک دونوں میں سے یہ چاہتا تھا کہ میں نہ بتاؤں، بلکہ اس کا ساتھی بتادے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا یارسول اللہ! یہ مجھ سے پہلے نکلے تھے میں ان کے بعد نکلا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کس لئے باہر آگئے ہو انہوں نے کہا آپ بتائیں۔ میں نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے پوچھا ہے۔ تو اس نے بتایا کہ بھوک لے آئی ہے۔ میں نے اس کو بتایا کہ جو چیز تمہیں لے آئی ہے وہی مجھے بھی لے آئی ہے۔ اتنے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی وہی چیز لے آئی ہے جو آپ دونوں کو لے آئی ہے۔

حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں جانتے ہو ہم آج کس کے مہمان بن جائیں؟ دونوں نے کہا جی ہاں۔ وہ ابوالہیثم بن تیہان ہے۔ اس کے پاس تازہ کھجوریں ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس جاتے ہیں تو ہم اس کے پاس بچی ہوئی خشک کھجوریں بھی پالیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی گئے اور باغ میں داخل ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے سلام کیا اُم ہیثم نے حضور ﷺ کا سلام سن لیا۔ اُس نے کہا میرے ماں باپ قربان جائیں، اس نے بالوں سے بنا ہوا ایک ٹاٹ (قالین) ان کے لئے نکالا، یہ لوگ اس پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوالہیثم کہاں ہے؟ بولی کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔

اتنے میں ابوالہیثم پانی کی مشک کندھے پر اُٹھائے نمودار ہوئے۔ اس نے جب کھجوروں میں حضور ﷺ کا جلوہ دیکھا تو مشک کو کھجور کے تنے کے ساتھ سہارے سے لگایا اور سیدھے حضور ﷺ کے پاس آگئے اور بولے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ ابوالہیثم نے جب ان کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کو شدید بھوک لگی ہے۔ اس نے اُم ہیثم سے کہا، آپ نے کوئی چیز کھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دی ہے؟ وہ بولی کہ نبی کریم ﷺ ابھی ابھی آکر بیٹھے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں کیا ہے کھانے کے لئے؟ وہ بولی جَو کے دانے ہیں۔ اس نے کہا جلدی سے ان کو پیس لیجئے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائیے۔ کیونکہ اس وقت وہ لوگ خمیر کرنے کو نہیں جانتے تھے۔

اس نے چھری اُٹھائی اور حضور ﷺ نے اس کو واپس جاتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ دیکھنا دودھ والی کسی چیز کو نہ ذبح کرنا۔ اس نے کہا یارسول اللہ! ﷺ میں بکریوں میں سے کوئی بکری کا بچہ (لے لا۔ یہ بارو) ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جا کر جانور ذبح کیا (اور تیار کرکے) چڑھادیا۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ فوراً پکا کر حضور ﷺ کے پاس لے آیا۔ حضور ﷺ نے کھایا اور آپ کے دونوں ساتھیوں نے بھی کھایا۔ سب نے پیٹ بھرلیا۔ آج ان کی یہ مثالی دعوت ثابت ہوئی۔

حضور ﷺ اس کے بعد زیادہ دیر نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا سا۔ اتنے میں حضور ﷺ کے پاس یمن سے کئی قیدی آگئے۔ سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ آئی اور شکایت کی کہ کام گھر میں زیادہ ہے اور اپنے ہاتھ حضور ﷺ کو دکھائے اور حضور ﷺ سے وہ غلام یا نوکر طلب کیا، حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔ اور فرمایا کہ یہ ابوالہیثم کو دے دیں۔ میں نے ان کو اس دن دیکھا جب اس نے ہماری ضیافت کی تھی۔ حضور ﷺ نے وہ اس کے پاس بھیج کران کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ غلام لے لیں، یہ تیرے باغ میں تیری مدد کرے گا۔ اس کے بارے میں مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرنا۔ یعنی اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ وہ ابوالہیثم کے پاس ٹھہرا رہا جب تک اللہ نے چاہا۔

کہتے ہیں کہ میں اور میری بیوی ہمارے باغ میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم دونوں باغ کی خدمت کے لئے کافی ہیں۔ اب تم چلے جاؤ، اب تمہارے مالک اللہ کے سوا کوئی تمہارا رب اور مالک نہیں۔ چنانچہ وہ غلام شام کی طرف چلا گیا۔ اور وہیں رزق دیا گیا۔

اس کو روایت کیا ہے ابن خزیمہ نے محمد بن یحییٰ سے، اس نے عمرو بن عثمان سے، اس نے زہیر سے، اس نے ابواسماعیل سے۔ ابن خزیمہ نے کہا وہ میرے علم میں بشیر بن سلمان ہے۔ اس نے روایت کی ابوحازم سے، اس نے ابوہریرہ ؓ سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو ابومحمد دعلج بن احمد بن دعلج نے، ان کو جعفر بن محمد فریابی نے، ان کو زکریا بن یحییٰ خزاز نے، ان کو ابوعلی نے بصرہ میں اپنی دکان میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوخلف عبداللہ بن عیسیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی

یونس بن عبید نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے کہ اس نے عمر بن خطاب ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت گھر سے نکلے، انہوں نے ابوبکر کو مسجد میں پایا۔

راوی نے اس حدیث کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ زیادہ کرتا ہے اور کم کرتا ہے جو کچھ زیادہ کیا ہے اس میں یہ ہے کہ ابوالہیثم آئے اور ان کو دیکھ کر خوش ہوگئے اور ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور وہ کھجور پر چڑھ گئے اور ان کے لئے کھجور کے خوشے کاٹ کر لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا بہت ہیں اے ابوالہیثم۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس میں سے آپ وہ کھجوریں بھی کھائیے جن کا ابھی رس پک گیا ہے، اور وہ بھی جو تازہ کھجور بن چکی ہیں، اور وہ بھی جن کا آدھا حصہ کچا ہے اور آدھا تازہ ہو چکا ہے (گیندوڑے، تازہ پنڈ، ڈنگ)۔ پھر وہ ان کے پاس پانی لے آیا کھجور پر، انہوں نے پانی پیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ اس نے خادم کا قصہ بیان نہیں کیا۔

اس کو روایت کیا ابن خزیمہ نے ہلال بن میسرہ سے، اس نے ابوخلف خزاز سے۔ سوائے ذکر عمر کے اس کی اسناد سے اور اس بات میں مروی ہے شیبان سے، اس نے عبدالملک سے، اس نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوہریرہ ﷺ سے، اس نے خادم کا قصہ ذکر کیا ہے مگر فاطمہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور ابوعوانہ نے اس روایت کو مرسل کیا ہے عبدالملک سے، اس نے اس میں ابوہریرہ کا ذکر نہیں کیا اور یہ روایت مروی ہے عبداللہ العمری سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر ﷺ سے۔

کھانے میں برکت کا ذکر .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عباس بن محمد نے، ان کو ہارون بن معروف نے، ان کو عبداللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی اسامہ نے کہ یعقوب بن عبداللہ ابوطلحہ انصاری نے، اس کو حدیث بیان کی ہے کہ اس نے سُنا انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں، میں ایک دن رسول اللہ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ ان کے ساتھ باتیں کررہے تھے، مگر آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے پتھر کے بارے میں۔

چنانچہ میں نے آپ کے بعض اصحاب سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیوں باندھا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے۔ لہٰذا میں ابوطلحہ کے پاس گیا، یہ اُم سلیم بنت ملحان کے شوہر تھے۔ میں نے کہا، اے ابا! میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ میں نے ان کے بعض اصحاب سے پوچھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھا ہے۔ ابوطلحہ میری امی کے پاس گئے اور پوچھا کہ کوئی چیز ہے؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں، میرے پاس روٹی کے ٹکڑے ہیں اور خشک کھجوریں ہیں۔ اگر حضور ﷺ اکیلے تشریف لے آئیں تو ہم ان کا پیٹ بھر دیں گے۔ اور اگر ان کے ساتھ کوئی اور بھی آجائے گا تو ان کو کم پڑ جائے گا۔ ابوطلحہ نے مجھے کہا جاؤ تم اے انس! رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھو جب وہاں سے اُٹھیں تو ان کو رہنے دو، یہاں تک کہ ان کے اصحاب سے ان علیحدہ ہو جائیں۔ پھر حضور ﷺ کے پیچھے جاؤ جب آپ اکیلے دروازے کو چوکھٹ پر پہنچ جائیں۔ اس وقت ان سے کہو کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔

میں نے ایسے ہی کیا، جب میں نے یہ کہا کہ میرے والد آپ کو بُلا رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا، ارے میاں سارے آجاؤ۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کو خوب مضبوط کر لیا۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف آگئے، یہاں تک کہ جب سب ہمارے گھر کے قریب آگئے تو پھر میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں پریشان ہو کر اپنے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس لئے کہ جو لوگ آپ کے ساتھ آگئے تھے وہ زیادہ تھے۔

میں نے کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ بات کہی تھی جو آپ نے بتائی تھی، مگر انہوں نے تو اپنے اصحاب کو بلا لیا ہے اور ان کو لے کر وہ آپ کے پاس آگئے ہیں۔ ابوطلحہ ﷺ حضور ﷺ کے پاس آئے اور بولے یا رسول اللہ! میں نے تو انس کو بھیج کر اکیلے آپ کو بلایا تھا، میرے پاس تو اس قدر نہیں جو ان سب کے پیٹ بھر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اندر چلئے عنقریب اسی میں برکت ہو جائے گی جو کچھ تیرے پاس ہے۔

پس رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ جمع کر کے میرے پاس لے آؤ، اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ گلی میں بیٹھ گئے۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا روٹی کے ٹکڑے اور کھجور ہم نے اس کو حضور ﷺ کے پاس پیش کر دیا یعنی لا کر ایک چٹائی کے اُوپر رکھ دیا (جو کھجوریں وغیرہ رکھنے کے لئے مخصوص بنی ہوتی تھی)۔

حضور ﷺ نے اس میں برکت کی دعا کی پھر فرمایا کے میرے پاس آٹھ آدمی اندر آ جائیں۔ میں نے آٹھ افراد اندر داخل کئے۔ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی کھانے پر رکھی اور فرمایا کھاؤ مگر بسم اللہ پڑھ لو۔ انہوں نے آپ کی اُنگلیوں کے بیچ سے کھایا، یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ مزید آٹھ افراد کو اندر لاؤ۔ میں نے مزید افراد اندر بلا لئے اور پہلے والے اُٹھ گئے۔ وہ بھی اسی طرح کھا کر شکم سیر ہو گئے۔ پھر تیسری مرتبہ مجھے حکم دیا۔ پھر میں نے آٹھ افراد اندر بلائے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کے پاس اسی افراد داخل ہوئے تھے۔ سب کے سب نے کھایا اور شکم سیر ہو گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے اور میری امی کو بلایا اور ابو کو اور فرمایا کہ تم سب کھاؤ، اور ہم شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے کھانے کے اُوپر سے ہاتھ اُٹھا دیا اور فرمایا، اے اُم سُلیم آپ نے جو کھانا میرے آگے رکھا تھا اس میں سے کتنا کم ہوا ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ کے اُوپر قربان جائیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں نے دیکھا کہ اتنے سارے لوگوں نے کھایا ہے۔ تو میں یہ کہہ سکتی تھی کہ ہمارے طعام میں سے کوئی چیز بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں ابن وہب سے۔ (مسلم ۳۶ کتاب الاشربہ)

باب ۳۶

ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی مثال اور آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام کی مثال

اور حضور ﷺ کا خبر دینا کہ آپ خاتم النبیین ہیں

(تو بات فی الحقیقت ایسی ہی تھی جیسے آپ نے خبر دی تھی)

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن داود علوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن حسن حافظ نے، ان کو محمد بن یحییٰ ذہلی نے، ان کو عفان بن مسلم نے، ان کو مسلم بن حیان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا سعید بن ضیاء سے اس نے سنا جابر بن عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن محمد نے، ان کو حدیث بیان کی ابراہیم بن عبداللہ نے ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو حدیث بیان کی سلیمان حیات نے، اس نے سنا سعید بن میناء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا جابر بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کوئی گھر بناتا ہے۔ مگر یزید نے یہ الفاظ بیان کئے بنى دارا، کہ اس نے گھر بنایا اور اس کو خوبصورت بنایا اور اس کو مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس میں داخل ہوئے اور اس سے تعجب کرنے لگے، حیران ہونے لگے اور کہنے لگے کہ اگر اس اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ رہتی (تو بہت ہی اچھا ہوتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا ہوں اور میں نے آ کر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن سنان سے، اس نے مسلم بن حیان سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوبکر بن ابوشیبہ سے اور ابوکریب سے، اس نے عفان سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو محمد بن شاذان نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے اور علی بن حجر نے، ان کو اسماعیل بن جعفر نے، ان کو عبداللہ بن دینار نے، ان کو ابوصالح نے ابوہریرہ ﷺ سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور محمد ﷺ سے پہلے والے انبیاء کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو ایک عمارت بناتا ہے اور اس کو اچھا بناتا ہے خوب تزئین و آرائش کرتا ہے اس کی۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ کونوں میں سے کسی ایک کونے میں چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ آتے ہیں اس میں گھوم کر دیکھتے ہیں اور اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں مگر اس جگہ کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ بس میں وہی آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے صحیح میں قتیبہ سے۔ (بخاری حدیث ۳۵۳۴۔ مسلم حدیث ۲۳۔ ابن ابی شیبہ ۱۷۹۱)

باب ۳۷

حضور ﷺ کی مثال اور آپ ﷺ کی اُمت کی مثال اور انبیاء کی مثال

اور آپ ﷺ جو ہدایت اور بیان (قرآن مجید) لائے، اس کی مثال اور اس کا بیان کہ حضور ﷺ کی آنکھیں نیند کرتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن داود علوی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوحامد بن شرقی نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو یزید بن ہارون نے، ان کو سلیم بن حیان نے، ان کو حدیث بیان کی سعید بن میناء نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور تم لوگوں کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے آگ جلائی پھر یہ پتنگے اور ٹڈیاں اس آگ میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے ہٹانے اور بچانے لگا۔ میں تم لوگوں کی کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹا رہا ہوں اور تم لوگ میرے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ رہے ہو۔

اس کو مسلم نے صحیح میں نقل کیا ہے۔ دوسرے طریق سے سلیم سے اور ہم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث ابوہریرہ ﷺ سے۔

اسلامی تعلیمات سے فائدہ اُٹھانے والے کی فضیلت .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو محمد بن یعقوب بن یوسف نے، ان کو ان کے والد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوکریب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابواسامہ نے برید سے، اس نے ابوبردہ ﷺ سے، اس نے ابوموسیٰ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس بارش کی سی ہے جو زمین پر پڑتی ہے۔ ان میں سے ایک قسم پاکیزہ ہوتی ہے جو پانی کو قبول کرتی ہے پھر وہ گھانس اور سبزہ کثیر اُگاتی ہے۔ اور دوسری قسم پتھریلی بے آب و گیاہ زمین ہوتی ہے جو پانی کو روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بھی لوگوں کو نفع دیتا ہے اس سے لوگ خود پیتے ہیں اور مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اور تیسری قسم ہوتی ہے جس پر بارش پڑتی ہے اور وہ سخت پتھریلی زمین ہوتی ہے نہ تو پانی کو روک سکتی ہے اور نہ ہی گھانس اُگاتی ہے۔

یہی مثال اس شخص کی ہے جو دین میں سمجھ حاصل کرتا ہے اور نفع اٹھاتا ہے اس سے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے لہٰذا وہ خود علم حاصل کرتا ہے دوسروں کو بھی تعلیم دیتا ہے۔ اور مثال اس شخص کی جو اس کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور اللہ کی ہدایت کو بھی قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور اسی اسناد کے ساتھ مروی ہے حضرت ابوموسیٰ سے اس نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا میری مثال اور اس کی مثال اللہ نے

جس کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس آدمی جیسی ہے جوایک قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم میں نے ایک لشکر دیکھا ہے اپنی آنکھوں کے ساتھ اور میں ڈرانے والا ہوں پس نجات پا جاؤ۔ لہٰذا اس کی قوم کا ایک گروہ اس کی بات مان لیتا ہے اور وہ منہ اندھیرے چل پڑتے ہیں اور اپنی مہلت پر چلتے ہیں لہٰذا نجات پا جاتے ہیں۔ اوران میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتے ہیں۔ لہٰذا علی الصبح ان پر لشکر پہنچ جاتا ہے اوران کو ہلاک کر دیتا ہے اوران کا استیصال کر دیتا ہے۔ یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اوراس کی اتباع کی جو میں حق لے کر آیا ہوں۔ اس کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اوراس کی تکذیب کی جو میں حق لے کر آیا ہوں۔

ان دونوں کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے۔(بخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ۔ فتح الباری ۳۱۶/۱۱)

اللہ تعالیٰ کی مہمانی کا ذکر .... (۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوطیب طاہر بن یحییٰ بیہقی نے بیہق میں اپنے ماموں کی اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی میرے ماموں فضل بن محمد بیہقی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے، ان کو حدیث بیان کی لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے ابوسعید بن ابوہلال سے، اس نے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین سے، انہوں نے یہ آیت تلاوت کی :

والله يدعوا الى دار السلام و يهدى من يشاء الى صراط مستقيم

اللہ تعالیٰ سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو حدیث بیان کی جابر بن عبداللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ایک دن اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے سرہانے بیٹھے ہیں اور میکائیل علیہ السلام ہمارے پیروں کی طرف۔ ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہتا ہے اس کی مثال بیان کیجئے۔ اس نے کہا سنئے، تیرے کان سنیں اوردل سمجھے۔ سوا اس کے نہیں کہ تیری مثال اور تیری اُمت کی مثال ایک بادشاہ کے ہے جس نے ایک حویلی بنائی پھر اس میں ایک گھر بنایا پھر اس گھر میں ایک دعوت کے لئے دسترخوان بچھایا۔ پھر ایک قاصد بھیجا جو لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتا ہے۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو قاصد کی بات مان کر چلے آتے ہیں اور بعض نہیں آتے۔

(تو سن لو) وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ حویلی اسلام کی ہے اوراس میں گھر وہ جنت ہے اور آپ اے محمد! آپ قاصد ہیں۔ جو تیری بات مان لیتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جو اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اس میں سے کھاتا ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، ان کو سلیم بن حیان نے، ان کو سعید بن میناء نے، ان کو جابر بن عبداللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ فرشتے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ سو رہے تھے۔ لہٰذا ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ بے شک یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ بے شک آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دعوت کی اور ایک قاصد کو بھیجا۔ جس نے قاصد کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دعوت کھالی۔ اور جس نے قاصد کی بات نہ مانی نہ گھر میں داخل ہوا نہ ہی دعوت کھائی۔ پھر وہ کہنے لگے اس کے لئے اس کی تعبیر بیان کرو تا کہ وہ اس کو سمجھ لے۔ لہٰذا ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا یہ آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا دار جنت ہے اور داعی محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں محمد بن عبادہ سے اس نے یزید بن ہارون سے۔

نیند میں دل کا بیدار رہنا .... (۵) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ،وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے ، ان کو عثمان بن سعید نے ،ان کو حدیث بیان کی قعنبی نے اس میں جو اس نے مالک کے سامنے پڑھی سعید بن ابوسعید مقبری سے،اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے ،اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے۔وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ ! بے شک آنکھیں نیند کرتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا قعنبی سے۔اور مسلم نے اس کو روایت کیا یحیٰی بن یحیٰی سے،اس نے مالک سے۔(اخرجہ ابوداود،والترمذی)

باب ۳۸

رسول اللہ ﷺ کی صفت توراۃ اور انجیل میں اور زبور میں

اور تمام کتب سماویہ میں اور آپ ﷺ کی اُمت کی صفت

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔اس آیت میں جہاں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہی کلام کیا تھا۔

(۱) وَرَحْمَتِی وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ الَّذِیْنَ یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مكتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یأمرهم بالمعروف وینهاهم عن المنكر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی كانت علیهم فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون ۔

(سورۃ الاعراف : آیت ۱۵۷)

میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے میں اس کو فوراً لکھ دیتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔وہی لوگ ہماری آیات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔وہی لوگ رسول کی اتباع کرتے ہیں۔جو نبی اُمی ہے وہ لوگ اسے اپنے توراۃ وانجیل میں اس کو لکھا ہوا پاتے ہیں (وہ نبی اُمی رسول عربی) ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے۔اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور خبیث اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے۔اور ان سے ان کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور طوق جو ان پر تھے۔وہ لوگ ہیں جو اس نبی کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اس کی تائید کی ہے اور اس کی مدد کی ہے۔اور اس نور کی اتباع کی ہے جو اس کے سات اُتارا گیا ہے(قرآن)۔وہی لوگ کامیاب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۲) واذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللّٰه الیكم مصدقاً لما بین یدیَّ من التورة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ۔ (سورۃ الصف : آیت ۶)

(یاد کرو اس وقت کو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا تھا اے بنی اسرائیل ! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔سچا بتانے والا اس کتاب کو جو ہمارے سامنے ہے توراۃ کو۔اور میں خوشخبری دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔اس کا نام احمد ہوگا۔

آپ علیہ السلام کی صفات توراۃ میں .... (۱) ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوسہل احمد بن محمد بن زیاد قطان، ان کو قاسم بن نصر بزاز دوست نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سریج بن نعمان نے۔ وہ

کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فلیح نے ان کو ہلال بن علی نے عطاء بن یسار سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ملا ہوں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے۔ میں نے ان سے کہا مجھے خبر دیجئے رسول اللہ ﷺ کی صفت کے بارے میں تو راۃ کے اندر؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم ان کی تو صفت تو راۃ میں بیان ہوئی ہے۔ بعض وہ صفت جو قرآن میں ہے۔ (مثلاً)

''اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور ان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا۔ آپ میرے بندے ہیں، میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام اللہ پر بھروسہ کرنے والا رکھا ہے۔ نہ گالیاں دینے والا، نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور کرنے والا جو برائی کو برائی کے ساتھ نہیں دور کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔ میں اس کو ہرگز وفات نہیں دوں گا یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے میں کج شدہ ملت کو ٹیڑھے ہو جانے والے مذہب کو سیدھا کر دوں گا۔ بایں طریقے پر کہ لوگ کہیں گے لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا معبود مشکل کشا حاجت روا کوئی نہیں ہے۔ اور اس کے ذریعے میں اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا (یعنی نور بصیرت عطا کروں گا) اور بہرے کانوں کو کھول دوں گا (یعنی حق سننے کی استطاعت عطا کروں گا)۔ اور پردوں میں پڑے دلوں کو کھول دوں گا'' (یعنی حق کی فہم عطا کروں گا)۔

عطا بن یسار کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کعب الاحبار سے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا (انہوں نے بالکل یہی الفاظ بیان کئے) دونوں ایک حرف بھی مختلف بیان نہیں کیا۔ ہاں صرف کعب نے یوں الفاظ کہے تھے: کہ

اَعْيُنًا عَمُوْيًا وَاٰذَانًا صُمُوْمِیْ ۔ وقلوباً غَلُوْفِی ۔

بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے محمد بن سنان سے، اس نے فلیح بن سلیمان سے (مگر یہ فقرہ کہ عطاء بن یسار نے کہا کہ پھر میں کعب الاحبار سے ملا۔ یہ بخاری میں نہیں ہے)۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ہشام بن علی نے، ان کو عبداللہ بن رجاء نے، ان کو عبدالعزیز نے ہلال بن ابو ہلال سے۔ اس نے عطاء بن یسار سے، اس نے عبداللہ بن عمرو سے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۔ (سورۃ الاحزاب: آیت ۴۵)

یہ تو راۃ میں بھی ہے۔ اس پر یوں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ ، اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ ، سَمَّيْتُكَ : الْمُتَوَكِّلَ ، لَسْتَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ بِالْاَسْوَاقِ ؛ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ ۔ وَلَنْ نَقْبِضَهٗ حَتّٰى نُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، فَيَنْفَتِحَ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا ، وَاٰذَانًا صُمًّا ، وَقُلُوْبًا غُلْفًا ۔

ترجمہ اوپر روایت ۲ میں ملاحظہ کریں۔

اس کو بخاری نے روایت کی ہے صحیح میں عبداللہ سے (جو غیر منسوب ہے پتہ نہیں کہ یہ عبداللہ بن رجاء ہے یا عبداللہ بن صالح ہے)۔ عبدالعزیز بن ابو سلمہ سے، کہا گیا وہ ابن رجاء ہیں۔ کہا گیا کہ ابن صالح ہے۔ زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ وہ ابن رجاء ہے۔ بخاری نے کہا کہ سعید نے ہلال سے، اس نے عطاء سے، اس نے ابن سلام سے۔ واللہ اعلم

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو صالح نے، ان کو لیث نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابو ہلال نے، ان کو ہلال بن اسامہ نے، ان کو عطاء بن یسار نے، ان کو ابن سلام نے۔ وہ فرماتے تھے کہ بے شک ہم رسول اللہ ﷺ کی صفت پاتے ہیں (جو اس طرح ہے)۔

''بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہی دینے والا، اور خوشخبری دینے والا، اور ڈرانے والا، اور ان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا۔ آپ میرے بندے ہیں۔ آپ میرے رسول ہیں۔ میں نے ان کا نام توکل کرنے والا رکھا ہے، جو سخت طبیعت اور سخت رو نہیں۔ اور

نہ ہی بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا۔ بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔ اور غلطی سے درگزر کرتا ہے۔ میں اس کو ہرگز قبض نہیں کروں گا (وفات نہیں دوں گا)۔ یہاں تک کہ وہ کج ملت کو سیدھا کردے بایں طور پر اس امر کی گواہی دی جانے لگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا، حاجت روا نہیں۔ ہم اس کے ذریعے (ہدایت سے) اندھی آنکھوں کو کھولیں گے، بہرے کانوں کو اور غلافوں میں بند دلوں کو کھول دیں گے''۔

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی لیثی نے کہ اس نے سُنا کعب الاحبار سے۔ وہ کہتے ہیں مثل اس کی جو کچھ ابن سلام نے کہا ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن ثابت بن شرحبیل نے، ان کو اُم درداء نے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کعب الاحبار سے کہا تم لوگ کیسے پاتے ہو رسول اللہ ﷺ کی صفت توراۃ میں؟ اس نے بتایا کہ ہم ان کو اس طرح پاتے ہیں:

''محمد رسول اللہ ہیں۔ ان کا نام متوکل ہے، نہ سخت طبیعت نہ بدمزاج۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔ وہ تمام چابیاں دیئے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے نابینا آنکھوں کو بینا کردے۔ اور بہرے کانوں کو شنوائی عطا کردے۔ اور اس کے ذریعے ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کردے۔ یہاں تک کہ گواہی دی جانے لگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و مشکل کشا نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ رسول مظلوموں کی مدد کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے'' (یا اس کا دفاع کرتا ہے)۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن عثمان نے، ان کو عبداللہ یعنی ابن مبارک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم ابو اسحاق نے، ان کو میسب بن رافع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے کہا، میرا بندہ متوکل ہے۔ مختار ہے (چنیدہ ہے)۔ نہ سخت خو، نہ بدمزاج ہے۔ نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو یونس بن عمرو نے، ان کو عیزار بن حریث نے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا ہے کہ سخت مزاج ہے نہ بدمزاج ہے۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو فیض بجلی نے، ان کو سلام بن مسکین نے مقاتل بن حیان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے عیسیٰ بن مریم کی طرف وحی کی تھی کہ میرے معاملہ میں سنجیدہ رہو۔ مذاق نہ سمجھو، حکم کو سُنو اور اس کی اطاعت کرواے پاکدامن کنواری بتول (گناہوں سے معصوم) کے بیٹے۔ میں نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ میں نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے نشانی بنایا۔ پس عبادت صرف میری کرنا۔ اور توکل صرف مجھ پر کرنا۔ اہل سوران کے لئے تفسیر کیجئے سریانی زبان میں ہے جو کچھ آپ کے سامنے ہے ان کو پہنچا دیجئے۔

''کہ بے شک میں اللہ ہوں زندہ جاوید، وہ ہوں جو کبھی نہیں مٹے گا۔ تم لوگ سچا قرار دینا نبی اُمی عرب کو جو صاحب الجمل ہوگا۔ صاحب مدرعہ، صاحب عمامہ ہوگا، یہی اس کا تاج ہوگا صاحب نعلین۔ اور صاحب ہراوۃ ہوگا (یہ قصیب اور عصا ہوتا ہے گھونگھرالے سر والا ہوگا)۔ روشن جبیں ہوگا۔ جدا جدا بھنوروں والا، بڑی بڑی آنکھوں والا، گھنی پلکوں والا، سیاہ آنکھوں والا، ستواں اُونچی ناک والا۔ کشادہ پیشانی داڑھی والا۔ اس کے چہرے پر اس کا پسینہ ایسے ہوگا جیسے موتی۔ کستوری کی خوشبو اس سے مہکے گی۔ اس کی گردن چاندی کے کوزے جیسی ہوگی۔ گویا کہ سونا چلتا ہے اس کی ہنسلیوں میں۔ اس کے بال ہوں گے اس کی ہنسلیوں سے اس کی ناف تک جاری ہوں گے جیسے کوئی ڈنڈی۔ اس کے سینے پر اور پیٹھ پر اس کے سوا بال نہیں ہوں گے۔ ہتھیلیاں اور قدم گوشت سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

جب لوگوں کے ساتھ آئے گا تو ان کو ڈھانپ لے گا۔ جب پیدل چلے گا تو ایسے جیسے چٹان سے قدم اُکھڑتے ہیں اور جیسے گہرائی میں اُترتے ہیں۔ قلیل نسل والے گویا کہ انہوں نے اپنی پست سے اولاد نرینہ کا ارادہ کیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی اُمتِ محمدیہ کو اپنی اُمت بنانے کی دعا

(۹) ہمیں خبر دی ابوذر بن ابوالحسین بن ابوقاسم واعظ نے اور ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن اسحاق اسفرایئنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن احمد بن براء نے، ان کو عبدالمنعم بن ادریس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ نے ذکر کیا کہ اللہ عزوجل نے جب موسیٰ علیہ السلام کو سرگوشی کرنے کے لئے قریب کیا تو انہوں نے کہا،

اے میرے ربّ! میں توراۃ میں ایک اُمت کا ذکر پاتا ہوں۔ بہترین اُمت ہے جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہے۔ وہ اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور بُرائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اے اللہ! ان لوگوں کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے ربّ! میں توراۃ میں یہ لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ اُمتوں میں سے آخری اُمت ہوں گے۔ مگر قیامت کے دن وہ سب سے پہلے ہوں گے۔ اے اللہ! انہیں کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ محمد ﷺ کی اُمت ہوں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے ربّ! میں توراۃ میں ایک اُمت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیلیں ان کے دلوں میں (سینوں میں) ہوں گی۔ وہ ان کو پڑھیں گے۔ اور ان سے قبل لوگ دیکھ کر ہی کتب پڑھتے تھے اور ان کو حفظ نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ احمد کی اُمت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے ربّ! میں توراۃ میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ ایسی اُمت ہوگی جو پہلی اور آخری کتاب پر ایمان رکھتے ہوں گے اور وہ ضلالۃ و گمراہی کے سرغنوں سے جہاد کریں گے، یہاں تک کہ وہ کانے کذاب کو بھی قتل کریں گے۔ ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب میں توراۃ میں پاتا ہوں کہ ایک اُمت ایسی ہوگی جو اپنے صدقات کو بھی کھائیں گے اپنے پیٹوں میں، اور ان سے پہلے ایک انسان جب اپنا صدقہ نکالتا تھا، اللہ تعالیٰ اس پر آگ بھیجتا تھا جو اس صدقے کو کھا جاتی تھی۔ اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اس کے قریب بھی نہ آتی تھی۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہوگی۔

اُمت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت کا ذکر .... موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے ربّ! میں توراۃ میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ ایک اُمت ہوگی کہ ان ہی میں سے کوئی شخص جب بُرائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے خلاف گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر وہ اس کا ارتکاب کرے گا تو پھر ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور ان سے جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا اور ابھی عمل بھی نہ کیا ہوگا مگر اس کی نیکی لکھ دی جائے گی اگر اس پر وہ عمل کرلے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی سات سو گنا تک۔ اے اللہ! ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے ربّ! میں توراۃ میں پاتا ہوں کہ ایک اُمت ہوگی کہ وہ اطاعت شعار ہوگی اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور وہ مستجاب الدعوات ہوں گے۔ اے اللہ ان کو میری اُمت بنا دیجئے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

زبور میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ .... (۱۰) کہتے ہیں کہ اور ذکر کیا وہب بن منبہ نے حضرت داود نبی کے قصے میں۔ اور جو اس کی طرف زبور میں وحی کی گئی تھی۔

''اے داود بے شک عنقریب تیرے بعد ایک نبی آئے گا، اس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ سچا ہوگا، سردار ہوگا۔ میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ اور وہ مجھے کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ تحقیق میں نے اس کو معاف کر دیا ہے اس کی میری نافرمانی کرنے سے پہلے ہی اس کی اگلی پچھلی خطائیں۔ اس کی اُمت مرحومہ ہے (رحم کی ہوئی ہے)۔ میں نے ان کو نوافل میں سے عطا کیا ہے اس کی مثل جو میں نے انبیاء کو دیا ہے۔ اور ان پر فرائض عائد کئے ہیں جو میں نے انبیاء اور رسل پر فرض کئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قیامت میں میرے پاس آئیں گے۔ ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ میں نے ان پر فرض کر دیا ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت میرے لئے وضو کیا کریں (یا پاک ہوا کریں) جیسے ان سے پہلے انبیاء پر فرض کیا تھا۔ اور میں نے ان کو حکم دیا ہے جنابت اور ناپاکی سے غسل کرنے کا۔ جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا۔ اور میں نے ان کو حج کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا۔ اور میں نے ان کو جہاد کا حکم دیا ہے، جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء کو حکم دیا تھا''۔

اُمت محمدیہ ﷺ کی مخصوص فضیلت

''اے داؤد! بے شک میں نے محمد ﷺ کو اور ان کی اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور میں نے ان کو چھ صفات ایسی عطا کی ہیں جو میں نے ان کے سوا دیگر اُمتوں کو نہیں دی ہیں۔ میں ان کو خطا اور نسیان پر پکڑ نہیں کروں گا اور ہر اس گناہ پر بھی جس کا بغیر قصد وارادے کے کریں گے۔ جب وہ مجھ سے استغفار کریں گے۔ اس میں سے وہ ان سے معاف کر دوں گا۔ اور جو چیز وہ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجیں گے دل کی خوشی اور رضاء سے میں اس کو ان کے لئے کئی کئی گنا کر کے بڑھا دوں گا۔ اور ان کے لئے میرے پاس محفوظ نیکیوں میں کئی کئی گنا ثواب ہے اور اس سے بھی افضل۔ اور میں ان کو مصائب پر اور آزمائشوں پر اجر دوں گا۔ جب وہ ان پر صبر کریں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون (وہ اجر)۔ صلاۃ رحمت اور ہدایت ہوگا جنت نعیم تک۔ اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے، میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ یا اگر وہ اس کو جلدی یعنی دنیا میں مانگ لیں گے یا اس کے بدلے میں ان پر سے عذاب پھیر دوں گا۔ یا اس کو میں ان کے لئے آخرت میں رہنے کے لئے جمع کر دوں گا''۔

''اے داود! جو شخص مجھے ملے گا اُمت محمد ﷺ میں سے اور وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ میرے سوا کوئی معبود و مشکل کشا نہیں ہے، میں اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس قول میں وہ سچا ہوگا، وہ میرے ساتھ ہوگا میری جنت میں اور میرے اکرم میں۔ اور جو شخص مجھے ملے گا اس حال میں کہ وہ محمد ﷺ کی تکذیب کرتا ہوگا اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی تکذیب کرے گا اور میری کتاب کی تکذیب و استہزاء کرے گا۔ میں اس پر اس کی قبر میں عذاب انڈیل دوں گا اور فرشتے اس کے منہ پر اور اس کی پیٹھ پر ماریں گے قبر میں اس کے کھلنے کے وقت، پھر اس کو جہنم کے نچلے طبقہ میں داخل کر دوں گا۔

(۱۱)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالولید فقیہ نے، ان کو حسن بن سفیان شیبانی نے، ان کو عقبہ بن مکرم ضبی نے، ان کو ابوقطن عمرو بن ہیثم بن قطن بن کعب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حمزہ زیات نے سلیمان اعمش سے، اس نے علی بن مدرک سے، اس نے ابوزرعہ رازی سے، اس نے ابوہریرہ سے کہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا (کہ اے محمد آپ جانب طور میں اس وقت نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا)۔ کہتے ہیں کہ پکارنے والی اُمت تمہاری پکار قبول کروں گا اس سے قبل کہ تم پکارو اور میں تمہیں دوں گا اس سے قبل کہ تم مجھ سے مانگو۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب .... (۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابوخلدہ بن خالد بن دینار نے، ان کو ابوالعالیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے فتح کر لیا شہر تستر کو ہم نے ہرمزان کے بیت المال میں ایک چارپائی یا ایک تخت پایا۔ اس پر ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سرہانے اس کا قرآن

(اس کی آسمانی کتاب) رکھا تھا۔ہم وہ قرآن اُٹھالیا، ہم نے اس کو حضرت عمر بن خطاب ﷺ کے پاس لے گئے۔حضرت عمر ﷺ نے اس کو پڑھ کرسنانے کے لئے حضرت کعب الاحبار کو بلایا۔(اس نے اس کو عربی میں لکھا) کہ میں پہلا آدمی ہوں عرب سے جس نے اس کو پڑھا ہے۔ میں نے اس کو پڑھا ہے جیسے اس قرآن مجید کو پڑھتا ہوں۔خالد بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا، اس میں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کی سیرت۔تمہارے امورومعاملات، تمہارادین۔تمہارے کلام کے لہجے اور سر۔اوروہ جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے۔میں نے پوچھا کہ یہ تم لوگوں نے اس آدمی کا کیا کیا تھا؟ کہا کہ ہم نے تیرہ قبریں کھودیں تھیں، جدا جدا متفرق۔جب رات ہوگئی تو ہم نے اس کو دفن کردیا۔اورتمام قبریں برابر کردیں۔تاکہ ہم اس کو لوگوں کی نظروں سے مخفی کردیں۔وہ اس کی قبر نہ اُکھاڑیں۔میں نے پوچھا تم اس سے کیا امید کرتے تھے؟ فرمایا کہ جب بارش نہیں ہوتی تھی تو ان لوگوں پر اس کی چارپائی کو لاکر کھلی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔لہٰذا (ان کے لئے) بارش ہوجایا کرتی تھی۔(مستدرک حاکم ۲/ ۴۰۸)

میں نے پوچھا کہ تم لوگ اس کو کون شخص گمان کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی تھا۔جس کو دانیال کہا جاتا تھا۔میں نے پوچھا کہ تم لوگ کتنی مدت سے اس کو سمجھتے ہو کہ وہ شخص مرا ہوگا؟ فرمایا کہ تین سو سال سے۔میں نے پوچھا کہ اس کی کیا کوئی چیز متغیر نہیں ہوئی تھی؟ فرمایا کہ نہیں، مگر چند ایک بال اس کی گدی کی طرف سے۔بے شک انبیاء کا گوشت جو ہوتا ہے اس کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی۔اور نہ ہی درندے کھاتے ہیں۔

(۱۳)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو سعد بن عبدالحمید بن جعفر انصاری نے، ان کو عبدالرحمٰن بن ابوالزناد نے، ان کو عبدالرحمٰن بن حارث بن عبداللہ بن عیاش بن ربیعہ مخزومی نے، ان کو عمر بن حکم بن رافع بن سنان نے وہ چچا تھے عبدالحمید بن جعفر کے۔وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میری بعض پھوپھیوں نے اور والدین نے۔کہ ان کے پاس ایک ورقہ تھا جس کو وہ جاہلیت میں نسل درنسل ایک دوسرے کو دیتے آرہے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آیا۔اوروہ بدستور ابھی تک ان کے پاس تھا۔جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں آگئے تو ان لوگوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور اس کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

''اللہ کا نام (اور یہ کہ) اس کا قول حق ہے۔اور ظالموں کا قول ہلاکت میں ہے۔یہ ذکرونصیحت ہے اس ایک اُمت کے لئے جو آخر زمانے میں آئے گی۔جو اپنے اطراف وکنارے لٹکائیں گے اور تہبند اپنی کمروں اور بیچ میں باندھیں گے۔اور اپنے دشمنوں کی طرف پہنچنے کے لئے دریاؤں اور سمندر میں گھسیں گے ان میں ایک نماز ہوگی جو کہ اگر وہ قوم نوح میں ہوتی تو وہ طوفان کے ساتھ ہلاک نہ کئے جاتے اور اگر وہ قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے عذاب سے ہلاک نہ کئے جاتے۔اور اگر وہ قوم ہود میں ہوتی تو وہ ایک چیخ یا کڑک کے ساتھ ہلاک نہ کئے جاتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ : وَقَوْلُ الظَّالِمِيْنَ فِيْ تَبَابٍ

گویا کہ وہ نیا قصہ تھا۔کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حیران ہوگئے اس مضمون سے جو اس میں تھا اور آپ کو پڑھ کر سُنایا گیا۔

(حدیث مرسل، ہو منکر، قالہ ابوحاتم الرازی، علل الحدیث ۲/ ۴۰۱)

☆☆☆

باب ۳۹

شام ملک میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شبیہ اور تصویر

حضور ﷺ سے پہلے والے انبیاء کی شبیہوں اور تصاویر کے ساتھ پایا جانا

(۱)　ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن ابوشریح ہروی نے، ان کو یحییٰ بن محمد بن صاعد نے، ان کو عبداللہ بن شبیب نے، ان کو ابوسعید ربعی نے، ان کو محمد بن عمر بن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ام عثمان بنت سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سعید بن محمد بن جبیر سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا اپنے والد جبیر بن مطعم سے، وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی کو بھیجا اور اس کا معاملہ مکے میں ظاہر ہو گیا میں شام کی طرف گیا۔ جب میں مقام بصریٰ میں پہنچا تو میرے پاس انصار کی ایک جماعت آئی انہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ ارض حرم سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ پہچانتے ہو اس شخص کو جس نے تم لوگوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے بتایا جی ہاں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے عبادت خانے میں لے گئے۔ اس میں مورتیاں اور بت رکھے ہوئے تھے یا تصویریں اور شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا تم دیکھو کیا تم دیکھتے ہو اس نبی کی شبیہ اور شکل جو تمہارے اندر بھیجا گیا ہے؟ میں نے ان سب میں نظر ماری مگر مجھے حضور ﷺ کی شکل اور شبیہ نظر نہ آئی۔ میں نے بتایا کہ میں اس نبی کی شکل اور اس کی صورت نہیں دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد وہ مجھے اس سے بہت بڑے معبد خانے میں لے گئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ شبیہیں اور تصویریں موجود ہیں۔ اب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اب آپ دیکھئے، کیا آپ اس نبی کی صورت یہاں دیکھتے ہیں؟ میں نے نظر ماری تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر حضور ﷺ کی صورت اور آپ ﷺ کی صفت کے مطابق شبیہ موجود ہے۔ پھر میں نے دیکھا وہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شبیہ اور صورت بھی موجود ہے اور (اس تصویر میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس نبی کی صورت اس کی صفت پر دیکھی؟ میں نے ان کو بتایا کہ جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ یہ ہیں؟ اور انہوں نے رسول ﷺ کی صفت اور آپ ﷺ کے مشابہ صورت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ میں نے ان کو بتایا اے اللہ! ہاں یہی ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں جو ان کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں پہچانتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ یہی تم لوگوں کا نبی ہے اور یہ دوسرا (ایڑی پکڑنے والا) اس کے بعد اس کا جانشین ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے تاریخ میں محمد سے جو غیر منسوب ہے، اس نے محمد بن عمر سے۔ یہ اسی اسناد کے ساتھ ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۱۷۹)

(۲)　حضرت جبیر بن مطعم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گیا اور میں وہاں پر اہل کتاب کے ایک شخص سے ملا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ یا نبی بن گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ اہل کتاب کا ایک آدمی آیا اس نے پوچھا کہ تم لوگ کس کام سے آئے ہو؟ اس پہلے والے نے اس کو بتایا (کہ یہ اس نبی کے شہر سے آیا ہے جس نے نبوت کا حال ہی میں ارض حرم میں دعویٰ کیا ہے)۔ لہٰذا اس نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو اسی کا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں بہت سی تصویریں اور شبیہیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے ان میں نبی کریم ﷺ کی شبیہ بھی دیکھی۔ اس شخص نے پوچھا کیا وہ شخص (جو تمہارے ہاں نبی بنا ہے) وہ یہی ہے؟

میں نے بتایا کہ جی ہاں یہی ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ نہیں ہوا کوئی نبی (جو نبی بن کر آیا) مگر اس کے بعد بھی کوئی نہ کوئی نبی ہوتا تھا سوائے اس نبی (محمد ﷺ) کے (یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد اس کے خلفاء ہوں گے)۔

ایہم غسان کو دعوت اسلام .... (۳) ہمیں اس کی خبر دی ابوبکر فارسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواسحاق اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابواحمد بن فارس نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن عمر نے۔ اس نے مذکورہ حدیث ذکر کی۔

(۴) اور میری کتاب میں ہے ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے وہ اس میں سے ہے جو اس نے مجھے خبر دی بطور اجازت کے یہ کہ ابومحمد عبداللہ بن اسحاق بغوی نے ان کو خبر دی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن ہیثم بلدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالعزیز بن مسلم بن ادریس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن ادریس نے شرحبیل بن مسلم سے، اس نے ابوامامہ باہلی سے، اس نے ہشام بن عاص اموی سے۔ انہوں نے کہا میں بھیجا گیا اور قریش میں سے ایک اور آدمی بھی ہرقل روم کی طرف۔ اس کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے۔ ہم لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مقام غوطہ یعنی دمشق میں جا پہنچے۔ اور ہم جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس اُترے (یعنی غسان کا بادشاہ)۔ اس کے دربار میں داخل ہوئے وہ اپنے تخت پر براجمان تھا۔ اس نے ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں۔ ہم نے اس سے کہا کہ قسم بخدا ہم نمائندے سے بات نہیں کریں گے۔ ہم براہ راست بادشاہ کی طرف بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہمیں بات کرنے کی اجازت دیں گے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ وہ نمائندہ واپس گیا اس نے جا کر اس کو خبر دی اس بات کی۔ کہتے ہیں کہ اس نے ہم کو اجازت دے دی۔ ہم گئے تو اس نے کہا بات کیجئے۔

چنانچہ ہشام بن عاص نے اس سے بات کی اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس وقت اس نے سیاہ کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ہشام نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے آپ کے اُوپر؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ کپڑے پہنے ہیں اور قسم کھائی تھی کہ میں ان کو نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ تم لوگوں کو شام سے نکال دوں گا۔ ہم نے کہا آپ یہاں بیٹھے رہئے، اللہ کی قسم البتہ ہم ضرور تجھ سے یہ چھین لیں گے۔ اور ہم ضرور اقتدار اور حکومت چھین لیں گے بڑے بادشاہ سے بھی انشاء اللہ۔ ہمیں اس بات کی خبر ہمارے نبی نے دی ہے۔ اس نے کہا کہ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سارا سارا دن روزہ رکھتے ہیں، رات کو کھولتے ہیں۔ تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے جب اس کو بتایا تو اس کا چہرہ سیاہی سے بھر گیا۔ پھر اس نے کہا کہ تم لوگ اُٹھ جاؤ۔ اس نے ہمارے ساتھ ایک نمائندہ بھیجا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔

صحابہؓ کرام ہرقل کے دربار میں .... جب ہم ہرقل روم کے شہر کے قریب پہنچے تو جو ہمارے ساتھ تھا اس نے کہا کہ تمہارے یہ سواری کے جانور بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر تم لوگ چاہو تو ہم تمہیں خچر اور ٹٹو وغیرہ پر سوار کر لیتے ہیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم لوگ انہی سواریوں پر اس کے پاس جائیں گے۔ انہوں نے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے۔ لہٰذا ہم لوگ اپنی دینی سواریوں پر داخل ہوئے۔ ہم نے اپنی تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ ہم اس کے بالا خانے تک جا پہنچے۔ ہم نے اس کو مکان کے ساتھ اپنی سواریاں بٹھائیں اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

ہم نے کہا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اللہ جانتا ہے کہ اس کا وہ کمرہ لرزنے لگا تھا۔ لرزتے لرزتے ایسا ہو گیا جیسے کھجور کی شاخ اور خوشہ ہلتا ہے جس کو ہوا تھپیڑیں مارتی ہے۔ اس نے ہمارے پاس بندہ بھیجا کہ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم لوگ ہم لوگوں پر اپنا دین کھلم کھلا بیان کرو۔ اور ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ اندر داخل ہو جاؤ۔ ہم اس کے پاس اندر گئے اور وہ اپنے بستر پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس روم کے سردار بیٹھے تھے اور اس کی مجلس میں ہر چیز سرخ تھی۔ اس کے اردگرد سرخی تھی اور اس کے اُوپر سرخ کپڑے تھے، جونہی اس کے قریب ہوئے تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا کہ تمہارے لئے اجازت ہے کہ تم لوگ چاہو تو مجھے اس طرح سلام کرو جیسے تم لوگ آپس میں کرتے ہو۔ اس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی

بولتا تھا، کثیر الکلام تھا۔ ہم نے کہا کہ بے شک ہمارا سلام جو ہمارے مابین ہوتا ہے وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ رہا تیرا سلام جس کے ساتھ تجھے سلام کیا جاتا ہے وہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے کہ تجھے اس طرح سلام کیا جائے۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم اس کو بھی یہی سلام کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس طرح جواب دیتا ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ بھی ہمیں اسی طرح جواب دیتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے بڑا کلام بڑی بات کیا ہے؟ ہم نے بتایا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ ہم نے جب ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم پھر وہ کمرہ لرزنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی طرف سر اُٹھایا اور کہنے لگا یہ الفاظ جو تم نے کہے ہیں جس سے کمرہ ہلنے لگا ہے کیا تم لوگ جب بھی اپنے گھروں میں کہتے ہو تو تمہارے گھر بھی اسی طرح کانپنے لگتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسا ہوا ہو مگر یہاں دیکھ رہے ہیں تیرے پاس۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا تھا کہ اگر یہ واقعہ ہر وقت ہوتا ہے کہ تم لوگ جب بھی کہتے ہو ہر شے تمہارے کہنے سے کانپتی ہے تو میں اپنا آدھا ملک خالی کردوں، آدھے ملک سے نکل جاؤں۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے لئے آسان ہوتا اور ہمارے لئے زیادہ بہتر ہوتا یہ کہ نہ ہو امر نبوت سے۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کی تدبیروں میں سے۔

پھر اس نے ہم سے پوچھا اس کے بارے میں جو حضور ﷺ نے ارادہ کیا ہے، یعنی وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہم نے اس کو خبر دی۔ پھر اس نے پوچھا کہ تمہاری نماز کیسے ہوتی ہے؟ اور تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے اس کو بتا دیا۔ اس نے کہا اچھا اب تم لوگ اُٹھ جاؤ۔ لہٰذا ہم لوگ اُٹھ گئے، اس نے ہمارے لئے اچھے گھر اور اچھی ضیافت کا انتظام کیا۔ ہم نے تین دن اس کے ہاں قیام کیا۔ اس نے ایک مرتبہ رات کے وقت ہمیں بلایا۔ ہم لوگ گئے۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ اپنی بات میرے سامنے پھر دُہراؤ۔ ہم نے اپنی بات دہرائی۔ اس کے بعد اس نے کوئی چیز منگوائی جو کسی بہت بڑے صندوق کی صورت پر تھی اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ اس کے اندر چھوٹے چھوٹے گھر یا خانے بنے ہوئے تھے ان پر دروازے لگے ہوئے تھے اس نے ایک خانہ اور تالا کھولا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی صورت

(۱) اور اس نے ایک کالا ریشم کا کپڑا نکالا اور اس کو پھیلایا۔ یکا یک اس میں ایک تصویر تھی جو کہ سرخ تھی اس تصویر پر ایک آدمی تھا جس کی دونوں آنکھیں موٹی موٹی تھیں، سُرینیں بڑی تھیں، گردن اس قدر لمبی کہ میں نے ایسی کبھی نہ دیکھی تھی۔ جبکہ اس کی داڑھی نہیں تھی، بالوں کی دو چٹیا بنی ہوئی تھیں۔ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں حسین ترین شکل تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور وہ سب لوگوں سے زیادہ بالوں والے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی صورت

(۲) اس کے بعد اس نے ہمارے لئے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں بھی ایک تصویر تھی جس پر ایک سفید شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے بال تھے گھونگھر الے بالوں کی طرح، اس کی آنکھیں سرخ تھیں، سر بڑا تھا، داڑھی خوبصورت تھی۔ اس نے پوچھا کہ اس کو تم پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت

(۳) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی تھا جو انتہائی سفید رنگ والا، خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی والا، لمبے رخسار والا، سفید داڑھی والا۔ ایسے لگتا تھا جیسے ابھی مسکرا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں پہچانتے۔ اس نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت

(۴) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ اس میں بھی ایک صورت تھی جو کہ انتہائی سفید تھی۔ یہ تو اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس نے پوچھا کیا تم لوگ ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم رو پڑے۔ کہتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ وہ (دکھانے والا) اُٹھ کھڑا ہوا۔ بعد میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم کیا یہ واقعی وہی ہیں؟ ہم نے کہا کہ جی ہاں یہ وہی ہیں۔ ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم انہی کو دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ تھوڑی دیر تک اس صورت کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا بہرحال یہ آخری گھر یا آخری خانہ تھا مگر میں نے اس کو پہلے کھول دیا ہے تاکہ میں اس کو جلدی دیکھوں جو شخص تمہارے ہاں ہے۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی صورت

(۵)،(۶) اس کے بعد اس نے ایک اور خانہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی گندم گوں، سیاہی مائل۔ یکا یک دیکھا تو ایک آدمی تھا انتہائی گھونگھرالے بالوں والا، گہری آنکھوں والا، تیز نگاہوں والا، سخت چہرے والا، باہم جڑے ہوئے دانتوں والا، موٹے اُوپر اُٹھے ہوئے ہونٹوں والا جیسے کہ سخت غصے میں ہے۔ (دکھانے والے) نے پوچھا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بتایا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور اس کے برابر پہلو میں ایک اور صورت تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھی مگر ان کے سر پر تیل لگا ہوا تھا۔ پیشانی چوڑی تھی، اس کی آنکھ میں بھینگا پن یا ایک طرف جھکاؤ تھا۔ انہوں نے بتایا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ ہارون بن عمران ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی صورت

(۷) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ اس میں ایک سفید ریشم نکلوایا۔ اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جس کا گندمی رنگ تھا۔ بال سیدھے تھے۔ میانہ قد تھا۔ دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے وہ غصے میں بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ لوط علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی صورت

(۸) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا نکلوایا۔ اس میں ایک صورت تھی جو کہ ایک سفید رنگ کا آدمی تھا اس کے رنگ میں سرخی کی آمیزش تھی، ناک کی ہڈی اونچی تھی، رخسار ہلکے تھے بھرے ہوئے نہیں تھے، چہرہ خوبصورت تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ اسحٰق علیہ السلام ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت

(۹) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم کا کپڑا نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی جو کہ اسحٰق علیہ السلام سے مشابہ تھی مگر اس کے نیچے والے ہونٹ پر ایک تل تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورت

(۱۰) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو سفید رنگ خوبصورت چہرے والا آدمی تھا، ناک کی ہڈی اُونچی تھی، خوبصورت قامت تھی۔ اس کے چہرے پر نور غالب تھا مگر چہرے میں عاجزی پہچانی

جارہی تھی ۔ یہ بھی سرخی مائل تھے ۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ نہیں ۔ اس نے کہا کہ یہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، تمہارے نبی کے دادا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت

(۱۱) اس کے بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا۔ اس میں ایک صورت تھی آدم علیہ السلام جیسی ۔ ایسے لگتا تھا جیسے اس کے چہرے پر سورج رواں دواں ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے منع کیا تو اس نے بتایا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔

حضرت داود علیہ السلام کی صورت

(۱۲) اس کے بعد ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو کہ سرخ رنگ والا تھا، پنڈلیاں پتلی تھیں، آنکھیں چھوٹی تھیں، پیٹ بڑا تھا، میانہ قد تھے۔ جسم پر تلوار لٹکائی ہوئی تھی ۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ یہ داود علیہ السلام ہیں ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شبیہ

(۱۳) اس کے بعد ایک اور دروازہ کھولا، اس میں سے ایک سفید ریشم نکالا۔ اس میں ایک آدمی کی شبیہ تھی۔ اس کی سرین موٹی تھی، پیر لمبے تھے۔ یہ آدمی گھوڑے پر سوار تھا۔ انہوں نے پوچھا، اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سلیمان بن داود علیہ السلام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ

(۱۴) اس بعد کے اس نے اور دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم نکالا ۔ اس میں ایک سفید شبیہ تھی ، وہ ایک نوجوان آدمی تھا۔ داڑھی انتہائی شدید کالی نہیں تھی ، بال زیادہ تھے آنکھیں خوبصورت ، چہرہ خوبصورت ۔ انہوں نے پوچھا، اس کو جانتے ہو؟ ہم نے منع کیا تو انہوں نے بتایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں ۔

ہم نے پوچھا یہ تصویریں آپ کے پاس کہاں سے آئی ہیں۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بالکل اسی کیفیت پر ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور شکلیں بنائی گئی تھیں ۔ اس لئے کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی صورت وشکل بالکل انہیں کی مثل ہے؟ لہٰذا ہرقل ملک اعظم نے کہا کہ بے شک آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ ان کو اس کی اولاد میں سے انبیاء کرام ان کو دکھادیں۔ لہٰذا اللہ نے آدم علیہ السلام پر ان انبیاء کی صورتیں اور شکلیں اُتاری تھیں ۔ اور وہ آدم علیہ السلام کے خزانے میں محفوظ تھیں ۔ سورج کے غروب ہونے کی جگہ کے قریب ۔ غروب شمس کی جگہ سے ان کو ذوالقرنین بادشاہ نے نکال لیا تھا۔ اس نے ان کو حضرت دانیال علیہ السلام کے حوالے کر دیا تھا۔

اس کے بعد (ہرقل نے) کہا، سن لو اللہ کی قسم بے شک میرا دل تو خوش ہے میرے ملک سے نکلنے پر اور اگر میں عبد اور غلام ہوتا تو اس ملک کو نہ چھوڑتا، یہاں تک کہ میں مرجاتا۔ پھر اس نے ہمیں روانہ کیا اور ہمیں اچھے طریقے سے صلہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔

ہم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اور ہم نے وہ سب کچھ بتایا جو ہم نے دیکھا تھا۔ اور جو کچھ اس نے ہم سے کہا تھا۔ اور اس نے جو کچھ ہمیں صلہ دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ وہ مسکین ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور یہ کام کرتا (یعنی اسلام قبول کرتا)۔ اس کے بعد کہا، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ وہ لوگ (یعنی عیسائی) اور یہودی اپنے ہاں یعنی (توراۃ وانجیل میں) محمد ﷺ کی صفت پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۵۶۴/۳)

(۱۵) اور ہماری کتاب میں ہمارے شیخ سے مروی ہے ابوعبداللہ حافظ سے اور وہ اس میں سے ہے جس کے ساتھ مجھے خبر دی ہے بطور اجازت کے۔ کہ ابوبکر احمد بن کامل قاضی نے ان کو خبر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جعفر بن محمد بن شاکر نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے عفان نے، ان کو ہمام نے، ان کو قتادہ نے زرارہ بن اوفی سے۔ اس نے مطرف بن مالک سے کہ اس نے کہا کہ میں تستر کی فتح کرنے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ موجود تھا۔ ہم مقام سوس میں حضرت دانیال کی قبر پر پہنچے۔ وہ لوگ جب بارش مانگتے تھے تو حضرت دانیال کے ذریعے مانگتے تھے باہر نکل کر۔ اس نے حدیث ذکر کی اس میں۔ جو کچھ انہوں نے اس میں پایا تھا، اس میں ایک صندوق تھا۔ اس میں ایک کتاب (یا تحریر تھی)۔ پھر اس نے حدیث ذکر کی ایک نصرانی کی اجیر کے بارے میں جس کا نام نُعَیمْ تھا۔ اس کو وہ کتاب ہبہ کی گئی تھی (پھر انہوں نے حدیث ذکر کی)۔ اس کے اسلام کے بارے میں۔ پھر اس کتاب کو پڑھنے کے بارے میں۔ کہ اس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی :

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۸۵)

جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

کہتے ہیں کہ اس دن (یہود و نصاریٰ میں سے) بیالیس عالم اسلام لے آئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ کی خلافت میں پیش آیا تھا۔ حضرت معاویہ نے ان کو عطایا اور تحائف دیئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کا حضرت دانیال علیہ السلام نبی کی میّت کا تجہیز و تکفین

ہمام کہتے ہیں کہ فرقد نے گمان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ابوتمیمہ نے کہ حضرت عمر نے حضرت اشعری کو لکھا۔ حضرت دانیال (کی میت) کو بیری اور ریحان (نازبو کے جوش دیتے ہوئے) پانی کے ساتھ غسل دیں اور یہ کام کہ اس پر نماز (جنازہ) پڑھائی جائے۔ بے شک وہ نبی تھے۔ انہوں نے اپنے ربّ سے دعا کی تھی کہ مسلمانوں کے سوا کوئی اس کا متولی نہ بنے، جو ان کی تجہیز و تکفین کرے۔

(۱۶) ہمام نے کہا کہ مجھے خبر دی بسطام بن مسلم نے کہ معاویہ بن قرہ نے کہا :

''ہم لوگ آپس میں اس کتاب کا ذکر کر رہے تھے۔ (جس کا اس روایت کے شروع میں ذکر ہوا ہے جس میں مذکورہ سورۃ آل عمران بھی تھی، یہ مذاکرہ ہو رہا تھا) کہ وہ کتاب پھر کہاں گئی تھی۔ اتنے میں ہمارے پاس حضرت شہر بن حوشب کا گزر ہوا تو ہم نے ان کو بلالیا۔ اور ان سے اس کتاب کے بارے میں ہم نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا، واقعی آپ لوگوں نے ایسے بندے سے پوچھا ہے جو اس بارے میں خبر رکھتا ہے۔ بے شک وہ کتاب حضرت کعب کے پاس تھی۔ جب ان کی وفات ہونے لگی تو انہوں نے فرمایا کوئی ایسا آدمی ہے جس کو میں اس امانت کا امین بنادوں۔ جو اس امانت کو ادا کردے۔ حضرت شہر بن حوشب نے بتایا کہ میرے ایک چچازاد بھائی نے کہا (کہ وہ اس امانت کو لے لے گا)۔ اس کی کنیت ابولبید تھی۔ حضرت کعب نے وہ کتاب اس کے حوالے کردی تھی اور فرمایا کہ اس کو لے چلے جاؤ۔ جب تم فلاں فلاں مقام پر پہنچو تو اس کو اس میں پھینک دینا (اس سے ان کی) مراد سمندر یا دریا سے تھی''۔

ہمام نے حدیث ذکر کی اس آدمی کے خلاف کہ حضرت کعب کو معلوم ہوگیا کہ اس شخص نے یہ کام نہیں کیا پھر بعد میں اس نے یہ کام کیا (کہ وہ جب ڈالنے کے لئے گئے تو) پانی الگ ہوگیا تھا۔ پھر انہوں نے وہ کتاب اس میں پھینک دی اور واپس حضرت کعب کے پاس لوٹ کر آئے اور ان کو بتایا کہ اس نے وہ کتاب پانی میں پھینک دی ہے۔ تو حضرت کعب جان گئے اس نے سچ کہا ہے۔ فرمایا کہ بے شک وہ اصل تورات تھی، جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔

☆☆☆

جلد دوم دلائل النبوۃ

باب ۴۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
سینہ کو چاک کرنے اور آپ کے دل سے شیطان کا حصہ نکال دینے کے متعلق احادیث
جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے ماسوا بابِ ذکر رضاعت میں گزر چکا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟

(۱) ہمیں خبر دی ابو سہل محمد بن نصرویہ بن احمد مروزی نے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن احمد بن خنب نے بخاری میں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالفضل عباس بن فضل المعروف دبیس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عفان نے، ان کو حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ثابت نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے ایک دن۔ حضور لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبرائیل نے حضور کو پکڑ کر لٹا دیا اور آپ کے سینے سے دل کی جگہ سے چاک کیا پھر آپ کے دل کو نکالا، اس کے بعد دل کو چاک کیا اور اس میں سے خون بستہ نکال دیا، اور فرمایا کہ یہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ تھا۔ اس کے بعد جبرائیل نے آپ کے دل کو سونے کی تھالی میں رکھ کر زم زم کے پانی کے ساتھ دھویا۔ اس کے بعد اس کو جمع کیا اور ملا دیا اور اس کو اپنی جگہ پر واپس لوٹا دیا۔ لہٰذا یہ منظر دیکھ کر لڑکے ان کی امی کے پاس یعنی ان کی دودھ پلانے والی کے پاس دوڑ کر چلے گئے اور بولے بے شک محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ بھاگ کر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ٹھیک کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کا رنگ ڈر کے مارے فق پڑ چکا ہے۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سینے پر سوئی سے سلائی کی نشانات دیکھا کرتا تھا۔ اس کو مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں شیبانی سے اس نے حماد سے۔ مسلم ۲/ ۳۸۹۔ باب الایمان رقم الحدیث ۲۶۱)

(۲) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوبکر بن محمد بن عمر بن حفص نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سہل بن عمار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حفص بن عبداللہ نے ابراہیم بن طہمان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا سعید سے اللہ کے اس قول کے بارے میں " اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ " تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے کہ حضور ﷺ کا پیٹ چاک کیا گیا یعنی نبی کریم ﷺ کا سینے سے پیٹ کے نیچے تک۔ اس میں سے آپ کا دل نکالا گیا تھا پھر سونے کے تھال میں دھویا گیا تھا۔ اس کے بعد اس میں ایمان اور حکمت بھر دی گئی تھی۔ اس کے بعد اسے دوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیا گیا تھا۔

(۳) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن احمد بن محمد عنبری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عثمان بن سعید دارمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حیوۃ بن شریح حمصی نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی بقیہ بن ولید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی بحیر بن سعید نے اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو یحییٰ بن معین نے، ان کو علی بن معبد نے، ان کو بقیہ نے بحیر بن سعید سے، اس نے خالد بن

معدان سے، اس نے ابن عمرو السلمی سے، اس نے عتبہ بن عبد سے، اس نے ان لوگوں کو حدیث بیان کی کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ کے ابتدائی حالات کیا تھے؟

رضاعی ماں سے حقیقی ماں کے پاس .... حضور نے فرمایا : ''مجھے بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون دودھ پلاتی تھی۔ ایک دن میں اور اس کا بیٹا بکری اور بچوں میں باہر کھیل رہے تھے۔ ہم اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز ساتھ لے کر نہیں گئے تھے۔ میں نے کہا، اے میرے بھائی جان! آپ امی کے پاس جاؤ اور ان سے کوئی چیز لے کر آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں وہیں بکری کے بچوں کے ساتھ ٹھہر گیا اور میں نے دیکھا کہ میری طرف دو سفید پرندے آئے جیسے کہ وہ چیلیں ہیں۔ دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ جی ہاں! یہی ہے۔ دونوں جلدی جلدی آگے آئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر لٹا دیا سیدھا چت لٹایا۔ انہوں نے میرا پیٹ چاک کر دیا اور میرا دل انہوں نے نکالا اور اس کو چیر کر اس میں سے انہوں نے دو سیاہ خون کے بستہ ٹکڑے نکالے اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میرے پاس برف کا پانی لے آیئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ میرے پیٹ کو دھو دیا۔ پھر کہا کہ میرے پاس ٹھنڈا پانی لے آیئے۔ انہوں نے میرے دل کو دھو دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میرے پاس سکینہ لے آؤ۔ لہٰذا انہوں نے اسے میرے دل میں چھڑک دیا۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اس کو سی دو، بند کر دو اور اس نے اس کے بعد نبوت کی مہر لگا دی''۔

ابو الفضل نے کہا کہ مراد ہے یخیطہ کہ اس کو سی دے اور حیوۃ کی ایک روایت میں ہے کہ خطہ کہ اس کو سی دو۔

''اور اس نے اس پر نبوت کی مہر لگائی۔ اور ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا آپ اس کو ایک پلڑے میں رکھ دو اور اس کی اُمت کے ایک ہزار کو دوسرے پلڑے میں رکھ دو۔ چنانچہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہزار والا پلڑا مجھ سے اُوپر اُٹھا ہوا تھا (یعنی ہلکا تھا)۔ میں ڈرنے لگا کہ کہیں ان میں سے کوئی مجھ پر گر نہ جائے۔ آپ دونوں نے کہا کہ اگر اس کی ساری اُمت اس کے ساتھ وزن کی جائے تو بھی یہ ان سب میں بھاری ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مجھے وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ مجھے شدید ڈر لگنے لگا۔ اس کے بعد میں امی کے پاس چلا گیا۔ میں نے جا کر ان کو اس واقعہ کی خبر دی جو مجھے پیش آیا تھا اور میں ڈر رہا تھا کہ کہیں مجھ پر کوئی اور گزبڑ نہ ہو جائے۔ امی نے کہا میں اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے اُونٹ پر پلان سجایا مجھے کجاوے میں بٹھایا، خود میرے پیچھے بیٹھ گئیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنی حقیقی امی کے پاس پہنچ گئے۔ رضاعی امی نے کہا کہ لیجئے میں نے اپنی امانت پہنچا دی ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اور پھر انہوں نے میری امی کو وہ پوری بات بتائی، جو کچھ میرے ساتھ گزرا تھا۔ ان کو اس سے کوئی ڈر نہ لگا بلکہ انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک روشنی نکلی ہے جس کی وجہ سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں''۔ (مسند امام احمد بن حنبل (نیا ایڈیشن) ۶/۶۳، پرانا نسخہ ۴/۱۸۴)

باب ۴۱

سَیف بِنُ ذِی یَزَنُ کا عبدالمطلب بن ہاشم کو خبر دینا

ان امور کی جو نبی کریم ا کے بارے میں پیش آئے

(۱) ہمیں خبر دی ابو سہل محمد بن نصر و یہ بن احمد مروزی نے نیشاپور میں، ان کو حدیث بیان کی ابو عبداللہ محمد بن صالح معافری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو یزن حمیری نے ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن عفیر سے۔ اس نے عبدالعزیز بن عفیر بن زرعہ بن سیف بن ذی یزن سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے چچا احمد بن حبیش بن عبدالعزیز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد عبدالعزیز نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد عفیر نے، ان کو ابو زرعہ بن سیف

بن ذی یزن نے، وہ کہتے ہیں کہ جب سیف بن ذی یزن حبشہ پر غالب آگئے تو یہ حضور ﷺ کی ولادت سے دوسال بعد کا واقعہ ہے تو اس کے پاس عرب کے وفود اور شرفاء اور شعراء ان کے پاس پہنچے ان کو مبارک باد دینے کے لئے۔ اور اس کی یاد دہانی کے لئے جس آزمائش میں وہ تھے اور ان کا اپنی قوم کا بدلہ طلب کرنے کی بابت۔ لہٰذا ان کے پاس قریش کا وفد بھی پہنچا۔ ان میں عبدالمطلب بن ہاشم اور اُمیہ بن عبد شمس اور عبداللہ ابن جدعان اور اسد بن عبدالعزیٰ اور وہب بن عبد مناف اور قصی بن عبدالدار تھے۔ چنانچہ اس کے پاس ان کی جازت لینے والا پہنچا۔ وہ اپنے محل کے اُوپر بیٹھے تھے جس کو غمدان کہا جاتا تھا۔ وہ وہی تھا جس کے بارے میں اُمیہ بن ابوصلت ثقفی کہتے ہیں :

اشرب هنيئا عليك التاج مرتفقا	في رأس غمدان دارا منك محلالا
واشرب هنيئا فقد شالت نعامتهم	وأسبل اليوم في برديك اسبالا
تلك المكارم لا قعبان من لبن	شيبا بماء فعادا ـ بعد ـ ابوالا

(سیرۃ ابن ہشام ۶۹/۱)

آپ کے پیچھے خوشگوار طریقے سے اس حال میں کہ آپ کے اُوپر بلندی کا تاج ہے قصر غمدان کی بالائی منزل پر جو دار آپ کا مسکن ہے۔
آپ کے پیچھے خوشگوار طریقے پر اس حال میں کہ ان کے شتر مرغ ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور آج کے دن تہہ بند اور چادر کا دامن لٹکائیے فخر سے۔
یہ وہ عظمتیں ہیں۔ نہیں کوئی پلایا دودھ کا جو ملایا گیا ہو پانی کے ساتھ وہیں بعد میں پیشاب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ نے عنبری کی خوشبو بالوں میں لیپ کی ہوئی تھی۔ ان کی سر کی مانگ میں کستوری کی سفیدی چمک تھی۔ اور ان کے جسم پر دوہری چادریں تھیں۔ ایک کو انہوں نے اُوپر اُوڑھا ہوا تھا اور دوسری کا تہہ بند کیا ہوا تھا۔ تلوار ان کے آگے رکھی ہوئی تھی اور ان کے دائیں بائیں بادشاہ (گورنر) بیٹھے تھے ترجم اور بات کرنے والے۔ ان کے مقام کے بارے میں اسے بتایا گیا، پھر اس نے ان کو اجازت دی۔ وہ لوگ اس کے پاس داخل ہوئے اور عبدالمطلب اس کے قریب ہوا اور اس نے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ اگر آپ ایسے ہیں جو بادشاہ کے ساتھ ہم کلامی کرتے رہتے ہیں تو ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں۔

عبدالمطلب نے بات شروع کی اور کہا :

''بے شک اللہ عزوجل نے آپ کو ایسے محل میں پہنچایا ہے جو بلند قدر ہے، بلند ہے، پُرشکوہ ہے، محفوظ ہے۔ اسی نے آپ کو اُگایا ہے (یعنی آپ کو اللہ نے پالا ہے)۔ جس کا ماحول پاکیزہ ہے، جس کی جڑ اور بنیاد بہت بڑی ہے، جس کی اصل مضبوط ہے، جس کی فرع اور حصے شاخیں اُونچی ہیں انتہائی پاکیزہ اور ستھرے مقام پر ہے عزت والے ٹھکانے ہیں۔ آپ نے گالی دینے اور لعنت کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ آپ عرب کے ایسے بادشاہ ہیں جن کی تابعداری ہوتی ہے۔ مملکت کے ارکان وہ ہیں جن پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ بندھن اس کا ایسا ہے جس کی طرف لوگ مجبور ہوتے ہیں۔ آپ کے اسلاف بہترین اسلاف تھے۔ آپ ہمارے لئے انہیں میں سے بہترین خلف ہیں ان (پیش روؤں) کا ذکر ہرگز نہیں مٹے گا۔ آپ جن کے خلف ہیں اور ان کا ذکر بھی ہرگز نہیں بجھے گا آپ جن کے سلف ہوں گے۔ ہم لوگ اللہ کے حرم کے سامنے والے ہیں اور بیت اللہ کے خادم ہیں ہمیں آپ سے اس نے ملوایا ہے جس نے ہمیں خوش کر دیا تھا آپ کے اس کرب و مصیبت کو کھول دینے پر جس نے ہمیں زیر بار کر دیا تھا۔ ہم لوگ مبارک باد کا وفد اور پیغام دینے والے ہیں، ہلاکت وتباہی کا پیغام نہیں ہیں''۔

بادشاہ نے عبدالمطلب سے پوچھا آپ کون ہو؟ اے کلام کرنے والے۔ انہوں نے بتایا کہ میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا ہماری بہن کے بیٹے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! بادشاہ نے کہا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ عبدالمطلب اور اس کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ آپ لوگوں کو خوش آمدید ہو، آپ لوگ اپنے گھر میں آئے ہو۔ اور سب سے زیادہ نرم و بردبار

مثال کے اعتبار سے (جبکہ یہ پہلا شخص تھا جس نے کلام کیا تھا)۔ اُونٹنی یعنی سواری اور سامان کے اعتبار سے اور سواری بٹھانے کے اعتبار سے اور تم نرم زمین پر آئے ہو۔ اور تم لوگ ایسے بادشاہ کے پاس آئے ہو جو نفع بخش ہے۔ جو بڑے بڑے عطایا دیتا ہے۔

تحقیق بادشاہ نے تمہارا مقالہ سُنا ہے اور تمہاری قرابت داری کو پہچانا ہے اور تمہارے وسیلے اور ذریعے کو قبول کیا ہے۔ تم لوگ اہل رات اور اہل دن ہو (یعنی دن رات ہر وقت رہ سکتے ہو)۔ جب تک تم رہو گے تمہاری عزت و اکرام کیا جائے گا۔ اور جب کوچ کرو گے تو تم لوگوں کے ساتھ دوستی قائم رکھی جائے گی۔

اس کے بعد وہ لوگ دار ضیافت اور مہمان خانے کی طرف اور وفود کی جگہ کی طرف اُٹھا کر لے جائے گئے۔ اور ان کے عمدہ کھانوں کا انتظام کر دیا گیا۔ وہ لوگ وہاں پر مہینہ بھر مقیم رہے۔ بادشاہ کی طرف بھی نہیں جارہے تھے۔ اور ان کی واپسی پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ پھر ان کو اطلاع اور آگاہی کر دی گئی اور عبدالمطلب کے پاس نمائندہ بھیج کر بلایا، اپنے پاس بٹھایا پھر کہا، اے عبدالمطلب بے شک میں اپنے علم کا راز آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کے لئے اس راز کو جائز نہ سمجھتا۔ لیکن میں آپ کو اس راز کی کان سمجھتا ہوں۔ لہٰذا میں آپ کو اس سے آگاہ کرتا ہوں اور وہ راز آپ کے پاس محفوظ رہنا چاہئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں خود آگاہی فرمائے۔

میں کتاب مکنون میں اور علم مخزون میں اس راز کو پاتا ہوں۔ وہ کتاب اور وہ علم جو ہم لوگوں نے اپنے لئے ذخیرہ کیا ہوا اور محفوظ کیا ہوا ہے اور دوسرے لوگوں سے ہم نے اسے چھپایا ہوا ہے۔ میں تمہیں ایک عظیم خبر دوں گا اور بہت بڑے امر سے آگاہ کروں گا جس میں شرف حیات ہے۔ فضیلت وفات ہے۔ عامة الناس کے لئے عموماً اور تیرے قافلے کے لئے مجموعی طور پر اور آپ کے لئے خاص طور پر۔ عبدالمطلب نے اس سے کہا، اے بادشاہ سلامت! جیسا شخص ہمیشہ خوش رہے اور ہمیشہ مقصد میں کامیاب رہے۔ بتائیے وہ کیا خبر ہے؟ عرب آپ کے دیہاتی ان کے اُوپر قربان جائیں جماعت در جماعت۔

اس نے بتایا کہ ''جس وقت تہامہ میں (سرزمین حجاز مکہ) ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان شامت ہوگی۔ اس کے لئے امامت ہوگی۔ اور تم لوگوں کے لئے قیامت تک کے لئے زعامت ہوگی یعنی اس کے کندھوں کے پاس مہر نبوت ہوگی اور وہ اور اس شخص کی امامت و سیادت ہوگی اور قیامت تک کے لئے آپ لوگوں کے لئے سرداری ہوگی''۔

عبدالمطلب نے کہا، اے بادشاہ سلامت تحقیق مجھے اس قدر خیر اور بھلائی آپ سے حاصل ہوئی کہ اس قدر بھلائی کسی قوم کے وفد کے سربراہ کو کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر بادشاہ کی ہیبت و رعب اور جلالت شان اور عظمت آڑے نہ ہوتی تو میں اپنے اور اس پیدا ہونے والے لڑکے کے بارے میں کچھ اور راز پوچھتا تو مجھے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی۔

بادشاہ نے عبدالمطلب سے کہا :

''یہی اس کے پیدا ہونے کا وقت ہے جس میں وہ پیدا ہوگا یا وہ پیدا ابھی ہو گیا ہوگا؟ نام اس کا محمد ہوگا؟ اس کے ماں باپ مر جائیں گے۔ اس کی کفالت اس کا دادا اور اس کا چچا کریں گے۔ ہم نے بار بار اس کے پیدا ہونے پر غور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کھلم کھلا کھڑا کرے گا۔ اور ہم ہی سے اس کے مددگار بنائے گا اور انہیں کے ذریعے اس کے دوستوں کو عزت و غلبہ عطا کرے گا اور انہیں کے ذریعے اس کے دشمنوں کو ذلت سے دوچار کرے گا۔ اور انہیں کے ذریعے لوگوں کی عزتوں کا دفاع کرائے گا۔ اور انہیں کے ذریعے دھرتی پر بسنے والے شرفاء کو غلبہ عطا کرے گا۔ وہ شخص رحمٰن کی عبادت کرے گا۔ اور شیطان رسوا ہوگا۔ اور (آتش پرستوں کی) آگ بجھائے گا۔ اور بتوں کو توڑے گا۔ اس کا قول فیصلہ کن ہوگا۔ اس کی حکمت دانائی، عدل و انصاف ہوگا۔ اور وہ معروف کا حکم کرے گا۔ خود بھی معروف پر عمل کرے گا۔ اور منکر سے روکے گا اور اس کو باطل کر دے گا'' (یا اس کو باطل قرار دے گا)۔

عبدالمطلب نے اس کے جواب میں کہا، آپ کا نام اُونچا رہے، کیا بادشاہ سلامت نے مجھ سے مخفی راز نہیں کھولے؟ تحقیق میرے لئے وضاحت کی ہے بعض اہم وضاحتوں کی۔ بادشاہ سیف ذی یزن نے اس سے کہا کہ یہ گھر (جس کے اندر ہماری گفتگو ہو رہی ہے) ہر طرح محفوظ اور بند ہے اور دروازوں پر پہرے ہیں۔ بے شک آپ یقیناً اس لڑکے کے دادا ہیں اے عبدالمطلب (سچ مچ) بغیر کسی جھوٹ کے۔

یہ باتیں اور یہ تفصیل سُنتے ہیں عبدالمطلب اس عیسائی بادشاہ کے آگے سجدے میں گر گئے۔ اب یزن نے اس سے کہا، آپ اپنا سر اُوپر اُٹھائیے۔ آپ کا سینہ ٹھنڈا ہو اور آپ کا مرتبہ بلند ہو، کیا آپ نے کوئی شئ محسوس کی اس میں سے جو کچھ میں نے ذکر کیا آپ کے سامنے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا جی ہاں! اے بادشاہ سلامت۔

''بے شک میرا بیٹا تھا عبداللہ۔ مجھے اس پر بڑا فخر تھا اور میں اس پر بہت ہی مہربان تھا۔ بے شک میں نے اپنی قوم کے شرفاء میں سے ایک شریف اور معزز خاتون کے ساتھ شادی کرائی یعنی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے ساتھ۔ اس نے ایک لڑکا جنم دیا۔ میں نے اس کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے۔ اب اس کا باپ مر چکا ہے اور اس کی ماں بھی مر چکی ہے۔ اس کی پرورش میں اور اس کا چچا کر رہے ہیں۔

ابن یزن نے عبدالمطلب سے کہا :

آپ علیہ السلام کی یہودیوں سے حفاظت .... ''بے شک میں نے جو کچھ آپ سے کہا تھا وہ بالکل اسی طرح کہہ رہے ہیں۔ آپ جا کر اس کی حفاظت کریں۔ اور اس کو یہودیوں سے بچائیں۔ بے شک وہ اس کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس پر ہرگز کوئی سبیل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ کو میں نے جو کچھ بتایا ہے آپ اس کو اپنے گروہ سے چھپائیں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ بے شک میں بے خوف نہیں اور مطمئن نہیں ہوں اس بات سے کہ ان کے اندر بغض اور حسد داخل ہو جائے، اس وجہ سے کہ سیادت و ریاست (عزت و اقتدار) تمہارے لئے ہوگا آنے والے وقت میں۔ پھر وہ کوئی چال نصب کریں گے اس کے خلاف۔ اور اس کے خلاف خطرات تلاش کریں گے۔ بے شک وہ ایسا کریں گے۔ وہ نہیں ان کی اولادیں ایسا کریں گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ موت اس کی بعثت سے قبل ہی مجھے گھیر لے گی تو میں اپنے پورے لاؤلشکر سمیت چلتا، اور جا کر یثرب کو اپنے ملک اور اقتدار کا گھر بنا لیتا (یعنی میں دارالحکومت بنا دیتا)۔

کتاب ناطق کے اندر اور علم سابق کے اندر یہ بات پاتا ہوں کہ یثرب ہی اس کے معاملے کے استحکام کی جگہ ہے اور وہی اس کے اہل نصرت کی جگہ ہے۔ اور وہی اس کی قبر کی جگہ ہے۔ اور یہ بات نہ ہوتی کہ میں اس کو آفات سے بچانا چاہتا ہوں اور اس کے مصائب اور ہلاکتوں سے ڈرتا ہوں تو میں اس کی ابتدائی عمر میں اس کے بچپن میں اس کے معاملے کا اعلان کر دیتا (یا میں اس کو بھی) ظاہر کر دیتا۔ اور اس کے مرتبے اور مقام کو عرب کی زبانوں پر لے آتا۔ لیکن میں اس معاملے کو تیری طرف پھیرتا ہوں (یعنی سپرد کرتا ہوں)۔ بغیر کسی کوتاہی کے اس کے ذریعے جو تیرے ساتھ ہیں''۔

اس کے بعد بادشاہ نے قوم کو بلایا (یعنی عبدالمطلب کے ساتھیوں کو) اور ان میں سے ہر آدمی کے لئے سیاہ فام دس غلام اور دس سیاہ فام لونڈیاں اور دو دو پوشاکیں برور کی پوشاکوں میں سے اور پانچ پانچ رطل سونا اور دس دس رطل چاندی اور سو اُونٹ اور ایک تھال بھرا ہوا عنبر پیش کیا اور حکم دیا کہ عبدالمطلب کو اس کا دس گنا دیا جائے۔ اور کہا کہ جب سال پورا گزر جائے تو میرے پاس اس لڑکے (محمد ﷺ) کی خبر لے کر آنا اور اس کا جو بھی معاملہ ہو۔

کہتے ہیں کہ ابھی سال اس واقعے کو پورا نہیں ہوا تھا کہ سیف بن ذی یزن فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب اکثر یہ کہتے رہتے تھے کہ اے قریش کی جماعت! کوئی شخص تم سے اس پر میرے ساتھ شک نہ کرے جو اس نے مجھے بڑے بڑے عطایا دیئے ہیں، اگرچہ وہ واقعی بہت ہیں مگر پھر بھی وہ ایسے ہیں جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جائیں گے۔ بلکہ میرے ساتھ رشک کرو اس چیز پر جو میرے لئے باقی رہے گی اور میرے پیچھے اُس کا ذکر باقی رہے گا اور اس کا فخر باقی رہے گا۔

جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ کیا ہے؟ تو وہ اس کی تفصیل بتانے سے گریز کرتے اور یوں کہہ دیتے تھے کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہی سہی۔

اور اُمیہ بن عبد شمس نے سیف بن ذی یزن کی طرف ان کے سفر کے بارے میں کچھ شعر کہے تھے اور تحقیق یہ حدیث درجہ بالا ایک اور طریق سے بھی مروی ہے یعنی الکلبی سے، اس نے صالح سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۳۳۰)

باب ۴۲

عبدالمطلب بن ہاشم کا (حضور ﷺ کی مَعِیّتُ میں) بارش کی دعا مانگنا

اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو محمد بن احمد بن عبداللہ مُزنی نے، ان کو یوسف بن موسیٰ نے، ان کو ابوعبدالرحمن حمید بن خلال نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبدالملک بن حمید بن عبدالرحمن بن عوف نے، ان کو عبدالعزیز بن عمران نے ابن حویصہ سے، ان کو مخرمہ بن نوفل نے اپنی ماں رقیقہ بنت صیفی سے۔ یہ عبدالمطلب کی ہم عمر تھی، وہ کہتی ہے، قریش کے اُوپر مسلسل قحط اور خشک سال گزر رہے تھے جنہوں نے لوگوں کو جلا کر سوکھا دیا تھا۔ اور ہڈیوں کو نرم اور کمزور کر دیا تھا۔

کہتی ہیں کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی میرے ساتھ تھا۔ ہمارے پاس بکری کے بچے تھے جو پرورش پا رہے تھے۔ اور غلام جو آتے جاتے رات کی تاریکی میں بھی۔ میں سو رہی تھی اللہ کی قسم، یا یوں کہا کہ کچی پکی نیند میں تھی کہ ایک ہاتف کی یعنی (غیب سے آواز دینے والے کی) زوردار آواز آئی جو بھرّائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا،

> ''اے قریش کی جماعت بے شک وہ نبی مبعوث ہو چکا ہے تم لوگوں میں سے۔ اور یہی اس کے ظہور کا وقت ہے۔ پس جاؤ وہ خیر اور سرسبزی کو لے کر آیا ہے۔ خبردار تم لوگ دیکھو تم میں سے اس آدمی کو جو سب سے لمبا ہے، بڑا ہے، انڈے کی سفیدی جیسا رنگ ہے، اُونچی ناک والا ہے۔ اس کو وہ بڑائی حاصل ہے جو صرف اس پر بند ہے۔ اور اس کا طور طریقہ ایسا ہے جس کی طرف راستہ بنایا جاتا ہے۔ خبردار اسی کو اور اس کے بیٹے کو منتخب کیا جائے۔ اور چاہئے کہ ہر قبیلے کی ہر شاخ کھنچ کھنچ کر اس کے پاس آئے اور سب لوگ بارش کی دعا کریں، خوشبو لگا کر آئیں اور حجر اسود کا استیلام کریں اور سات مرتبہ کعبہ کو طواف کریں۔ اس کے بعد لوگ جبل ابوقبیس پر چڑھ جائیں اور وہ ہی خاص شخص بارش کی دعا کرے اور باقی قوم آمین کہے۔ خبردار پھر تم لوگوں پر بارش برسائی جائے گی جس قدر چاہو گے اور جب تک جیو گے''۔

کہتی ہیں کہ میں نے صبح کی۔ اللہ جانتا ہے کہ میں دل گرفتہ تھی، ڈر رہی تھی، خوف سے میری جلد سکڑ رہی تھی، میری عقل ماؤف ہو رہی تھی۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ چنانچہ وہ مکے کی گھاٹیوں میں پھیل گیا۔ قسم ہے حرمت وعزت کی اور حرم کی۔ مکے میں کوئی الطبحی (مکی) باقی نہ رہا مگر سب نے کہا کہ اس خواب (کے اندر جس شخص کی تصویر بتائی گئی) وہ شیبۃ الحمد ہے (یہ عبدالمطلب کی کنیت تھی)۔ سب نے کہا کہ یہ شیبہ ہے (یعنی عبدالمطلب ہے)۔ پورے قریش ان کے پاس جمع ہو گئے اور ہر قبیلے کی ہر شاخ کا ایک ایک آدمی اس کے پاس آیا۔ سب نے غسل کیا۔ خوشبو لگائی اور حجر اسود کا استیلام کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد سب کے سب جبل ابوقبیس پر چڑھ گئے اور سب کے سب عبدالمطلب کے جمع ہونے لگے سب لوگ۔ کچھ بھی وقت ضائع کئے بغیر کسی تاخیر کے۔ اس کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں عاجزی کی، جبکہ رسول اللہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت جوانی کے قریب لڑکے تھے یا خود جوان تھے۔ اب عبدالمطلب دعا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے دعا کی :

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی دعا

اللهم ساد الخلة ، و كاشف الكربة ، انت عالم غير معلم ، ومسئول غير منحل ، وهذه عبداؤك واماؤك عذرات حرمك ، يشكون اليك سنتهم التي قد اقحلت الظلف والخف ۔ فاسمعن اللهم وامطرن غيثا مريعا مغدقا ۔

اے اللہ! اے درست اور سچی دوستی کرنے والے، اے حقیقی مشکل کشائی کرنے والے، آپ ایسے حقیقت آگاہ ہیں جس کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ ایسے ذمہ دار ہیں جو کسی سے زیادتی نہیں کرتے (یا کسی کے ساتھ بخل نہیں کرتے)۔ یہ لوگ تیرے بندے، تیرے غلام ہیں اور یہ تیری بندیاں ہیں آپ کے حرم کے صحن میں۔ یہ آپ کی بارگاہ میں اپنی قحط سالی کی شکایت کرتے ہیں، جس نے کھری اور کھر کو خشک کر دیا ہے (یعنی مویشی تک سوکھ گئے ہیں)۔ (اے اللہ) آپ ہم سب کی دعا قبول فرمایئے۔ اے اللہ! آپ بارش برسایئے ایسی بارش جو سیراب کرنے والی ہو، سبزہ اُگانے والی ہو۔ (دعا ختم ہوئی)

یہ لوگ (دعا) کر کے ابھی واپس بیت اللہ میں نہیں پہنچے تھے کہ آسمان اپنے پانی کے ساتھ پھٹ پڑا (یعنی خوب زوردار بارش ہوگئی) جس نے اپنے سیلاب کے ساتھ وادی کو ڈھک دیا۔

میں نے قریش کی خاتون سے سُنا جو عبدالمطلب سے کہہ رہی تھی، مبارک ہو تیرے لئے ابوالبطحآء مبارک ہو، یعنی تیری وجہ سے اہل بطحآء زندہ ہیں۔ اور اسی واقعہ پر رقیقہ نے شعر کہے تھے۔

بشيبة الحمد اسقى الله بلدتنا — وقد فقدنا الحيا واجلوذ المطر

فجاد بالماء جونى له سبل — دان فعاشت به الامصار والشجر

سيل من الله بالميمون طائره — وخير من بشرت يوما به مضر

مبارك الامر يستسقى الغمام به — ما فى الانام له عدل ولا خطر

(طبقات ابن سعد ۹۰/۱)

اللہ نے عبدالمطلب کے بسبب ہماری نہر میں بارش برسائی۔ ہم تو زندگی گم کر بیٹھے تھے اور بارش رواں ہوگئی۔

بادل نے پانی کی سخاوت کی ہے، دُور دراز تک برسا ہے۔ قریب ہوا بس اسی کے سبب شہروں نے اور درختوں نے زندگی پائی ہے۔

اللہ کی طرف سے سیلاب ہے مبارک ہے اس کا پرندہ (یعنی اس کی خبر دینے والا) اور مضر والے جس دن اس کی بشارت دیے گئے ان میں سے۔

سب سے بہتر ہے مبارک، معاملے والا ہے وہ جس جس کے ذریعے بادل کو پانی پلایا گیا، لوگوں کے اندر اس کے برابر اور مثل کوئی بھی نہیں ہے مرتبہ اور انعام میں۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسین بن صفوان نے، ان کو عبداللہ بن محمد بن ابوالدنیا نے، ان کو زکریا بن یحییٰ بن عمر بکائی نے، ان کو زحر بن حصن نے اپنے دادا احمید بن منہب سے۔ وہ کہتے ہیں میرے چچا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ بن لام حدیث بیان کرتے ہیں مخرمہ بن نوفل سے اپنی ماں رقیقہ بنت ابوصیفی بن ہاشم سے، وہ عبدالمطلب کی ہم عمر تھی یا ساتھ پیدا ہونے والی تھی۔

قحط سالی کے زمانہ میں ہاتف غیبی کی آواز .... کہتی ہیں کہ "قریش کے اُوپر مسلسل کئی سال گزرے تھے جن میں دودھ والے جانوروں کے تھن سوکھ گئے تھے اور ہڈیاں نرم ہوگئی تھیں، اسی اثنا میں ایک دن میں کھڑی ہوئی تھی یا سوئی ہوئی تھی، اچانک میں نے آواز سُنی کہ کوئی ہاتف غیبی بھرّائی ہوئی آواز کے ساتھ چیخ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے قریش کی جماعت! بے شک وہ نبی جو تمہارے اندر مبعوث ہونے والا ہے، تحقیق اس کے ایام تم پر سایہ کرنے آئے ہیں اور یہی اس کے چمکنے کا وقت ہے (یا یہی اس کے ستاروں کے طلوع ہونے کا وقت ہے)۔

لہٰذا زندگی اور سرسبزی کے لئے آجاؤ۔ خبردار! تم لوگ اپنے اندر اس شخص کو تلاش کرو جو معزز ہے، سب سے اچھا ہے، سب سے لمبا، جسم انتہائی سفید، لمبی پلکوں والا، گھنی بھنوں والا، ہلکے رخسار والا، اُونچی ناک والا، اس کی فضلیت اور بڑائی ایسی ہے کہ اس کا دروازہ اس پر بند کیا جاتا ہے اور وہ شخص ایسی سنت اور طریقہ ہے جس کی طرف راستہ بتایا جاتا ہے۔ چاہئے کہ اس کو اور بیٹے کو منتخب کیا جائے اور چاہئے کہ ہر قبیلے کی شاخ سے اس کی طرف ایک ایک آدمی آئے۔ چاہئے کہ پانی چھڑکیں (یعنی غسل کریں اور خوشبو لگائیں، پھر حجر اسود کا استلام کریں، اس کے بعد جبل قبیس پر چڑھ جائیں اور وہ خاص شخص بارش کی دعا کرے اور باقی لوگ آمین کہیں۔ تم لوگوں پر بارش برسائی جائے گی جتنی چاہو گے۔

رقیقہ کہتی ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ میں صبح سے حیران و پریشان تھی۔ میری جلد پر پھریری آرہی تھی۔ اور میرا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ میں نے یہ خواب لوگوں کو بتایا، حرمت کی اور حرم کی قسم کوئی مکہ کا باشندہ باقی نہیں رہا۔ میں نے کہا کہ ایسا شخص عبدالمطلب ہے اور قریش کے سوار اور پیادے سب اس کے پاس آئے اور ہر قبیلے سے آدمی ان کے پاس آیا۔ انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی، حجر اسود کا استلام کیا۔ اس کے بعد جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے۔ جس قدر ان کے لئے ممکن ہوا جلدی جلدی عبدالمطلب کے پاس پہنچنا شروع ہوئے۔ جب پہاڑی کی چوٹی برابر ہوگئی تو عبدالمطلب دعا کے لئے کھڑے ہوگئے۔ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔ جو جوان لڑکے تھے یا جوانی کے قریب تھے۔ انہوں نے کہا، اے اللہ! اچھی دوستی والے، اے مشکل کشائی کرنے والے! آپ حقیقت سے خوب آگاہ ہیں بغیر کسی آگاہ کرنے والے کے۔ اور ایسے ذمہ دار ہیں جو کسی پر زیادتی نہیں کرتا، یہ تیرے ہی بندے اور غلام ہیں اور تیری ہی بندیاں ہیں۔ تیرے حرم کے صحن میں حاضر ہیں۔ یہ اپنی قحط سالی کی شکایت کرتے ہیں جس نے مویشیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے اللہ! تو بارش برسا سبزی اُگانے والی، سیراب کرنے والی۔ کعبہ کی قسم یہ لوگ واپس نہیں آئے تھے کہ آسمان پھٹ پڑا پانی کے ساتھ۔ اور وادی بھر گئی سیلاب کے ساتھ۔ پھر میں نے قریش کے دو بزرگوں سے سُنا اور بڑوں سے یعنی عبداللہ بن جدعان اور حرب بن اُمیہ ہشام بن مغیرہ سے۔ یہ لوگ عبدالمطلب سے کہہ رہے تھے، اے ابوالبطحاء مبارک ہو تجھے یعنی اہل بطحاء نے تیری وجہ سے زندگی پائی ہے۔ اور اس بارے میں رقیقہ نے کہا تھا یعنی شعر کہے جو اُوپر مذکور ہوئے ہیں ترجمہ کے ساتھ دوبارہ ملاحظہ کرلیں۔

باب ۴۳

عبدالمطلب بن ہاشم کا رسول اللہ ﷺ پر شفقت کرنا

اور اس کا اپنی وفات کے وقت ابوطالب کو حضور ﷺ کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرنا بسبب اس کے جو انہوں نے حضور ﷺ کی نشانیاں دیکھی تھیں اور یہودی علماء سے آپ کے بارے میں جو باتیں سُنی تھیں

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن فضل بن نظیف فر امصری نے۔ مکہ میں اللہ اس کی حفاظت کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن احمد بن محمد خروف بن کامل مدینی نے بطور املاء کے مصر میں، ان کو حسن بن علی بن موسیٰ بغدادی نے، ان کو وہبان بن بقیہ واسطی نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ بن نظیف نے، ان کو ابوالحسین احمد بن محمود بن احمد شمعی بغدادی نے بطور املاء کے مصر میں۔ ان کو ابوالعباس احمد بن یونس بن موسیٰ سامی بصری نے بطور املاء کے اپنی کتاب سے، ان کو عمرو بن عون نے اور یہ لفظ اسی کے مروی ہیں اور دونوں کا مفہوم ایک دوسرے کے قریب ہے۔ ان کو خالد بن عبداللہ نے داود بن ابو ہند سے، اس نے عباس بن عبدالرحمن ہاشمی، وہ ہاشمی سے، اس نے کندیر بن

سعید سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دور جاہلیت میں حج کیا تھا میں نے ایک آدمی کو دیکھا، وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

رَبِّ رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِی مُحَمَّدًا　　　　یَا رَبِّ رُدَّهُ وَاصْطَنِعْ عِنْدِیْ یَدًا

اے میرے رب میرے جوان محمد کو میرے پاس واپس لوٹا۔ اے میرے رب اسے واپس لوٹا اور مجھ پر احسان فرما

کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو اُونٹوں کی تلاش میں بھیجا تھا جبکہ اس نے اسے کبھی کسی بھی کام کے لئے نہیں بھیجا تھا مگر وہ ہمیشہ کامیاب آتے تھے۔ مگر اس مرتبہ وہ بہت لیٹ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد زیادہ دیر نہیں ٹھہرے تھے کہ نبی کریم ﷺ آ گئے اور اُونٹ بھی۔ عبدالمطلب نے اسے سینے سے لگایا اور کہنے لگے، اے بیٹے! میں تیرے لئے بہت شدید گھبرا گیا تھا، اس قدر کہ میں اتنا شدید کسی چیز کے لئے نہیں گھبرایا۔ اللہ کی قسم! میں نے تجھے کبھی کسی کام سے نہیں بھیجا اور اب تم کبھی بھی مجھ سے جدا نہ ہونا۔ (المستدرک ۲/۶۰۳۔۶۰۴)

اے اللہ سواری واپس کر دے .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوصالح خلف بن محمد کرابیسی نے بخارا میں بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ محمد بن فضل مفسر نے، ان کو احمد بن فضل نے، ان کو عیسیٰ فجار نے، ان کو خارجہ نے، ان کو بہز بن حکیم نے اپنے والد سے، اس نے معاویہ بن حیدہ سے۔ وہ کہتے ہیں حیدہ بن معاویہ جاہلیت میں عمرہ کرنے چلا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شیخ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے۔ اے میرے رب! میرے سوار محمد کو میری طرف واپس لوٹا، اسے میری طرف لوٹا اور یوں مجھ پر احسان فرما۔ میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قریش کا سردار ہے اور یہ سردار کا بیٹا ہے۔ یہ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہے۔ میں نے پوچھا کہ محمد اس کا کیا لگتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس کا پوتا ہے۔ وہ اسے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس کے بہت سارے اُونٹ ہیں۔ جب کوئی اُونٹ بھٹک جاتا ہے، اپنے بیٹوں کو بھیجتے ہیں ان کی تلاش میں۔ جب اس کے بیٹے تلاش سے عاجز آ جاتے ہیں تو یہ پوتے کو بھیجتے ہیں۔ اس نے اسے بھٹکنے والے اُونٹ کی تلاش میں اسے بھیجا تھا جس کی تلاش سے اس کے بیٹے عاجز آ گئے تھے۔ مگر وہ خود بھی نہیں آئے تو یہ کہنے لگے اللہ کی قسم میں بھی مکہ میں نہیں رہوں گا یہاں تک کہ محمد ﷺ آ جائے اُونٹ لے کر۔

(۳) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد ابن اسحاق بن بسار سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ تھے۔ مجھے بات بیان کی عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض اصل سے۔

رسول اللہ ﷺ عبدالمطلب کی مسند پر .... وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے دادا عبدالمطلب کے لئے سائے تلے گدا بچھایا جاتا تھا۔ ان کے بیٹوں میں سے اس کے اُوپر کوئی نہیں بیٹھتا تھا از راہ اکرام و احترام میں۔ مگر رسول اللہ ﷺ آتے اور اس کے اُوپر بیٹھ جاتے تھے۔ چچاؤں میں سے کوئی آتا تو آپ کو جھڑکتا کہ بڑوں کی مسند پر نہ بیٹھا کریں، مگر آپ کے دادا عبدالمطلب یہ کہتے کہ چھوڑو میرے بیٹے کو بیٹھنے دو اور وہ آپ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے اس بیٹے کی ایک شان ہے یعنی اس کا اپنا ایک مقام ہے۔ حضور ﷺ آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ یہ عام الفیل سے آٹھ سال بعد کی بات ہے۔

ابوطالب کو وصیت .... ابن اسحاق نے کہا کہ عبدالمطلب نے ابوطالب کو وصیت کی تھی لوگوں کے گمان کے مطابق ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں۔ یہ اس لئے ہوا کہ عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں سے تھے۔ عبدالمطلب نے کہا تھا لوگوں کے گمان کے مطابق اپنی وصیت کے اندر۔ اور ابوطالب کا نام عبدمناف تھا۔

او صيك يا عبد مناف بعدى — بموحد بعد ابيه فرد
فارقه وهو ضجيع المهد — فكنت كالأم له فى الوجد

میں تجھے وصیت کرتا ہوں اے عبدمناف، میرے بعد اس نوجوان کے ساتھ جو اپنے باپ کے بعد سے اکیلا ہے۔ باپ اس وقت سے اس کو چھوڑ گیا ہے جب وہ ابھی گہوارے میں تھا۔ میں نے جس سے اس کو پایا ہے میں اس کے لئے ماں کی طرح تھا۔

کچھ اور اشعار بھی مذکور ہوئے ہیں ان میں اس نے یہ کہا تھا :

بل احمد رجورته للرشد — قد علمت علام اهل العهد
ان الفتى سيد اهل نجد — يعلو على ذى البدن الاشد

بلکہ میں اس کے بارے میں پُر امید ہوں کہ وہ ہدایت دینے والا ہوگا۔ میں اس کو اپنے پروردگار کا بہت بڑے علم والا سمجھتا ہوں کہ ہوگا یہ جوان اہل نجد کا سردار ہوگا بڑے بڑے مضبوط لوگوں پر غالب آئے گا۔

عبدالمطلب نے وصیت میں یہ بھی کہا تھا :

اوصيت من كنيته بطالب — عبد مناف وهو ذو تجارب
بابن الذى قد غالب غير آيب

میں وصیت کرتا ہوں۔ اس کو میں نے جس کی کنیت طالب رکھی ہے نام اس کا عبدمناف ہے اور وہ خوب تجربہ کار ہے۔ وصیت اپنے بیٹے کے بارے میں کی ہے جو یتیم ہے۔

کچھ مزید اشعار بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کے اندر اس نے کہا تھا :

فلست بالايس غير الراغب — بان يحق الله قول الراهب
فيه وان يفضل آل غالب

میں ناامید نہیں ہوں بلکہ پُر امید ہوں کہ اللہ تعالیٰ واہب کا قول سچا کرے گا۔ محمد ﷺ کے بارے میں۔ اور وہ آل غالب میں فضیلت و برتری پائے گا۔

انى سمعت اعجب العجائب — من كل حبر عالم وكاتب
هذا الذى يقتاد كالجنائب — من حل بالابطح والاخاشب
ايضا ومن تاب الى المشاوب — من ساكن للحرم او مجانب

میں نے ہر بڑے عالم سے اور ہر لکھنے والے سے بڑی عجیب بات سُنی ہے کہ یہ (محمد ﷺ) قیادت کرے گا مثل حکمرانوں کے ہر اس شخص کی جو وادی ابطح میں آباد ہوگا، مثل قد اور بڑے آدمی کے اور ان لوگوں کی بھی قیادت کرے گا جو رجوع کرے گا نیک کاموں کی طرف خواہ وہ حرم کی حدود کے اندر رہنے والے ہوں یا باہر رہنے والوں ہوں۔

☆☆☆

باب ۴۴

وہ اخبار جو وارد ہوئیں نبی کریم ﷺ کے ابوطالب کے ساتھ خروج کے بارے میں جب وہ شام کی طرف تجارت کی نیت سے نکلے تھے اور بحیرہ راہب کا حضور ﷺ کی صفت اور نشانیوں کو ملاحظہ کرنا جن سے اس نے استدلال کیا تھا کہ یہ وہی نبی ہے ان کی کتب میں جس کا وعدہ کیا گیا ہے

صلی اللہ علیہ و سلم

(۱) ہمیں خبر دی ابوالقاسم طلحہ بن علی بن صقر بغدادی نے، وہاں پر ان کو خبر دی ابوالحسین احمد بن عثمان بن یحییٰ آدمی نے، ان کو عباس بن محمد دُوری نے (ح)۔ ان کو ابوعبداللہ حافظ نے اور ان کو احمد بن حسن قاضی اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو قرادابونوح نے، ان کو یونس بن ابواسحاق نے، ان کو ابوبکر بن ابوموسیٰ نے، ان کو ابوموسیٰ نے۔

وہ کہتے ہیں ابوطالب شام کی طرف روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے قریش کے چند دیگر شیوخ کے ساتھ۔ جب یہ راہب کے سامنے پہنچے تو یہ اُتر پڑے۔ پڑاؤ کیا، پلان وغیرہ اُتارے اور راہب نکل کر ان کی طرف آیا اور وہ لوگ اس سے قبل بھی وہاں اس کے پاس اُترتے رہتے تھے۔ اس نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں کیا تھا اور نہ کبھی ان کے پاس اُتر کر آیا تھا۔ یہ لوگ اپنے پلان وغیرہ اُتار رہے تھے۔ اور وہ راہب ان کے بیچ میں پھر رہا تھا۔

راہب نے کہا یہی رسول مبعوث ہیں .... حتیٰ کہ اس نے آکر رسول اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص سارے جہانوں کا سردار ہے۔ سیدالعالمین کا رسول ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجیں گے۔

چنانچہ قریش کے شیوخ نے اس راہب سے کہا، آپ کو کیسے علم ہوا ہے۔ ان باتوں کا۔ اس نے بتایا بے شک تم لوگ جب گھاٹی سے ظاہر ہوئے تھے یہ جس درخت سے گزرا یا پتھر سے گزرے وہ اس کے سامنے سجدے میں گر گیا ہے۔ اور درخت اور پتھر نہیں سجدہ کیا کرتے مگر نبی کے لئے۔ اور بے شک میں اس کو پہچانتا ہوں مہر نبوت ہے اس کے کندھے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی مثل۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اس نے جا کر ان سب کے لئے کھانا تیار کیا اور جب اس کو لے کر وہ ان کے سامنے آیا حضور ﷺ اُونٹوں کو چرانے والوں میں گئے ہوئے تھے۔

اس نے کہا اس کو بلاؤ، جب حضور ﷺ وہاں سے واپس آئے تو آپ کے اُوپر ایک بادل سایہ کر کے آرہا تھا۔ راہب نے کہا کہ دیکھو اس کو اس پر بادل سایہ کر رہا ہے۔ جب حضور ﷺ لوگوں کے قریب آئے حضور ﷺ نے دیکھا کہ سب لوگ حضور ﷺ سے قبل سائے میں بیٹھ چکے ہیں حضور ﷺ جب بیٹھے تو درخت کا سایہ حضور ﷺ کی طرف جھک آیا۔ راہب نے کہا دیکھو ذرا درخت کے سائے کو کہ وہ اس پر مائل ہو گیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اچانک وہ کھڑا ہوا تھا ان لوگوں پر وہ ان کو قسم دے رہا تھا کہ وہ اس کو روم نہ لے جائیں کیونکہ اگر رومیوں نے اس کو دیکھ لیا تو وہ اس کی صفت سے اس کو پہچان لیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔ اچانک اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو نو آدمی اور اصم کی ایک روایت کے مطابق سات آدمی روم سے آگئے ہیں۔ چنانچہ وہ راہب آگے جا کر ان سے ملا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیونکر آئے ہو۔ انہوں نے کہا : کہ

ہم اس نبی کے پاس آئے ہیں جو اس شہر سے نکلنے والے ہیں۔نہیں باقی رہا کوئی راستہ مگر ہر راستے کی طرف بندے بھیج دیئے گئے ہیں۔ ہمیں بھی اس کے بارے میں خبر ملی تھی اور ہم آپ کے پاس اس راستے پر بھیجے گئے ہیں۔راہب نے ان سے پوچھا کہ یہ بتایئے کہ تم لوگ اپنے پیچھے کسی آدمی کو چھوڑ آئے ہو جو تم لوگوں سے بہتر ہو۔انہوں نے بتایا کہ نہیں ہمیں تیرے اسی راستے کی خبر ملی تھی۔راہب نے پوچھا کہ یہ بتاؤ تم لوگ کیا سمجھتے ہو ایک امر کے بارے میں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پورا کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، کیا لوگوں میں ایسا کوئی ہے جو اس کو روک دے؟ انہوں نے کہا نہیں۔راہب نے کہا کہ پھر تم لوگ اس کے تابع ہو جاؤ اور اس کے ساتھ اقامت کرو۔

کہتے ہیں کہ پھر راہب ان لوگوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم میں سے کون اس کا سرپرست ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ابوطالب۔وہ بار بار اس کو قسم دینے لگا۔یہاں تک کہ اس نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔اور ان کے ساتھ ابوبکر نے بلال کو بھیج دیا اور راہب نے حضور ﷺ کے ساتھ زادِ سفر گھی اور کمک دیا۔(ترمذی حدیث ۳۶۲۰)

ابوالعباس نے کہا کہ میں نے عباس سے سُنا، وہ کہتے تھے کہ دنیا میں کوئی مخلوق نہیں جو اس روایت کو بیان کرے سوائے قراد کے اور اس کو قراد سے سُنا احمد نے اور یحییٰ بن معین نے۔

میں کہتا ہوں کہ سوائے اس کے نہیں کہ اس نے اس کے ساتھ ارادہ کیا ہے اس اسناد کے موصول ہونے کا۔بہرحال یہ قصہ اہل مغازی کے ہاں مشہور ہے۔(سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۰۳)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے کہ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہیں۔پھر ابوطالب نے ایک قافلے میں تجارت کی غرض سے شام کے ملک جانے کا ارادہ کیا۔جب روانگی کے لئے تیار ہو گئے اور روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ اس کو چمٹ گئے اور انہوں نے چچا کی اُونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہنے لگے اے چچا جان آپ مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں، نہ میرا باپ ہے نہ ماں ہے؟ لہٰذا ابوطالب کو ان پر ترس آگیا اور کہنے لگا میں ضرور بالضرور ان کو ساتھ لے کر جاؤں گا، یہ مجھ سے جدا نہیں ہوں گے، میں ان سے جدا نہیں ہوں گا ہمیشہ کے لئے یا جیسے بھی کہا ہوگا۔

کہتے ہیں ابوطالب نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے لیا۔جب قافلہ مقام بصریٰ شام کی سرزمین پر اُترا وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اسے بحیراء کہتے ہیں وہ اپنے گرجے میں رہتا تھا اور وہ اہل نصرانیت میں سب سے زیادہ علم والا تھا۔اس گرجے کے اندر کبھی ایسا راہب نہیں ہوا تھا جس کا علم اس جیسا ہوا ہو (گویا کہ وہ سب سے قابل عالم تھا)۔

ان کے دعوے کے مطابق پشت در پشت وہ اس علم کے وارث آرہے تھے۔جب قریش کا یہ قافلہ اس سال بحیراء کے ہاں اُترا اس سے پہلے اکثر قافلے گزرتے رہتے تھے نہ وہ ان لوگوں سے ملتا نہ بات کرتا نہ ہی ان کی طرف توجہ کرتا تھا۔مگر اس سال جب یہ لوگ اس کے گرجے کے قریب اُترے تو اس نے باقاعدہ ان کی دعوت کی۔ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ان لوگوں کے گمان کے مطابق یہ سب کچھ اس نے اس لئے کیا کہ اس نے اپنے گرجے کے اُوپر سے کچھ دیکھا تھا۔قافلے کے اندر جب قافلہ آرہا تھا۔اور اس نے سفید بادل دیکھا تھا جو لوگوں کے اندر اس (محمد ﷺ) پر سایہ کئے ہوئے تھا۔اس کے بعد وہ آکر گرجے کے قریب ایک درخت کے سائے تلے اُترے تو اس نے دیکھا کہ وہ بادل اسی درخت پر سایہ کئے ہوئے تھا اور درخت کی ٹہنیاں رسول اللہ ﷺ پر جھک آئی تھیں اس قدر کہ آپ نے ان سے سایہ حاصل کیا۔

بحیراء راہب نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے گرجے سے نیچے اُتر آیا۔اسی وجہ سے اس نے کھانا تیار کروایا۔پھر ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے آپ لوگوں کے لئے کھانا تیار کروایا ہے اے قریشیو! اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ سب کے سب کھانے پر آؤ چھوٹے بھی بڑے بھی، آزاد بھی غلام بھی۔ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے بحیراء! آج آپ کی جو خاص بات ہے کیوں ہے؟ ہم تو پہلے بھی گزرتے رہتے تھے

کثرت کے ساتھ، آج کیا بات ہے؟ بحیراء نے جواب دیا کہ تم سچ کہتے ہو۔ بات یہی ہے جو آپ کہہ رہے ہو، مگر تم لوگ مہمان ہو، میں تمہارا اکرام کرنا چاہتا ہوں اور میں نے کھانا تیار کروایا ہے تاکہ تمہارے سب لوگ کھالیں۔ چنانچہ وہ سب لوگ پہنچے مگر رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ گئے لوگوں میں سے۔ لوگوں کے سامان میں اپنی کم عمری کی وجہ سے درخت تلے۔

بحیراء نے دیکھا قوم کے اندر اور وہ صفت نہ دیکھی جس کو وہ پہچان رہا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ دیکھ رہا تھا تو اس نے کہا اے قریش کی جماعت! کیا تم سب گئے ہو پیچھے کوئی بھی نہیں رہا۔ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! اے بحیراء ہم میں سے پیچھے کوئی بھی نہیں جس کا آنا ضروری تھا۔ بس ایک لڑکا سامان میں رہ گیا ہے وہ کم عمر ہے سامان میں بیٹھا ہے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ کرو اس کو بھی بلا لو وہ تمہارے ساتھ کھانے میں حاضر ہو جائے۔ قریش میں سے ایک آدمی جو قوم کے ساتھ تھا کہا، لات وعزیٰ کی قسم بے شک یہ بھی ملامت بن گیا ہمارے لئے ابن عبداللہ بن عبدالمطلب کہ وہ کھانے سے پیچھے رہ گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص گیا اور اس کو اپنے ساتھ لے آیا اور لوگوں کے ساتھ بٹھا دیا۔

بحیراء نے جب اسے دیکھا تو شدید طریقے سے اس کو گھورتا رہا اور اس کے جسم پر کچھ چیزیں دیکھتا رہا جو وہ اپنے ہاں پاتا تھا۔ ان کے جسم پر الگ صفت میں۔ حتیٰ کہ لوگ جب کھانا کھا کر چلے گئے تھے، بحیراء کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے لڑکے! میں تجھے لات وعزیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو کچھ پوچھوں آپ مجھے سچ سچ بتانا۔ بحیراء نے یہ قسم اس لئے دی تھی کہ اس نے ان کی قوم سے سُنا تھا کہ وہ لات وعزیٰ کی قسم کھا رہے تھے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تھا کہ مجھ سے لات وعزیٰ کے ساتھ سوال نہ کرنا کسی شئی کا، اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ کسی شئی سے بغض نہیں رکھتا ہوں (یعنی سب چیزوں سے ان کو زیادہ ناپسند کرتا ہوں)۔

بحیراء نے کہا اچھا : میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میں جو پوچھوں گا آپ سچ سچ بتائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا آپ جو چاہیں پوچھیں۔ اب اس نے سوال کرنے شروع کیے۔ کئی چیزوں کے بارے میں، آپ کے حال میں سے آپ کی پسند کے بارے میں، صورت شکل کے بارے میں، کیفیت کے بارے میں دیگر امور کے بارے میں۔ حضور ﷺ نے بھی جواب دینا شروع کیے۔ اس کے جوابات اس کے مطابق ہوتے گئے جو بحیراء کے پاس حضور ﷺ کی صفات تھیں۔ اس کے بعد اس نے آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھا، اس کو مہر نبوت نظر آئی دونوں کندھوں کے درمیان اپنے مقام پر جو صفت اس کے پاس لکھی ہوئی تھی۔

جب وہ سوال جواب کر چکا تو پھر ان کے چچا ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا، اس نے پوچھا کہ یہ لڑکا آپ کا کیا لگتا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیراء نے کہا کہ نہیں یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے، میرے علم کے مطابق تو اس کا باپ مر چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ واقعی یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس کے باپ کا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا تھا اس وقت جب اس کی ماں حمل سے تھی۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے شہر میں واپس لے جائیے اور اس کے بارے میں یہودیوں کا خوف رکھئے۔ اللہ کی قسم اگر انہوں نے اس کو دیکھ لیا اور پہچان لیا جو کچھ میں نے پہچانا ہے تو وہ اس کو نقصان پہنچائیں گے۔ آپ کے اس بھتیجے کی ایک خاص حالت ہونے والی ہے۔ لہٰذا آپ فوراً اس کو اپنے شہر میں لے جائیے۔

چنانچہ آپ کے چچا ابوطالب آپ کو جلدی واپس لے آئے جیسے تجارت سے فارغ ہوئے۔ شام میں لوگوں نے یہ بھی گمان کیا ہے اس میں جو لوگ باتیں کرتے ہیں کہ زبیر اور تمام اور دریس جو کہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ تھے، انہوں نے اس سفر میں جب آپ چچا ابوطالب کے ساتھ تھے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ میں کچھ باتیں دیکھی تھیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بحیراء راہب نے حضور ﷺ سے روکا تھا اور ان کو اللہ سے ڈرایا اور ان کو وہ یاد دلایا تھا جو وہ حضور ﷺ کا ذکر توراۃ میں پاتے تھے۔ اور ان کو کہا تھا کہ اگر تم ان کو نقصان پہنچانے کا طے بھی کر لو تو بھی تم اس تک نہیں پہنچ سکو گے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہ سمجھ لیا جو کچھ اس نے سمجھایا تھا۔ اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تھی۔ اس کے بارے میں جو کچھ اس نے بتایا۔ لہٰذا وہ اس طرح حضور ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

لہٰذا ابوطالب نے اس بارے میں شعر کہے تھے، جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے سفر کو ذکر کرتے ہیں اور یہودیوں کی اس جماعت نے جو ارادہ کیا تھا اور اس بارے میں ان کو بحیرا راہب نے جو کچھ کہا تھا۔

ابن اسحاق نے اس بارے میں تین قصیدے ذکر کیے ہیں۔

(ڈاکٹر عبدالمعطی محشی کتاب ہذا نے حاشیہ میں وہ اشعار نقل کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ان اشعار میں رکاکت ظاہر ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ اشعار وضعی ہیں اور ابوطالب کی طرف محض منسوب ہیں۔ (مترجم)

باب ۴۵

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی حفاظت کرنا

آپ جوانی میں منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ دورِ جاہلیت کی نجاستوں اور عیبوں سے پاک اس لئے کہ وہ آپ کو شرفِ رسالت سے نوازنا چاہتا تھا

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کہا، رسول اللہ ﷺ جوان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے۔ جاہلیت کی گندگیوں، کمزوریوں اور عیبوں سے۔ اس لئے کہ وہ آپ کو نبوت و رسالت کے منصب سے عزت بخشنا چاہتے تھے اور وہ اس وقت اپنی قوم کے دین پر تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بالغ ہو گئے۔ بایں صورت کہ وہ اپنی قوم کے افضل آدمی بن گئے۔ اخلاق و مروت کے اعتبار سے ان سب سے احسن تھے۔ اپنے خلق کے لحاظ سے۔ اکرم اور شریف ترین تھے۔ ان سب سے میل جول اور معاشرت کے اعتبار سے۔ پڑوسیوں کے ساتھ جن کا رویہ احسن تھا، ان سب سے اخلاق میں عظیم نہیں بلکہ اعظم تھے۔ بات کے اعتبار سے صادق نہیں بلکہ اصدق تھے۔ امانت داری کے لحاظ سے عظیم نہیں اعظم تھے۔ فحش کاموں سے اور ان اخلاق سے جو مردوں کو میلا کر دیتے ہیں سب سے زیادہ بعید تھے۔ اپنی طبعی پاکیزگی اور شرافت کی وجہ سے اس قدر کہ آپ کی قوم کے اندر آپ کا اگر کوئی نام پڑ گیا تھا تو وہ صادق اور امین تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر تمام امور صالحہ جمع کر دیئے تھے۔ (ابن ہشام ۱/۱۹۷)

مجھے جو بتایا گیا ہے، یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ اس چیز کے بارے میں بتایا کرتے تھے جو اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی تھی۔ ان کے صغرسنی میں امور جاہلیت سے۔ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے والد اسحاق بن یسار نے اس شخص سے جس نے اس کو حدیث بیان کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جواب ذکر فرماتے تھے اللہ کا آپ ﷺ کی حفاظت کرنا۔ کہ میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ہم لوگ کھیلنے کے لئے پتھر اُٹھا رہے تھے۔ اسی دوران ہم لوگوں نے اپنی چادریں یعنی تہہ بند اُتار کر کندھوں پر رکھ لئے تاکہ ان پر پتھر رکھ کر اُٹھائیں۔ اچانک کسی جھنجھوڑنے والے نے مجھے پکڑ کر سخت طریقے سے جھنجھوڑ دیا۔ پھر کہا کہ تہہ بند باندھئے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے تہہ بند باندھ لیا۔ سب لڑکوں میں تہہ بند باندھ کر اُٹھانے لگا۔

اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑے .... (۲) ہمیں خبر دی ابونصر محمد بن علی بن محمد فقیہ شیرازی نے ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب احزام نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی روح نے اور ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن محمد بن غالب خوارزمی حافظ نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث پڑھی گئی تھی ابوبکر محمد بن جعفر بن ہیثم کے سامنے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد عوام نے ان کو

روح بن عبادہ نے، ان کو زکریا بن اسحاق نے، ان کو عمر بن دینار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن عبداللہ سے، وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ان لوگوں سے ساتھ مل کر کعبے کی تعمیر کے لئے پتھر اُٹھا رہے تھے، آپ نے تہہ بند باندھا ہوا تھا۔ آپ کے ﷺ نے چچا کی بات مان لی اور تہبند اُتار کر کندھے پر رکھ لیا، مگر آپ گر کر بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کبھی بھی اس حالت میں نہ دیکھے گئے۔

دونوں کی حدیث کے الفاظ برابر ہیں۔ اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا مطر بن فضل سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا زہیر بن حرب سے سب روح بن عبادہ سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابو ولید فقیہ نے، ان کو محمد بن زہیر نے، ان کو اسحاق بن منصور نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ نے، ان کو ابوعمرو بن ابوجعفر نے، ان کو عبداللہ بن محمد نے، ان کو محمد بن رافع نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو ابن جریج نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عمرو بن دینار نے کہ اس نے سنا جابر بن عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کعبے کی تعمیر ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ اور عباس پتھر اُٹھا کر لانے لگے۔ عباس نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اپنی چادر اپنے کندھے پر رکھ لیں۔ انہوں نے ایسا کیا تو بے ہوش ہو گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف پتھرا گئیں۔ پھر اُٹھے تو فرمایا میری چادر کہاں ہے، آپ نے چادر باندھ لی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن رافع سے اور اسحاق بن منصور سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمود سے اس نے عبدالرزاق سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا کہ ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو محمد بن بکیر حضرمی نے، ان کو عبدالرحمن بن عبداللہ دشتکی نے، ان کو عمرو بن ابوقیس نے سماک سے، اس نے عکرمہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن عباس ﷺ نے اپنے والد سے کہ وہ بیت اللہ میں پتھر اُٹھا رہے تھے۔ جب قریش نے بیت اللہ کو بنایا تھا۔ کہتے ہیں کہ قریش نے دو دو آدمی الگ کر دیئے تھے پتھر اُٹھانے کے لئے، عورتیں شید اُٹھا رہی تھیں۔ کہتے ہیں میں اور میرا بھتیجا ساتھ اُٹھا رہے تھے۔ ہم اپنی گردنوں پر لاد کر اُٹھا رہے تھے۔ اور ہم لوگوں نے تہہ بند پتھروں کے نیچے رکھ لئے تھے۔ جب لوگوں کے سامنے آتے تھے تو چادر کو تہہ بند کے طور پر باندھ لیتے تھے۔ محمد ﷺ پیدل چل رہے تھے میرے آگے، اچانک وہ گر گئے اور ان کے چہرے پر چوٹ آ گئی۔ کہتے ہیں کہ میں دوڑا دوڑا آیا اور میں نے پتھر ہٹایا وہ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا آپ کو؟ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، جلدی سے انہوں نے اپنی چادر سنبھالی اور فرمانے لگے، میں منع کر دیا گیا ہوں اس سے کہ میں ننگے چلوں۔ میں نے یہ بات لوگوں کو نہ بتائی بلکہ ان سے چھپالی اس خوف کے مارے کہ وہ کہیں گے کہ یہ مجنون ہے (کیونکہ اس معاشرے میں لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے)۔

منکرات کی مجلس سے حفاظت کا انتظام .... (۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے آپ کو محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے حسن بن محمد بن علی بن ابوطالب سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا علی بن ابوطالب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، فرماتے تھے۔ میں نے نہیں ارادہ کیا کسی شی کا جس کا اہل جاہلیت قصد کرتے تھے عورتوں میں سے (تماشہ وغیرہ) مگر دو راتیں۔ ان دونوں راتوں میں بھی اللہ نے مجھے بچایا اور مجھے محفوظ رکھا (تماشہ وغیرہ دیکھنے سے)۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہم اپنی بکریوں کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا آپ میری بکریوں کی دیکھ بھال کریں میں مکے میں جانا چاہتا ہوں۔ میں رات کی قصے کہانیوں کی محفل میں شریک ہوتا ہوں، جیسے نوجوان شریک ہوتے ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ فرماتے ہیں، میں چلا گیا۔ جب ایسی جگہ پہنچا تو میں نے دف وغیرہ اور گانے بجانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا یہاں کیا ہو رہا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں مرد کی فلاں عورت کے ساتھ شادی ہو رہی ہے۔ میں دیکھنے کے لئے جا کر بیٹھ گیا مگر اللہ نے میرے کانوں پر مہر ماردی (اور میں محفل میں ہی سو گیا)۔ اللہ کی قسم میری اس وقت آنکھ کھلی جب مجھے دھوپ لگی۔ میں اُٹھ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا کیا کیا آپ نے؟ میں نے بتایا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر میں نے خبر دی جو کچھ دیکھا تھا (کہ سو گیا تھا سورج کی دھوپ نے اُٹھایا ہے)۔

ایک دوسری رات کا واقعہ ہے کہ میں نے پھر اپنے ساتھی سے کہا، میری بکریوں کی دیکھ بھال رکھنا میں مکے میں رات کو سُنانے والی کہانیوں، قصوں کی محفل میں جاؤں گا۔ اس نے حامی بھرلی اور میں چلا گیا۔ اس رات کو بھی میں نے وہی بات سُنی جو اس رات کو سُنی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہورہا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا فلاں عورت کے ساتھ نکاح ہورہا ہے۔ میں جا کر دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ آج بھی اللہ نے میرے کانوں پر مہر ماردی۔ اللہ کی قسم مجھے صبح کی دھوپ ہی نے اُٹھایا۔ میں اُٹھ کر اپنے ساتھی کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا کہ کیا کیا تھا آپ نے؟ میں نے بتایا کہ کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر میں نے اس کو پوری حقیقت کی خبر دی۔ اللہ کی قسم میں نے اس کے بعد نہ کبھی ایسی محفل میں جانے کا ارادہ کیا اور نہ ہی دوبارہ گیا ایسی کسی چیز میں۔ حتیٰ کہ اللہ نے مجھے عزت بخش دی نبوت ورسالت کے ساتھ۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۴۳۔ البدایۃ والنہایۃ ۲/ ۲۸۷)

(۶) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن بن علی بن عفان عامری نے، ان کو ابواسامہ نے، ان کو محمد بن عمرو نے، ان کو ابوسلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن حاطب نے، اسامہ بن زید سے، اس نے زید بن حارثہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ تانبا کا بنا ہوا بت تھا۔ اس کو اساف یا نائلہ کہتے تھے۔ مشرکین جب طواف کرتے تھے تو اس پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے طواف کیا اور میں نے ان کے ساتھ طواف کیا۔ میں جب بت کی پاس سے گزرا تو میں نے اس پر ہاتھ پھیرا، رسول اللہ ﷺ نے کہا اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ زید کہتے ہیں کہ میں نے طواف کیا تو میں نے دل میں کہا میں اس کو ضرور ہاتھ لگاؤں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو ہاتھ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ باز نہیں آئے؟

آپ علیہ السلام نے کبھی بتوں کو ہاتھ نہیں لگایا .... میں کہتا ہوں کہ دیگر راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے محمد بن عمرو سے اس کی اسناد میں کہ زید نے کہا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو عزت بخشی ہے اور اس پر کتاب اُتاری ہے انہوں نے کسی صنم کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا، حتیٰ کہ نبی بن گئے اور ان پر کتاب نازل ہوگئی۔

اور ہم نے روایت کی ہے بحیراء راہب کے قصے کے اندر کہ جب قریش کی موافقت کرتے ہوئے لات وعزیٰ کی قسم دی تھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے لات وعزیٰ کے ساتھ سوال نہ کیجئے، اللہ کی قسم میں ان سے بڑھ کر کسی شئ کو ناپسند نہیں کرتا ہوں۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو ابوالقاسم طبرانی نے، ان کو معمری نے، ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوسعید احمد بن محمد مالینی نے، ان کو خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے، ان کو ابراہیم بن اسباط نے، ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو جریر نے، ان کو سفیان ثوری نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے، اس نے جابر بن عبداللہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ساتھ ان کے جمع ہونے کی جگہوں پر جایا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پیچھے دو فرشتوں کی آواز سُنی کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے ہمیں لے کر چلو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ ہم ان کے پیچھے کیسے کھڑے ہونگے ان کے تھوڑا سا آگے تو بتوں کا استلام ہوتا ہے؟ کہتے ہیں حضور ﷺ نے جب سے یہ سُنا اس کے بعد سے مشرکین کے مشاہد ومحافل میں کبھی نہ گئے۔

ابوالقاسم نے کہا کہ جابر کو قول کی تفسیر کہ (سوائے اس کے کہ ان کا عہد سے استلام اصنام کا)۔ مطلب یہ کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ موجود ہوئے ہیں جنہوں نے اصنام کا استلام کیا ہے۔ اور یہ واقعہ آپ کے اُوپر نزول سے قبل کا ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ قریش اور وہ لوگ جو ان کے دین پر تھے وہ حُمُس تھے (یہ احمس کی جمع ہے، مراد شدید الصلب ہے حماسہ سے ماخوذ ہے یعنی شدت۔ ان کا نام حمس اس لئے پڑا کہ وہ بزعم خود اپنے دین میں سخت تھے)۔ مترجم

عرفہ کی شام کو مزدلفہ میں قیام کرتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ ہم قُطن البیت ہیں (سیرت ابن ہشام میں ہے نَحْنُ قُطَّانُ مَكَّةَ ہے یعنی ہم قطان مکہ اور اسی کے باسی ہیں ہم بنو ابراہیم ہیں اور اہل حرمت ہیں)۔ مترجم

اور باقی لوگ عرفات میں ٹھہرتے تھے۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ' پھر آگے بڑھے اور عرفات میں لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا شروع کیا۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں ہشام سے۔

(۹) ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس بن شبیب نے ابن اسحاق سے، ان کو عبداللہ بن ابو بکر نے، ان کو عثمان بن ابو سلیمان نے نافع بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس وقت جب وہ اپنی قوم کے دین پر تھے۔ وہ اپنے اُونٹ پر عرفات میں وقوف کر رہے تھے اپنی قوم کے بیچ میں، یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ بھی وہ پاس سے روانہ ہوئے تھے۔ ان کے لئے اللہ کی طرف سے دی گئی توفیق کے ساتھ۔ (السیوطی فی الخصائص الکبریٰ ۱/۹۰)

میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ (عَلٰی دِيْنِ قَوْمِهٖ) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر ان میں ابراہیم و اسماعیل کا دینی ورثہ باقی رہ گیا تھا ان کے حج کرنے میں باہم نکاح میں اور خرید و فروخت میں شرک کے ماسوا بے شک رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے ساتھ قطعاً شرک نہیں کیا تھا۔

پیچھے ہم نے ان کے بارے میں لات و عزیٰ کے ساتھ بغض کو جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس کی دلیل ہے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو سعد احمد بن محمد مالینی نے، ان کو خبر دی ابو احمد بن عدی حافظ نے، ان کو یحییٰ بن علی بن ہشام خفاف نے، ان کو ابو عبدالرحمن آذرمی نے، ان کو اسماعیل بن علیہ نے، ان کو عبدالرحمن بن اسحاق نے، اس نے زہری سے، اس نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے عبدالرحمن بن عوف سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں حاضر ہوا اپنی پھوپھی کے ساتھ (حلف المطیبین[1] میں) میں پسند کرتا تھا کہ میں اس کو توڑ دوں یا اس جیسا کوئی کلمہ کہا تھا۔ اور میرے لئے سُرخ اُونٹ ہوں۔

اسی طرح اس کو روایت کیا ہے بشر بن مفصل نے عبدالرحمن سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ہے ابو نصر بن قتادہ نے ان کو ابو عمرو بن مطر نے، ان کو ابو بکر احمد بن داؤد سمنانی نے، ان کو معلّٰی بن مہدی نے، ان کو ابو عوانہ نے، ان کو عمر بن ابو سلمہ نے اپنے والد سے۔ اس نے ابو ہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں قریش کے کسی حلف اور معاہد میں شریک نہیں ہوں مگر حلف المطیبین میں میں نہیں پسند کرتا تھا کہ میرے سُرخ اُونٹ ہوں۔ اور میں اس کو توڑ چکا ہوتا۔

---

[1] روایت میں حلف المطیبین کا لفظ وارد ہوا ہے۔ حلف عربوں کے اس معاہدے کو کہتے ہیں جو وہ باہم قسمیں کھا کر کرتے تھے۔ حلف المطیبین کا مطلب خوشبو لگانے والوں یا خوشبو استعمال کرنے والوں کا معاہدہ ہے۔ اس لئے کہ معاہدہ کرنے والوں نے خوشبو کا ایک تھال کعبے میں رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے معاہدہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ خوشبو میں ڈالے تھے پھر وہ ہاتھ کعبے کی دیواروں پر مسل دیئے تھے۔ معاہدہ کو پکا کرنے کے لئے۔ یہ معاہدہ اس وقت ان کو کرنا پڑا تھا جب بنی عبد مناف میں اور بنو عبدالدار میں تنازعہ کھڑا ہو گیا تھا۔ سقایہ، حجابہ، رفادہ، لواء، اور ندوہ کے بارے میں۔ سقایہ، حجاج کو زمزم پلانے کا حق اور حجابہ بیت اللہ کی دربانی چابی برداری کا حق۔ افادہ باہر سے آنے والے حجاج کی مدد کے لئے رکھے ہوئے مال کے اختیارات۔ لواء وہ جھنڈا جو سردار کے پاس ہوتا تھا اس کے رکھنے کا حق۔ ندوۃ مشورہ گاہ میں سب کو بلانے اور اس کی سرپرستی کرنے کا حق ہوتا تھا۔ اور

مطیبون سے مراد قریش کے مندرجہ ذیل قبائل تھے۔ بنو عبد مناف، بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو عبد شمس، بنو نوفل، بنو زہرہ، بنو اسد، بنو عبدالعزیٰ، بنو تیم، بنو حارث بن فہر کے پانچ قبائل جنہوں نے اس بات پر معاہدہ کیا تھا کہ مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوائیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے، ایک دوسرے کو رسوا نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ اور معاہدہ کے بعد خوشبو کے تھال میں ہاتھ مار کر کعبے پر مل کر معاہدہ کو پکا کیا تھا اور اللہ کو گواہ کیا تھا کہ یہ اس بات کی علامت تھے کہ یہ معاہدہ خوشبو کی طرح صاف اور بے لاگ ہے۔

فرمایا کہ مطیبین، ہاشم اور اُمیہ اور زہرہ اور مخزوم تھے۔ اسی طرح روایت کی گئی یہ تفسیر حالانکہ حدیث میں درج ہے اور اس کا قول کرنے والے کو نہیں جانتا اور بعض اہل سیر نے گمان کیا ہے کہ آپ نے اس سے مراد حلف الفضول لی تھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے حلف المطیبین نہیں پائی تھی۔

ابن اسحاق نے گمان کیا ہے کہ یہ حلف یعنی آخیر وہ ہے جو انہوں نے ایک دوسرے کے تناظر پر باندھا تھا۔ اور ظالم سے مظلوم کا حق دلوانے پر۔ اس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسدا، بنو زہرہ اور بنو تمیم موجود تھے۔ ہم نے اس کو مفصل طور پر کتاب السنن میں ذکر کیا ہے۔
(السنن الکبریٰ ۶/۳۶۶)

(۱۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن شیبان رملی نے، ان کو احمد بن ابراہیم نے، ان کو ہیثم بن جمیل نے، ان کو زہیر نے محارب بن دثار سے۔ اس نے عمرو بن یثربی سے، اس نے عباس بن عبدالمطلب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ مجھے بلایئے اپنے دین میں داخل ہونے کے لئے۔ امارۃ ہے آپ کی نبوت کے لئے، میں نے آپ کو گہوارے میں دیکھا تھا آپ چاند کو دیکھ رہے تھے اور اس کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کر رہے تھے۔ آپ جس طرف اشارہ کرتے تھے وہ ادھر ہی جھک جاتا تھا۔

عباس کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے باتیں کرتا تھا حضور مجھ سے۔ مجھے رونے سے غافل کر رہے تھے۔ اور میں ان کے گرنے کی آواز سنوں گا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ زیر ہوں گے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۶)

اس روایت کے ساتھ حلبی کی اپنی اسناد منفرد ہے اور مجہول بھی ہے۔

مذکورہ معاملات میں قبائل میں جنگ شروع ہونے والی تھی کہ یکا یک معاہدہ ہو گیا اور صلح ہو گئی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ سقایہ اور رفادہ کا منصب بنو عبد مناف کے لئے ہوگا۔ حجابہ، لواء اور ندوہ بنو عبدالدار کے پاس ہوگا۔

اس پر ہر فریق راضی ہو گیا۔ اسی پر لوگ جنگ سے باز آ گئے۔ اس کے بعد سب لوگ اس معاہدہ پر پکے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی پر فرمایا تھا:

مَا كَانَ مِنْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ الْأَشَدَّةً

اسلام سے قبل جو بھی معاہدہ تھا اسلام نے اس کو مزید پکا کر دیا ہے۔

باب ۴۶

بنآءِ کعبہ بطور اختصار

اور اس میں رسول اللہ ﷺ پر جو آثار ظہور پذیر ہوئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا، وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔
مبارک ہے اور سارے جہاں والوں کے لئے باعث ہدایت ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد روذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو سعدان بن نصر نے، ان کو ابو معاویہ نے، ان کو اعمش نے، ان کو ابراہیم نے اپنے والد سے، اس نے ابو ذر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)

کونسی مسجد دھرتی پر سب سے پہلے قائم کی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ مسجد الحرام۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اس کے بعد پھر کونسی؟ آپ نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ دونوں میں کتنے عرصہ کا فرق تھا؟ آپ نے فرمایا کہ چالیس سال۔ جہاں پر نماز کا وقت آجائے بس نماز پڑھ لے وہی مسجد ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے اور دیگر نے ابووہاب سے۔ اور بخاری نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے اعمش سے۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ صفار نے، ان کو احمد بن مہران نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے، ان کو اسرائیل نے ابویحییٰ سے۔ اس نے مجاہد سے، اس نے عبداللہ بن عمرو سے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیت اللہ زمین سے دو ہزار سال قبل تھا۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۔ جب زمین دراز کی جائے گی۔ (المستدرک ۲/۵۱۸)

فرمایا کہ اس کے نیچے سے کھینچی جائے گی۔ منصور نے مجاہد سے اس کا متابع بیان کیا ہے۔

آدم علیہ السلام کی تعمیر .... (۳) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی نے، ان کو یحییٰ بن عثمان بن صالح نے، ان کو ابوصالح جہنی نے، ان کو لہیعہ نے یزید سے، اس نے ابوالخیر سے، اس نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا آدم اور حوا کے پاس۔ اس نے ان دونوں سے کہا کہ آپ دونوں میرے لئے ایک لئے ایک عمارت بنائیں اور جبرائیل علیہ السلام نے ان دونوں کے لئے خط کھینچا، لکیر لگادی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کھدائی کرنے لگے اور حوا اس میں سے مٹی نکالنے لگی۔ یہاں تک کہ نیچے سے پانی آگیا ان کی طرف وحی کی۔ اب آپ اس کے گرد طواف کریں (چکر لگائیں)۔ اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے آدمی ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔

اس کے بعد صدیاں گزرتی رہیں۔ حتیٰ کہ نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا۔ اس کے بعد زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی سے بنیاد اٹھائیں۔

اس روایت میں ابن لہیعہ متفرد ہے، اس طرح اس نے مرفوعاً روایت کی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۹۹)

(۴) ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ربیع بن سلیمان نے، دونوں نے کہا ان کو خبر دی شافعی نے ان کو خبر دی سفیان نے ابن ابولبید سے، ان کو محمد بن کعب قرظی نے یا دیگر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حج کیا اور اس کو فرشتے ملے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے حج کے احکامات پورے کیجئے۔ ہم نے اب سے دو ہزار سال پہلے حج کیا تھا۔

طوفانِ نوح علیہ السلام سے بیت اللہ کا منہدم ہونا .... (۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ اس کو اہل مدینہ کے ایک ثقہ آدمی نے عروہ بن زبیر سے کہ اس نے کہا کہ ہر ایک نبی نے حج کیا ہے جتنے نبی گزرے ہیں مگر وہ نبی جو ہود اور صالح علیہما السلام سے تھا۔ نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا تھا، جب دھرتی پہ غرق ہونے کا واقعہ پیش آیا یعنی طوفان آیا تو جیسے زمین کو جو کچھ پیش آیا تھا بیت اللہ کو بھی وہی کچھ پیش آیا۔ اس وقت بیت اللہ (منہدم ہوجانے کے باعث) محض ایک سُرخ ٹیلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ اپنی قوم کے معاملے میں مصروف رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبض کرلیا اپنی طرف۔ انہوں نے حج نہیں کیا تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اللہ نے صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ بھی اپنی قوم کے معاملے میں مشغول رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف قبض کرلیا۔ انہوں نے بھی حج نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ پھر جب اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ٹھکانہ دیا تو انہوں نے حج کیا۔ ان کے بعد کوئی نبی باقی نہ رہا سب نے حج کیا ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے، ان کو خبر دی ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو فیاض بن زہیر اور محمود بن غیلان نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالحسن محمد بن حسن بن منصور نے، ان کو خبر دی ہارون بن یوسف بن زیاد نے، ان کو ابن ابوعمر نے سب نے ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق سے، ان کو معمر نے کثیر بن کثیر بن عبدالمطلب ابووداعہ اور ایوب سختیانی سے، ان دونوں میں ایک دوسرے پر زیادہ کرتا ہے سعید بن جبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے فرمایا، اے جوانوں کی جماعت! مجھ سے تم لوگ کچھ پوچھ لو، قریب ہے کہ میں تمہارے سامنے سے چلا جاؤں۔ لہٰذا لوگوں نے ان سے کثرت کے ساتھ سوال کرنا شروع کئے۔

اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کی مکہ آمد .... ایک آدمی نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے کیا آپ نے یہ مقام دیکھا ہے۔ کیا یہ ایسے ہے جیسے بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ کیا حدیث بیان کرتے تھے؟ فرمایا کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آئے تھے تو اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے ان کو اپنے ہاں رکنے کی درخواست کی تھی تو انہوں نے رکنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا وہ یہ پتھر آپ کے لئے لائی اور لاکر ان کے لئے رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طرح بات نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلی عورت جس نے کمر پٹہ باندھا تھا وہ اُم اسماعیل علیہ السلام تھی اس نے کمر پٹہ اس لئے استعمال کیا تھا تا کہ مٹا دے اپنا اثر سارہ پر (یعنی خادمہ بن کر دکھائے)۔ اس کے بعد ان کو ابراہیم علیہ السلام لے آئے اور ان کے بیٹے اسماعیل جب کہ وہ اسے دودھ پلا رہی تھی۔ انہوں نے ان کو لا کر بیت اللہ کے پاس بٹھا دیا تھا۔

اس وقت مکہ میں کوئی ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ انہوں نے دونوں کو یہاں لا کر چھوڑ دیا تھا اور ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس کے اندر سوکھی کھجوریں تھیں اور ایک مشک تھی جس کے اندر پانی تھا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے تھے۔ جاتے ہوئے پیچھے مڑ کر انہوں نے دیکھا تو اُم اسماعیل ان کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ پوچھنے لگی، اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں اس وادی میں اکیلے چھوڑ رہے ہیں، جس میں نہ کوئی انیس ہے نہ ہی کوئی چیز ہے؟ اُم اسماعیل نے تین مرتبہ یہ بات کہی مگر انہوں نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ پھر اُم اسماعیل نے پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں! پھر کہنے لگی، پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے یہاں تک کہ جب وہ گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے، انہوں نے وہاں سے بیت اللہ کی طرف منہ کیا اور یہ دعائیں کیں اور اپنا ہاتھ اُٹھایا :

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ سے لےکر لَعَلَّھُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ تک ۔ (سورۃ ابراہیم ۔ ۳۷)

پانی کی تلاش میں دوڑ دھوپ .... ادھر اُم اسماعیل اسے دودھ پلانے لگی اور مشک کا پانی پینے لگی، یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا جو کچھ مشک میں تھا۔ پیاسی ہوگئی اور بچہ بھی پیاسا ہو گیا اور بھوکا ہو گیا۔ ماں حسرت بھری نگاہوں سے بچے کو دیکھنے لگی اور بچہ بلبلانے لگا۔ وہ اس کے پاس کھڑی ہو کر وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگی کہ کیا کوئی انسان نظر آتا ہے؟ مگر اسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ پھر وہ صفا پہاڑی سے نیچے اُتر آئی، جب وہ نیچے وادی میں پہنچی تو اس نے اپنا دامن سمیٹا اور دوڑی جیسے کوئی پریشان انسان بھاگتا ہے، یہاں تک کہ بھاگ کر اس نے وہ وادی عبور کر لی اور وہ یوں مروہ کی چٹان پر چڑھی۔ اس پر کھڑی ہو کر دیکھا کیا کوئی اس کو نظر آتا ہے۔ مگر اب بھی اسے کوئی نظر نہ آیا۔ لہٰذا اس نے اس پریشانی میں بے خود ہو کر سات بار یہی عمل کیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسی لئے لوگ بھی صفا اور مروہ کے مابین سعی کرتے ہیں۔

زمزم کا کنواں .... اب جب وہ مروہ پہاڑ پر چڑھی تو اس نے ایک آواز سُنی اور اس نے اپنے آپ سے کہا کہ ٹھہر ٹھہر۔ پھر اس نے کان لگایا، پھر اس نے کچھ سُنا اور بولی کہ مجھے کچھ سُنائی دے رہا ہے، شاید کوئی میری فریاد سُن رہا ہے۔ یکا یک کیا دیکھتی ہے کہ کوئی فرشتہ ہے جو مقام زمزم پر اپنی ایڑی سے یا اپنے پروں سے زمین کھود رہا ہے۔ حتیٰ کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ اور اُم اسماعیل اس کو ادھر اُدھر سے روکنے اور جمع کرنے لگی تا کہ یہ ضائع نہ ہو جائے۔ اور چلّو بھر بھر کر مشک میں بھرنے لگی اور وہ جس قدر چلّو بھرتی اسی قدر اور بھر آتا تھا۔

حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا، اللہ رحم فرمائے اُم اسماعیل پر اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتی یا یوں فرمایا تھا کہ اگر وہ پاس میں سے چلّو نہ بھرتی تو زم زم ایک عام بہتا ہوا چشمہ بن جاتا۔

بہرحال اس نے پانی پیا اور اپنے بیٹے کو دودھ پلایا اور فرشتے نے اسے کہا آپ ہلاکت کا خوف نہ کریں یہاں پر بیت اللہ ہے اس کو یہ بچہ اور اس کا والد آباد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس گھر کے بسنے والوں کو ضائع نہیں کریں گے۔ بیت اللہ ایک ٹیلہ کے مانند اُونچی جگہ تھی۔ سیلاب آتے رہتے تھے اور دائیں بائیں سے اس کو کم کرتے رہتے تھے۔ اس طرح زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ یہاں ایک قوم (جُرھُم) کا گزر ہوا، یا جرھُم کے کسی گھرانے کا۔ جو کداء پہاڑی کی طرف سے (یعنی بالائی مکہ سے)۔ ادھر کا رُخ کرکے آئے تھے۔ اور وہ اس مقام زم زم پر اُترے (یعنی اسفل مکہ میں)۔ انہوں نے دُور سے یہاں پر کسی پرندے کو منڈلاتے دیکھا تو کہنے لگے یہ پرندہ گھوم رہا ہے ضرور یہاں کوئی پانی ہے۔ اور ہماری ضرورت ایسی وادی ہے جہاں پانی ہو۔ لہٰذا انہوں نے ایک یا دو نمائندے بھیجے۔ انہوں نے معلوم کرکے جا کر ان کو اس وادی میں پانی کے موجود ہونے کی اطلاع دی۔ لہٰذا وہ سب لوگ اس جگہ آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس پانی پر اس عورت اُم اسماعیل کا قبضہ ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ ہمیں اس بات کی اجازت دیں گی کہ ہم لوگ بھی آپ کے پاس پڑاؤ ڈالیں؟ اُم اسماعیل نے ان کو اجازت دے دی۔ لیکن تمہارا اس پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُم اسماعیل نے یہ اس لئے کیا کہ وہ اکیلی تھی انسانوں کے ساتھ انس چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ بھی اس کے ساتھ رہنے لگے، وہ کئی ایک گھرانے تھے، رہتے رہے۔ اتنے میں یہ بچہ اسماعیل بھی جوان ہوگیا اور ان سے عربی زبان بھی سیکھ گیا۔

اَوَّلُ مَنْ نَطَقَ بِالْعَرَبِيَّةِ اِسْمَاعِيْل ۔ (حاکم)

چنانچہ وہ لوگ بھی اسماعیل علیہ السلام میں رغبت کرنے لگے اور اس کو پسند کرنے لگے، یہ بھی ان کو اچھے لگے تھے۔ جب یہ جوان ہوگئے تو انہوں نے اس کو اپنے میں سے ایک عورت دے دی، اس کے ساتھ اس کی شادی کردی۔ پھر اُم اسماعیل کا بھی انتقال ہوگیا۔

معمر کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے کہ انہوں نے کہا تھا قریش ہے۔ بے شک تم لوگوں سے پہلے اس گھر کے سرپرست اور والی۔ میرا خیال ہے کہ یوں کہا تھا کہ طَسْم تھے۔ انہوں نے اس بارے میں سستی یا غفلت کی تھی، وہ اس کی حرمت بجا نہ لائے، پھر اللہ نے ان کو ہلاک کردیا تھا۔ اس کے بعد جُرھُم اس کے سرپرست بنے۔ انہوں نے بھی اس معاملے میں غفلت سے کام لیا وہ بھی حرمت بجا نہیں لائے، پھر اللہ نے ان کو بھی ہلاک کردیا۔ تم لوگ اس بارے میں غفلت نہ کرو۔ اس کی حرمت کی تعظیم بجالاؤ۔ اس کی بات واپس لوٹ آتی ہے سعید بن جبیر کی طرف۔

انہوں نے فرمایا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام اس وقت آئے جب اسماعیل علیہ السلام شادی شدہ تھے۔ وہ اپنے اس بیٹے کو دیکھنے آئے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام موجود نہ تھے۔ انہوں نے ان کی بیوی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے رزق روزی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری زندگی کیسی گزر بسر ہورہی ہے۔ اور تمہاری حالت کیسی ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ ہم لوگوں کی حالت خراب ہے۔ ہم بڑی تنگ اور سختی میں ہیں۔ اس نے ان کے سامنے شکایت کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو ان کو سلام کہو اور اس سے کہنا کہ وہ دروازے کی چوکھٹ کو تبدیل کرلے۔

ناشکری کی سزا .... جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو گویا انہوں نے کچھ محسوس کیا کہ گھر میں شاید کوئی آیا ہے، انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے بتایا کہ جی ہاں، ہمارے یہاں ایک بزرگ آئے تھے، ایسا حلیہ تھا۔ انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا اور ہماری گزر بسر کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا ہم لوگ تکلیف اور مشقت میں ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا

انہوں نے آپ کو کوئی وصیت بھی کی؟ بیوی نے بتایا کی جی ہاں، انہوں نے کہا تھا کہ میں آپ کو سلام کہوں اور وہ آپ کو کہہ رہے تھے کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اور وہ چوکھٹ تم ہو۔ وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں آپ کو الگ کردوں۔ لہٰذا آپ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ، اور اس کو طلاق دے دی۔ اور انہوں نے انہیں لوگوں میں دوسری عورت سے شادی کرلی۔

شکر گزار ہونے کا صلہ .... پھر ابراہیم علیہ السلام ایک عرصہ تک واپس نہیں آئے۔ جب آئے تو پھر اسماعیل علیہ السلام موجود نہیں تھے۔ وہ ان کی دوسری بیوی کے پاس گئے۔ اس سے ان کی زندگی گذران کا پوچھا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم لوگ بخیریت ہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ ہم لوگ فراخی میں ہیں۔ اس بیوی نے اللہ کی تعریف کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم لوگوں کا کھانا کیا ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ گوشت ہوتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا پینا کیا ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پانی پیتے ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی :

اللّٰهم بارك لهم في اللحم والماء ۔ اے اللہ ان کے لئے گوشت میں اور پانی میں برکت عطا فرما۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت ان کے لئے غلہ دانے وغیرہ نہیں ہوتے تھے، اگر ہوتے تو وہ ضرور ان کے لئے بھی دعا کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گوشت اور پانی کے لئے بغیر خوارک کے مکہ میں موافق آتے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں اور موافق نہیں آتے (گویا یہ حضرت ابراہیم کی دعا کی برکت ہے)۔ مترجم

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا :

''جب آپ کے شوہر آئیں تو ان کو میرا اسلام بولنا اور انہیں کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو مضبوط رکھیں''۔

جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو کچھ محسوس کر کے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے جواب دیا، جی ہاں! ایک خوبصورت شکل بزرگ آئے تھے، اس نے ان کی تعریف کی۔ اور بتایا کہ انہوں نے آپ کے لئے پوچھا تھا۔ میں نے ان کو بتایا۔ پھر انہوں نے ہم لوگوں کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ ہم لوگ خیریت سے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی وصیت بھی کی تھی؟ بیوی نے بتایا کہ جی ہاں! انہوں نے سلام کے لئے کہا تھا اور آپ کے لئے پیغام تھا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔

اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ وہ میرے والد تھے۔ اور وہ چوکھٹ تم ہو، وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں تھامے رکھوں۔ پھر عرصے تک وہ ان کے پاس نہیں آئے۔ اس کے بعد پھر آئے۔

معمر نے کہا کہ میں نے ایک آدمی سے سُنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر آیا کرتے تھے۔ پھر بات لوٹی سعید بن جبیر کی طرف۔ سعید نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام جب (تیسری بار) آئے تو اسماعیل تیروں کو بھالے لگا رہے تھے ایک درخت کے نیچے زم زم کے قریب۔ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہوگئے اور دونوں نے ایسے کہا یا (کیا) جیسے ایک والد بیٹے کے ساتھ اور ایک بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے یعنی (گلے لگایا، مصافحہ کیا، ہاتھوں کو بوسہ دیا)۔

معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے سُنا۔ وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم و اسماعیل دونوں رو پڑے، حتیٰ کہ پرندوں نے بھی ساتھ رونا شروع کردیا۔ پھر بات لوٹ جاتی ہے سعید بن جبیر کی طرف کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے اسماعیل بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے ایک چیز کا۔ انہوں نے جواب دیا، اللہ نے جو حکم دیا ہے آپ وہ پورا کیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا میرے ساتھ تعاون کریں گے؟ اسماعیل نے جواب دیا کہ میں آپ سے تعاون کروں گا۔

اس مقام پر حاشیہ میں ڈاکٹر عبدالمعطی محشی کتاب ہذا لکھتے ہیں کہ کہا گیا کہ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو سال تھی اور اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔ واللہ اعلم (مترجم)

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں (بیت اللہ)۔ فرمایا کہ اس وقت بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھائی گئیں۔ فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا کر لاتے تھے۔ اور ابراہیم دیواریں بناتے تھے۔ یہاں تک کہ دیوار اُونچی ہوگئی تو وہ اس پتھر کو لے آئے اور لاکر رکھ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوگئے اور دیوار اُونچی کرتے گئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر دیتے گئے اور دونوں یہ کہہ رہے تھے :

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (الآیۃ : ۱۲۷ من سورۃ البقرۃ)

اے ہمارے پروردگار تو ہی ہم سے اس کو قبول فرما، بے شک آپ سننے اور جاننے والے ہیں۔

اور وہ بیت اللہ کے گرد گھومتے گئے اور دیواریں اُونچی کرتے گئے اور یہ دعا پڑھتے رہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا .... الخ

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن محمد سے اس نے عبدالرزاق سے۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی اسفاطی نے یعنی عباس بن فضل نے ان کو احمد بن شبیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے یونس سے، اس نے زہری سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی حجبی نے، اس نے سُنا عبداللہ بن عمر سے۔ بے شک حجر اسود اور مقام ابراہیم بہشت کے یاقوت کے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کو بنی آدم کے گناہ لگ گئے تو مشرق و مغرب کو روشن کر دیتا۔ نہیں ہاتھ لگا تا ان دونوں کو صاحب آفت و مصیبت اور نہ ہی کوئی بیمار مگر شفایاب ہو جاتا ہے۔

(ترمذی ۸۷۸۔ مسند احمد ۲/۲۱۳۔۲۱۴)

حجر اسود جنتی پتھر ہے .... (۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسباط بن نصر ہمدانی نے اسماعیل ابن عبدالرحمن سدی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تھے تو ان کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور دوسرے ہاتھ میں ورق تھا۔ چنانچہ وہ پتا ہندوستان میں اُگا تو جتنی تم لوگ خوشبو دیکھتے ہو اسی سے ہے۔ بہر حال وہ سفید یاقوت اس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو بنایا اور حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئے مجھے کہا کہ حجر اسود لاؤ تا کہ میں اس کو نصب کر دوں اسی جگہ۔ چنانچہ وہ ان کے پاس پہاڑ سے پتھر لے آئے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ اس کے علاوہ لاؤ۔ وہ بار بار لاتے رہے مگر ابراہیم علیہ السلام اس کو رد کرتے رہے، جو لاتے رہے وہ اس سے راضی نہیں ہوئے تھے۔ وہ ایک مرتبہ چلے گئے تو جبرائیل ہندوستان سے وہ پتھر لے آئے آدم علیہ السلام جنت سے لے کر نکلے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو نصب کر دیا۔ جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو کہنے لگے کہ اس کو کون آپ کے پاس لے کر آیا ہے؟ فرمایا کہ وہ لایا ہے جو آپ سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

(حاشیہ) محشی کتاب ہذا ڈاکٹر عبدالمعطی لکھتے ہیں کہ اَنْفَرَدَا الْبَيْهَقِيُّ بِاَخْرَاجِه بس بیہقی نے ہی اس کو نقل کیا ہے اور کسی نے نہیں۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدالرحمن بن حسن قاضی نے، ان کو ابراہیم بن حسن نے، ان کو آدم بن ابوایاس نے۔ ان کو ورقاء نے، ان کو عطاء بن سائب نے سعید بن جبیر سے، ان کو عباس نے اللہ کے اس قول کے بارے میں :

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (سورۃ الحج : آیت ۷۳)

آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے۔

فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کا حج کرو۔ چنانچہ ان کی آواز اور اعلان کو سن کر سب چیزوں نے جواب دیا، پتھروں نے اور درختوں نے اور ٹیلوں نے اور مٹی نے اور ہر شئے نے سب نے یوں کہا :

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ

تعمیر قریش .... (۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو عبداللہ بن حماد نے، ان کو داؤد عطار نے، ان کو ابن خثیم نے ابوالطفیل سے، اس نے کہا کہ میں نے ان سے عرض کی اے ماموں جان! آپ مجھے کعبے کی حالت کے بارے میں بات بیان کریں کہ قریش کے اس کو بنانے سے پہلے اس کی کیا حالت تھی؟ انہوں نے بتایا کہ پتھر تھے خشک، پسپائی کئے ہوئے بھی نہیں تھے (دیواریں اتنی چھوٹی کہ) بکری کے بچے اس پر کود جاتے اور کپڑے ڈال دیئے جاتے تھے دیواروں پر، پھر لٹکا دیئے جاتے تھے۔

اس کے بعد رُوم کے ملک سے ایک جہاز آیا تھا سمندر میں جب وہ جدہ کے جنوبی ساحل بمقام شعیبہ میں پہنچا تو وہ پاش پاش ہو گیا۔ قریش سواری پر بیٹھ کر وہاں گئے اور اس کی لکڑیاں پکڑ کر لے آئے۔ ایک رُومی ترکھان تھا اس کو بلقوم ترکھان کہتے تھے وہ بناتا تھا۔ جب یہ مکہ میں واپس آ گئے، کہنے لگے اگر ہم لوگ اپنے رب کا گھر بنا لیتے تو اچھا ہوتا۔ لہٰذا سب اس بات پر متفق ہو کر جمع ہو گئے اور پتھر جمع کرنے لگے بطحاءِ مکہ سے، اجیاد کی اطراف سے۔ رسول اللہ بھی وہ پتھر اُٹھا رہے تھے کہ (کسی طرح آپ کی چادر، تہہ بند گر گیا) اور آپ کی شرم گاہ یعنی ستر کھل گیا۔ چنانچہ آواز آئی اے محمد! اپنا ستر ڈھکیئے۔ بس یہ پہلی پکار یا آواز تھی جو آپ کو آواز دی گئی۔ واللہ اعلم

لہٰذا نہ اس سے قبل کبھی نہ اس کے بعد کبھی آپ کا ستر دیکھا گیا۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو بکر بن محمد صیرفی نے مقام مرو میں، ان کو احمد بن حیان بن ملاعب نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ اور محمد بن سابق نے، ان کو اسرائیل نے، ان کو سماک بن حرب نے، ان کو خالد بن عرعرہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی ﷛ سے پوچھا پہلے گھر کے بارے میں جو لوگوں کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا مکہ مکرمہ میں جو بابرکت ہے۔ کیا وہی پہلا گھر ہے جو دھرتی پر بنایا گیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں وہ پہلا گھر ہے جس میں برکت اور ہدایت رکھی گئی ہے۔ اور مقام ابراہیم اور جو شخص بھی اس میں داخل ہوگا وہ ارض والا ہوگا۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ اس کی تعمیر کیسے ہوئی؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ابراہیم علیہ السلام کی طرف کہ میرے لئے دھرتی پر ایک گھر بنایئے۔ لہٰذا ان کا دل اس بات سے تنگ ہو گیا (گویا وہ سوچ میں پڑ گئے کہ کہاں اور کیسے؟)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سکینہ اُتارا۔ وہ ایک شدید ہوا تھی۔ اس کا ایک لمبا اور بالائی حصہ تھا۔ وہ جھونکا ایک بگولے کی صورت میں آیا بیت اللہ کی جگہ آ کر گول گول گردش کرنے لگا جیسے سانپ گول کنڈلی مارتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بنانا شروع کیا وہ ہر روز بنڈلی کے برابر دیوار بناتے تھے۔ جب وہ حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا، آپ کوئی پتھر تلاش کر کے لائیں۔ انہوں نے اسی جگہ ایک پتھر ڈھونڈا اور اس کو والد کے پاس لے کر آئے۔ مگر انہوں نے آ کر دیکھا تو حجر اسود جوڑا ہوا ہے۔ بیٹے نے والد سے پوچھا کہ یہ آپ کے پاس کہاں سے آ گیا؟ والد نے فرمایا کہ اس کو وہ ہستی لائی ہے جس نے اس کا بنانا صرف آپ کے اُوپر نہیں چھوڑ رکھا۔ اس کو جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں آسمان سے، انہوں نے اس کو مکمل کیا ہے۔ (اخرجہ الطبری فی تفسیر ۳/ ۶۹۔ ۷۱)

(۱۲) ہمیں خبر دی ابونصر بن قتادہ نے، ان کو ابوالحسن محمد بن حسن سراج نے، ان کو ابوشعیب حرانی نے، ان کو داود بن عمرو نے، ان کو ابوالاحوص سلام نے سماک بن حرب سے۔ اس نے خالد بن عرعرہ سے، اس نے ابوطالب سے، اس نے اسی مفہوم کے ساتھ اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس پر زمانہ گزر گیا اور بیت اللہ گر گیا، لہٰذا قوم عمالقہ کے حکمرانوں نے اس کو بنایا تھا اور کہا کہ پھر اس پر زمانہ گزر گیا اور وہ پھر گر گیا۔ اس کے بعد اس کو قبیلہ جُرہُم نے بنایا تھا، پھر اس پر زمانہ گزر گیا، پھر اسے قریش نے بنوایا۔ رسول اللہ ﷺ جوان آدمی تھے جب انہوں نے

حجر اسود کو اُوپر نصب کرنے کا ارادہ کیا تو وہ آپس میں اختلاف کر بیٹھے مگر کہتے تھے کہ ہم اپنے درمیان ایسے شخص کو فیصل بناتے ہیں جو پہلا شخص اس راستے سے صبح صبح نکلے گا۔ لہٰذا پہلا شخص جو نکلا وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ نے ان کے درمیان یہ فیصلہ فرمایا کہ اس پتھر کو ایک چادر میں رکھ دیں، پھر اس کو چادر سے پکڑ کر سارے قبائل اس کو اُٹھالیں۔

آپ علیہ السلام کے فیصلہ سے لڑائی کا خاتمہ .... (۱۳) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد حسن بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، ان کو حماد بن سلمہ اور قیس اور سلام نے سب نے سماک بن حرب سے، اس نے خلد بن عُرعُرہ سے، اس نے حضرت علی ؓ سے۔ انہوں نے کہا کہ جب بیت اللہ منہدم ہوگیا تھا جُرھُم کے بنانے کے بعد تو پھر قریش نے اس کو بنایا تھا۔ جب انہوں نے حجر اسود کو رکھنے کا ارادہ کیا تو اختلاف ہوگیا کہ کون اس کو رکھے گا۔ پھر وہ اس بات پر متفق ہوگئے تھے کہ پہلا شخص جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہی فیصلہ کرے گا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ صبح صبح داخل ہوئے تھے۔ باب بنوشیبہ سے۔ حضور ﷺ نے ایک کپڑا بچھانے کا کہا، حجر اسود اس کے اُوپر رکھ دیا گیا اور آپ نے ہر قبیلے والوں سے کہا کہ سب کے سب کپڑے کو کونے سے پکڑیں۔ لہٰذا سب نے اس کو اُٹھایا۔ رسول اللہ نے خود بھی اس کو اُٹھایا اور اُٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبغ بن فرج نے، ان کو خبر دی ابن وہب نے یونس سے، اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بلوغت کو پہنچے، ایک عورت نے کعبے میں لوبان سلگایا اور اس کی انگیٹھی سے آگ کی چنگاریاں اُٹھ کر کعبے کے کپڑے پر پڑ گئیں جس سے وہ جل گیا۔ لہٰذا انہوں نے اسے گرادیا اور جب اس کو بنانے لگے اور مقام رکن تک پہنچے تو قریش نے رکن کے بارے میں اختلاف کرلیا کہ کونسا قبیلہ اس کو اُونچا کرے گا؟ کہنے لگے آجاؤ ہم اس پہلے شخص کو فیصل مقرر کرتے ہیں جو صبح صبح ہمارے سامنے آئے گا۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ ان پر نمودار ہوئے۔ حضور نوجوان لڑکے تھے۔ ان کے اُوپر ایک چادر تھی جو کہ دھاری دار تھی۔ لوگوں نے ان سے فیصلہ کرانا چاہا۔ حضور ﷺ نے کہا کہ رکن کو اُٹھا کر چادر میں رکھ لیں۔ چنانچہ وہ کپڑے میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ہر قبیلے کا سردار آگے آیا۔ حضور نے اس کو ایک کونہ پکڑوایا۔ سب نے اس کو اُوپر اُٹھایا اور حضور ﷺ نے خود اس کو دیوار پر رکھ دیا۔ اس کے بعد ہر بات حضور کی پسند کی گئی حتیٰ کہ لوگوں نے ان کو آمین کہنا شروع کیا۔ آپ پر وحی کے نزول سے پہلے حتیٰ کہ پھر وہ اس وقت تک اُونٹ ذبح نہیں کرتے تھے، جب تک وہ حضور اسے دعا نہ کروالیتے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد ۲/۲۳۲)

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد بن عتاب نے، ان کو ابومحمد القاسم بن عبداللہ بن مغیرہ جوہری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حرب الفجار سے اور کعبہ کی تعمیر کے درمیان پندرہ سال کا فرق تھا۔

(حاشیہ) ۱۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ چودہ یا پندرہ سال کی عمر کو پہنچے تو حرب الفجار بھڑک اُٹھی تھی۔ (ابن ہشام ۱/۱۹۸)

۲۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حرب الفجار بھڑک اُٹھی تھی حضور ﷺ بیس سال کے تھے۔ (البدایۃ والنھایۃ ۲/۳۰۰)

۳۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ حرب الفجار اور حلف الفضول ایک سال میں واقع ہوئی تھیں۔ مترجم

مصنف فرماتے ہیں۔ اس حرب کا نام فجار رکھا گیا تھا۔ اس لئے کہ قریش کے درمیان اور قبیلہ قیس بن عیلان کے درمیان عکاظ میں ایک عہد و میثاق طے ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ کے سوا سب نے کہا ہے کہ پھر ان کے درمیان ایسی جنگ واقع ہوئی کہ انہوں نے اس میں حرمتوں کو پامال کیا تھا اور اس میں انہوں نے گناہ کئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ قریش کو کعبے کی تعمیر پر اس بات نے اُکسایا تھا کہ سیلاب اس کے اُوپر سے آتا تھا اور ان کے اوپر سے جو انہوں نے بند بنائے تھے سیلاب نے ان کو نقصان پہنچایا تھا۔ ان لوگوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں پانی کعبے کے اندر نہ داخل ہو جائے۔

وہاں ایک آدمی تھا اس کو ملیح کہتے تھے۔ اس نے کعبے کی خوشبو چوری کی تھی۔ لہٰذا ان لوگوں نے چاہا کہ اس کی دیواریں مضبوط کر دیں اور اس کا دروازہ اُونچا کر دیں۔ تاکہ اس کے اندر صرف وہی داخل ہو سکے جس کو وہ چاہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس مقصد کے لئے خرچ کا انتظام بھی کیا اور کام کرنے والے کاریگر کا بھی۔ اس کے بعد انہوں نے کعبہ گرانے کا ارادہ کیا ڈرتے تھے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اس ارادے سے روک دے گا۔

انہدام بت سے خوف زدہ ہونا .... لہٰذا پہلا آدمی جو اس کے اُوپر چڑھا اور اس نے اس میں سے کچھ حصہ توڑ کر گرایا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔ جب انہوں نے ولید کو گراتے دیکھا تو ایک کے پیچھے ایک شروع ہو گئے۔ اور انہوں نے اسے گرا دیا۔ یہ کام ان کو کچھ عجیب سا لگا۔ جب انہوں نے اس کی دیواریں چُننے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کام کرنے والے بلائے مگر ان سے کوئی ایک آدمی بھی اپنے قدموں کی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ انہوں نے ایک بہت بڑا اژدھا دیکھا، جس نے بیت اللہ کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اس کا سر اس کی دم کے پاس پڑا تھا، کنڈلی مار رکھی تھی۔ سب لوگ اس سے شدید خوفزدہ ہو گئے تھے اور ڈر رہے تھے کہ انہوں نے جو کعبہ کو گرانے کا کام کیا ہے کہیں وہ اس کی پاداش میں ہلاک نہ ہو جائیں۔ کیونکہ کعبہ تو ان کا تحفظ تھا اور لوگوں سے ان کا بچاؤ تھا اور ان کے لئے شرف اور فخر تھا۔

کہتے ہیں کہ اس پر ان کو اشارہ کیا مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم نے (اس کے مطابق جو اس کتاب میں مذکور ہوا ہے) جب انہوں نے یہ کام شروع کر لیا تو وہ سانپ آسمان کی طرف چلا گیا اور ان سے غائب ہو گیا اور یہ کام اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کو کوئی نامعلوم پرندہ آیا اور وہ اُٹھا کر اس کو لے گیا اور اس نے اس کو جیاد کی طرف ڈال دیا۔

جب کعبہ ان کے ہاتھوں گرایا جا چکا تو معاملہ ان پر گڈمڈ ہو گیا۔ گویا پریشان ہو گئے کہ اب کیا کریں صحیح ہو رہا ہے یا غلط۔ کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟ چنانچہ مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو مخزوم کھڑا ہو گیا، کہا تم لوگ اس امر میں دلچسپی رکھتے ہو کہ تم اس گھر کے مالک اور ربّ کی رضا تلاش کر سکو؟ تو سنو جب تم لوگوں نے اپنے دائرے کے بارے میں اجتہاد کیا تھا اور اپنی کوشش کو پورا کر ڈالا تو تم نے دیکھا کہ اللہ عزوجل نے (تمہیں مہلت دے دی۔ اب بھی وہ تمہارے اور تمہاری تعمیر کے مابین حائل نہیں ہوگا۔ اگر وہ تمہیں بتائے دیتا ہے تو یہی تمہاری خواہش ہے اور اگر وہ تمہارے درمیان حائل ہوتا ہے تو تم اپنی سی کوشش کر لو گے۔

انہوںؓ نے کہا کہ اچھا تم ہمیں اشارہ دو۔ اس نے کہا کہ تم لوگ اس گھر کو بنانے کے لئے حزیمہ جمع کر چکے ہو جو تمہیں معلوم ہے۔ پھر تم اس کے گرانے میں لگ گئے ہو اور اس کے بنانے کے لئے آپس میں ایک دوسرے پر رشک کر رہے ہو تو دریں صورت میں یہ رائے دوں گا کہ تم لوگ اس کو چار حصے کر لو اپنی منازل اور گھروں اور ارحام کے مطابق (یعنی خرچہ چار جگہ تقسیم کر لو)۔ اس کے بعد بیت اللہ کو بھی چار حصوں میں تقسیم کر لو۔ مگر ہر جانب پوری کسی کے لئے نہ ہو بلکہ ہر جانب کو بھی دو دو حصوں میں کر دو پھر اس میں سے ہر قبیلہ اپنے لئے ایک حصہ فرض کر لے۔ اور بیت اللہ کی تعمیر کے خرچے میں غصب اور چھینا جھپٹی کی رقم نہ ملاؤ اور نہ ہی قطع رحمی کر کے حاصل کی ہوئی رقم ہو، نہ ہی لوگوں سے کسی کے ساتھ عہد شکنی کر کے یا کسی کے ذمہ اور پناہ دینے میں خیانت کر کے حاصل کی گئی ہو۔ جب یہ سب کچھ احتیاط کر چکو تو پھر اپنے درمیان بیت اللہ کے صحن میں بیٹھ کر قرعہ اندازی کر لو کوئی تنازعہ نہ کرو، نہ ہی زیادہ رغبت کرو بلکہ ہر حصہ دار تم میں سے اپنے حصہ پر صابر رہے۔ اس کے بعد اپنے عمال کو اور کام کرنے والوں کو بلا لو۔ شاید کہ تم جب ایسا کرو گے تو تمہیں اللہ بیت اللہ میں تصرف کرنے اور کام کرنے کے لئے چھوڑ دے گا۔

قریش نے جب مغیرہ کی بات غور سے سُنی تو وہ اس فیصلے پر راضی ہو گئے۔ لہٰذا وہ اس مقصد کو پورا کرنے میں لگ گئے اور انہوں نے ایسے ہی کیا جیسے اس نے ان کو بتایا تھا۔

اولیت قریش ماننے والے علماء کا زعم ہے کہ کعبے کا دروازہ سے حجر اسود تک نصف کے ساتھ اس جانب سے جو یمن کی طرف ہے یہ حصہ بنو عبد مناف کے حصے میں آیا۔ جب تعمیر حجر اسود تک پہنچ گئی تو سب لوگوں نے اس کو اُٹھانے میں رغبت کی اور اس پر باہم حسد کرنے لگے۔ پھر انہوں نے اس بارے میں فیصل مقرر کیا کہ جو شخص پہلے پہلے کعبے میں ان کے سامنے آئے گا وہ فیصلہ کرے گا۔ وہ آنے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس خبر کے مطابق جو اس بارے میں پہنچی ہے انہوں نے آپ ﷺ کی اعانت کی اس کو اُٹھانے میں سب کی اصلاح کے ساتھ اور اتفاق کے ساتھ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے کپڑے کے بیچ میں رکھ دیا تھا، پھر ان سب سے کہا تھا کہ اس کپڑے کے اطراف اور کونوں سے پکڑ کر سب اُٹھالیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خود اُٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے خیال کیا ہے کہ قریش کی اولیت یوں ہے کہ یوں حدیث بیان کرتے تھے کہ قریش میں سے کچھ مرد جب اکٹھے ہوئے حجر اسود کو اپنی جگہ سے ہٹانے کے لئے اور وہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تاسیس تک جا پہنچے تو ایک آدمی نے ان میں سے اساس اول کو اُکھاڑنے کا ارادہ کیا اور ایک پتھر اس نے اُٹھایا، اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ پتھر اساس اول کا ہے تو قوم نے اس پتھر کے نیچے ایک چمک دیکھی جو اس قدر زیادہ تھی کہ قریب تھا کہ وہ انسان کی بینائی کو چکا چوند کر دے۔

لہٰذا وہ پتھر خود بخود اس آدمی کے ہاتھ سے نیچے اُتر گیا اور اپنی جگہ پڑ گیا، جس سے وہ آدمی گھبرا گیا اور سارے بنانے والے گھبرا گئے۔ جب اس پتھر نے اپنے نیچے جو کچھ بھی تھا چھپا لیا تو وہ دوبارہ اس کی تعمیر میں لگ گئے اور کہنے لگے کہ اس پتھر کو نہ ہلاؤ اور نہ ہی اس کے ارگرد کے کسی پتھر کو۔ جب پہلے گھر یعنی پہلی عمارت کی بنیاد تک پہنچے تو انہوں نے اس میں ایک پتھر میں (میں نہیں جانتا کہ شاید اس نے ذکر کیا تھا) کہ مقام ابراہیم کے نیچے ایک کتاب پائی تھی۔ وہ نہیں جان سکے کہ یہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس یمن کے یہود میں سے کوئی عالم آیا اس نے اس تحریر کو دیکھا اور اس نے ان کو بیان کیا کہ میں نے اس کو پڑھ لیا ہے ان لوگوں نے اس کو قسم دے کر کہا کہ آپ ہمیں ضرور بتائیں اس میں جو کچھ بھی ہے اور ہمیں اس کے بارے میں سچ سچ بتائیے۔

اس نے ان کو خبر دی کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ میں اللہ ہوں صاحب مکہ۔ میں نے محترم قرار دیا ہے جب سے میں نے آسمان اور زمین تخلیق کئے ہیں اور چاند سورج اور اس دن جب سے میں نے دونوں پہاڑ قائم کئے ہیں میں نے ان کو گھیر لیا ہے۔ سات املاک کے ساتھ جو حنیف اور یکسو ہیں۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوبکر فارسی نے، ان کو خبر دی ابواسحاق اصفہانی نے، ان کو ابواحمد بن فارس نے ان کو محمد بن اسماعیل بخاری نے، ان کو معلیٰ نے، ان کو وہیب نے، ان کو ابن خثیم نے، ان کو محمد بن اسود بن خلف بن عبد یعقوب نے، ان کو ان کے والد نے کہ انہوں نے مقام ابراہیم کے نیچے ایک تحریر پائی تھی۔ چنانچہ قریش نے ایک آدمی کو حمیر سے بلایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اس تحریر میں ایک بات تحریر ہے اگر میں وہ آپ لوگوں کو بیان کر دوں تو تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ ہم نے گمان کیا کہ اس میں محمد ﷺ کا ذکر ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں نے اس کو چھپا دیا۔

(التاریخ الکبیر ۱/۴۴۵)

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق بن یسار نے، پھر اس نے تعمیر کعبہ کا قصہ ذکر کیا عبد قریش میں اس مفہوم میں جو ہم نے روایت کیا موسیٰ بن عقبہ سے مگر انہوں نے کہا کہ وہ اس کلام کو منسوب کرتے تھے ولید بن مغیرہ کی طرف اور کہا گیا ابو وہیب بن عمرو بن عائذ حرم نے رسول اللہ ﷺ کے داخل ہونے کے بارے میں کہا کہ جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ امین آ گیا ہے ہم راضی ہیں اس پر جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا نام جاہلیت میں الامین رکھا جاتا تھا۔ آپ کی طرف وحی کی جانے سے قبل اور گمان کیا ہے یہ حرب فجار سے پندرہ برس بعد ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس وقت پینتیس سال کے تھے۔

اسی طرح ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مگر اس کے ماسوا نے اس کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس وقت پچیس سال کے تھے اور یہ واقعہ بعثت رسول سے پندرہ برس پہلے کا ہے۔

(۱۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے ابوعبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلمہ نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو ابن جریج نے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ بیت اللہ شریف بعثت رسول سے پندرہ سال پہلے بنایا گیا تھا۔

مقام ابراہیم بیت اللہ سے متصل ہے .... میں کہتا ہوں کہ اسی طرح روایت کیا گیا ہے عروہ بن زبیر اور محمد بن جبیر بن مطعم وغیرہ سے، ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے ان کو خبر دی قاضی ابوبکر احمد بن کامل نے، ان کو ابواسماعیل محمد بن اسماعیل سلمی نے، ان کو ابوثابت نے، ان کو دراوردی نے، ہشام بن عروہ سے، ان کو ان کے والد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مقام ابراہیم حضور ﷺ کے زمانے میں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں کعبے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو پیچھے کر دیا تھا۔

(۲۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی طاہر بن احمد بن عبداللہ بیہقی نے، ان کو ابن اخت فضل بن محمد نے، ان کو عبدان بن عبدالحلیم نے، ان کو زبیر بن بکار نے، ان کو ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز زہری نے اپنے والد سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، اس نے عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے حرم کے حدود ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے تھے۔ انہوں نے وہیں نشان گاڑ دیئے تھے۔ پھر اسماعیل علیہ السلام نے اس کو نیا کر دیا تھا۔ اس کے بعد قصیٰ بن کلاب نے ان کو نیا کر دیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی تجدید کی تھی۔

زہری کہتے ہیں کہ عبیداللہ نے کہا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکومت سنبھالی تو انہوں نے قریش کے چار آدمی بھیجے تھے۔ انہوں نے حرم انصاب اور نشانات نصب کئے تھے۔ ایک مخرمہ بن نوفل، دوسرے ابن اُہیب بن عبد مناف بن زہرہ، تیسرے ازہر بن عبد عوف اور سعید بن یربوع اور حویطب بن عبدالعزیٰ۔

(۲۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، اس نے عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے، ان کو عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ اساف اور نائلہ ایک مرد اور ایک عورت تھے قبیلہ جرہم کے۔ انہوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا۔ لہٰذا وہ دونوں مسخ کر کے پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ (اخبار مکہ ۱/۴۴)

باب ۴۷

رسول اللہ ﷺ کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی سے قبل

اپنی معاش کے لئے مصروفیت اور اس میں بعض نشانیوں کا ظہور اس قدر کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے ساتھ نکاح کرنے کی رغبت ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نے، ان کو خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو سعید نے، ان کو عمرو بن یحییٰ بن سعید قرشی نے اپنے دادا سعید سے، انہوں نے ابوہریرہ سے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ نے جتنے نبی بھیجے

سب کے سب نے بکریاں چرائیں ۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ! آپ نے بھی ؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اہل مکہ کے لئے بکریاں چرائی تھیں قراریط میں ۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں، احمد بن محمد مکی سے، اس نے عمرو بن یحیٰ سے ۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصبہانی نے، ان کو خبر دی ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بصری نے مکہ مکرمہ میں، ان کو ہیثم بن سہل تستری نے، ان کو محمد بن فضیل نے، ان کو ربیع بن بدر نے ابو زبیر سے، اس نے جابر بن عبد اللہ سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو سفروں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اُونٹنی کرایہ پر لی تھی اپنے لئے ۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تاجر عورت تھی عزت دار اور مالدار تھی ۔ اپنے مال کے ساتھ مردوں کو اُجرت پر لیتی تھی اور پھر انہیں کی مزدوری اور اُجرت سے بھی مضاربت کا کاروبار کرتی تھی ۔ دور قریش لوگ تجارت پیشہ لوگ تھے ۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بات کے سچے ہیں عظیم امانت دار ہیں، عمدہ اخلاق کے حامل ہیں تو انہوں نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ حضور ﷺ اس کے ساتھ تجارت کے لئے شام کے ملک جائیں اور وہ جو کچھ دیگر تاجروں کو دیتی ہیں آپ کو اس سے بہتر دیں گی اور آپ کو ہیلپ لینے کے لئے ساتھ اپنا غلام میسرہ بھی دیں گی ۔ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ کی پیش کش قبول کر لی اور اس کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام روانہ ہو گئے ۔

راہب نے کہا اس درخت کے سایہ میں نبی کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھتا .... جب شام میں پہنچے تو ایک درخت تلے فروکش ہوئے ۔ قریب ہی وہاں ایک عیسائی راہب کا معبد تھا ۔ اس راہب نے میسرہ کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو یہاں درخت تلے اُترا ہے؟ میسرہ نے اس کو بتایا کہ یہ ایک قریش کا جوان ہے اہل حرم سے ۔ راہب نے اس سے کہا کہ اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اُترا سوائے نبی کے ۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا وہ سامان فروخت کیا جس کو لے کر گئے تھے ۔ اور جو کچھ خرید کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ خریدا ۔ پھر واپس مکے کی طرف روانہ ہو گئے ۔ میسرہ غلام بھی ان کے ساتھ تھا ۔ اس دوران اس نے یہ منظر دیکھا کہ جب دھوپ ہوتی اور گرمی شدید ہو جاتی تو وہ دیکھتے کہ دو فرشتے آتے تھے اور وہ حضور کے اُوپر سایہ کرنے اور دھوپ سے آپ کو بچاتے جبکہ حضور ﷺ اپنے اُونٹ پر سوار ہوتے تھے ۔

فرشتوں کا سایہ کرنا .... جب مکہ میں آئے خدیجہ کے پاس اس کا مال لے کر تو اس نے وہ مال فروخت کر دیا جو حضور لائے تھے ۔ چنانچہ منافع دوہرا ہو گیا یا اس کے قریب ہو گیا ۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میسرہ نے راہب والی بات بھی بتادی اور یہ بھی بتادیا جو اس نے خود دیکھا تھا ۔ دو فرشتے دھوپ کے وقت ان پر سایہ کرتے تھے ۔

خدیجہ مضبوط ارادے کی مالک شریف اور عقل مند عورت تھی، اس کے علاوہ اللہ نے اس کو عزت عطا کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا ۔ میسرہ نے جب اس کو ساری باتیں سنائیں تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا اور بلا کر کہا :

> ''اے میرے چچا کے بیٹے میں نے آپ کے بارے میں رغبت کی ہے اس لئے کہ آپ کی مجھ سے قرابت ہے اور آپ کی قوم کے اندر آپ کا ایک مقام ہے ۔ آپ ان میں سے صاحب حسب نسب ہیں اور ان کے نزدیک آپ امین ہیں ۔ اور آپ عمدہ اخلاق والے ہیں اور سچ گو ہیں'' ۔

اس کے بعد اس نے حضور ﷺ کے لئے اپنے نفس کو پیش کیا اور اس وقت خدیجہ قریش میں نسبت کے اعتبار سے بہترین اور مرتبے کے اعتبار سے عظیم تھی ۔ مال کے اعتبار سے سب سے مالدار تھی پوری قوم اس بات پر حریص تھی کہ اگر اس پر قدرت پائیں تو اس سے شادی کر لیں ۔

ان کا پورا نام و نسب اس طرح تھا ۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ۔ (ابن ہشام ۱/۲۰۲ ۔ ۲۰۴)

☆☆☆

باب ۴۸

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں کیا کچھ مروی ہے؟

(۱)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر ابن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبغ بن فرج نے، ان کو خبر دی ابن وہب نے یونس سے۔ اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ اپنی جوانی کو پہنچ گئے تو ان کے پاس مال کثیر نہ تھا۔ تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اجرت پر رکھ کر بازار حباشہ میں کاروبار دیا۔ حضور ﷺ جب واپس آئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کر لی اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے لگے، یہاں تک کہ اس سے آپ کی کچھ اولاد بھی ہو گئی۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی اولاد یہ تھی:

(۱) قاسم۔ بعض اہل علم نے گمان کیا ہے کہ ان کا ایک ہی لڑکا ہوا تھا جس کا نام طاہر رکھا گیا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ہم خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم کے سوا اور لڑکا نہیں جانتے جو پیدا ہوا ہو۔ اور حضور کی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار بیٹیاں ہوئیں، (۱) فاطمہ۔ (۲) رقیہ۔ (۳) اُم کلثوم۔ اور (۴) زینب۔ جب حضور ﷺ کی بعض اولاد ہو گئی تو ان کو خلوت یعنی علیحدہ رہنا اور عبادت کرنا پسند ہونے لگا۔

(ابن ہشام ۱/۲۰۶)

(۲)　ہمیں خبر دی ابوالحسین قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج بن منبع نے، ان کو ان کے دادا نے ازہری سے کہ پہلی عورت جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیاہ کیا تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ شادی جاہلیت کے دور میں کی تھی یعنی اسلام سے قبل۔ حضور سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے والد خویلد بن اسد نے کیا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے مندرجہ ذیل بچے جنے تھے۔ القاسم، اسی کے ساتھ حضور ابوالقاسم کنیت استعمال کرتے تھے۔ اور طاہر، زینب، رقیہ، اُم کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

(۳)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس نے ساری اولاد کو حضور ﷺ پر وحی کے نزول سے پہلے جنم دیا۔ ساری اولاد یہ ہے۔ زینب، اُم کلثوم، رقیہ اور فاطمہ، قاسم طاہر، الطیب اسلام کے دور سے پہلے بیٹے فوت ہو گئے تھے۔ اور قاسم کے ساتھ حضور ﷺ اپنی کنیت رکھتے تھے۔ بہر حال آپ کی بیٹیوں نے اسلام کا زمانہ پایا تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی۔ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گئی تھیں اور حضور ﷺ کے ساتھ ایمان بھی لائی تھیں۔ ابن اسحاق نے اسی طرح کہا ہے۔ (ابن ہشام ۱/۲۰۷)

(۴)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس نے ابوعبداللہ جعفی سے، اس نے جابر سے، اس نے محمد بن علی سے، اس نے کہا کہ قاسم بن رسول اللہ ﷺ اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ سواری پر بیٹھ سکتے تھے اور نجیب پر چل سکتے تھے۔ جب اللہ نے ان کو قبض فرمایا تو عمرو بن العاص نے کہا تھا کہ محمد ابتر ہو گئے ہیں اپنے بیٹے سے، یعنی پیچھے کوئی نہیں رہا نام لینے والا۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اپنے نبی پر اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ یہ عوض دیا ہے آپ کو اے محمد ﷺ تیرے نصیب کا قاسم کے بدلے میں۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔

اسی طرح روایت کی گئی ہے اسی اسناد کے ساتھ اور ضعیف ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ آیت عمرو بن العاص کے بلکہ ان کے باپ کے بارے میں نازل ہوئی تھے۔

(۴) یہ بات تو تھی اس روایت میں جو ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدالرحمن سے بن حسن قاضی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابراہیم بن حسین نے۔ ان کو آدم نے، ان کو ورقاء سے ان کو ابن ابونجیح نے مجاہد سے، اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ان شانئک ھو الابتر' فرمایا کہ یہ نازل ہوئی تھی عاص بن وائل کے بارے میں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے کہا تھا کہ محمد ﷺ سے بغض اور دشمنی رکھتا ہوں (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے جو بھی اس سے دشمنی رکھے گا وہ ابتر ہوگا۔

(تفسیر طبری ۳۰/۲۱۲)

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس ﷺ محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابراہیم بن عثمان نے، ان کو حکم نے مقسم سے، اس نے عباس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے دولڑکے جنے تھے اور چار لڑکیاں۔ قاسم، عبداللہ۔ فاطمہ، اُم کلثوم، زینب اور رقیہ۔

ابوعبداللہ نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن ابوخیثمہ کی تحریر میں پڑھا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی مصعب بن عبداللہ زبیری نے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا لڑکا قاسم تھا اس کے بعد زینب اس کے بعد عبداللہ اس کے بعد اُم کلثوم اس کے بعد فاطمہ، اس کے بعد رقیہ۔

مصعب نے کہا کہ وہ اسی طرح تھے۔ پہلے پہلا پھر اس کے بعد دوسرا اس کے بعد قاسم فوت ہو گیا۔ حضور کے بچوں میں وہ مرنے والا پہلا بچہ تھا۔ جو مکے میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ فوت ہوا۔ اس لئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پینسٹھ سال کو پہنچ گئی تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ پچاس سال کو، یہ زیادہ صحیح ہے۔

اور ہم نے روایت کی ہے جعفر ہاشمی سے یہ کہ فاطمہ پیدا ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے اکتالیس سال بعد۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو عمر بن ابوبکر موصلی نے، ان کو عبداللہ بن ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے اپنے والد سے، اس نے مقسم ابوالقاسم مولی عبداللہ بن حارث بن نوفل سے یہ کہ عبداللہ بن حارث نے اس کو حدیث بیان کی کہ یہ عمار بن یاسر جب سنتے تھے وہ بات جو لوگ بیان کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بارے میں اور اس میں کچھ بات میں اضافہ کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں، میں سب سے زیادہ جانتا ہوں حضور کے خدیجہ سے بیان کے بارے میں۔ میں حضور ﷺ کا ہم عمر تھا اور میں حضور ﷺ کا دوست تھا اور پیارا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن باہر نکلا اور ہم بازار حزورہ میں پہنچ گئے۔ ہمارا گزر ہوا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس۔ وہ ایک بچھونے پر بیٹھی تھی جس کو وہ فروخت کرنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے آواز دی، میں اس کی طرف پھر لوٹ کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے لئے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تیرے اس دوست (محمد) کو خدیجہ کے ساتھ شادی کرنے کی ضرورت ہے؟ عمار کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی طرف لوٹ کر آیا تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں۔ میں نے جا کر یہ بات رسول اللہ ﷺ کی اس کو بتادی۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ صبح کو ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ ہم لوگ صبح پہنچ گئے ان کے پاس۔

ہم نے ان کو اس طرح پایا کہ انہوں نے گائے ذبح کی ہوئی تھی اور خدیجہ کے والد کو ایک جوڑا بھی پہنایا ہوا تھا اور ان کی داڑھی کو بھی رنگ لگایا ہوا تھا۔ پیلا رنگ (یا مہندی وغیرہ)۔ میں نے خدیجہ کے بھائی سے بات کی۔ اس نے اپنے والد سے بات کی، حالانکہ وہ اس وقت شراب پیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ان کے سامنے ذکر کیا گیا اور ان کا مرتبہ بھی۔ آپ نے ان سے خدیجہ کے ساتھ بیاہ دینے کی درخواست کی۔ انہوں نے خدیجہ کو ان کے ساتھ بیاہ دیا۔ ان لوگوں نے گائے کے گوشت سے کھانا بنایا، ہم لوگوں نے اس میں سے کھانا کھایا پھر ان کے والد سو گئے۔ پھر وہ اٹھے تو چیخ رہے تھے کہ یہ کیسا جوڑا ہے اور یہ کیسا شراب ہے اور یہ کیسا کھانا ہے؟ چنانچہ ان کی بیٹی نے جس نے خدیجہ کی شادی کی بات عمار سے کی تھی اس نے ان سے کہا کہ یہ جوڑا آپ کو محمد بن عبداللہ آپ کے داماد نے پہنایا ہے اور یہ گائے ہدیہ کی تھی۔ ہم نے اس کو ذبح کیا ہے۔ جب آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیاہ کیا ہے۔ اس نے انکار کیا کہ اس نے اس کو ان کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور چیختا ہوا باہر نکل گیا۔ حتیٰ کہ ایک پتھر اٹھا کر لے آیا اور بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل آئے اور اس کے پاس گئے اور انہوں نے اس سے بات کی پھر وہ کہنے لگے کہ وہ تمہارا بندہ کہاں ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ میں نے اس کے ساتھ خدیجہ کا بیاہ کر دیا ہے؟

(مجمع الزوائد ۹: ۲۲۰۔۲۲۱)

رسول اللہ ﷺ اس کے سامنے آ گئے۔ جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو کہا کہ اگر میں نے اس کے ساتھ بیاہ دی ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں بیاہی تھی تو اب میں نے اسے اس کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔

اور موصلی نے کہا کہ متفق علیہ بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کا چچا عمرو بن اسد وہ تھا جس نے خدیجہ کا حضور کے ساتھ بیاہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس روایت میں جس میں ہے کہ ہمیں اس کی خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب خدیجہ کے ساتھ بیاہے گئے تو وہ پچیس سال کے تھے۔ اس سے قبل کہ اللہ نے ان کو نبوت عطا کی پندرہ سال پہلے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، اور اس روایت میں جو اس نے لکھی ہے ابراہیم بن منذر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی موصل نے عمر بن ابوبکر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے متعدد لوگوں نے کہ عمرو بن اسد نے خدیجہ کا بیاہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ حضور نے جب ان کے ساتھ شادی کی تو وہ پچیس سال کے تھے۔ اور قریش کعبہ کو بنا رہے تھے۔

(۸) ہمیں خبر دی علی ابن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید نے، ان کو ابراہیم بن اسحاق بغوی نے، ان کو مسلم نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو علی بن زید نے، عمار بن ابو عمار سے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ خدیجہ کے والد نے نبی کریم کے ساتھ بیاہ کیا۔

میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ نشے کی حالت میں تھے۔ (مسند احمد ۱: ۳۱۲۔ مجمع الزوائد ۹: ۲۲۰)

(حاشیہ) ڈاکٹر عبدالمعطی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے اپنی مسند میں طویل نقل کیا ہے۔ مگر اسناد ضعیف ہے۔ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کی ہے طبرانی سے۔ انہوں نے کہا ہے کہ طبرانی اور مسند احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (ویسے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اس دور کی عادت تھی)۔ مترجم

☆☆☆

باب ۴۹

اَحبار اور رُہبان (علماء یہود و نصاریٰ) کا

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے بارے میں خبر دینا بوجہ اس کے کہ وہ اپنے ہاں اپنی کتب میں حضور ﷺ کی آمد، آپ کی سچائی اور آپ کی رسالت کے بارے میں وضاحت موجود پاتے تھے اور وہ حضور ﷺ کی آمد سے اہل شرک پر غلبہ چاہتے تھے

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو سعد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ احبار اور رہبان اہل کتاب (یہود و نصاری) میں سے تھے (یعنی اہل تورات و انجیل تھے)۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو خوب جانتے تھے۔ آپ کی بعثت سے قبل آپ کے زمانے کے بارے میں جس میں عرب کے اندر آپ کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ آپ ﷺ کے بارے میں آپ کی صفت کو اپنی کتب میں پاتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ ان کے ہاں آپ ﷺ کا نام محفوظ اور ثابت تھا۔ اور اس لئے بھی کہ ان سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد و میثاق لیا جا چکا تھا۔ ان کے انبیاء کے عہد میں اور ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی اتباع کرنے کے بارے میں۔ لہٰذا وہ اسی بنا پر اہل اوثان و اہل شرک کے خلاف حضور ﷺ کے ذریعے غلبہ چاہتے تھے۔ اور اسی کی دعا کرتے تھے۔ اور وہ لوگ مشرکین کو اس بات کی خبر دیا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے دین ابراہیم کے ساتھ، اس کا نام احمد ہوگا۔ وہ لوگ حضور ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پاتے تھے اور اپنے انبیاء کے عہد میں۔

(۲) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۔ تا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۃ الاعراف ۔ آیت ۱۵۷)

(مفہوم) میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جس کا لقب امی ہے جس کو یہ لوگ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اور وہ ان کو نیک کام کرنے کو کہتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور ان کے لئے حلال قرار دیتا ہے تمام پاکیزہ چیزوں کو اور حرام ٹھہراتا ہے ان پر تمام گندی چیزوں کو اور ان کے اوپر سے سخت احکامات کے بوجھ اور جو زنجیریں پڑی ہوئی تھیں ان کو اتارتا ہے۔ پس جو ایمان لائے ہیں اس (رسول) پر اور اس کی حمایت کی اور اس کی مدد کی اور انہوں نے اس نور کی اتباع کی جو اس پر اتارا گیا ہے (قرآن) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۳) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ (سورۃ صف : ۶)

(وہ وقت یاد کرو) جب کہا تھا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے ہے اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ جب وہ رسول ان کے پاس آیا دلائل کے ساتھ تو کہنے لگے یہ تو جادوگر ہے۔

(۴)　نیز ارشاد ہے :

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ والانجیل ۔

(سورۃ فتح : آیت ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر بڑے سخت ہیں، آپس میں بڑے شفیق ہیں ۔ آپ ان کو حالت رکوع میں کبھی حالت سجدے میں دیکھیں گے ۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں ۔ یہی مثال ان کی موجود ہے تورات اور انجیل میں ۔

(۵)　نیز ارشاد ہے :

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا ۔ فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکافرین ۔

(سورۃ بقرہ آیت ۸۹تا۹۰)

(اہل کتاب) پہلے سے فتحیابی مانگتے ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے کفر کیا جب وہ رسول ان کے پاس آ گیا ہے جس کو انہوں نے پہچان لیا ہے تو اس کا انکار کر دیا پس لعنت ہے کافروں پر ۔ تا عداتِ مُبِین

یہ عام آیات کریمات دلیل ہیں اس بات کی کہ علماء یہود ونصاریٰ کو اچھی طرح یہ بات معلوم تھی کہ نبی آخرالزماں قریش میں سے تشریف لائیں گے اور نبوت و رسالت کی بشارتیں تورات وانجیل میں موجود ہیں ۔ اس لئے وہ مشرکوں کے خلاف حضور ﷺ کی آمد کی دعا کرتے تھے ۔ اور ان کے خلاف فتح یابی مانگتے تھے ۔ مگر جب وہ آ گئے تو یہود ونصاریٰ نے ان کا از راہ حسد انکار کر دیا ۔ مترجم

سیرت نگار ابن اسحاق فرماتے ہیں

(۱)　ابن اسحاق نے کہا کہ اہل عرب اُمی تھے، ناخواندہ تھے، نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی رسولوں کا زمانہ جانتے تھے، نہ ہی جنت وجہنم کو جانتے تھے، نہ ہی قیامت کو جانتے تھے، نہ مرنے کے بعد دوبارہ جی کر اُٹھنے کو ۔ ہاں تھوڑی بہت باتیں وہ اہل کتاب سے سُنتے تھے، وہ بھی ان کے سینوں میں باقی نہیں رہتی تھیں ۔

حضور ﷺ کی بعثت سے ایک زمانہ قبل علماء یہود ونصاریٰ کی بات جو ہم تک پہنچی یہ تھی کہ وہ اس طرح مذکور ہے جس کی خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، ان کو عاصم بن عمر بن قتادہ نے، ان کو حدیث بیان کی کئی شیوخ نے ہم میں سے ۔ انہوں نے عرب میں سے رسول اللہ ﷺ کی حالت کے بارے میں ہم سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا ۔

ہمارے ساتھ یہودی رہتے تھے، وہ صاحبِ کتاب تھے اور ہم لوگ بت پرست تھے (یعنی وہ کتاب والے تھے اور ہم بتوں والے تھے) ۔ ان کی یہ حالت تھی کہ ان کو ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آتی تو وہ یوں کہتے تھے کہ بے شک وہ آنے والا نبی ابھی مبعوث ہو رہا ہے اسی وقت اس کا زمانہ آ گیا ہے ہم اس کی اتباع کریں گے اور ہم تمہیں قوم عاد وارم کی طرح قتل کریں گے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث کر دیا تو ہم لوگوں نے تو اس رسول کی اتباع کر لی اور انہوں نے انکار کر دیا ۔ لہٰذا اللہ کی قسم ہمارے بارے میں اور ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا ۔ (الی آخرہ)

پہلے کافروں کے خلاف آنے والے رسول کے بارے میں دعا کرتے اور فتحیابی مانگتے تھے ۔ جب وہ آ گئے اور انہوں نے اس کو پہچان لیا تو پھر اس کا انکار کر دیا (آخر تک) ۔ (ابن ہشام ۲۲۱/۱ ۔ سبل الہدیٰ ۳۴۶/۲)

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو عبدالرحمٰن بن حسن قاضی نے، ان کو ابراہیم بن حسین نے، ان کو آدم بن ابو ایاس نے، ان کو ورقاء نے ابن ابونجیح نے علی ازدی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے: کہ

اللھم ابعث لنا ھذا النبی یحکم بیننا و بین الناس

اے اللہ! ہمارے لئے اس نبی کو بھیج، وہ ہمارے اور لوگوں کے مابین فیصلہ کرے۔

وہ اس کے ساتھ استفتاح مانگتے یعنی اس کے ساتھ لوگوں کے خلاف مدد مانگتے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن اسحاق نے، ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو خبر دی یوسف بن موسیٰ نے، ان کو خبر دی عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان سے لڑتے رہتے تھے۔ جب بھی لڑائی ہوتی تو خیبر کے یہودی شکست کھا جاتے تھے۔ لہٰذا یہودیوں نے اس طرح پناہ مانگی۔

اللھم انا نسالک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی اخر الزمان ۔ الا نصرتنا علیھم

اے اللہ! ہم آپ سے سوال کرتے ہیں نبی امی کے حق کے ساتھ جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ اس کو پیدا کریں گے ہمارے لئے آخر زمانے میں۔ ہماری ان لوگوں کے خلاف مدد فرما۔

فرمایا کہ جب وہ باہم ٹکراتے تھے تو یہی دعا کرتے۔ جب دعا کرتے تو غطفان سے غالب آجاتے۔ جب نبی کریم مبعوث ہوگئے تو ان لوگوں نے اس کے ساتھ کفر کر لیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

کہ وہ یہودی پہلے سے اس کے ساتھ فتح مندی مانگتے تھے اس کے ذریعہ یعنی تیرے ذریعے اے محمد۔

علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین

ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں، جب وہ رسول آگیا جس کو انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔

(۵) نیز اس کا مفہوم روایت عطیہ جو انہوں نے روایت کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔

آپ علیہ السلام پر بعثت سے قبل ایمان .... (۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر قیس بن ربیع سے، اس نے یونس بن ابو مسلم سے، اس نے عکرمہ سے کہ اہل کتاب سے کچھ لوگ وہ تھے جو اپنے رسولوں کے ساتھ بھی ایمان لائے تھے اور ان کی تصدیق کی تھی اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لے آئے تھے مگر ان کی بعثت سے پہلے جب وہ مبعوث ہوگئے تو انہوں نے کفر کر لیا۔ ان کے ساتھ اس بارے میں اللہ نے آیت اُتاری:

فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم

بہرحال وہ لوگ جن کے منہ کالے ہوئے ہوں ان سے کہا جائے گا کیا تم لوگوں نے مان لینے کے بعد کفر کیا تھا؟ اور ایک قوم تھی اہل کتاب میں سے جو اپنے رسولوں کے ساتھ بھی ایمان لائے تھے اور محمد ﷺ کے ساتھ بھی آپ کی بعثت سے قبل جب محمد ﷺ کی بعثت ہوگئی تو وہ بھی ایمان لے آئے ان کے ساتھ۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

والذین اھتدوا زادھم ھدی و اتاھم تقواھم ۔ (سورۃ محمد : ۱۷)

جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے ان کی ہدایت کر دی ہے اور ان کو ان کا تقویٰ عطا کیا ہے۔

باب ۵۰

بنو عبد الاشہل میں سے ایک یہودی کی خبر کا ذکر

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ اور ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، انہوں نے ہمیں خبر دی احمد بن عبد الجبار نے، ان و یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، ان کو صالح بن عبد الرحمن بن عوف نے محمود بن لبید سے۔ اس نے سلمہ بن سلامہ بن وقش سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے محلے میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کیا یعنی بنو عبد الاشہل کے سامنے۔ اس نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنے کی اور قیامت کی بات کی، جنت اور جہنم، حساب و کتاب، میزان وغیرہ کا ذکر کیا۔ اس نے ساری باتیں ان لوگوں کے سامنے کہیں جو بتوں کے پجاری تھے۔ جو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کو نہیں جانتے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی بعثت سے کچھ ہی قبل پیش آیا۔ ان لوگوں نے کہا افسوس ہے تم پر اے فلاں۔

اور قاضی کی ایک روایت کے مطابق تیری ہلاکت ہو، اے فلانے۔ کیا واقعی یہ بات فی الواقع ہونے والی ہے کہ لوگ اپنی موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔ ایک ایسی جگہ کی طرف جس میں جنت بھی ہو اور جہنم بھی۔ لوگ اپنے اعمال کی جزاء سے جائیں گے؟ اس نے بتایا کہ بالکل ایسا ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس آگ میں سے میرا حصہ ہونا چاہئے کہ تم لوگ آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن کرو اپنے گھر کے اندر پھر اس کو خوب بھڑکاؤ۔ اس کے بعد مجھے اس کے اندر پھینک دو۔ اس کے بعد مٹی اور گارے اوپر سے لیپ کر مجھے اس کے اندر بند کردو۔ میں کل کی آگ سے نجات پاجاؤں۔ اس سے پوچھا گیا اس ہونے والی بات کی کیا علامت ہے؟ اس نے بتایا کہ ان شہروں کی جانب ایک نبی مبعوث ہوگا، یہ کہتے ہوئے اس نے مکہ اور یمن کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ نبی کب تک آئے گا؟ چنانچہ اس نے ادھر ادھر اپنی نگاہیں دوڑائیں اور کہنے لگا اس لڑکے کی عمر رہی تو یہ اس نبی کو پالے گا۔ اور میں اس وقت وہاں موجود لوگوں میں کم عمر تھا۔ میں اپنے گھر کے صحن میں لیٹا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ اللہ نے اپنے رسول کو مبعوث کردیا۔ اور تا حال وہ شخص ابھی تمہارے سامنے زندہ موجود ہے۔ ہم لوگ اس رسول کے ساتھ ایمان بھی لے آئے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کرلی ہے مگر اس نے اس رسول کے ساتھ کفر کرلیا ہے محض حسد اور بغاوت کی بنا پر۔ ہم نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے فلاں فلاں بات نہیں کہی تھی۔ اور آپ نے ہمیں خبر نہیں دی تھی، اس نے کہا کہ نہیں۔ یہ وہ نہیں ہے۔

(ابن ہشام ۱/۲۳۱۔ مسند احمد ۳/ ۴۶۸)

باب ۵۱

سعیہ کے دو بیٹوں کے مسلمان ہونے کا سبب

ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسحاق نے، ان کو عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنو قریظہ کے ایک شیخ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اُسید بن سعیہ اور ثعلبہ بن سعیہ اور اسد بن عبید کے اسلام کے بارے میں ایک گروہ تھا بدل سے۔ وہ نہ تو بنو قریظہ میں سے تھے نہ ہی بنو نضیر میں سے۔ وہ اس سے اوپر تھے۔ میں نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں۔ اس نے بتایا کہ ہم لوگوں کے پاس شام کے ملک سے ایک یہودی آدمی آیا۔ اسے ابن الہیبان کہتے تھے۔ اس نے ہمارے یہاں قیام کیا۔ اللہ کی قسم ہم نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو پانچ نمازیں نہ پڑھے مگر اس سے بہتر ہو۔ وہ شخص ہمارے پاس حضور کی بعثت سے کوئی دو سال قبل آیا تھا۔ ہم لوگ جب قحط میں پڑتے تھے اور ہمارے اوپر بارش کم ہوجاتی تھی تو ہم اس سے کہتے تھے، اے ابن الہیبان چلئے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے۔ وہ کہتا تھا کہ نہیں

اللہ کی قسم پہلے تم لوگ اپنے جانے سے پہلے صدقہ کرو۔ ہم اس سے پوچھتے کہ کتنا صدقہ کریں۔ وہ کہتا کہ ایک صاع کھجوریں یا دو مُدْ جو۔ ہم اس کو لے جاتے تھے۔ وہ ہمارے حَرّہ کے ظاہر کی طرف نکلتا اور ہم بھی اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ وہ دعا کرتا تھا۔ اللہ کی قسم وہ ابھی تک اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اُٹھا نہیں ہوتا تھا کہ گھٹائیں چلنے لگتی تھیں (یعنی پانی سے بہنے لگتی تھیں)۔ اس نے یہ کام ایک سے زیادہ بار کیا تھا۔ دو تین دفعہ۔ پھر وہ شخص فوت ہوگیا۔

فوت ہونے لگا تو ہم لوگ اس کے پاس جمع ہوئے۔ اس نے کہا اے یہودی جماعت! تم لوگ کیا سمجھتے ہو کہ مجھے شراب و کباب کی سرزمین سے بھوک اور افلاس کی زمین کی طرف کس چیز نے نکالا (یعنی ارضِ شام کو چھوڑ کر ارضِ حرم کی طرف کیوں آیا ہوں)۔ سب نے کہا تم بہتر جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے وہ آرام کی زمین چھوڑ کر یہ تکلیف کی سرزمین اس لئے اختیار کی تھی کہ میں ایک نبی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ جس کا وقت آچکا ہے۔ یہ شہر اس کی جائے ہجرت ہے۔ میں اس لئے آیا تھا کہ میں اس کی اتباع کروں گا۔ وہ جب آجائے تو تم لوگ کسی سے پیچھے نہ رہنا۔

اے جماعت یہود! بے شک وہ مبعوث ہوگا تو وہ خون بہائے گا اور اولادوں کو بچوں کو اور عورتوں کو قید کرے گا جو اس کے مخالف ہوں گے۔ یہ باتیں تمہیں اس پر ایمان لانے سے نہ روکے۔ یہ کہتے ہی وہ مر گیا۔ وقت گزرتا رہا، کچھ عرصہ بعد جب وہ رات آئی جس رات قریظہ کی بستی فتح ہوئی تو وہ نوجوان جن کا اوپر ذکر ہوا کہنے لگے، اے یہودی جماعت! تمہیں یاد ہے کہ ابن الہیبان یہودی نے کیا کہا تھا۔ کہنے لگے نہیں یہ وہ نہیں ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہاں ہاں اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہے بے شک اس کی یہی صورت ہے۔ اس کے بعد وہ اتر آئے اور مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی اولادوں کو اور اپنے مالوں کو اور اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیا۔ (ابن ہشام ۱/۲۳۲-۲۳۳)

ابن اسحاق نے کہا کہ ان کا مال قلعے میں تھے۔ مشرکین کے مال کے ساتھ۔ جب قلعہ فتح ہوا تو ان کے مال ان کو واپس کر دیئے گئے۔

باب ۵۲

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا سبب

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے زیادات فوائد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن ابوطالب نے، ان کو علی بن عاصم نے، ان کو خبر دی سماک بن حرب نے زید بن صوحان سے یہ کہ دو آدمی تھے اہل کوفہ میں سے، دونوں دوست تھے زید بن صوحان کے۔ وہ دونوں اپنے دوست کے پاس آئے کہ وہ ان دونوں کے لئے سلمان سے بات کرے کہ وہ ان دونوں کو اپنی بات بیان کرے کہ اس کے اسلام لانے کی ابتداء کیسے ہوئی؟ چنانچہ وہ اپنے دونوں دوستوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ سلمان اس وقت مدائن میں امیر اور حاکم تھے (یا گورنر تھے)۔ جب یہ پہنچے تو سلمان اس وقت کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے آگے کھجور کے پتے رکھے ہوئے تھے چیر رہے تھے۔

وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ زید نے ان سے عرض کی، اے ابوعبداللہ! یہ دونوں آدمی میرے دوست ہیں اور دونوں بھائی بھائی ہیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ یہ آپ سے آپ کے اسلام کے بارے میں سنیں کہ اس کی ابتداء کیسے ہوئی تھی؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں یتیم تھا۔ قبیلہ رام ہرمز سے اور رام ہرمز کے کسان کا بیٹا تھا۔ میرے پاس ایک استاد آتا تھا جو تعلیم دیتا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہولیا تاکہ میں اس کے ساتھ اس کے گرجے میں جا کر رہوں گا۔ اور میرا بھائی تھا جو کہ مجھ سے بڑا تھا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا اور میں فقیر تھا۔ جب وہ اپنی مجلس برخاست کرتا تو اس کے محافظ اس سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ جب وہ چلے جاتے تو وہ بعد میں باہر نکلتا مگر اپنے کپڑے کے ساتھ وہ گھونگھٹ نکال لیتا تھا۔ اس کے بعد وہ پہاڑ کے اُوپر چڑھ جاتا۔ وہ یہ کام کئی مرتبہ اجنبی سا بن کر کرتا۔

غار والوں کی خدمت میں حاضری .... کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ انہوں نے مجھے جواب دیا کہ آپ لڑکے ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ کوئی بات آپ سے ظاہر نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ بالکل نہ ڈریں۔ اس نے بتایا کہ اس پہاڑ کے اُوپر ایک چٹان کی غار کے اندر کچھ لوگ رہتے ہیں۔ جن کا کام بس عبادت کرنا ہے اور نیک لوگ ہیں۔

اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں ہم لوگوں کے بارے میں کہ ہم لوگ آگ کے پجاری ہیں اور بتوں کے پجاری ہیں اور یہ کہ ہم لوگ بغیر دین کے ہیں (بے دین)۔ میں نے استاذ سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ ان کے پاس لے چلیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا جب تک میں ان لوگوں سے مشورہ نہ کرلوں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم سے کوئی بات ظاہر ہو جائے اور میرے باپ کے علم میں آئے۔ وہ تو ان لوگوں کو قتل کر دے گا۔ اس طرح ان کی موت کی ذمہ داری مجھ پر آجائے گی۔ میں نے اسے یقین دھانی کرائی کہ مجھ سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوگی۔ ان کے ساتھ مشورہ کر لیجئے۔

چنانچہ استاذ نے جا کر ان سے کہا کہ میرے ہاں ایک یتیم لڑکا ہے وہ تمہارے پاس آنا چاہتا ہے اور تمہاری باتیں سننا چاہتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ کو اس پر یقین ہے تو لے آؤ۔ استاذ نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی اور کو نہیں لائے گا میری مرضی کے بغیر۔ انہوں نے کہا، اس کو لے آؤ۔ استاذ نے مجھے بتایا کہ ان لوگوں نے اجازت دے دی ہے کہ میں آپ کو ان کے پاس لے جاؤں۔ لہٰذا تم جس وقت دیکھو کہ میں نکلوں تو تم میرے پاس آجانا۔ مگر آپ کو کوئی ایک آدمی بھی نہ دیکھے، اس لئے کہ اگر میرے باپ نے ان کے بارے میں جان لیا تو وہ ان کو قتل کر دے گا۔

کہتے ہیں کہ جب وہ وقت ہو گیا جس میں وہ نکلا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے نکل پڑا۔ چنانچہ وہ حسب عادت پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا تو وہ لوگ چٹان کے سائے تلے بیٹھے تھے۔

علی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے یوں کہا تھا کہ وہ چھ یا سات افراد تھے۔ اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے عبادت کی وجہ سے ان کی روح نکل گئی ہے۔ وہ لوگ دن کے روزے رکھتے تھے اور راتوں کو قیام کرتے تھے۔ درختوں کے پتے کھاتے تھے اور جو چیز ان کو مل جاتی تھی وہ پیتے تھے۔ ہم لوگ جا کر ان کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ ابن دہقان نے میری تعریف اور اچھائی کی۔ ان سے تعریف کی۔ ان لوگوں نے اللہ کا ذکر کیا اور اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف کرتے رہے اور ماسبق انبیاء اور رسولوں کا تذکرہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ بات کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچے۔

اب کہنے لگے، اللہ نے انہیں مبعوث فرمایا تھا۔ اور اسے بغیر کسی نر کے (باپ کے) پیدا کیا تھا۔ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ نے اس کے لئے مردوں کو زندہ کرنے والی قدرت عطا فرمائی تھی۔ پرندہ بنا کر اڑانا، اندھے کو بینا کرنا، کوڑھ والے کو تندرست کرنا۔ مگر اس کی قوم نے اس کے ساتھ کفر کیا اور ایک جماعت نے اس کی اتباع کر لی تھی۔ بے شک وہ اللہ کا بندہ تھا اور اس کا رسول تھا۔ اس نے اس کو پیدا کیا تھا۔ اور انہوں نے بتایا کہ اس سے قبل انہوں نے کہا، اے لڑکے! تیرا بھی ایک رب ہے، تجھے بھی مر کر دوبارہ جینا ہے اور تیرے آگے جنت اور جہنم ہے۔ تو انہیں کی طرف رواں دواں ہے۔ اور یہ لوگ جو آگ کی پوجا کرتے ہیں یہ اہل کفر ہیں، اہل ضلالت ہیں۔ اللہ ان سے راضی نہیں ہے۔

استاذ واپس لوٹا تو میں بھی اس کے ساتھ لوٹا۔ اس کے بعد پھر ہم لوگ اگلے دن پھر ان لوگوں کے پاس گئے۔ انہوں نے آج بھی اسی طرح کی باتیں کیں اور ان سے بھی بہتر کیں۔ میں ان کے ساتھ پکا پکا لگ گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا، اے سلمان، اے لڑکے! آپ اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ آپ بھی وہ کام کریں جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔ آپ تو بس نمازیں پڑھیں، سوئیں اور کھائیں اور پئیں۔

بادشاہ کی غار پر چڑھائی ...... کہتے ہیں کہ کسی طرح بادشاہ کو اپنے بیٹے کی حرکت کا علم ہو گیا اور وہ اپنا فوجی دستہ لے کر ان عبادت گذار لوگوں کے پاس پہنچ گیا ان کی پناہ گاہ کے اندر۔ اور جا کر ان سے کہا کہ اے لوگو! تم لوگ میرے پڑوسی بنے ہوئے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ اچھا پڑوس نبھایا ہے۔ میری طرف سے کوئی برائی تمہیں نہیں پہنچی مگر تم لوگوں نے میرے بیٹے کی طرف غلط ارادہ کیا ہے اور اس کو خراب کر دیا ہے۔ لہٰذا تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر میں نے تین دن بعد تمہیں یہاں پایا تو میں تمہاری پناہ گاہ کو آگ لگا دوں گا۔ لہٰذا تم لوگ اپنے شہروں کی طرف چلے جاؤ۔ میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ میری طرف سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے، ہم چلے جائیں گے۔ مگر ہم نے آپ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ ہم نے تو جو کچھ ارادہ کیا وہ خیر و بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔

بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس جانے سے روک دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم اللہ سے ڈرو۔ بے شک اچھی طرح جانتے ہو کہ یہی دن اللہ کا دین ہے اور تیرا باپ بھی ہم بھی غیر دین پر ہیں۔ ہم لوگ آگ کے پجاری ہیں، اللہ کو نہیں پہچانتے۔ لہٰذا تو اپنی آخرت کو دوسرے دین کے بدلے میں فروخت نہ کر۔ اس نے کہا، اے سلمان! بات تو کچھ ایسی ہی ہے جیسے آپ کہتے ہیں۔ میں ان لوگوں کے بقایا کے طور پر پیچھے رہ جاؤں گا۔ اگر میں ان کے پیچھے گیا تو میرا باپ مجھے پیچھے سے تلاش کرلے گا فوج بھیج کر۔ وہ میرے ان لوگوں کے پاس جانے سے گھبرا گیا ہے، اس لئے اس نے ان لوگوں کو یہاں سے نکال دیا ہے۔ اور میں یہ سمجھ چکا ہوں کہ حق ان لوگوں کے پاس ہے اور کہا کہ تم خوب جانتے ہو۔

اس کے بعد میں اپنے بھائی سے ملا۔ میں نے یہ ساری حقیقت اس کو بتائی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو اپنے نفس کو تلاش معاش میں مصروف کر رکھا ہے۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس اس دن گیا جس دن ان کی روانگی تھی۔ انہوں نے کہا، اے سلمان! ہم لوگ ڈرتے رہتے تھے مگر وہی ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین سے جان رکھو کہ دین وہی ہے ہم نے جس کی تمہیں وصیت کر دی ہے۔ اور یہ لوگ آگ کے پجاری ہیں یہ اللہ کو نہیں پہچانتے اور نہ ہی اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ تمہیں اس بات سے کوئی شخص دھوکہ نہ دے دے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو تم لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس پر قادر نہیں ہو سکو گے ہمارے ساتھ۔ ہم لوگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں درختوں کے پتے کھاتے ہیں، ہمیں کوئی چیز میسر نہیں ہوتی۔ اور آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

کہتے ہیں، میں نے کہا کچھ بھی ہو میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا تمہارے ساتھ ہوں۔ انہوں نے کہا تم ہمارے بارے میں اچھی طرح جان چکے ہو، ہم نے بھی اپنا حال تجھے بتا دیا ہے مگر آپ ہیں کہ اصرار کئے جا رہے ہیں۔ اچھا آپ جائیں اپنے ساتھ کوئی ضرورت کا سامان تیار کر کے آ جاؤ جو تیرے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی کھانے کا سامان بھی اپنے ساتھ لے لے۔ کیونکہ آپ ہماری طرح بھوکے پیاسے نہیں رہ سکو گے۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کی بات مان لی اور میں نے ساری بات اپنے بھائی کو بتا دی، اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آ گیا، وہ روانہ ہو گئے۔ وہ پیدل چلتے رہے میں بھی ان کے ساتھ پیدل چلتا رہا۔ اللہ نے ہمیں سلامتی دی، حتیٰ کہ ہم لوگ شہر موصل پہنچ گئے۔ ہم لوگ موصل میں ایک کنیسہ میں گئے، جب یہ لوگ اس میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ تم لوگ کہاں پر تھے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ ہم ان شہروں میں تھے جو اللہ تعالیٰ کو یاد ہی نہیں کرتے۔ وہاں آگ کے پجاری رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے ہم لوگوں کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا ہم لوگ تمہارے پاس آ گئے ہیں۔ بعد میں ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ اے سلمان! یہاں پر جو قوم ہے جو ان پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ اہل دین ہیں۔ ہم لوگ ان سے ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ یہاں پر رہیں ان لوگوں کے پاس، یہ بھی اہل دین ہیں۔ امید ہے آپ ان کے ہاں وہ سب کچھ دیکھیں گے جو آپ پسند کرتے ہیں۔ مگر میں نے کہا کہ نہیں میں آپ لوگوں سے جدا نہیں ہوں گا۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اہل کنیسہ کو میرے بارے میں وصیت کر دی۔ اہل کنیسہ نے مجھ سے کہا، اے لڑکے! آپ ہمارے ساتھ رہیں، بے شک آپ کسی شئی سے محروم نہیں ہوں گے جو ہمارے پاس ہوگی۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں سے نکلنے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔

ہم لوگوں نے پہاڑوں میں ایک صبح کی۔ اچانک ہم لوگ ایک چٹان میں پہنچے تو کثیر مقدار میں پانی رکھا ہوا تھا مٹکوں کے اندر اور کثیر مقدار میں روٹی رکھی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اس پہاڑ پر بیٹھ گئے۔ جب سورج طلوع ہو گیا تو کچھ لوگ ان پہاڑوں میں سے نکلے۔ ایک ایک آدمی اپنی جگہ سے نکلا مگر خاموش سہمے سہمے۔ جیسے ان کے اندر سے روحیں کھینچ لی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کثیر تعداد میں آ گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھیوں کو مرحبا (خوش آمدید) کہا۔ اور پوچھنے لگے کہ تم لوگ کہاں پر تھے؟ ہم لوگوں نے تمہیں نہیں دیکھا تھا؟ ہم نے ان شہروں سے آئے ہیں جہاں وہ لوگ اللہ کو یاد نہیں کرتے۔ اس میں آگ کی پوجا کرنے والے لوگ رہتے ہیں۔ ہم لوگ وہاں پر اللہ کی عبادت کرتے تھے لہٰذا انہوں نے ہمیں وہاں سے بھگا دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ ان لوگوں نے ان کے آگے میری تعریف شروع کر دی۔ اور کہا کہ یہ ان شہروں سے ہمارے ساتھ ساتھی بن کر چلے ہیں۔ ہم نے اس سے خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

اچانک ایک آدمی نے غار سے نکل کر سلام کیا .... سلمان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم وہ لوگ بھی واقعی ایسے ہی تھے۔ اچانک ایک آدمی ان کے سامنے غار سے نکل کر آیا، یہ لمبا آدمی تھا۔ وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ ان سب لوگوں نے اسے گھیر لیا اور میرے ساتھیوں کی اس کے سامنے تعظیم اور بڑائی بتانے لگے۔ میں جن کے ساتھ تھا یہ لوگ توجہ سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں پر تھے؟ ان لوگوں نے اسے خبر دی۔ اس آدمی نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ لڑکا کون ہے؟ ان لوگوں نے میری تعریف کی میری اچھائی بیان کی اور اسے بتایا کہ یہ ہمارے پیچھے آرہا ہے اور ہماری اتباع کرتا ہے۔ اس آدمی نے اللہ کی حمد و ثنا کی خطبہ پڑھا۔

اس کے بعد اس نے ان رسولوں کا ذکر کیا جن کو اللہ نے بھیجا ہے انبیاء اور رسولوں میں سے۔ اس بات کا بھی کہ جو مشکلات ان کو درپیش آئیں اور اس کا بھی جو ان کے ساتھ سلوک کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ولادت کا بھی ذکر کیا، یہ بھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان کے ہاتھ پر مُردوں کو زندہ کرنے کی اور اندھے کو تندرست کرنے اور کوڑھی کو ٹھیک کرنے کی طاقت رکھی تھی۔ اور بتایا کہ وہ کیچڑ میں سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ اللہ کے حکم کے ساتھ واقعی پرندہ بن جاتا تھا۔ اور اللہ نے اس پر انجیل اُتاری تھی، اور اس کو توراۃ کا علم بھی دے دیا تھا۔ اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

چنانچہ ایک قوم نے ان میں سے ان کے ساتھ کفر کیا اور ایک قوم ان پر ایمان لے آئی تھی۔ اور اس نے بعض ان امور کا بھی ذکر کیا جو عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے تھے کہ اس نے جب اللہ کی بندگی کی تو اللہ نے اس پر انعام فرمایا اور ان کی اس پر عزت افزائی فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ وہ لمبا آدمی ان کو تعظیم سکھاتا اور فرماتا کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اس کو لازم پکڑو، جو ہدایت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے تم لوگ مخالفت نہ کرو۔ تمہاری مخالفت کی جائے گی۔

اس کے بعد جو شخص اس میں سے کوئی شئی لینا چاہے اس کو چاہئے کہ لے لے۔ وہ شخص خود شروع ہوا۔ اُٹھ کر اس نے پانی کا ایک برتن اور کچھ کھانا اور کچھ شئی لے لی۔ اس کے بعد میرے ساتھی اُٹھے جن کے ساتھ میں آیا تھا انہوں نے اس شخص کو سلام کیا اور اس کی تعظیم بجا لائے۔ اس نے ان سے بھی یہی بات کہی کہ اسی دین کو لازم پکڑو اور تم اپنے آپ کو بکھرنے سے اور تفرقہ سے بچاؤ اور اس لڑکے کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو اور مجھ سے فرمایا، کہ اے لڑکے یہی اللہ کا دین ہے جو تم نے مجھ سے سُنا ہے جو میں کہہ رہا تھا اور اس کے ماسوا سب کفر ہے۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا یعنی آپ کے ساتھ رہوں گا۔ اس نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہنے کی استطاعت نہیں رکھتے، میں اس غار سے باہر نہیں نکلتا ہوں مگر صرف ہر اتوار کے دن۔ لہٰذا تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ سلمان کہتے ہیں کہ میرے ساتھی میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ اے لڑکے! واقعی آپ ان کے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ انہوں نے کہا، اے لڑکے ابھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں اس غار میں داخل ہو جاؤں گا اور میں اس سے دوسرے اتوار سے پہلے باہر نہیں آؤں گا۔ اب تم بہتر طور پر سمجھ گئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ ان کے اصحاب نے ان سے کہا، اے ابوفلاں یہ لڑکا ہے اس کے بارے میں کوئی یقین نہیں ہے۔

ہر شخص اپنے ٹھکانے پر چلا گیا .... سلمان کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ بہتر سمجھتے ہو۔ میں نے کہا میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔ میرے پہلے والے ساتھی رونے لگے جن کے ساتھ میں آیا تھا۔ جب میں ان سے جدا ہونے لگا اب اس شخص نے مجھ سے کہا کہ اس طعام میں سے آپ جتنی چاہیں لے لیں جو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو اگلے اتوار تک کافی رہے گا۔ اور اس پانی میں سے بھی اپنی ضرورت کا لے لیجئے۔ چنانچہ میں نے وہ لے لیا اور وہ سب لوگ تتر بتر ہو گئے۔ ہر شخص اپنے ٹھکانے پر چلا گیا جس میں وہ رہتا تھا۔ میں اس شخص کے پیچھے ہو لیا۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی غار میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے اس کو رکھ لیجئے اور کھائیے اور پیجئے اور وہ خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ اس کی طاقت نہیں

رکھیں گے۔ لیکن آپ نماز پڑھیں اور سو جائیں اور کھائیں پئیں۔ میں نے ایسے ہی کر لیا مگر اس شخص کو میں نے نہ سوتے دیکھا نہ ہی کھاتے پیتے دیکھا۔ مگر دیکھا تو یا رکوع میں تھے یا سجدے میں۔ دوسرے اتوار تک یہی ہوتا رہا۔

جب اتوار کے روز ہم نے صبح کی تو انہوں نے کہا اٹھایئے اپنا گھڑا اور چلئے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ پہاڑی چٹان پر پہنچ گئے جہاں لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ پہاڑوں سے نکل کر آئے چٹان پر اکٹھے ہوئے تھے۔ لوگ بیٹھ گئے اور اس رجل طویل نے اپنی بات دوبارہ شروع کی۔ پہلے کی طرح انہوں نے کہا تم لوگ اس دین پر پکے رہو اور تفرقہ نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین جانو کہ عیسیٰ بن مریم اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا تذکرہ کیا۔ انہوں نے پوچھا، اے لوگو! ابو فلاں آپ نے اس لڑکے کو کیسا پایا؟ انہوں نے میری تعریف کی اور اچھائی کی۔ ان سب نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا۔ اوھر کثیر تعداد میں روٹیاں اور پانی موجود تھا ہر شخص اس قدر لیتا جتنا اس کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ میں نے بھی ایسے ہی کیا۔ اور لوگ ان پہاڑوں میں علیحدہ ہو گئے اور وہ استاذ بھی اپنی غار میں واپس لوٹ گیا، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب تک کہ اللہ نے چاہا وہ اسی طرح کرتا رہا۔ ہر اتوار کو باہر نکلتا تھا اور لوگوں کو وعظ کرتا رہا۔ لوگ اس کے پاس نکل کر آتے رہے، اسے گھیر کر بیٹھتے رہے اور وہ ان کو جو کچھ وصیت کرنا ہوتی وصیت کرتا۔

ایک اتوار ایسا آیا کہ وہ حسب معمول نکلا جب لوگ جمع ہو گئے۔ اس نے اللہ کی حمد کی اور وعظ فرمایا اور ایسے کہتا رہا جیسے ان سے کہتا تھا۔ پھر آخر میں اس نے ان سے کہا، اے لوگو! میری عمر بڑی ہو گئی ہے، میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا اجل قریب آ گیا ہے۔ اس گھر کے ساتھ میرا اتنا عرصے سے ساتھ رہا، موت کا آنا لازمی تھا تم لوگ اس لڑکے کے بارے میں بھلائی کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔ میں نے اس کو مفید اور غیر مضر پایا ہے اس کے اندر کوئی خرابی نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی لوگ گھبرا گئے۔ میں نے ان کے گھبرانے جیسا گھبرانا کبھی نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا، اے ابو فلاں! آپ ضعیف ہیں اور آپ اکیلے ہیں ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کوئی حالت پیش آ جائے، ہمیں تو آپ کی شدید ضرورت ہے۔ مگر اس نے کہا کہ تم لوگ مجھے واپس نہیں لوٹا سکو گے۔ اس موت کا آنا لازمی ہے، لیکن تم لوگ اس لڑکے کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا۔ اور ایسا کرنا ایسا کرنا۔ سلمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا اے سلمان! تم نے میرا حال دیکھ رکھا ہے اور یہ بھی کہ میں جس حال میں ہوں۔ یہ ایسے نہیں ہو گیا میں جانتا ہوں، دن میں روزہ رکھتا ہوں، رات کو عبادت کرتا ہوں، میں طاقت نہیں رکھتا کہ میں اپنے ساتھ سامان وغیرہ اٹھا کر لے جاؤں اور تو اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ سلمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا تم بہتر جانتے ہو۔ لوگوں نے کہا، اے ابو فلاں ہم اس لڑکے کے بارے میں ڈرتے ہیں۔ اس نے کہا وہ بہتر جانتا ہے، میں نے اس کو سارا حال بتا دیا ہے اور وہ پہلے بھی جو کچھ ہوتا رہا ہے دیکھ چکا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت .... کہتے ہیں وہ لوگ رو پڑے اور اس کو رخصت کیا۔ اس معلم واعظ نے ان سے کہا، اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس وصیت پر قائم رہنا جو میں نے تمہیں کی ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو شاید تمہارے پاس واپس لوٹ آؤں گا اور اگر میں مر گیا تو بے شک اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ چنانچہ اس نے الوداعی سلام کیا اور روانہ ہو گیا۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ مجھ سے اس نے کہا کہ اپنے ساتھ ان میں سے کچھ روٹیاں اٹھا لے تم انہیں کھا لینا، وہ اور ہم روانہ ہو گئے۔ وہ آگے چل رہے تھے، میں ان کے پیچھے تھا۔ وہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ وہ چلتے رہے، نہ ہی انہوں نے ادھر ادھر دیکھا نہ ہی وہ کسی چیز پر رکے۔ یہاں تک کہ جب مسلسل چلتے چلتے شام ہوئی تو انہوں نے کہا، اے سلمان! آپ نماز پڑھئے اور سو جایئے اور کچھ کھا پی لیجئے۔ پھر اٹھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ ہم بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ جب شام ہو جاتی تو وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بیت المقدس تک پہنچنے تک جب ہم بیت المقدس پہنچے تو ہم کیا دیکھتے ہیں دروازے پر ایک پیروں اور ٹانگوں سے معذور شخص پڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ کے بندے! آپ میرا یہ حال دیکھ رہے ہیں مجھ پر کوئی چیز صدقہ کر دیجئے مگر انہوں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ دی اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا۔ اندر جا کر وہ بعض جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا، کہ اے سلمان! میں اتنی اتنی راتوں سے نہیں سویا ہوں اور نیند کا ذائقہ بھی نہیں چکھا ہے۔ آپ ایسا کرو میں سو جاتا ہوں جب سایہ فلاں جگہ تک پہنچ جائے مجھے اُٹھا دینا۔ اب میں سو رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس مسجد میں آرام کرلوں ورنہ نیند ہی نہیں کروں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں جگادوں گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ نیند مجھ پر غالب آجائے تو آپ مجھے اُٹھا دینا جب سایہ فلاں مقام تک پہنچے، بس وہ سو گئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اتنے دنوں سے یہ سوئے نہیں ہیں، میں نے یہ منظر خود آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لہٰذا میں ان کو سونے دوں گا نہیں اُٹھاؤں گا۔ حتیٰ کہ خوب سیر ہو کر نیند کرلیں۔ راستے میں جب ہم پیدل چل رہے تھے میں بھی ساتھ تھا۔ وہ میری طرف منہ کر کے مجھے وعظ کرتے تھے۔ اور مجھے خبر دیتے تھے کہ میرا رب ہے اور میرے آگے جنت اور جہنم ہے اور حساب و کتاب ہے۔ اور مجھے تعلیم دیتے تھے۔ اور مجھے ڈراتے تھے جیسے وہ اتوار کے دن لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ اسی بات کے دوران انہوں نے مجھے یہ بات بتائی، کہ اے سلمان! بے شک اللہ عنقریب ایک رسول بھیجیں گے اس کا نام احمد ہوگا۔ وہ تہامہ میں ظاہر ہوگا (وہ استاذ پادری) عجمی یعنی غیر عرب تھا۔ لفظ تہامہ صاف نہیں کہہ سکتا تھا اور محمد بھی صاف نہیں کہہ سکتا تھا۔

پادری کا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی اتباع کی نصیحت کرنا

اس نے بتایا کہ وہ رسول ہدیہ کی ہوئی چیز کھائے گا لیکن صدقہ کی ہوئی نہیں کھائے گا۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر ہوگی۔ یہی زمانہ ہے اس کے ظہور کا بس قریب آچکا ہے۔ بہر حال میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کو نہیں پا سکوں گا۔ اگر تم اس کو پا سکو تو اس کو سچا ماننا۔ اور اس کی اتباع کرنا۔ میں نے کہا کہ اگر چہ وہ رسول مجھے آپ کا دین چھوڑ دینے کی بات کرے اور جس طریقے پر آپ ہیں اس کو ترک کر دینے کا کہے پھر بھی میں اس کی اتباع کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ تجھے اس کا حکم دے تو بھی اس کی اتباع کرنا۔ بے شک حق اسی میں ہوگا جو چیز وہ لے کر آئے گا اور رحمٰن کی رضا بھی اسی میں ہوگی جو کچھ وہ کہے گا۔

سلمان کہتے ہیں کہ زیادہ دیر نہیں گذری تھی حتیٰ کہ وہ بیدار ہو گئے گھبرا کر۔ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے، اے سلمان! سایہ اس جگہ سے گزر گیا لیکن میں نے اللہ کو یاد نہیں کیا۔ کہا گیا تیرا وہ وعدہ اور وہ ذمہ داری جو تو نے اپنے اُوپر کی تھی؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ اتنے اتنے دن سے نہیں سوئے ہیں اور میں نے بھی اس میں سے کچھ آپ کو دیکھا ہے، میں نے یہ پسند کیا تھا کہ آپ نیند سے پورا پورا فائدہ اُٹھالیں۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور وہاں سے نکل پڑے، میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔

پھر وہ اسی معذور شخص کے پاس سے گزرے تو اس معذور نے کہا اے اللہ کے بندے آپ داخل ہوئے تھے تو میں نے آپ سے سوال کیا تھا مگر آپ نے مجھے کچھ بھی نہیں دیا تھا اب آپ باہر آئے ہیں تو میں نے آپ سے سوال کیا ہے مگر آپ نے اب بھی کچھ نہیں دیا۔ لہٰذا اس عبادت گزار پادری نے کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ جب اُسے کوئی بھی نظر نہ آیا تو یہ اس معذور کے قریب ہوئے اور اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ پکڑاؤ اس نے اپنا ہاتھ اسے دے دیا تو انہوں نے اس سے کہا کھڑا ہو جا اللہ کے نام کے ساتھ۔ چنانچہ وہ معذور کھڑا ہو گیا ایسے جیسے کہ وہ باندھی ہوئی رسی سے رہا ہو گیا ہے۔ بالکل صحیح سالم تھا اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑایا اور وہاں سے نکل چلے گئے۔ نہ کسی طرف مڑ کر دیکھا اور نہ ہی کسی کے پاس کھڑے ہوئے۔

لہٰذا اس معذور نے مجھ سے کہا کہ اے لڑکے میرے کپڑے اُوپر اٹھادے میں بھی چلا جاؤں اور اپنے گھر والوں کو خوشخبری سناؤں کہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ لہٰذا میں نے اس کے کپڑے اس کو اٹھا کر دے دیئے، وہ بھی چلا گیا مڑ کر میری طرف نہیں دیکھا اور میں ان کی (پادری کی) تلاش میں نکلا۔ جب بھی کسی سے پوچھتا تو لوگ بتاتے کہ وہ تیرے آگے آگے ہے۔ یہاں تک جو قبیلہ کلب کا ایک قافلہ ملا، میں نے ان سے پوچھا، جب انہوں نے اس جوان کے بارے میں سُنا تو ان میں سے ایک آدمی نے اپنا اونٹ بٹھایا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیا یہاں تک کہ وہ ان شہروں میں لے آئے۔

ایک انصاری عورت کے ہاتھ فروخت ہو گیا .... سلمان کہتے ہیں کہ پھر ان لوگوں نے مجھے بیچ دیا مجھے ایک انصاری عورت نے خرید لیا اور اس نے مجھے اپنے باغ کی دیکھ بھال کے لئے رکھ لیا۔ انہیں ایام میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے کہ مجھے آپ کے بارے میں بتایا گیا۔ میں نے

اپنے باغ سے کچھ سوکھی کھجوریں لیں اوران کو کسی چیز پر رکھا۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں آ گیا۔ میں نے ان کے پاس کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے پایا، ان میں حضور ﷺ کے قریب تر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ میں نے وہ کھجوریں لا کر حضور ﷺ کے آگے رکھ دیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ صدقہ ہے۔ حضور ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ کھالو مگر آپ ﷺ نے خود اس میں سے نہیں کھایا۔ اس کے بعد میں کچھ دیر ٹھہرا رہا جس قدر اللہ نے چاہا۔ خیر میں نے کچھ کھجوریں لیں اور چلا گیا۔ اس وقت میں آپ کے پاس لوگ کچھ لوگ موجود تھے۔ ان میں سے قریب تر آدمی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے لا کر وہ حضور ﷺ کے آگے رکھ دیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ ہدیہ ہے۔ حضور ﷺ نے بسم اللہ کر کے خود بھی کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا۔

مشرف با سلام ہو گئے .... سلمان کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا یہ باتیں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ میرے ساتھی (پادری) غیر عرب تھے۔ وہ تہامہ میں نہیں کہہ سکتے تھے۔ تہمہ اور کہا تھا احمد۔ میں حضور ﷺ کے پیچھے گھوم کر آیا، حضور ﷺ میری ادا سمجھ گئے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا کپڑا ڈھیلا کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی مہر نبوت بائیں کندھے کے کونے کے پاس تھی۔ میں نے اس کو واضح طور پر دیکھ لیا۔ اس کے بعد میں گھوم گیا یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اب میں نے کہا:

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضور ﷺ نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ غلام ہوں۔ پھر میں نے اپنی بات حضور ﷺ کو بتائی اور اس پادری کی بھی جس کے ساتھ تھا۔ اور یہ بھی بتایا جو کچھ اس نے مجھے حکم دیا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو؟ میں نے بتایا ایک انصاری عورت کے۔ اس نے مجھے اپنے باغ میں مالی رکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! انہوں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ آپ اس کو خرید لیجئے۔ لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے خرید کر آزاد کر دیا۔ میں ٹھہرا رہا جب تک اللہ نے ٹھہرانا چاہا۔ پھر میں حضور ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے سلام کیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نصاریٰ کے دین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ ان میں کوئی چیز ہے نہ ان کے دین میں کوئی چیز ہے۔ اس بات سے میرے اندر بڑا عظیم وہم داخل ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ وہ شخص میں جس کے ساتھ تھا اور وہ عبادتیں اور ریاضتیں جو میں نے ان میں دیکھی، پھر وہ بھی جو میں نے دیکھا کہ اس نے ایک معذور شخص کا ہاتھ پکڑا تو اللہ نے اس کے ہاتھ کو صحیح کر دیا، وہ کیا تھا؟ کیا واقعی ان میں کوئی خیر کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے دین میں ہے؟ میں واپس لوٹ گیا اور میرے دل میں وہ بہت سارے خیالات آئے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ (سورۃ المائدہ آیت ۸۲)

یہ بایں وجہ ہے کہ ان میں سے بعض علماء ہیں اور راہب (درویش) ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے سلمان! یہی لوگ تھے آپ جن کے ساتھ تھے۔ اور تیرا صاحب (استاذ) بھی یہ لوگ نصاریٰ نہیں تھے، بلکہ یہ لوگ مسلمان تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے البتہ اس نے حکم دیا تھا آپ کی اتباع کرنے کا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگرچہ وہ آپ کے دین کو ترک کر دینے کا حکم دے اور جس دین پر آپ ہیں اس کو چھوڑ دینے کی بات کرے تو کیا میں اس کو چھوڑ دوں؟ تو اس نے کہا: ہاں! اس کو چھوڑ دینا۔ بے شک حق اور اللہ جو پسند کرتا ہے اسی میں ہوگا جس کا وہ تمہیں حکم دے گا۔ (مستدرک ۳/۵۹۹۔۶۰۲)

حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، عالی ہے۔ سلمان فارسی کے اسلام کے ذکر کے بارے میں۔ بخاری نے اس کو نقل کیا۔

مترجم کہتا ہے کہ اس روایت میں حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے بہت سے دلائل کے علاوہ اس کے بہت ساری تاریخی معلومات اور عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں۔

(قارئین غور فرمائیں۔ از بندہ حقیر محمد اسماعیل جاروی)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، دونوں نے کہا کہ ان کو خبر دی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے سلمان فارسی نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اہل فارس میں سے تھا۔ اہل اصفہان میں سے بستی کا باسی تھا جس کو جیّ کہتے تھے۔ میرا والد کسان تھا، اپنی زمین پر کام کرتا تھا اور وہ مجھ سے شدید محبت کرتا تھا اس قدر محبت اس کو نہ مال سے تھی نہ دیگر اولاد سے۔ اتنی محبت تھی کہ اس نے مجھے گھر میں روک رکھا تھا۔ جیسے کوئی لڑکی کو گھر میں روک رکھتا ہے۔ میں نے مجوسیت میں بڑی محنت کی تھی یہاں تک کہ میں آگ بھڑکانے والا قطن بن گیا تھا، جو آگ کو مستقل جلائے رکھے بجھنے نہ دے۔ مجوسیوں میں وہ قابل تعظیم واحترام ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ آگ کا خادم ہوتا تھا، کیونکہ مجوسی آگ کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

سلمان فرماتے ہیں کہ میں قطن گیا تھا جو آگ کو جلائے رکھتا ہے بجھنے نہیں دیتا ایک لحظہ بھی۔ میں یہ کچھ جانتا تھا لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا بس اپنے کام کو جانتا تھا۔ میرے والد نے ایک گھر بنانا شروع کیا اس میں ان کی مصروفیت تھی۔ ایک دن انہوں نے مجھے بلا کر کہا اے بیٹے! میں یہاں پر مصروف ہوں آپ زمین پر چلے جائیں، وہاں اس کی دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔ آپ وہاں جا کر کام کرنے والوں سے کام کروائیں۔ میں اگر وہاں چلا گیا تو یہاں پر کام رک جائے گا۔ چنانچہ میں وہاں جانے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستے میں عیسائیوں کے ایک کنیسہ کے پاس سے گزرا تو میں نے ان لوگوں کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عیسائی نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے اس کے اندر چلا گیا۔ میں نے جوان کا حال دیکھا تو مجھے حیرانی ہوئی۔ اللہ کی قسم میں وہیں بیٹھا رہ گیا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ میرے والد نے میری تلاش میں ہر طرف بندے بھیج دیئے۔ میں شام کو گھر واپس آ گیا زمینوں پر نہیں گیا۔

میرے والد نے پوچھا کہ تم کہاں رہے؟ کیا میں نے تمہیں ایسے ایسے نہیں کہا تھا؟ میں نے ان کو بتایا کہ ابا جان میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا ان کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ مجھے اس کی نماز اور ان کی دعائیں اچھی لگی تھی۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا تھا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں۔ والد نے کہا بیٹا تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین ان سے بہتر ہے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم نہیں وہ ان کے دین سے بہتر نہیں ہے۔ وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہم لوگ تو بس آگ کو پوجتے ہیں، حالانکہ ہم اس کو اپنے ہاتھوں سے سلگاتے ہیں۔ جب ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں وہ خود بخود مر جاتی ہے۔

چنانچہ وہ میرے بارے میں ڈر گئے اور انہوں نے میرے پیر میں زنجیر ڈالی اور مجھے گھر کے اندر باندھ دیا۔ میں نے نصاریٰ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے بتاؤ کہ تمہارے دین کا مرکز کہاں ہے، میں نے جس دین پر تمہیں دیکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہے۔ میں نے کہا کہ جب تمہارے پاس وہاں سے کچھ لوگ آئیں تو مجھے بتا دینا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ضرور بتائیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس وہاں سے کچھ تاجر آئے اور انہوں نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں ہمارے تاجروں میں سے کچھ تاجر آئے ہیں۔ میں نے ان کو پیغام بھیجا کہ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس جانے کا ارادہ کریں تو مجھے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم بتا دیں گے۔ لہٰذا انہوں نے جب اپنا کام کر لیا اور جانے کا پروگرام بنایا تو ان لوگوں نے مجھے آگاہ کر دیا۔ میں نے وہ بیڑیاں پھینک دیں جو میرے پیروں میں لگی ہوئی تھیں اور میں ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا اور میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم لوگ شام کے ملک میں پہنچ گئے۔

یہاں پہنچ کر میں نے ان تاجروں سے پوچھا کہ اس دین میں سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ اُسقف ہیں صاحب کنیسہ۔ لہٰذا میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے پاس رہوں آپ کے کنیسہ کے اندر اور آپ کے ساتھ میں اللہ کی عبادت کروں۔ اور آپ سے خیر اور بھلائی سیکھوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

صدقہ ضائع کرنے والے سے نفرت .... کہتے ہیں کہ پھر میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ مگر وہ پادری برا انسان تھا۔ وہ لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم کرتا تھا اور ان کو اس کی ترغیب دیتا تھا۔ وہ جب اس کے پاس صدقات جمع کرتے تھے تو وہ انہیں گاڑ دیتا تھا صدقات مسکین کو

نہیں دیتا تھا۔ لہٰذا مجھے اس سے شدید بغض اور نفرت ہوگئی تھی اس لئے کہ میں نے اس کا حال دیکھا تھا۔ وہ زیادہ عرصہ نہ رہ سکا بلکہ وہ مر گیا جب عیسائی لوگ دفن کرنے کے لئے آئے تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ بُرا آدمی تھا۔ تم لوگوں کو یہ صدقہ کی ترغیب دیتا تھا اور حکم کرتا تھا، جب تم لوگ اس کے پاس جمع کراتے تھے تو وہ اس کو جمع کر کے گاڑ دیتا تھا اور وہ مال مسکینوں کو نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا نشانی ہے اس کی؟ میں نے کہا کہ تمہیں اس کا خزانہ نکال کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ لاؤ۔ چنانچہ میں نے ان کے سامنے سات مٹکے سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے نکال کر دیئے۔ انہوں نے جب یہ دیکھے کہنے لگے اللہ کی قسم اس کو کبھی دفن نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے اس کو لکڑیوں کے اوپر پھانسی چڑھا دیا اور اس کو پتھر مارے اور دوسرے آدمی کو لے آئے۔ اور اس کو اس بڑے آدمی کی جگہ مقرر کر دیا۔

اللہ کی قسم اے ابن عباس! میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ پانچ نمازیں پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے زیادہ محنت کرنے والا شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبت کوئی انسان دیکھا۔ اور نہ ہی رات دن کے اندر اس سے زیادہ عبادت کرنے والا کوئی انسان دیکھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس سے زیادہ کسی چیز کو محبوب رکھا ہو۔ اس سے قبل میں ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ اس کو وفات ہوگئی۔

جب وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے کہا اے فلاں آپ کو تو اللہ کا حکم آن پہنچا ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں اور میں اللہ کی قسم آپ سے شدید محبت کرتا ہوں، اس قدر کہ اتنی محبت کسی چیز سے نہیں کرتا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں۔ اس نے کہا، اے بیٹے! اللہ کی قسم میں کسی اچھے آدمی کو تو نہیں جانتا ہاں ایک آدمی ہے موصل شہر میں رہتا ہے آپ اس کے پاس چلے جانا۔ ان کو آپ میرے حال کی مثل پائیں گے۔ جب وہ پادری مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو میں موصل شہر چلا گیا، میں وہاں کے پادری کے پاس پہنچا۔

واقعی اس کو میں نے محنت، کوشش اور دنیا سے بے رغبتی میں پہلے والے جیسا پایا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے فلاں نے آپ کے پاس بھیجا تھا کہ میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کے پاس رہوں۔ اس نے کہا بیٹے ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ رہ جاؤ۔ میں اس کے پاس ٹھہر رہا۔ ان کے دوست کے حکم کے مطابق حتیٰ کہ اس کو بھی وفات آن پہنچی۔ میں نے کہا کہ مجھے فلاں نے آپ کی طرف وصیت کی تھی۔ اور آپ کے اوپر بھی اللہ کا حکم آن پہنچا ہے۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کریں گے۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں کوئی بہتر نہیں جانتا اے میرے بیٹے! مگر ایک آدمی ہے مقام نصیبین میں وہ ہم لوگوں کے طریق پر ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔ جب ہم نے اسے دفن کر دیا تو میں دوسرے کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا، اے فلاں! مجھے فلاں شخص نے فلاں کی طرف وصیت کی تھی اور فلاں نے آپ کی طرف وصیت کی تھی۔

صاحب عموریہ کی خدمت میں .... اس نے کہا، آجایئے اے بیٹے! میں اس کے پاس رہنے لگا وہ انہیں لوگوں کے حال پر تھا۔ حتیٰ اس کو وفات آگئی۔ میں نے اس سے کہا، اے فلاں! بات یہ ہے کہ آپ کے اوپر اللہ کا حکم آچکا ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں اور مجھے فلاں شخص نے فلاں کی طرف وصیت کر کے بھیجا تھا اور اس نے فلاں کی طرف وصیت کر کے بھیجا تھا۔ اور اس نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔ آپ کس کی طرف مجھے وصیت کریں گے؟ اس نے کہا، اے بیٹے! اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کوئی آدمی جو ہمارے طریقے پر ہو۔ ہاں ایک آدمی ہے مقام عموریہ میں، ارض روم میں آپ ان کے پاس چلے جائیں۔ آپ اس کو اسی طور طریقے پائیں گے جیسے ہم ہیں۔ جب ہم نے اس کو دفن کر لیا تو میں روانہ ہو کر مقام عموریہ میں پہنچا۔ صاحب عموریہ کے پاس گیا۔ میں نے اس کو پہلوں کے حال پر پایا، میں اس کے پاس ٹھہر گیا اور میں نے محنت مزدوری کی۔ حتیٰ کہ میری اپنی گائے بکریاں ہوگئیں اور صاحب عموریہ کی بھی وفات ہوگئی۔ جب وہ مرنے لگے تو میں نے ان سے پوچھا۔

اے فلاں! مجھے فلاں کے پاس اور اس نے فلاں کے پاس اور اس نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اور آپ کے اوپر اللہ کا حکم آچکا ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں آپ مجھے کس کی طرف وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا، اے بیٹے! اللہ کی قسم میں اس کو نہیں جانتا کہ کوئی ایک باقی رہا ہو اس حالت پر جس پر ہم تھے کہ جس کے بارے میں تم سے کہوں کہ فلاں کے پاس چلے جاؤ۔ لیکن ایسا زمانہ قریب آچکا ہے جس میں سرزمین حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ اس کی جائے ہجرت دو گرم پہاڑوں کے درمیان شور زمین یا گندھک والی زمین کھجوروں کی زمین ہوگی۔ بے شک اس میں علامات

ظاہر اور واضح ہوں گی۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگر آپ اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ ان شہروں میں چلے جاؤ تو ضرور جاؤ۔ بے شک اس کا زمانہ تمہارے اوپر سایہ کر کے آ چکا ہے۔

جب ہم نے اس کو دفن کر لیا تو میں وہاں ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ کچھ آدمی عرب کے تاجروں میں سے ہمارے پاس گزرے۔ قبیلہ بنو کلب میں سے۔ میں نے ان سے کہا آپ لوگ مجھے ساتھ سوار کر لو گے؟ مجھے عرب کی سرزمین پر چھوڑ دینا۔ میں یہ گائے اور بکریاں آپ کو دے دوں گا۔ وہ مان گئے، میں نے یہ مال دے دیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے سوار کر لیا۔ جب وہ مجھے وادی قریٰ میں لے کر پہنچے تو انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ انہوں نے مجھے غلام کی طرح ایک یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ وادی قریٰ میں۔ اللہ کی قسم میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے تو امید رکھ لی کہ یہی شہر ہوگا جس کی میرے صاحب (استاذ) نے میرے لئے تعریف کی تھی جو میرے پاس محفوظ تھی۔ یہاں تک کہ آدمی میرے پاس آیا بنو قریظہ میں سے وادی قریٰ کے یہودی میں سے۔ اس نے مجھے میرے مالک سے خرید لیا جس کے پاس میں رہتا تھا۔ وہ مجھے وہاں سے مدینہ لے آیا۔ اللہ کی قسم مدینہ تو ایسا ہے کہ جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کی نشانی پہچان گیا۔ لہٰذا میں غلامی میں ہی رہنے لگ گیا اپنے مالک کے پاس۔

اتنے میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں نبی بنا دیا۔ میرے سامنے آپ کا کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ میں غلامی میں تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ مکے سے ہجرت کر کے قباء میں پہنچ گئے اور میں اپنے مالک کے باغ میں کھجوروں میں کام کر رہا تھا کہ اچانک اس کا چچازاد آیا اور کہنے لگا، اے فلانے اللہ بنو قبیلہ (اوس وخزرج) کو ہلاک کرے۔ اللہ کی قسم وہ قبیلہ میں ایک آدمی کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ وہ لوگ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ نبی ہے۔ اللہ کی قسم نہیں ہے وہ مگر وہی جو میں نے سن رکھا ہے (یہ بات سنتے ہی) مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ میں اپنے مالک پر گر جاؤں گا۔ میں کھجور سے اترا میں کہہ رہا تھا کہ یہ کیسی خبر ہے، یہ کیا ہے؟ چنانچہ میرے مالک نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے سخت مکا مارا اور کہنے لگا کہ تمہیں اس شخص سے (نبی رسول سے) کیا غرض۔ چلو اپنے کام کو دیکھو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو ایک خبر سنی تھی میں نے چاہا کہ اس کو جان سکوں۔

میں نے جب شام کی میرے پاس کچھ کھانے کی چیز تھی میں نے وہ ساتھ لی اور رسول اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ قباء میں تھے۔ میں نے جا کر کہا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ آپ نیک آدمی ہیں، اور آپ کے ساتھ غریب اور مسافر ساتھی بھی ہیں۔ میرے پاس تھوڑا سا صدقہ تھا میں نے دیکھا کہ آپ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں اس شہر میں، لیجئے وہ یہ ہے۔ یہ سب اس میں سے ہے۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں روک کر رکھا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کو کھا لیجئے۔ اور آپ نے خود نہیں کھایا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ ایک صفت ہے اس میں سے جو میرے استاذ نے مجھے بتائی تھی (کہ وہ آخری نبی ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا)۔ پھر میں لوٹ آیا اور حضور ﷺ قباء سے مدینہ میں آ گئے۔

پھر میں نے کوئی چیز جمع کی اور جو میرے پاس تھی پھر میں اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا تھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ یہ میرے پاس ہدیہ ہے اور اکرام ہے صدقہ نہیں ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے خود بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ دو صفات ہو گئیں جو مجھے بتائی گئی تھیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، وہ جنازے کے ساتھ چل رہے تھے۔ میرے اوپر دو چادریں لپٹی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ اپنے اصحاب میں تھے۔ میں حضور کے پیچھے گھومنے لگا تاکہ میں آپ کی پیٹھ پر مہر نبوت دیکھ سکوں۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ لیا کہ میں پیچھے ہو رہا ہوں تو سمجھ گئے کہ میں کسی چیز کو تلاش کر رہا ہوں جو مجھے بتائی گئی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اپنے کندھے سے اپنی چادر ہٹائی۔ میں نے مہر دیکھی آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان جیسے میرے استاذ نے مجھے بتلائی تھی۔ چنانچہ میں اس مہر پر اوندھا ہو کر بوسہ دینے اور رونے لگ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے سلمان! آگے گھوم کر آ جایئے۔ میں گھوم کر آگے بیٹھ گیا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے اصحاب حضور ﷺ سے میری کہانی سنیں۔ لہٰذا میں نے اپنی آپ بیتی بیان کی۔ اے ابن عباس! جیسے میں نے تجھے بیان کی ہے۔

جب میں فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے سلمان مکاتبت کر۔ چنانچہ میں نے اپنے مالک کے ساتھ تین سو کھجوروں پر مکاتبت کی کہ وہ درخت لگا دوں گا اور چالیس اوقیہ کھجوریں بھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے میری اعانت فرمائی۔ کھجوروں کے ساتھ میں پچھے کھجور کے کسی نے دیئے، کسی نے بیس، کسی نے دس۔ ہر شخص نے دیئے جتنا کسی کے پاس تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے سلمان! تم ساری کھجوریں جمع کرو میں خود آ کر زمین میں لگاؤں گا۔ جب فارغ ہو جاؤ تو بتا دینا۔ میں نے لا کر رکھ دیں۔ میرے ساتھیوں نے میری مدد کی۔ میں نے ان کے گڑھے بھی کھود دیئے، جہاں لگانی تھیں۔

جب ہم یہ کام کر چکے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم فارغ ہو گئے ہیں اپنے کام سے۔ حضور ﷺ میرے ساتھ چل کر آئے، ہم ان کے پاس کھجور کے پچھے اٹھا کر لاتے رہے اور حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے لگاتے رہے اور اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کرتے رہے۔ بس قسم اس ذات کی جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا ان میں سے ایک کھجور کا پچھا بھی نہیں سوکھا، سب کی سب کامیاب درخت بن گئے۔ باقی رہے مجھ پر درہم۔ چنانچہ اس کی ادائے گی کی یہ صورت بنی کہ حضور ﷺ کے پاس کسی کان سے انڈے کی مثل سونا آیا ایک آدمی لے کر۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کہاں ہے فارسی مسلمان مکاتب؟ (یعنی آزادی کا معاہدہ کرنے والا)۔ مجھے بلایا گیا حضور ﷺ نے فرمایا لیجئے یہ سونا اے سلمان! اور ادائیگی کیجئے جو آپ کے اوپر قرض ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس سے کیا ادائیگی ہوگی؟ (یعنی مجھ پر تو قرض بہت ہے)۔ حضور نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ اور کروادے گا تم سے۔ بس قسم ہے اس ذات کی سلمان کی جان جس کے قبضے میں ہے کہ میں نے اس سے چالیس اوقیہ ان کے لئے تول کر دیئے تھے۔ میں نے وہ ان کو ادا کر دیئے اور یوں سلمان آزاد ہو گیا۔ مجھے غلامی نے جکڑ رکھا تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں بدر اور احد کی جنگ میں شریک نہ ہو سکا۔ پھر میں آزاد ہو گیا تو میں جنگ خندق میں شریک ہوا، اس کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ ہر جنگ میں شریک رہا۔ کوئی میدان اور جنگ مجھ سے فوت نہ ہوئی۔ (مسند احمد ۵ ۴۳۸-۴۴۴)

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد دوری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن الاصبہانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے شریک نے عبید المکتب سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے سلمان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا صدقہ لے کر آپ نے وہ واپس کر دیا تھا۔ اور میں ہدیہ لے کر آیا تو آپ نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ (مسند احمد ۵ ۴۳۷-۴۳۹)

اور اسی اسناد کے ساتھ مروی ہے سلمان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اس کی مثل سونا دیا تھا اور شریک نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر درہم کی مثل گول کر کے دکھایا کہا کہ اگر کوئی رکھ دے ایک پلڑے میں اور وہ رکھ دیا جائے دوسرے پلڑے میں تو وہ جھک جائے گا اس کے ساتھ اس کی گردن چھڑانے میں۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس اصم نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے یزید بن ابو حبیب نے ایک آدمی سے جو عبد القیس سے تھا۔ اس نے سلمان سے، وہ فرماتے ہیں، جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ سونا دیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے ساتھ اپنا قرض ادا کیجئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ اتنا سونا کیا واقع ہوگا اس قرضے میں جو مجھ پر ہے؟ (یعنی یہ تو بہت ہی کم ہے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی زبان پر پھیر کر میرے حوالے کیا اور فرمایا لے جایئے اس کو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کو ادا کروادے گا تجھ سے۔ میں چلا گیا اور جا کر میں نے اس کے بدلے میں ان کو تول کر دیا۔ حتیٰ کہ میں نے ان لوگوں کے لئے اس سے چالیس اوقیے تولے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱ ۲۴۱)

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ نے ان کو ابو العباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس نے محمد بن اسحاق سے، ان کو عاصم بن عمر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس نے حدیث بیان کی جس نے سنا تھا عمر بن عبد العزیز سے اور اس نے حدیث بیان کی تھی سلمان سے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی سلمان سے کہ صاحب عموریہ (مقام

عموریہ کے پادری نے) سلمان سے کہا تھا جب اسے وفات آن پہنچی تھی آپ ارض شام میں درختوں کے دو جھنڈ پر آئیں۔ بے شک ایک آدمی ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی طرف نکلتا ہے ہر سال میں ایک رات۔ اور اس کو بیمار لوگ آکر ملتے ہیں، تو وہ جس کے لئے دعا کر دیتے ہیں وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ تم جا کر اس سے اس دین کے بارے میں پوچھنا جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو، یعنی حقیقت کے بارے میں یعنی دین ابراہیم کے بارے میں؟

سلمان کہتے ہیں کہ میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ میں نے وہاں سال بھر تک قیام کئے رکھا، حتیٰ کہ سال بعد اس رات کو وہ ایک جھنڈ سے دوسرے کی طرف نکلا تو وہ چونکہ معلوم کر کے اور چھپ کر نکلتا تھا، وہ نکلا تو لوگ مجھ پر غالب آ گئے اس پر حتیٰ کہ وہ اس جھنڈ میں داخل ہو گیا جس میں داخل ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ نہ باقی رہا تھا اس میں سے مگر صرف اس کا کندھا۔ لہٰذا میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر رحم فرمائے حقیقت دین ابراہیم کیا ہے؟ اس نے کہا بے شک آپ ایسی چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس چیز کے بارے میں اس دور میں لوگ نہیں پوچھتے۔

تحقیق تجھے ایک نبی سایہ کرنے آ گیا ہے (یعنی قریب آ چکا ہے اس کا وقت)۔ وہ اس بیت اللہ اور حرم کے پاس ظاہر ہوگا۔ وہ اسی دین کے ساتھ بھیجا جائے گا۔ جب سلمان نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا، سلمان اگر تم مجھے یہ بات سچی بتا رہے ہو تو تم نے عیسیٰ بن مریم کو دیکھا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱ ۲۴۱ ابن عساکر ۲ ۱۹۵)

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابواحمد حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن محمد الجوار بی نے متی مواسط میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق ابن ابراہیم شہیدی نے، ان کو معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے، اس نے ابو عثمان سے، اس نے سلمان فارسی سے کہ انہوں نے دس سے کچھ زیادہ ربیوں کی خدمات حاصل کی تھیں یعنی ایک ربی سے دوسرے ربی تک (یعنی عیسائی عالم و پادری یا عبادت گزار زاہد تارک الدنیا لوگ)۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے حسن بن عمر بن شقیق سے اس نے معتمر بن سلیمان سے۔

باب ۵۳

قیس بن ساعدہ ایادی کا تذکرہ دورِ جاہلیت کے خطیب کی

حقیقت پر مبنی تقریر جو اس نے عکاظ کے مجمع میں کی تھی (تعارف)

(از مترجم)

یہ قیس بن ساعدہ بن عمرو بن عدی بن مالک بنو ایاد سے تھے۔ حکماء عرب میں سے ایک تھے اور دورِ جاہلیت کے عظیم خطیب تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلے عرب خطیب تھے جنہوں نے تلوار پر سہارا لے کر خطاب کرنا شروع کیا تھا۔ اور پہلا شخص تھا جس نے لفظ ا مابعد ! کا استعمال شروع کیا تھا۔ وہ قیصر روم کے پاس آتا جاتا تھا، وہ اس کا اکرام کرتے تھے۔ یہ معمور میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی لمبی حیات گزری تھی۔ حضور ﷺ نے اس کو نبوت سے قبل پایا تھا۔ اور عکاظ میں اس کو دیکھا تھا۔ نبوت کے بعد حضور ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اکیلا ایک اُمت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ اس نے عکاظ میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی بعثت کی بشارت دی تھی اور لوگوں کو ان کی اتباع کرنے پر ابھارا تھا۔ یہ بعثت رسول سے پہلے کی بات ہے۔ (الاغانی ۱۴ ۴۰ خزانۃ الادب)

(۱) ہمیں خبر دی ابوسعد سعید بن محمد بن احمد شعیثی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حدیث بیان کی ابوعمرو بن ابوطاہر محمد آبادی نے لفظاً، ان کو ابولبابہ نے محمد بن مہدی ابیوردی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو سعید بن ہبیرہ نے، ان کو معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے، اس نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ قبیلہ ایاد کا وفد آیا رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قس بن ساعدہ ایادی کا کیا حال ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ھلک وہ مر گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کا کلام سنا تھا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ میں نے اس کو یاد بھی رکھا ہو۔ چنانچہ لوگوں میں سے بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو محفوظ کیا تھا۔ حضور نے فرمایا اچھا پیش کرو۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ وہ عکاظ کے بازار میں کھڑے ہوئے تھے اور کہا تھا:

''اے لوگو! خوب کان لگاؤ اور سنو اور یاد رکھو۔ ہر شخص جو زندگی گذارتا ہے وہ مر جاتا ہے اور ہر شخص جو مر جاتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ گویا آ چکی ہے۔ رات اندھیرا کرنے والی ہوتی ہے اور آسمان بروج والا ہے، ستارے روشنی والے ہیں، سمندر جوش مارتے ہیں اور پہاڑ بلند ہیں اور دریا رواں دواں ہیں۔ بے شک آسمان میں البتہ ایک خبر ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ گذر تو جاتے ہیں مگر لوٹ کر واپس نہیں آتے۔ کیا بھلا وہ وہاں اقامت کرنے پر خوش ہو کر وہیں اقامت پذیر ہو گئے ہیں؟ یا وہ دنیا چھوڑ کر گئے ہیں تو وہاں سو گئے ہیں''۔

''پھر انہوں نے کہنا شروع کیا قس بن ساعدہ اللہ کی پکی قسم کھاتا ہے جس میں گناہ نہیں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک دین ہے اور وہ اس دین سے زیادہ پسندیدہ ہے جس پر تم لوگ ہو۔ پھر اس نے شعر کہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ قرون اور زمانوں میں گزر جانے والوں میں بصیرتیں اور عبرتیں پوشیدہ ہیں۔ جب میں موت کے گھاٹ اور آنے کے مقام ملاحظہ کرتا ہوں تو وہ ایسے ہیں کہ ان کے ظہور کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اور میں اپنی قوم کو دیکھتا ہوں تو وہ سب چھوٹے بڑے موت کی طرف رواں دواں ہیں تو میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں بھی لامحالہ اس کی راہ پر چل رہا ہوں جس پر سب لوگ جا رہے ہیں''۔

قیس بن ساعدہ کا کلام .... اہل علم قارئین کی ضیافت طبع کے لئے قس بن ساعدہ کا عربی نثر اور نظم پر مشتمل کلام یہاں پر پیش خدمت ہے جو اس نے عکاظ کے مجمع میں خطاب کیا، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھی سنا تھا۔

یا ایہا الناس، استمعوا واسمعوا وعوا: کل من عاش مات، وکل من مات فات، وکل ما ھو آت آت۔ لیل داج، وسماء ذات ابراج۔ ونجوم تزھر، وبحار تزخر، وجبال مرساۃ، انھار مجراۃ۔ ان فی السماء لخبرا، وان فی الارض لعبرا۔ اری الناس یموتون ولا یرجعون، ارضوا بالاقامۃ فأقاموا؟ ام ترکوا فناموا؟ ثم انشا یقول، یقسم قس قسما باللہ لا اثم فیہ: ان للہ تعالیٰ دینا ھو ارضی مما انتم علیہ، ثم انشا یقول:

في الذاهبين الأولين من القرون لنا بصائر ... لما رأيت مواردا للموت ليس لها مصادر

ورأيت قومي نحوها يمضي الأكابر والأصاغر ... أيقنت أني لا محالة حيث صار القوم صائر

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن احمد اصفہانی نے بطور املاء کے، ان کو خبر دی ابوبکر احمد بن سعید بن فرضخ اخمیمی نے مکہ مکرمہ میں، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مہدی نے، ان کو ابوعبیداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو ابوحمزہ ثمالی نے سعید بن جبیر سے، اس نے عبداللہ بن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلہ ایاد کا وفد آیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے قس بن ساعدہ ایادی کے بارے میں پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ھلک وہ مر گیا یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں نے موسم حج میں اس کو پایا تھا (یا موجود ہوا تھا) عکاظ میں۔ وہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار تھا (یا سرخ اونٹنی پر)۔ وہ لوگوں میں یہ منادی کر رہا تھا، اے لوگو! مجتمع ہو جاؤ، خوب توجہ سے سنو اور بات کو یاد رکھو اور وعظ و نصیحت سنو اور فائدہ اٹھاؤ۔ جو شخص زندہ رہا وہ بالآخر

مر گیا، جو مر گیا وہ فوت ہو گیا (یا مرنے والا ہے)۔ ہر وہ شخص جو آنے والا ہے گو یا وہ آ گیا ہے۔ اما بعد! بے شک آسمان میں البتہ جنت ہے (یعنی آسمان سے خبر اور آگاہی حاصل ہوتی ہے)۔ اور بے شک زمین میں بہت ساری عبرتیں ہیں۔ ستارے غروب تو ہوتے ہیں مگر جوش نہیں مارتے، سمندر اُبلتے تو ہیں مگر خشک نہیں ہوتے، چھت بلند کی ہوئی ہے (آسمان) اور بچھونا بچھا ہوا ہے (زمین) نہریں سرسبز ہیں۔

قس بن ساعدہ اللہ کی قسم کھاتا ہے۔ نہ جھوٹ ہے نہ گناہ۔ معاملہ بعد میں خطرناک ہوگا۔ اگر اس میں سے کچھ میں رضا ہو گی تو کچھ میں ناراضگی۔ اور یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ بے شک اس کے بعد حیرانی ہو۔ قس بن ساعدہ اللہ کی قسم کھاتا ہے، نہ جھوٹ بول رہا ہے نہ گناہ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ کا ایک خاص دین ہے جو کہ وہ زیادہ مرضی اور پسندیدہ ہے اس کو۔ اس دین سے جس پر ہم لوگ ہیں۔ کیا حال ہے لوگوں کا کہ جاتے ہیں مگر واپس نہیں آتے؟ کیا وہ خوش ہو کر وہاں مقیم ہو گئے ہیں یا وہ چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ سو گئے ہیں''۔

صدیق اکبر ﷺ نے ساعدہ کا کلام یاد کر لیا تھا .... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کے بعد قس بن ساعدہ نے کچھ ابیات و اشعار کہے تھے میں نے ان کو یاد نہیں کیا تھا۔ یہ سنتے ہی ابو بکر صدیق ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے میں اسی جگہ موجود تھا اور انہوں نے یہ مقالہ یاد کر لیا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ وہ کیا تھا؟ ابو بکر صدیق ﷺ نے فرمایا قس بن ساعدہ نے اپنے کلام کے آخر میں کہا تھا:

فی الذاهبين الاولينمن القرون لنا بصائر
لما رايت مواردًا للموت ليس لها مصادر
ورايت قومی نحوهايمضی الاكابر والاصاغر
لا يرجع الماضی اليولا من الباقی غابر
ايقنت انی لامحالة حيث صار القوم صائر

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ قبیلہ ایاد کے وفد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا قس بن ساعدہ کی کوئی وصیت بھی موجود ہے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بالکل ہے۔ ہم نے اس کے تکیہ کے نیچے ایک لکھا ہوا صحیفہ پایا تھا۔ جس میں لکھا تھا:

يا ناعی الموت والاموات فی جدث — عليهم من بقايا ثوبهم خرق
دعهم فان لهم يوما يصاح بهم — كما ينبه من نوماته الصعق
منهم عراة وموتی فی ثيابهم — منها الجديد ومنها الاورق الخلق

''اے موت کی خبر دینے والے! مردے تو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے اُوپر موجود کپڑے، کفن پھٹ جاتا ہے، چھوڑ دیئے ان کو بے شک ان کے لئے ایک دن مقرر ہے طے ہے۔ جس دن ان کو چیخ کر پکارا جائے گا، جیسے بے ہوشی میں مبتلا شخص کو خبردار کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض بغیر لباس کے اور بعض کپڑوں میں یعنی کفن میں ہوں گے۔ بعض کا ان میں سے لباس جدید ہو گا اور بعض کا بوسیدہ ہو گا''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سُنے تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تحقیق قس بن ساعدہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لے آیا تھا یعنی اس طرح اس نے اس عقیدے کا اقرار کر لیا تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے، ان کو احمد بن محمد بن منصور حاسب نے، ان کو محمد بن حسان سمتی نے، ان کو محمد بن حجاج لخمی نے مجاہد سے، مجاہد نے شعبی سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، انہوں نے بات ذکر کی اس مذکور کے مفہوم میں مگر انہوں نے بات میں کہا۔ جی! حضور ﷺ نے پوچھا کہ کون تم سے ان کے شعر روایت کرتا ہے؟ انہوں نے شعر ذکر کئے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا اور وصیت کا ذکر نہیں۔

یہ وہ روایت ہے جس کے ساتھ محمد بن حجاج لخمی متفرد ہے مجاہد سے اور محمد بن حجاج متروک الحدیث ہے اور ایک دوسرے طریق سے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادات کثیرہ کے ساتھ۔

وفد عبدالقیس کی آمد اور سردار جارود کا اسلام قبول کرنا
قس بن ساعدہ کا کلام اور جارود کا کلام جو فصاحت عربی کا شاہکار ہے

ہمیں حدیث بیان کی ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس ولید بن سعید بن حاتم بن عیسیٰ فسطاطی نے مکہ مکرمہ میں اپنے حفظ سے یعنی زبانی۔ اور یہ خیال کیا ہے ان کی عمر اس وقت پچانوے سال تھی ذوالحجہ ۳۶۶ھ میں۔ یہ حدیث بیان کی تھی باب ابراہیم کے پاس۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی تھی محمد بن عیسیٰ بن محمد اخباری نے، ان کو ان کے والد عیسیٰ بن محمد بن سعید قرشی نے، ان کو علی بن سلیمان نے، ان کو سلیمان بن علی نے علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں جارود بن عبداللہ آئے اور وہ اپنی قوم کے اندر سردار تھے۔ اپنے معاشرے کے عظیم لیڈر تھے جن کا حکم چلتا تھا۔ بلند مقام تھے، ان کی بڑی بات تھی۔ ظاہر الادب تھے۔ اعلیٰ حسب نسب رکھتے تھے۔ انتہائی حسن و جمال کے مالک تھے، خوبصورت ان کے کام تھے، صاحب مال و عطا تھے۔ وفد عبدالقیس میں آئے تھے، اعلیٰ اقدار و ارفع امور کے مالک تھے۔ اعطاء و احسان، فصاحت و برہان کے خوگر تھے۔

ان میں سے ہر شخص پرانے اور کھجور کے درخت کے مثل تھا یا جب اُونٹنی پر بڑا اور اصیل نر جو اعلیٰ نسل کے اصلی گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ آئے ہوں جو تیار ہوں سوار کے تازیانے کے لئے، جو اپنی رفتار میں انتہائی بہتری لانے والے ہوں۔ اپنے معاملے میں حزم واحتیاط اور مہارت تامہ رکھتے تھے۔ جو اپنی روش میں نرمی کرنے والے تھے مگر لمبے فاصلوں کو سمیٹنے والے تھے (وہ صاحب جب آئے)۔ انہوں نے مسجد نبوی کے پاس اپنی سواریوں کے اونٹ بٹھائے۔ اور جارود کی (وفد کا سردار اعلیٰ) اپنی قوم کے اور ایسے چچا زاد اکابر کے آگے آیا اور کہنے لگا،

''اے میری قوم! یہ سدا بہار پیکر حسن چمکتی شخصیت محمد ﷺ ہیں۔ یہ سید العرب ہیں، اولاد عبدالمطلب کے مان ہیں۔ تم لوگ جب اس کے سامنے آؤ تو اس کے سامنے احترام کرتے ہوئے کھڑے ہو جانا۔ اور ان کے سامنے بات کم کرنا''۔

چنانچہ ان سب نے متفقہ طور پر یہ کہا،

''اے سخاوت کے بادشاہ، اے شیر بہادر، ہم ہرگز بات نہیں کریں گے آپ کے سامنے ہوتے ہوئے، اور آپ کے حکم سے تجاوز نہیں کریں گے۔ آپ دل کھول کر ہمیں کہئے جو آپ کہنا چاہتے ہیں ہم سن رہے ہیں۔ آپ کر گزریئے جب چاہیں، ہم آپ کے تابعدار ہیں''۔

لہٰذا جارود (سردار) حضور ﷺ کی خدمت میں وفد کو لے جانے کے لئے تیار ہو کر اُٹھے ہر زرہ پوش سردار کے ساتھ عمامے سر پر سجائے۔ تلواریں حمائل کئے، اپنی تلواریں لٹکا کر چل رہے تھے۔ تہبند کے دامن گھسیٹتے ہوئے جا رہے تھے۔ شعر پڑھ رہے تھے اور نہ تھک کر خاموش ہو رہے تھے۔ اگر وہ ان کو امر کرتا تو وہ فوراً اس کی پیروی کرتے۔ اگر وہ تنبیہ کرتا تو وہ اس کی ڈانٹ سن کر رک جاتے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کہ وہ گھاٹیوں کے شیر ہیں۔ جیسے وہ اس میں آتے ہیں (یا مضبوط شیر ہیں جو بن میں آئے ہیں)۔ جو وقار اور متانت کے حامل ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ادب سے آکر کھڑے ہو گئے۔

وفد عبدالقیس کے سردار کی مسجد نبوی میں دیگر سرداروں سمیت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور جارود سردار کے اشعار جن کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ رہی

جب یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور حاضرین اہل مجلس نے ان کو دیکھا تو جارود ان کا سردار وقیدیوں کی طرح نبی کریم ﷺ کے آگے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور اپنا اسلحہ اتار کر رکھا اور احسن طریقے سے حضور ﷺ کو سلام پیش کیا، اس کے بعد اشعار و نظم میں کلام شروع کیا۔

يا نبي الهدى أتتك رجال　　قطعت فدفداً وآلاً فآلا

وطوت نحوك الصحاصح طراً　　لا تخال الكلال فيك كلالا

كل دهماء يقصر الطرف عنها　　أرقلتها قلاصنا إرقالا

وطوتها الجياد تجمح فيها　　بكماة كأنجم تتلالا

تبتغي دفع بأس يوم عبوس　　أوجل القلب ذكره ثم هالا

اے ہدایت کی خبر دینے والے (نبی) آپ کی خدمت میں یہ جوان حاضر ہوئے ہیں جو میدانوں میں، ہر میدان فاصلوں پر فاصلے طے کر کے پہنچے ہیں۔ اور آپ کی طرف ہر ہموار زمین کو پہنچے، طے کرتے، ہانکتے ہوئے اور کھچے ہوئے چلے آئے ہیں۔ تیری ملاقات کی راہ میں کسی تھکنے والے کی تھکن نے اس کے قدموں کو نہیں روکا۔ جس کو دیکھنے سے آنکھ ٹھہرائے۔ ہماری سواریوں نے اس کو بخوشی طے کرلیا ہے۔ عمدہ تیز رفتار گھوڑوں نے ان فاصلوں کو طے کیا ہے جو سرکشی کر رہے تھے اس سفر میں سرخ سیاہ گھوڑوں کے ساتھ۔ ان کے ایک دوسرے کے پیچھے چلنے سے ایسے لگتا تھا جیسے ستارے ایک دوسرے کے پیچھے قطار میں چل رہے ہوں۔ ہم لوگ خطرے کے دن خطرے اور شدت عذاب سے (قیامت کا دن یا جنگ کا دن) اپنا دفاع اور تحفظ چاہتے ہیں۔ جس کا ذکر دل کو خوف زدہ کر کے دہلا دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی انتہاء

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ مذکورہ اشعار سنے تو فرح فرحا شدیدا انتہائی خوش ہوئے اور اس جارود سردار کو قریب کیا، پھر اور زیادہ قریب کیا اور اس کو اونچی جگہ بٹھایا اور اس سے محبت کا اظہار کیا۔ اور اس کی عزت افزائی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے جارود آپ کو آپ کی قوم کو وعدے نے مؤخر کردیا ہے اور تمہارے ساتھ مدت طویل ہوگئی ہے (مراد یہ ہے کہ آپ کو آنے میں دیر ہوگئی ہے)۔ جارود نے جواب دیا یا رسول اللہ! البتہ غلطی کی ہے اس نے جس نے آپ کے پاس آنے کا ارادہ نہیں کیا اور اس کی رشد و ہدایت رُوٹھ گئی ہے۔ اللہ کی قسم یہ بات بڑی خسارے کی ہے اور عظیم خطرے کی ہے۔ بڑی ہلاکت کی ہے، ساتھ وسامنے پیدا ہونے والا اپنے گھر والوں کے جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ اور اپنے کو دھوکہ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ حق لے کر آئے ہیں، آپ نے سچ بولا ہے۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو مؤمن کے لئے سرپرست منتخب کیا ہے۔ تحقیق میں آپ کی وصف انجیل میں بھی پائی ہے۔ البتہ تحقیق آپ کی بشارت ابن بتول نے بھی دی ہے (مراد عیسیٰ بن مریم علیہ السلام)۔ لمبا تحیہ اور سلام ہے آپ کو۔ اور شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ کو عزت دی ہے اور آپ کو رسول بنایا ہے۔ دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کے بعد کوئی کسی ثبوت کی ضرورت نہیں اور یقین آجانے کے بعد شک باقی نہیں رہا۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے (کہ میں بیعت کروں) میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ (محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جارود ایمان لے آیا اور اس کی قوم میں سے ہر سردار ایمان لے آیا۔ نبی کریم ﷺ ان سب سے بہت خوش ہوئے۔ اور خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ اے جارود! کیا اس وفد عبدالقیس کی جماعت میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہمارے لئے قس کا تعارف کروائے؟ اس نے جواب دیا:

''یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کا تعارف کروائے گا ہر شخص اس کو جانتا ہے۔ میں اپنی قوم میں سے ایسا ہوں جو اس کے تمام آثار کی تلاش میں رہتا تھا۔ اور اس کی خبر کی تلاش کرتا رہتا تھا۔ ذہین ترین آدمی تھا عرب کے ذہینوں میں سے۔ صحیح النسب تھا، فصیح ترین تھا، وہ خطاب کرتا تھا۔ خوبصورت بڑھاپے اور سفیدی والا تھا۔ سات سو سال کی طویل عمر عطا کیا گیا تھا۔ صحرانوردی کرتا رہتا تھا۔ نہ اس کو کوئی دار چھپاتی نہ کوئی گھر، نہ ہی کوئی ٹھکانہ اس کو قرار دیتا تھا۔ اپنی صحرانوردی کے دوران شتر مرغ کے انڈے گھونٹ گھونٹ کر کے پیتے رہتے۔ جنگلی اور وحشی جانوروں اور موذی جانوروں کے ساتھ انس و محبت کرتے تھے۔ ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے۔ سیاحوں کے پیچھے رہتے تھے مسیح کی نہج پر۔ رہبانیت اختیار کرنے، دنیا والوں سے الگ تھلگ رہنے سے اُکتاتے نہیں تھے۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے تھے۔ اپنی حکمت و دانائی سے امثال اور محاورے بنا کر پیش کرتے تھے۔ اور اپنے محاورات و امثال کے ذریعے خطرات سے پردے اُٹھاتے تھے۔ ابدال اور مقدس لوگ اس کی اتباع کرتے تھے۔ عیسائی حواریوں کے سردار سمعان کو انہوں نے پالیا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا عرب میں سے جس نے معبود بنایا اور پرستش کی۔ اور زیادہ عبادت گزار تھے۔ ان میں سے جنہوں نے صدیوں عبادت کی اور انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ جی کر اُٹھنے پر یقین رکھا اور حساب و کتاب پر یقین رکھا اور بُرائی کے ساتھ لوٹنے اور بُرے ٹھکانے سے ڈرایا۔ اور موت کی یاد دلا کر اس نے وعظ کیا۔ اور مرنے سے پہلے عمل کرنے کی تلقین کی۔ خوبصورت الفاظ بولنے والے بازار عکاظ میں خطاب کرنے والے، مشرق و مغرب کے عالم، خشک و تر کے عالم (یعنی جنگلوں اور دریاؤں کے بر و بحر کے عالم)۔ میٹھے اور کڑوے پانی کے عالم (یعنی دریاؤں اور سمندروں کے عالم) ایسے لگتا ہے جیسے میں ان کو آج بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور سارے عرب ان کے سامنے ہیں۔ وہ رب کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ جو اس کا رب تھا کہ ضرور لکھی تقدیر کا اپنے وقت کو پہنچے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا اجر ضرور ملے گا''۔ اس کے بعد وہ یہ شعر کہتے تھے :

هــاج لـلـقـلـب مـن جـواه ادكـار ‏ ‏ ‏ ولـيـــال خـــلالـهـــن نـهـــار

و نـجـوم يـحـثـهـا قـمـر الـيـل ‏ ‏ ‏ وشـمــــس فـى كـل يـوم تـدار

ضـوؤهـا يـطـمـس الـعـيـون و رعـاد ‏ ‏ ‏ شـديـد فـى الـخـافـقـيـن مـطـار

و غـــلام واشـمــــط و رضـيــع ‏ ‏ ‏ كـــلـهـــم فـى الـتـراب يـومـا يـزار

و قـصـور مشـيـدة حـوت الـخـيـر ‏ ‏ ‏ واخـــرى خـلـــت فـهـن قـفـار

و كـثـيـر مـمـا يـقـصـر عـنـه ‏ ‏ ‏ جـوسـة الـنـاظـر الـذى لا يـحـار

و الـــذى قـد ذكـرت دل عـلـى ‏ ‏ ‏ الـلـه نـفـوسـا لـهـا هـدى و اعـتـبـار

اس کی روشنی تو آنکھوں کو خوش کرتی ہے اور شدید زاور ہے۔ وہ مشرق و مغرب کے مابین تیز رفتاری سے دوڑتا ہے (اجرام فلکی ہوں یا انسانی) لڑکے ہوں یا ادھیڑ عمر جوان یا دودھ پیتے سب کے سب مٹی میں ہوں گے اس دن جو آئے گا۔ اور مضبوط بنائے ہوئے محلات جو چیز کو جمع کیے ہوئے ہیں اور دوسرے جو خالی ہیں وہ سب چٹیل میدان ہوں گے۔ اور بہت ساری دیگر چیزیں جن سے ناظر کی نگاہیں چکا چوند ہوتی ہیں۔ جو کہ کاشکار نہیں ہوئیں۔ جتنی چیزیں میں نے گنوائی ہیں سب کی سب اللہ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ اپنے وجود کے اعتبار سے یہ سب رہنمائی کر رہی ہیں اور عبرت دلا رہی ہیں۔

یہاں تک قس کا کلام سُن کر رسول اللہ ﷺ نے جارود کو روک کر کہا، بس بس کرائے جارود!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ٹھہر جائیے اے جارود۔ میں بھی اس شخص کو نہیں بھولا ہوں عکاظ کے بازار میں۔ وہ اپنے اُونٹ پر سوار تھا اپنے عجیب کلام کے ساتھ وہ کلام کر رہا تھا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ میں نے اس کو محفوظ کیا ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ہے اے مہاجر و انصار! جو ہمارے لئے

اس کے کلام میں سے کچھ یاد رکھتا ہو؟ لہٰذا ابوبکر صدیق ؓ اُچھل کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! میں نے اسے یاد رکھا ہوا ہے۔ میں اس دن بازار عکاظ میں حاضر تھا جب اُس نے خطبہ دیا تھا اور خوب لمبا کیا تھا۔ اور اس نے ترغیب بھی دی تھی اور ڈرسُنایا تھا، ترغیب، ترہیب، تحذیر، انذار سب کچھ کیا تھا۔ اس نے اپنے خطابات میں یوں کہا تھا :

قس بن ساعدہ کو عرب کے معمر ترین خطیب کا خطاب

''اے لوگو! سنو اور یاد کرو۔ اور جب تم یاد رکھ لو تو اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ جو بھی زندگی گزارتا ہے وہ مرتا ہے، جو بھی مرتا ہے وہ آنے والا ہے (مطلب یہ ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہوگا)۔ اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے گویا کہ وہ آگئی ہے، خواہ وہ بارش ہو یا وہ اُگنے والی نبات ہو یا وہ رزق ہوں روزیاں، یا باپ ہو جائیں۔ زندہ ہوں یا مُردے۔ جمع اکھٹے ہوں یا متفرق اور نشانیاں بعد نشانیوں کے مسلسل، بے شک آسمان میں خبر اور آگاہی ہے۔ اور زمین میں البتہ عبرتیں ہیں رات اندھیری ہے اور آسمان برجوں والا ہے۔ اور زمین بند دروازوں والی ہے۔ اور سمندر موجوں اور لہروں والے ہیں۔ مجھے کیا ہوا ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ جاتے تو ہیں لیکن لوٹ کر واپس نہیں آتے؟ کیا وہ ٹھہرے رہنے پر خوش ہوگئے ہیں۔ وہ وہاں چھوڑ دیئے گئے ہیں اور وہ وہاں سوگئے ہیں۔ قس قسم کھاتا ہے سچی قسم نہ اس میں وہ قسم توڑنے والا ہے نہ گناہ کرنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک دین ہے، وہ اس کو محبوب ہے تمہارے دین سے جس پر تم لوگ ہو۔ اور اس کا ایک نبی ہے، تحقیق اس کا وقت آگیا ہے اور تمہارے اُوپر اس کا وقت سایہ کر کے آگیا ہے اور اس کے ظہور نے تمہیں پالیا ہے۔ پس مبارک ہے اس کے لئے جو اس کے ساتھ ایمان لائے گا اور وہ اس کو ہدایت دے گا۔ اور ہلاکت ہے اس کے لئے جس نے اس کی مخالفت کی اور اس کی نافرمانی کی۔۔۔۔۔۔ ''

گزرے ہوئے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنا .... اس کے بعد کہا ہلاکت ہے ارباب غفلت کے لئے سابقہ اُمتوں میں سے اور بیت جانے والے زمانوں میں سے۔ اے قبیلہ ایاد کے لوگو! کہاں ہیں باپ اور دادے؟ کہاں ہیں بیمار اور عیادت کرنے والے؟ کہاں ہیں فرعون وشداد؟ کہاں ہیں جنہوں نے عمارتیں بنائیں اور انہیں مضبوط کیا؟ اور ان کو آراستہ کیا اور خوبصورت فرش بنایا؟ اور اس کو مال اور اولاد نے دھوکہ میں ڈالا؟ کہاں ہیں وہ جنہوں نے تعدی کی اور سرکشی کی تھی؟ مال جمع کیا اور محفوظ کر کے رکھا؟ اور کہا کہ میں تمہارا ربّ اعلیٰ ہوں؟ کیا وہ تم سے زیادہ مال دار نہیں تھے؟ اور تم سے زیادہ آرزوئیں کرنے والے نہ تھے؟ اور تم سے لمبی عمروں والے نہیں تھے؟ کہ غمناک مٹی نے ان کو پیس دیا۔ اور ان کو اپنی طوالت زمانی کے ساتھ ریزہ ریزہ کر دیا۔ وہ رہیں ان کی ہڈیاں بوسیدہ اور وہ رہے ان کے ویران گھر۔ جن کو بھر رکھا ہے بھونکنے والے یا پھاڑنے والے بھیڑیوں نے اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔ ہرگز نہیں ایسی بات۔ بلکہ وہی اللہ ایک ہے وہی معبود ہے وہ نہ باپ ہے نہ بیٹا ہے''۔ اس کے بعد اس نے شعر پڑھے۔

فی الذاهبین الاولین　　　من القرون لنا بصائر

لما رایت مواردا للموت　　　لیس لها مصادر

ورایت قومی نحوها　　　یمضی الاصاغر والاکابر

لا یرجع الماضی الی　　　ولا من الباقین غابر

ایقنت انی لا محا　　　لة حیث صار القوم صائر

پہلے زمانوں میں چلے جانے والے لوگوں میں ہمارے لئے عبرتیں ہیں۔ میں نے موت کے گھاٹ ملاحظہ کئے ہیں تو معلوم ہوا ہے کہ ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور میں نے اپنی قوم کو دیکھا ہے کہ چھوٹے اور بڑے سب اسی موت کی طرف رواں دواں ہیں۔ نہ پہلے چلے جانے والوں میں سے کوئی میری طرف واپس لوٹتا ہے اور نہ باقی رہ جانے والوں میں سے کوئی جانے سے رکتا ہے۔ لہٰذا میں نے بھی یقین کرلیا ہے کہ لامحالہ مجھے بھی اسی طرف جانا ہے جدھر سارے لوگ جارہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ بیان قس کی طرف سے نقل کرنے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انصار میں سے ایک آدمی کھڑے ہو گئے۔ ایسے لگ رہے تھے جیسے کوئی پہاڑ کا ٹکڑا ہے۔ بڑے عظیم سر والے، بڑی جسیم قامت والے۔ انہوں نے اپنا عمامہ درست کیا۔ اپنی زلفوں کو ڈھیلا کیا۔ محترم تھا، غالب جوان تھا۔ بڑی باچھوں والا، بلند آواز والا۔ اس نے کہا :

اے تمام رسولوں کے سردار اے رب العالمین کے چنیدہ! میں خطیب مذکورہ جس کی ایک عجیب بات دیکھی اور میں اس کے پسند کی جگہ اس کے ہاں حاضر ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے جو کچھ اس سے دیکھا، اس کو آپ نے محفوظ کیا تھا؟ اس نے بتایا کہ اسلام سے پہلے دور میں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا جو مجھ سے بھاگ گیا تھا۔ میں اس کے قدموں کے نشانات کے پیچھے پیچھے گیا، میں نے گھاس کی چراگاہوں میں اس کی تلاش کی، ریت کے ٹیلوں میں اسے ڈھونڈا۔ خواہ وہ آہستہ رفتار والے ہوں (بڑے بڑے ہونے کی وجہ سے)۔ یا تیز رفتار والے (چھوٹے ہونے کی وجہ سے)۔ ایسی جگہ ڈھونڈا جہاں کسی سوار یا قافلے کے چھپ کر آرام کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ جہاں غیر جنس کے لئے کوئی راہ نہ تھی۔

اچانک میں ایک بہت بڑے پہاڑ میں ایک ڈراونی غار یا تنگ جھروکے میں پہنچا۔ جہاں ویرانے کی وجہ سے اُلو کے سوا کوئی نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے رات ہو گئی۔ لہٰذا میں ڈرتے ڈرتے اس کے اندر گھس گیا۔ کیونکہ مجھے اس میں اپنی موت کا خطرہ تھا۔ میں وہاں پر اپنی تلوار کے سوا کسی شی کی طرف مائل بھی نہیں ہو سکتا تھا (یعنی کسی چیز کا سہارا نہیں تھا)۔ اور میں نے وہاں لمبی رات گزاری، جیسے وہ باہم ملی ہوئی رات ہے کئی راتوں سے)۔ میں ستاروں کی نگرانی کرتا رہا۔ میں ان کے غیب ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب رات ختم ہونے کے قریب ہوئی اور قریب تھا کہ صبح سانس لے، مجھے کسی غیب کی آواز دینے والے نے آواز دی۔ وہ یہ شعر کہہ رہا تھا :

یا ایھا الراقد فی اللیل الاحم قد بعث اللہ نبیا فی الحرم

من ھاشم اھل الوفاء والکرم یجلو دجنات الدیاجی والبھم

اے تاریک رات کے اندر سونے والے! تحقیق اللہ نے حرم کے اندر ایک نبی کو مبعوث کر دیا ہے۔ وہ بنو ہاشم میں سے ہے جو اہل وفا اور اہل عزت و شرف ہیں (وہ کفر و شرک کے) اندھیروں سے اور تاریک راتوں کو روشنی سے بدل دیتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے پہلو بدل کر دیکھا تو مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ نہ میں نے اس کے قدموں کی کوئی آہٹ سنی۔ میں نے بھی پلٹ کر شعر کہتے ہوئے سوال کر دیا۔

یا ایھا الھاتف فی داجی الظلم اھلاً و سھلاً بک من طیف الم

بین ھداک اللہ فی لحن الکلم ماذا الذی تدعو الیہ یغتنم

اے اندھیری رات میں غیب سے آواز دینے والے! تجھے خوش آمدید ہو! تم اندھیری رات میں آئے ہو یا خواب میں آئے ہو۔ اللہ تجھے ہدایت دے، واضح کلام میں بیان کرو کیا چیز ہے جس کی طرف آپ بلا رہے ہیں۔ بہت ہی اچھا ہوگا اور غنیمت سمجھا جائے گا۔

کہتے ہیں اچانک میں نے کسی کے کھانسنے کی آواز سنی اور کسی بات کرنے والے کی جو کہہ رہا تھا، کہ نور ظاہر ہو گیا ہے اور جھوٹ باطل ہو گیا ہے۔ اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث کر دیا ہے جو خوش مزاج ہے، جو صاحب نجیب احمر ہے (خاندانی شرافت کا مالک ہے)۔ صاحب تاج اور صاحب خود ہے۔ صاحب گلگون چہرہ ہے۔ چاند جیسی بھنوں والا، تیز ترین نگاہوں والا۔ صاحب قول شہادت۔ لا الہ الا اللہ یعنی محمد ہے جو سیاہ اور سفید کی طرف مبعوث ہے۔ تمام اہل مدر اور اہل وبر کی طرف مبعوث ہے (یعنی شہریوں اور دیہاتیوں کا سب کا رسول ہے)۔ اس کے بعد اس نے شعر کہے :

الحمد للہ الذی لم یخلق الخلق عبث لم یخلنا (حینا) سدی من بعد عیسیٰ واکترث

ارسل فینا احمدًا خیر نبی قد بعث صلی علیہ اللہ ما حج لہ رکب وحث

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے تمام مخلوق کو بے کار و بے مقصد نہیں بنایا۔ اور ہم لوگوں کو کسی وقت بھی یونہی بے کار نہیں چھوڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہے بعد ہمارے اندر احمد کو رسول کی حیثیت سے بھیج دیا۔ وہ بہترین نبی ہے جو مبعوث ہوا ہے۔ اس پر اللہ اپنی رحمت کرتا رہے، جب تک اس کے لئے سوار آرزو کرتے رہیں اور سواریوں کو ابھارتے رہیں۔

مجھے خوشی سے اپنی آغوش میں لے لیا .... کہتے ہیں جب میں اس گفتگو میں پڑا تو اپنے اونٹ کو بھول گیا۔ مجھے خوشی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اتنے میں صبح بھی روشن ہوگئی۔ بڑی ہوئی برشنی سامنے ہوگئی۔ بس جلدی سے میں نے غبار جھاڑا اور پہاڑ کی راہ لی۔ اس وقت اچانک دیکھا تو میرا اونٹ آگے سامنے کھڑا ہے جو اونٹوں کی بو سونگھ رہا ہے۔ میں نے اس کی مہار پکڑی اس کی کوہان پر سوار ہوگیا۔ اس نے اطاعت سے سرکشی کی اور میں نے ایک لحظہ اس کو خوب جھنجھوڑا۔ یہاں تک کہ جب وہ تھک گیا اور تابعدار ہوگیا اس سے لگی وہ چیز جو تختی اور ضد کر رہی تھی، جب تکیہ اور اس کا نخ گرم ہوگیا اور ٹھنڈا ہوگیا تو شہ دان اچانک سامان سفر نے تحقیق اس کے لئے دل کے پستے جھاڑے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا، بس وہ چھوڑ دیا گیا۔ میں نے اس کو اجازت دی وہ بیٹھ گیا بھرے بھرے باغ میں جو تر و تازہ اور خوشبودار تھا۔ جس چراگاہ و باغ میں حوذان اور قربان اور عنقران اور عبیثران نام کے پودے اور بوٹیاں تھیں۔ اور خبی اور اقاح (بابونہ) اور جثجات اور براراور شقائق اور نہار تھے۔ گویا کہ فضا ان پر رات بھر بارش برساتی رہی تھی۔ علی الصباح بادلوں نے ان کو تازہ کیا تھا۔ ان کے درمیان درخت تھے اور کنارے پر پانی کی ندی تھی وہ گھاس چرنے لگا۔

اور میں گوہ کا شکار کھیلنے لگا۔ یہاں تک کہ جب میں نے کھالیا اور اس نے بھی کھالیا، میں نے بھی پانی پی لیا اس نے بھی پی لیا۔ میں نے بھی بار بار پیا، اس نے بھی دوبارہ پیا۔ میں نے اس کے پیر کی رسی کھول دی۔ اور اس کی جُل اوپر ڈال دی (وہ کپڑا جو جانور کے اوپر خوبصورتی کے لئے ڈالتے ہیں)۔ میں نے اس کی چراگاہ میں گردش کرنے کی جگہ وسیع کر دی۔ اس نے حملے کو غنیمت جانا، تیزی سے تیر کی مثل ہوا سے سبقت کرنے لگا اور کشادہ میدان کی چوڑائی کو قطع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس نے مجھے ایک وادی اور قوم عاد کے درختوں میں سے درخت دکھا دیئے، جو پتوں والا اور عجیب درخت تھا۔ جس کی ٹہنیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ گویا کہ اس کے پھل دانے ہیں کالی مرچ کے۔

میں اس کے قریب ہوا تو اچانک میں قس بن ساعدہ کے پاس پہنچ گیا جو اس وقت درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پیلو کے درخت کی ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ وہ زمین پر کرید رہا تھا۔ اور وہ ترنم کے ساتھ یہ شعر کہہ رہا تھا:

یاناعی الموت والملحود فی جدث	علیھم من بقایا بزھم خرق
دعھم فان لھم یوما یصاح بھم	فھم اذا انبھوا من نو مھم فرقوا
حتی یعو دوا لحال غیر حالھم	خلقا جدیدا کما من قبلہ خلقوا
منھم عراۃ و منھم فی ثیابھم	منھا الجدید و منھا المنھج الخلق

اے موت کی خبر دینے والے اور قبر میں مدفون ان کے اوپر ان کے بقایا کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ چھوڑیئے ان کو ان پر ایک دن آنے والا ہے جس دن ان کو پکارا جائے گا وہ جب اپنی نیند سے بیدار کئے جائیں گے گھبرا جائیں گے۔ حتیٰ کہ گھبرا کر وہ حال سے بے حال ہو جائیں گے۔ نئی پیدائش، پیدا کئے جائیں گے جیسے کہ وہ پہلے پیدا کئے گئے تھے۔ کچھ ان میں سے ننگے ہوں گے اور کچھ ان میں سے اپنے کپڑوں میں، کچھ ان میں سے نئے کفن والے اور کچھ ان میں سے پرانے اور پھٹے ہوئے کفن والے۔

(وہ انصاری جوان کہنے لگے کہ) میں اس کے قریب ہوگیا۔ میں نے اس پر سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ یکایک دیکھا کہ ایک چشمہ ابل رہا ہے نرم زمین سے اور دو قبریں ہیں ان کے درمیان ایک مسجد بنی ہوئی ہے اور دو شیر ہیں جو قس بن ساعدہ کے ساتھ چاپلوسی کر رہے ہیں اور اس کے کپڑوں کے ساتھ بازیک لگ رہے ہیں۔ یکایک دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی سے پانی کی طرف آگے بڑھنے اور سبقت کرنے لگا۔ دوسرا بھی اس کے پیچھے جانے لگا اور پانی طلب کرنے لگا۔ قس نے ڈنڈی کے ساتھ اس کو مارا جو اس کے ہاتھ میں تھی اور اس سے کہا کہ پیچھے ہٹ تیری ماں تجھے گم پائے۔ یہاں تک کہ وہ پی لے جو تم سے پہلے آیا تھا۔ چنانچہ وہ واپس ہٹ گیا اور پھر اس کے بعد آیا۔

میں نے قس سے پوچھا کہ یہ دونوں کس کی قبریں ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ میرے دو بھائیوں کی قبریں ہیں۔ یہ دونوں اسی مقام پر میرے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ دونوں اللہ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ ان دونوں کو موت آگئی تھی تو میں نے دونوں کی یہاں پر قبر بنادی تھی۔ اور دونوں قبروں کے درمیان یہ جگہ میرے لئے ہے۔ حتی کہ میں بھی ان کے ساتھ لاحق ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے ان قبروں کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبا گئیں۔ وہ اوندھا ہو کر ان کے ساتھ لپٹ گیا اور یہ اشعار شروع کر دیئے

خليلي هبا طالما قد رقدتما	اجدكما لا تقضيان كراكما
الم تريا اني بسمعان مفرد	ومالي فيها من خليل سواكما
مقيم على قبريكما لست بارحا	طوال الليالي او يجيب صداكما
ابكيكما طول الحياة وما الذي	يرد على ذي عولة ان بكاكما
امن طول نوم لا تجيبان داعيا	كان الذي يسقي العقار سقاكما
كانكما والموت اقرب غاية	بروحي في قبريكما قد اتاكما
فلو جعلت نفس لنفس وقاية	لجدت بنفسي ان تكون فداكما

اے میرے دونوں دوستو! اب تو جاگو بڑی رات گزر گئی ہے تم سو رہے ہو۔ میں نے تمہیں اس حالت میں پایا ہے کہ تم اپنا آرام نہیں پورا کر پائے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ مقام سمعان میں اکیلا ہوں۔ اس میں تمہارے سوا میرا کوئی دوست نہیں ہے میں تمہاری قبروں پر مقیم ہو گیا ہوں۔ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ راتوں کی طوالت کے باوجود یا تمہاری صدا کا جواب آجائے زندگی بھر تمہیں روتا رہوں گا اور کون ہے وہ جو تمہیں زور زور سے رونے والے کو جواب دے اگر وہ تمہیں روئے۔ کیا تم لمبی نیند کی وجہ سے جواب نہیں دے رہے اپنے پکارنے والے کا۔ کاش اس شخص کے جو جس کو شراب پلادی جاتی ہے (اس پلانے والے نے) تمہیں شراب پلادی ہے۔ گویا کہ تم دونوں اور موت قریب ترین انتہا ہیں میری روح کے ساتھ اپنی قبروں میں جو تمہیں آچکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے (اس انصاری کی طرف سے قس کے بارے میں یہ تفصیل سننے کے بعد ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ قُسًّا اِنِّیْ وَلَاَرْجُوْ اَنْ یَبْعَثَهُ اللّٰهُ اُمَّةً وَحْدَهٗ

اللہ تعالیٰ قس پر رحم کرے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک امت اور ایک جماعت کی طرح اس اکیلے کو اٹھائے۔

تحقیق دوسرے طریق سے حضرت حسن بصری سے بطور منقطع روایت کے یہی روایت مروی ہے اور مختصر طریقے سے سعد بن ابو وقاص سے مروی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اور جس وقت کوئی حدیث کئی وجوہ سے مروی ہو اگرچہ اس میں سے بعض ضعیف ہوں تو یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث کی اصل ضرور موجود ہے۔ واللہ اعلم[1]

---

[1] (۱) یبعث امۃ وحدہ : کا مطلب ہے شخص منفرد دین کے ساتھ یعنی جماعت کے قائم مقام ہوگا۔

(۲) حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ روایت کے یہ طریق اپنے ضعف کے باوجود ایک دوسرے کے معاون کی طرح ہیں اصل قصے کے اثبات پر۔

(۳) حافظ ابن حجر الاصابہ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

(۴) شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ موضوعات ابن جوزی کی تہذیب میں ہے کہ اس روایت کا سب سے بہتر طریق اول روایت ہے۔ بے شک ابن ابی زہری اور اس سے اوپر والے بخاری و مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ اور علی بن محمد مدائنی ثقہ ہے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ احمد بن عبید صدوق ہے مگر اس کی منکر روایات بھی ہیں۔ ڈاکٹر عبد المعطی محشی کتاب ہذا کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے کہا ہے کہ صویلح۔ حافظ کہتے ہیں کہ نرم حدیث والا ہے۔

(۵) شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس کی طرف خلف بن امین کا طریق ملا دیا جائے تو بلا توقف اس کے حسن ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ محشی فرماتے ہیں جب آپ نے یہ تحقیق جان لی تو یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔ ہاں اس میں ابن جوزی اور اس کے متبعین کا اختلاف ہے۔

باب ۵۴

حدیث دیرانی

ہر اس شخص کو حضور ﷺ کی بعثت کی اور آپ کے نام کی خبر دیتے رہتے تھے جو ان کے پاس اُترتا اور حضور ﷺ کی اتباع کرنے پر اُبھارتے تھے

مجھے خبر دی ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے یہ کہ ابواحمد حسین بن علی بن محمد بن یحییٰ نے ان کو خبر دی (کہتے ہیں) کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن اسحاق نے، ان کو حدیث بیان کی صالح بن مسمار ابوالفضل نے، ان کو حدیث بیان کی علاء بن فضل نے اور ان کے سوا نے کہا ہے ابن عبدالملک بن ابوسویہ نے اپنے والد سے، اس نے ان کے والد نے ان کے دادا سے۔ اور ہمارے شیخ نے اس کی اسناد کو خلیفہ بن عبدہ سے قائم نہیں کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ بن سواء، بن جشم بن سعد سے پوچھا کہ آپ کے والد نے جاہلیت کے دور میں آپ کا نام محمد کیسے رکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا تھا اس بارے میں جو آپ نے مجھ سے پوچھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نکلا چار آدمیوں کے ساتھ (۱) میں بن بنی تمیم میں سے ایک تھا اور (۲) سفیان بن مجاشع بن دارم اور (۳) یزید بن عمرو بن ربیعہ اور (۴) اسامہ بن مالک بن خندف۔ ہم لوگ ملک شام میں ابن جفنہ غسانی کو ملنا چاہتے تھے۔

جب ہم شام میں پہنچے تم ہم پانی کے ایک تالاب پر اُترے جس پر درخت تھے۔ اور اس کے قریب ہی دیرانی کا ٹھکانہ تھا۔ ہم نے آپس میں کہا اگر ہم لوگ اس پانی سے غسل کرلیں اور تیل لگالیں اور کپڑے بدلیں اور اس کے بعد ہم ان سے ملیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ دیرانی نے ہمیں اُوپر سے دیکھ لیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو کسی دوسری قوم کی زبان ہے، یہ اس شہر کے لوگوں کی بولی نہیں ہے۔ ہم نے بتایا کہ جی ہاں ہم لوگ مُضر کی قوم ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کون سے مضروں سے ہو؟ ہم نے بتایا کہ خندف میں سے۔ اس نے بتایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ عنقریب تم میں سے بہت جلدی ایک نبی بھیجا جانے والا ہے۔ تم لوگ اس کی طرف جلدی کرنا اور اپنا حصہ (ہدایت اور رشد کا) اس سے حاصل کرنا تم ہدایت پاجاؤ گے۔ بے شک وہ خاتم النبیین ہوگا۔ ہم نے پوچھا اس کا کیا نام ہوگا؟ اس نے بتایا کہ اس کا نام محمد ہوگا۔ جب ہم لوگ ابن جفنہ سے واپس لوٹے اور اپنے گھر میں آئے تو ہم میں ہر ایک کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا۔ ہر ایک نے ہم میں سے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا۔ (دلائل النبوۃ ص ۵۵، کتاب الوفاء ۱/ ۴۶، سبل الہدیٰ ۱/ ۱۳۵)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ کی کتاب میں سے اس کی ان اسناد میں سے کچھ حصہ ساقط ہوگیا ہے۔ اس میں درست وہ ہے جو اس کے سوا دیگر لوگوں نے کہا ہے۔

باب ۵۵

ذکر حدیث نصرانی

جس نے اُمیہ بن ابوصلت کو بعثتِ رسول کی خبر دی تھی

ہمیں خبر دی قاضی ابوبکر احمد بن حسن حمیری رحمہ اللہ نے، ان کو ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی نے، ان کو محمد بن احمد بن ابوالعوام ریاحی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ان کے والد نے، ان کو سلیمان بن حکم بن عوانہ نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو اسماعیل بن الطریح بن اسماعیل ثقفی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ان کے دادا نے، ان کو مروان بن حکم نے، ان کو معاویہ بن ابوسفیان نے، ان کو ابوسفیان بن حرب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور اُمیہ بن ابوصلت ثقفی ملک شام کی طرف گئے۔ وہاں پر ہم لوگ ملک شام کی بستیوں میں سے ایک بستی میں پہنچے۔ اس میں عیسائی رہتے تھے۔

انہوں نے جب اُمیہ کو دیکھا تو اس کی تعظیم اور اکرام کیا اور ان کو اپنے ساتھ لے جانے کی خود پیش کش ظاہر کی۔ اُمیہ نے مجھ سے کہا اے ابوسفیان! میرے ساتھ چلئے اب آپ ایسے شخص کے پاس چل رہے ہیں جس کی طرف نصرانیت کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا، میں آپ کے ساتھ نہیں چلوں گا۔ انہوں نے کہا، کیوں؟ میں نے بتایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ کوئی چیز اپنے علم کی مجھے بتا کر میرا دل خراب کر دیں گے۔ لہٰذا وہ ان کے ساتھ چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس نے اپنے کپڑے جو پہنے ہوئے تھے وہ اُتار پھینکے اور دو کالے کپڑے پہنے اور پہن کر چلا گیا۔

اللہ کی قسم وہ میرے پاس اس وقت واپس آیا جب رات کافی بیت چکی تھی۔ جب آیا تو آتے ہی اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور سو گیا اور صبح کو اُٹھا تو کہنے لگا کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم کہیں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں! کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ اس نے کہا کیا ہمارے ساتھ کوئی اُونٹ سوار شخص نہیں گزرا۔ میں نے کہا کہ گزر گیا۔ اس نے مجھ سے کہا، اے صخر! میں نے کہا کہئے اے ابو عثمان! اس نے کہا اہل مکہ میں کون زیادہ عزت دار ہے؟ میں نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ۔ اس نے کہا اچھا اہل مکہ میں سے کون زیادہ مال دار ہے اور ان میں سے عمر میں کون سب سے بڑا ہے؟ میں نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک شرف وعزت اور مال کیا عیب ہیں اس کے لئے؟ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے اس کی عزت وشرف میں اور اضافہ ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ تم میری اس بات کو چھپا کر رکھو گے؟

اس نے بتایا کہ اس شخص نے جس پر کتاب کا علم ختم ہو رہا ہے مجھے بتایا ہے کہ نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ میں ہوں۔ اس نے بتایا کہ وہ تم لوگوں میں سے نہیں ہے۔ وہ اہل مکہ میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا نسب بتائیں۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنی قوم میں سے بہترین شخص ہے۔ میں نے جو فکر و پریشانی دیکھی ہے وہ محمد ﷺ سے نہیں دور ہو گی۔

کہتے ہیں کہ اس نے کہا اس نبی کی نشانی یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد شام میں سے اسی زلزلے میں آئے ہیں مگر ایک زلزلہ ابھی باقی ہے جس سے بڑا شر اور مصیبت ہوئی جب ہم لوگ گھاٹی کے قریب ہوئے۔ اچانک ایک سوار نظر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ شام کے علاقہ سے۔ میں نے پوچھا کہ کیا شام میں کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ جی ہاں، زلزلہ آیا ہے جس سے اہل شام پر شر اور مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ (اکتفاء ۲۴۴/۱۔ سبل الہدیٰ والرشاد ۱۳۵/۱۔۱۳۶)

باب ۵۶

ذکر حدیث جہنی

جس کے پاس اس کی بیہوشی میں کوئی آنے والا آیا اور وہ چھٹکارے کی خبر دے گیا اگر وہ اپنے ربّ کا شکر ادا کرے اور نبی مُرسل پر ایمان لائے اور مُشرک اور گمراہی کی راہ ترک کر دے

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران العدل نے بغداد میں، ان کو حدیث بیان کی ابوعلی حسین بن صفوان نے، ان کو عبداللہ بن محمد بن ابوالدنیا نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبداللہ ہروی نے، ان کو خبر دی یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مجالد نے عامر سے۔ وہ کہتے ہیں ہم قبیلہ جہینہ کے ایک شیخ کے پاس پہنچے۔ وہ گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

اس نے مجھے ایک بات بتائی کہ دور جاہلیت میں ایک آدمی بیمار ہو گیا تھا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ہم لوگوں نے اس پر چادر تان دی، یہ سمجھ کر کہ یہ مر گیا ہے۔ پھر ہم لوگوں نے اس کی قبر کھودی، قبر تیار ہو گئی۔ ہم لوگ بیٹھے تھے کہ اچانک وہ بندہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ جب تم لوگ دیکھ

رہے تھے کہ میں بے ہوش ہوگیا تھا مجھے کہا گیا کہ تیری ماں ہبل ہے تو دیکھتا نہیں تیری قبر تیار ہوئی ہے اور قریب ہے کہ تیری ماں گم پائے گی۔ تیرا کیا خیال ہے کہ ہم تجھے اس جبر سے بنالیں اور اس میں قصل نامی شخص کو ڈال دیں جو چل پھر رہا ہے۔ اور کمار ہا ہے، خرچ کر رہا ہے۔ کیا تو اپنے رب کا شکر کرے گا اور نماز پڑھے گا اور مشرک کی راہ ترک کردے گا جو گمراہ ہوگیا ہو۔ میں نے کہا کہ جی ہاں! میں ایسا ہی کروں گا۔ لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔

اب تم لوگ دیکھو کہ قصل کا کیا حال ہے جو ابھی یہاں سے گزر رہا ہے۔ لوگ گئے جا کر دیکھا تو مر چکا تھا۔ چنانچہ وہ اسی قبر میں دفن کر دیا گیا اور یہ آدمی دیر تک زندہ رہا حتی کہ اس نے اسلام کو پالیا۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو حسین بن صفوان نے، ان کو ابن ابوالد نیا نے، ان کو سعید بن یحییٰ قرشی نے، ان کو ہمارے چچا عبداللہ بن سعید نے، ان کو زیاد بن عبداللہ نے، ان کو مجالد نے شعبی سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے بات بیان کی قبیلہ جہینہ کے ایک شیخ نے۔ اس نے قصہ ذکر کیا کہ میں نے اس جہنی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا تھا اور بتوں کو گالیاں دیتا تھا اور ان کی برائی کرتا تھا۔ انہوں نے بتایا ہمیں حدیث بیان کی ابن ابوالد نیا نے، ان کو محمد بن حسین نے عبیداللہ بن عمر ورقی سے۔ اس نے اسماعیل بن ابوخالد سے، اس نے شعبی سے، انہوں نے بتایا کہ قبیلہ جہینہ کا ایک آدمی بیمار ہوگیا تھا۔ ابتداء اسلام میں اور اس کے گھر والوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس کی قبر کھودی گئی، پھر انہوں نے مذکورہ قصہ ذکر کیا اور اس میں ایک شعر کا اضافہ کیا۔

ثم قذفنا فیها القصل ثم ملأنا علیه بالجندل

انه ظن ان لن نفعل ؟

کہ اس کے بعد اس میں قصل دفنایا۔ ہم نے اس پر پتھر بھر دیئے۔ کہتے ہیں کہ حسن بن عبدالعزیز نے اس شعر میں یہ لفظ اضافہ کیا ہے۔

أتومن بالنبی المرسل ؟ (ترجمہ) کیا تو نبی مرسل کے ساتھ ایمان لائے گا؟

باب ۵۷

ذکر حدیث زید بن عمرو بن نفیل

اور ورقہ بن نوفل اور دونوں کے قصے میں رسول اللہ ﷺ کے آثار

ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابوسعید سکری نے، ان کو اسماعیل نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو علی بن حمشاذ عدل، ان کو محمد بن اسماعیل بن مہران نے، ان کو اسماعیل بن مسعود جحدری نے اور محمد بن عبداللہ بن بزیع نے ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے فضیل بن سلیمان نے، ان کو موسیٰ بن عقبہ نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زید بن عمرو بن نفیل سے مقام بلدح میں ملے تھے (یہ مکہ کے مغرب میں ایک وادی ہے)۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔

ان کے سامنے دسترخوان پیش کیا گیا تو زید نے اس دسترخوان سے کچھ کھانے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ بے شک ہم لوگ اس میں سے نہیں کھایا کرتے جو تم لوگ (مکے والے) ذبح کرتے ہو اپنے بتوں پر۔ ہم تو صرف اسی کو کھاتے ہیں جس پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ اور بے شک زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں پر عیب لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ بکری کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کے لئے پانی آسمان سے وہی نازل کرتا ہے اور اس کے لئے گھاس زمین سے وہی اُگاتا ہے۔ اس کے باوجود تم لوگ اس کو ذبح اللہ کے نام کے علاوہ کے ساتھ کرتے ہو۔ جبکہ عملاً (اللہ کے اس عمل اور سنت کا) انکار کرتے ہو اور اس کی تعظیم بجالاتے ہو جس کے نام پر ذبح کیا کرتے ہو۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں محمد بن ابوبکر سے، اس نے فضیل بن سلیمان سے ۔۔۔۔۔۔ بخاری نے کہا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا تھا کہ مجھے حدیث بیان کی ہے سالم بن عبداللہ نے پھر وہ حدیث ذکر کی ہے جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے ابواحمد حافظ نے، ان کو احمد بن محمد بن حسن نے، ان کو محمد بن یحییٰ نے، ان کو ابومصعب نے احمد بن ابوبکر نے، ان کو محمد بن ابراہیم بن دینار نے موسیٰ بن عقبہ سے۔ اس نے سالم سے، اس نے عبداللہ سے، ان کو ان کے والد سے روایت کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل شام کی طرف گئے دین کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے کہ وہ اس کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ وہ وہاں ایک یہودی عالم سے ملے۔ اس نے اس کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ میں شاید آپ لوگوں کے دین کو اختیار کرلوں۔ مجھے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ۔

لہٰذا یہودی عالم نے بتایا کہ آپ ہمارے دین پر ہرگز نہیں آسکتے۔ یہاں تک کہ آپ اپنے حصے کا اللہ کا غضب حاصل کرلیں۔ زید بن عمرو نے کہا، میں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا جس قدر میں اللہ کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ میں اللہ کے غضب میں سے کچھ بھی برداشت نہیں کرسکتا، کبھی بھی نہیں۔ اور نہ ہی میں اس کی جرأت رکھتا ہوں۔ کیا آپ مجھے کوئی ایسا دین بتاسکتے ہیں جس میں یہ پریشانی نہ ہو؟ اس نے بتایا کہ نہیں میں نہیں جانتا۔ ہاں مگر یہ ہے کہ اگر وہ دین حنیف ہو۔ میں نے پوچھا کہ وہ حنیف کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام ہے۔ نہ وہ یہودی تھے نہ ہی نصرانی تھے۔ وہ نہیں عبادت کرتے تھے مگر اللہ کی۔ لہٰذا زید وہاں سے نکلے اور کسی نصرانی عالم کا پتہ پوچھا اور کہا کہ شاید میں تمہارا دین اختیار کرلوں۔ مجھے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ہمارے دین پر نہیں چل سکتے حتیٰ کہ اپنے حصے کی اللہ کی لعنت آپ حاصل کریں گے۔ اس نے کہا کہ اللہ کی لعنت کچھ دیر بھی اُٹھانے کی سکت نہیں رکھتا ہوں، نہ ہی مجھے اس کی طاقت ہے۔ مجھے کوئی ایسا دین بتائیں جس میں یہ پریشانی نہ ہو۔

ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی .... اس نے بتایا کہ میں اور تو کوئی دین نہیں جانتا، ہاں مگر یہ ہے کہ آپ حنیف بن جائیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ حنیف کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ دین ابراہیم ہے وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے۔ بلکہ وہ یکسو ہونے والے خالص مسلم تھے۔ چنانچہ یہ وہاں سے چلے آئے اور اس دین کے لئے راضی ہوگئے۔ جو انہوں نے بتایا تھا اور اس سے متفق ہوگئے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی شان اور آن بان کے لئے جب وہاں سے نکلے تو اپنے دونوں ہاتھ اللہ کی طرف اُٹھائے اور کہا، میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آج سے دین ابراہیم پر ہوں۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن حسن بن فورک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداود نے، ان کو مسعودی نے نفیل بن ہشام بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی نے (عدی قریش تھے)۔ اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے یہ کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں دین کی تلاش میں نکلے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں شہر موصل کے پاس پہنچے۔

اس نے زید بن عمرو سے پوچھا کہ اے اُونٹ والے میاں تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے بتایا کہ بیت ابراہیم سے (یعنی وادی ابراہیم سے جہاں انہوں نے گھر بنایا تھا)۔ اس نے پوچھا کہ آپ کیا پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم دین کی تلاش میں نکلے ہیں۔ اس نے بتایا کہ آپ واپس چلے جائیں قریب ہے کہ جس کی تلاش میں آپ پھر رہے ہیں عنقریب وہ تمہاری سرزمین پر ظاہر ہوجائے گا اور ورقہ بن نوفل نصرانی بن گئے۔ اور زید بن عمر کو نصرانیت پیش کی گئی مگر وہ موافق نہ آئی۔ چنانچہ وہ یہ کہتے ہوئے واپس آگئے :

لبیك حقاً حقاً تعبداً ورقاً

البر ابغی لا الخال وهل مهجر کمن قال

میں حق تعالیٰ کے لئے حاضر ہوں، عبادت گزاری اور اس کی غلامی کرنے کے لئے۔ میں نیکی اور پاکیزگی طلب کرتا ہوں۔ نہ محض نشان عبادت کیا بھلا حقیقی عمل اور محض زبانی قول برابر ہوسکتے ہیں۔ میں اس دین پر ایمان لے آیا ہوں جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام ایمان لائے تھے۔

انفی لک عان راغم مهما تجشمنی فانی جاشم

میری پیشانی (اے اللہ) تیرے آگے خاک آلود ہے اور جھکی ہوئی ہے۔ جہاں بھی آپ مجھے (اطاعت وعبادت) کی تکلیف دیں گے میں تکلیف قبول کروں گا۔

اور اس کے بعد وہ سجدے میں گر جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ان کے بیٹے آئے نبی کریم ﷺ کے پاس اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک میرے والد ایسے ہی تھے جیسے آپ عقیدہ رکھتے ہیں اور جیسے آپ کو دین پہنچا ہے۔ لہٰذا ان کے لئے استغفار کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جی ہاں! بے شک وہ قیامت میں اکیلا ایک اُمت کے طور پر اُٹھایا جائے گا۔ (مستدرک ۳/۳۳۹)

(۳) ہمیں خبر دی عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن بن علی بن عفان عامری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسامہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عمرو نے ابوسلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے، اس نے اسامہ بن زید سے، اس نے زید بن حارث سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پیچھے پیچھے گئے تھے ایک تھان یعنی چڑھاوے گاہ کی طرف تھانوں میں سے۔

ہم لوگوں نے اس تھان کے لئے ایک بکری ذبح کی تھی اور ہم نے اس کو تندور میں رکھ دیا تھا۔ جب وہ پک گئی تو ہم نے اس کو نکالا اور اس کو ہم نے اپنے دسترخوان پر رکھ لیا، حضور آئے پیدل چلتے ہوئے۔ وہ گرمی کے ایام میں مکے سے میرے پیچھے پیچھے آئے تھے۔ حتیٰ کی جب وہ وادی کے بالائی علاقے میں آئے تو آپ زید بن عمرو بن نفیل سے ملے، دونوں نے ایک دوسرے سے جاہلیت کے دستور کے مطابق سلام کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم آپ سے ناراض ہے؟ اس نے بتایا کہ خبردار! اللہ کی قسم یہ بات ان کی طرف سے اس لئے نہیں کہ میں نے ان کے ساتھ کوئی بُرائی کی ہے بلکہ اس لئے ہے کہ میں ان کو ضلالت وگمراہی پر سمجھتا ہوں۔ میں اس دین کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ یثرب کے علماء یہود کے پاس گیا۔ میں نے ان کو اس طرح پایا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ تو شرک بھی کرتے تھے۔ میں نے سوچا کہ یہ دین نہیں ہے میں جس کی تلاش میں ہوں۔

بیت المقدس کے علماء .... اس کے بعد میں نکلا اور بیت المقدس کے علماء یہود کے پاس پہنچا۔ میں نے ان کو ایسا ہی پایا کہ وہ بھی اللہ کی عبادت کرتے تھے اور شرک بھی کرتے تھے۔ میں نے سوچا کہ یہ وہ دین نہیں ہے میں جس کی تلاش میں ہوں۔ چنانچہ مجھے شام کے ملک کے ایک یہودی عالم نے بتایا کہ آپ جس دین کے بارے میں پوچھتے ہیں میں کسی کو گمان نہیں کرتا کہ کوئی ایک اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ مگر ایک شیخ ہے جزیرے میں۔ چنانچہ میں نکلا اور اس کے پاس پہنچا اور میں نے خبر دی جس کے لئے میں نکلا ہوں۔

اس نے بتایا کہ جن جن کو آپ نے دیکھا ہے وہ سب گمراہی میں ہیں۔ آپ اس دین کے بارے میں پوچھتے ہیں جو کہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے۔ تحقیق آپ کی سرزمین پر ایک نبی پیدا ہو چکا ہے یا پیدا ہونے والا ہے۔ وہ اس دین کی طرف دعوت دیتا ہے، اس کی طرف آپ رجوع کیجئے۔ اور اس کی تصدیق کیجئے اور اس کی اتباع کیجئے اور وہ جو کچھ لے کر آئے اس پر ایمان لے آئیے (ظاہر ہے کہ یہ ساری کہانی حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے کی بیان ہو رہی ہے)۔ زید نے کہا کہ میں واپس لوٹ آیا اور اس کے بعد میں نے کسی شیٔ کی آزمائش نہیں کی۔

اتنے میں حضور ﷺ نے اپنی سواری کے اُونٹ کو بٹھا دیا جس پر سوار تھے۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے دسترخوان آپ کے آگے پیش کیا جس میں وہی بھنی ہوئی بکری تھی۔ زید بن عمرو نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے بتایا کہ بکری ہے اسے ہم نے اپنے تھان پر ذبح کیا تھا اور ایسے ایسے بات۔ اس نے کہا بے شک میں اس چیز کو نہیں کھاتا جو غیر اللہ کے لئے ذبح کی جائے۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۱)

کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل (اعلان نبوت سے قبل) فوت ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ وہ قیامت کے دن اکیلا پوری اُمت کے طور پر آئے گا۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو محمد بن بکر نے، ان کو عمرو بن علی نے محمد بن عمرو سے۔ اس نے ابو سلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن یعنی ابن حاطب سے۔ اس نے اسامہ بن زید سے، اس نے اپنے والد زید بن حارثہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نکلے حتیٰ کہ جب وادی کے بالائی علاقے میں پہنچے تو ان کو زید بن عمرو بن نفیل ملے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا، اے چچا کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی قوم آپ سے ناراض رہتی ہے۔

انہوں نے بتایا کہ خبردار! اللہ کی قسم یہ بات کسی ایسی وجہ سے نہیں جو میری طرف سے ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہو۔ بلکہ اس لئے ہے کہ میں ان کو گمراہی پر سمجھتا ہوں۔ میں اس دین کی تلاش میں نکلا تھا یہاں تک کہ میں ایک شیخ کے پاس پہنچا جو الجزیرہ میں رہتا تھا۔ اس کو آنے کی وجہ بتائی تھی۔ اس نے پوچھا تھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ اہل بیت اللہ سے ہوں، اہل شوک سے اور اہل قرظ سے۔

اس نے کہا کہ تیرے شہر میں ایک نبی پیدا ہو چکا، یا ہونے والا ہے۔ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ تم واپس لوٹ جاؤ اس کی تصدیق کرو اور اس کے ساتھ ایمان بھی لے آؤ۔ زید بن حارثہ نے بتایا کہ زید بن عمرو بن نفیل اسلام کے ظہور سے پہلے فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اکیلا ایک اُمت کے طور پر آئے گا۔ (مستدرک ۴۴۰/۳)

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق بن یسار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد نے ورقہ بن نوفل بن اسد سے ذکر کیا، وہ ان کے چچا کا بیٹا تھا اور نصرانی تھا۔ اس نے کسی کتب کی تحقیق اور جستجو کر رکھی تھی اور لوگوں کا علم جان رکھا تھا جو سیدہ خدیجہ کے لئے ان کے غلام میسرہ نے راہب کا قول ذکر کیا تھا۔ اور جو کچھ میسرہ نے خود دیکھا تھا کہ دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ کر رہے تھے۔

ورقہ بن نوفل نے کہا محمد اس اُمت کا نبی ہوگا .... ورقہ نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے، اے خدیجہ! تو محمد اس اُمت کا نبی ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اُمت کا نبی ہونے والا ہے جس کا انتظار ہے۔ یہی اس کا زمانہ ہے۔ یا جیسے بھی اس نے کہا۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل معاملے کو اور ڈھیل دینے لگا اور کہنے لگا کہ آخر کب تک؟ اور ورقہ اشعار کہتا تھا۔ اس کے بارے میں لوگ جو کچھ کہتے تھے (نبی کی آمد کے بارے میں) اور وہ خدیجہ کی خبر کو بھی بہت تاخیر پر محمول کرتا رہتا تھا۔ اور شک میں رکھتا تھا جو کچھ خدیجہ کہتی تھی۔ چنانچہ یہ اشعار کہے تھے :

اتبكر ام انت العشية رائح	وفي الصدر من اضمارك الحزن فادح
لفرقة قوم لا احب فراقهم	كانك عنهم بعد يومين نازح
واخبار صدق خبرت عن محمد	يخبرهما عنه اذا غاب ناصح
بفتاك الذى وجهت يا خير حرة	بغور وبالنجدين حيث الصحاصح
الى سوق بصرى والركاب التى غدت	وهن من الاحمال قعص دوالح
يخبرنا عن كل حبر بعلمه	وللحق ابواب لهن مفاتح
كان ابن عبدالله احمد مرسل	الى كل من ضمت عليه الاباطح
وظنى به ان سوف يبعث صادقا	كما ارسل العبدان : هود وصالح
وموسىٰ وابراهيم حتى يرى له	بهاء ، منشور من الذكر واضح
ويتبعه حيا لؤى جماعة	شبابهم والاشيبون الجحاجح
فان ابق حتى يدرك الناس دهره	فانى به مستبشر الود فارح
والا فانى يا خديجة فاعلمى	عن ارضك الارض العريضه سائح

کیا تم صبح کو جلدی آ گئی ہو یا رات کو چلتی رہی ہو۔ اور اپنے دل میں ملال کی مشقت چھپا کر لائی ہو قوم سے جدا ہو جانے کی وجہ سے۔ میں ان کے فراق کو پسند نہیں کرتا ہوں گویا کہ تم دو دن بعد (آج کل) دور ہو جانے والی ہو ان سے۔ اور وہ سچی خبریں جو آپ نے محمد کے بارے میں دی ہیں وہ ان کے بارے میں اس وقت خبر دیتا ہے جب اس سے نصیحت کرنے والا چلا جاتا ہے۔ اے بہترین آزاد عورت اپنے جوان کے بارے میں جو تم نے پست زمین کی طرف توجہ کی ہے اور ہموار زمین کے راستوں کی طرف بازار بصری تک اور الصباح پہنچنے والی اونٹنیاں جو بوجھ اٹھا اٹھا کر فاصلے طے کر کے ہلاک ہوئیں۔ وہ سب ہمیں خبریں دیتے ہیں ہر عالم کی طرف سے جو اس کو جانتا ہے حق کے لئے۔ کئی دروازے ہیں ان کے لئے چابیاں ہیں۔ گویا کہ عبداللہ کا بیٹا احمد رسول ہے ہر اس شخص کی طرف جو پتھریلی زمین سے وابستہ ہے۔ میرا گمان اس کے بارے میں ہے عنقریب وہ مبعوث ہو جائے گا۔ سچ مچ جیسے دو بندے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی بہاریں دیکھی جائیں گی اور واضح شور پر اس کا ذکر عام ہوگا۔ اور قبیلہ لوی کے سارے لوگ اس کی اتباع کریں گے جوان بھی اور بوڑھے سردار بھی۔ اگر وہ رو پوش ہو گیا اس وقت تک جبکہ لوگ اس کے زمانے کو پالیں بے شک میں تو اس وقت سے خوش ہوں اگر اے خدیجہ آپ یہ سمجھ لیں کہ میں تیری سرزمین سے کشادہ سرزمین کی طرف دین کی طلب میں سفر کرلوں گا۔ (الروض الانف ۱/۱۲۷۔ البدایۃ ۳/۱۰)

باب ۵۸

ابواب مبعث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وہ وقت جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی لکھ دیئے گئے تھے

(۱)　ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی اور ابوسعید محمد بن موسیٰ بن فضل نے، ان کو خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو معاذ بن ہانی نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے، ان کو حدیث بیان کی بدیل بن میسرہ نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے بطور املاء، ان کو حدیث بیان کی ابوالنضر فقیہ اور احمد بن محمد بن سلمہ عنزی نے ان دونوں کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو محمد بن سنان عوقی نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے بدیل بن میسرہ سے، اس نے عبداللہ بن شقیق سے۔ اس نے میسرۃ الفجر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کب سے نبی تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا (اس وقت سے) جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اور معاذ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپ کب سے نبی لکھے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے لکھ دیا گیا تھا کہ آدم ابھی تک روح اور جسم کے درمیان تھا (یعنی ابھی تک ان کی روح جسم سے نہیں جوڑی گئی تھی)۔

(۲)　ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حدیث بیان کی ہے احمد بن علی آبار نے، ان کو عباس بن عثمان دمشقی نے، ان کو ولید بن مسلم نے، ان کو اوزاعی نے یحییٰ بن ابوکثیر سے، اس نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ نبوت آپ کے لئے کب سے ثابت ہوئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ آدم کی تخلیق اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے درمیان۔

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں ....　(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو محمد بن صالح بن ہانی نے، ان کو حدیث بیان کی ابوسہل بشر بن سہل لباد نے، ان کو عبداللہ بن صالح مصری نے، ان کو معاویہ بن صالح نے، سعید بن سوید نے عبدالاعلیٰ بن ہلال سے۔ اس نے عرباض بن ساریہ صاحب رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے بے شک میں اللہ کا بندہ تھا اور خاتم النبیین تھا حالانکہ میرے والد اپنے گل گارے (خمیر و گارے) میں تھے۔ میں ابھی تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔

میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی امی کا خواب ہوں جو اس نے دیکھا تھا اور اسی طرح دیگر انبیاء کی مائیں بھی دیکھتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی امی نے دیکھا تھا جب انہوں نے حضور ﷺ کو جنم دیا تھا۔ ایک روشنی دیکھی تھی جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی :

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (سورۃ احزاب : آیت ۴۶)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا روشن چراغ بنایا ہے۔

باب ۵۹

حضور رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک جب آپ نبی بنائے گئے

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر احمد بن سلمان فقیہ نے بغداد میں، ان کو حسن بن مکرم بزاز نے، ان کو رُوح بن عبادہ نے، ان کو ہشام بن حسان نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے چالیس سال کی عمر میں۔ آپ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے، آپ کی طرف وحی ہوتی رہی۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم ملا۔ آپ ہجرت کے دس سال بعد تک زندہ رہے۔ نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں مطر بن فضل سے اس نے رُوح بن عبادہ سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نحوی نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابواسحاق ابراہیم منذر نے، ان کو عبدالعزیز بن ابوثابت عمران بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف زہری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زبیر بن موسیٰ نے ابوالحویرث سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا عبدالملک بن مروان سے۔ وہ کہتے ہیں قباث بن اشیم کنانی پھر لیثی سے۔ اے قباث! کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے تھے مگر ان سے زیادہ میں عمر والا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) پیدا ہوئے تھے۔ اور مجھے میری امی نے کھڑا کر دیا تھا ہاتھی کی لید و گوبر پر میں سال بھر کا تھا۔ میں اس کو سمجھتا ہوں۔ اور رسول اللہ ﷺ نبی بنے تھے ہاتھی والے سال سے چالیس سال کے آغاز پر۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں۔ ان کو ابوعمرو بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حنبل بن اسحاق بن حنبل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل نے، ان کو یحییٰ بن سعید قطان نے یحییٰ بن سعید انصاری سے۔ اس نے سعید بن مسیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی تو وہ تینتالیس سال کے تھے۔ مکے میں دس سال رہے۔ اور مدینے میں دس سال۔ جب آپ فوت ہوئے تو وہ تریسٹھ سال کے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو ابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو ابوعبداللہ نے، ان کو محمد بن ابو عدی نے داود سے اس نے عامر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان پر نبوت نازل ہوئی تو اس وقت وہ چالیس سال کے تھے۔ تو ان کی نبوت کے ساتھ اسرافیل تین سال تک وابستہ کر دیئے گئے۔ وہ حضور ﷺ کو کلام اور کوئی شئ لکھاتے تھے۔ اور قرآن نازل نہیں ہوا تھا۔ جب تین سال گزر گئے تو آپ کی نبوت کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام وابستہ کر دیئے گئے پھر آپ کی زبان پر قرآن نازل کیا گیا بیس سال تک۔ دس سال مکے میں اور دس سال مدینے میں۔ جب آپ فوت ہوئے تو تریسٹھ سال کے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۔ طبقات ابن سعد ۱/۱۹۱)

☆☆☆

باب ۶۰

وہ مہینہ اور وہ دن جس میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوالنعمان محمد بن فضل اور حجاج نے دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی مہدی بن میمون نے، ان کو غیلان بن جریر نے عبداللہ بن معبد زمانی سے۔ اس نے ابوقتادہ انصاری سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے۔ ان سے کہا گیا یا رسول اللہ! پیر کے دن کا روزہ کیسا ہے۔ فرمایا کہ میں اسی میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن مجھ پر قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا۔ (مسلم ۲/ ۸۱۹) مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں حدیث مہدی بن میمون سے۔

رمضان میں نزول قرآن کی ابتداء .... (۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ پر قرآن کے نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ۔ (سورۃ بقرۃ) رمضان وہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا۔

نیز ارشاد ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ الخ (سورۃ القدر) ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا۔

نیز ارشاد ہے :

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۔ (سورۃ الدخان)

قسم ہے بیان کرنے والی کتاب کی، ہم نے اس کو اتارا ہے برکت والی رات میں۔

نیز ارشاد ہے :

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۔ (سورۃ انفال : آیت ۴۱)

اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو اور اس کتاب پر جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل فرمائی ہے دق کرنے والے دن جس دن دو جماعتیں باہم ٹکراتی ہیں۔

یہ ٹکراؤ مقام بدر میں رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کا ٹکراؤ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین بدر کے مقام پر صبح جمعہ کے دن ۱۷/ رمضان ٹکرائے تھے۔ (ابن ہشام ۱/ ۲۵۹)

(۳) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو ابواسحاق نے، اس نے بشر بن حزن نصری سے، انہوں نے کہا کہ اُونٹوں والوں اور بکریوں والوں نے حضور ﷺ کے سامنے فخر کیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: داود علیہ السلام نبی بنائے گئے حالانکہ وہ بکریوں کے چرواہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نبی بنائے گئے حالانکہ وہ بھی بکریوں کے چرواہے تھے۔ میں نبی بنا کر بھیجا گیا حالانکہ میں نے اپنے خاندان کی بکریاں چرائیں محلہ جیاد میں۔

اسی طرح ہے اس روایت میں ابوداود سے۔ اور وہ تاریخ بخاری میں ہے محمود سے، اس نے ابوداود سے، اس نے شعبہ سے، اس نے ابواسحاق سے، اور میں نے سُنا عبید بن حزن نصری سے اور اسی طرح کہا ہے غندر نے شعبہ سے اور کہا گیا ہے کہ نصر بن حزن نے، اور کہا گیا ہے عبیدۃ بن حزن نے۔

☆☆☆

باب ۶۱

بعثت اور نزولِ قرآن کی ابتداء

اور اس وقت حجر وشجر کے سلام کرنے کا ظہور اور ورقہ بن نوفل کا حضور ﷺ کی تصدیق کرنا

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل بن ابراہیم مزکی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو خبر دی عبدالرزاق نے۔ احمد نے کہا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن یحییٰ اور محمد بن رافع نے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالرزاق نے اور یہ الفاظ حدیث کے ابن رافع کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالرزاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے معمر نے زہری سے۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں، اس کی ابتداء جس کے ساتھ رسول اللہ کی وحی کی ابتداء ہوئی تھی وہ سچے خواب تھے نیند میں۔ لہٰذا جو بھی خواب آپ دیکھتے ہیں وہ اس طرح کھل کر سامنے حقیقت بن کر آ جاتا ہے جیسے صبح کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کو خلوت میں رہنا محبوب بنا دیا گیا۔ لہٰذا آپ غارِ حرا میں آ کر رات گزارتے تھے اور اس میں عبادت کرتے تھے۔

(لفظ تَحَنُّث استعمال ہوا ہے اس کا مطلب ہے راتوں کو عبادت کرنا کئی راتیں) اس مقصد کے لئے جاتے تھے تو کھانے کا سامان ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آتے تھے۔ پھر وہ دوبارہ آپ کے لئے حسب سابق سامان تیار کر دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آ گیا جبکہ آپ غارِ حرا میں بیٹھے تھے کہ اس میں آپ کے پاس فرشتہ آ گیا، اس نے آ کر کہا کہ پڑھئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرماتے ہیں کہ پھر اس فرشتے نے مجھ کو پکڑ لیا اور مجھے گلے لگا کر سخت بھینچا، یہاں تک کہ مجھے سخت گھٹن اور تکلیف پہنچی۔

قرآن کی سب سے پہلی آیت .... اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ آپ پڑھئے۔ میں نے دوبارہ وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ مجھے پکڑ کر دبایا حتیٰ کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا کہ آپ پڑھئے۔ میں نے وہی جواب دیا کہ پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس نے تیسری بار مجھے پکڑ کر دبایا، حتیٰ کہ مجھے شدید تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ یہ پانچ آیات فرشتے نے پڑھائیں مَالَمْ یَعْلَمْ تک۔

آپ اسی وحی کے ساتھ سیدہ خدیجہ کے پاس واپس آئے حالانکہ آپ کے دل کی حالت کانپ رہی تھی۔ آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ہی فرمایا، زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اُڑھاؤ، مجھے کمبل اُڑھاؤ۔ انہوں نے آپ کو کمبل اُڑھا دیا۔ یہاں تک کہ ان سے ان کا ڈر ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا؟ یہ کہہ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری آپ بیتی کی خبر سُنائی اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو رہا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا، نہیں ہرگز نہیں آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ خوش ہو جائیے۔ اللہ کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، معذوروں و مجبوروں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں، کمزوروں کو کھلاتے ہیں اور حق مواقع پر اعانت کرتے ہیں۔

اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں (نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی)۔ وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے۔ ان کے والد کے بھتیجے تھے۔ یہ ایسے آدمی تھے جنہوں نے اسلام سے قبل کے دور میں نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ یہ توراۃ کو

عبرانی زبان میں لکھتے تھے اور عربی میں بھی لکھتے تھے اور انجیل کو عربی لکھتے تھے، جس قدر اللہ چاہے۔ شیخ کبیر تھے، نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے جا کر کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! آپ سنیئے اپنے بھتیجے کی باتیں۔

چنانچہ ورقہ نے حضور ﷺ سے پوچھا: اے بھتیجے ! آپ کیا دیکھا کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے اس کو خبر دی جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ وہ ناموس ہے (صاحب سر و صاحب راز ہے) جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا۔ اے کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا، یا میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ نے پوچھا، کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ جی ہاں! جو چیز آپ لے کر آ رہے ہیں جو بھی لایا اس سے دشمنی کی گئی۔ اگر تیرا دور مجھے پالیتا تو میں تیری زبردست مدد کرتا۔ اس کے بعد ورقہ زیادہ دیر نہ رہے بس انتقال کر گئے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن رافع سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن محمد سے، اس نے عبدالرزاق سے۔

(صحیح البخاری ۹/ ۳۷۔ کتاب التعبیر)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن جعفر قطیعی نے، ان کو عبداللہ احمد بن حنبل نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے زہری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ پہلی چیز جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی وحی کی ابتداء ہوئی وہ رؤیا صادقہ (سچے خواب) تھے۔

فترت وحی کا زمانہ .... راوی نے حدیث ذکر کی ہے اس کے مفہوم میں اور اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اور وحی رُک گئی تھی، یہاں تک کہ رسول اللہ مغموم ہو گئے تھے۔ ہمیں جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق جس سے بار بار آپ اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ قریب تھا کہ آپ پہاڑوں کی چوٹیوں سے گر جاتے۔ جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے اپنے گرانے کے لئے تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتے اور کہتے، اے محمد! بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں تو اس بات سے آپ کا غصہ تھم جاتا اور آپ کا دل قرار پکڑ جاتا اور آپ واپس آ جاتے۔ پھر جب اگلی صبح تک وحی پھر رُک جاتی تو پھر آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچتے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آ کر اس کی مثل بات کہا کرتے۔ (ابن حبان ۱/ ۱۱۷)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل بن ابراہیم مزکی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے۔ ان کو خبر دی عبدالرزاق نے، ان کو محمد بن یحییٰ اور محمد بن رافع نے، ان کو عبدالرزاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے، ان کو خبر دی ابوسلمہ بن عبدالرزاق نے جابر عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ وحی کا سلسلہ رُک جانے کی بابت بیان فرماتے تھے۔ اور آپ نے دوران گفتگو فرمایا کہ میں پیدل چل رہا تھا کہ یکا یک میں نے ایک آواز سنی آسمان سے۔ میں نے اپنا سر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے وہ فرشتہ بیٹھا ہوا نظر آیا جو غار حرا میں آیا تھا۔ وہ آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور اس کے رعب سے کانپ گیا۔ میں واپس آیا اور آ کر کہا کہ مجھے کمبل اُڑھا دو، مجھے کمبل اُڑھا دو۔ انہوں نے مجھے کپڑے اُڑھا دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی :

يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔ (سورۃ مدثر : آیت ۱۔۵)

اے کپڑے اوڑھنے والے پیغمبر! اٹھئے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے لباس کو پاک رکھئے اور بتوں کی نجاست سے دور رہئے۔

یہ حکم نماز سے فرض ہونے سے قبل کا ہے۔ اس مذکور سے مراد اوثان روایت ہیں۔ (فتح الباری ۸/ ۶۷۸)

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن رافع سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن محمد سے، اس نے عبدالرزاق سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو عبید بن شریک نے، ان کو یحییٰ نے، ان کو عقیل نے ابن شہاب سے یہ کہ محمد بن نعمان بن بشیر انصاری نے، وہ دمشق میں رہتے تھے۔ انہوں نے ان کو خبر دی یہ کہ فرشتہ آیا رسول اللہ ﷺ کے پاس

اور کہا کہ آپ پڑھیئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس سے دوبارہ کہا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس نے اس بات کا اعادہ کیا پھر مجھے چھوڑ دیا۔ پھر مجھ سے کہا، پڑھئے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے انسان کو خون کی پھٹکی سے۔

کہا محمد بن نعمان نے اس بات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ واپس آ گئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں اس سے عروہ بن زبیر نے کہا، وہ کہتے ہیں سیدہ عائشہ زوجہ رسول رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور سیدہ خدیجہ کے پاس واپس آ گئے تھے۔ آپ کی دل کی حالت کانپ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے کمبل اُڑھادو۔ چنانچہ کمبل اڑھادیئے گئے۔ جب ان سے وہ کیفیت نکل گئی، انہوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کو خوش ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے۔ آپ سچی بات کرتے ہیں، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہمارے ساتھ چلئے۔

ورقہ بن نوفل کا مدد کرنے کا وعدہ .... چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ ایسے آدمی تھے جنہوں نے نصرانیت اختیار کر رکھی تھی، نابینا تھے۔ وہ انجیل کو عربی میں پڑھتے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے آپ سُنئے اپنے بھتیجے سے۔ ورقہ بن نوفل نے آپ سے پوچھا، آپ کیا دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی اور ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یہ وہ ناموس ہے جس کو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر اُتارا تھا۔ اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، وہ مجھے واقعی نکال دیں گے؟ اس نے بتایا کہ جو بھی آدمی وہ چیز لایا جو آپ لائے ہیں اس کے ساتھ عداوت کی گئی۔ اور اگر تیرے ایام نے مجھے پالیا تو میں تیری قوی مدد کروں گا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۶۸)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ انہوں نے سُنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اس کے بعد وحی مجھ سے رُک گئی۔ میں پیدل چل رہا تھا اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہی آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ چنانچہ اس سے ڈر کر میں زمین پر جھک گیا۔ پھر میں اپنے گھر میں آیا۔ میں نے ان سے کہا مجھے کپڑے اُڑھاؤ، مجھے کپڑے اُڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔ (سورۃ مدثر : آیت ۱-۵)

اے کپڑے اوڑھنے والے پیغمبر! اُٹھئے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے لباس کو پاک رکھئے اور بتوں کی نجاست سے دُور رہئے۔

ابوسلمہ کہتے ہیں رُجز بت ہیں، اس کے بعد وحی آئی اور مسلسل شروع ہوگئی۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ بن بکیر سے مگر اس نے محمد بن نعمان کا قول ذکر نہیں کیا اور اس نے حدیث عروہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا اضافہ کیا ہے جس کو ہم نے روایت کیا ہے معمر سے، اس نے زہری سے اور اس کے آخر میں اس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر ورقہ زیادہ دیر نہیں ٹھہرے بلکہ فوت ہو گئے اور وحی بند ہو گئی۔ پھر حدیث ذکر کی ابوسلمہ سے اس نے جابر بن عبداللہ سے اور اس کے آخر میں فرمایا کہ پھر وحی شروع ہو گئی اور مسلسل ہو گئی اور اس کو روایت کیا ہے مسلم نے عبدالملک بن شعیب بن لیث سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ان کے دادا سے۔ (مسلم ۱/۱۴۴)

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد بن عتاب عبدی نے، ان کو ابومحمد قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ جوہری نے، ان کو حدیث بیان کی اسماعیل بن ابواویس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تعمیر کعبہ سے پندرہویں سال۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عروہ بن زبیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو وہ تریسٹھ سال کے تھے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی تھی اسی کے مثل سعید بن مسیب سے ہمیں جو خبر پہنچی ہے یہ کہ پہلی چیز جو حضور ﷺ نے دیکھی تھی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خواب دکھایا تھا نیند میں، جو کہ آپ کے اُوپر سخت مشکل گزرا۔ لہٰذا آپ نے اپنی بیوی سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد سے ذکر کیا۔ پس اللہ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی تکذیب کرنے سے محفوظ رکھا اور اسے حضور ﷺ کی تصدیق کرنے کے لئے شرح صدر عطا کیا۔ چنانچہ انہوں نے یوں کہا، آپ خوش ہو جایئے بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہیں کریں گے۔ پھر آپ اس کے ہاں سے چلے گئے۔

پھر اس کی طرف واپس لوٹ کر آئے اور ان کو آپ نے خبر دی کہ آپ کا پیٹ چاک کیا گیا ہے، اس کے بعد اسے دھویا گیا اور صاف کیا گیا ہے۔ اس کے بعد واپس ایسے کر دیا گیا ہے جیسے کہ وہ پہلے تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کی قسم اس میں خیر ہے آپ خوش ہو جایئے۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام ان کے سامنے ظاہر ہوئے تھے جس وقت آپ بالائی مکے کی طرف تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو ایک ٹھکانے پر بٹھایا عزت کے ساتھ عمدہ جگہ۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے مجھے ایک ایسے بچھونے پر بٹھایا جو کہ خوبصورت قالین کی مثل تھا۔ اس میں یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اللہ کا رسول بننے کی بشارت دی، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ مطمئن ہو گئے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ پڑھئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیسے پڑھوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا پڑھئے :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۔ (سورۃ العلق : آیت ۱-۵)

اور کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی سورۃ مدثر کا اول حصہ آپ کے اُوپر۔ واللہ اعلم (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۳)

ابن شہاب کہتے ہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو اللہ پر ایمان لائی اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی نماز کے فرض ہونے سے قبل۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربّ کی رسالت کو قبول کیا اس کتاب کی اتباع کی جو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس لے کر آئے تھے اللہ کی طرف سے جب انہوں نے اس چیز کو قبول کر لیا جو ساتھ جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لائے تھے تو آپ اپنے گھر کی طرف لوٹ کر آئے تو آپ جس درخت یا پتھر کے ساتھ گزرتے تھے وہ ان کو سلام کرتا تھا۔ چنانچہ آپ خوشی خوشی گھر واپس آئے یقین کے ساتھ کہ انہوں نے ایک امر عظیم دیکھا ہے۔

جب سیدہ خدیجہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں جو بتایا کرتا تھا کہ میں کسی کو خواب میں دیکھتا ہوں وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وہ میرے سامنے آ گئے ہیں۔ میرے ربّ نے اس کو میری طرف بھیج دیا ہے۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہ ساری بات بتائی جو وہ لے کر آپ کے پاس آئے تھے۔ اور وہ بھی اسے بتایا جو آپ نے سُنا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ خوش ہو جایئے۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کرے گا۔ آپ اس حق کو قبول کر لیجئے جو آپ کے پاس آیا ہے اللہ کی طرف سے۔ وہ حق ہے اور آپ خوش ہو جایئے، آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔

اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے غلام کے پاس گئیں۔ وہ نصرانی تھا، اہل نینوی میں سے تھا۔ اس کا نام عداس تھا۔ اس سے جا کر پوچھا کہ اے عداس! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں، کیا آپ مجھے بتلائیں گے کہ تیرے پاس جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں کوئی علم ہے۔ عداس نے کہا، قدوس ہے، قدوس ہے۔ کیا بات ہے جبرائیل کا ذکر اس سرزمین پر ہو رہا ہے جس کے رہنے والے بت پرست ہیں۔ سیدہ نے پوچھا کہ اس کے بارے میں مجھے اپنی معلومات بتایئے۔ بے شک وہ اللہ کا امین ہے، اللہ کے اور بندوں کے درمیان وموسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہے۔ چنانچہ عداس سے واپس ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ورقہ بن نوفل بتوں کی عبادت کو ناپسند کرتا تھا وہ بھی

اورزید بن عمرو بن نفیل بھی۔اورزید بن عمروتو ہراس شئ کوحرام سمجھتے تھے جس کواللہ نے حرام قرار دیا۔مثلاً خون اورآستانوں پرکی جانے والی ذبیحہ اور چڑھاوے اوردور جاہلیت کے سارے ظلم اورزیادتیاں۔

زیداورورقہ دونوں علم کی تلاش میں شام کے ملک جاپہنچے تھے .... یہودیوں نے ان دونوں کے سامنے اپنادین پیش کیا تھا مگران دونوں نے اس کوناپسند کیا تھا۔پھردونوں نے نصرانیت کے عالموں سے پوچھا تھا۔لہٰذاورقہ نے نصرانیت اختیارکرلی تھی اورزید بن عمرو نے تو یہودیت کی طرح عیسائیت کوبھی ناپسند کیا تھا۔چنانچہ اس کورہبانوں ہی میں کسی راہب نے بتایا تھا کہ آپ جس دین کی تلاش میں ہیں وہ اس وقت دھرتی پرنہیں ہے۔زید نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسا دین ہے؟کسی کہنے والے نے کہا کہ وہ سیدھا دین ہے ابراہیم خلیل الرحمٰن۔ زید نے پوچھا کہ وہ دین کیسا تھا؟اس نے بتایا کہ وہ مسلم حنیف تھے۔تمام ادیان سے ایک طرف۔

جب ان کے سامنے دین ابراہیم بیان کیا گیا توزید نے کہا تھا کہ میں دین ابراہیم پرہوں اورمیں کعبے کی طرف سجدہ کروں گا جس کوابراہیم نے بنایا تھا۔چنانچہ وہ جاہلیت میں ہی کعبے کی طرف سجدہ کرتا تھا۔جب اس کے لئے ہدایت واضح ہوگئی توزید نے کہا تھا:

اسلمت وجهي لمن اسلمت لـه المزن يحملن عذبا زلا لا

میں نے اپنا چہرہ اس ذات کے لئے جھکا دیا ہے جس کے لئے بادل تابع فرمان میں جوصاف اور میٹھے پانی کواٹھاتے ہیں۔

اس کے بعدزید بن عمروفوت ہوگیا تھا اورورقہ اس کے بعدبھی موجود تھا جیسے گمان کرتے ہیں کہ دوسال تک۔چنانچہ ورقہ بن نوفل نے زید بن عمروپرروتے ہوئے مرثیہ کہا تھا:

رشدت وانعمت ابن عمرو وانما تجنبت تنورًا من النار حاميا
بدينك ربًا ليس ربّ كمثله وتركك جنان الجبال كماهيا
تقول اذا جاوزت ارضا مخوفه باسم الاله بالعداة وساريا
تقول اذا صليت في كل مسجد حنانيك لا تظهر على الاعاديا

توہدایت پاگیا اورانعام پاگیا ہے اے زید بن عمرو!درحقیقت آگ کے گرم تندور(جہنم)سے توبچ گیا ہے۔بسبب رب کا دین اختیارکرنے کے۔وہ رب جس کی مثال کوئی نہیں ہے اوربسبب تیرے۔تم کہتے جب خوفناک زمین سے گزرتے الٰہ اورمشکل کشا کے نام کے ساتھ پناہ لیتا ہوں اورصبح سفرکرتے ہوئے۔اور آپ جب کسی بھی عبادت کی جگہ نمازادا کرتے تودعا کرتے تھے کہ اے معبودمشکل کشا مجھ پرمیرے دشمنوں کوغالب نہ کرنا۔

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ بن نوفل کے سامنے وصف بیان کی محمد علیہ السلام کی شان کی۔جب اس کے پاس آپ آئیں تھیں اور اس کا ذکرکیا جوجبرائیل علیہ السلام کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا توورقہ نے اس سے کہا تھا،اے میری بھتیجی میں نہیں جانتا کہ آپ کے شوہرہی نبی ہوں اہل کتاب جس کا انتظارکررہے ہیں جس کووہ اپنے ہاں توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔اورمیں اللہ کی قسم کھا کرکہتا ہوں اگریہ وہی ہوئے پھراس کی دعوت غالب ہوگی اورمیں زندہ ہوا تومیں اللہ کے رسول کی اطاعت میں اوراس کی تائید میں اورصبرونصرت میں ضرورکوشش کروں گا مگراس کے بعدورقہ فوت ہوگئے تھے۔(البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۳۔۱۴)

تحقیق لہیعہ نے ذکرکیا ہے ابوالاسود سے،اس نے عروہ بن زبیر سے اس قصے کواسی مذکورکی مثل اوراس میں اس نے یہ اضافہ کیا ہے،پس جبرائیل علیہ السلام نے پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا تھا۔لہٰذاجبرائیل علیہ السلام نے وضوکیا اورمحمد ﷺ اس کی طرف دیکھتے رہے۔اس نے منہ دھویا اوردونوں ہاتھ دھوئے کہنیوں سمیت اوراپنے سرکا مسح کیا اورٹخنوں سمیت اپنے دونوں پیردھوئے۔اس کے بعداپنی شرم گاہ کی جگہ چھینٹے دیئے اوراس نے بیت اللہ کی طرف منہ کرکے دوسجدے کئے یادورکعتیں پڑھیں،پھرمحمد ﷺ نے ویسے کیا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے کیا تھا اور حضور ﷺ نے اس کودیکھا تھا۔

(۶) ہمیں خبردی ابوالحسن بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن خالد نے اور حسان بن عبداللہ نے دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن لہیعہ نے اور مکمل قصہ ذکر کیا ہے ہمارے شیخ ابوعبد اللہ حافظ نے ابوجعفر بغدادی سے، اس نے ابوعلاثہ محمد بن عمرو بن خالد سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن لہیعہ سے، اس نے ابوالاسود سے، اس نے عروہ سے مگر بے شک اس نے ورقہ کے شعروں میں سے صرف پہلے دوشعر ذکر کئے ہیں اور وہ بھی ذکر نہیں کیا جو زہری نے سیدہ خدیجہ کے اسلام کے بارے میں ذکر کیا ہے اور وہ جو اس میں ذکر ہوا ہے حضور ﷺ کے پیٹ چاک کرنے کے بارے میں احتمال ہے کہ یہ ان سے حکایت ہو اس لئے کہ یہ ان کے بچپن میں ہوا تھا۔ اور احتمال ہے کہ ایک بار اور شرح صدر کیا گیا ہو پھر تیسری بار اس وقت جب آپ آسمانوں پر معراج کے لئے لے جائے گئے تھے۔ واللہ اعلم

(۷) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو عبدالملک بن عبداللہ بن ابوسفیان بن علاء بن جاریہ ثقفی نے۔ یہ بعض اہل علم سے بہت حدیث حفظ کرنے والے تھے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے جب عزت بخشنے کا ارادہ کیا تو اس کی ابتداء یہاں سے ہوئی کہ آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ آپ کو سلام کرتا اور آپ سلام کو سن لیتے، پلٹ کر جب آپ اس کو دیکھتے تو پیچھے اور دائیں بائیں آپ کو کوئی بھی نظر نہ آتا۔ محض درخت ہی نظر آتا یا آپ کے اردگرد پتھر ہوتے تھے۔ یہ سلام سلام نبوت ہو گیا تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۵۲-۲۵۳)

حضور ہر سال ایک ماہ غار حرا کی طرف نکل جاتے تھے .... اور اس میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں قریش کا طریقہ عبادت یہ تھا کہ جو بھی مسکین آتا اس کو کھانا کھلایا جاتا، جب وہ واپس لوٹتے اس کی مجاورت سے اور اپنی حاجت پوری کرنے سے تو وہ اپنے گھر میں جانے سے قبل کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ مہینہ آیا اللہ نے جس سال میں آپ کو رسالت سے سرفراز کرنا تھا یہ ماہ رمضان تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حسب معمول گھر سے نکلے، حرا میں رہنے کے لئے آپ اس مرتبہ اپنے اہل کے ساتھ نکلے تھے۔ پھر وہ رات بھی آگئی جس رات اللہ نے آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ عزت بخشی اور بندوں کو اس کے ساتھ رحم فرمایا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا، پڑھیے۔ میں نے پوچھا کہ میں کیا پڑھوں؟ چنانچہ اس نے مجھے پکڑ کر سخت بھینچا یا نچوڑا اس قدر کہ میں نے سمجھا کہ وہ موت ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ پھر اس نے دوبارہ مجھے دبایا پہلے کی طرح۔ پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھیے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں۔ میں نے نہ کہی یہ بات مگر بطور التجا اور دوگوشی کرنے کے اس ڈر کے مارے کہ کہیں وہ پھر نہ مجھے دبائے جیسے پہلے دبایا تھا۔ اب اس نے کہا، پڑھیے :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ـ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ـ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ـ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ـ
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ـ (سورۃ العلق : آیت ۱-۵)

پھر وہ ویسا کرنے سے رک گئے اور وہ مجھ سے ہٹ کر چلے گئے اور میں اپنی نیند سے بڑبڑا کر گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے بعد گویا کہ میرے دل میں کسی کتاب یا تحریر کی تصویر بنادی گئی اور اس کے بعد اللہ کی مخلوق میں سے کوئی ایک بھی میری طرف مبغوض اور ناپسندیدہ نہ رہا۔ کسی شاعر یا مجنون سے۔ میں ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تھا (مطلب یہ ہے کہ مجھے ان لوگوں سے نفرت ہوگئی)۔ میں نے کہا دل میں کہ میں شاعر یا مجنون سے دور دور رہوں گا۔ پھر میں نے سوچا کہ قریش میرے بارے میں ہمیشہ یہ بات بیان نہیں کریں۔ لہٰذا میں کسی پہاڑ کی چٹان پر چڑھ جاؤں اور اپنے آپ کو اوپر سے گرادوں گا اور میں ضرور خود کو قتل کر کے اس بات سے چھٹکارا پالوں گا۔

چنانچہ میں اسی ارادے سے نکلا۔ اس ارادے کے سوا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اچانک میں نے آواز سنی کہ کوئی منادی کرنے والا منادی کر رہا ہے آسمان سے۔ وہ کہہ رہا ہے اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ چنانچہ میں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں

کہ جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں دونوں قدموں کو ملائے آسمان کے کنارے پر سامنے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں، اے محمد! آپ رسول اللہ ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ میں اُوپر کو اسی طرف دیکھنے لگ گیا۔

چنانچہ اس منظر نے مجھے میرے ارادے سے اور ویسا کرنے سے مصروف کر دیا۔ چنانچہ میں رُک گیا اور مجھ میں اس وقت یہ قدرت نہ رہی کہ میں وہاں سے ایک قدم بھی ہل سکوں، نہ آگے نہ پیچھے اور نہ ہی میں آسمان کے اُفق سے اپنے چہرے کو پھیر سکتا تھا۔ ہاں بس اسی کو میں دیکھتا رہ گیا، اسی اُفق پر اور وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ نہ میں آگے ہو سکتا تھا نہ پیچھے۔ حتیٰ کہ خدیجہ نے میری تلاش میں نمائندے بھیج دیئے۔ یہاں تک کہ وہ مکے میں پھیل گئے اور واپس بھی آ گئے۔ مگر میں اسی حالت پر کھڑا رہ گیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ دن ڈھل جاتا پھر وہ مجھ سے واپس چلے گئے۔ میں بھی لوٹ کر واپس اپنے گھر آ گیا۔

میں خدیجہ کے پاس آیا۔ میں اس کے پہلو کے ساتھ مل کر بیٹھ گیا۔ وہ کہنے لگی، اے ابوالقاسم! آپ کہاں تھے؟ اللہ کی قسم میں نے تو آپ کی تلاش میں اپنے نمائندے بھیج دیئے تھے، وہ مکہ گھوم کر آ گئے۔ میں نے اُسے بتایا کہ دوری ہے شاعر یا مجنون کے لئے۔ کہنے لگی، میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں اس سے اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کوئی رسوائی نہ کریں گے۔ اس حالت کے ہوتے ہوئے جو میں جانتی ہوں۔ آپ کی بات کرنے سچ گوئی، عظیم آپ کی امانت داری، آپ کا حسن اخلاق، آپ کی صلہ رحمی، یہ کیا کیفیت ہو رہی ہے آپ کی؟ شاید آپ نے کوئی چیز دیکھی ہے یا کوئی بات سُنی ہے؟ چنانچہ میں نے اُسے وہ پوری خبر بتا دی۔ وہ کہنے لگی، آپ خوش ہو جایئے، اے چچازاد اور اس پر پکے رہئے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ اس اُمت کے نبی ہوں گے۔ پھر وہ اُٹھی اور اپنے کپڑے سمیٹے پھر ورقہ بن نوفل کے پاس چلی گئی۔ وہ اس کے چچا کے بیٹے تھے۔ تحقیق اس نے کتاب پڑھ رکھی تھی اور نصرانیت اختیار کر لی تھی اور توراۃ وانجیل سُن رکھی تھی۔

سیدہ خدیجہ نے جا کر اس کو یہ خبر سُنائی اور پورا واقعہ بتایا جو رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ کو بتایا تھا کہ انہوں نے یہ دیکھا ہے اور یہ سنا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے سُنتے ہی کہا قدوس، قدوس۔ پاک ہے انتہائی پاکیزہ ہے۔ قسم ہے جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے۔ البتہ اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے، اے خدیجہ! تو بے شک وہ اس اُمت کا نبی ہے اور بے شک اس کے پاس وہ ناموسِ اکبر آتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ خدیجہ آپ اسے کہئے کہ وہ ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لوٹ آئیں۔ اور ان کو آ کر خبر دی جو بات ورقہ نے ان سے کہی تھی۔ لہٰذا اس عمل نے حضور ﷺ پر اس کیفیت کو آسان کر دیا جو آپ کو فکر لاحق ہو گئی تھی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے سے۔

جب غارِ حراء کا عمل مکمل ہو گیا .... جب رسول اللہ ﷺ نے غارِ حرا میں رہنے کا عمل پورا کر لیا تو حسبِ معمول آپ نے طواف کعبہ کیا اور ان کو طواف کرتے ہوئے ورقہ بن نوفل ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے بھتیجے! مجھے اس واقعہ کی خبر دیجئے جو آپ نے دیکھا تھا اور سُنا تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس کو وہ پوری بات بتا دی۔ ورقہ نے ان سے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ تیرے پاس ناموسِ اکبر آتا ہے (ناموس صاحب سترِ خیر کو کہتے ہیں اور جاسوس صاحب سترِ شر کو کہتے ہیں۔ مترجم)۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور آپ اس اُمت کے نبی ہیں اور البتہ ضرور آپ ایذا پہنچائے جائیں گے۔ اور آپ ضرور جھٹلائے جائیں گے اور ضرور آپ سے قتال کیا جائے گا اور ضرور آپ کی مدد کی جائے گی۔ اور البتہ اگر میں نے آپ کو پا لیا اس حالت میں تو میں ضرور آپ کی مدد کروں گا جس کو اللہ دیکھ لے گا۔ اس کے بعد ورقہ نے اپنا سر حضور ﷺ کی طرف جھکا دیا اور حضور ﷺ کے سر کی چوٹی پر بوسہ دیا، پھر حضور اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔ اللہ نے ورقہ کے قول سے حضور ﷺ کی ثابت قدمی کو اور زیادہ کر دیا اور آپ کے فکر و غم کو کم کر دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۵۴۔۲۵۷)

(۸)　ہمیں خبر دی ابوعبد نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد نے یونس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں سیدہ خدیجہ کی خبر سُن کر شعر کہے تھے۔ سیرت نگاروں کے زعم کے مطابق جو کہ کچھ اس طرح تھے:

فان يك حقًا يا خديجه فا علمي حديثك ايانا فأحمد مرسل
وجبرائيل ياتيه وميكائيل معهما من الله وحي يشرح الصدر منزل
يفوز به من فاز فيها بتوبه ويشقى به العاتي الغوى المضلل
فريقان منهم فرقة في جنانه واخرى باحوان الجحيم تغلل
اذا ما دعوا بالويل فيها تتابعت مقامع في هاماتها ثم تشعل
فسبحان من تهوى الرياح بامره ومن هو في الايام ما شاء يفعل
ومن عرشه فوق السموات كلها واقضاؤه في خلقه لا تبدل

اے خدیجہ! اگر آپ کی اطلاع درست ہے تو یقین کیجئے کہ احمد اللہ کا رسول بن گیا ہے۔ اور اس کے پاس جبرائیل ومیکائیل ساتھ آتے ہیں اللہ کی طرف سے۔ وحی ہے جس کی تنزیل سینہ کو کھول دیتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ کامیاب ہوتا ہے جو توبہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور شقی اور محروم ہوتا ہے اس سے جو سرکش بھٹکا ہوا گمراہ ہوتا ہے۔ لوگ اس وحی کے بعد دو حصوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ ان میں ایک طبقہ جنت کے باغات میں ہوگا۔ اور دوسرا اپنے جیسے لوگوں کے ساتھ جہنم کے طوق میں ہوگا۔ جب وہ ہلاکت کی طرف بُلائے جائیں گے اس میں مسلسل ہتھوڑے برسائے جائیں گے۔ ان کی کھوپڑیوں پر۔ اس کے بعد وہ شعلوں کی نذر ہو جائیں گے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے حکم کے ساتھ ہوائیں چلتی ہیں اور وہ ذات زمانوں میں (ایام میں) جو چاہے تصرف کرتا ہے۔ اور اس کے عرش سے لے کر تمام آسمانوں میں اور اس کی تمام مخلوقات میں اس کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے۔

ورقہ بن نوفل کا کلام :

يا للرجال وصرف الدهر والقدر وما لشيء قضاه الله من غير
حتى خديجة تدعوني لاخبرها وما لها بخفي الغيب من خبر
جاءت لتسالني عنه لاخبرها امرًا اراه سياتي الناس من اخر
فخبرتني بامر قد سمعت به فيما مضى من قديم الدهر والعصر
بان احمد ياتيه فيخبره جبرائيل انك مبعوث الى البشر
فقلت عل الذى ترجين ينجزه لك الا له فرجي الخير وانتظرى
وارسليه الينا كي نسائله عن امره ما يرى في النوم والسهر
فقال حين اتانا منطقا عجبا يقف منه اعالي الجلد والشعر
اني رايت امين الله واجهني في صورة اكملت من اهيب الصور
ثم استمر فكاد الخوف يذعرني مما يسلم من حولي من الشجر
فقلت ظني وما ادري ايصدقني ان سوف تبعث تتلو منزل السور
وسوف انبيك ان اعلنت دعوتهم من الجهاد بلا من ولا كدر

گردش زمانہ گواہ ہے، اللہ نے جو بھی لوگوں کے لئے فیصلہ فرما دیا ہے اس کو کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔ یہاں تک کہ وہ بات بھی خدیجہ نے جس کے لئے مجھے پکارا ہے کہ میں اسے خبر دوں، کیونکہ اس کو پوشیدہ غیب کی بات کی کوئی خبر نہیں ہے۔ وہ میرے پاس اس لئے آئی ہے کہ اس کو اس ایک مرد کے بارے میں خبر دوں جو وہ

دیکھایا گیا ہے۔ عنقریب لوگوں کے پاس۔ اس کے علاوہ بھی اس سے خبریں آئیں گی۔ چنانچہ خدیجہ نے مجھے اس امر کے بارے میں بتادیا جو اس نے سُنا ہے۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ بایں صورت کہ احمد اس کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے اس کو بتادیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے ان کو خبر دی ہے کہ آپ تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں (بھیجے گئے ہیں)۔ میں نے جواب دیا ہے اس کو کہ جس بات کی تم امید کرتی ہو ان پر وہ تیرے لئے معبود برحق پوری کرے گا (یعنی رسول وہی بنایا جائے گا)۔ لہٰذا اس چیز کی امید رکھیں اور انتظار کریں۔ اور ان کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے خود پوچھیں اس امر کے بارے میں جو چیز وہ جس سے جلد پر پھریری آتی ہے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کہ بے شک میں نے اللہ کے امانت دار کو دیکھا ہے جو میرے سامنے آگئے تھے ایک کامل صورت کے ساتھ جو بارعب اور پُر وقار صورت وشکل تھی۔ اس کے بعد وہ دائمی طور پر ٹھہرے رہ گئے تو عین ممکن ہے کہ ان کا خوف اور رعب مجھے ہلاک کرڈالتا۔ خصوصاً اس وقت جب میرے اردگرد کے درخت سلام کہتے۔ تو میں نے بتایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ عنقریب یہ مبعوث ہو جائیں گے اور آسمان سے اترنے والی سورتوں کی تلاوت کریں گے۔ حالانکہ مجھے یہ تک بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ مجھے جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سچ ہے۔ اور عنقریب میں آپ کو خبر دوں گا اگر ان کی دعوت واضح ہوئی جہاد سے بغیر کسی احسان کے اور بغیر کسی ابہام کے۔ (البدایۃ والنہایۃ ٣: ١٠-١١)

(٩) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے، ان کو اسماعیل بن ابوحکیم مولیٰ زبیر نے کہ ان کو حدیث بیان کی سیدہ بنت خویلد سے کہ وہ فرماتی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا اس میں جو اس نے ان کی حوصلہ افزائی کی تھی اس بارے میں جس میں اللہ نے ان کو عزت بخشی تھی نبوت کی۔ انہوں نے کہا تھا، اے میرے چچازاد آپ ایسا کرسکتے ہیں کہ جب وہ تیرے ساتھی جو آپ کے پاس آتے ہیں، جب آئیں تو آپ مجھے بھی خبر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کرسکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ جب وہ آئے تو مجھے بتلانا۔

جبرائیل ہونے کی تصدیق .... ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک جبرائیل امین آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے خدیجہ! یہ آگئے جبرائیل۔ وہ بولی کیا آپ انہیں اس وقت دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا، جی ہاں! دیکھ رہا ہوں۔ وہ بولی کہ آپ میری دائیں جانب بیٹھ جائیں۔ حضور ﷺ ہٹ کر دائیں سے بیٹھ گئے۔ خدیجہ نے پوچھا کہ اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا، جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ بولی کہ آپ میری گود میں بیٹھ جائیں۔ آپ بیٹھ گئے تو انہوں نے پوچھا، کیا اب بھی وہ آپ کو نظر آرہے ہیں؟ فرمایا کہ بالکل آرہے ہیں۔ پھر خدیجہ نے اپنے سر سے کپڑا ہٹالیا اور دوپٹہ اُتار کر رکھ دیا۔ حالانکہ حضور ﷺ ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خدیجہ نے پوچھا کہ کیا اب آپ کو وہ نظر آرہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اب وہ چلے گئے۔ خدیجہ نے کہا کہ نہیں یہ شیطان نہیں ہے۔ بے شک یہ فرشتہ ہے۔ اے میرے چچازاد آپ ثابت قدم رہئے اور خوش ہوجائیے۔ اس کے بعد وہ خود حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئی اور اس نے اس امر کی گواہی دے دی کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا۔ تحقیق فاطمہ بنت حسین نے سُنی تھی کہ وہ یہ حدیث بیان کرتی تھی سیدہ خدیجہ سے مگر میں نے یہ سُنا تھا کہ وہ کہتی تھی کہ خدیجہ نے حضور ﷺ کو اپنے اور اپنی اوڑھنی کے اندر کرلیا تھا۔ تو اس وقت جبرائیل امین چلے گئے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک ایسا کام تھا جو سیدہ خدیجہ اس لئے کررہی تھی کہ اپنے دین کی احتیاط اور تصدیق کے لئے معاملے کی چھان بین پھٹک کرنا چاہتی تھی۔ جہاں تک نبی کریم ﷺ کا تعلق ہے آپ تو جبرائیل امین کی بات پر یقین کرچکے تھے۔ جو کچھ اس نے آپ سے کہا تھا اور ان آیات پر بھی جو اس نے آپ کو دیکھائی تھیں۔ جن میں ہم بار بار ذکر کرچکے ہیں اور اسی امر پر بھی یقین کرچکے تھے جو آپ کو درخت اور پتھر سلام کرتے تھے اور آپ کے بُلانے پر درخت چلے آتے تھے۔ یہ سب کچھ اس کے بعد ہورہا تھا جب آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی تھی اور حضور ﷺ نے ان لوگوں کی شکایت جبرائیل علیہ السلام سے کردی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ ارادہ آپ کے دل کو خوش کرنے کے لئے کیا تھا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ١٧٢-١٧٣)

(١٠) ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے بطور املاء۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ہے ابراہیم بن حارث بغدادی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن ابوبکیر نے، کہتے ہیں کہ ہمیں

حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن طہمان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے سماک بن حرب نے جابر بن سمرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اس پتھر کو آج میں جانتا ہوں مکہ میں جو مجھ پر سلام کہتا تھا۔ میری بعثت سے قبل۔ بے شک میں اس کو اس وقت بھی پہچانتا ہوں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے، اس نے یحییٰ بن ابوبکیر سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر رزاز نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوداود طیالسی نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوداود نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سلیمان بن معاذ نے سماک بن حرب سے۔ اس نے جابر بن سمرہ ؓ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک مکہ میں ایک پتھر ہے وہ مجھ پر سلام کرتا تھا (یعنی سلامتی کی دعا دیتا تھا)۔ ان راتوں میں جن میں میری بعثت ہوئی۔ بے شک میں اس کو پہچان لیتا ہوں جب اس کے پاس سے گزرتا ہوں۔

(۱۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابواحمد بن عبداللہ مزنی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے یوسف بن موسیٰ مرورودی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عباد بن یعقوب نے، ان کو ولید بن ابوثور نے سُدی سے، اس نے عباد بن عبداللہ سے، اس نے حضرت علی ؓ سے، وہ فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے میں تھے۔ حضور ﷺ مکے کے بعض نواح میں نکل گئے۔ لہٰذا جو بھی درخت یا پہاڑ حضور ﷺ کے سامنے آیا اس نے ان سے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ بن سلیمان نے، ان کو محمد بن علاء نے، ان کو یونس بن عنبسہ نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے وہ سُدی ہیں، انہوں نے عباد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا تھا حضرت علی ؓ سے، وہ فرماتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے اپنے آپ کو کہ میں اس کے ساتھ گیا یعنی نبی کریم ﷺ کے ساتھ وادی میں بس نہ گزرے آپ نہ کسی پتھر کے ساتھ نہ کسی درخت کے ساتھ مگر اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! اور میں نے سُن رہا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۱۶/۳)

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن علی مقری نے اسفرائنی نے، وہاں پر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یوسف بن یعقوب نے، ان کو ابوالربیع نے، ان کو ابومعاویہ نے، ان کو اعمش نے، ان کو ابوسفیان نے، ان کو انس بن مالک نے، وہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضور ﷺ مکہ سے باہر تھے اور اہل مکہ نے اس دن حضور کو (مار مار کر) خون سے رنگین کر دیا تھا (خون وخون کر دیا تھا)۔ جبرائیل امین نے پوچھا، آپ کو یہ کیا ہوا؟ حضور ﷺ نے جواب دیا قَدْ خَضَبَهُ اَهْلُ مَكَّةَ بِالدِّمَاءِ خَضَبَنِيْ هٰؤُلَاءِ بِالدِّمَاءِ۔ ان لوگوں نے مجھے خون خون کر دیا ہے اور انہوں نے ایسے کیا ہے اور ایسے کیا ہے۔

جبرائیل نے پوچھا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نشانی اور کوئی معجزہ دکھاؤں؟ حضور ﷺ نے فرما: جی ہاں! جبرائیل نے کہا آپ اُس درخت کو اپنے پاس بُلائیے۔ چنانچہ رسول اللہ نے اُس کو بُلایا۔ چنانچہ وہ درخت زمین پر لکیریں ڈالتا ہوا یا زمین چیرتا ہوا چلا آیا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جبرائیل نے فرمایا کہ اب آپ اس درخت کو کہئے کہ وہ واپس چلا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِرْجِعِيْ اِلٰى مَكَانِكِ واپس اپنی جگہ چلے جایئے۔ لہٰذا وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے کہا حَسْبِيْ مجھے یہ بات کافی ہے (یعنی میرا دل مطمئن ہے)۔ (مجمع الزوائد ۱۰/۹)

☆☆☆

باب ۶۲

قرآن میں سے نازل ہونے والی پہلی سورت

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن داود علوی نے، ان کو ابوحامد بن شرقی نے بطور املاء کے، ان کو عبدالرحمن بن بشر بن حکم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سفیان نے محمد بن اسحاق سے، اس نے زہری سے، اس نے عروہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں بے شک پہلی چیز جو نازل ہوئی قرآن سے وہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ہے۔ (الدرالمنثور ۶/۳۶۸)

یہ اسناد صحیح ہے اور اس کا مفہوم گزر چکا ہے۔ اس روایت میں جو مروی ہے معمر سے اور عقیل سے اور اسی طرح زہری سے، اور اسی طرح اس کو روایت کیا ہے یونس بن یزید نے زہری سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوعبداللہ اسحاق بن محمد بن یوسف سوسی نے، ان دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن ولید یعنی ابن مزید نے، ان کو خبر دی ان کے والد نے، ان کو خبر دی اوزاعی نے، ان کو یحییٰ بن ابو کثیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے کہ قرآن کا کونسا حصہ پہلے نازل ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا تھا کہ قرآن مجید کا کونسا حصہ پہلے نازل ہوا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ یا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ؟

انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میں مہینہ بھر غار حرا میں عبادت کرتا رہا، میں نے جب وہاں پر قیام پورا کر لیا اور میں نیچے وادی میں اُتر آیا پھر مجھے آواز لگائی گئی۔ چنانچہ میں نے نظر اُٹھا کر اپنے سامنے دیکھا اور پیچھے دیکھا اور دائیں بائیں دیکھا، مجھے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو یکایک وہ ہوا میں تخت بچھائے ہوئے بیٹھا تھا۔ لہٰذا مجھے خوف اور وحشت نے پکڑ لیا۔ میں خدیجہ کے پاس آیا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے کپڑے اُڑھا دو۔

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی :

يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

اس کو مسلم نقل کیا صحیح میں اوزاعی کی حدیث سے اور بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث علی بن مبارک سے، اس نے یحییٰ بن ابو کثیر سے۔ اور تحقیق زہری کی روایت میں گزر چکا ہے ابوسلمہ سے اس نے جابر سے کہ یا ایھا المدثر کا نزول وحی کے سلسلہ کے رک جانے کے بعد تھا۔ اور اس میں اس پر دلالت ہے کہ اس کا نزول اقرا باسم ربك کے بعد ہوا تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوسہل بشر بن احمد بن محمد مہرجانی نے اپنی اصل کتاب سے، ان کو داؤد بن حسین بن ازدن بن عقیل نے وہ خسروگردی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالملک بن شعیب بن لیث بن سعید نے، ان کو ان کے والد نے، ان کے دادا سے، ان کو خبر دی عقیل بن خالد نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی جابر بن عبداللہ نے کہ اس نے سُنا رسول اللہ ﷺ سے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وحی رُک گئی تھی مجھ سے۔ بس میں پیدل چل رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی۔ میں نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا۔ یہ دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان کے اُفق پر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے خوف کی وجہ سے میں کھینچ گیا اور میں زمین پر بیٹھ گیا، پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو۔ لہٰذا انہوں نے مجھے چادر اوڑھادی۔

پھر اللہ نے ایک آیت اُتاری :

يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

اے کپڑے اوڑھنے والے! کھڑے ہو جائیے اور لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور کپڑے پاک رکھئے اور بتوں سے دور رہئے۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ رجز سے مراد بُت ہیں۔

اس کو مسلم نے روایت کیا صحیح میں عبدالملک بن شعیب سے اور بخاری نے روایت کیا ہے ابن بکیر سے، اس نے لیث سے اور اسی طرح اس کو روایت کیا ہے یونس بن یزید ابن شہاب زہری سے اور اس میں اس کا بیان ہے جو کچھ ہم کہہ چکے ہیں۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے پھر محمد بن عمر سے کہ پہلی سورۃ جو نازل ہوئی وہ اقرأ باسم ربك ہے۔ (الدر المنثور ۶: ۳۶۸)

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی لیث نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عقیل نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی محمد بن عباد بن جعفر مخزومی نے کہ اس نے سُنا تھا اپنے بعض علماء سے، وہ کہتے ہیں کہ پہلی چیز جو اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر نازل کی تھی وہ اقرأ باسم ربك الذى خلق ۔ خلق الانسان من علق سے مالم يعلم تک تھی۔ ان علماء نے کہا کہ اس سورۃ کا اول حصہ جو رسول اللہ ﷺ پر غار حرا والے دن نازل ہوا تھا، پھر اس کا آخر اس کے بعد نازل ہوا، جب اللہ نے چاہا۔

بہرحال وہ حدیث جس کی خبر دی ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے اپنے والد سے، اس نے ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں جب اکیلا خلوت میں ہوتا ہوں تو میں ایک آواز سُنتا ہوں اور اللہ کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ کوئی بڑا خطرہ نہ ہو جائے۔ اس نے کہا، اللہ کی پناہ! اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ ایسے کریں گے۔ پس قسم ہے اللہ کی، بے شک آپ امانتیں صاحب امانت کو ادا کر دیا کرتے ہیں (گویا کہ آپ امین ہیں)۔ اور آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور آپ بات سچی کرتے ہیں۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نہیں تھے پھر خدیجہ نے حضور ﷺ کی بات ان کو بتائی اور بولی، اے عتیق آپ جائیے محمد ﷺ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس۔ حضور ﷺ جب گھر میں آئے تو ابوبکر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا آپ میرے ساتھ چلئے ورقہ بن نوفل کے پاس۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ خدیجہ نے۔ لہٰذا دونوں چلے گئے جا کر دونوں نے ورقہ کو واقعہ بتایا۔ حضور ﷺ نے بتایا کہ جب میں اکیلا خلوت میں ہوتا ہوں تو میں اپنے پیچھے ایک آواز سُنتا ہوں، یا محمد، یا محمد زمین پر بھاگتے ہوئے چل۔ پس فرمایا کہ ایسا نہ کر۔ جب تیرے پاس آ جائے تو ٹکے رہنے یہاں تک کہ آپ سُن لیں جو کچھ وہ کہے۔ اس کے بعد میرے پاس آنا اور مجھے خبر دینا۔

پھر جب آپ اکیلے ہوئے تو آپ کو آواز آئی، اے محمد کہئے بسم الله الرحمن الرحيم ۔ الحمد لله رب العالمين یہاں تک کہ ولا الضالين تک پہنچے اور کہا کہئے لا اله الا الله ۔ پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ ان کو جا کے یہ چیز بتائی (کہ آواز دینے والے نے سورۃ فاتحہ

پڑھنے کا کہا ہے)۔ لہٰذا ورقہ نے بتایا آپ خوش ہو جائیے، پھر خوش ہو جائیے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی۔ اور بے شک آپ موسیٰ کے مثل ناموس پر ہیں۔ بے شک آپ نبی مرسل ہیں اور بے شک آپ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ آج کے بعد اور اگر میں نے تجھے اس حکم کے وقت پالیا تو میں آپ کے ساتھ ضرور جہاد کروں گا۔ جب ورقہ کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، البتہ تحقیق میں نے قس (عالم) کو جنت میں دیکھا ہے اس کے اُوپر ریشم کے کپڑے ہیں اس لئے کہ مجھ پر ایمان لے آیا تھا اور میری تصدیق کی تھی (اس سے حضور ﷺ کی مراد ورقہ تھی)۔ یہ روایت گو کہ منقطع ہے۔ اور اگر یہ محفوظ ہو تو احتمال رکھتی ہے کہ یہ خبر ہو اس کے نزول کے بارے میں اس کے بعد کہ آپ کے اُوپر اقرأ باسم ربک اور یا ایہا المدثر نازل ہوئی تھیں۔ واللہ اعلم (البدایۃ والنہایۃ ۳:۹)

باب ۶۳

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کس کا اسلام مقدم ہے؟

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا راہب کا قول سننا اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا خواب دیکھنا وغیرہ

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ ان لوگوں میں سے پہلی خاتون تھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائی تھیں اور جو کتاب حضور لائے تھے اس کی تصدیق کی تھی۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے جس وقت آپ کے اُوپر نماز فرض ہوئی تھی۔ اس نے آ کر حضور ﷺ کے لئے اپنی ایڑی سے وادی کے ایک کونے میں ٹھوکر ماری تھی۔ لہٰذا اس سے حضور ﷺ کے لئے پانی کا چشمہ صافی پھوٹ پڑا تھا۔ لہٰذا اس پانی سے حضور ﷺ نے اور جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا۔ اس کے بعد دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے اندر چار سجدے کئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور آپ کے دل کو سکون بخشا اور جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز لائے تھے جو حضور ﷺ کو محبوب تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اسی چشمے پر لے آئے۔ حضور ﷺ نے پھر اسی طرح وضو کیا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دو رکعتیں ادا کیں اور چار سجدے کئے اس کے بعد وہ دونوں خفیہ نماز پڑھتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے اس واقع کے ایک دن بعد۔ انہوں نے ان دونوں کو گھر میں خفیہ نماز پڑھتے دیکھا تو علی مرتضیٰ نے کہا، یہ کیا چیز ہے اے محمد؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ اللہ کا دین ہے۔ جس کو اس نے اپنے لئے چن لیا ہے اور اس کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں، تمہیں بلاتا ہوں اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف اور لات و عزیٰ کے ساتھ کفر و انکار کی طرف۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ایک ایسا امر ہے جو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا میں اس معاملے کا از خود کوئی فیصلہ نہیں کروں گا بلکہ پہلے میں اس کو ابو طالب (والد) کو بتاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام .... حضور ﷺ اس بات کو ناپسند کر رہے تھے کہ وہ کہیں اس راز کو افشا کر بیٹھے اس سے پہلے کہ آپ کا معاملہ غالب آ جائے اور پھیل جائے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا، اے علی! جب تم اسلام نہیں لا رہے تو تم اس راز کو فاش نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اس رات کور کے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ لہٰذا صبح ہوتے ہی وہ حضور ﷺ کے پاس آ گئے اور عرض کی آپ نے کیا پیش کیا تھا مجھ پر اے محمد! حضور ﷺ نے اسے بتایا کہ آپ شہادت دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کر لیجئے اور شریکوں سے بیزاری کر لیجئے۔ چنانچہ حضرت علی ؓ نے ایسے ہی کر لیا اور اسلام لے آئے۔ پھر علی ؓ اسی حالت پر ٹھہرے رہے جیسے حضور ﷺ کے پاس آئے تھے۔ مگر ابو طالب سے ڈرتے رہتے تھے اور حضرت علی ؓ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، اسے ظاہر نہیں کر رہے تھے اور پھر حضرت زید بن حارثہ ؓ مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا یہ لوگ ایک مہینہ کے قریب خاموشی سے ٹھہرے رہے۔ حضور ﷺ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور اللہ نے حضرت علی ؓ پر انعام فرمایا تھا۔ اس میں سے یہ بات بھی تھی کہ وہ اسلام سے قبل رسول اللہ ﷺ کی گود میں (یعنی حضور ﷺ کی زیر تربیت وزیر پرورش رہے)۔ (ابن ہشام ۱/۲۶۴۔۲۶۵)

حضرت علی کی پرورش رسول اللہ ﷺ نے کی تھی

ابو طالب کثیر العیال تھے ان کا بوجھ رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت عباس ؓ نے ہلکا کیا

(۲) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن یعقوب بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عمار بن حسن نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن ابو نجیح نے مجاہد بن جبر بن ابو الحجاج سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ پر اللہ کا یہ انعام تھا کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا یہ کہ قریش کو سخت قحط سالی (غربت وبھوک) پہنچی تھی اور ابو طالب زیادہ عیال دار تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے (چھوٹے) چچا عباس سے (جو حضور ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے اور دوست بھی) کہا اور وہ بنی ہاشم سے زیادہ آسودہ حال تھے۔ اے عباس! تیرا بھائی ابو طالب کثیر العیال ہے اور لوگوں کو جو غربت اور قحط سالی لاحق ہو گئی ہے وہ بھی تیرے سامنے ہے۔ آپ چلئے ہم ان سے ان کے عیال کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ اس کے پاس گئے اور حضور ﷺ نے علی ؓ کو لے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ حضور ﷺ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو نبی بنا کر مبعوث فرما دیا۔ پھر علی ؓ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی۔

میں کہتا ہوں کہ (اہل سیر نے) اختلاف کیا ہے اس سنہ کے بارے میں جس دن وہ مسلمان ہوئے تھے۔ تحقیق اس بارے میں روایات کتاب السنن کی کتاب الملقیط میں گزر چکی ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یحییٰ بن ابو الاشعث کندی نے اہل کوفہ میں سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی اسماعیل بن ایاس بن عفیف نے اپنے والد سے، اس نے ان کے دادا عفیف سے کہ اس نے کہا کہ میں تاجر آدمی تھا، میں ایام حج میں منیٰ میں گیا اور عباس بن عبد المطلب بھی تاجر آدمی تھا۔ میں اس کے پاس گیا کہ میں کچھ مال اس سے خریدوں اور کچھ اس کے پاس فروخت کروں۔

کہتے ہیں کہ ہم موجود تھے کہ اچانک خیمے سے ایک آدمی نکلا اور وہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اس کے بعد ایک عورت نکلی وہ بھی کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی، پھر ایک لڑکا نکلا وہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ میں نے پوچھا کہ اے عباس! یہ کونسا دین ہے؟ میں تو نہیں جانتا کہ یہ کیسا دین ہے؟ اور وہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ محمد ﷺ بن عبداللہ ہے۔ یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہ عنقریب قیصر وکسریٰ کے خزانے ان پر کھول دیئے جائیں گے۔ یہ عورت جو اس کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے اس کی بیوی ہے خدیجہ بنت خویلد۔ یہ اس پر ایمان لے آئی ہے اور یہ لڑکا ان کے چچا کا بیٹا علی بن ابو طالب ہے۔ یہ بھی ان کے ساتھ ایمان لے آیا ہے۔ یہ سن کر عفیف کہتے ہیں، اے کاش میں! اُس دن ایمان لے آتا تو میں تیسرا ہوتا۔

ابراہیم بن سعد اس روایت کی متابع لائے ہیں۔محمد بن اسحاق سے اور انہوں نے کہا ہے حدیث میں، اچانک ایک آدمی خیمہ سے نکلا جوان کے قریب تھا۔اس نے آسمان کی طرف دیکھا، جب اس نے دیکھا کہ سورج ڈھل چکا ہے تو وہ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔اس کے بعد اس نے خدیجہ کا ان کے پیچھے قیام ذکر کیا۔

(۴)　ابوالحسین بن فضل نے ہمیں خبر دی۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو محرز بن سلمہ نے، ان کو عبدالعزیز بن محمد نے عمر بن عبداللہ سے، اس نے محمد بن کعب قرظی سے کہ بے شک پہلا شخص جو اس اُمت میں سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا وہ خدیجہ بنت خویلد ہیں۔اور پہلے دو شخص جو مسلمان ہوئے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب ہیں۔اور بے شک ابوبکر صدیق پہلا شخص ہے جس نے اسلام کو ظاہر کیا۔جبکہ علی المرتضیٰ ابھی تک اسلام کو چھپا رہے تھے اپنے والد کے ڈر سے، یہاں تک کہ ابوطالب ان کے والد ان سے ملے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے بتایا، جی ہاں! اس نے کہا اچھا پھر اپنے چچازاد (محمد ﷺ) کی تائید و نصرت کرنا اور کہتے ہیں کہ علی ابوبکر سے پہلے اسلام لائے تھے۔(البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۷)

(۵)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن ابن اسحاق سے۔وہ کہتے ہیں کہ پھر ابوبکر صدیق ملے رسول اللہ ﷺ سے، انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے جو کچھ آپ کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ آپ ہمارے الہوں اور معبودوں کو چھوڑ چکے ہیں؟ اور ہمارے عقلوں کو آپ کم عقل اور بے وقوف کہتے ہیں؟ اور آپ ہمارے آباء واجداد کو کافر کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں! سچ ہے۔میں اللہ کا رسول ہوں (پیغام الٰہی لانے والا نمائندہ ہوں)۔اس کا نبی ہوں، اس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں اسی کا پیغام پہنچاؤں اور میں آپ کو بھی اللہ کی طرف بُلاتا ہوں حق کے ساتھ اس ربّ کی قسم وہ حق ہے۔میں آپ کو اللہ وحدہٗ کی طرف بُلاتا ہوں۔اے ابوبکر! اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور آپ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔تعلق اور دوستی اسی کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہوگی۔اور حضور ﷺ نے ابوبکر کے سامنے قرآن مجید پڑھا۔

ابوبکر نے حضور کی دعوت کو غور سے سُنا مگر نہ اقرار کیا نہ انکار کیا۔بس اسلام لے آئے۔اور بتوں کے ساتھ کفر کر لیا اور بتوں سے دُور ہو گئے اور ایمان لے آئے، اسلام کے حق کے ساتھ ابوبکر واپس لوٹے تو وہ مؤمن اور تصدیق کنندہ ہو چکے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ حصین تمیمی نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں دعوت دی اسلام کی طرف میں نے کسی کو مگر اس کو اس سے کبیدگی ہوئی اور تردد اور شک ہوا اور اس نے سوچا ما سوا ابوبکر کے کہ جب میں نے ان کو دعوت دی تو نہ انہوں نے شک کیا نہ ہی ان پر کوئی ناپسندیدگی آئی۔(البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۶۔۲۷)

میں کہتا ہوں ایسا اس لئے ہوا تھا کہ ابوبکر صدیق نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ چکے تھے اور نبوت کے بارے میں آپ کی دعوت پہلے سُن چکے تھے۔لہٰذا جب آپ نے آپ کو دعوت دی تو وہ پہلے اس میں تفکر اور سوچ بچار کر چکے تھے۔اس لئے وہ فوراً اسلام لے آئے۔

(۶)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے، ان کو اسرائیل نے، ان کو ابواسحاق نے، ان کو ابومیسرہ نے یہ کہ نبی کریم ﷺ جس وقت ظاہر ہوئے تھے تو آپ اس منادی کرنے والے کی منادو اور پکار سُنتے تھے جو کہتا تھا، اے محمد! جب آپ آواز سُنتے تو وہاں سے جلدی جلدی ہٹ جاتے اور چلے جاتے تھے۔چنانچہ حضور نے بطور راز کے یہ بات ابوبکر کو بتادی تھی کیونکہ وہ اسلام سے قبل بھی حضور ﷺ کے خاص دوست تھے۔

اسلام قبول کرتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کے تھے .... (۷) ہمیں خبر دی عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس اصم نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسحاق نے۔وہ کہتے ہیں کہ پہلا انسان جس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی وہ خدیجہ بنت خویلد زوجہ رسول تھی۔اس کے بعد جو مذکور ہیں کہ پہلے ایمان لائے وہ حضرت علی بن ابوطالب تھے۔وہ اس وقت دس سال کے تھے۔اس کے بعد

زید بن حارثہ، پھر ابوبکر صدیق۔ جب ابوبکر اسلام لے آئے تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور اللہ و رسول کی طرف دعوت دینا شروع کر دی۔ اور ابوبکر صدیق اپنی قوم کے محبوب اور پسندیدہ شخصیت تھے۔ نرم خو تھے اور قریش میں اعلیٰ نسب والے تھے اور قریش میں سے پڑھے لکھے تھے، زیادہ حلم والے تھے۔ اس بارے میں جو اس میں خیر و شر تھا۔

لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ صاحب اخلاق تھے، صاحب بھلائی تھے، اپنی قوم کے بڑے اور محترم تھے، لوگ ان کے پاس آتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے۔ کئی خوبیوں کی وجہ سے، ان کے علم و فہم اور تاجر ہونے اور ان کی اچھی مجلس اور اچھی سوسائٹی کی وجہ سے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی، جس پر انہیں یقین تھا اپنی قوم سے جو بھی ان کے پاس آتا اور جو بھی ان کی صحبت میں بیٹھتا۔ ان کے ہاتھ پر اسلام لے آتا۔

اس کے مطابق جو مجھے خبر پہنچی ہے، مندرجہ ذیل لوگ ان کی ہی دعوت سے زبیر بن عوام، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور سعید اور عبدالرحمن بن عوف اسلام لائے۔ لہٰذا یہ لوگ چلے گئے، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ان کے ساتھ ابوبکر صدیق بھی تھے۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن پڑھا اور ان کو اسلام کے حق اور ذمہ داری کی خبر دی اور اس کی بھی جو اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے عزت عطا کرنے کا۔ لہٰذا وہ لوگ ایمان و اسلام لے آئے اور اس طرح وہ لوگ بھی اسلام کے حق کے اقراری ہو گئے۔ یہ لوگ آٹھ افراد تھے جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی۔ انہوں نے نماز پڑھنی شروع کی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور وہ لوگ ہر اس چیز پر ایمان لے آئے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لے آئے تھے۔ (ابن ہشام ۱/۲۶۸)

(۸) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو ابو عبداللہ محمد بن احمد بن بُطہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسن بن جہم نے، ان کو حسین بن فرج نے، ان کو محمد بن عمر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ضحاک بن عثمان نے، ان کو مخرمہ بن سلیمان والبی نے ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبیداللہ نے کہا کہ میں شہر بصریٰ کے بازار میں گیا۔ ایک راہب (پادری) اپنے گرجے میں کہہ رہا تھا کہ اس میلے کے حاضرین سے معلوم کرو، کیا ان میں کوئی اہل حرم میں سے بھی ہے۔

طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، جی ہاں! میں ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا ابھی احمد ظاہر ہوئے ہیں؟ میں نے کہا کہ احمد کون ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ یہی مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوں گے۔ وہ تمام انبیاء سے آخری ہیں۔ اس کی جائے پیدائش ظہور ارض حرم ہے اور اس کی ہجرت کھجوروں کے درخت اور پتھریلی زمین اور شور یا گندھک والی سرزمین ہے۔ بس بچایئے اپنے آپ کو اس سے اس کی طرف سے سبقت کی جائے گی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام کا واقعہ .... حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات رچ بس گئی جو اس نے کہی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں جلدی سے نکلا اور مکے میں آ گیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات ہوگئی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں، محمد بن عبداللہ الامین نبی بن گئے ہیں اور ابن ابو قحافہ نے اس کی اتباع شروع کر دی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے نکل کر سیدھا ابوبکر کے پاس پہنچا۔ میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے اس آدمی کی اتباع شروع کر دی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں کر لی ہے، آپ بھی چلئے ان کے پاس اور ان کی اتباع کر لیجئے، اس لئے کہ وہ حق کی طرف بُلا رہے ہیں۔ لہٰذا طلحہ نے ان کو اس بات کی خبر دی جو راہب نے اس کو بتائی تھی۔ اس کے بعد ابوبکر طلحہ کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور طلحہ مسلمان ہو گئے اور طلحہ نے راہب والی بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو بھی دی۔ حضور یہ سن کر خوش ہوئے۔

جب ابوبکر اور طلحہ مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن عدویہ نے پکڑ کر ایک ہی رسی میں باندھ دیا۔ اور ان دونوں کو بنو تیم نے نہیں منع کیا اور نوفل بن خویلد قریش کا شیر کہلاتا تھا۔ اس لئے ابوبکر اور طلحہ دونوں کا قرینین کا نام رکھا گیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۹)

(۹) ہمیں خبر دی ابونصر بن عبدالعزیز بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو بن مطر نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوخبیب عباس بن احمد بن محمد عیسیٰ قاضی برتی نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن عبیداللہ طلحی ابوبکر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوعبیداللہ بن اسحاق محمد بن عمرو واقدی سے، اس نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ اور اسی مفہوم کے ساتھ سوائے اس کے کہ اس نے اس کے آخر میں کہا تھا کہ نوفل بن خویلد قریش کے سخت ترین لوگوں میں سے تھا اس لئے ابوبکر اور طلحہ کو قرینین کہتے تھے۔ اور نوفل بن خویلد وہی تھا جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے دعا فرمائی تھی :

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّ ابْنَ الْعَدَوِیَّۃ ۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۹)

میں کہتا ہوں کہ ذکر کیا گیا ہے عیسیٰ بن طلحہ سے کہ عثمان بن عبیداللہ طلحہ کے بھائی نے طلحہ کو ابوبکر کے ساتھ باندھ دیا تھا تا کہ ان کو نماز پڑھنے سے روک دے اور ان کو دین سے واپس لوٹا دے اور اس کے ہاتھ کو ابوبکر کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا۔ اسی ڈر کی وجہ سے کہ وہ نماز پڑھتے تھے ابوبکر کے ساتھ۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن ابودارم حافظ نے، ان کو موسیٰ بن ہارون نے، ان کو محمد بن حسان سمتی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اسماعیل بن مجالد نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوعمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے دونوں نے کہا ان کو حدیث بیان کی ابوبکر اسماعیل نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن حسین بن عبدالجبار نے، ان کو حدیث بیان کی یحییٰ بن معین نے، ان کو اسماعیل بن مجالد نے، اس نے وبرہ سے، اس نے ہمام سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نہیں تھے ان کے ساتھ مگر صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر صدیق ؓ۔

اور سمتی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سنا عمار بن یاسر سے وہ کہتے تھے روایت کیا ہے اس کو بخاری نے صحیح میں عبداللہ سے اس نے یحییٰ بن معین سے، اس نے احمد بن ابوالطیب سے اس نے اسماعیل سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی ابوتوبہ ربیع بن نافع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن مہاجر نے عباس بن سالم سے، اس نے ابوامامہ سے، اس نے عمرو بن عبسہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا شروع شروع میں جب آپ کی بعثت ہوئی تھی، جب آپ مکہ میں تھے۔ وہ اس وقت چھپے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا ہیں؟ فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ نبی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ (اللہ کا پیغام لانے والا)۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے پوچھا کہ کس چیز کے ساتھ آپ کو اللہ نے بھیجا ہے؟ آپ نے بتایا کہ اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے کہ عبادت اللہ کی کی جائے اور بتوں کو توڑ دیا جائے اور صلہ رحمی کی جائے۔

کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں جن کے ساتھ رسول بنائے گئے ہیں۔ پھر کس کس نے ان باتوں میں آپ کی اتباع کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام نے (اس سے حضور ﷺ کی مراد ابوبکر اور بلال ؓ تھے)۔ کہتے ہیں کہ عمرو کہتے تھے میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں کہ میں چوتھا ہوں، چار میں سے۔ فرمایا کہ میں اسلام لے آیا اور میں نے کہا، میں آپ کی اتباع کروں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ، آپ کو خبر مل جائے گی کہ میں نبوت و رسالت کے ساتھ باہر آ گیا ہوں تو تم میری اتباع کرنا۔

یہ ایسی حدیث ہے جس کو روایت کیا ہے ایک جماعت نے ابوامامہ سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث شداد بن عمار اور یحییٰ بن ابوکثیر سے اس نے ابوامامہ سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعمرو بسطامی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو خبر دی ہیثم دوری نے، ان کو حدیث بیان کی ابراہیم بن سعید نے، ان کو ابواسامہ نے، ان کو ہاشم بن ہاشم نے، سعید بن مسیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس نے سُنا سعد بن ابی وقاص سے۔ وہ کہتے تھے نہیں کوئی اسلام لایا اس دن جس دن میں اسلام لایا تھا۔ البتہ تحقیق میں ٹھہرا رہا تھا سات دنوں تک اور بے شک میں اسلام لانے میں تیسرا تھا۔

روایت کیا اس کو بخاری نے صحیح میں ابواسامہ سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوطاہر محمد آبادی نے، ان کو ابوقلابہ نے، ان کو یحییٰ بن ابوبکیر نے، ان کو زائدہ نے عاصم سے، اس نے زر سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلا ان اصحاب میں سے جنہوں نے اسلام کو ظاہر کیا سات تھے۔ نبی کریم اور ابوبکر صدیق۔ دیگر نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے یحییٰ بن ابی بکیر سے عمار بن یاسر اور ان کی امی سمیہ اور صہیب اور بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابواحمد دارمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے اسماعیل بن ابوخالد سے، اس نے قیس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجد کوفہ میں۔ وہ کہتے ہیں اللہ کی قسم البتہ میں نے دیکھا خود اور بے شک عمر مجھ سے عہد لے رہے تھے اور اپنی بہن سے اسلام پر اس سے قبل کے اسلام لاتے عمر اور اگر کوئی آدمی۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں قتیبہ بن سعید سے۔

(۱۵) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی یونس بن حبیب نے، ہمیں حدیث بیان کی ابوداود نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے عاصم سے، اس نے زر سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں صحت میں جوان لڑکا تھا۔ میں عقبہ بن ابومعیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا مکہ میں۔ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ دونوں مشرکین سے فرار ہوکر آئے تھے۔ دونوں نے کہا، اے نوجوان! آپ کے پاس دودھ ہے کہ آپ ہمیں پلا دیں؟ میں نے بتایا کہ میرے پاس یہ بکریاں اور دودھ امانت ہیں، میں تمہیں نہیں پلا سکتا۔ پھر فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس پر کوئی نر نہ کودا ہوا بھی تک (یعنی گابھن بھی نہ ہوئی ہو ابھی تک)۔ میں نے کہا ہے (یعنی کوئی پسلی یا جھیرٹ بکری) میں پکڑ کر ان کے پاس لے آیا۔ ابوبکر نے اس کو مضبوط پکڑ کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے تھنوں کو پکڑ کر دعا کی۔ چنانچہ اس کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔ ابوبکر ایک گہرا کٹورے نما پتھر اُٹھا لائے۔ حضور ﷺ نے اس میں دودھ نکالا، اس کے بعد انہوں نے اور ابوبکر نے دودھ پیا پھر انہوں نے مجھے بھی پلایا اور اس کے بعد انہوں نے کھیری سے کہا کہ اچک لے یعنی سکڑ جا، وہ سکڑ گئی۔

کچھ دنوں بعد میں حضور ﷺ کے پاس گیا۔ میں نے کہا مجھے بھی اس پاک مقولہ میں سے کچھ تعلیم فرمائیں قرآن میں سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک آپ سکھائے ہوئے لڑکے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کے منہ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ میرے ساتھ ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعلی روذباری نے اور ابوعبداللہ الحسین بن عمر بن برہان الغزال نے اور ابوالحسین بن فضل قطان نے اور ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو حسن بن عرفہ نے، ان کو ابوبکر بن عیاش نے، ان کو عاصم بن ابونجود نے زر ابن حبیش سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابومعیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے پوچھا کہ اے! لڑکے کیا دودھ ہے؟ میں نے کہا کہ دودھ تو ہے مگر میں دودھ دوں گا نہیں۔ یہ میرے پاس امانت ہے۔ انہوں نے کہا، کوئی ایسی بکری ہے جس سے ابھی تک نر نے جفتی ہی نہ کی ہو؟ کہتے ہیں کہ میں ایک

ایسی بکری پکڑ کران کے پاس لے آیا۔حضور ﷺ نے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا تو اس کا دودھ اُتر آیا۔حضور ﷺ نے اسے دوہا،اس کا دودھ نکالا۔ حضور ﷺ نے خود بھی پیا اور ابوبکر ؓ نے بھی پیا۔کہتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے اسے کہا کہ خشک ہو جا وہ خشک ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ قول (قرآن مجید) سکھلایئے۔کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے،آپ کم عمر لڑکے ہیں جو تعلیم دیئے گئے ہیں۔(مسند احمد ۱/۳۷۹)

(۱۸) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوعبداللہ بن بطہ اصبہانی نے،ان کو حسن بن جہم نے،ان کو حسین بن فرج نے، ان کو محمد بن عمر نے،ان کو جعفر بن محمد بن خالد بن زبیر نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے۔وہ کہتے ہیں کہ اسلام خالد کا یعنی سعید بن عاص کا قدیم تھا اپنے بھائیوں میں سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔اسلام کی ابتداء یوں ہوئی تھی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اسے جہنم کے کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔اس نے اس کی وسعت ذکر کی (بہت بڑی ہے)۔جس قدر اللہ چاہے۔

انہوں نے دیکھا تھا کہ ان کا والد ان کو جہنم میں دھکا دے رہا ہے اور حضور ﷺ اس کو پیچھے سے کمر پکڑ کر بچا رہے ہیں کہ وہ اس میں گر نہ جائے۔ وہ ہڑ بڑا کر بستر سے اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ البتہ ضرور سچا خواب ہے۔چنانچہ وہ پہلے ابوبکر صدیق ؓ سے ملے۔ انہوں نے وہ خواب ان سے بیان کیا۔ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا تیرے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے۔آپ ان کی اتباع کیجئے۔ عنقریب ان کی اتباع کرو گے اور ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گے۔حضور ﷺ اس طرح تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچالیں گے اور تیرا والد اس میں گر جائے گا۔

پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے ملے،وہ مقام اجیاد کی طرف گئے ہوئے تھے۔اس نے کہا،اے محمد! آپ کس کی طرف بُلاتے ہیں؟حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں،وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔آپ علیحدہ ہو جایئے اس دین سے جس پر آپ ہیں پتھروں کی پوجا سے۔نہ وہ سُنتے ہیں،نہ نفع دے سکتے ہیں،نہ نقصان اور نہ وہ یہ جان سکتے ہیں کہ کون ان کی پکار کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا؟

خالد نے کہ:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله

لہٰذا حضور ﷺ اس کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔اس کے بعد خالد وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔اور پھر اس کے والد نے اس کے مسلمان ہونے کی خبر سُن لی اور اس کی تلاش میں بندہ بھیجا۔وہ اسے لے کر آیا تو اس کے والد نے اس کو سخت تنبیہ کی اور اس کو اس نے اپنی کھونٹی سے مارا۔ مارتے ہوئے اس نے اس کے سر پر اس کو توڑ دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اللہ کی قسم میں تجھے کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں دوں گا۔خالد نے کہا آپ اب مجھ سے میری روزی روک دیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے رزق عطا کرے گا جس سے میں زندہ رہ لوں گا۔پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس منتقل ہو گیا اور ہمیشہ حضور ﷺ کے پاس رہا۔

ابوعبیدہ بن جراح کا قبول اسلام .... (۱۹) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس اصم نے،ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو ابن اسحاق نے۔وہ کہتے ہیں کہ پھر اسلام لے آئے ابوعبیدہ اور ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح تھا اور ابوسلمہ اور ان کا نام عبداللہ بن الاسد بتایا تھا اور اسلام لے آئے ارقم بن ابوالارقم مخزومی اور عبیدہ بن حارث۔یونس نے کہا ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے کہ پھر عثمان بن مظعون بھی اسلام لائے،یہاں تک کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد کئی لوگ قبائل عرب سے اسلام لائے۔ان میں سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بنو عدی بن کعب کے بھائی تھے اور ان کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب عمر ؓ بن خطاب کی بہن اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر اور عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا وہ چھوٹی تھی

اور قدامہ ﷺ بن مظعون اور عبداللہ ﷺ بن مظعون دونوں جمحی ہیں اور خباب بن ارت حلیف بنو زہرہ اور عمیر بن ابو وقاص زہری اور عبداللہ بن مسعود حلیف بنو زہرہ اور مسعود بن القاری۔ اور سلیط بن عمرو بنو عامر بن لوئی کے بھائی اور عیاش بن ربیعہ مخزومی اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ تمیمی اور خنیس بن حذافہ سہمی۔ عامر بن ربیعہ بنو عدی بن کعب کے حلیف عبداللہ بن جحش اسدی اور ابو احمد بن جحش اور جعفر بن ابو طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس اور حاطب بن حارث جمحی اور ان کی بیوی اسماء بنت مجلل اور حاطب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار اور معمر بن حارث بن معمر جمحی اور سائب بن عثمان بن مظعون اور مطلب بن ازھر بن عبدعوف زہری اور ان کی بیوی رملہ بنت ابوعوف بن صبیرہ اور نحام، اس کا نام نعیم بن عبداللہ تھا یہ بنو عدی بن کعب کے بھائی تھے۔ اور عامر بن فہیرہ ابو بکر صدیق ﷺ کے غلام اور خالد بن سعید بن عاص اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ قبیلہ خزاعہ سے تھی اور حاطب بن عمرو بن عبد شمس یہ بھائی تھے بنو عامر بن لوئی۔ اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور واقد بن عبداللہ تمیمی یہ حلیف تھے بنو عدی بن کعب کے اور خالد بن بکیر۔

اس کے ماسوا دیگر نے اس میں اضافہ کیا ہے اور عامر بن بکیر اور عاقل بن بکیر کا۔ اور کہا یونس ابن اسحاق سے کہ عامر بن یاسر یہ حلیف تھے بنو مخزوم کے اور صہیب بن سنان کے اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر لوگ گروہ در گروہ عورتوں اور مردوں میں سے اسلام میں داخل ہونے لگے، یہاں تک کہ اسلام کا ذکر مکے میں عام ہو گیا اور اس کی بات عام ہو گئی۔ جب یہ مذکورہ لوگ مسلمان ہو گئے اور ان کا معاملہ عام ہو گیا اور بات کو قریش نے بڑا قرار دیا اور حضور ﷺ سے ناراض ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے بغاوت اور حسد ظاہر ہو گیا۔ کئی لوگ ان میں سے حضور ﷺ کے مقابلے میں آ گئے۔ ان کو حضور ﷺ سے اور ان کے اصحاب سے بغض و عداوت عام ہو گئی۔ ان میں سے ابو جہل بن ہشام اور ابولہب تھے اور ابن اسحٰق نے ان کے نام ذکر کئے ہیں۔ (ابن ہشام ۱ ۲۶۹۔۲۷۴)

باب ۶۴

رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں پر

قرابت داروں وغیرہ کو تبلیغ اور ڈرسُنانے کی فرضیت کا آغاز، حضور ﷺ کا قریش کو جمع کرنا اور آخرت سے ڈرانا، حضور ﷺ کا ان کو کھانا کھلانا اور اس میں برکت ہونا

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ (سورۃ شعراء : ۲۱۴)

اے (محمد ﷺ) اب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

(۱)　ہمیں خبر دی ابو نصر محمد بن علی بن محمد فقیہ نے اور ابو سعید محمد بن موسیٰ بن فضل نے، ان دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابو محمد احمد بن عبداللہ بن مزنی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عیسیٰ نے، ان کو ابوالیمان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی شعیب نے زہری سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی ہے سعید بن میتب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے یہ کہ ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے جب اللہ عزوجل نے ان پر یہ آیت نازل فرمائی، وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈرائیے۔ تو حضور نے اعلان فرمایا۔

''اے بنوعبدمناف! میں تمہیں اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا۔اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ کے آگے نہیں بچا سکوں گا۔اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں تجھے اللہ کے آگے کوئی فائدہ نہ دے سکوں گا۔اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی! آپ جو چاہیں مجھ سے مانگ لیں (دنیا کے اسباب میں سے) میں تجھے اللہ کے آگے نہیں بچا سکوں گا''۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوالیمان سے اور مسلم نے اس کو نکالا ہے دوسرے طریق سے زہری سے۔

(بخاری۔حدیث ۲۷۵۳۔فتح الباری ۳۸۲/۵۔۵۰۱/۸)

قریش میں اعلانیہ دعوت اسلام .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو جریر بن عبدالملک بن عمیر نے موسیٰ بن طلحہ نے، ابوہریرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت نازل ہوئی وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نبی کریم ﷺ نے قریش کو بلایا۔ وہ جمع ہوگئے، عام بھی خاص بھی۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا:

''اے بنوکعب بن لوئی! تم لوگ اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔اے بنومُرہ بن کعب! تم اپنے نفسوں کو جہنم سے بچالو۔اے بنوعبد شمس! تم بھی اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔اے بنوعبدمناف! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔اے بنو ہاشم! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔اے بنو عبدالمطلب! تم اپنے نفسوں کو جہنم سے بچالو۔اے فاطمہ! تم بھی اپنے آپ کو آگ سے بچالیجئے۔بے شک میں تمہارے لئے اللہ کے آگے کچھ اختیار نہیں رکھوں گا سوائے اس کے کہ تمہارا ایک رشتہ اور تعلق ہے جس کی وجہ سے محض صلہ رحمی کروں گا''۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں قتیبہ بن سعید اور زہیر بن حرب سے، اس نے جریر سے۔(مسلم ص ۱۹۲۔کتاب الایمان)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالولید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابوکامل نے، ان کو یزید بن زریع نے، ان کو تیمی نے، ان کو ابوعثمان نے قبیصہ بن مخارق سے اور زہیر بن عمرو سے، دونوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۔حضور ﷺ پہاڑ کے دامن میں کنکریلی زمین کی طرف چلے پھر اوپر ایک پتھر پر چڑھے۔اس کے بعد آپ نے اعلان کیا:

''اے بنوعبدمناف! میں ڈرانے والا ہوں درحقیقت میری اور تمہاری مثال اس آدمی جیسی ہے جو کسی دشمن کو دیکھتا ہے۔لہٰذا وہ جا کر اپنے گھر والوں کو اس کے بارے میں آگاہ کرتا ہے اور وہ خطرہ محسوس کرتا ہے کہ کہیں وہ دشمن ان پر پہلے نہ پہنچ جائے۔لہٰذا وہ چیختا ہے یا صباحاہ''۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوکامل سے۔(مسلم ص ۳۵۳)

(۴) ہمیں خبر دی ابومحمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے اس نے جس نے سُنا تھا عبداللہ بن حارث بن نوفل سے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔

اے محمد! (ﷺ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے اور مؤمنین جو آپ کی اتباع کرتے ہیں ان کے لئے اپنا بازو جھکا دیجئے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ اگر میں اس کام کے لئے اپنی قوم سے ابتداء کروں گا تو مجھے ان سے مخالفت کو دیکھنا پڑے گا، جسے میں نہ پسند کرتا ہوں۔لہٰذا میں نے اس پر خاموشی اختیار کر لی۔لہٰذا میرے پاس جبرائیل امین آئے۔انہوں نے مجھ سے کہا، اے محمد! اگر آپ ایسا کریں گے جس کا تیرے رب نے آپ کو حکم دیا ہے تو تیرا رب تجھے عذاب دے گا۔

حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں، لہٰذا حضور ﷺ نے مجھے بُلایا اور فرمایا: اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اس بات کا کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ لہٰذا میں سمجھ گیا ہوں کہ اگر میں نے اس بات کا آغاز کیا تو مجھے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا میں اس بات سے خاموش ہو گیا۔

پھر میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اس پر عمل نہیں کریں گے جس کا آپ کو حکم ملا ہے تو رب آپ کو عذاب دے گا۔ اے علی! آپ بکری کا گوشت اور گندم کہ روٹی تیار کرائیں اور ایک بڑا ٹب دودھ کا انتظام کریں، اس کے بعد بنو عبدالمطلب کو جمع کریں۔

حضرت علی ﷛ کہتے ہیں اُس نے سارا انتظام کیا اور ان کو دعوت دی۔ وہ حضور ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔

وہ لوگ اس دن چالیس آدمی تھے۔ زیادہ کر رہے تھے ایک آدمی یہ کہ جس کو ان سے کم سمجھتے ان کے چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب کافر خبیث۔ چنانچہ میں نے وہ تھال طعام ان کے قریب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے چھوٹا سا حصہ لیا اور اس کو دانت سے چیرا، پھر اس طعام کو کناروں پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ کھانا شروع کرو۔ پوری قوم نے کھایا حتیٰ کہ اس سے شکم سیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ نہ نظر آیا اس سے مگر ان کی اُنگلیوں کے نشانات۔ اللہ کی قسم کوئی آدمی اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا تھا۔

اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلایئے اے علی! پھر انہوں نے دودھ پیا، حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم ایک آدمی اتنا ہی پی سکتا تھا۔ جب رسول اللہ نے ان سے بات کرنی چاہی تو ابولہب نے آپ کو بات کرنے سے روک دیا۔ اور کہنے لگے کہ اس نے تم لوگوں پر سحر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ سب منتشر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان سے بات بھی نہ کر سکے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے علی! آپ آج پھر کل کی طرح کھانے پینے کا انتظام کریں۔ ابولہب نے مجھے بات کرنے سے پہلے ہی روک دیا تھا لوگوں کے ساتھ بات کرنے سے۔

حضرت علی ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے پھر کل کی طرح سارا انتظام کیا حضور ﷺ نے آج اسی طرح کیا جیسے کل کیا تھا۔ آج پھر انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے ان کو دودھ پلایا اسی پیالے میں سے، حتیٰ کہ وہ خوب سیر ہو گئے، جس قدر وہ کھا سکتے تھے اور جس قدر وہ پی سکتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے بنو عبدالمطلب! اللہ کی قسم بے شک میں نہیں جانتا کسی نوجوان کو کہ وہ اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر اور افضل طریقے پر آیا ہو جس طرح میں آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں دنیا اور آخرت کے معاملے کے ساتھ''۔ (طبقات ابن سعد ۱/ ۱۸۷)

ابو عمر احمد بن عبدالجبار نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ ابن اسحاق نے اس خبر کو سُنا ہے عبدالغفار بن قاسم بن مریم سے، اس نے منہال بن عمرو سے اس نے عبداللہ بن حارث سے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنا معاملہ چھپاتے رہے اور مخفی رکھتے تھے اس وقت تک کہ جب آپ کو اس کے اظہار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ چھپانے کا عمل تین سال تک جاری رہا۔

میں کہتا ہوں کہ تحقیق روایت کیا ہے شریک القاضی نے منہال بن عمرو سے اس نے عباد بن عبداللہ اسدی سے، اس نے حضرت علی ﷛ سے حضور ﷺ کے قریش کو کھانا کھلانے کے بارے میں مذکور مفہوم کے قریب قریب۔ مختصر طریقے پر۔

☆☆☆

باب ۶۵

جب حضور ﷺ نے قریش کو ایمان کی طرف دعوت دی

تو ابولہب نے آپ ﷺ کو کیا جواب دیا؟ اور پھر اس کے بارے میں قرآن میں کیا کچھ نازل ہوا ؟ اور قطعی ویقینی طور پر اس کا اور اس کی بیوی کا شعلہ مارتی آگ میں داخل ہونا۔ اس حالت میں کہ وہ لکڑیاں اُٹھائے ہوئے ہے اور اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے۔

حضور ﷺ نے ان لوگوں کو جب ایمان کی دعوت دی تو ان میں سے ایک بھی مسلمان نہ ہوا، یہاں تک کہ یہ خبر اسلام کی سچائی کی دلیل بن گئی اور اس کی مثل امور پر وہی یقین کرتا ہے جو اس کو حق سمجھتا ہے۔ اسلام وایمان کی معرفت کی توفیق اسی بشر کو ہوتی ہے جس کو وحی الٰہی سے معرفت عطا ہوتی ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ابن نمیر اور ابواسامہ نے اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر محمد بن احمد یحیٰی نے، ان کو ابراہیم بن اسحاق انماطی نے، ان کو ہمام نے، ان کو ابواسامہ نے، ان کو اعمش نے، ان کو عمرو بن مرہ نے، ان کو سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی :

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اے پیغمبر! اب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ اور ان میں سے اپنے مخلص گروہ کو۔

(نوٹ از مترجم) یہ ترجمہ اس فقرے کا ہے وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ محشی کتاب اور ڈاکٹر عبدالمعطی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ فقرہ قرآن تھا، بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ محشی کہتے ہیں کہ مگر یہ اضافہ بخاری کی روایت میں واقع نہیں ہے۔

قریش کو اجتماعی دعوت .... مذکورہ آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نکلے یہاں تک کہ آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آپ نے آواز لگائی يَاصَبَاحَاهُ ۔ لوگوں نے پوچھا کہ کون چیخ کر پکار رہا ہے۔ بتانے والوں نے بتایا کہ محمد ﷺ ہے۔ چنانچہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک لشکر نکلنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں تجربہ کیا آپ کے اُوپر کسی جھوٹ کا (یعنی آپ سے جھوٹ نہیں سُنا)۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں عذاب شدید سے پہلے ڈراتا ہوں۔ ابولہب نے کہا: ہلاکت ہو تیرے لئے کیا آپ نے ہمیں اسی بات کے لئے جمع کیا تھا؟ اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی :

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔ الخ

ہلاک ہو جائیں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے۔ (آخر سورۃ تک نازل ہوئی)

یہ الفاظ حدیث ابوہمام کے ہیں۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوکریب سے اور اس نے کہا ہے وَقَدْ تَبَّ اور اعمش کی قراءت بھی اسی طرح ہے۔ اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے یوسف بن موسیٰ سے اس نے ابواسامہ سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعمرو ادیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو ابن ابوشیبہ یعنی ابوبکر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابومعاویہ نے اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن محمد بن ابوالمعروف فقیہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی بشر بن احمد اسفرائینی نے، ان کو احمد بن حسین بن نصر حذاء نے، ان کو علی بن مدینی نے، ان کو محمد بن حازم نے، ان کو اعمش نے عمرو بن مُرہ سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کوہ صفاہ پر چڑھے اور آواز لگائی یَاصَبَاحَاہُ۔

کہتے ہیں کہ ان کے پاس قریش جمع ہوگئے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہارے پاس صبح کو آجائے گا یا شام کو، کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا، بے شک میں تمہیں شدید عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ابولہب نے کہا: تَبًّا لَّکَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ؟ کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ آخر سورۃ تک۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں محمد بن ابومعاویہ سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوبکر بن شیبہ سے۔ (فتح الباری ۸/ ۷۳۷۔ مسلم ص ۱۹۴)

ثویبہ کو آزاد کرنے کی برکت .... (۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالیمان نے، ان کو شعیب بن ابوحمزہ نے زہری سے، ان کو خبر دی عروہ بن زبیر نے، انہوں نے ذکر کی حدیث رضاع سے، کہا عروہ بن زبیر نے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ لہٰذا اس کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو ان کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ بُری اور گھاٹے کی حالت میں تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ آپ کس حال سے گزرے ہیں۔ ابولہب نے کہا، میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کوئی نرمی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ مجھے ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے میں یہ پلایا گیا اور اس نے یہ کہہ کر ایک چھوٹے سے کٹورے کی طرف اشارہ کیا جو اس کے انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی کے درمیان تھی (یعنی اسی مقدار میں پانی پلایا گیا ہے)۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے ابوالیمان سے اور اس روایت میں بہت بڑی نشانی ہے نبوت کی نشانیوں میں سے اور بہت بڑی دلیل ہے۔

ابولہب کی بیوی کی بدحالی .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن کامل قاضی نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن سعد بن محمد عوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے چچا حسین بن حسن بن عطیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے والد نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہ ابولہب کی بیوی لکڑیاں اُٹھائی ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کانٹے اُٹھا کر لاتی تھی اور ان کو حضور ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی تھی تا کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو جائیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ حمالة لحطب سے مراد نقالت الحدیث ہے بات کو اِدھر اُدھر کرنے والی۔ حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ سے مراد ہے حبال ایک رسی جو مکہ میں ہوا کرتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ اَلْمَسَدَ سے مراد عصا ہے جو بکورہ اور جوانی میں اس کے پاس ہوتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلْمَسَدَ سے مراد قَلَادَہ اور گلے کا پٹہ مراد ہے جو ودع کا تھا۔

☆☆☆

باب ٦٦

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی

یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔ (سورۃ مائدہ : آیت ٦٧)

اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف جو پیغام (بصورت قرآن) نازل ہوا ہے اس کو آپ پورا پورا پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنا پیغام رسالت ادا نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بچانے اور آپ کی حفاظت کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت فرمائی اور امانت پہنچائی اور اُمت کی خیر خواہی فرمائی۔

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی نے، ان کو خبر دی ابوبکر محمد بن حسین بن حسان قطان نے، ان کو علی بن حسن ہلالی نے، ان کو عبداللہ بن شقیق سے اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی، یعنی محافظ مقرر کیے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو بچائے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے خیمے سے باہر سر نکال کر فرمایا اور ان لوگوں سے کہا: اے لوگو! واپس لوٹ جاؤ۔ اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان کو ابوالعباس اصم نے، ان کو ربیع بن سلیمان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا تو ان پر اس نے فرائض اور ذمہ داریاں نازل فرمائیں۔ اس لئے کہ اس کے حکم کے بارے میں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد مسلسل ایک حکم کے بعد دوسرا حکم، ایک فرض کے بعد دوسرا فرض اُتارا ایک وقت میں ایک حکم کے ہوتے ہوئے۔

فرمایا واللہ اعلم یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں سے پہلے پہل جو خبر نازل کی وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہے۔ اس کے بعد ان پر اُتارا گیا ابھی تک اس میں یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اس کی طرف مشرکین کو دعوت دیں۔ چنانچہ اس کے لئے ایک مدت گزر گئی۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اللہ کی طرف سے اس حکم کو لے کر کہ آپ لوگوں کو بتا دیں کہ ان پر وحی اُترتی ہے۔ اور آپ ان کو ایمان کی دعوت دیں وحی کے ساتھ۔ یہ بات حضور ﷺ پر بڑی بھاری گزری اور آپ کو لوگوں کی طرف سے تکذیب کرنے کا خوف لاحق ہوا اور تکلیف پہنچنے کا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی :

یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔
(سورۃ مائدہ : ٦٧)

اے رسول! آپ کی طرف جو چیز اُتاری گئی ہے، آپ اس کو لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے تبلیغ نہ کی تو آپ نے رسالت نہ پہنچائی اب لوگوں کے خطرات سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کریں گے۔

شافعی کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تیری حفاظت کریں گے۔ قتل سے کہ وہ آپ کو قتل نہیں کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ آپ وہ پیغام بحفاظت پہنچا دیں گے جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے وہ پیغام پہنچا دیا جس کا ان کو حکم ملا تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمش فقیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو ابوالازہر نے، ان کو محمد بن عبداللہ انصاری نے، ان کو محمد بن عمرو نے، ان کو محمد بن منکدر نے، ان کو ربیعہ دُوَلی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا مقام ذوالمجاز میں کہ وہ لوگوں کے پیچھے پیچھے جاتے تھے ان کے گھروں تک اور ان کو اللہ کی طرف بُلاتے تھے اور حضور ﷺ کے پیچھے ایک بھینگا آدمی ہوتا تھا۔ اس کے رخسار غصے سے پھولے ہوتے تھے۔ اور وہ یہ کہہ رہا ہوتا تھا، اے لوگو! یہ شخص تمہیں کہیں تمہارے دین سے اور تمہارے باپ دادا کے دین سے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ ابولہب تھا۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن محمد بن حفص مقری ابن حمامی نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن سلمان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن اسحاق نے، ان کو اسماعیل بن ابی اویس نے، ان کو عبدالرحمن بن ابوالزناد سے، اس نے ربیعہ بن عباد سے۔ یہ ایک آدمی تھے بنودیل سے، جاہلیت میں تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو مقام وذالمجاز میں دیکھا۔ وہ لوگوں کے بیچوں بیچ چل رہے تھے اور فرما رہے تھے :

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا

(لا الٰہ الا اللہ) کہو لوگو! کامیاب ہو جاؤ گے۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک آدمی تھا جو کہ بھینگا تھا، جس کے رخساروں میں کھڈے تھے۔ وہ کہتا تھا کہ یہ محمد صابی ہے، کاذب ہے۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا کہ کون ہے جو پیچھے پیچھے پھر رہا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ابولہب ہے رسول اللہ ﷺ کا چچا ہے۔ ربیعہ بن عباد نے کہا میں اس وقت اپنے گھر والوں کے لئے مشک بھر کر لا رہا تھا۔ (مسند احمد ۴۹۲/۳)

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن علی مقری اسفرینی نے وہاں پر۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو عمرو بن مرزوق نے، ان کو خبر دی شعبہ نے اشعث بن سلیم سے۔ اس نے ایک آدمی سے بنوکنانہ میں سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا ذوالمجاز کے بازار میں، وہ کہہ رہے تھے، اے لوگو! لاالٰہ الا اللہ کہا کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آدمی پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ وہ ان پر مٹی پھینک رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ابوجہل ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ لوگو! یہ شخص تمہارے دین سے دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعزیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔

قریش ابوطالب کی خدمت میں .... (۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے۔ ان کو طلحہ بن عبداللہ نے موسیٰ بن طلحہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عقیل بن ابوطالب نے وہ کہتے ہیں کہ قریش آئے ابوطالب کے پاس اور بولے کہ آپ کا یہ بھتیجا محمد (ﷺ) ہم لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ہمارے معبودوں کے بارے میں اور ہماری عبادت کے معاملے میں۔ آپ اس کو روک دیجئے۔ ہم سے انہوں نے کہا اے عقیل جاؤ محمد کو بُلا کر میرے پاس لے آؤ۔ میں ان کے پاس گیا اور ان کو ایک کونے سے تلاش کر کے لے آیا، یا یوں کہا تھا حفش سے، یعنی کہ چھوٹے سے گھر سے۔ چنانچہ وہ ان کو لے آئے دوپہر کے وقت سخت گرمی میں۔

جب وہ اس کے پاس آ گئے تو ابوطالب نے کہا، بے شک یہ لوگ تیرے چچاؤں کی اولاد ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ان کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ ان کے معبودوں اور عبادت گاہوں کے بارے میں، آپ ان کو تکلیف پہنچانے سے باز آ جائیں۔ حضور ﷺ نے کچھ دیر مسلسل آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا، تم لوگ اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟ وہ بولے ہاں بالکل دیکھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات پر قادر نہیں ہوں کہ اس کام کو چھوڑ دوں تم سے زیادہ کہ تم اس سورج سے ایک شعلہ سلگا کر لے آؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے کہا، اللہ کی قسم میں نے اپنے بھتیجے کی تکذیب نہیں کی۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے تاریخ میں محمد بن علاء سے، اس نے یونس سے۔ (التاریخ الکبیر ۴ : ۱ : ۵۱)

(۷) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ نے، ان کو ابوالعباس نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے، ان کو یونس نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یعقوب بن عقبہ نے بن مغیرہ سے ابن الاخنس سے کہ اس نے حدیث بیان کی ہے کہ قریش نے جب ابوطالب سے یہ بات کہی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو بلوایا اور ان سے کہا، اے بھتیجے! تیری قوم والے میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے ایسے ایسے کہا ہے۔ لہٰذا آپ مجھے بھی بچائیے اور اپنے آپ کو بھی بچائیے اور مجھے اس معاملے میں اتنا بوجھ نہ اُٹھوائیے جس کا میں متحمل نہیں ہوں اور نہ ہی آپ ہیں۔ بس آپ رُک جائیے اپنی قوم کو کچھ کہنے سے جس بات کو وہ ناپسند کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے گمان کیا کہ ان کے چچا نے طے کر لیا ہے کہ وہ آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے اور رسوا کر دیں گے اور وہ ان کا ساتھ دینے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا شاندار جواب .... رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، اے چچا اگر آپ سورج اُتار کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند اُتار کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں اس معاملے کو نہیں چھوڑوں گا، حتیٰ کہ اللہ اس کو غالب کر دے یا میں اس کی طلب میں ہلاک ہو جاؤں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ رو پڑے۔ یہ کہہ کر واپس لوٹے تو ابوطالب نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ اس معاملے میں کس قدر سنجیدہ ہیں تو اس نے کہا، اے بھتیجے! آپ جاری رکھیں اپنے کام کو اور آپ جو پسند کریں وہ کریں۔ اللہ کی قسم میں کسی بات کے لئے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔ (ابن ہشام ۱/۲۷۸)

ابن اسحاق نے کہا کہ ابوطالب نے اپنے اشعار میں کہا جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت کا تہیہ کر لیا اور ان کے دفاع کرنے کا آپ کی قوم کی عداوت اور دشمنی کے مقابلے میں۔

واللہ لن یصلوا الیك بجمعھم	حتیٰ اوسد فی التراب دفینا
فامضی لامرك علیك غضاضة	ابشر وقر بذاك منك عیونا
ودعوتنی وزعمت انك ناصحی	فلقد صدقت وكنت قبل امینا
وعرضت دینا قد عرفت بانه	من خیر ادیان البریة دینا
لولا الملامة او حذاری سبة	لوجدتنی سمحا بذاك مبینا

(مفہوم) اللہ کی قسم (اے محمد ﷺ) یہ لوگ سب جمع ہو کر بھی تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ زمین کے اندر مدفون خزانہ باہر نکل کر تکیہ بن جائے۔ آپ اپنے کام کو جاری و ساری رکھیں۔ تیرے اُوپر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ خوش ہو جائیے اور اس کے ساتھ آنکھیں ٹھنڈی کیجئے۔ آپ نے مجھے دعوت دی ہے اور آپ کے خیال میں آپ نے میری خیر خواہی کی ہے، آپ نے سچ کہا ہے اور آپ تو اس سے قبل بھی امین تھے۔ آپ نے دین پیش کیا ہے میں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ تمام مخلوقات میں سے سب سے بہتر دین ہے اگر ملامت نہ ہوتی یا گالیاں سننے کا ڈر نہ ہوتا تو میں دل کھول کر کھلم کھلا اس دین میں آپ کی حمایت کرتا۔

نیز اس بارے میں ابوطالب کے کچھ اور اشعار بھی ذکر ہوئے ہیں۔ ان تمام اشعار میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو ان کے چچا کی وجہ سے بچائے رکھا باوجود دین میں ان کے مخالف ہونے کے۔ اور جہاں ان کے چچا نہیں ہوتے تھے وہاں بھی اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی، جیسے اللہ نے چاہا اس لئے کہ اس کے حکم پر کوئی عُن لگانے والا نہیں ہے۔

(۸) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو ابراہیم بن عبدالرحمن بن دنوقا نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی زکریا بن عدی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معتمر بن سلیمان ثے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی احمد بن محمد بن صالح سمرقندی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن نصر نے، ان کو عبیداللہ بن معاذ نے، ان کو معتمر نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے احمد بن سلمہ عنزی نے

اور ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس عنزی ی نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو حدیث بیان کی مسدد نے، ان کو معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے نعیم بن ابو ہند نے ابوحازم سے، اس نے ابو ہریرہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا تھا۔

''کیا محمد تم لوگوں کے سامنے اپنے چہرے کو زمین سے لگاتے ہیں''؟ (مراد تھی کہ سجدہ کرتے ہو)۔ بتایا گیا، ''جی ہاں وہ ایسے کرتے ہیں''۔ اس نے کہا ''قسم ہے لات اور عزیٰ کی اگر میں نے اس کو اس حالت میں دیکھ لیا تو میں اس کی گردن پر پیر رکھ کر اس کے منہ کو مٹی میں رگڑ دوں گا''۔

چنانچہ ایک دن وہ اس ناپاک ارادے سے حضور ﷺ کے قریب آیا، حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تاکہ وہ ان کی گردن پر پیر رکھ کر چڑھ جائے۔ جیسے وہ اچانک آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تو یکایک وہ اپنی ایڑیوں پر اُلٹا ہٹ جاتا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگتا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا ہے تمہیں۔ اس نے کہا کہ ''میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق آ جاتی ہے''۔

ابوعبداللہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ دہشت اور بہت سارے پَر سامنے آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں راوی متفق ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے مزید قریب ہوتا تو فرشتے اس کو لیتے اور وہ پاش پاش کر دیتے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: (میں یہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے یا ایسی چیز ہے جو اس کو پہنچی ہے)

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى　سے　اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى　تک (سورۂ علق)

اس سے مراد ابوجہل ہے۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَه چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کو بلا لے یعنی اپنی قوم کو بلا لے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ عنقریب ہم بلائیں زبانیہ کو یعنی فرشتے کو۔ یہ الفاظ حدیث مسدد کے ہیں اور ابن بشران نے نزول آیت کا ذکر نہیں کیا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبیداللہ بن معاذ سے اور محمد بن عبدالاعلیٰ سے۔ (مسند احمد ۲/۳۷)

(۹)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے اہل مصر کے ایک پرانے شیخ نے جو چالیس سے اُوپر تھے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصے کے بارے میں جو مشرکین مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین چلا کہ جب ان سے رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر چلے گئے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا:

''اے قریش کی جماعت بے شک محمد باز نہیں آئے گا مگر یہی کچھ کرے گا جو دیکھ رہے ہو ہمارے دین کے عیب نکالنا، ہمارے باپ دادا کو گالیاں دینا، سارے عقل مندوں کو بے وقوف کہنا، ہمارے الہوں، معبودوں مشکل کشاؤں کو گالیاں دینا۔ لہٰذا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں صبح صبح ضرور اس کے انتظار میں ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ جب یہ اپنی نماز کا سجدہ کرے گا تو میں اس کے ساتھ اس کا سر کچل دوں گا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف کی جو مرضی آئے کر لیں''۔

ابوجہل اُونٹ دیکھ کر ڈر گیا .... جب ابوجہل نے صبح کی تو اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ حسب عادت صبح کو پہنچے جیسے صبح کو جاتے تھے۔ آپ کا قبلہ اس وقت شام تھا۔ جس وقت آپ نماز پڑھتے تو رکن اسود اور رکن یمانی کے بیچ میں منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبے کو اپنے اور شام کے درمیان کرتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ اسی جگہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور قریش بھی صبح صبح آ چکے تھے وہ بھی اپنی مجلس پر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو ابوجہل نے پتھر اُٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف آگے بڑھنے لگا۔ جب قریب گیا تو جا کر واپس لوٹ آیا خوف زدہ ہو کر ڈرتا ہوا۔ اس کے ہاتھ پتھر کے ساتھ چپک چکے تھے یہاں تک کہ جو پتھر اس کے ہاتھ میں تھا اس نے پھینک دیا تو قریش کے آدمی اُٹھ کر اس کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالحکم کیا ہوا؟

اس نے بتایا کہ میں اُٹھ کر جونہی محمد کے پاس گیا تا کہ میں اپنا وہ کام کروں جو میں نے کل تم سے کہا تھا۔ جیسے ہی میں اس کے قریب ہوا تو میرے اور اس کے درمیان نَراُونٹ سامنے آگیا۔ اللہ کی قسم میں نے نہیں دیکھا اس کی مثل، نہ اس کی کھوپڑی نہ اس کی باچھیں نہ اس کے دانت کسی اُونٹ جیسے۔ اس نے مجھے کھانے کا ارادہ کرلیا تھا۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ میرے سامنے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اگر وہ ابوجہل میرے قریب آتا تو وہ اس کو ضرور پکڑ لیتے۔ (ابن ہشام ۳۱۹/۱)

(۱۰) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابونصر محمد بن محمد بن یوسف فقیہ نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو عبداللہ بن صالح نے، ان کو لیث بن سعد نے اسحاق بن عبداللہ ابن ابوفروہ سے، اس نے ابان بن صالح سے، اس نے علی بن عبداللہ بن عباس سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے عباس ﷺ بن عبدالمطلب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ ابوجہل آگیا اور کہنے لگا محمد پر اللہ کی قسم ہے۔ اگر میں نے دیکھ لیا سجدے کی حالت میں تو میں اس کی گردن پر قدم رکھ کر چڑھ جاؤں گا۔ چنانچہ میں جلدی سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے حضور کو یہ بات بتادی کہ ابوجہل ایسے ایسے کہہ رہا ہے۔

حضور ﷺ غصے میں نکلے، یہاں تک کہ وہ سیدھے مسجد میں آگئے اور جلدی سے دروازے سے داخل ہوئے۔ چنانچہ وہ باغ میں داخل ہوگئے۔ میں نے سوچا کہ آج بُرا دن ہے میں کھسک گیا۔ پھر حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو وہ پڑھ رہے تھے،

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔

یہ پڑھتے ہوئے جب ابوجہل کی حالت کے تذکرے پر پہنچے یعنی كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى تو کسی نے ابوجہل سے کہا، اے ابوالحکم وہ رہے محمد۔ ابوجہل نے کہا، کیا تم دیکھ نہیں رہے جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم میرے سامنے آسمان کا کنارا ابھر چکا ہے۔ جب حضور ﷺ اس سورت کے آخر تک پہنچے تو فوراً سجدے میں گر گئے۔ (مگر ابوجہل ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا)۔ (البدایۃ والنہایۃ ۴۲/۳)

(۱۱) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن جعفر قطیعی نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن احمد بن حنبل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے عبدالکریم سے اس نے عکرمہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ ابوجہل نے کہا تھا اگر میں نے محمد کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن پر قدم رکھ کر چڑھ جاؤں گا۔ حضور ﷺ کو اس بات کی خبر پہنچی تو فرمایا، اگر اس نے ایسا کیا تو کھلم کھلا اس کو فرشتے اپنی پکڑ میں لے لیں گے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ سے، اس نے عبدالرزاق سے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن یعقوب عدل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن ابوطالب نے، ان کو خبر دی عبدالوہاب بن عطاء نے، ان کو داود بن ابو ہند نے (ح)۔ ان کو حدیث بیان کی علی بن عیسیٰ حیری نے اور یہ الفاظ اس کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسین بن محمد قتیانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابو ہشام رفاعی نے، ان کو عبدالرحمٰن بن محمد محاربی نے داؤد بن ابوہند سے۔ اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نبی کریم کے پاس سے گزرا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگا کہ کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اے محمد! تم جانتے ہو کہ یہاں میری مجلس سے بڑی محفل والا کوئی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اسے جھڑک دیا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آئے، انہوں نے کہا، ابوجہل کو چاہئے کہ وہ اپنی مجلس اور اپنے ہم نشینوں کو بدلے۔ ہم زبانیہ فرشتہ کو بُلائیں گے۔ اللہ کی قسم اگر وہ اپنے ہم نشینوں اور رفقاء کو بُلائے گا تو عذاب والا فرشتہ زبانیہ اس کو پکڑ لے گا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۴۳/۳)

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو عبدالملک بن ابوسفیان ثقفی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور مکہ میں اپنا اُونٹ لے کر آیا۔ ابوجہل بن ہشام نے وہ اُونٹ اس سے خرید لیا۔ مگر اس کی قیمت اس کو ادا کرنے سے ٹال مٹول کرنے لگا۔ چنانچہ وہ اراشی چلا گیا۔ وہ قریش کی میٹنگ اور مجلس مشاورت میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ بھی بیٹھے ہوئے تھے مسجد کے کونے میں۔ اس نے کہا، اے قریش کی جماعت! کونسا آدمی ہے جو مجھے ادائیگی کر دے۔ اس کے علاوہ دیگر روایت میں ہے، کہ کون ہے جو ابوحکم بن ہشام سے مجھے میرا حق دلوائے۔ میں مسافر غریب ہوں سفر میں ہوں وہ میرے حق کو دبائے بیٹھا ہے۔ چنانچہ اہل مجلس نے اس سے کہا کہ تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو۔ وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج رہے تھے۔ اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کے اور ابوجہل کے درمیان عداوت اور دشمنی کو اچھی طرح سمجھتے تھے (ان کی خواہش تھی کہ اس طرح ابوجہل حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائے گا)۔ وہ کہنے لگے آپ ان کے پاس جائیے وہ آپ کو اس سے دلوا دیں گے۔ اور اس کے علاوہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ابوجہل کو ڈانٹیں گے۔

وہ اراشی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا آیا اور آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی بات ان سے ذکر کی۔ حضور اُٹھ کر کھڑے ہو کر اس شخص کے ساتھ چلے گئے۔ قریشیوں نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ اُٹھ کر اس کے ساتھ جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو بھیجا کہ تم پیچھے پیچھے جاؤ اور جا کر دیکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں؟

آپ علیہ السلام کا مظلوم کا ساتھ دینا .... رسول اللہ ﷺ نکلے اور ابوجہل کے پاس پہنچ گئے۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ میں محمد (ﷺ) ہوں۔ آپ میرے پاس باہر آیئے۔ ابوجہل نکل کر باہر آیا۔ مگر حالت اس کی یہ تھی کہ مارے خوف کے اس کے چہرے پر خون کا ایک قطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ چہرہ فک پڑ چکا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس شخص کو اس کا حق دے دیجئے۔ اس نے کہا کہ آپ ادھر ہی رہنے میں اس کا حق ابھی دیتا ہوں۔ ابوجہل واپس اندر گیا اور اس کا حق لا کر اس کو دے دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس لوٹ آئے اور اس شخص سے کہا کہ آپ جائیے اپنے کام سے۔ چنانچہ وہ شخص واپس آ کر قریش کی اس مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو جزائے خیر دے اس نے میرا حق مجھے دلوا دیا۔ اتنے میں وہ شخص بھی پہنچ گیا جس کو قریش نے جائزہ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے پوچھا تری ہلاکت ہو تم نے کیا دیکھا؟

اس نے کہا میں نے بڑی حیرانی اور انتہائی حیران کن صورت دیکھی ہے، اللہ کی قسم انہوں نے کچھ نہیں کیا، بس جا کر ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ نکل کر باہر آیا تو گویا کہ اس کی رُوح اس کے ساتھ نہیں تھی۔ محمد ﷺ نے کہا کہ اس شخص کو اس کا حق دے دیجئے۔ ابوجہل نے کہا کہ آپ یہیں رہیں میں اس کا حق لے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے اندر سے اس کا حق لا کر اس کو دے دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ابوجہل آ گیا۔

قریش نے کہا تیری ہلاکت ہو اے ابوجہل تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ اللہ کی قسم ہم نے تو کبھی تمہیں ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے بتایا کہ تم لوگ ہلاک ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم محمد ﷺ نے کچھ نہیں کہا بس اس نے میرا دروازہ ہی کھٹکھٹایا ہے میں نے جونہی اس کی آواز سنی ہے میرے اُوپر خوف اور رعب طاری ہو گیا۔ میں باہر نکل کر اس کے پاس آیا ہوں تو مجھے ایسے لگا جیسے میرے سر کے اُوپر ایک زور آور اُونٹ کھڑا ہے۔ میں نے اتنے بڑے سر والا، اتنی بڑی جسامت والا، اتنے بڑے دانتوں والا اُونٹ کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم اگر میں انکار کرتا تو وہ خطرناک اُونٹ نما جانور مجھے کھا جاتا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۵۳۳)

☆☆☆

باب ۶۷

ارشاد باری تعالیٰ :

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۔

(سورۃ اسراء : آیت ۴۵)

اے محمد! (ﷺ) جس وقت آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں ہم آپ کے درمیان اور کافروں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک بہت بڑی آڑ اور پردہ نصب کر دیتے ہیں۔ اور اس کی تحقیق کی بابت جو کچھ وارد ہوا ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی بشر بن موسیٰ نے، ان کو حمیدی نے ان کو سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ولید بن کثیر نے ابن تدرس سے، اس نے اسماء بنت ابوبکر سے، وہ کہتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ تو اُم جمیل بھینگی عورت بنت حرب جوش میں آئی، اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور وہ کہہ رہی تھی ہم لوگوں نے مُذَمَّم کا انکار کر دیا (گویا ہم محمد کو نہیں مانتے)۔ اور اس کے دین سے ہم نفرت کرتے ہیں اور اس کے حکم کی ہم نافرمانی کرتے ہیں۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ جب ابوبکر صدیق نے ان کو دیکھا، عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) یہ عورت آ رہی ہے اور میں ڈر رہا ہوں کہ یہ آپ کو دیکھ لے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھے گی۔ حضور ﷺ نے قرآن پڑھا اور اس کو مضبوطی سے تھاما جیسے آپ نے فرمایا اور پڑھا :

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا

(سورۃ اسراء : آیت ۴۵)

جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم تیرے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑی آڑ بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ وہ عورت ابوبکر تک آ کر رک گئی اور رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ اور بولی اے ابوبکر مجھے خبر ملی ہے کہ تیرا ساتھی میری بُرائی کرتا ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں رب کعبہ کی قسم اس نے تیری کوئی بُرائی نہیں کی۔ کہتے ہیں کہ وہ واپس چلی گئی اور وہ یہ کہہ رہی تھی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔

آپ علیہ السلام کو ابولہب کی بیوی کا نہ دیکھنا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابوحصین محمد بن حسین نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی منجاب نے، وہ ابن الحارث ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن مسہر نے، اس نے سعید بن کثیر سے، اس نے ان کے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے اسماء بنت ابوبکر نے یہ کہ اُم جمیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور وہاں رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے۔ اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابن ابی قحافہ! کیا خیال ہے تیرا ساتھی (محمد) میرے بارے میں بُرے بُرے شعر کہتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میرا دوست شاعر نہیں ہے، وہ جانتا بھی نہیں کہ شعر کیا ہوتے ہیں؟ وہ بولی کیا اس نے یہ نہیں کہا کہ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ کہ اس عورت کی گردن میں مونج کی رسی ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ میری گردن میں کیا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ابوبکر! آپ اس سے کہئے کہ میرے پاس کسی ایک کو بھی دیکھتی ہو؟ بس بے شک وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ فرمایا کہ میرے اور اس کے درمیان حجاب اور پردہ بنادیا گیا ہے۔ ابوبکر نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگی، اے ابن ابی قحافہ! کیا تم مجھ سے مذاق کرتے ہو، اللہ کی قسم تیرے پاس کسی کو بھی نہیں دیکھ رہی ہوں۔

(۳)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالولید فقیہ نے، ان کو ابراہیم بن اسحاق غسیلی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوابراہیم ترجمانی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے علی بن مسہر نے، اس نے اسی حدیث کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ اسی مذکور کی مثل۔

(۴)　ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن محبور دھان نے، ان کو حسین بن محمد ہارون نے، ان کو احمد بن محمد بن نصر لباد نے، ان کو یوسف بن بلال نے، ان کو محمد بن مروان کلبی نے، ان کو ابوصالح نے ابن عباس ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں :

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۔ (سورۃ یٰسین : آیت ۹)

ہم نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنادی ہے۔

فرمایا کہ کفار قریش کے لئے دیوار ہے بطور پردے کے۔ پس ہم نے ان کو چھپالیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم ان کی آنکھوں کے آگے تلبس اور اندھیرا کردیا ہے اور غش طاری کردیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر تکلیف نہیں دے سکتے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے فرمایا کہ بنومخزوم کے کچھ لوگوں نے ایک دوسرے کو حضور ﷺ کے قتل کرنے کی وصیت کی اور پروگرام بنایا۔ ان میں سے ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور بنومخزوم کے لوگوں کا ایک گروہ تھا۔

دشمن آپ علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے .... ایک دن حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی قراءت کی آواز سنی تو انہوں نے ان کو قتل کرنے کے لئے ولید کو بھیجا، وہ اس جگہ پہنچا جہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ جب پہنچا تو حضور کی آواز تو اس کو سنائی دے رہی تھی مگر حضور ﷺ اس کو نظر نہیں آئے۔ لہٰذا وہ واپس لوٹ گیا، جاکر یہ بات ان سب کو بتائی۔ اس کے بعد ابوجہل آیا اور ولید بھی اور ایک گروہ پس جب وہ لوگ اس جگہ پہنچے جہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ سب نے آپ کی آواز تو سنی قراءت کرنے کی، وہ آواز کی طرف آگے بڑھے جب وہ آگے بڑھے تو آواز پیچھے سے سنائی دی۔ لہٰذا وہ واپس پیچھے آواز کی طرف لوٹے تو پھر قراءت کی آواز ان کو پیچھے سے سنائی دی، وہ اس طرح پریشان ہو کر واپس لوٹ گئے مگر حضور ﷺ کی طرف کوئی سبیل نہ پاسکے۔ یہی بات قرآن میں ہے : کہ

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۔ الخ

اور عکرمہ سے بھی ایسی روایت ہے جو اس کی تائید کرتی ہے اور اس کو پکا کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی ۹/۱۵)

☆☆☆

باب ۶۸

مشرکین کا اعجاز قرآن کا برملا اعتراف

اس بات کا بھی کہ اہل لغت اور صاحب زبان ہونے کے باوجود کتاب اللہ جیسی نہ ان کی لغت ہے نہ ہی زبان ہے

(۱) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن علی صنعانی نے مکہ میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبدالرزاق نے معمر سے، اس نے ایوب سختیانی سے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ ولید بن مغیرہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ حضور نے اس کے سامنے قرآن پڑھا، گویا کہ وہ اس کے سُننے سے نرم دل ہو گیا۔

ابوجہل کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا اے چچا! آپ کی قوم سوچ رہی ہے کہ آپ کے لئے بڑا مال جمع کریں۔ اس نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ اس لئے کہ وہ آپ کو دے دیں بے شک آپ محمد کے پاس جاتے ہیں تاکہ آپ پیش کریں جس کو وہ قبول کرے۔ اس نے جواب دیا، سارے قریش جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ ابوجہل نے کہا پھر آپ محمد کے بارے میں کوئی ایسی بات و قول کریں جو آپ کی قوم کو پیغام کے طور پر پہنچا دیا جائے کہ آپ محمد کے منکر ہیں۔ آپ اس کو نہیں جانتے اور بے شک آپ محمد کو ناپسند کرتے ہیں۔

ولید بن مغیرہ کافر اور قریش کے سردار نے حضور ﷺ کے بارے میں جو ریمارکس دیئے وہ رہتی دنیا تک حضور ﷺ کی سچائی کا نشان رہیں گے

اس نے کہا،

''میں کیا کہوں پس اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ اشعار کے بارے نہیں جانتا۔ نہ ہی اس کے رجز کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، نہ ہی قصیدے کو کوئی مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور نہ ہی جنوں کے اشعار کو کوئی مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد ﷺ جو کلام کرتے ہیں وہ نہ تو رجز کے مشابہ ہے نہ قصیدے میں، نہ ہی اشعار میں (جنوں کا کلام)۔ اور اللہ کی قسم بے شک اس کی بات میں ایک خاص طرح کی حلاوت ہے۔ خاص قسم کی مٹھاس ہے، اس کے کلام پر ایک تازگی ایک خوبی ہے، ایک شادمانی ہے۔ اس کا بلند تر حصہ باردار پھل دار ہے اور اس کا نیچے کا حصہ چشمہ صافی ہے چشمہ شیریں ہے۔ وہ کلام اس قدر بلند ہوتا جاتا ہے کہ جس کے اُوپر کوئی کلام نہیں جا سکتا (غالب آ جاتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا)۔ بے شک وہ اپنے نیچے اور ماتحت کو کاٹ کر چورا چورا کر دیتا ہے''۔

ابوجہل نے کہا، جناب آپ کی قوم آپ کی اس بات کو سُن کر راضی نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کی بُرائی میں کچھ کہیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا پھر مجھے رہنے دیں۔ میں اس کے بارے میں غور و فکر سے کام لیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے جب سوچ و فکر کر لی تو پھر اس نے کہا کہ یہ خاص طرح کا سحر ہے جادو ہے جو اپنے غیر پر اثر کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :

ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا

چھوڑ دیجئے مجھے اور اس کو جس کو میں نے اکیلے ہی بنایا۔

اسی طرح ہمیں اس کے بارے میں حدیث بیان کی ہے بطور موصول طریقے کے۔اور حدیث حماد بن زید میں ہے ایوب سے،اس نے عکرمہ سے۔وہ کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ میرے آگے کچھ پڑھئے۔حضور ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ـ (سورۃ نحل آیت ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے عدل کرنے کا اور احسان ونیکی کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی کے کاموں سے اور برے کاموں سے اور بدکاری سے۔وہ نصیحت کرتا ہے تم کو تاکہ نصیحت قبول کرو۔

ولید بن مغیرہ نے یہ سُنا تو کہنے لگا یہ کلمہ دوبارہ سُنایئے۔نبی کریم نے دوبارہ پڑھا تو اس نے کہا،اللہ کی قسم :

واللّٰه ان له لحلاوة ، وان عليه لطلاوة ، وان اعلاه لمثمر ، وان اسفله لمغدق وما يقول هذا بشر ـ

''اللہ کی قسم بے شک اس کلام کی اپنی ایک مٹھاس ہے اور اس کے اُوپر ایک خاص تازگی ہے۔بے شک اس کا اُوپر پھل دار کی طرح ہے۔ اور اس کا نیچے کا حصہ میٹھے اور صاف چشمے کی طرح ہے۔کوئی بندہ بشر ایسا کلام نہیں کرتا''۔

یہ اس روایت میں ہے جس کو روایت کیا ہے یوسف بن یعقوب قاضی نے سلیمان بن حرب سے،اس نے حماد سے اس طرح بطور مرسل اور اسی طرح اس کو روایت کیا ہے معمر نے عباد بن منصور سے،اس نے عکرمہ سے مرسل روایت کی ہے اور یہ سب ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ ۶۱/۳)

دشمن کی گواہی ''نہ مجنون ہے نہ کاہن''......... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے،ان کو احمد بن عبدالجبار نے،ان کو یونس بن بکیر نے،ان کو اسحاق نے،ان کو محمد بن ابومحمد نے سعید بن جبیر سے یا عکرمہ سے،اس نے ابن عباس سے یہ کہ ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے چھ افراد جمع ہوئے۔ولید ان سب میں سے عمر میں بڑے تھے۔اتفاق سے موسم حج بھی آ چکا تھا۔اس نے کہا:بے شک عرب کے وفود عنقریب تمہارے پاس اس بارے میں آئیں گے۔اس لئے کہ انہوں نے تمہارے اس صاحب (محمد ﷺ) کے بارے میں سُن رکھا ہے۔ لہٰذا تم سب لوگ اس کے بارے میں کسی ایک رائے پر اتفاق کرلو (سب لوگ ایک ہی بات بتانا)۔تم لوگ باہم اختلاف نہ کرنا (یعنی مختلف بیان نہ دینا)۔ کہ بعض تمہارا بعض کی تکذیب کردے،بعض کی بات بعض کو رد کردے۔ان سب نے کہا،اے عبدشمس!یہ نیک کام آپ کریں،آپ سب سے بڑے ہیں، آپ ہمارے لئے ایک رائے قائم کردیں،ہم اس پر قائم رہیں گے۔ولید بن مغیرہ نے کہا بلکہ تم لوگ کہو میں سُنوں گا۔

انہوں نے کہا ہم تو کہتے ہیں کہ یہ کاہن ہے۔ولید نے کہا یہ کاہن نہیں ہے۔البتہ تحقیق میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے،اس کلام میں کاہنوں کی بھن بھنجھناہٹ نہیں ہے۔پھر ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون (دیوانہ) ہے۔ولید نے کہا کہ نہیں یہ مجنون بھی نہیں ہے،ہم نے جنون کو بھی دیکھا ہے۔ اور اس کو سمجھا ہے،نہ تو یہ خناق ہے نہ ہی خلجان ہے نہ وہ وسوسہ ہے۔پھر انہوں نے کہا کہ وہ شاعر ہے۔اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہے۔

ولید بن مغیرہ کافر کا انتباہ کہ محمد (ﷺ) کاہن،مجنون اور شاعر نہیں ہے مگر تم لوگ کہو کہ یہ ساحر ہے

ہم شعر کو جانتے ہیں۔اس کے رجز کو اور ہزج کو،اس میں سے قریض کو،مقبوض کو مبسوط کو۔اس کا کلام شعر کی کوئی قسم نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ پھر یہ ساحر ہے (جادوگر)۔ولید نے بتایا کہ یہ ساحر بھی نہیں ہے۔ہم ساحر بھی دیکھ چکے ہیں اور ان کا سحر بھی دیکھا ہے۔نہ یہ ساحر کی گرہیں اور گانٹھیں ہیں نہ اس کی پھنکار اور تھتکار ہے۔پھر انہوں نے کہا کہ اے عبدشمس!ہم اب کچھ نہیں کہہ سکتے اس کے بارے میں۔

قرآن کی تعریف دشمن کی زبانی .... ولید بن مغیرہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! بے شک اس کے قول میں ایک حلاوت ہے، ایک مٹھاس ہے۔ بے شک اس کا اصل اور بنیاد چشمہ شیریں ہے اور اس کی شاخیں گھنا باغ ہے۔ تم اس سے کہنے والے نہیں ہو کسی شئ کو مگر جو بات بھی تم نے اس کے بارے میں کہی ہو سب باطل ہے۔ تمہیں معلوم ہو گیا دل کو لگتی ہے اس کی بات۔ آپ لوگ دوسرے لوگوں کو یہ بتایا کریں کہ یہ ساحر ہے (جادوگر)۔ جو باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ بھائی بھائی میں تفریق پیدا کر دیتا ہے۔ میاں اور بیوی کے درمیان جدائی کرا دیتا ہے۔ ایک انسان کے اور اس کے کنبہ قبیلے کے درمیان جدائی کرا دیتا ہے۔ لوگ یہ باتیں سن کر (محمد ﷺ) سے بکھر جائیں گے اور اس سے دور ہو جائیں گے''۔

لہٰذا وہ لوگوں کو اس طرح غلط پروپیگنڈہ کرنے کے لئے بیٹھنے لگے۔ جب حج کے موسم پر لوگ آنے لگے جو بھی ان کے پاس سے گزرتا اس کو وہ حضور ﷺ کے بارے میں ڈراتے اور ان کے سامنے حضور ﷺ کا معاملہ اس طرح پیش کرتے کہ لوگ ان کے پاس نہ جائیں۔ لہٰذا ولید بن مغیرہ کی اس سازش کو تیار کر کے دینے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا .... سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۔ (سورۃ مدثر: آیت ۱۱۔۲۶)

اور ان لوگوں کے بارے میں جو ولید بن مغیرہ کے ساتھ ہو گئے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کرتے تھے اور حضور ﷺ جو پیغام اللہ کی طرف سے لائے تھے اس میں گڑبڑ کرتے تھے۔ اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۔ (سورۃ حجر: ۱۹)۔ یعنی جنہوں نے قرآن کو کئی قسم بنا دیا۔

اور آیت نازل ہوئی:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ (سورۃ حجر: آیت ۲۰)۔ قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے

(اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے) وہ لوگ ایک گروہ تھے جو یہ باتیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کرتے تھے ہر اس شخص سے جس سے وہ ملتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس موسم میں عرب لوگ جو دیگر عرب ممالک سے آئے تھے تو حضور ﷺ کا تذکرہ تمام بلاد عرب میں عام ہو گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ۶۱/۳)

قریش کے شاطر اور تیز ترین شخص نضر بن حارث اور دشمن رسول نے اقرار کیا کہ محمد (ﷺ) نہ کاہن ہیں نہ مجنون، نہ شاعر، نہ ساحر ہیں

(۳) ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے میں گمان کرتا ہوں کہ ایک شیخ سے جو اہل مصر میں سے تھے۔ اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نضر بن حارث بن کلاہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا،

''اے قریش کی جماعت! بے شک حالت یہ ہے کہ تمہارے اوپر ایک ایسا عظیم معاملہ واقع ہو گیا ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کی ابتلاء اور آزمائش تمہارے اوپر کبھی نہیں آئی۔ تحقیق محمد تمہارے اندر جوان لڑکے تھے نوعمر۔ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسندیدہ تھے۔ تم سب سے زیادہ سچے تھے بات کرنے میں۔ تمہارے اندر سب سے زیادہ امانت دار تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے اس کی کنپٹیوں میں سفیدی دیکھ لی اور وہ تمہارے پاس لے آئے اس چیز کو جس کو وہ لائے ہیں تو تم لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے (جادوگر)۔ نہیں اللہ کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے جادوگر دیکھے ہیں اور ان کا پھونکیں مارنا اور شوشو کرنا بھی دیکھا ہے اور ان کے گنڈے بھی دیکھے ہیں (وہ ایسے نہیں ہوتے)۔ اور تم لوگوں نے اس کے بارے میں یہ کہا کہ وہ کاہن ہے (غیب کی خبریں دیتا ہے)۔ نہیں اللہ کی قسم

وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں اور ان کا حال بھی دیکھا ہے اور ان کے سجے (اور ذو معنی فقرے بھی سُنے ہیں)۔ مزید تم لوگوں نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ شاعر ہے۔ نہیں اللہ کی قسم وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہم نے شاعر بھی دیکھے ہیں اور شعر کی تمام صنفیں سُنی ہیں۔ ہزج، رجز، قریضہ ہوتی ہے (یہ سب شعر کی اصناف ہیں) اور تم لوگوں نے کہا ہے کہ یہ مجنون (دیوانہ اور پاگل ہے)۔ اللہ کی قسم یہ مجنون اور دیوانہ نہیں ہے۔ ہم نے جنون (پاگل پن) دیکھا ہے۔ نہ یہ مجنون کا وسوسہ ہے اور نہ اس کی ملاوٹ۔ اور تحقیق اے قریش کی جماعت! تم لوگ دیکھو، غور کرو اس کی حالت کو۔ بے شک شان یہ ہے اللہ کی قسم تمہارے اُوپر ایک عظیم معاملہ واقع ہو گیا ہے''۔

یہ باتیں کرنے والا شخص نضر بن حارث قریش کے شاطر اور شیطان قسم کے لوگوں میں سے تھا اور وہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو اندر سے پہچانتا اور ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت قائم کر کے رکھتا تھا۔ (ابن ہشام ۱/۳۱۹-۳۲۰)

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے اور ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین سلمی نے دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد دوری نے، ان کو یحییٰ بن معین نے، ان کو محمد بن فضیل نے، ان کو اجلح نے ذیال بن حرملہ سے، اس نے جابر بن عبد اللہ سے۔ وہ کہتے ہیں ابو جہل نے کہا تھا اور قریش کے دیگر سرداروں نے کہ ہمارے سامنے محمد ﷺ کا معاملہ خوب پھیل کر عام ہو چکا ہے۔ لہٰذا تم لوگ ایسا کرو کہ ایک ایسے عالم کی تلاش کرو جو سحر کا بھی عالم ہو کہانت کا بھی اور شعروں کے علم کا بھی۔ وہ محمد ﷺ سے بحث کرے۔ اس کے بعد وہ ہمیں اس کے بارے میں واضح بیان بتائے۔ چنانچہ عتبہ نے کہا میں نے ساحروں اور کاہنوں کے قول سُنے ہیں، شاعروں کو بھی سُنا ہے۔ میں اس سب کچھ کے بارے میں جانتا ہوں۔ مجھ پر اس میں سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے اگر وہ ایسا ہے تو میں اس سے بات کروں گا۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔

کفار کی طرف سے مال کی پیشکش .... جب وہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو عتبہ نے پوچھا: اے محمد! یہ تو بتائیے کہ آپ بہتر ہیں یا اُم ہاشم بہتر تھی؟ آپ بہتر ہیں یا اُم عبد المطلب بہتر تھی؟ آپ بہتر ہیں یا اُم عبد اللہ بہتر تھی؟ (یعنی آپ کی دادی پردادی بہتر تھیں)۔ حضور ﷺ نے اس کو جواب نہ دیا تو اس نے کہا کہ آپ کس وجہ سے ہمارے معبودوں مشکل کشاؤں کو بُرا بھلا کہتے ہو؟ اور ہمارے باپ دادوں کو گمراہ بتاتے ہو؟ اگر آپ اس سے سردار بننا چاہتے ہو تو ہم آپ کے لئے جھنڈے باندھ لیتے ہیں۔ لہٰذا آپ تاحیات ہمارے سردار رہیں گے۔ اور اگر آپ کو شادی کی خواہش ہے تو ہم آپ کے ساتھ دس عورتوں کی شادی کرا دیتے ہیں۔ وہ بھی اس طرح کہ آپ قریش کے جن جن گھرانوں میں سے پسند کریں اور اگر آپ مالدار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لئے اپنا مال بھی جمع کر لیتے ہیں، اس قدر مال جمع کرتے ہیں کہ جس سے آپ نہیں آپ کی آل اولاد بھی غنی اور مالدار ہو جائے گی (عتبہ کافر یہ باتیں کر کے حضور ﷺ کو تمام دنیوی مناقب کی پیش کش کر رہا ہے)۔ حضور ﷺ ہیں کہ خاموش بیٹھے ہیں، بالکل کلام نہیں کر رہے۔ وہ جب فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حم تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۔ کتاب فصلت ایاته قرانًا عربیًا لقوم یعلمون

اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حٰم۔ یہ رحمٰن اور رحیم کی طرف سے اُتاری ہوئی چیز ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں یہ عربی میں پڑھی جانے والی کتاب ہے ایسی قوم کے لئے جو علم و فہم رکھتی ہیں۔

حضور سورۃ حٰم سجدہ کی یہ ابتدائی آیات پڑھتے پڑھتے یہاں تک پہنچے۔

اَنۡذَرۡتُکُمۡ صَاعِقَةً مِّثۡلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۔

میں آپ لوگوں کو اس خطرناک کڑک (دھماکے سے) ڈراتا ہوں جیسے قوم عاد و ثمود پر خطرناک آواز کڑک (اور دھماکہ ہوا) تھا۔ (جس نے سب کو تہس نہس کر دیا تھا)

یہ تلاوت قرآنی محمد عربی سے سُن کر عتبہ کا منہ بند ہوگیا اور اس نے حضور ﷺ کی رشتہ داری کی قسم دے کر کہا کہ بس کریں آپ مجھے سُنانے سے رُک جائیں۔ چنانچہ واپس اپنے گھر والوں کے پاس نہ گیا بلکہ وہ ان کے پاس جانے سے بھی رُک گیا۔

ابوجہل نے یہ بات سُنی تو اس نے کہا کہ اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ عتبہ بھی محمد کی طرف جھک گیا ہے اور محمد کا کھانا اس کو اچھا لگ گیا ہے، یہ شاید اس کی مجبوری ہے۔ میرے ساتھ تم لوگ چلو ہم چل کر اس سے بات کرتے ہیں۔

وہاں پہنچے تو ابوجہل نے کہا، اللہ کی قسم اے عتبہ آپ ہمارے پاس واپس جانے سے شاید اس لئے رُک گئے ہیں کہ لگتا ہے آپ محمد کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔ شاید آپ کو محمد کا معاملہ (اس کا دین، قرآن، عقیدہ) اچھا لگ گیا ہے۔ اگر یہ تیری ضرورت ہے اور تیری مجبوری ہے تو بتادے، ہم آپ کے لئے مال جمع کرتے ہیں اس قدر جمع کرتے ہیں جو تجھے محمد کے کھانے اور روٹیوں سے بے پرواکردے گا۔ چنانچہ وہ ناراض ہوگیا۔ یہ طعنہ سن کر عتبہ غصے میں آکر کہنے لگا کہ میں محمد سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔ اور بولا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں لیکن میں تو محمد کے پاس آیا تھا اور اس سے میں نے ایسے ایسے سوالات کئے۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے ایسی سورت سُنائی، اس نے مجھے جو جواب دیا ہے اللہ کی قسم نہ تو وہ سحر ہے نہ شعر، نہ ہی کہانت ہے بلکہ وہ تو یوں ہے :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم ۔ حم تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۔ کتاب فصلت ایاتہ قراٰنًا عربیًا لقوم یعلمون

یحیٰی کہتے ہیں کہ اسی طرح اس نے کہا یَعۡقِلُوۡن یہاں تک کہ وہ پہنچے اَنۡـذَرۡتُکُمۡ صَاعِقَۃً مِّثۡلَ صَاعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوۡد ۔ بس میں نے اپنے کانوں کو بند کرلیا اور میں نے اس سے اپنے رشتہ داروں کا واسطہ دے کر کہا کہ بس رُک جائیں۔ اور تحقیق تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد ﷺ جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تمہارے اُوپر عذاب نہ آن پڑے (واضح رہے یہ نضر بن حارث حضور ﷺ کے خالہ کے بیٹے تھے)۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ ان کو احمد بن عبدالجبار نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یزید بن زیاد مولی بنی ہاشم نے محمد بن کعب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عتبہ بن ربیعہ نے جو سردار تھا۔ ایک دن اس نے بیٹھے بیٹھے کہا جب وہ قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور حضور ﷺ اکیلے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اے قریش کی جماعت! کیا میں اُٹھ کر اس کے پاس جاؤں اور اس سے بات کروں اور میں اس کے سامنے کچھ امور پیش کروں، شاید ان میں سے بعض کو قبول کرلے اور یہ ہم لوگوں سے ہٹ جائے؟ انہوں نے کہا، ٹھیک ہے اے ابوالولید! لہٰذا عتبہ اُٹھ کر چلا گیا اور جاکر حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

محمد بن کعب نے پوری حدیث ذکر کی ہے اس بارے میں جو کچھ عتبہ نے حضور ﷺ کو پیش کش کی مال کی، ملک اور اقتدار کی وغیرہ۔ حتیٰ کہ جب عتبہ فارغ ہوا بات کرکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا آپ نے بات کرلی اے ابوالولید! اس نے کہا: کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا: اچھا اب مجھ سے سُنئے۔ اس نے کہا کہ میں سُن رہا ہوں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ حم تنزیل من الرحمٰن الرحیم

کتاب فصلت ایاتہ قراٰنًا عربیًا لعلکم تعقلون

رسول اللہ ﷺ اس کے سامنے پڑھتے رہے۔ عتبہ نے جونہی سُنا تو خاموش ہوگیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھ لئے اور ان کے سہارے بیٹھ گیا اور توجہ سے سُنتا رہا۔ پڑھتے پڑھتے حضور ﷺ سجدے کی آیت تک پہنچ گئے اور حضور ﷺ نے سجدہ کرلیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کہ سُنا آپ نے اے ابوالولید! اس نے کہا کہ میں نے سُنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب تم جانو اور تمہارا کام۔ لہٰذا عتبہ وہاں سے اُٹھ کر اپنی قوم کے پاس چلا گیا۔

ولید کا اپنی قوم کو مشورہ .... چنانچہ ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم ایک دوسرے کے ساتھ قسمیں کھاتے ہیں کہ ابوالولید ہمارے پاس آ رہے ہیں لیکن ان کا رُخ بدلا ہوا ہے، وہ موڈ نہیں ہے جس کے ساتھ وہ گئے تھے۔ چنانچہ وہ جب آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا: اے ابوالولید! آپ کے پیچھے کیا ہے (یعنی کیا حالت چھوڑ کر آئے ہو۔ اس نے جواب دیا :

''اللہ کی قسم میں نے ایسا قول سُنا ہے کہ اس جیسا کلام میں نے ہرگز کبھی نہیں سُنا۔ اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے، نہ وہ سحر ہے، نہ ہی کہانت ہے۔ اے قریش کی جماعت! بات میری بات مانیئے مجھے آپ لوگ اس کے ساتھ چھوڑ دیجئے اور اس آدمی کو اس کی حالت پر چھوڑ دیجئے اور آپ لوگ اس سے الگ تھلگ رہئے۔

اللہ کی قسم! میں نے جو اس کی بات سُنی ہے ضرور وہ کوئی چیز ہے (نبوت کی)۔ اگر اس کو کوئی عرب مار دیتا ہے تو تمہاری اس سے جان چھوٹ جائے گی تمہارا نام آئے بغیر، اور اگر وہ عربوں پر غالب آ جاتا ہے تو اس کی حکومت اور تمہارا ملک اور حکومت ہوگی (کیونکہ تم اس کی مخالفت نہ کر کے نشانہ نہیں بنو گے)۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور تم لوگ اس کے بارے میں کامیاب ترین پالیسی کے لوگ ہو گے''۔

اہل مجلس نے جواب دیا: اللہ کی قسم ابوالولید اس نے اپنی زبان کے ساتھ اس کے اقرر نے اپنا سحر اور جادو چلا دیا ہے۔ اس نے کہا میری تمہارے لئے یہی رائے ہے، باقی تم لوگ اپنی مرضی کے مالک ہو جو تم بہتر سمجھتے ہو۔ اس کے بعد اس نے شعر کہے جن کو ابوطالب نے عتبہ کی مدح میں اپنے قصیدے میں ذکر کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۶۳۔۶۴)

(۵) ہمیں خبر دی محمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوقتیبہ سلمہ بن فضل آدمی نے مکہ مکرمہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوایوب احمد بن بشر طیالسی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی داؤد بن عمرو ضبی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی مثنی بن زرعہ نے، اس نے محمد بن اسحاق سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے سامنے یہ سورۃ پڑھی حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم تو عتبہ اپنے دوستوں کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا: اے میری قوم! آج تم لوگ میری بات مان لو اور آئندہ بھلے نہ ماننا۔ اللہ کی قسم میں نے اس شخص (محمد ﷺ) سے ایسا کلام سُنا ہے کہ اس جیسا کلام میرے کانوں نے کبھی نہیں سُنا اور میں اس کا جواب بھی نہیں سکتا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۶۴)

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسحاق نے، ان کو حدیث بیان کی زہری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق تینوں ایک رات نکلے تا کہ وہ حضور ﷺ کا قرآن سُنیں۔ وہ رات کو اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ہر شخص نے اپنے بیٹھنے کی الگ جگہ مقرر کر لی اور ہر ایک کو دوسرے کے بیٹھنے کی جگہ کا علم نہیں تھا۔

چنانچہ انہوں نے ان کی تلاوت سُنتے سُنتے رات گزار دی۔ جب صبح ہوئی اور فجر طلوع ہوئی سب منتشر ہو گئے مگر تینوں ایک ہی راستہ پر جمع ہو گئے۔ تینوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ اگر تمہاری قوم کے بے سمجھ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی تو ان کے دل میں یہ بات آئے گی کہ ہمیں منع کرتے ہیں اور خود چھپ کر سُنتے ہیں۔ شاید محمد کا معاملہ سچا ہے۔ چنانچہ وہ یہ عہد کر کے واپس لوٹ گئے۔

جب دوسری رات ہوئی تو ہر شخص ان میں واپس اپنی خفیہ جگہ پر آ بیٹھا۔ پھر وہ رات بھر قرآن سُنتے رہے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو وہ منتشر ہو گئے مگر تینوں پھر ایک ہی راستے پر اکٹھے ہو گئے۔ پھر وہ کہنے لگے، اب تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم پھر یہ غلطی نہیں

کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر پکا عہد کیا اور منتشر ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو اخنس بن شریق نے عصا اُٹھایا اور باہر نکل گیا اور صبح ہی صبح ابوسفیان کے گھر پہنچ گیا اور جا کر کہا کہ ابوحنظلہ مجھے اپنی رائے کے بارے میں آگاہ کریں اس بارے میں کہ آپ نے جو کچھ محمد سے سُنا ہے۔ اس نے جواب دیا،

ابوثعلبہ اللہ کی قسم میں نے سُنا ہے۔'' میں ان کو بھی سمجھتا ہوں اور ان کی مراد بھی سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اخنس نے کہا میں اپنی بات بتاتا ہوں۔ قسم ہے اللہ کی کہ میں بھی اسی طرح سمجھتا ہوں (قرآن کے بارے میں)۔ پھر وہ اس کے ہاں سے سیدھا ابوجہل کے دروازے پر گیا۔ اس کے گھر میں داخل ہوا اور کہنے لگا۔ اے ابوالحکم آپ کی کیا رائے ہے اس کے بارے میں آپ نے جو کچھ محمد سے سُنا ہے''۔

ابوجہل نے کہا کہ تم نے کیا سُنا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا اور بنو مناف کا اختلاف اور جھگڑا ہے شرف و مقام اور منصب کا۔ انہوں نے لوگوں کو کھانے کھلائے، سو ہم نے بھی کھانے کھلائے (گویا ہم ان سے پیچھے نہیں رہے)۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں، ہم نے بھی لوگوں کو سواریاں دیں (اس میں بھی ہم ان سے پیچھے نہیں رہے)۔ انہوں نے لوگوں کو عطایا دیئے، ہم نے بھی دیئے، ہم نے ایک دوسرے سے سواریوں کے گھٹنے سے ہم گھڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہو گئے یعنی جیسے دو سوار میدان میں برابر چھوٹتے ہیں۔ تو انہوں نے یعنی بنو عبد مناف نے کہا کہ ہم میں سے نبی ہے اس کے اُوپر آسمان سے وحی آتی ہے۔ اب ہم یہ منصب کب پا سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کی قسم ہم اس کے ساتھ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ اخنس بن شریق اس کے پاس سے اُٹھ کر چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۶۴)

قومی عصبیت راہِ حق قبول کرنے سے مانع بن گئی .... (۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس نے ہشام بن سعد سے، اس نے زید بن اسلم سے، اس نے مغیرہ بن شعبہ سے، اس نے کہا کہ بے شک پہلا دن جس دن میں نے رسول اللہ کو سمجھ لیا اور پہچان لیا تھا وہ دن تھا کہ جب میں اور ابوجہل بن ہشام مکہ کی بعض گلیوں میں چل رہے تھے۔ اچانک ہمیں راستے میں رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ چنانچہ رسول اللہ نے ابوجہل سے کہا، اے ابوالحکم! آپ آجایئے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف، میں آپ کو اللہ کی طرف بُلاتا ہوں۔

ابوجہل نے کہا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ ہمارے الٰہوں اور مشکل کشاؤں کو گالیاں دینے سے باز نہیں آئیں گے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس بات کی شہادت دیں کہ آپ نے تبلیغ کر دی ہے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے بات پہنچا دی ہے۔ اللہ کی قسم اگر میں یہ جان لوں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے تو پھر بھی میں آپ کی اتباع نہیں کروں گا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اس سے ہٹ کر چلے گئے۔

اس کے بعد ابوجہل میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ محمد (ﷺ) جو کچھ کہتے ہیں وہ حق و سچ ہے۔ لیکن بات بنو قصی کے درمیان رقابت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حجابت کا منصب ہمارے اندر ہے، ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ندوہ کا منصب ہمارے اندر ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوا اور جھنڈا برداری کا منصب ہمارے اندر ہے، ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا کہ سقایہ کا منصب ہمارے اندر ہے، ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا کھلایا، ہم نے کھلایا حتیٰ کہ جس وقت سوار باہم مقابلے میں ایک دوسرے پر برتری لانے لگے تو انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے نبی بھی ہے، اللہ کی قسم میں یہ نہیں کہوں گا نہیں مانوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۶۴)

☆☆☆

باب ۶۹

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

اوران کے قصے میں ان کے بھائی اُنیس کی تنزیہ

جو کہ رسول اللہ ﷺ کے شعراء میں سے ایک تھے جو حضور ﷺ کے حق میں نازیبا اقوال سے دفاع کرتے تھے۔ اوراس کا اعجازِ قرآن کا اعتراف کرنا اوراس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تیس شبانہ روز بغیر کسی طعام کے صرف آبِ زم زم پر گزارا کیا تھا اور موٹے ہو گئے تھے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو احمد ابن سلیمان نجاد نے، ان کو بشر بن موسیٰ نے، ان کو ابو عبدالرحمن مقری نے اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ نے، ان کو محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن رجاء اور عمران بن موسیٰ نے ان دونوں کو ہدبہ بن خالد نے۔ ان کو سلیمان بن مغیرہ نے، ان کو حمید بن ہلال نے، ان کو عبداللہ بن صامت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوذر نے کہا کہ ہم اپنی قوم بنو غفار سے نکلے۔ وہ ماہ حرام کو (جس میں جنگ وجدل حرام اور ممنوع تھا) اس کو حلال کر کے رکھتے تھے۔ یعنی حرمت کو پامال کرتے تھے، اس میں ممنوع کام بھی کرتے تھے)۔ چنانچہ میں اور میرے بھائی اُنیس اور ہماری والدہ ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہم اپنے اس ماموں کے پاس پہنچے جو کہ مالدار تھے اور ذی وقار تھے۔ ہمارا اکرام کیا اور ہمارے ساتھ احسان کیا مگر ان کی قوم نے ہمارے ساتھ حسد کیا۔

انہوں نے کہا آپ جب اپنے گھر سے نکل جاتے ہیں تو اُنیس تیرے گھر میں پیچھے غیر موجودگی میں آتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے ماموں نے آکر ہمارے سامنے وہ بات کھول دی جو اس کو کہی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا بہر حال جو کچھ نیکی آپ ہمارے ساتھ پہلے کر چکے ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ آج کے بعد ہم آپ سے نہیں ملیں گے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے وہ اُونٹ جو ہمارے لئے مخصوص کئے تھے وہ ہمیں دے دیئے۔ ہم ان پر سوار ہو کر روانہ ہونے لگے تو ہمارے ماموں نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم مکہ کے قریب اُترے۔ کہتے ہیں ہمارے بھائی اُنیس نے ازراہ مفاخرت ہمارے گروہ سے نفرت اور علیحدگی اختیار کر لی اور اس کی مثل سے۔ چنانچہ ہم لوگ کاہن کے پاس گئے کہ ہمیں بتاؤ، ہم میں سے صحیح اور اچھا کون ہے؟ اس نے اُنیس کو اچھا قرار دیا یعنی صحیح قرار دیا۔ وہ ہمارا اُونٹوں کا گروہ لے آیا اور اس کی مثل بھی۔

کہتے ہیں کہ تحقیق میں نے نماز پڑھی تھی اے بھتیجے! اس سے قبل کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتا تین سال تک میں نے پوچھا کہ کس کے لئے نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ کے لئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس طرف منہ کرتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ میں اس طرف منہ کرتا تھا جس طرف اللہ تعالیٰ مجھے متوجہ کرتے تھے۔ میں عشاء کی نماز پڑھتا، یہاں تک کہ جب رات کا آخر ہو جاتا تو میں ایسے پڑ جاتا جیسے کوئی کپڑا یا چادر۔

اُنیس شاعر کی گواہی کہ قرآن جادوگروں کا کلام نہیں .... حدیث مقری میں ہے کہ ان کی مراد کپڑے سے تھی۔ حتیٰ کہ سورج کی دھوپ میرے اُوپر آجاتی۔ اُنیس نے کہا کہ میرا ایک کام ہے مکہ میں آپ میرے پیچھے میرے کام کا خیال رکھنا، یہاں تک کہ میں واپس آجاؤں۔ چنانچہ اُنیس چلے گئے۔ وہ، مکہ میں پہنچ گئے، انہوں نے وہاں مکہ میں جا کر دیر کر دی، جب وہ واپس آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے روک لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں مکہ میں ایک آدمی سے ملا ہوں جو یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنا دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے، ساحر ہے، کاہن ہے۔

کہتے ہیں کہ اُنیس خود ایک شاعر تھے۔ اُنیس نے کہا کہ میں نے کاہنوں کے قول سُنے ہیں یہ ان کا قول نہیں ہے۔ اور میں نے اس کے اقوال کو شعراء کے اقوال کے ساتھ پرکھا ہے (دوسروں نے کہا کہ شعراء کے کلام کے طرق اور انواع پر پرکھا ہے)۔ اللہ کی قسم! میرے بعد کسی کی زبان پر یہ درست نہیں آئے گا کہ وہ شاعر ہے۔ اللہ کی قسم بے شک وہ سچا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے جھوٹے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں نے اُنیس سے کہا کہ آپ میری غیر موجودگی میں خیال رکھیں، میں جا کر اس شخص کو دیکھوں؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ اہل مکہ میں سے بن جانا ان کے خطرے سے بچنے کے لئے۔ بے شک وہ لوگ اس کے مخالف ہو گئے ہیں، وہ اس پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ میں روانہ ہو کر مکہ پہنچا۔ میں نے وہاں جا کر اہل مکہ میں سے ضعیف ترین آدمی تلاش کیا۔ میں نے اس سے پوچھا، وہ شخص کہاں ہے جس کو لوگ صابی (اپنے دین سے ہٹا ہوا، پھرا ہوا) کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے صابی کہہ کر میری طرف اشارہ کیا (یعنی اس کو پکڑ کر مارو یہ بھی صابی ہے)۔

کہتے ہیں کہ پوری وادی والے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ جس کے ہاتھ میں اینٹ آئی اس نے وہ ماری، جس کے ہاتھ میں پتھر آیا اس نے مجھے وہ مارا۔ یہاں تک کہ میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کب اُٹھا۔ جب میں اُٹھا تو ایسے تھا جیسے سُرخ نشان ہوتے ہیں (یعنی لہولہان ہو گیا تھا)۔ چنانچہ میں زم زم پر آیا، میں نے اس سے پانی پیا اور اپنا خون دھویا۔ لہٰذا میں کعبہ اور اور اس کے پردوں کے بیچ میں داخل ہو گیا۔

تحقیق اے بھتیجے! میں تیس دن اور تیس راتیں وہاں اس حال میں رہا کہ میرا کھانا سوائے زم زم کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور میں موٹا ہو گیا اس قدر کہ میرے پیٹ کے شکن ختم ہو گئے۔ اور میرے جگر پر بھوک کا ضعف اور کمزوری باقی نہ رہی۔ اچانک اہل مکہ چاندنی رات میں جو منور اور روشن ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے کانوں پر مہر ماردی اور وہ سو گئے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کوئی نہیں آیا دو عورتوں کے سوا۔ وہ میرے پاس آئیں اور وہ دونوں آساف اور نائلہ بت کی پکار کر رہی تھیں۔ وہ اپنے طواف کے دوران میرے پاس آئیں۔ میں نے کہا کہ کیا انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کر لیا تھا؟ (یعنی آساف و نائلہ نے)۔

وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی پکار سے نہ رُکیں۔ دوسرے راویوں نے کہا کہ ان دونوں عورتوں کو اس بات سے کسی شی نے مائل نہ کیا اس سے جو کچھ وہ کہہ رہی تھیں۔ کہتے ہیں وہ میرے قریب آئیں تو میں نے کہا کہ یہ بت (آساف اور نائلہ) یہ سب تو لکڑی کی مثل ہیں۔

(ڈاکٹر عبدالمطعی لکھتے ہیں) اَلْهَنُ وَالْهَنَة بغیر تشدید نون کے، کنایہ ہے کل شیٔ سے۔ اکثر کنایہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں فرج اور ذکر کے لئے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے معنی ہوگا کہ اس نے ان سے یہ کہا تھا کہ فَقَالَ لَهُمَا اَوْمِثْلُ الْخَشْبَةِ فِي الْفَرْجِ انہوں نے ان سے کہا یہ ایسے ہیں جیسے لکڑی شرمگاہ میں۔ یہ جملہ کہہ کر انہوں نے ایک تو آساف و نائلہ کو گالی دی اور دوسرے یہ کہہ کر انہوں نے کفار کو جلایا۔

پس وہ دو عورتیں ہلاکت اور وَيْـل کی بددعا دیتی ہوئی چلی گئیں اور کہنے لگیں کاش کہ اس وقت یہاں پر ہمارے گروہ کے لوگ ہوتے۔ کہتے ہیں کہ ان کے آگے اچانک رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہاڑ سے اُترتے ہوئے آ گئے۔ عورتوں کو بکتے ہوئے سُنا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تمہیں؟ عورتوں نے بتایا کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان صابی (دین سے پھرا ہوا شخص) چھپا ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس صابی نے تمہیں کیا کہا ہے۔ وہ بولیں اس نے ہم سے ایسا کلمہ کہا ہے جس سے منہ بھر جاتا ہے (یعنی اتنی بڑی بات کہہ دی اور بڑی گالی دی ہے کہ اس سے زیادہ قبیح اور بُری کوئی چیز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے ملاقات .... پس رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے حجر اسود کا استلام کیا، اور اس کے بعد انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھی۔ جب انہوں نے نماز پوری کر لی تو ابوذر کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا تو میں پہلا شخص تھا جس نے حضور ﷺ کو سلام کیا، یعنی السلام علیک کہا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ میں نے بتایا کہ بنو غفار میں سے۔ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور ابوذر کی پیشانی پر رکھ لیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید آپ نے

ناپسند کیا ہے غفار کی طرف میری نسبت کو۔ میں حضور ﷺ کا ہاتھ تھامے جھکا تو حضور ﷺ کے ساتھی نے مجھے روک دیا۔ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے تھے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے سراُوپر اُٹھایا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کب سے یہاں پر ہو؟ میں نے بتایا کہ میں تیس راتوں اور دنوں سے یہاں پر ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کون دیتا رہا ہے؟ میں نے بتایا میرا کھانا زم زم کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں موٹا ہو گیا ہوں حتیٰ کہ میرے پیٹ کے شکن ختم ہو گئے ہیں، میں اپنے جگر پر بھوک کی کمزوری بھی محسوس نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ بابرکت ہے، یہ کھانے کا کھانا ہے اور بیماریوں کی شفاء ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ آج رات میں اس کو کھانا کھلاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔

اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کریں .... حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے، میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھر کا دروازہ کھولا اور میرے لئے طائف کی کشمش کی مٹھی بھرنے لگے، یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکے میں کھایا تھا۔ جس قدر مقدر میں تھا میں ان کے پاس ٹھہرا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کھجوروں والی سرزمین کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ یثرب ہی ہے۔ آپ میری طرف سے اپنی قوم کے لئے مبلغ کا کام کریں گے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو تیری وجہ سے نفع دے اور تجھے ان کو تبلیغ کرنے پر اجر عطا کرے۔

میں واپس آ گیا اور بھائی کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا کرتے رہے آپ؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ کام کیا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے ان کو سچا مان لیا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے بھی تیرے دین سے نفرت نہیں ہے میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے تصدیق کر لی ہے۔ اس کے بعد ہم دونوں اپنی ماں کے پاس آئے اس کو بتایا تو اس نے کہا کہ مجھے بھی تم دونوں کے دین سے نفرت نہیں ہے۔ میں بھی مسلمان ہو گئی ہوں اور میں نے اس کو سچا مان لیا ہے۔

کہتے ہیں اس کے بعد ہم اپنی قوم کے پاس گئے۔ ان میں سے آدھی قوم مسلمان ہو گئی رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی۔ اور خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری ان کی امامت کرتے رہے۔ وہ ان دنوں ان کے سردار اور لیڈر بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ باقی قوم اس وقت مسلمان ہو گئی جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو بقیہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہو کر آ گئے۔ اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ہمارے بھائی ہیں، جس کیفیت پر وہ مسلمان ہوئے ہیں ہم بھی اس پر مسلمان ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ بنو غفار ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور یہ مسلمان ہو گئے ہیں اللہ ان کو سلامتی عطا کرے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ہداب بن خالد سے۔ (مسند احمد ۱۷۴/۵)

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ محمد بن یعقوب حافظ نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد نے، ان کو عبداللہ بن رومی نے، ان کو نضر بن محمد نے، ان کو عکرمہ بن عمار نے ابوزمیل سماک بن ولید نے ملک بن مرثد سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابوذر سے۔ وہ کہتے ہیں میں اسلام لانے میں چوتھا تھا۔ مجھ سے پہلے تین لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ اور میں چوتھا ہوں۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا السلام علیك یا رسول اللہ،

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار دیکھے۔ (مستدرک ۳/۳۴۱۔۳۴۲۔ مجمع الزوائد ۹/۳۲۷)

☆☆☆

باب ۷۰

جناب حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے اسلام کا تذکرہ

اوراس میں حضور ﷺ کا اس کو خاص طور پر وعظ فرمانا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے دل میں ایمان ڈال دیا تھا حضور ﷺ کے فرمان کی برکت سے

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن سحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ایک آدمی نے جو مسلمان ہو گیا تھا اور وہ بات کو محفوظ کرنے اور یاد رکھنے والا تھا یہ کہ ابوجہل صفا پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ گیا اور اس نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی اور حضور ﷺ کو گالیاں دیں اور حضور ﷺ کے دین میں عیب لگائے اور نازیبا حرکتیں کیں۔

حضور ﷺ نے یہ بات حمزہ بن عبدالمطلب سے کہی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ وہ جا کر جب اس کے سر پر کھڑے ہوئے تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے کمان اُٹھائی اور اس کے ساتھ ابوجہل کو اس نے مارا، اس طرح کہ اس کو اس ضرب سے شدید زخم ہو گیا۔ اور قریش کے کچھ آدمی بنی مخزوم میں سے حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس آ گئے ابوجہل کی مدد کرنے کے لئے۔ اس سے ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس حرکت سے یہ سمجھے ہیں کہ حمزہ آپ بھی صابی ہو گئے ہیں (باپ دادا کے دین کو چھوڑ چکے ہیں)۔ حمزہ نے جواب دیا کہ میرے لئے اس بات سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور میرے لئے اس کا معاملہ واضح ہو چکا ہے۔

''میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے سچ ہے۔ اللہ کی قسم میں جھگڑا نہیں کرتا۔ ہاں تم لوگ اگر سچے ہو تو مجھے منع کر کے دکھاؤ''۔

یہ سُن کر ابوجہل نے کہا کہ چھوڑو، ابوعمارہ کو بے شک میں نے اللہ کی قسم اس کے بھائی کے بیٹے (محمد) کو بدترین گالی دی تھی۔ (ابن ہشام ۱/۳۱۲)

جب حمزہ مسلمان ہو گئے تو قریش نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ اب اکیلے اور کمزور نہیں رہے۔ بلکہ ان کا بازو اب مضبوط ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کو مزید تکلیف پہنچانے سے رُک گئے۔ اور حمزہ نے اس بارے میں کچھ شعر کہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ اس کے بعد حمزہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے اور ان کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا کہ آپ تو قریش کے سردار ہیں کیا آپ بھی اس صابی کے پیروکار بن گئے ہیں؟ اور آپ نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ تیرے لئے تو موت بہتر ہے اس فعل سے جو تم نے کیا ہے۔

حمزہ کو دُکھ ہوا اور اس نے دل میں سوچا کہ حمزہ تم نے کیا کر لیا؟ پھر انہوں نے دعا کی، اے اللہ! اگر یہ معاملہ جو میں نے کیا ہے اشد ہے، درست ہے تو تُو میرے دل میں اس کی تصدیق ڈال دے۔ وگرنہ میں جس چیز میں پڑ گیا ہوں میرے لئے اس سے نکلنے کا راستہ بنا دے۔ چنانچہ اس رات کو وہ سوئے تو صبح تک اس قدر شیطانی وسوسے آتے رہے جو اس سے قبل کبھی اس قدر نہ آئے تھے۔ صبح ہی صبح وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ اور ان سے کہنے لگے، اے بھتیجے! بے شک میں ایک ایسے امر میں واقع ہو گیا ہوں کہ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ میری سمجھ میں نہیں آتا اور اس پر پکا رہنا میرے جیسے بندے کا جس کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ رشد و ہدایت ہے یا شدید غی اور گمراہی ہے۔ مجھے کوئی حدیث بیان کر دیجئے۔ میں شدید خواہش کرتا ہوں کہ اے بھتیجے! آپ مجھے حدیث بیان کریں۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو وعظ کیا اور

اس کو آخرت کا ڈر سنایا اور اس کو جنت کی بشارت دی۔ چنانچہ اللہ نے ان کے دل میں یقین پیدا کر دیا۔ اس کے بارے میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اتو حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں اور میں سچی شہادت دیتا ہوں، اے بھتیجے! آپ اپنے دین کو ظاہر کریں۔ اللہ کی قسم میری یہ کنیت ہے کہ میں اب یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس وہ ساری کائنات ہو جس پر آسمان سایہ کئے ہوئے ہے اور میں اپنے پہلے دین پر رہوں (یہ مجھے پسند نہیں ہے)۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں ہو گئے جن کے ساتھ اللہ نے دین کو عزت اور غلبہ بخشا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار

(نوٹ از مترجم) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار جو انہوں نے آغاز اسلام میں کہے تھے، علامہ سہیلی نے روض الانف میں نقل کیا ہے۔ میں قارئین کی ضیافت طبع کے لئے عربی میں نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں :

لدین جاء من ربّ عزیز	خبیر بالعباد بهم لطیف
اذا تلیت رسائله علینا	تحدر دمع ذی اللب الحصیف
رسائل جاء احمد من هداها	بآیات مبینة الحروف
واحمد مصطفی فینا مطاع	فلا تغشوه بالقول الضعیف
فلا والله نسلمه لقوم	ولما نقض فیهم بالسیوف
ونترك منهم قتلی بقاع	علیها الطیر کالورد العکوف
وقد خبرت ما صنعت ثقیف	به فجزی القبائل من ثقیف
اله الناس شر جزاء قوم	ولا اسقاهم صوب الخریف

میں نے اللہ کا شکر کیا ہے جب اس نے میرے دل کو اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی اور دین حنیف کی طرف ایسے دین کی طرف جواب عزیز کی طرف آیا ہے وہ اب اچھی طرح باخبر ہے بندوں کے بارے میں۔ اور ان پر لطف کرتا ہے جب اس کے پیغامات ہمارے سامنے پڑھے جاتے ہیں تو عقل و دانش رکھنے والے کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ ایسے پیغامات ہدایت جن کو احمد مرسل واضح حروف والفاظ والی بیان کرنے والی آیات کے طور پر لائے ہیں۔ اور احمد مصطفیٰ ہمارے اندر ایسے عظیم ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے۔ جن کی طرف کسی کمزور اور ضعیف قول کی نسبت نہیں ہوگی۔ اللہ کی قسم ہم اس کو کسی قوم کے حوالے نہیں کریں گے۔ جب ہم ان میں (جنگ کرکے) تلواریں توڑیں گے۔ اور ہم ان میں مقتولین کو میدانوں میں اس طرح پڑا چھوڑیں گے کہ ان پر پرندے نوچ کر کھانے کے لئے منڈلا رہے ہوں گے۔ مجھے خبر دی ہے کہ قبیلہ ثقیف نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ ثقیف اور دیگر قبائل تمام لوگوں کا معبود جزا دے گا بدترین جزا کہ ان کو موسم خریف کی بارش کا پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔

☆☆☆

باب ۷۱

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا تذکرہ

جب انہوں نے قرآن پڑھا اور اس کے اعجاز کو جانا اور جو کچھ اللہ نے ان کو جواب دیا
اس میں رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے غلبۂ دین کے لئے
دو میں سے ایک آدمی کے مسلمان ہو جانے کے ساتھ

(۱) ہمیں خبر دی زکریا بن ابواسحاق مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن اسحاق نے، ان کو عبدالرحمن بن محمد بن منصور نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن سعید نے اسماعیل بن ابوخالد سے، ان کو قیس بن ابوحازم نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم لوگ (مسلمان) ہمیشہ غالب رہے جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں محمد بن مثنی سے، اس نے یحییٰ بن سعید سے۔ (بخاری۔ فتح الباری ۷/۴۱،۱۷۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، ان کو ابوعمر محمد بن عبدالواحد زاہد نحوی نے جو ثعلب کے غلام تھے، وہ کہتے ہیں، ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عثمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن مدینی نے، ان کو ابوعامر عقدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے خارجہ بن عبداللہ بن زید بن ثابت نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ تو اسلام کو غلبہ عطا فرما ان دو آدمیوں سے جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو۔ ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے۔ کہتے ہیں کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی ص ۲۶۸۱)

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عمر مقری بن حمامی نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ بن ابراہیم نے، ان کو ابوالولید محمد بن احمد برداعطا کی نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم حنینی نے، وہ کہتے ہیں کہ اس کو ذکر کیا ہے اسامہ بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے، اس نے دادا سے، وہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ جاننا پسند کریں گے کہ میرا مسلمان ہونا کیسے تھا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جواب دیا کہ بالکل پسند ہے۔

انہوں نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف شدید ترین لوگوں میں سے تھا۔ ایک دن سخت گرمی کے دن دوپہر کے وقت مکہ کے بعض راستوں پر چل رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک آدمی ملا قریش سے۔ اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اے عمر ابن خطاب؟ میں نے جواب دیا کہ میرا یہ کام ہے وہ کام ہے۔ اس نے کہا کہ حیرانی ہے تجھ پر۔

اے ابن خطاب! کس چیز کا آپ زعم کرتے ہیں کہ یہ کروں گا وہ کروں گا۔ حالانکہ آپ کے گھر میں بہت بڑا واقعہ ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا واقعہ ہے؟ اس نے بتایا کہ تیری بہن مسلمان ہو چکی ہے۔ کہتے ہیں میں غصے میں واپس لوٹا۔ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب ایک آدمی یا دو آدمی مسلمان ہوتے ان لوگوں میں جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا تو آپ ﷺ ان کو کسی ایسے آدمی کے حوالے کر دیتے تھے جو آسودہ حال ہوتا۔ لہٰذا ان کو ان کے ہاں اُن کا بچا ہوا کھانا وغیرہ مل جاتا۔ اسی دستور کے مطابق حضور ﷺ نے دو آدمی میرے بہنوئی کے حوالے کر رکھے تھے۔

میں نے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کون ہے؟ میں نے بتایا کہ عمر بن خطاب ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ جلدی کر کے چھپ گئے، حالانکہ وہ اس وقت صحیفہ قرآنی پڑھ رہے تھے جو ان کے آگے رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کو بھی چھوڑ گئے یا بھول گئے۔ چنانچہ میری بہن نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو صابیہ ہوگئی ہے؟ میرے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، میں نے اس کے سر پر ماردی جس سے اس کا خون بہہ نکلا۔

حضرت عمر ﷺ کی بہن کی جرأت .... اس نے جب خون دیکھا تو وہ رو پڑی اور کہنے لگی خطاب کے بیٹے جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کر ڈالو میں صابیہ ہو چکی ہوں (یعنی اپنا سابقہ مشرکانہ دین چھوڑ چکی ہوں)۔

کہتے ہیں میں اندر داخل ہوا، چارپائی پر بیٹھ گیا۔ گھر کے وسط میں میری نظر صحیفے پر پڑی تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ اُٹھا کر مجھے دیجئے۔ وہ کہنے لگی آپ اس کو اُٹھانے کے اہل نہیں ہیں، آپ ناپاکی سے پاک نہیں ہیں۔ اور یہ ایسی کتاب ہے جس کو پاک لوگوں کے سوا ہاتھ نہیں لگاتے۔ میں برابر اصرار کرتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے وہ اُٹھا کر مجھے دے دیا۔

میں نے اسے کھولا تو میں نے اس میں دیکھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

جب میں نے اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ گزرتا تو میں اس سے خوفزدہ ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے وہ صحیفہ رکھ دیا اور میں اپنے دل کو طرف متوجہ ہوا۔ کچھ سوچنے کے بعد دوبارہ اس کو اُٹھالیا۔ اچانک سامنے یہ آیت لکھی ہوئی تھی:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔ (سورۃ حدید)

آسمانوں اور زمین میں جو مخلوقات ہیں وہ سب اللہ کی حمد کرتی ہیں۔

جب میں اللہ کے کسی نام کے ساتھ گزرتا تو مجھے خوف آنے لگتا۔ اس کے بعد میں اپنے آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر میں نے اس کو پڑھا، یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

امنوا باللّٰه و رسوله ۔ (سورۃ حدید)

ایمان لے آؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔ (آخری آیت تک)

بس میں نے کہہ دیا: کہ

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ

چنانچہ وہ لوگ جو چھپے ہوئے تھے وہ جلدی بھاگ کر میرے پاس آگئے اور انہوں نے نعرہ بلند کیا اور انہوں نے کہا خوش ہو جائیے، اے عمر ابن خطاب! بے شک رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی، اے اللہ! تو دو میں سے ایک آدمی کے ذریعے اپنے بندوں کو غلبہ عطا فرما جو تجھے پسند ہو یا ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ساتھ۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول ہوگئی ہے تیرے لئے۔ پس تو خوش ہو جا۔

میں نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ کہاں ہیں رسول اللہ؟ جب انہوں نے میرا صدق جان لیا تو انہوں نے بتایا کہ صفا پہاڑ کے نیچے گھر میں ہیں۔ میں فوراً نکل کر گیا۔ میں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے پوچھا کہ کون ہے، میں نے ان کو بتایا کہ میں ابن خطاب ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ لوگ حضور کے خلاف میری شدت تو جانتے تھے مگر میرے اسلام لانے کا وہ نہیں جانتے تھے۔ لہٰذا دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا

کہ دروازہ کھول دو اس کے لئے، اگر اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ ہی اس کو ہدایت بھی دے گا۔ چنانچہ انہوں نے میرے لئے دروازہ کھول دیا۔ آدمیوں نے میرے بازو سے پکڑا اور حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اس کو چھوڑ دو۔

حضور ﷺ نے میری قمیض کے گریبانوں یا دامنوں سے پکڑ کر مجھے جھٹکا دیا اپنی طرف اور فرمایا، مسلمان ہو جا اے ابن خطاب!

اَللّٰهُمَّ اَهْدِهٖ ۔ اے اللہ اس کو ہدایت عطا فرما۔

لہٰذا میں نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان پر مسلمانوں نے نعرہ بلند کیا .... چنانچہ مسلمانوں نے نعرہ بلند کیا جو مکہ کی گلیوں میں سنا گیا۔ اس سے قبل وہ چھپے ہوئے تھے۔ جس شخص کو وہ چاہتے کہ اس کی پٹائی ہو وہ پٹتا رہتا اور میں اس کو دیکھتا رہتا۔ اس سے مجھے ذرا برابر بھی احساس نہ ہوا۔ میں باہر نکلا اور اپنے ماموں کے پاس گیا۔ وہ شریف آدمی تھے۔ میں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے کہا کہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ ابن خطاب ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ باہر نکل کر آئے۔ میں نے کہا آپ کو معلوم ہے میں صابی ہو گیا ہوں (باپ دادا کے دین سے ہٹ گیا ہوں)۔ اس نے کہا واقعی آپ نے ایسا کر لیا ہے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں! انہوں نے کہا کہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ میں نے اب تو ایسا کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اندر چلے گئے اور انہوں نے مجھ سے دروازہ بند کر لیا۔

میں نے سوچا کہ یہ کوئی بات ہی نہیں ہے۔ چنانچہ میں قریش کے ایک سردار کے پاس گیا، میں نے اس کو آواز دی، وہ باہر آیا تو میں نے اس سے بھی وہ ہی بات کہی جو اپنے ماموں سے کہی تھی۔ اس نے بھی وہی جواب دیا جو ماموں نے دیا تھا۔ وہ بھی اندر چلا گیا، اس نے بھی اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے سوچا یہ بھی کوئی بات نہیں ہے۔ مسلمان تو پیٹے گئے ہیں مجھے تو کسی نے نہیں مارا۔

ایک آدمی نے مجھ سے کہا کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کا اسلام لوگوں کو معلوم ہو جائے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں! اس نے کہا کہ جب لوگ حجر پر بیٹھیں تو آپ فلاں کے پاس جانا، اس کے بارے میں پوچھا جو کسی کا راز نہیں چھپاتا تھا اس کو علیحدگی میں یہ بات بتا دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ بہت کم کسی کا راز چھپاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ میں چلا گیا لوگ حجر پر جمع تھے۔ رازداری کے طور پر اس سے کہہ دیا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا واقعی ایسی بات ہے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں۔ چنانچہ اس نے بلند آواز سے کہا بے شک ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ سارے لوگ میرے پاس بھاگے چلے آئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ انہوں نے مجھے مارا اور میں نے ان کو مارا۔ لہٰذا مزید لوگ میرے پاس جمع ہو گئے۔ اور میرے ماموں نے کہا کہ یہ کیسی بھیڑ ہے؟ اسے بتایا گیا کہ عمر صابی ہو گئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کی پناہ میں .... وہ حجر کے اوپر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک کلمہ یوں ارشاد کیا۔ خبردار! بے شک میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے۔ لہٰذا وہ سب لوگ مجھے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو پٹتا دیکھوں مگر میں نے اسے پٹتا دیکھ لیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مجھے بھی ایسے تکلیف پہنچے۔ چنانچہ میں اپنے ماموں کے پاس آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی دی ہوئی پناہ آپ کے پاس واپس ہے۔ آپ جو چاہیں کہہ دیں پھر میں ہمیشہ لوگوں کو پیٹتا رہا اور خود بھی پٹتا رہا، یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن عمر و رزاز نے، ان کو محمد ابن عبیداللہ نے، وہ ابن یزید المنادی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن یوسف ازرق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی

قاسم بن عثمان بصری نے انس بن مالک سے۔وہ کہتے ہیں، حضرت عمر تلوار لٹکائے باہر آئے بنی زہرہ کا ایک آدمی ان کو ملا۔اس نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے اے عمر؟ انہوں نے کہا کہ محمد کو قتل کرنے جارہا ہوں۔اس شخص نے کہا کہ آپ محمد کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ عمر نے اسے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو بھی صابی ہوگیا ہے۔اور جس دین پر تھا اس کو چھوڑ چکا ہے۔اس شخص نے کہا کہ تجھے اس سے زیادہ حیرانی کی بات بتاؤں، بے شک تیری بہن اور بہنوئی بھی اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور صابی ہو چکے ہیں۔حضرت عمر پریشان ہوکر چلے ان کے پاس پہنچے۔ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک آدمی بیٹھا تھا اسے خباب کہتے تھے۔کہتے ہیں خباب نے جب عمر کے قدموں کی آہٹ سُنی تو وہ جلدی سے گھر میں چھپ گئے۔وہ بہن بہنوئی پر داخل ہوئے اور کہا یہ تمہارے ہاں کس بات کی بھن بھناہٹ ہے جو میں تمہارے ہاں سُن رہا ہوں؟ کہتے ہیں کہ وہ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ نہیں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کر رہے تھے آپس میں۔

عمر نے کہا کہ نہیں شاید تم لوگ صابی ہوگئے ہو۔اتنے میں ان کے بہنوئی نے کہا، اے عمر! اگر حق تیرے دین سے ہٹ کر ہو تو ہم اس کو نہ چھوڑیں گے؟ کہتے ہیں کہ یہ سُنتے ہی عمر نے اُچھل کر بہنوئی پر حملہ کر دیا اور اس کو شدید طریقہ پر پیٹ دیا۔کہتے ہیں کہ اتنے میں ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لئے آئی، عمر نے اس کو اپنے ہاتھ سے ایک دھکا دیا۔وہ گری جس سے اس کا چہرہ زخمی ہوگیا۔اس نے بھی زخمی حالت میں اور غصے کی حالت میں یہی بات کہی کہ اگر حق تیرے دین سے ہٹ کر ہو تو کیا پھر بھی ہم اسی پر بیٹھے رہیں۔میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

عمر نے کہا مجھے اپنی کتاب دیجئے جو تمہارے پاس ہے میں اسے پڑھتا ہوں۔کہتے ہیں کہ عمر کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔ان کی بہن نے ان سے کہا کہ آپ ناپاک ہیں اور اس کو ناپاک لوگ ہاتھ نہیں لگا سکتے، صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔آپ اُٹھیں پہلے وضو کریں یا غسل کریں۔ عمر اُٹھے انہوں نے وضو کیا پھر اس نے کتاب کو لے کر پڑھا سورۃ طٰہٰ جب وہ اس آیت پر پہنچے :

انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني ، و اقم الصلاة لذكري

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد کے لئے نماز قائم کیجئے۔

یہ پڑھتے ہی عمر نے کہا مجھے محمد کے بارے میں بتائیے کہ وہ کہاں ہیں؟ خباب جو چھپے ہوئے تھے جب عمر کی بات سُنی تو سامنے آگئے اور بولے خوش ہو جاؤ اے عمر! میں امید کرتا ہوں کہ تم رسول اللہ کی دعا بن گئے ہو جو انہوں نے جمعرات کو کی تھی۔اے اللہ اسلام کو غلبہ عطا فرما عمر بن خطاب کے ساتھ یا عمر بن ہشام کے ساتھ۔

اور رسول اللہ ﷺ اس وقت اس گھر میں تھے جو کوہ صفا کے دامن میں واقع تھا۔عمر روانہ ہوئے، اس گھر پر پہنچے۔اس کے دروازے پر حضرت حمزہ اور طلحہ نگرانی کر رہے تھے اور کچھ دیگر لوگ اصحاب رسول میں سے طلحہ اور حمزہ نے جب دیکھا تو پورے لوگ عمر کو آتے دیکھ کر گھبرا گئے۔حمزہ نے چیخ کر کہا کہ وہ دیکھو عمر آرہا ہے۔اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو آج یہ مسلمان ہو جائے گا اور حضور ﷺ کی اتباع کرے گا۔اور اگر اللہ نے ہدایت کا ارادہ نہیں کیا تو آج اس کا قتل کرنا ہم لوگوں کے لئے آسان ہوگا۔

حضور ﷺ اندر تھے ان پر وحی اُتر رہی تھی حضور باہر آگئے اتنے میں عمر بھی آگئے۔حضور نے اس کے کپڑوں کو دونوں کناروں سے اور شلوار کی حمائل سے پکڑ لیا اور کہا تم اس وقت تک باز آنے والے نہیں ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں رسوائی اور عبرت اُتار دے، جیسے ولید بن مغیرہ کے بارے میں اُتاری ہے۔اے اللہ! عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا کر دے، یا کہا تھا کہ دین کو عمر بن خطاب کے ساتھ۔اتنے میں عمر ﷺ نے کہا :

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

وہ مسلمان ہو گئے۔اور عمر نے کہا، یا رسول اللہ! (اب اندر رہنے کی ضرورت نہیں) آپ باہر آجائیے۔

تحقیق اس کو روایت کیا ہے محمد بن اسحاق بن یسار نے المغازی میں۔(ابن ہشام ۱/۳۶۶)

اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتاب پڑھتے رہتے تھے۔اس نے قرآن پڑھا طٰہٰ حتیٰ کہ اس آیت تک پہنچے :

ان الساعة آتية اكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعى تا فتردى تک

اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی اذا الشمس كورت حتیٰ کہ اس آیت تک پہنچا علمت نفس ما احضرت یہ پڑھتے ہی وہ مسلمان ہو گئے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس نے،ان کو احمد بن عبدالجبار نے،ان کو یونس نے ابن اسحاق سے،اس نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا اور اس میں کہا کہ ان کی بہن کے شوہر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل تھے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر اسماعیلی نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو یعلیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی معمر نے،ان کو سفیان نے عمرو سے۔اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے،وہ فرماتے ہیں میں چھت کے اُوپر کھڑا تھا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی پر جمع ہیں۔وہ کہہ رہے ہیں عمر صابی ہو گیا ہے،عمر صابی ہو گیا ہے(باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے)۔ اتنے میں عاص بن وائل آیا،اس نے ریشم کی قبا زیب تن کر رکھی تھی۔اس نے کہا جب عمر اپنے دین سے ہٹ گیا ہے میں اس کا پڑوسی ہوں۔ کہتے ہیں کہ لوگ اس سے منتشر ہو گئے۔کہتے ہیں کہ میں اس شخص کی عزت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن عبداللہ سے،اس نے سفیان سے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے،ان کو احمد بن عبدالجبار نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے۔وہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب کا مسلمان ہونا ان کے خروج کے بعد تھا جو اصحاب رسول میں سے ارض حبشہ کی طرف نکل گئے تھے۔

عامر بن ربیعہ کی والدہ کا بیان .... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبدالرحمٰن بن حارث نے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنی ماں لیلیٰ سے،وہ کہتی ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہم لوگوں پر سب سے زیادہ سخت تھے ہمارے اسلام کے اندر۔ جب ہم نے ارض حبشہ کی طرف خروج کا پکا ارادہ کر لیا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور میں اس وقت اُونٹ کے اُوپر سوار ہو چکی تھی۔ ہم روانہ ہونا چاہتے تھے۔انہوں نے کہا،اے اُم عبداللہ کہاں جا رہی ہو؟ میں نے اس کو بتایا آپ لوگوں نے ہمارے دین کے معاملے میں ہم لوگوں کو ایذا پہنچائی ہے،ہم اللہ کی سرزمین پر جا رہے ہیں جہاں ہمیں اللہ کی عبادت کرنے میں کوئی نہ ستائے،اس نے کہا اللہ تمہارا ساتھ ہو۔یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔اتنے میں میرے شوہر عامر بن ربیعہ آ گئے۔

میں نے ان کو یہ بات بتائی جو میں نے عمر کے اندر نرمی دیکھی تھی۔اس نے کہا تم کیا اُمید رکھتی ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا؟ میں نے کہ جی ہاں!اس نے کہا اللہ کی قسم وہ مسلمان نہیں ہوگا۔یہاں تک کہ خطاب کا گدھا مسلمان ہو جائے(یعنی یہ ممکن نہیں ہے)۔یہ بات اس نے عمر کی مسلمانوں پر شدت کی وجہ سے کہی تھی۔اس کے بعد اللہ نے اس کو اسلام نصیب کر دیا۔(ابن ہشام ۱/۳۶۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان دنوں مسلمان چالیس اکتالیس آدمی تھے اور کل گیارہ عورتیں تھیں۔

تحقیق عمر کے اسلام کے بارے میں ایک عجیب قصہ مروی ہے۔ایک مجہول سند کے ساتھ،اس کو میں نے نقل کیا ہے اس لئے کہ مشہور احادیث میں اس سے استغنیٰ کیا ہے اور وہ کتاب الفضائل میں نقل ہوا ہے۔

☆☆☆

باب ۴۷

ضماد کا مسلمان ہونا

اور نبی کریم ﷺ سے اس نے جو سُنا اس میں آثارِ نبوت کا ظہور

(۱) ہمیں خبر دی ابو صالح بن ابو طاہر عنبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ان کے دادا یحییٰ بن منصور قاضی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو خبر دی عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے عمرو بن سعید سے۔ اس نے جبیر سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ضماد مکے میں آئے وہ از دشنوٗ ۃ کے آدمی تھے۔ وہ ان ہواؤں کا دم بھرتے تھے (مثلاً جنون، ہوا، جنات ہوئے)۔ اس نے کچھ بے وقوف لوگوں سے سُنا تھا کہ بے شک محمد ﷺ مجنون ہیں۔ اس نے سوچا کہ میں اس بندے کے پاس ضرور جاؤں گا شاید کہ اللہ اس کو میرے ہاتھ سے شفاء دے دے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں محمد ﷺ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ان ہواؤں کا دم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے شفاء دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ آپ آیئے (میں آپ کو بھی دم کر دوں)۔ محمد ﷺ نے خطبہ شروع کر دیا، فرمایا:

ان الحمد للّٰہ نحمدہٗ، و نستعینه، من یهده اللّٰہ فلا مضل له و من یضلل فلا هادی له، اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك له

آپ نے تین بار دہرایا۔ ضماد نے کہا، اللہ کی قسم میں نے کاہنوں کے اقوال سُنے ہیں اور ساحروں کے سُنے ہیں اور شعراء کے کلام سُنے ہیں میں نے ان کلمات جیسے کلمات نہیں سُنے۔ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیعت کر لیا۔ اور اس سے کہا کہ کیا آپ اپنی قوم کو اس کی دعوت دیں گے؟ اس نے کہا کہ میری قوم کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے لئے ایک مختصر سا لشکر روانہ کیا تھا۔ یہ لوگ اس مذکورہ ضماد کی قوم پر گزرے تو لشکر کے امیر سے پوچھا کیا تم لوگوں کو ان لوگوں کی کوئی چیز ملی ہے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا مجھے ان کا ایک وضو کرنے کا برتن ملا ہے۔ امیر نے حکم دیا کہ وہ ان کو واپس کر دو یہ لوگ ضماد کی قوم کی ہیں۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن یوسف نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو محمد بن مثنی نے، ان کو عبد الاعلیٰ نے، اس نے اس حدیث کو ذکر کیا اس اضافہ کے ساتھ اور مفہوم کے ساتھ۔ اور روایت کی گئی ہے یزید بن زریع سے، اس نے داؤد بن ابو ہند سے اس اضافہ کے ساتھ، اور اس میں یہ اضافہ بھی کیا گیا ہے:

و نؤمن باللّٰہ، و نتوکل علیه، و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا، و من سیئات اعمالنا۔

مگر اس نے سریہ (لشکر کشی) کا ذکر نہیں کیا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابو زکریا بن ابو اسحاق نے، ان کو خبر دی احمد بن عثمان بن یحییٰ نے، ان کو عبد الملک بن محمد رقاشی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو یزید بن زریع نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے، اس نے اسی کو ذکر کیا ہے مذکورہ روایت کی اسناد اور مفہوم کے ساتھ۔

☆☆☆

باب ۴۳

جنّات کے مسلمان ہونے میں جو رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ظہور ہے

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۔ قَالُوْا يَا قَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

(اور اس کے بعد کی آیات بھی) ۔ (سورۃ احقاف : آیت ۲۹)

اے محمد! یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو متوجہ کیا قرآن سننے کے لئے ۔ جب وہ سننے کے لئے حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے، چُپ چاپ ہو کر سنو ۔ جب سماعت پوری ہوگئی تو وہ اپنی قوم کے لئے نذیر بن کر واپس لوٹے ۔ بولے، اے ہماری قوم ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اب اُتری ہے، جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے ۔ حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور صراطِ مستقیم کی راہ دکھاتی ہے ۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بُلانے والی بات مانو اور اس پر ایمان لے آؤ ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ دے دے گا ۔ الخ

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۔

(سورۃ جن : آیت ۲)

بے شک ہم نے قرآن سنا جو حیران کُن ہے ۔ وہ رُشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۔ لہٰذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں ۔ اس کے بعد ہم اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے، اور ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو اسماعیل قاضی نے، ان کو مسدد نے، ان کو ابو عوانہ نے ابو بشر سے، اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ (مَاقَرَءَ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ومارآهُمْ ۔ (صحیح مسلم) نہ تو رسول اللہ ﷺ نے جنوں کے سامنے پڑھا، نہ ہی ان کو دیکھا ۔ بات یہ ہوئی کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ چلے بازار عکاظ کی طرف جانے کے ارادے سے ۔ اُدھر واقعہ کچھ اس طرح ہو چکا تھا کہ شیاطین کے اور آسمان کی خبروں کے مابین پردہ اور رکاوٹ کر دی گئی تھی ۔ اور ان کو شہاب (آگ کے شعلے) چھوڑے گئے ۔ چنانچہ شیاطین اپنی قوم کی طرف خالی واپس لوٹ آئے تھے ۔

ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ ہوگئی .... وہ آپس میں کہنے لگے کہ کیا حال ہے تمہارا ۔ دوسروں نے بتایا کہ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوگئی ہے ۔ اور ہمارے اُوپر شہاب چھوڑے گئے ہیں ۔ یہ واقعہ تمہارے ساتھ یونہی نہیں ہوگیا، بلکہ کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے ۔ آپ لوگ مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارو اور یہ دیکھ کر آؤ کہ اس کی کیا وجہ ہے جو تمہاری اور آسمانی

خبروں کے درمیان پابندی لگ گئی ہے۔ چنانچہ جنات اور شیاطین تلاش میں نکل پڑے۔ اور انہوں نے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا وہ تلاش کرتے رہے کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ کیوں ہوگئی ہے۔ یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ اس وقت وہ کھجوروں کی وادی سے یا تھنڈ کے پاس تھے بازار عکاظ کی طرف ارادہ کئے ہوئے تھے۔ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا تو آپ ﷺ اسی قوم پر اپنے اصحاب کی جماعت کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے (جنات نے حضور اور صحابہ کو نماز میں پالیا اور حضور ﷺ زور زور سے تلاوت فرما رہے تھے)۔ جنات نے جب قرآن سنا تو انہوں نے اس کی طرف خوب کان لگائے اور توجہ سے قراءت سنی تو وہ ایک دم ایک دوسرے سے کہنے لگے، یہی ہے اللہ کی قسم جو تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ بن گیا ہے۔ بس یہیں سے جب وہ لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا اے ہماری قوم :

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا تا اِلٰى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(سورۃ احقاف : آیت ۲۹۔۳۱)

بے شک ہم نے بہترین قرآن سنا۔ وہ رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم لوگ اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سورۃ الجن نازل فرمائی :

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

فرما دیجئے کہ میری طرف وحی آتی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا۔ سوائے اس کے نہیں کہ حضور ﷺ کی طرف جنوں کا قول وحی کیا گیا تھا۔

واقعے دو ہیں، پہلی مرتبہ جنات نے سُنا، حضور نے ان کو نہیں دیکھا دوسری بار حضور نے دیکھا

۱۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مسدد سے۔ (فتح الباری ۸/ ۶۶۹)

۲۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے شیبان بن فروخ سے، اس نے ابوعوانہ سے۔ (مسلم ص ۱۳۹)

۳۔ اور یہ وہی ہے جس کو حکایت کیا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے۔ سوائے اس کے کہ یہ ابتداء کی بات ہے جب جنوں نے نبی کریم ﷺ کی قراءت سنی تھی اور حضور ﷺ کے حال سے آگاہ ہوئے تھے اور اس وقت نہ تو حضور ﷺ نے خصوصی طور پر ان کے سامنے پڑھنے کی نیت سے قراءت کی تھی اور نہ ہی ان کو دیکھا تھا۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان کیا ہے۔ بلکہ آپ صبح کی نماز میں قراءت پڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو آسمانوں پر ہونے والے معمولی واقع کے اسباب کی تلاش میں سرگرداں و پریشان تھے۔ اتفاق سے ادھر جا نکلے اور یہ تلاوت قرآن سُن کر اسباب مذکورہ کی تلاش میں کامیاب ہوگئے اور قرآن کا اعجاز دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں :

۴۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس ایک اور مرتبہ داعی جنات حضور ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور حضور ﷺ نے جنوں کے سامنے قرآن پڑھا، جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان کیا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان کے آثار دیکھے اور ان کی آگ کے آثار دیکھے تھے۔ واللہ اعلم

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دونوں واقعے محفوظ کئے اور دونوں کو اکٹھے روایت کیا۔

وادیٔ نخلہ کا واقعہ

قصۂ اولیٰ : اس میں جس کی ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعلی حافظ نے، ان کو عبدان اہوازی نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابواحمد زبیری نے، ان کو سفیان نے عاصم سے، ان کو زر نے عبداللہ سے۔ انہوں نے کہا کہ جنات اُترے تھے نبی کریم ﷺ کے پاس، حالانکہ وہ قرآن پڑھ رہے تھے وادی نخلہ کے پیٹ میں۔ جب انہوں نے قرآن سُنا تو کہنے لگے چپ ہو جاؤ۔ پھر بولے رُک جاؤ اور وہ لوگ سات افراد تھے۔ ایک ان میں سے زوبعہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس لئے یہ آیت اُتاری :

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا .... اِلٰى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔

(سورۃ احقاف : آیت ۲۹۔۳۱)

۲۔ ہمیں خبر دی عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے بطور املاء، ان کو ابوعمرو مستملی نے، ان کو ابوقدامہ عبیداللہ بن سعید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابواسامہ نے مسعر سے، اس نے معن سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسروق سے پوچھا، کس نے آگاہ کیا رسول اللہ ﷺ کو اس رات، جس رات انہوں نے قرآن سُنا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے حدیث بیان کی تھی آپ کے والد نے یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ بے شک شان یہ ہے کہ ان کو آگاہ کیا تھا ان کے بارے میں درخت نے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے صحیح میں ابوقدامہ سے۔ (فتح الباری ۷/۱۷۱، مسلم ص ۳۳۳)

قصۂ ثانیہ : بس اس میں جس میں ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن جعفر نے، ان کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، ان کو میرے والد نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم نے، ان کو داؤد نے شعبی سے اور ابن ابوزایدہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داؤد نے شعبی سے، اس نے علقمہ سے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا لیلۃ الجن میں کوئی ایک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ لیکن ہم لوگوں نے ان کو ایک رات مکے میں موجود نہیں پایا تھا۔ ہم لوگوں نے سوچا کہ خفیہ طور پر شاید آپ قتل ہو گئے ہیں یا اُچک لئے گئے ہیں یعنی انہیں جن لے اُڑے ہیں یا کیا ہو گیا ہے؟ کہتے ہیں کہ اس رات ہم نے بدترین رات گزاری تھی، جیسے کوئی قوم بُری رات گزارتی ہے۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی یا کہا تھا کہ جب ہم سحر کے قریب ہوئے۔ ہم لوگ اسی پریشانی میں پڑے ہوئے تھے دیکھا تو اچانک آپ ﷺ غار حرا سے آ رہے ہیں۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم لوگ پریشان ہیں۔ وہ پریشانی انہوں نے ذکر کی جس میں وہ واقع تھے۔ حضور ﷺ نے بتایا بے شک حالت یہ ہے کہ میرے پاس جنوں کا داعی (بلانے والا، دعوت دینے والا) آیا تھا میں ان کے پاس گیا ہوا تھا۔ میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا۔ فرمایا کہ وہ چلا گیا۔ اُس نے ہمیں اپنے آثار دکھائے اور اپنی روشنیوں اور آگ کے آثار دکھائے۔

کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے

وہ کہتے ہیں کہ شعبی نے کہا ہے، جنوں نے حضور ﷺ سے کھانے کا سامان خرچ مانگا۔ ابن ابوزائدہ نے کہا کہ عامر کہتے ہیں اس رات انہوں نے حضور ﷺ سے کھانے کا سامان مانگا۔ وہ لوگ جزیرے کے جنوں میں سے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر ہڈی جس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھری ہوئی ملے گی یا گوبر، لید، گھاس ہوگا تمہارے مویشیوں کے لئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (اس لئے) تم لوگ ان دونوں چیزوں کے ساتھ استنجاء نہ کیا کرو۔ یہ تمہارے جن (مسلمان) بھائیوں کا سامان (رزق) ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے علی بن حجر سے، اس نے اسماعیل بن علیہ سے اور صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں تھے لیلۃ الجن کے اندر بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت تھے جب حضور اس کو اور کچھ دیگر لوگوں کو ساتھ لے گئے تھے۔ اور ان کو جنوں کے آثار اور ان کی آگ وغیرہ کے آثار دکھائے تھے۔ اور تحقیق دیگر کئی وجوہ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ اس رات حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالحسین عبیداللہ بن محمد بن بلخی نے بغداد میں اپنی اصل کتاب سے۔ ان کو ابواسماعیل محمد بن اسماعیل سلمی نے، ان کو ابوصالح عبداللہ بن صالح نے، ان کو لیث بن سعد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے لیث بن سعد نے، ان کو یونس بن زید نے، ان کو ابن شہاب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے ابوعثمان بن سنۃ خزاعی نے، یہ اہل شام میں سے ایک آدمی تھے۔ انہوں نے سنا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا اس وقت آپ مکہ میں تھے۔ جو شخص تم میں سے پسند کرے آج رات کہ وہ جنوں کے معاملے میں موجود رہے، وہ ضرور کرے۔ مگر میرے سوا ان میں سے کوئی بھی حاضر نہ ہوا۔ چنانچہ ہم لوگ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم بالائی مکہ میں پہنچ گئے۔ میرے لئے اپنے پیر سے ایک لکیر کھینچ دی۔ پھر مجھے فرمایا کہ میں اس کے اندر بیٹھ جاؤں، اس کے بعد حضور ﷺ چلے گئے اور جا کر کھڑے ہو گئے اور قرآن مجید کھول لیا۔ بس کچھ کالی کالی بہت ساری چیزوں نے ان کو چھپالیا جو میرے اور حضور ﷺ کے درمیان حائل ہو گئی تھیں اس قدر کہ میں حضور ﷺ کی آواز نہیں سن پا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ سب چلے گئے، پھر کٹنا اور جدا جدا ہونا شروع ہوئے بادلوں کے ٹکڑوں کی مثل جاتے رہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک گروہ باقی رہ گیا۔ حضور ﷺ فجر کے وقت فارغ ہوئے۔ آپ وہاں سے چلے اور ظاہر ہوئے، میرے پاس آئے۔ فرمانے لگے کہ اس گروہ میں کیا کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ لوگ یہ ہیں۔ حضور نے فرمایا ہڈیاں اور لید ان کو دیں خصوصاً بطور زادراہ کے یا بطور خوراک کے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے منع کر دیا کہ کوئی بندہ کسی طرح ہڈی یا اُپلے کے ساتھ استنجاء نہ کیا کرے۔

مصنف امام بیہقی فرماتے ہیں :

حدیث صحیح میں حضور ﷺ کا قول احتمال رکھتا ہے۔ مَا صَحِبَہٗ مِنَّا اَحَدٌ کہ ہم میں سے کوئی حضور ﷺ کے ساتھ نہیں گیا تھا یہ مراد ہو کہ ان کے سامنے قرآن کی قراءت کرنے کے لئے جاتے وقت کوئی نہیں گیا تھا۔ مگر یہ بات ہے کہ اس حدیث میں جو مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو جنوں کی طرف جانے کی اطلاع دی تھی اور بتلایا تھا، یہ مخالف ہے اس روایت کے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے ایک رات موجود پایا تھا، یہاں تک کہہ کہا گیا کہ یا تو خفیہ قتل ہو گئے ہیں یا جنات نے ان کو اُچک لیا ہے۔ یہ توجیہ کی جائے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کو موجود نہیں پایا تھا وہ الگ ہوں اور جن کو حضور ﷺ کے جانے کا علم تھا وہ دوسرے ہوں۔ واللہ اعلم

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن حلمی نے اور ابونصر بن قتادہ نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے ابومحمد یحییٰ بن منصور قاضی نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بوبخی نے، ان کو روح بن صلاح نے، ان کو موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے والد سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے پیچھے چلے آنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت پندرہ افراد، بھائیوں کی اولاد چچازاد رشتوں کے حامل آج رات میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کے سامنے قرآن پڑھوں گا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چلا اس جگہ کی طرف جو حضور ﷺ ارادہ رکھتے تھے۔ حضور نے میرے لئے ایک لکیر کھینچ دی تھی اور مجھے اس کے اندر بٹھا دیا اور مجھے حکم دیا کہ اس کے باہر نہ نکلنا۔ چنانچہ رات بھر میں اس حصار میں رہا، حتیٰ کہ حضور ﷺ خود میرے پاس آئے سحر کے وقت۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی۔ حائل اور اُبلہ اور کوئلہ۔ مجھے فرمایا جب آپ قضاء حاجت کے لئے جائیں تو ان میں سے کسی شی کے ساتھ استنجاء نہ کرنا۔ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے سوچا کہ میں یہ جانوں گا اپنے علم میں کہ حضور ﷺ کس جگہ پر تھے۔ چنانچہ میں گیا تو میں نے اُونٹ بٹھانے کی جگہ سات اُونٹ دیکھے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے ، ان کو محمد بن عبدالملک واسطی نے ، ان کو یزید نے ، وہ ابن ہارون ہیں ان کو سلیمان تیمی نے ، ان کو ابوعثمان نہدی نے یہ کہ ابن مسعود ﷛ نے راستے میں زط (جٹ) دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ جاٹ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ان کے مشابہ تو جن دیکھے تھے۔ لیلۃ الجن کے اندر اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے آخرین میں ، ان کو ابوالعباس اصم نے ، ان کو عباس ﷛ بن محمد دوری نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عثمان بن عمر نے مستمر بن ریان سے ، اس نے ابوالجوزاء سے ، اس نے عبداللہ بن مسعود سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا لیلۃ الجن میں ، حتیٰ کہ حضور ﷺ جب مقام حجون پر آئے میرے لئے انہوں نے لکیر کھینچ دی (کہ اس کے اندر بیٹھے رہنا باہر نہ نکلنا) اس کے بعد وہ ان کی طرف چلے گئے۔

جنوں نے حضور ﷺ کے پاس ازدحام اور بھیڑ کر دی ان کے سردار (اسے وردان کہتے تھے) نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں ان کو آپ سے ہٹاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک میں جو ہوں مجھے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اللہ سے (یعنی اللہ کی گرفت سے)۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن داؤد علویؒ نے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ان کو محمد بن حسین قطان نے ، ان کو ابوالازہر احمد بن ازہر نے ، ان کو مروان بن محمد نے ، ان کو زہیر بن محمد بن منکدر نے ، اس نے جابر بن عبداللہ سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الرحمٰن پڑھی لوگوں کے سامنے تو لوگ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے تو جن اچھے تھے کہ ان کا جواب بڑا خوبصورت تھا۔ جب میں نے ان کے سامنے یہ سورۃ پڑھی تھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تو انہوں نے جواب دیا ، وَلَا بِشَیْءٍ مِنْ اٰلآئِكَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی شئ کی تکذیب نہیں کریں گے۔

(۸) ہمیں حدیث بیان کی امام ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے ، ان کو خبر دی ابوالحسن محمد بن عبداللہ دقاق نے ، ان کو محمد بن ابراہیم بوشجی نے ، ان کو ہشام بن عمار دمشقی نے ، ان کو ولید بن مسلم نے زہیر بن محمد عنبری سے ، اس نے محمد بن منکدر سے ، اس نے جابر بن عبداللہ سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الرحمٰن پڑھی ، حتیٰ کہ اس کو ختم کر لیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا ہوا؟ میں تم لوگوں کو خاموش دیکھ رہا ہوں؟ تم سے تو جن بھی بہتر جواب دے رہے تھے۔ جب بھی میں نے یہ پڑھا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن تو انہوں نے جواب دیا وَلَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی بھی چیز کی تکذیب نہیں کریں گے۔ ہر تعریف تیرے لئے ہے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے ، ان کو جعفر رزاز نے ، ان کو احمد بن خلیل برجلانی نے ، ان کو ابونضر ہاشم بن قاسم نے ، ان کو حدیث بیان کی مسعودی نے قتادہ سے ، اس نے ابوالملیح ہذلی سے کہ اس نے لکھا ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود ﷛ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں پر کس جگہ قراءت کی تھی۔ اس نے ان کی طرف سے جواب لکھا کہ حضور ﷺ نے جنات کے سامنے ایک گھاٹی میں قرآن کی تلاوت کی تھی۔ جس وادی کو حجون کہتے ہیں۔

ہڈی اور اُپلے میں جنات کی خوراک .... (۱۰) ہمیں خبر دی ابوعمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیل نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی حسن بن سفیان نے ، ان کو سوید بن سعید نے ، ان کو عمرو بن یحییٰ نے ان کے دادا سعید بن عمرو سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ﷛ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتے تھے لوٹا پانی لے کر حضور ﷺ کے وضو کے لئے اور ضرورت کے لئے ۔ حضور ﷺ کو ایک دن اس نے پا لیا تو آپ نے پوچھا کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں ابوہریرہ ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پتھر لے آؤ میں ان کے ساتھ استنجاء کروں گا۔ میرے پاس ہڈی اور اُپلہ نہ لانا۔ چنانچہ میں اپنے کپڑے میں پتھر لے آیا ، میں نے حضور ﷺ کے پہلو میں رکھ دیئے ۔ آپ جب فارغ ہو کر اُٹھے

میں ہی آپ کے پیچھے پیچھے آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے آپ نے ہڈی اور اُپلے سے منع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا ایک وفد آیا تھا۔ نصیبین میں سے، انہوں نے مجھ سے خوراک طلب کی تھی، میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ نہ گزریں کسی اُپلے کے ساتھ نہ ہی ہڈی کے ساتھ مگر وہ ان کو طعام پائیں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں موسیٰ بن اسماعیل سے، اس نے عمرو سے۔ (بخاری باب ذکر الجن ص ۳۸۶۰)

باب ۴۷

اُس وجہ کا بیان جس سے کاہنوں کی باتیں سچی ہو جایا کرتی تھیں

پھر اس بات کا بیان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے ظہور کے ساتھ ہی وہ وجہ اور وہ اسباب ختم ہو گئے یا اس میں سے زیادہ تر ختم ہو گئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ لَّا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۔ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۔ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۔

(سورۃ صافات : آیت ۶۔۱۰)

بے شک ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں کی رونق کے ساتھ آراستہ کر دیا ہے۔ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے لئے وہ ملاء الاعلیٰ کی طرف کان نہیں لگا سکتے (کچھ خبریں سُن کر چُرانے کے لئے)۔ بلکہ ہر طرف سے ان کو پتھر مارے جاتے ہیں، ہانکے جاتے ہیں (اوپر کی مجلس سے سُن نہیں سکتے)۔ اور ان کے لئے عذاب ہے ہمیشہ والا۔ ہاں مگر جو کوئی خبر اُچک لیتا ہے تو اس کے پیچھے لگتا ہے دہکتا ہوا شعلہ۔

نیز ارشاد باری ہے :

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ ۔

(سورۃ ملک : آیت ۵)

اور البتہ تحقیق ہم نے آراستہ کر دیا ہے قریب آسمان کو بڑے بڑے چراغوں کے ساتھ اور ہم نے ان کو شیطانوں پر سنگ باری کا ذریعہ بنایا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِيْنَ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ ۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۔ (سورۃ حجر : آیت ۱۶۔۱۸)

البتہ تحقیق ہم نے آسمان میں بڑے بڑے برج بنا دیئے ہیں اور ہم نے آسمان کو آراستہ کر دیا ہے دیکھنے والوں کے لئے اور ہم نے اس کو محفوظ کر دیا ہے ہر شیطان مردود سے مگر کوئی شخص کوئی سنی ہوئی بات چُرانا چاہتا ہے تو ظاہر شعلہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

نیز جنوں کی طرف خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۔ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۔ (سورۃ جن : آیت ۸۔۹)

بے شک ہم لوگوں نے (شیاطین وجنات نے) آسمان کو (بلندی کو) چھوا ہے۔اور ہم نے اس کو انتہائی سخت گیر محافظوں سے اور شہابوں ،شعلوں سے بھرا ہوا پایا ہے (جبکہ اس سے قبل) ہم لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے۔اس میں سننے کے لئے۔ بیٹھنے کی خاص جگہوں پر اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لئے پہلے سے شہاب اور شعلے کو منتظر پاتا ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران العدل نے بغداد میں، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور رمادی نے، ان کو عبدالرزاق نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے، اس نے یحیٰی بن عروہ بن زبیر سے، اس نے عروہ بن زبیر سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں :

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بے شک کاہن (غیب کی خبریں بتانے والے) تحقیق ہم لوگوں کی باتیں بتایا کرتے تھے اور وہ سچ ہو جایا کرتی تھیں اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہ بات حق اور سچ میں سے ہوتی تھی جس کو جن اُچک لیتے تھے۔اور اس کو اپنے دلی اور دوست کاہن کے کان میں ڈال دیتے تھے۔وہ کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو سے زیادہ جھوٹی خبریں اضافہ کر دیتا تھا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبد ابن حمید سے، اس نے عبدالرزاق سے۔اور بخاری نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے معمر سے۔

(بخاری۔حدیث ۵۷۶۲)

آسمانی فیصلہ پہنچانے کی کیفیت .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، کہا ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ بشر بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حمیدی نے، ان کو سفیان نے، ان کو عمرو بن دینار نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ہے عکرمہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوہریرہ ؓ سے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس وقت اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے آسمان میں فرشتے اپنے پروں کو جھکا دیتے اللہ کے فرمان کے آگے جھکنے کے لئے (تو اس سے ایک خاص آہٹ یا کھنک پیدا ہوتی ہے آسمانوں میں)۔ جیسے کہ زنجیر گرتی ہے صاف پتھر پر جب ان کے دلوں میں خاص رعب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے، تو وہ ان کو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ نے حق اور سچ فرمایا ہے اور وہ بلند مرتبہ اور بہت بڑا ہے۔ چنانچہ اس امر کو ان کے بعض کے اُوپر ہونے کی کیفیت بیان کی۔

انہوں نے کہا کہ اُوپر والا بات سُن کر نیچے والے کو بتاتا ہے پھر نیچے والا اپنے نیچے والے کو بتاتا ہے، حتیٰ کہ آخری اس خبر کو پہنچاتا ہے ساحر کی یا کاہن کی زبان پر بسا اوقات اس کو شہاب ثاقب پالیتا ہے کاہن تک پہنچنے سے قبل۔اور کبھی وہ شہاب کے پہنچنے سے قبل اس کو پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ پھر لوگ کہتے ہیں کہ اس کاہن نے ہمیں بتایا نہیں تھا کہ فلاں فلاں دن ایسے ایسے ہوگا؟ اب وہ کلمہ تو سچ ہوتا تھا جو آسمان سے سُنا ہوا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں حمیدی سے۔(بخاری۔حدیث ۴۷۰۱)

شہاب ثاقب کی وجہ .... (۳) ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ الحافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن ولید بن مزید نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو اوزاعی نے، ان کو ابن شہاب نے علی بن حسین سے، اس نے ابن عباس ؓ سے وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ایک آدمی نے انصار میں سے کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک ستارہ پھینکا گیا اس سے روشنی نکلی (یا شعلہ نکلا) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم لوگ جاہلیت میں (اسلام سے قبل) کیا کہتے تھے جب اس کی مثل مارا جاتا تھا لوگوں نے کہا،

اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، ہم لوگ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے۔ اور آج رات کوئی عظیم آدمی مرا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ نہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ ہی کسی کی پیدائش پر، بلکہ ہمارا ربّ جس وقت کسی معاملے کا فیصلہ فرماتا ہے تو عرش الٰہی کو اُٹھانے والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے فرشتے تسبیح کرتے ہیں جو ان کے قریب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اس تسبیح کا تسلسل آسمان سے دنیا والوں تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد وہ فرشتے پوچھتے ہیں جو حاملین عرش کے قریب ہیں تمہارے ربّ نے کیا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا اس طرح آسمانوں والے بعض ان کے بعض سے پوچھتے ہیں اور یوں وہ خبر اہل آسمان سے دنیا تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ جن اسی سُنی ہوئی بات کو اُچک لیتا ہے پھر وہ جنات اس خبر کو اپنے دوستوں (یعنی کاہنوں اور ساحروں) کے پاس پھینک دیتا ہے۔ جس قدر وہ لاتے ہیں وہ بات سچ ہوتی ہے مگر وہ لوگ اس میں جھوٹ ملا لیتے ہیں، اور اضافہ کر لیتے ہیں۔

اور یونس بن یزید کی ایک روایت میں ہے زہری سے کہ وہ لوگ اس میں جھوٹ ملا لیتے ہیں اور اس کو زیادہ کر لیتے ہیں۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں ولید بن مسلم کی حدیث سے، اس نے اوزاعی سے اور اس کو محمد بن اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے زہری سے، اس نے اس خبر میں کہا ہے، پھر بے شک اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے شیاطین کو اوپر کی خبر سُننے سے ان ستاروں کے ذریعے سے۔ بس کہانت اب منقطع ہوگئی ہے ختم ہوگئی ہے، اب کوئی کہانت نہیں ہے۔

اور اس کو معمر نے روایت کیا ہے زہری سے اور اس نے اس کے آخر میں کہا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ کیا دور جاہلیت میں یہ ستارے یوں پھینکے جاتے تھے؟ اس نے کہا جی ہاں، میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو جنوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۔ (سورۃ جن : آیت ۹)

ہم لوگ مخصوص ٹھکانوں پر سُننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے جو شخص اب کان لگاتا ہے وہ اپنے لئے پہلے سے شہاب پاتا ہے۔

تو زہری نے بتایا کہ سختی کردی گئی تھی اور اس کا معاملہ سخت ہوگیا جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔

نگران اور شہاب پہلے بھی ہوتے تھے۔ مگر خبریں چُرانے والوں کے خلاف بعثت محمدی کے بعد استعمال ہونا شروع ہوئے

(۴) ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ حافظ سے، ان کو محمد بن ابراہیم بن فضل نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبدالرزاق نے معمر سے، اس نے زہری سے اس نے علی بن حسین سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے تھے۔ اچانک ایک ستارہ پھینکا گیا اور روشنی پھیلی۔

پھر راوی نے ذکر کیا مفہوم حدیث اوزاعی کا۔ اس کے بعد معمر نے زہری سے ذکر کیا کہ بہ ظاہر کتاب کے موافق ہے کیونکہ اس نے جنوں کی طرف سے خبر دیتے ہوئے کہا ہے :

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۔ (سورۃ جن : آیت ۵)

ہم آسمان کو چھوتے تھے اور ہم اس کو شدید نگرانوں اور شہابوں سے بھرا ہوا پاتے تھے، ہم مخصوص جگہوں پر جا کر بیٹھا کرتے تھے مگر اب جو بھی سُنتا ہے وہ اپنے لئے شہاب منتظر پاتا ہے۔

پس جنوں نے یہ خبر دی ہے کہ آسمان کی نگرانی میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس کے شہاب بھی زیادہ کر دیئے گئے ہیں، یہاں تک کہ وہ نگرانوں اور شہابوں سے بھر گیا ہے۔

تو یہ دلیل ہے اس امر کی یہ اس سے قبل بھی اس میں نگران موجود تھے اور شہاب بھی ان کے ساتھ تیار تھے اور شہاب عربی زبان میں سلگائی ہوئی آگ کو کہتے ہیں یعنی شعلہ۔

بہر حال وہ حدیث جس کی ہمیں خبر دی ابو عمرو ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر اسماعیلی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو یعلیٰ نے، ان کو شیبان بن فروخ نے، ان کو ابو عوانہ نے ابو بشر سے، اس نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے، اس نے ابن عباس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے جنوں کے سامنے پڑھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ بلکہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت میں روانہ ہوئے تھے۔ ادھر شیاطین نے اپنی قوم کی طرف مراجعت کی تھی اور کہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے تمہارے لئے ہمارے اور آسمانی چیزوں کے درمیان رکاوٹ کر دی گئی ہے اور ہمارے اوپر شعلے (شہاب) چھوڑے گئے ہیں۔ ان کی قوم والوں نے کہا یہ امر ایسے نہیں ہے بلکہ کوئی نئی بات پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا تم لوگ دھرتی کی تمام مشرقیں اور مغربیں چھان مارو (وہ لوگ نئے امر کی تلاش میں نکل گئے)۔

بازار عکاظ میں جنّات سے ملاقات .... لہٰذا جنات کا وہ گروہ جو تہامہ کی طرف روانہ ہوا تھا وہ گروہ کھجوروں کے جھنڈ کے پاس سے گزرا ادھر حضور ﷺ (اتفاق سے) اسی جگہ صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ کیونکہ آپ بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے (جنوں کو اسی جگہ حضور ﷺ کا قرآن سُننا نصیب ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہ جنوں کو سُنایا، نہ دیکھا بلکہ اللہ نے وحی میں سورۂ جن نازل کر کے آپ کو اطلاع دی)۔ جب جنوں نے سُنا تو اس طرف انہوں نے خوب کان لگایا انہوں نے (خود ہی) کہا یہی ہے وہ چیز جو ہمارے اور آسمانی چیزوں کے درمیان حائل اور رکاوٹ بنی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور کہنے لگے، اے ہماری قوم ہم نے بہترین اور عجیب قرآن سُنا ہے جو رُشد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں۔ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی طرف وحی کی :

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے توجہ سے قرآن سُنا۔ الخ

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں شیبان بن فروخ سے۔ اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے مسدد وغیرہ سے۔

(فتح الباری ۶۶۹/۸۔ مسلم ۳۳۱/۱)

تحقیق ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ معاملہ شروع شروع کا ہے جب انہوں نے اس کو جانا تھا۔ بہر حال ان کا یہ کہنا کہ ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ہو گئی ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ چوکیداروں، محافظوں اور شہابوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

(۵) اسی طرح وہ روایت بھی ہے جس کی خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو سے، اس نے اپنے والد سے، ان سے سعید بن جبیر نے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے شک شیاطین آسمانوں میں چڑھ جاتے تھے اور وحی کا کوئی کلمہ سُن لیتے تھے۔ پھر اس کو لے کر زمین پر اُتر آتے تھے اور اس کے ساتھ نو حصے اضافہ کر لیتے تھے۔ لہٰذا زمین والے اس کلمہ کو جس میں ایک سچ اور جھوٹ پا لیتے تھے۔ ہمیشہ یہی کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے محمد ﷺ کی بعثت فرما دی۔ لہٰذا وہ لوگ ان ٹھکانوں سے روک دیئے گئے۔

پھر انہوں نے یہ ابلیس سے ذکر کی، اس نے بتایا کہ زمین پر کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے ان کو تلاش کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پا لیا کہ وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے پاس۔ انہوں نے خود ہی کہا اللہ کی قسم یہی نئی چیز ہے۔ اور بے شک وہ پتھر مارے جاتے تھے جس وقت تم سے کوئی ستارہ چھپ جائے۔

تحقیق وہ اس شیطان کو پالیتا ہے۔ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اس کو قتل نہیں کرتا بلکہ اس کے منہ کو جلا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اور پہلو کو۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو عبدالرحمٰن بن حسن قاضی نے، ان کو ابراہیم نے حسین نے، ان کو آدم بن ابوایاس نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو عطاء بن سائب نے، ان کو سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں :

حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ۔ (سورۃ سبا : آیت ۲۳)

نہیں کوئی فائدہ دے گی اس کے پاس کوئی سفارش مگر جس کے لئے وہ اجازت دے۔ حتیٰ کی جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ اُٹھائی جائے گی تو وہ پوچھیں گے تمہارے نبی نے کیا فرمایا تھا۔ وہ جواب دیں گے حق اور سچ کہا تھا۔ وہ سب سے اُوپر ہے بڑا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنوں کے ہر قبیلے کا آسمان پر ایک ٹھکانہ تھا۔ جہاں سے وہ وحی سُنتے تھے اور جب وحی اُترتی تھی تو ایسی آواز پیدا ہوتی تھی اور سُنی جاتی تھی جیسے صاف پتھر پر زنجیر کو کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جس اہل آسمان پر ہو نازل ہوتی وہ سُن کر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ اُٹھائی جاتی تو وہ پوچھتے کہ تمہارے ربّ نے کیا کہا ہے؟ آگے ان کو جواب ملتا ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے اور سچ ہے اور اللہ بلند تر ہے اور بہت بڑا ہے۔ پھر وہ فرشتے ذکر کرتے ہیں کہ فلاں سال یہ ہوگا، فلاں سال وہ ہوگا۔ لہٰذا جن اس بات کو سُن لیتے اور جا کر اس بات کی خبر کاہنوں کو دیتے اور کاہن لوگوں کو بتاتے کہ ایسے ہوگا، ایسے ہوگا اور حقیقت میں ایسا ہی ہو جاتا۔

جنات خبروں کی تلاش میں .... جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو بھیجا تو وہ جنات بھگا دیئے گئے۔ عربوں نے کہا جب جنوں نے ان کو خبر نہ دی ان باتوں کی کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے جو آسمانوں میں تھا۔ چنانچہ اُونٹوں والوں نے روزانہ ایک اُونٹ بطور قربانی اور خیرات کے ذبح کیا۔ گائے بیل والوں نے ایک گائے بیل ذبح کیا، بکریوں والوں نے ایک بکری روزانہ ذبح کی۔ انہوں نے جلدی سے اپنے مالوں کی قربانی کی۔ قبیلہ ثقیف والوں نے کہا وہ سارے عرب میں زیادہ عقل مند تھے۔ لوگو اپنے مال اپنے پاس روک کر رکھو۔ بے شک آسمانوں میں جو ہے وہ مرا نہیں ہے، یہ کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے اپنی نشانیوں اور رفعتوں کو آسمانوں میں ستاروں میں جیسے تھیں ویسے ہیں چاند سورج بھی، ویسے ہیں دن رات بھی۔ کہتے ہیں کہ ابلیس نے کہا، زمین پر کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ تم لوگ میرے پاس ہر سرزمین کی مٹی لے آؤ۔ چنانچہ جنات مٹی لے گئے۔ وہ ان کو سونگھ کر رکھتا گیا جب اس نے مکہ کی مٹی سونگھی تو بولا یہیں سے کوئی نئی چیز پیدا ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ تلاش میں نکل پڑا۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہو چکی ہے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابونصر بن قتادہ نے، ان کو منصور نصروی نے، ان کو احمد بن نجدہ نے، ان کو سعید بن منصور نے، ان کو خالد بن حصین نے، ان کو عامر شعبی نے، وہ کہتے ہیں کہ ستارے نہیں مارے جاتے تھے پھینکے جاتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے محمد ﷺ کو بھیجا اور وہ ستارے پھینکے جانے لگے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مویشیوں کو ذبح کیا، اپنے غلاموں کو آزاد کیا۔ اسی اثناء میں عبدیالیل نامی شخص نے کہا کہ تم لوگ دیکھو اگر ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے وہ لوگوں کے فنا ہونے کے وقت ہوتے ہیں تو واقعی سچ ہے اور اگر وہ ایسے نہیں معلوم ہوتے تو یہ کسی نئے امر کی وجہ سے ہے جو پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے غور کیا تو وہ ویسے محسوس نہ ہوئے۔ تو انہوں نے کہا لوگو رک جاؤ، تھوڑے سے ٹھہرے تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر آ گئی۔

(۸) بہر حال وہ حدیث جس کی خبر ہمیں ابو عبداللہ حافظ نے دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن کامل قاضی نے، ان کو خبر دی محمد بن سعد بن محمد عوفی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو عمر بن حسین بن حسن بن عطیہ نے، ان کو ان کے والد نے اپنے والد عطیہ بن سعد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور محمد ﷺ کی فترۃ یعنی بیچ کے خالی زمانے میں آسمانِ دنیا کی حفاظت اور نگرانی نہیں کی جاتی تھی۔ جنات بیٹھنے کے مخصوص ٹھکانوں پر کچھ سُننے کے لئے بیٹھتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو بھیجا تو آسمان سخت محفوظ کر دیا گیا اور شیطانوں کو ستارے مار کر سنگساری کی گئی۔ انہوں نے انکار کیا اس ہدایت کا اور کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ اہل زمین کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا بھلائی کا۔

ابلیس نے کہا زمین پر کوئی غیر معمولی واقعہ رُونما ہوگیا ہے۔ چنانچہ تمام جنات اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے کہا کہ زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے خبر دو کہ یہ کیا خبر ہے جو آسمان میں پیدا ہوگئی ہے۔ پہلا دستہ بھیجا گیا، وہ نصیبین میں سے تھا وہ اشراف جنوں میں سے تھا اور ان کے سرداروں میں سے تھا، ان کو تہامہ کی طرف بھیجا گیا تھا، وہ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ وہ جس وادی میں پہنچے وہ وادی نخلہ تھی۔ انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کو نماز کی حالت میں پایا جو وادی نخلہ میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ جن آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہیں، وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب قراءت پوری ہوگئی یعنی نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے یعنی مؤمن ہو کر۔

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ابو بشر سے ثابت ہے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے جس کے ساتھ عطیہ عوفی منفرد ہے۔ اور یہ آپ کا قول ہے یہ آسمان دنیا نگرانی نہیں کیا جاتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے عہد کے درمیان وقفے ہیں۔ اور یہ بات روایت کی گئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور احتمال ہے کہ اس سے مراد ہو کہ وہ شدید نگرانی نہیں کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوگئی۔ لہٰذا وہ سخت نگرانوں سے بھر دیا گیا اور شہابوں سے۔ واللہ اعلم (ابن ہشام ۲/۳۱۔ عیون الاثر ۱/۱۷۱)

باب ۷۵

ایک جن کا دوسرے جنّ سے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع کرنا

اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں جو آوازیں سُنی گئیں

مگر آوازیں دینے والا نظر نہ آیا

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے ''المستدرک'' میں، ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ربیع بن سلیمان نے، ان کو عبداللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی عمر بن محمد نے کہ سالم بن عبداللہ نے، اس کو حدیث بیان کی ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں نہیں سُنا تھا میں نے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے جو کہتے ہوں کسی شیء کے لئے ہرگز کہ بے شک میں البتہ گمان کرتا ہوں ایسے ایسے، مگر ویسے ویسے ہو جاتا ہے۔

(ازمترجم) یعنی اس کا مطلب ہے کہ حضرت عمر محدثین اور ملہمین میں سے تھے مُلْہِمْ اِلْہَامْ شُدَہْ وہ ہوتا ہے جس کے دل میں ایک چیز ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس کے ذریعے اپنی ضرورت سے اور محسوس کر کے خبر دیتا ہے۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن عبداللہ بسطامی نے، اور ہمیں خبر دی ہے ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے، ان کو ابراہیم بن ہانی نے، ان کو رمادی نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو عبداللہ بن وہب نے عمر بن محمد سے کہ سالم نے ان کو حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سُنا عمر سے کہ وہ کہتے ہیں کسی چیز کے بارے میں کبھی کہ میں گمان کرتا ہوں ایسے مگر وہ ہی ہو جاتا ہے جیسے وہ گمان کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا جو کہ انتہائی خوبصورت تھا، انہوں نے کہا البتہ تحقیق میرے گمان نے خطا کی ہے یا یہ شخص جاہلیت میں اپنے دین پر تھا یا ان کا کاہن تھا۔ میرے پاس اس کو بلاؤ۔ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ میرا گمان غلط ہے یا تو جاہلیت میں اپنے دین پر تھا یا کاہن تھا۔ اس نے جواب دیا میں نے نہیں دیکھا کہ اس جیسا مسلمان مجھ کو ملا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ مجھے سچ سچ بتائیں گے جو کچھ میں نے پوچھا ہے۔ اس نے بتایا کہ جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کوئی حیران کی کن بات بتا جو تیرے پاس جنیہ خبر لائی ہو۔ اس نے بتایا کہ ایک دن میں بازار میں بیٹھا تھا میرے پاس وہ آئی میں اس میں گھبراہٹ اور پریشانی پہچان رہا تھا، وہ کہنے لگی :

الم تر الجن وابلاسها ۔۔۔ ویأسها بعد ابلاسها

وایاسها من امساکها ۔۔۔ ولحوقها بالقلاس واحلاسها

کیا دیکھا نہیں تو نے جن کو اور اس کے غمگین ہونے کو ۔ اور اس کے مایوس ہونے کو بعد شکستہ دل ہونے کے

اور اس کے نا امید ہونے کو اس کے مضبوط تھامنے کو ۔ اور اس کے اُوپر چھوڑنے والوں کے ساتھ جا ملنے سے اور وہاں رہ جانے سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سچ ہے ایک مرتبہ میں لوگوں الاؤں (لہو و بتوں) کے پاس سو رہا تھا اچانک ایک آدمی ایک بچھڑا لے کر آیا اور اس نے اس کو لا کر ذبح کیا بتوں کے پاس۔ بس اس سے ایک چیخنے والے نے چیخ ماری (اس کی آواز اس قدر شدید تھی) کہ میں نے اس سے زیادہ سخت زوردار آواز والا نہیں سُنا۔

وہ یہ کہہ رہا تھا :

یا جليح امر نجيح رجل يصيح بقول لا اله الا الله

اے جلیح کامیابی کا امر ہے ایک فصیح آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔

لوگوں نے یہ آواز سُنی تو اُچھل پڑے۔

میں نے کہا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا بلکہ اس کا پس منظر ضرور جانوں گا کہ یہ کون تھا۔ پھر اس نے یہی چیخ ماری، پھر میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا کہ کون یہ کہہ رہا ہے۔ پھر اس نے یہی آواز لگائی۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا میں نہیں مطمئن ہوا، یہاں تک کہ کہا گیا یہ محمد ﷺ نبی ہے۔

بخاری نے اس کو نقل کیا ہے یحییٰ بن سلیمان سے ابن وہب سے اسی طرح۔ (بخاری۔ حدیث ۳۸۶۶)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن محمد نے، ان کو حماد بن شاکر نے، ان کو محمد بن اسماعیل بخاری نے، ان کو یحییٰ ابن سلیمان نے، اس نے اس روایت کو ذکر کیا۔ اس روایت کا ظاہر یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بذات خود چیخ پکار کرنے والے کو سنا جو بچھڑے سے چیخ کر کہہ رہا تھا جو بچھڑا ذبح کیا گیا تھا۔ اور اسی طرح بات صریح مذکور ہے ایک ضعیف روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے اسلام کے بارے میں اور تمام روایات اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ اس کاہن نے خبر دی تھی اس خواب کے بارے میں اور اپنے سماع کے بارے میں۔ واللہ اعلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کاہن سے ملاقات .... (۴) ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو عثمان بن احمد بن عبداللہ المعروف بن سماک نے، ان کو ابوالاحوص محمد بن ہیثم قاضی نے، ان کو سعید بن کثیر بن عفیر نے، ان کو یحییٰ بن ایوب نے ابن الہاد سے، اس نے عبداللہ بن سلیم سے اس نے محمد بن عبداللہ بن عمرو نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اچانک انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا اور فرمانے لگے، تحقیق کہ اس وقت جو صاحب فراست ہوں میری رائے میں اگر نہ ہوں تحقیق یہ آدمی دیکھتا اور کہانت کے بارے میں کچھ کہتا ہے۔ اس کو میرے پاس بُلا لاؤ۔ انہوں نے بلا لیا اس کو۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ شام کے ملک سے۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے بتایا میں نے اسی گھر (بیت اللہ) کا ارادہ کیا تھا میں جونہی نکلا ہوں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کیا آپ مجھے ایک چیز کے بارے میں بتائیں گے جس کے بارے میں آپ سے پوچھوں؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ کہانت کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا آپ اس میں مجھے خبر دیجئے بعض ان چیزوں کے بارے میں جو آپ نے دیکھی ہیں۔ اس نے بتایا کہ بے شک میں ایک رات وادی میں تھا میں نے ایک چیخ کر پکارنے والے کی پکار سنی جو یہ کہہ رہا تھا ...... یا جلیح بڑی خطرناک خبر ہے وہ یہ ہے کہ ایک جوان چیخ کر کہہ رہا ہے لا الـه الا اللہ کہ اللہ کے سوا معبود (معبود ومشکل کشا) کوئی نہیں ہے۔ افسوس جنوں کے لئے بڑی مایوسی کی بات ہے اور انسانوں کے لئے بڑی دکھ کی بات ہے۔ قسم ہے گھوڑوں کی اور ان کی زین کی۔ تو میں نے سوچا کہ واقعی یہ تو وہی خبر ہے جس سے جن بھی مایوس ہو جائیں گے اور انسان بھی اس سے شکستہ خاطر ہو جائیں گے اور اس میں بڑے بڑے بہادر نا کام ہو جائیں گے۔ بس اس واقعے کو ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوگئی۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عباس بن ولید بن مزید نے، وہ کہتے ہیں کہ، مجھے خبر دی میرے والد نے ان کو ابن جابر نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابن مسکین انصاری نے، وہ کہتے ہیں ہمارے درمیان ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ان کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ انہوں نے اپنے رفقاء سے کہا میرے گمان کے مطابق جاہلیت میں یہ شخص کاہن تھا۔ پھر انہوں نے اس کی طرف ایک آدمی بھیج کر بلایا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ جاہلیت میں کاہن تھے؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں اب جاہلیت کے تذکرے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ عزوجل ہمارے پاس اسلام کو لے آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کاہن تھے؟ اس نے کہا اے اللہ تو گواہ ہے کہ میں واقعی کاہن تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ حیران کن بات کونسی ہے جو تیری جنیہ تیری شیطانہ تیرے پاس لائی تھی کیا تھی؟ اس نے کہا، اے اللہ تو گواہ ہے ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ کہنے لگی کہ کیا آپ نے شیطان کی طرف اور اس کے غمگین ہونے کی طرف نہیں دیکھا؟ اور اس کی اپنے عبادت کرنے والوں سے مایوسی نہیں دیکھی؟ اور اس کے اوپر چڑھنے والوں کے ساتھ جا ملنے اور ان کے ساتھ رہنے سے مایوسی کو نہیں دیکھا؟ اتنے میں حضرت عمرؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس نے بتایا کہ میں مکے گیا (یا حضرت عمرؓ نے کہا)۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ان بتوں کے ساتھ ایک بچھڑا ذبح کر رہا ہے۔ میں اس امید کے ساتھ وہاں رک گیا کہ مجھے اس میں سے کچھ گوشت مل جائے گا۔ جب ذبح کرنے والے نے بچھڑے کو ذبح کیا تو اس کے پیٹ سے کسی چیز نے آواز دی چیخ مار کر اور یوں کہا:

یا ال ذریح امر نجیح رجل یصیح یقول لا اله الا اللہ

کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرا دل کانپ اٹھا یہاں تک کہ میں گر گیا۔

مشرکین بچھڑا ذبح کرنے سے رک گئے ...... (۶) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن احمد ابن محمود یہ عسکری نے اہواز شہر میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عیسیٰ بن غیلان نرسی نے، ان کو ابوعمرو حاضر بن مطہر نے، ان کو معمر نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے لیث سے سنا وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے رزیق نے مجاہد سے، وہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنوغفار والوں نے ایک بچھڑے کو اپنے بتوں میں سے ایک بت کے اوپر چڑھاوے کے لئے ذبح کرنے کے لئے قریب کیا۔ وہ ابھی کھڑا کیا گیا تھا کہ اس نے چیخ ماری اے ال ذریح معاملہ بہت بڑا ہے ایک چیخنے والا چیخ رہا ہے فصیح سادہ زبان میں وہ مکے میں یہ پکار کر کہہ رہا ہے لا الـه الا اللہ۔ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اس کو ذبح کرنے سے رک گئے اور وہ اس معاملے کو دیکھنے اور غور کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔

معتمر نے کہا میں نے اس کے بارے میں حجاج بن ارطاۃ سے پوچھا اس نے کہا میں نے اس بارے میں مجاہد سے پوچھا اور مجھے حدیث بیان کی اس کے حصے کے ساتھ اور اس کو روایت کیا احمد بن حنبلؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بکیر برسانی سے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبید اللہ ابوزیاد نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ کثیر داری نے مجاہد سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ایک شیخ نے جس نے دور جاہلیت کو پالیا تھا اور ہم لوگ عزوہ رودس میں تھے۔ اس شیخ کو ابن عیسیٰ کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک خاندان کی گائیں ذبح کرتا تھا، میں نے اس کے پیٹ سے ایک آواز سنی اے ال ذریح قول فصیح ہے ایک آدمی پکار کر کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مکے میں آئے تو ہم نے نبی کریم ﷺ کو پالیا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر چکے تھے۔ یہ اس میں ہے جس کی خبر دی ہے ہمیں ابوعثمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابومحمد ازدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوبکر خفید نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، انہوں نے اس کا ذکر کیا اور کہا ابوعبدالرحمن عبداللہ نے یہ حدیث غریب ہے مگر اسناد اس کی جید ہے۔

سواد بن قارب کی کہانی
عین ممکن ہے کہ وہ کاہن جس کا حدیث صحیح میں نام مذکور نہیں ہے وہ یہی ہو

(۱) ہمیں خبر دی ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب مفسر نے اپنے اصل سماع (اور یادداشت سے) وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ صفار اصفہانی سے بصورۃ قراءۃ علیہ کے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر احمد بن موسیٰ حمار کوفی نے کوفے میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زیاد بن یزید بن بارویہ ابوبکر قصری نے، ان کو محمد بن تراس کوفی نے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر بن عیاش نے ابواسحاق سے، اس نے براء سے وہ کہتے ہیں کہ عمر ؓ بن خطاب منبر پر خطبہ دے رہے تھے اچانک انہوں نے کہا اے لوگو! کیا تم لوگوں میں سواد بن قارب موجود ہے؟ کہتے ہیں اس سال ان کو کسی نے جواب نہ دیا۔ جب اگلا سال آیا تو پھر انہوں نے کہا، لوگو! کیا تمہارے اندر سواد بن قارب موجود ہے؟ کہتے ہیں کہ کسی نے پوچھا اے امیر المؤمنین نہیں کیا ہوا سواد بن قارب کو؟ فرمایا کہ بے شک سواد بن قارب کے اسلام کا آغاز ایک عجیب چیز تھی۔ کہتے ہیں کہ ہم ابھی اسی اثنا میں تھے کہ اچانک سواد بن قارب نمودار ہوئے۔ کہتے ہیں دوست عمر نے ان سے کہا اے سواد! ہمیں ذرا اپنے اسلام کی ابتدا کے بارے میں سنایئے کہ کیسے ہوئی تھی؟

سواد نے کہا میں ہندوستان میں گیا ہوا تھا میرا ایک جن تھا جو مجھے خبریں لا کر دیتا تھا۔ کہتے ہیں میں ایک رات سو رہا تھا اچانک وہ خواب میں میرے پاس آیا، اس نے کہا کہ اٹھئے اور سمجھئے اور عقل میں رکھئے اگر آپ سمجھتے ہو۔ تحقیق ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے لؤی بن غالب میں۔ اس کے بعد اس جن نے شعر کہنا شروع کئے۔

سواد بن قارب کاہن کے جن کا
حضور ﷺ کی بعثت کے بارے میں اطلاع کرنا۔ اس کے اشعار

اس کے بعد اس نے شعر کہنا شروع کئے :

عجبت للجن وأنجاسها — وشدها العيس باحلا سها
تهوى الى مكة تبغى الهدى — ماموءمنوها مثل ارجاسها
فانهض الى الصفوة من هاشم — واسم بعينيك الحاراسها

مجھے حیرانی ہوئی جن پر باوجود اس کی ناپاکیوں کے ۔ اور اس کے سانڈ کو اس کی جھل کے ساتھ باندھنے پر
کہ وہ مکہ چلا گیا ہدایت کی تلاش میں ۔ اس جیسے ناپاک حالانکہ ایمان نہیں لاتے
اس نے (یہ ہدایت کی) آپ اٹھئے بنی ہاشم کے برگزیدہ نبوت کے پاس جایئے اور اپنی آنکھوں کو اس کی طرف ٹھنڈا کیجئے۔

اس کے بعد اس جن نے مجھے تنبیہ کی اور مجھے ڈرایا اور کہنے لگا، اے سواد بن قارب بے شک اللہ عزوجل نے ایک نبی بھیج دیا ہے آپ اُٹھئے اور اس کے پاس جایئے آپ ہدایت اور رشد یافتہ ہو جائیں۔ جب دوسری رات آئی پھر وہ میرے پاس آیا اور مجھے جگایا پھر اس نے کہا اسی طرح :

عجبت للجن و تطلا بها — و شدها العیس باقتا بها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ — لیس قُدًا ماها کا دنا بها
فانهض الی الصفوة من هاشم — واسم بعینیك الی نا بها

جب تیسری رات ہوئی تو پھر وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے جگایا پھر اسی طرح کہا :

عجبت للجن و تخبار ها — وشدها العیس باکوار ها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ — لیس ذوو الشر کا خیار ها
فا نهض الی الصفوة من هاشم — ماموٴمنوا الجن ککفار ها

میں حیران ہوں جن کے خبر دینے سے اور اُونٹ کو اس کے بالائی سے باندھنے سے کہ وہ مکے کی طرف ہدایت کی طلب میں پہنچا۔ درحقیقت شریر شرفاء جیسے نہیں ہوتے وہ بنو ہاشم کے برگزیدہ انسان کی طرف لپکا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایماندار جن کافر جنات جیسے نہیں ہوتے۔

کہتے ہیں کہ جب میں نے اس سے سُنا کہ وہ ایک کے بعد ایک رات بار بار مجھے کہہ رہا ہے تو میرے دل میں اسلام کی محبت واقع ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں جس قدر اللہ نے چاہا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے سامان پر آیا، میں نے اسے اپنی سواری پر باندھا۔ میں نے نو دن رات اس کا تنگ نہ کھولا نہ دوبارہ باندھا، یہاں تک کہ میں (مسلسل سفر کے) بعد حضور ﷺ کے پاس آ گیا۔ وہ اس وقت مدینے میں تھے اور لوگ ان پر مثل عرب الفرس کے تھے یعنی گھوڑے کی ایال کے بالوں کی طرح تھے)۔ جب حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا، مرحبا اے سواد بن قارب! ہم نے جان لیا ہے جو چیز آپ کو لے آئی۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے شعر کہے ہیں آپ مجھ سے سُنئے۔ سواد کہتے ہیں کہ میں نے کہا :

سواد بن قارب کے اشعار جو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی

اتانی رئی بعد لیل و هجعة — ولم یك فیما قد بلوت بكاذب
ثلاث لیال قوله كل لیلة — اتاك رسول من لؤی بن غالب
فشمرت عن ساقی الا زارو وسطت — بی الذعلب الوجناء عند السباسب
فا شهد ان اللّٰه لا شیئ غیره — وانك مامون علی كل غایب
وانك ادنی المرسلین شفاعة — الی اللّٰه یا بن الا كرمین الاطایب
فمرنا بما یأتیك یاخیر من مشیٰ — و ان كان فیما جاء شیب الذوایب
وكن لی شفیعًا یوم لاذو شفاعة — سواك بمغن عن سواد بن قارب

میرے پاس مجھے مشورہ دینے والا آیا ہے رات سو جانے کے بعد اور اس مشورہ دینے میں وہ جھوٹا بھی نہیں تھا۔ تین راتوں تک وہ آتا رہا روزانہ اس کی یہی ایک ہی بات ہوتی تھی کہ تیرے پاس لوئی بن غالب میں سے رسول آ چکا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنا تہہ بند اپنی پنڈلی سے اُٹھایا اور مجھے فربہ جسم تیز رفتار اونٹنی نے طویل مسافتیں طے کر کے آپ کی مجلس میں لا کھڑا کیا ہے۔ میں کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے

سوا کوئی باقی رہنے والا نہیں ہے اور آپ ہر خطرے سے محفوظ ہیں، امین ہیں ہر غیر موجود کے لئے۔ اور آپ رسولوں میں سے شفاعت کرنے کے قریب تر ہیں اللہ کے، اے شرفاء اور پاکیزہ نسب والے۔ لہٰذا آپ ہمیں اطمینان سے اس چیز کا حکم فرمائیں جو آپ کے پاس جبرئیل امین لے کر آتے ہیں۔ اگرچہ اس میں جوانی کو بڑھاپے میں بدل دینے والے (سخت احکامات) ہوں۔ اور آپ قیامت میں میرے شفیع بن جائیں جس دن کوئی سفارشی نہیں ہوگا آپ کے سوا سواد بن قارب کے کام آنے والا۔

سواد بن قارب کے اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ کا اظہارِ مسرت

حضور ﷺ یہ اشعار سن کر زور سے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی آخری داڑھیں (نواجذ) ظاہر ہوگئیں اور حضور ﷺ نے فرمایا تم کامیاب ہو اے سواد۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو مجلس میں بیٹھے تھے انہوں نے کہا اے سواد کیا آپ وہ مبشر جن ابھی بھی آپ کے پاس آتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جس وقت سے میں نے قرآن کی قراءت کی ہے جب سے وہ میرے پاس نہیں آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ (قرآن) جن کے عوض اور بدلے میں بہترین عوض ہے۔

یہ حدیث اسی اسناد کے ساتھ اسی طرح دوسری دو وجوہ سے بھی منقول ہے۔

(۲) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے اسماعیل بن احمد خلالی نے اور محمد بن عبداللہ بن محمد صبیح جوہری نے اور احمد بن محمد بن مبارک فقیہ ہروی نے اور بشر بن احمد اسفرائنی نے اور یہ الفاظ ہروی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابویعلیٰ احمد بن علی المعنی موصلی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن حجر سامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے علی بن منصور انباری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبدالرحمٰن وقاصی نے محمد بن کعب قرظی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس ایک آدمی گذرا۔ اس سے کہا گیا کہ کیا آپ اس گذرنے والے کو پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ سواد بن قارب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بندہ بھیج کر ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم سواد بن قارب ہو؟ اس نے بتایا جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ وہی ہیں جن کے پاس حضور ﷺ کے ظہور کے وقت آپ کو اطلاع دینے والا جن آیا تھا۔ اس نے بتایا جی ہاں! انہوں نے پوچھا کہ آپ بھی اسی سابقہ کہانت کی حالت پر ہیں؟ یہ سنتے ہی سواد ناراض ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں اے امیر المؤمنین کسی نے مجھ سے ایسا سوال نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سبحان اللہ، ہم لوگ جس کیفیت شرک پر تھے وہ تو اس سے بہت بڑا گناہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ اپنے اطلاع دینے والے جن کی رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی بابت اطلاع کے بارے میں بتایئے۔ سواد بن قارب نے بتانا شروع کیا کہ میں ایک رات سونے اور جاگنے کی کیفیت میں تھا۔ اچانک میرے پاس ایک رائے دینے والا (سردار) جن آیا اس نے اپنے پیر سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا کہ اُٹھ جا اے سواد بن قارب! میری بات سن اور سمجھ، اگر تو سمجھتا ہے۔ بیشک حال یہ ہے کہ لوئی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے اللہ کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

اس کے بعد (سواد نے) شعر کہنا شروع کئے۔ اس نے کئی اشعار کہے اس مفہوم کے ساتھ جو ہم نے حدیث براء بن یزید میں روایت کی ہے لفظاً اور ایک لفظ کو دوسرے کے ساتھ تبدیل کرتا ہے۔ اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ ایک دن ہم لوگ قریش کے قبیلے میں گئے ہوئے تھے جس کو آل ذریح کہتے تھے۔ اس قبیلے والوں نے اس وقت ایک بچھڑا ذبح کیا تھا اور قصاب ابھی اسی کو بنا ہی رہا تھا اچانک ہم لوگوں نے اس بچھڑے کے پیٹ سے ایک آواز سنی مگر ہم نے کوئی چیز نہیں دیکھی وہ کہہ رہا تھا اے آل ذریح معاملہ کامیابی والا ہے۔ جو کہ فصیح زبان کے ساتھ چیخ رہا ہے اور شہادت دے رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ اور مشکل کشا نہیں ہے۔ اسی طرح اس کو روایت کیا ہے ابوالحسن علی بن شیبان موصلی نے یحییٰ بن حجر سامی سے۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ہے ابو طاہر فقیہ نے، ان کو ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بصری نے، ان کو محمد بن عبدالوہاب فرّاء نے، ان کو بشر بن حجر سامی نے بصرہ میں مسجد کے اندر، اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن منصور نے، ان کو عثمان بن عبدالرحمٰن نے محمد بن کعب قرظی سے، اس نے اس کو ذکر کی ہے اسی کے مفہوم میں آخر میں اضافے کے بغیر۔

اور اسی طرح روایت کی گئی ایک آدمی سے جس کو عمر بن خطاب ؓ کہا جاتا ہے۔ بشر بن حجر سامی ابو حاتم سے۔

وجہ ثانی وہ ہے جس کی ہمیں خبر دی ہے ابو سعد احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو احمد بن عدی حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ولید بن حماد بن جابر نے مقام رملہ میں، ان کو سلیمان بن عبدالرحمٰن نے، ان کو حکم بن یعلیٰ بن عطاء محاربی سے، ان کو ابو معمر عباد بن عبدالصمد نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا سعید بن جبیر سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی سواد بن قارب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سَراۃ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے اوپر سو رہا تھا۔ چنانچہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اس نے مجھے پیر سے ٹھوکر ماری اور کہا کہ اُٹھ اے سواد بن قارب تیرے پاس لوئی بن غالب میں سے رسول آچکا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ پچھلے قدموں واپس ہوتا گیا اور یہ کہتا گیا ۔

عجبت للجن وارجاسها ورحلها العيس باحلاسها
تهوى الى مكة تبغي الهدىٰ ماصا لحوها مثل ارجاسها

کہتے ہیں کہ اس کے بعد دوبارہ میں سو گیا۔ پھر وہ آیا اس نے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا کہ اٹھ اے سواد بن قارب تیرے پاس لوئی بن غالب میں سے رسول آگیا ہے۔ سواد کہتے ہیں کہ میں پھر اٹھ کر بیٹھا سیدھا ہو کر۔ وہ پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا ۔

عجبت للجن واخبارها ورحلها العيس باكوارها
تهوى الى مكة تبغي الهدىٰ ما مومنوها مثل كفارها

سواد کہتے ہیں کہ میں پھر سو گیا پھر وہ میرے پاس آیا میں نیند کر چکا تھا۔ سیدھا پھر اس نے مجھے پیر سے ٹھوکر ماری اور کہا کہ اٹھ اے سواد بن قارب تیرے پاس لوئی بن غالب میں سے ایک پیغام دینے والا آیا ہے۔ چنانچہ میں پھر اٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ وہ یہ کہتے ہوئے پیچھے چلا گیا ۔

عجبت للجن وتطلابها ورحلها العيس باقتابها
تهوى الى مكة تبغي الهدىٰ ماصادقوها مثل كذابها
فارحل الى الصفوة من هاشم واسم بعينيك الى نائبها

کہتے ہیں کہ میں صبح اُونٹ پر سوار ہو کر مکہ آیا وہاں حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا تھا۔ میں نے اُن کو خبر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ قول اَتَیتُ مکۃ ھمت کے قریب تر ہے اس سے جو ہم نے گذشتہ دو روایتوں میں نقل کیا ہے مگر صحیح روایات ان روایات سے مستغنی کر دیتی ہے۔ واللہ اعلم

مازن طائی کے مسلمان ہونے کا سبب

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابو جعفر محمد بن یحییٰ بن عمر بن علی بن حرب طائی نے ۳۸۳ھ (تین سو تیراسی) میں، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے دادا ابو علی بن حرب بن محمد بن علی بن حیان بن مازن رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے والے نے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں ابوالمنذر ہشام بن محمد کلبی سے ملا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کون سے قبیلے سے ہیں؟ میں نے کہا میں بنوطے سے ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ غالبًا تم اولاد سادان سے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں لہٰذا انہوں نے میرا اکرام کیا اور مجھے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ میں بنوطے کے کسی شیوخ سے ملا تھا متقدمین میں سے۔ میں نے ان سے مازن کا قصہ پوچھا اور اس کے مسلمان ہونے کے سبب کے بارے میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے پھر عمان میں اپنی زمین کا بڑا حصہ حضور ﷺ کو (مسلمانوں کے لئے) وقف کیا۔ یہ محض اللہ کے فضل اور ان کے احسان سے ہوا۔ (واقعہ یوں ہے کہ) مازن ارض عمان میں ایک بستی میں رہتے تھے جو سمایل کے نام سے پکاری جاتی تھی وہ اپنے خاندان کے لئے بتوں کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک بت تھا اس کا نام تھا باجر (یا ناجر)۔ میں نے ایک دن اس کا چڑھاوا دیا (یعنی اس کے نام کا جانور ذبح کیا)۔ چنانچہ میں نے بت میں ایک آواز سنی، کہہ رہا تھا اے مازن میری طرف آیئے، میری طرف آیئے۔ وہ کہہ رہا تھا:

يَامَازِن اَقْبِلْ اِلَىَّ اَقْبِلْ ۔ تَسْمَعُ مَالاَ يُجْهَلْ ۔ هٰذا نَبِيٌّ مُرسل ۔ جَاءَ بِحَقٍّ مُنْزَلٍ فأ مِنْ بِهٖ كَي تُعْدَلْ عن حَرِّ نَارٍ تُشْعَلْ وَقُوْدُهَا بِالْجَنْدَلْ ۔

میں نے کہا یہ تو انتہائی حیران کن بات ہے۔ اس کے بعد میں نے کچھ دنوں بعد پھر دوسرا چڑھاوا ذبح کیا۔ چنانچہ پھر میں نے آواز سنی کہ جو پہلی آواز سے زیادہ واضح تھی۔ وہ یہ کہہ رہا تھا:

يا مازن اِسمعْ تُسَرّ ۔ ظَهَرَ خَيْرٌ وَبَطَنَ شر ۔ بُعِثَ نَبِيٌّ مِنْ مُضَرْ بِدِيْنِ اللّٰهِ الْكُبَرْ ۔ فَدَعْ نَحِيْتًا مِنْ حَجَرْ ۔ تَسْلَم مِنْ حَرِّ سَقَرْ

میں نے سوچا اللہ کی قسم یہ انتہائی حیران کن بات ہے۔ یہ کوئی خیر ہے جو میرے لئے سوچی گئی ہے (اس دوران) ہمارے پاس اہل حجاز سے ایک آدمی آیا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ اپنے پیچھے کی خبر دیجئے (وہاں کیا ہو رہا ہے)۔ اس نے بتایا کہ تہامہ میں ایک آدمی ہے جو بھی اس کے پاس جاتا ہے وہ اس کو کہتا ہے کہ اللہ کے داعی کی بات مانو جس کا نام احمد ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ ایسی خبر ہے جو میں نے پہلے نہیں سنی۔ لہٰذا میں بت کی طرف گیا اور جا کر اس کو توڑ دیا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور میں نے اپنی سواری پر زین کسی اور روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لئے اسلام کی وضاحت کی، میں مسلمان ہو گیا۔ پھر میں نے اس پر شعر کہے ۔

كسرت باجر اجذاذا و كان لنا	ربًّا نطيف به ضلاً بتضلالِ
با لهاشمي هدانا من ضلالتنا	ولم يكن دينه مني على بالِ
يا راكبا بلغا عمرا واخوته	اني لمن قال ديني ناجر قالي

رسول اللہ ﷺ کی مازن کے حق میں دعا .... عمرو اور اس کے بھائیوں سے مراد بنوخطامہ تھے۔ مازن کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! بیشک میں شراب نوشی کرنے اور گانے بجانے کا حریص ہوں اور عورتوں کا رسیا ہوں۔ اور کثرت سے ہمارے اوپر قحط سالیاں آئیں جنہوں نے ہمارے مال ختم کر دیئے ہیں اور انہوں نے بچوں اور جوانوں کو کمزور کر دیا ہے اور میری تو اولاد نرینہ بھی نہیں ہے۔ آپ اللہ سے میرے لئے دعا فرمائیں کہ میری تکلیفیں اور پریشانیاں دور فرمائے اور میرے لئے سکال یعنی رزق کی فراوانی پیدا فرمائے اور مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم ابدله بالطرب قراءة القران ۔ و بالحروم الحلال واتبه بالحياء و هب له ولدا

اے اللہ اس کو خوشی (عیاشی) کے بدلے میں قرآن کی قراءت عطا فرما اور حرام کے بدلے حلال عطا فرما اور اس کو حیا عطا فرما اور اس کو بیٹا عطا فرما۔

مازن کہتے ہیں (حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے) اللہ نے میری ہر وہ تکلیف دور فرما دی جو میں محسوس کرتا تھا اور عمان میں خوشحالی آ گئی۔ یہاں تک کہ میں نے چار آزاد عورتوں سے شادی کر لی اور اللہ نے مجھے حیان بن مازن عطا کیا جس کی خوشی میں میں نے اشعار کہے۔

حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے قحط زدگی کے بعد خوشحالی ملی بے اولادی کے بعد اولاد نصیب ہوئی تو مازن نے اشعار کہے

اليك رسول الله خبَّت مطيتي	تجوب الفيافي من عمان الى العرج
لتشفع يا خير من وطئي الحصا	فيغفرلي ربي فارجع بالفلج
الى معشرٍ خالفت في الله دينهم	فلا رايهم رأيي ولا شرجهم شرجي
وكنت امراءً بالزعب والخمر مولعا	شبابي حتى اذن الجسم بالنهج
فاصبحت همي في جهادٍ ونيّة	فللّه ما صومي ولله ما حجي

مازن کہتے ہیں کہ میں جب اپنی قوم کے پاس واپس لوٹا تو انہوں نے میری ٹھیک ٹھاک خبر لی۔ مجھے خوب گالیاں دیں اور اپنے قومی شاعر سے انہوں نے کہا کہ اس نے میری اشعار میں خوب برائی بیان کی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں بھی جواب میں ان کی برائی کہنا شروع کر دوں تو اس طرح میں اپنے آپ برائی کر بیٹھوں گا۔ چنانچہ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور میں نے شعر کہے (اس کیفیت پر)۔

وشتمكم عندنا مرٌّ مُذاقتُهُ	وشتمنا عندكم يا قومنا لئن
لا ينشب الدهر ان يثبت معايبكم	وكلكم ابدا في عيبنا فطن

تمہاری گالیاں ہمارے نزدیک سخت کڑوی ہیں اپنے مذاق کے اعتبار سے۔ اور ہماری گالیاں تمہارے نزدیک، اے میری قوم

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے یہاں تک یاد کیا تھا اور اس کو میں نے اپنے دادا کی اصل تحریر سے حاصل کیا تھا۔ گویا کہ وہ مزید چاہتے تھے۔

فشعرنا مفحم عنكم و شاعركم	في حربنا مُبلغٌ في شتمنا لسن
مافي الصدور عليكم فاعلموا وغرٌ	وفي صدوركم البغضاء والاحن

ہمارے ایک دوست نے جو کہ اہلِ عمان میں سے تھے انہوں نے اپنے اسلاف سے ہمیں بات بیان کی تھی کہ مازن جب اپنی قوم سے الگ تھلگ ہو گئے تھے تو انہوں نے جا کر مسجد تعمیر کی تھی وہ اس میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ ان کی مسجد کی خاص بات یہ تھی کہ اگر کوئی مظلوم شخص اگر اس میں تین دن عبادت کرنے کے بعد اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے خلاف بددعا کرتا تو وہ قبول ہو جاتی۔ اور اگر برص میں مبتلا شخص دعا کرتا تو وہ برص (کوڑھ) سے شفایاب ہو جاتا۔ آج تک اس مسجد کا نام مبرص ہے (برص سے شفا دینے والی)۔

ابو المنذر نے کہا کہ مازن نے کہا تھا کہ اس کے بعد اس کی قوم والے شرمندہ ہو گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ان کے اُمور کا کرتا دھرتا میں ہی ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے۔ چنانچہ میرے پاس ان کی ایک بڑی جماعت آئی انہوں نے مجھ سے کہا اے چچازاد ہم نے معاملے کو آپ کے خلاف عیب جانا اور ہم نے آپ کو اس سے منع کیا۔ آپ نے جب انکار ہی کر دیا ہے تو ہم آپ کو آپ کی حالت پر چھوڑتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ واپس چلیں لہٰذا میں ان کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس کے بعد وہ سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔

غالباً اسی طرح ہمیں خبر دی گئی ہے۔ تحقیق اس کوذکر کیا ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کوابواحمد بن ابوالحسن نے عبدالرحمن بن محمد حنظلی سے، اس نے علی بن حرب سے، اس نے ابوالمنذر رہشام بن محمد سے اس نے اپنے والد سے، اس نے عبداللہ عمانی سے، اس نے مازن عضوبہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ سمال کی بستی میں مَیں ایک بُت کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ یہ بستی عمان میں تھی۔ ایک دن ہم نے اس کے لئے جانور ذبح کیا، اس کا چڑھاوا چڑھایا۔

اس کے بعد راوی نے اسی مفہوم میں حدیث کوذکر کیا جیسے ہم نے اس کو روایت کیا ہے اور اس نے اس میں ایک شعر کا اضافہ کیا ہے۔ ان الفاظ کے بعد کہ وَ کُنْتُ اَمْرَءًا

فبدّ لنـى بالخمر خوفاو خشيةً وبـالعهراحصاناو حصن لى فرجى

اس پیغمبر نے مجھے شراب کے بدلے میں خوف اور خشیت دی بدروایات اور بدکاری کے بدلے میں پاکدامنی دی اور میری شرم گاہ کی حفاظت سکھائی

تحقیق اسی مفہوم میں جو ہم نے روایت کیا مازن کے بارے میں بہت سی اخبار ہیں۔ ان میں سے ایک عمرو بن جبلہ والی حدیث ہے اس بارے میں جو اس نے صنم سے سنی تھی۔

يَاعَصَامَ ـ يَاعَصَام ـ جَاءَ الِاسْلَام ـ وَذهبت الاصنام

ان روایات میں سے حدیث طارق بھی ہے بنو ہند بن حرام سے وہ یوں ہے : یا طارق ـ یاطارق

حضور صادق مبعوث ہو چکے ہیں۔

ان روایات میں سے ایک روایت حدیث ابن وقشہ ہے اس کے بارے میں جو اس کو اس کے ساتھ جن نے خبر دی تھی۔ اس نے ذباب بن حارث کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے ذیاب آپ سب سے زیادہ حیرانی کی بات سُنیں۔ محمد ﷺ قرآن کے ساتھ مبعوث ہو گئے ہیں۔ وہ مکے والوں کو دعوت دے رہے ہیں مگر ان کی بات نہیں مانی جا رہی۔

ان میں سے ایک حدیث عمرو بن مرّہ (مرہ غطفانی) ہے کہ اس نے اپنی نیند میں خواب دیکھا کہ کعبے سے ایک نور ساطیع کو دیکھا ہے اس کے بعد اس نے آواز سُنی حق آ گیا ہے اور وہ بلند ہو گیا ہے اور حق نے باطل کوٹ دیا ہے اور اس کا قلع قمع ہو گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک حدیث عباس بن مرداس میں سے ہے کہ اس نے بھی آواز سُنی تھی اور ان ہی سے ایک حدیث ہے خالد بن سطیح کی اس نے بتایا کہ جب اس کا تابع اس کے پاس آیا اور کہا کہ قائم ہونے والا حق آ چکا ہے اور خبر دائمی وغیرہ جس کی لمبی تفصیل ہے۔

خفاف بن نضلہ ثقفی کا اسلام

(۱) اُس میں جس کی ہمیں خبر دی ابوعثمان سعید بن محمد بن محمد بن عبدان نیشاپوری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن مؤملی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جعفر بن محمد سوار نے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی احمد بن یعقوب انطا کی نے، عبداللہ بن محمد بلوی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی براء بن سعید بن سماعہ بن محمد بن عبداللہ بن براء بن مالک انصاری نے اپنے والد سے یہ کہ قدامہ بن عقیل غطفانی نے اس کو خبر دی جُمعہ سے یا کہا تھا جمیعہ بنت ذابل بن طفیل بن عمرو سے اس نے اپنے والد ذابل بن طفیل بن عمرو دوسی سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے مقام اباطل سے واپسی پر چنانچہ ان کے پاس خفاف بن نضلہ بن عمرو بن بہدلہ ثقفی آئے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو شعر سُنائے۔

خفاف بن نضلہ کے اشعار جو رسول ﷺ اللہ نے پسند فرمائے :

کم قد تحطمت القلوص بی الدجی فـی مهـمة قـفـر مـن الـفلوات

فـل لك مـن الـنوريـس ليـس بقـاعة نبـت الاسـنـات والا زمـات

انی اتانی فی الانام مساعد — من جن وجرة كان لی ومواتی
يدعو اليك ليا ليًا ليا ليًا — ثم احزألّ وقال لست بآتی
فركبت ناجية اضر بنيها — جمر تخب به علی الاكمات
حتی وردت الی المدينة جاهدًا — كيما اراك فتفرج الكربات

یہاں تک کہ میں انتہائی مشقت کرتے ہوئے مدینے آن پہنچا تاکہ میں آپ کی زیارت کروں اور آپ مشکلات آسان کردیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اچھا محسوس کیا اور فرمایا بے شک بعض بیان میں سحر و جادو کی طرح اثر ہوتا ہے اور بے شک شعروں میں حکمتوں اور دانائیوں کی کیفیت ہوتی ہے۔

نبی مبعوث نے ہمارے اُوپر زنا کو حرام قرار دیا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن منصورر مادی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی علی بن حسین سے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک پہلی خبر جو مدینے میں آئی تھی کہ اہل یثرب کی ایک عورت تھی۔ وہ جن کے بچے کو پکارتی یا بلاتی تھی وہ اس کے تابع تھا۔ وہ ایک دن آیا تو اس عورت کی دیوار پر آ بیٹھا۔ عورت نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا کہ تم اندر داخل نہیں ہو رہے ہو؟ بے شک ایک نبی مبعوث ہو چکا ہے جس نے زنا کو حرام بتایا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے یہ بات اپنے چیلے کے حوالے سے بیان کی جو کہ جنوں میں سے تھا۔ بس یہ پہلی خبر تھی جو مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کی گئی تھی۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو حدیث بیان کی ابو عبداللہ احمد بن خالد بن یزید شعرانی نے اور محمد بن فضل بن جابر نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن یوسف زمی نے، ان کو عبیداللہ بن عمرو نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے، اس نے جابر سے، وہ کہتے ہیں کہ پہلی خبر جو مدینے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے آئی تھی وہ یہ تھی کہ مدینے میں ایک عورت تھی اس کا ایک تابع تھا وہ پرندے کی صورت میں اس کے پاس آیا اور ان کے گھر کی دیوار پر آ بیٹھا۔ اس عورت نے اس سے پوچھا کہ نیچے اُتر آؤ، آپ ہمیں خبریں بتانا ہم آپ کو بتائیں گے۔ اس نے بتایا مکہ میں ایک نبی بھیجا گیا ہے۔ اس نے ہم لوگوں سے قرار اور ٹھہرنے کو ممنوع کر دیا ہے اور اس نے ہمارے اُوپر زنا کو حرام کر دیا ہے۔

یہ شعرانی کی روایت کے الفاظ ہیں۔ اور ابن جابر کی روایت میں ہے کہ وہ ان کے گھر کی دیوار پر آن بیٹھا، عورت نے اس سے کہا تو نیچے اُتر آ، ہم تجھے خبر دیں گے اور تو ہمیں خبر دینا۔ اس نے بتایا مکہ میں ایک نبی بھیجا گیا ہے اُس نے ہم سے قرار ممنوع کر دیا ہے اور اس نے ہمارے اُوپر زنا حرام کر دیا ہے۔

☆☆☆

باب ۷۶

مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے مکے میں کوئی معجزہ دکھانے کی فرمائش کرنا

اور رسول اللہ ﷺ کا ان کو چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھانا

ارشاد باری تعالیٰ :

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا اٰیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۔

قیامت قریب آچکی ہے اور چاند پھٹ چکا ہے یہ لوگ اگر کوئی بھی نشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پرانا جادو ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن عمرو بن بختری رزاز نے، ان کو محمد بن عبید اللہ بن یزید نے، ان کو یونس نے، ان کو شیبان نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے، وہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ ان کو کوئی نشانی دیکھائیں۔ آپ نے ان کو دومرتبہ چاند کے پھٹنے کا معائنہ کروایا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں عبداللہ بن محمد سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے زہیر بن حرب سے، ان دونوں نے یونس بن محمد سے۔
(بخاری۔حدیث ۳۶۳۷ ۔مسلم۔کتاب المنافقین۔حدیث ۴۳۔۴۷۔۴۸)

(۲) اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو ثقفی نے یعنی ابوالعباس سراج نے، ان کو محمد بن رافع نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے، وہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی تو چاند مکے میں پھٹ کر دوٹکڑے ہو گیا دومرتبہ۔ قرآن میں آیا ہے۔ وان یروا اٰیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ کہتے ہیں کہ یعنی ذاھب۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن رافع سے۔ (مسلم ۴/۲۱۵۹)

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو محمد بن منہال نے، ان کو یزید بن زریع نے، ان کو سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے، اس نے انس سے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی۔ حضور ﷺ نے آپ کو چاند کا پھٹنا دیکھایا دوبار اور آپ سے انس اس بات کی تفسیر کرتے وقت اس حدیث کو ذکر کرتے تھے۔ اقتربت الساعة .... الخ

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے خلیفہ سے اس نے یزید بن زریع سے مگر اس نے اس میں ذکر نہیں کیا نہ ہی حدیث بیان کی۔ یونس بن محمد سے انہوں نے شیبان سے مَرَّتَین کا لفظ دوبار کہا ہے۔ اور اس نے اس کو محفوظ کیا ہے قتادہ سے ان تینوں نے۔ (واللہ اعلم)

(۴) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے۔ ان کو شعبہ نے قتادہ سے، اس نے حضرت انس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عہد رسول میں چاند پھٹ چکا ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے محمد بن مثنیٰ سے اور محمد بن بشار سے، اس نے ابوداؤد طیالسی سے اور بخاری و مسلم نے اس کو یحییٰ بن قطان وغیرہ سے انہوں نے شعبہ سے نقل کیا ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے، ان کو ابوسعید بن اعرابی نے، ان کو سعدان بن نصر نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو سعدان نے، ان کو سفیان نے ابن ابونجیح سے،

اس نے مجاہد سے، اس نے ابو معمر سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند پھٹ گیا تھا دو حصوں میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ گواہ رہو۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں حمیدی وغیرہ سے۔ (بخاری۔ حدیث ۴۸۶۴، ۳۶۲۶، ۳۸۶۹)

اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے زہیر بن حرب سے اور عمرو بن ناقد سے، ان سب نے سفیان سے۔ (مسلم ۴/۲۱۵۸)

اور بخاری نے کہا ہے کہ ابوالضحیٰ کی حدیث میں مسروق سے، اس نے عبداللہ سے یوں کہا ہے کہ چاند مکہ میں پھٹ گیا تھا۔ محمد بن مسلم نے ابن ابونجیح سے اس کا متابع بیان کیا ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی۔ ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو زکریا عنبری نے، ان کو محمد بن عبدالسلام نے، ان کو اسحٰق بن ابراہیم نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو ابن عیینہ اور محمد بن مسلم نے، ان کو ابن ابونجیح نے مجاہد سے، اس نے ابو معمر سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاند کو مکہ میں دو مرتبہ دو حصوں میں پھٹا ہوا دیکھا ہے حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے۔ ایک حصہ جبل ابوقبیس کے اُوپر (اس کی سیدھ پر) تھا اور دوسرا حصہ جبل سویداء پر (یعنی اس کی سیدھ پر تھا)۔ اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ چاند پر جادو کر دیا گیا ہے جس پر آیت اُتری تھی: اقتربت الساعة وانشق القمر ''قیامت قریب آ چکی ہے اور چاند پھٹ چکا ہے''۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۲۱)

(مطلب یہ ہے) فرماتے ہیں کہ جیسے تم نے چاند کو پھٹا ہوا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے (اسی طرح) وہ بات جس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے قیامت کے قریب ہونے کی وہ بھی اسی طرح حق ہے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوالفضل حسن بن یعقوب عدل نے، ان کو سری بن خزیمہ نے، ان کو عمر بن حفص بن غیاث نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو اعمش نے، ان کو ابراہیم نے ابو معمر سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہوا حالانکہ ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک حصہ پہاڑ کے پیچھے ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں عمر بن حفص سے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن اسحٰق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالمثنیٰ اور عباس بن فضل نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی مسدد نے، ان کو یحییٰ نے شعبہ سے اور سفیان سے اعمش نے، اس نے ابراہیم سے، اس نے ابو معمر سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا زمانۂ رسول میں دو حصوں میں۔ ایک حصہ پہاڑ کے اوپر تھا ایک حصہ پہاڑ کے پیچھے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ گواہ رہو۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں مسدد سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دیگر کئی وجوہ سے شعبہ سے۔

(۹) ہمیں خبر دی استاذ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، کہا عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو ابوعوانہ نے مغیرہ سے، اس نے ابوالضحیٰ سے، اس نے مسروق سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عہدِ رسول میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ قریش نے کہا تھا یہ ابن ابو کبشہ کا جادو ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ انتظار کرو جو لوگ باہر سفر میں گئے ہوئے ہیں وہ واپس آ جائیں دیکھیں کہ وہ کیا خبر لاتے ہیں۔ بیشک محمد اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ سارے لوگوں کو جادو کر دے۔ کہتے ہیں کہ مسافر جب آئے تو انہوں نے بھی یہی بات کہی۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۲۱۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۳۳۴)

(۱۰) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابومسلم نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو سہل بن بکار نے، ان کو ابوعوانہ نے مغیرہ سے، اس نے ابوالضحیٰ سے، اس نے مسروق سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند پھٹ گیا تھا مکے میں تو قریش نے کہا یہ سحر ہے جو ابن ابی کبشہ نے تم لوگوں پر کر دیا ہے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو سعید بن سلمان نے، ان کو ہشیم نے، ان کو مغیرہ نے ابوالضحیٰ سے، اس نے مسروق سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مکہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا یہاں تک کہ دو حصوں میں ہو گیا تھا۔ کفارِ مکہ نے کہا یہ ایک سحر ہے جس کو تمہارے اُوپر ابن ابی کبشہ سحر کرتا ہے۔ مسافروں کا انتظار کرو اگر انہوں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہو جو کچھ تم نے دیکھا ہے تو سمجھ لو کہ یہ سچا ہے۔ اور اگر انہوں نے دوسرے مقامات میں وہ منظر نہ دیکھا ہو جو تم نے دیکھا ہے تو سمجھ لو کہ پھر وہ سحر ہے جس کے ساتھ اس نے تمہارے اوپر سحر کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مسافروں سے پوچھا گیا اور وہ ہر طرف سے آئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی دیکھا تھا۔

بخاری نے اس کے ساتھ استشہاد کیا ہے یہ واقعہ مکے میں ہوا۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، اور ابو طاہر فقیہ نے اور ابو زکریا بن ابو اسحاق مزکی نے اور ابوسعید بن ابو عمرو نے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے، ان کو اسحٰق بن بکر بن مضر نے اپنے والد سے، اس نے جعفر بن ربیعہ سے، اس نے عراک بن مالک سے، اس نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے کہ انہوں نے کہا بیشک چاند پھٹ گیا تھا زمانہ رسول ﷺ میں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عثمان بن صالح سے، اس نے بکر بن مضر سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے موسیٰ بن قریش سے، اس نے اسحٰق بن بکر بن مضر سے۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابوالعباس ﷺ محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن احمد نے، ان کو حبیب بن جریر نے شعبہ سے، اس نے اعمش سے، اس نے مجاہد سے، اس نے عبداللہ بن عمر سے، ایک آیت کے بارے میں کہ اقتربت الساعة وانشق القمر۔ یہ واقعہ عہدِ رسول ﷺ میں ہوا تھا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا ایک ٹکرا پہاڑ کے آگے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ گواہ رہنا۔

مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے دیگر کئی طرق سے شعبہ سے۔ (مسلم ۴/۲۱۵۹)

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوسعید بن ابوعمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ صفار نے، ان کو احمد بن محمد برتی قاضی نے، ان کو ابوحذیفہ نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے حصین سے، اس نے جبیر بن محمد بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے اس آیت کے بارے میں وانشق القمر، انہوں نے کہا چاند جب دو ٹکڑے ہوا تھا اس وقت ہم مکے میں تھے۔

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، ان کو ابوسعید احمد بن یعقوب ثقفی نے، ان کو احمد بن یحییٰ حلوانی نے، ان کو سعید بن سلیمان واسطی نے، ان کو ہشیم نے ، ان کو حصین نے جبیر بن محمد بن حسین مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے اس آیت کے بارے میں اقتربت الساعة وانشق القمر۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند جب پھٹا تو ہم لوگ مکہ میں تھے عہدِ رسول ﷺ میں۔

اس کی سند کو قائم کیا ہے ابراہیم بن طہمان، ہشیم، ابوکریب اور فضل بن یونس نے حصین سے۔

(۱۶) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے اور ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحٰق نے ان کو یونس بن یعقوب نے، ان کو محمد بن ابوبکر نے، ان کو محمد بن کثیر نے سلیمان بن کثیر سے، اس نے حصین سے، اس نے محمد بن جبیر سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند پھٹ گیا تھا عہدِ رسول ﷺ میں، یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گیا تھا ایک اِس پہاڑ پر دوسرا اُس پہاڑ پر۔ لوگوں نے کہا کہ محمد نے تمہارے اوپر جادو کر دیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا اگر اس نے تمہارے اوپر جادو کر دیا ہے تو سارے لوگوں پر تو اس نے جادو نہیں کر دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۱۹)

☆☆☆

باب ۷۷

مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے مکہ میں سوالات کرنا

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ نے داؤد بن ابوہند سے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قریش نے یہودیوں سے کہا تھا ہمیں آپ لوگ کوئی ایسی چیز بتادیں کہ ہم اس کے بارے میں اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ سے) سے پوچھیں۔ یہودیوں نے ان کو بتایا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو (کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟) لہٰذا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

یسألونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

اے محمد ﷺ یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کا حکم ہے تم لوگ اس کے بارے میں قلیل علم دیئے گئے ہو۔

انہوں نے کہا کہ ہم لوگ قلیل علم عطا کیے گئے ہیں حالانکہ ہمیں توراۃ دی گئی ہے اس میں اللہ کا حکم ہے۔ جس کو توراۃ دی گئی اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔ فرماتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا

فرمادیجئے اے پیغمبر اگر سارا سمندر سیاہی بن جائے میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے تو (لکھتے لکھتے) سمندر خشک ہوجائے گا مگر میرے رب کے کلمات تاہنوز ختم نہیں ہوں گے۔ اگرچہ ہم اس کی مثل اس کی مدد کے لئے اور ہی کیوں نہ لے آئیں۔

اصحاب کہف کی حقیقت .... (۲) اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ایک آدمی نے اہلِ مکہ میں سے۔ اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ مشرکینِ قریش نے نضر بن حارث کو اور عقبہ بن ابومعیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ ان سے محمد ﷺ کے بارے میں پوچھیں اور ان کے آگے اس کی صفت اور کیفیت بھی بیان کریں۔ اور ان کے آگے اس کے قول اور بات کو بیان کریں کیونکہ وہ لوگ اہلِ کتاب ہیں۔ پہلی کتاب والے ہیں۔ ان کے پاس اس قدر انبیاء کے بارے میں علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہ دونوں شخص گئے، مدینے میں پہنچے۔ انہوں نے یہودی علماء سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا اور حضور ﷺ کے معاملے کی وضاحت کی ان کے سامنے اور حضور ﷺ کی بعض باتیں ان کو بتائیں۔ چنانچہ ان کو یہودی علما نے سکھایا کہ وہ محمد ﷺ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کریں جو ہم تمہیں بتائیں گے۔ اگر وہ ان کے بارے میں جواب دے دے تو سمجھ لینا کہ وہ نبی مرسل ہے۔ اور اگر وہ جواب نہ دے سکے تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا تم اس کے بارے میں جو چاہو فیصلہ کر لینا۔

۱۔ اس سے پوچھو کہ پہلے زمانے میں وہ نوجوان جو اپنے گھروں سے چلے گئے تھے ان کا کیا معاملہ تھا۔ بے شک ان کی ایک عجیب داستان تھی وہ کیا تھی؟

۲۔ اس سے پوچھو اس کثرت کے ساتھ گھومنے والے شخص کے بارے میں جو دھرتی کی تمام مشرقوں اور تمام مغربوں میں گھوم گیا تھا اس کی کیا کہانی تھی؟

۳۔ اس سے روح کے بارے میں پوچھیں کہ وہ کیا ہوتی ہے؟

لہٰذا نضر اور عقبہ یہودیوں سے پوچھ کر واپس مکہ میں آ گئے اور کہنے لگے اے قریشیو! ہم تمہارے پاس اس امر کے بارے میں جو تمہارے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک فیصلہ کن بات لے آئے ہیں ہمیں علماء یہود نے بتا دیا کہ اس نے چند اُمور کے بارے میں پوچھیں۔ انہوں نے ان مور کے بارے میں قریش کو بتا دیا۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے لہٰذا وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

انشاء اللہ نہ کہنے کے نقصانات .... اے محمد! ہمیں چند چیزوں کے بارے میں بتائیے۔ اور انہوں نے وہ باتیں حضور ﷺ سے دریافت کیں جن کی ان کو یہودیوں نے خبر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ میں کل صبح تمہیں ان چیزوں کے بارے میں بتا دوں گا جو تم نے مجھ سے پوچھی ہیں۔ اور حضور ﷺ نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ قریش حضور ﷺ کے پاس سے چلے گئے۔ حضور ﷺ پندرہ راتوں تک رُکے رہے مگر اس دوران اللہ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو کچھ بھی نہیں بتایا نہ ہی ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ یہاں تک کہ اہلِ مکہ بگڑے اور کہنے لگے کہ محمد نے ہم سے صبح بتانے کا وعدہ کیا تھا آج پندرہ دن ہو گئے ہیں کہ روزانہ ہم صبح کرتے ہیں مگر وہ ہمیں کسی بات کی خبر نہیں دیتے۔ اور ہم نے جو کچھ ان سے پوچھا ہے وہ بھی نہیں بتا رہے ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ انتہائی مغموم ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ سے وحی رک جانے کی وجہ سے آپ کے اُوپر انتہائی مشکل گذرنے لگے کہ وہ مکے والوں سے کیا بات کریں۔

اس کے بعد ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے سورۃ اصحابِ کہف لے کر آئے۔ اس میں خصوصی طور پر آپ ﷺ کو شبیہ دی گئی تھی آپ کے حزن پر بھی (اور انشاء اللہ کہنے پر بھی)۔ اور وحی کے بارے میں اطلاع بھی تھی جو انہوں نے حضور ﷺ سے بات پوچھی تھی چند نوجوانوں کے بارے میں۔ اور دھرتی پر بہت زیادہ گھومنے والے بادشاہ کے بارے میں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يسألونك عن الروح قل الروح من امر ربي وما أوتيتم من العلم الا قليلا

اے محمد ﷺ! یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا حکم ہے تم لوگ اس کے بارے میں قلیل علم دیئے گئے ہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ کہف کا آغاز کیا:

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب

اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی۔

(اس امر کو ثابت کرنے کے لئے جو انہوں نے آپ سے سوال کیا تھا آپ کی نبوت کے بارے میں)

ولم يجعل له عوجًا قيما

اور اللہ نے اس کتاب میں کوئی کجی نہیں رکھی، انتہائی سیدھی اور درست ہے۔ (یعنی اعتدال پر ہے اس میں کوئی اختلاف و فرق نہیں ہے)

لينذر بأسًا شديدا من لدنه

تاکہ آپ انتہائی سخت عذاب سے ان کو ڈرائیں

(مراد ہے کہ دنیا میں جلدی گرفت سے اور آخرت کے عذاب سے یعنی تیرے اس رب کی طرف سے جس نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے روح کے بارے میں بھی سوال کیا تھا۔ (ابن ہشام ۳۲۱/۱) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہودیوں کا سوال روح سے متعلق ہے اس سوال میں آیت کا نزول دونوں مدینے میں نازل ہوئے ہیں۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو زکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے، ان کو محمد بن عبدالسلام نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو خبر دی جریر نے اعمش سے، اس نے جعفر بن ایاس سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے

رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کے واسطے کوہ صفا کو سونا بنا دیں۔ اور فلاں پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں تا کہ وہاں زمین نکل آئے اور وہ اس جگہ کھیتی باڑی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لئے ایسا بھی کر دیں یعنی جو انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا ہے وہ ہم پورا کر دیں۔ اس کے بعد وہ نہ مانے اور انہوں نے کفر کیا تو پھر وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے، جیسے ان سے پہلی قومیں ہلاک کر دی گئی تھیں اور اگر آپ چاہیں تو ہم انہیں مہلت دے دیں جیسے کہ ہم ان سے درگذر کر رہے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون واتینا ثمود الناقة مبصرة ۔ (سورۃ اسراء)

ہمیں اس بات سے کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم رسول کے ساتھ نشانیاں بھی ساتھ دے کر بھیجیں مگر صرف اسی بات نے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کر دی تھی۔ دیکھئے تا ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی والی نشانی سامان بصیرت کے طور پر دی تھی مگر انہوں نے بجائے ماننے کے اس پر ظلم کیا تھا۔

(پھر ان پر بھی عذاب نہ آ گیا تھا، یہاں بھی وہی کچھ ہو سکتا ہے)

کوہ صفاء کو سونا بنانے کا مطالبہ .... (۵) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عتاب عبدی نے، ان کو جعفر بن محمد بن شاکر نے، ان کو محمد بن سابق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مالک بن مغول نے سلمہ بن کھیل سے، اس نے بنی سلیم کے ایک آدمی سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا اگر ہمارے واسطے کوہ صفا سونا بن جائے اور مروہ پہاڑ بھی تو ہم آپ کے اُوپر ایمان لے آئیں گے اور آپ کو سچا مان لیں گے۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ نے اپنا ذکر حضور پر وحی کے ذریعہ فرمایا اور پوچھا کہ اگر آپ چاہیں کہ ان کے لئے صفا مروہ کو سونا بن جائیں تو ہم ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے بعد اگر کسی نے کفر کیا تو پھر اس کو ایسا عذاب دوں گا جو سارے جہانوں میں کسی کو بھی نہیں ملا ہو گا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لئے توبہ کا اور رحمت کو دروازہ کھلا رکھوں۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کی کہ نہیں آپ صفا مروہ کو سونا بنا کر اتمام حجت نہ کریں کہ پھر ان پر عذاب آ جائے بلکہ آپ ان کے لئے توبہ کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دیں۔

(۶) مصنف کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، اس روایت کے آخر میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جعفر بن شاکر نے، ان کو عباد بن موسیٰ ابوعقبہ نے، ان کو سفیان نے سلمہ بن کھیل سے، اس نے عمران سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل۔

(۷) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین علوی نے، ان کو ابوفضل محمد بن احمد سلمی وزیر نے، ان کو علی بن احمد بن سلیمان مصری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ہارون بن سعید بن ہیثم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے مؤمل بن اسماعیل نے، ان کو حماد نے ایوب سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا ہم تمہارے ساتھ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے کوہ صفا کو سونا نہ بنا دیں۔ اگر آپ کوہ صفا کو سونے میں تبدیل کر دیں تو ہم آپ کے ساتھ ایمان ضرور لے آئیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے، انہوں نے کہا، اے محمد! تیرا رب تجھ پر سلام پڑھتا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان کے لئے کوہ صفا کو سونا بنا دیا جائے گا پھر اگر وہ ایمان نہ لائے تو پھر ان پر عذاب آ جائے گا۔ میں ان پر عذاب نازل کر دوں گا۔ اس لئے کہ نشانی اور معجزہ دکھانے کے بعد پھر مہلت کی گنجائش نہیں رہتی اور اگر آپ چاہیں تو ہم ان کے لئے توبہ

کرنے اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھتا ہوں ان کے لئے ان کے واسطے۔ حضور ﷺ نے عرض کی، اے اللہ! آپ ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھیں۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے عیسیٰ بن عبداللہ تیمی سے، اس نے ربیع بن انس بکری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، اگر آپ ہمارے پاس اس طرح کی نشانیاں لے آئیں جیسے حضرت صالح اور دیگر انبیاء نشان لائے تھے (تو ہم ایمان لے آئیں گے)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اُوپر بھی نشانیاں اُتار دے گا۔ اگر تم نے پھر نافرمانی کی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ فرما رہے تھے کہ پھر تمہارے اُوپر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے کہا تھا نہیں ہم نشانیاں نہیں چاہتے۔

باب ۷۸

رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کے اصحاب کا مشرکین کے ہاتھوں ایذا پانا

حتیٰ کہ انہوں نے ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر ان میں سے سات افراد کے خلاف بددعا کرنے پر نشانیوں کا ظہور، اس کے بعد حضور ﷺ کا اپنی اُمت کو اسی دوران یہ وعدہ دینا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے فتوحات کرے گا اور اسی دین کے معاملے کو ان کے لئے مکمل کرے گا پھر ویسے ہی ہو کر رہا جیسے آپ نے فرمایا تھا اور وہ بات جو زنیرہ کے بارے میں مروی ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوعبداللہ اسحاق بن محمد بن یوسف سوسی اور ابوبکر قاضی نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس بن محمد بن یعقوب نے، ان کو خبر دی ہے عباس بن ولید بن مزید نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا اوزاعی سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن ابوکثیر نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عروہ بن زبیر نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ عقبہ آئے تھے انہوں نے آ کر حضور ﷺ کا گلا گھونٹ دیا تھا شدید طریقے سے، اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے عقبہ کے کندھوں سے پکڑ اس کو رسول اللہ ﷺ پر سے ہٹایا تھا،

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ وقد جآء کم بالبینات من ربکم

ظالمو! کیا تم اس جوان کو مار ڈالنا چاہتے ہو جس کا صرف یہی قصور ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس بات پر بھی تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عباس بن ولید وغیرہ سے، اس نے ولید بن مسلم سے، اس نے اوزاعی سے، پھر ابن اسحاق نے اس کی متابعت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن عروہ نے عروہ بن زبیر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے۔

(۲) ہمیں خبر دی ہے محمد بن عبداللہ حافظ اور محمد بن موسیٰ بن فضل نے ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ

مجھے حدیث بیان کی ہے یحیٰ بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے کہا کہ آپ نے ایسی کونسی بات قریش کی دیکھی جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دی ہو جیسے کہ وہ حضور ﷺ سے عداوت کا اظہار کرتے تھے؟

اس نے بتایا کہ میں نے ان کو دیکھا تھا کہ اشراف قریش ایک دن حرم میں جمع تھے۔انہوں نے رسول اللہ کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے جتنا اس آدمی کی طرف سے تکلیف گوارا کر رکھی ہے اتنی ہم نے کسی کی برداشت نہیں کی۔

(۱) اس نے ہمارے عقلمندوں کو بے وقوف کہا۔ (۲) ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیں۔

(۳) ہمارے دین میں عیب اور نقص نکالا۔ (۴) ہماری وحدت کو پارہ پارہ کیا۔

(۵) ہمارے الٰہوں، معبودوں کو اس نے گالیاں دیں مگر ہم نے اس سب کچھ پر صبر کیا اتنی عظیم بات پر یا جیسے ہی کہا وہ لوگ اُسی حالت پر تھے .... کہ

اچانک رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے۔آپ انتہائی وقار کے ساتھ چلتے چلتے حجر اسود پر آئے، اس کا استلام کیا، اس کے بعد طواف کرتے ہوئے مشرکین کی مجلس کے پاس سے گزرے۔انہوں نے حضور کو طعن تشنع کرنا شروع کیا۔میں نے حضور ﷺ کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں دیکھا مگر آپ برداشت کر گئے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ آگے بڑھ گئے۔جب دوبارہ گزرے تو پھر انہوں نے پہلے کی طرح کیا۔میں نے اس کا اثر بھی واضح طور پر آپ کے چہرے پر دیکھا آپ پھر گزر گئے۔پھر تیسری بار جب گزرنے لگے تو انہوں نے پھر طعنے دینا شروع کئے۔آپ رُک گئے پھر آپ نے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے سُنا رہے ہو؟ اے جماعت قریش۔خبردار قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، البتہ تحقیق میں تمہاری ہلاکت لے کر آیا ہوں (یعنی نہ ماننے پر اللہ کی طرف سے ہلاکت آئے گی)۔

اہل مجلس نے حضور ﷺ کے ان الفاظ کو سنجیدگی سے لیا جس کا نتیجہ یہ ہو کہ محفل میں سناٹا چھا گیا ایسے جیسے کہ ہر ایک کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔یہاں تک کہ جو ان میں سے اس کے شدید ترین مخالفت کرنے اور مخالفت کرنے کی وصیت کرنے والے تھے، وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی سے بات کرنے لگے۔اور کہنے لگے، اے ابوالقاسم آپ جائیں اطمینان کے ساتھ، آپ سمجھدار آدمی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا .... حضور ﷺ اس وقت تو چلے گئے جب اگلی صبح ہوئی تو پھر وہ مقام حجر پر جمع ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ معلوم ہے تمہیں کل جو کچھ ہوا تھا۔لہٰذا آج جب وہ تمہارے سامنے آئے کسی ایسی بات کے ساتھ جو تم ناپسند کرو تو اس کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دینا۔وہ لوگ یہی بات کر رہے تھے کہ پھر حضور ﷺ نمودار ہوئے۔چنانچہ وہ ایک دم اُچھل کر حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور جا کر حضور کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تم نے ہمارے بارے اور ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کی ہیں جو باتیں حضور ﷺ نے الٰہوں کے اور ان کے دین کے بارے میں کہتے تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے یہ یہ باتیں کی ہیں (عبداللہ بن عمرو بن العاص)۔

کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے حضور کے اُوپر والی چادر کے دونوں سروں کو جو پکڑ کر دبایا تو ابوبکر صدیق کھڑے ہو گئے اور کہہ رہے تھے ہلاک ہو جاؤ کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ جو یہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔اس کے بعد کافر کہنے لگے، اس کے بعد قریش آپ سے ہٹ گئے۔یہ سب سے بڑی تکلیف تھی جو حضور کو ان کی طرف سے دی گئی۔

اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو ذبح کی دھمکی دی تھی اس سے مراد قتل ہے۔اس کے بعد اللہ نے اپنے قول کو سچا کر دکھایا۔کچھ عرصہ بعد اللہ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور ان کے شر سے اللہ نے ان کی حفاظت فرما دی۔

بخاری نے کہا ہے کہ عبدہ نے کہا کہ روایت ہے ہشام بن مروہ سے اس نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص سے سُنا گیا۔میں کہتا ہوں کہ اس نے کہا ہے اس کو سلیمان بن بلال نے ہشام سے۔

(۳) ہمیں خبر دی احمد بن حسن قاضی نے اور محمد بن موسیٰ بن فضل نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو خالد بن مخلد قطوانی نے، ان کو سلیمان بن بلال نے، ان کو ہشام بن عروہ نے، وہ اپنے والد سے، اس نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس دن شدید تکلیف پہنچائی گئی۔ چاشت کے وقت آپ بیت اللہ کا طواف کر کے جب فارغ ہوئے تو مشرکین نے آپ کی چادر کے دونوں سرے پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ تم ہم لوگوں کو ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جی ہاں میں روکتا ہوں۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور انہوں نے ان کو پیچھے سے پکڑ کر چھڑایا اور کہا:

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ وقد جآء کم بالبینات من ربکم وان یك کاذبًا فعلیه کذبه و ن یك صادقا یصبکم بعض الذی یعد کم ان اللّٰہ لا یهدی من هو مسرف کذاب ۔

(ظالمو!) کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ شخص تمہارے پاس واقع دلائل لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے کذب کا وبال اسی پر ہوگا اور وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے وہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا اس کو جو حد سے بڑھنے والا کذاب ہے۔

ابوبکر بلند آواز سے یہ پڑھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہاں تک ان لوگوں نے حضور ﷺ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا محمد بن فلیح بن ہشام سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے عبداللہ بن عمرو سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے ابو زکریا بن ابو اسحاق مزکی نے، ان کو ابو الحسن احمد بن محمد عنبری نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، ان کو وضاح بن یحییٰ نہشلی کوفی نے، ان کو ابوبکر بن عیاش نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی ہیں کہ مشرکین قریش حجر میں جمع تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب محمد ان کے پاس سے گزرے تو ہم میں سے ہر شخص اس کو ایک چوٹ مارے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سُنا تو اس نے جا کر اپنے والد حضور کو بتایا۔ حضور ﷺ نے ان کو تسلی دی بیٹا تم چُپ رہو۔

اس کے بعد حضور نکلے اور ان کے پاس سے مسجد میں داخل ہوئے ان لوگوں نے جونہی سر اُٹھا کر حضور کو دیکھا تو سر جھکا لئے۔ حضور ﷺ نے مٹی کی مٹھی اُٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ شاہت الوجوہ رسوا ہو جائیں یہ چہرے ان میں سے جس جس شخص کو وہ مٹی پہنچی وہ بدر والے دن کافر مر گیا۔ (مجمع الزوائد ۸/ ۲۲۸)

آپ علیہ السلام پر گندگی ڈالی گئی .... (۵) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد نے، ان کو شعبہ نے ان کو ابو اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عمرو بن میمون سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سجدہ کر رہے تھے، آپ کے قریب قریش کے لوگ بیٹھے تھے اور وہاں اُونٹ کی اوجڑی اور فضلہ پڑا ہوا تھا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کون اس کو اُٹھا کر محمد ﷺ کی پیٹھ پر ڈالے گا۔ چنانچہ (ایک بد بخت) عقبہ بن ابو معیط آیا اس نے وہ گندگی اُٹھا کر آپ کے اُوپر ڈال دی۔ حضور ﷺ نے سر نہیں اُٹھایا وہ بدستور سجدے میں رہے۔ اتنے میں سیدہ فاطمہ آئی اس نے اپنے والد کی پیٹھ سے وہ گندگی ہٹائی اور ان کو بددعا دی جس نے یہ حرکت کی تھی۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بددعا دیتے نہیں دیکھا تھا، اس دن دیکھا کہ حضور ﷺ نے نام لے کر بددعا دی۔ اے اللہ! قریش کے اس پورے گروہ کو اپنی پکڑ میں لے لے، اے اللہ! ابو جہل بن ہشام کو اپنی پکڑ میں لے اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور عقبہ بن ابو معیط کو اور امیہ بن خلف کو (یا اُبی بن خلف کو) شعبہ کے لئے شک ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا تھا کہ وہ بدر والے دن مارے گئے تھے۔ اور بدر کی کھائی میں گھسیٹ کر ڈال دیئے گئے تھے۔ یا کہا تھا کہ بدر کے کنوئیں میں۔ سوائے ابی بن خلف کے یا امیہ بن خلف کے یہ جسیم آدمی تھا یہ کنوئیں تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

بخاری نے اس کو نقل کیا ہے اور مسلم نے صحیح میں حدیث شعبہ بن حجاج سے۔ (بخاری ص ۳۱۸۵)

(۶) ہمیں خبر دی ابو محمد جناح بن نذیر بن جناح قاضی نے کوفہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر محمد بن علی دحیم نے، ان کو احمد بن حازم نے غرزہ نے، ان کو خبر دی جعفر بن عون نے، ان کو سفیان بن سعید ثوری نے، ان کو ابواسحاق نے عمرو سے، اس نے عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کعبے کے سائے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوجہل نے کہا اور قریش کے کچھ لوگوں نے کہ مکہ کے ایک کونے میں اُونٹ ذبح ہوئے پڑے ہیں۔ انہوں نے کچھ لوگ بھیجے وہ ان کے اوجھ وغیرہ اُٹھا کر لے آئے اور لا کر حضور ﷺ کے کندھوں کے مابین ڈال دیئے بحالت سجدہ۔ سیدہ فاطمہ آئیں اس نے اس غلاظت کو ان کے اُوپر سے ہٹایا۔ جب حضور ﷺ وہاں سے آئے تو تین شخصوں کے خلاف عاجزی سے دعا کی، اے اللہ! قریش کو اپنی گرفت میں لے، تین بار کہا۔ ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عقبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابومعیط کو۔ عبداللہ نے کہا ایک عرصہ بعد میں نے ان کو دیکھا کہ بدر کی کھائی میں پڑے تھے۔ ابواسحاق نے کہا میں ساتویں کا نام بھول گیا ہوں۔

بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے اس نے جعفر بن عون سے۔

(۷) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالولید حسان بن محمد بن احمد فقیہ نے، ان کو ابواحمد اسماعیل بن موسیٰ ابن ابراہیم حاسب نے، ان کو عبداللہ بن ابان نے، ان کو عبدالرحیم بن سلیمان نے زکریا سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے عمرو بن میمون اُودی سے، اس نے عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اور گذشتہ کل اُونٹ ذبح ہوئے تھے۔ ابوجہل نے کہا تم سے کون ان اُونٹوں کی گندگی لا کر محمد کے کندھوں کے بیچ میں رکھ دے گا؟ جب وہ سجدہ کرے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو ہنسایا۔ لہٰذا ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ اور میں کھڑا ہوا تھا۔ اگر میرے پاس قوت ہوتی تو میں اس کو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ سے ہٹا کر پھینک دیتا مگر حضور ﷺ سجدے میں تھے آپ اپنا سر سجدے سے نہیں اُٹھا رہے تھے یہاں تک کہ کسی انسان نے جا کر آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر بتایا وہ آئیں حالانکہ وہ لڑکی تھی، اس نے آ کر اس گندگی کو ہٹایا۔ اس کے بعد ہٹ کر وہ ان لوگوں کو گالیاں دینے لگی۔

آپ علیہ السلام نے ایذاء پہنچانے والوں کو بددعا دی .... جب حضور ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی آپ نے بلند آواز کے ساتھ ان کے خلاف بددعا دی، تین بار آپ کی عادت ہی تھی کہ جب دعا کرتے تھے تو تین بار کہتے تھے اور جب اللہ سے مانگتے تو تین بار مانگتے تھے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، تین بار کہا جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی آواز سُنی ان کی ہنسی جاتی رہی۔ پھر آپ نے کہا، اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کو ہلاک کر عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابومعیط کو۔ ساتویں کو بھی ذکر کیا تھا مگر میں اسے یاد نہ رکھ سکا۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو بھیجا حق کے ساتھ۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا تھا جن جن کا آپ نے نام لیا تھا بددعا میں کہ وہ بدر کی میدان میں مردار ہوئے پڑے تھے۔ اس کے بعد اس بدر کی کھائی میں ان کو گھسیٹ کر پھینک دیا گیا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن عمر بن ابان سے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابومحمد حسن بن علی بن مؤمل نے، ان کو ابوعثمان عمرو بن عبداللہ نصری نے، ان کو ابواحمد محمد بن عبدالوہاب نے، ان کو خبر دی یعلیٰ بن عبید نے، ان کو اعمش نے مسلم سے، اس نے مسروق سے، اس نے خباب سے، وہ کہتے ہیں کہ میں لوہار آدمی تھا اور میرا عاص بن وائل پر کچھ قرض تھا۔ میں اس کے پاس اپنا قرض مانگنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم ہے میں تیری ادائیگی نہیں کروں گا پہلے تم محمد کے ساتھ کفر کرو۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی کفر نہیں کروں گا، یہاں تک کہ تو دوبارہ زندہ ہو جائے پھر بھی کفر نہیں کروں گا۔ اس نے کہا جب میں مر کر دوبارہ اُٹھ جاؤں گا تو وہاں مال بھی ہوگا اولاد بھی ہوگی پھر میں پیچھے ادائیگی کر دوں گا (اس نے یہ بات از راہ تمسخر کہی کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے ہی سے منکر تھا) مگر اللہ نے اس حالت پر یہ آیت نازل فرمائی :

افرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لاوتین مالا وولدا
کیا آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے ہماری آیات کو کفر کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے مال واولاد ضرور ملے گی۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں کئی طرق سے اعمش سے۔

(۹) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابوالبختری نے عبداللہ بن محمد بن شاکر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسین بن علی جعفی نے ان کو زائدہ نے عاصم سے، اس نے زر سے، اس نے عبداللہ سے، بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا تھا وہ سات افراد تھے۔(۱) رسول اللہ ﷺ۔(۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ (۳) عمار رضی اللہ عنہ۔(۴) عمار کی ماں سمیہ۔ (۵) صہیب۔ (۶) بلال۔ (۷) مقداد بن اسود۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کا تو اللہ نے دفاع کر دیا تھا ان کے چچا ابو طالب کے ذریعے۔ رہے ابوبکر رضی اللہ عنہ، اللہ نے ان کا دفاع ان کی قوم کے ذریعے کیا۔ باقی لوگ جو تھے ان کو مشرکین نے پکڑ لیا تھا انہیں انہوں نے لوہے کی زرہیں پہنا دی تھیں اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا تھا، ہر ایک کے پاس کوئی نہ کوئی آیا، ان کو چھڑا لے گیا مگر بلال رہ گئے تھے اللہ کی راہ میں۔ ان کو اذیت دی گئی اور اس کی قوم کی بھی توہین کی گئی، اسے پکڑ کر مکے میں اوباشوں کو دے دیا گیا وہ اسے مارتے اور گلیوں میں پھراتے اور وہ اَحَد اَحَد کہتے جاتے تھے۔

(۱۰) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابراہیم بن عصمہ عدل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سری بن خزیمہ نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے، ان کو ہشام بن ابوعبداللہ نے ابوالزبیر سے، اس نے جابر سے کہ رسول اللہ ﷺ گزرے عمار کے پاس سے اور اس کے گھر والوں کے پاس سے اس وقت ان کو عذاب دیا جا رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اے آل عمار اور اے یاسر بے شک تمہارا وعدہ جنت ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا شہید .... (۱۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو ابوعبداللہ یزید بن احمد بن حنبل نے، ان کو وکیع نے سفیان سے، اس نے منصور سے، اس نے مجاہد سے، انہوں نے کہا کہ پہلا شہید جو اسلام میں شہید کیا گیا وہ ام عمار سمیہ تھی۔ ابوجہل نے اس کو نیزے کا نشانہ بنایا تھا بھالے کے ساتھ ان کی شرمگاہ پر جس سے وہ شہید ہو گئی تھی صلوات اللہ علیہا۔(استیعاب ۴/۳۳۰)

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات لوگوں کو آزاد کرایا تھا جو اللہ کے دین کے لئے عذاب دیئے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نام زنیرہ کا ذکر ہوا ہے۔

کہتے ہیں ان کی نظر چلی گئی تھی اور وہ ان لوگوں میں سے تھی جس کو اللہ کی راہ میں عذاب دیئے گئے مگر اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ مشرکین نے کہا کہ لات وعزیٰ نے اس کی نظر چھین لی ہے اور اسے اندھا کر دیا ہے۔ زنیرہ نے کہا تھا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم ایسی بات نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر واپس کر دی تھی۔(الاصابہ ۴/۳۱۱)

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے، ان کو بشر بن موسیٰ نے، ان کو حمیدی نے، ان کو سفیان نے، ان کو بیان بن بشر اور اسماعیل ابن ابوخالد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے قیس سے سنا تھا وہ کہتے تھے کہ میں نے خباب سے سنا کہتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے کعبے کے سائے میں، حالانکہ ہم لوگ مشرکین کی طرف سے شدید سختی پا چکے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا نہیں فرماتے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھے، اس وقت آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو رہا تھا۔

آپ نے فرمایا بے شک جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان میں سے ایک لوہے کی کنگھی سے اس کا گوشت چھیل لیا جاتا تھا یا پٹھے سے کہا تھا مگر یہ ظلم بھی وہ سہہ لیتے تھے یہ ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکتا تھا۔ کسی کے سر کے اُوپر آرا رکھ کر اس کو درلخت کر دیا جاتا تھا مگر یہ ظلم بھی اس کو اس کے دین سے نہیں پھیر سکتا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس دین کے معاملے کو پورا کرے گا اس قدر کہ ایک سوار مقام صفاء سے حضر موت کے مقام تک سفر کرے گا مگر اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ اضافہ کیا ہے اس بات کے بیان کو کہ حالانکہ اس شخص کی بکریوں میں بھیڑیا موجود ہوگا (یعنی نہ وہ نقصان پہنچائے گا نہ ہی اس شخص کو اس کا خوف ہوگا یعنی مثالی امن قائم ہو جائے گا۔

بخاری و مسلم نے نقل کیا اسماعیل سے کئی طرق سے۔ (بخاری۔ حدیث ۳۸۵۲۔ فتح الباری ۷/۱۶۴۔۱۶۵)

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے اور ابو بکر قاضی نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن خالد نے، ان کو احمد بن خالد نے، ان کو اسرائیل نے، ان کو ابو اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابو جہل کے پاس سے گزرے اور ابو سفیان کے پاس سے، وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے از راہ طنز کہا یہ تمہارا نبی ہے اے بنو عبد شمس۔ ابو سفیان نے کہا کہ کیا تجھے تعجب ہے اور حیرانی ہے کہ ہم میں سے کوئی نبی ہو؟ اور نبی ہوگا انہیں میں سے جو ہم میں سے قلیل ہوں اور کمزور ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ شیوخ اور ان بڑوں کے ہوتے ہوئے جوان لڑکا نبی بن جائے؟

رسول اللہ ﷺ یہ باتیں سُن رہے تھے۔ آپ ان دونوں کے پاس آئے اور فرمایا، اے ابو سفیان آپ نہ تو اللہ کے لئے ناراض ہوئے نہ ہی اللہ کے رسول کی عزت کے لئے بلکہ صرف اور صرف آپ نے خاندانی حمیت و غیرت دکھائی ہے باقی رہے آپ اے ابو الحکم (ابو جہل) اللہ کی قسم تم بہت قلیل ہو، تمہیں کم ہنسنا نصیب ہوگا اور تم بہت روؤ گے۔ ابو جہل نے کہا، اے بھتیجے! تم نے اپنی نبوت کی طرف سے مجھے بہت بُری دھمکی دی ہے۔

باب ۷۹

پہلی ہجرت ملک حبشہ کی طرف تھی اور اس کے بعد دوسری ہجرت ہوئی

اور اس میں جو آیات ظہور پذیر ہوئیں (یعنی نبوت کی نشانیاں) اور نجاشی کا تصدیق کرنا اور ان لوگوں کا جو اس کے اتباع تھے

(علماء میں سے اور راہبوں میں سے)

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر بن عتاب نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، ان کو اسماعیل بن ابو اویس نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے کتاب المغازی میں ہے کہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد قریش کے منہ لٹک گئے اور ان کا مکر شدید ہو گیا۔ اب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کر لیا یا ان کو مکے سے نکال دیا جائے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے اصحاب بڑھتے جا رہے ہیں اور کثرت ہو رہی ہے، چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کے قوم کے ورثا سے پیش کش کی کہ ان کو حضور کے قتل کی دیت دے دی جائے گی اور ان کو قتل کر دیا جائے گا، مگر حضور کی قوم کے لوگوں نے یہ بات نہ مانی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا دفاع کروایا آپ کے گروہ کی حمیت و غیرت کے ذریعے۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ کی اتباع کرنے والوں سے سختی شروع کر دی جو اللہ کے

دین میں ان کی اتباع کر رہے تھے یہ سختی ان لوگوں نے اپنے بیٹوں بھائیوں سے کروائی اور اپنے قبیلوں سے کروائی۔ لہٰذا شدید فتنہ برپا ہوا اور شدید جھنجوڑے گئے۔ ان اتباع میں سے کچھ لوگ ایسے تھے اللہ نے جن کی حفاظت فرمائی، کچھ ایسے تھے جو فتنے میں واقع کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ زیادتیاں کی گئیں تو رسول اللہ ﷺ جب شعب ابوطالب میں بنوعبدالمطلب کے ساتھ داخل ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جانے کا حکم دیا اور حبشہ کی سرزمین پر جو بادشاہ تھا اسے نجاشی کہا جاتا تھا (نام اس کا اصحمہ ہے ملک الحبشہ تھا)۔ نجاشی کو صحابہ میں شمار کیا گیا رضی اللہ عنہم۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے اسلام کو خوبصورت بنایا، ہاں اسلام کے بعد نہ اس۔ نے ہجرت کی نہ ہی حضور کو دیکھا۔ لہٰذا وہ من وجہ تابعی ہے اور من وجہ صحابی ہے۔ حضور ﷺ کی حیات میں وفات پا گیا تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اس پر لوگوں کو غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اصحمہ کا عربی میں مطلب عطیہ ہوتا ہے (منقول از ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی محشی کتاب ہذا۔ مترجم)

اس کی سرزمین پر کسی پر ظلم نہیں ہوتا تھا .... اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں اس کی اچھی تعریف کی جاتی تھی۔ حضور کے حکم دینے کے بعد عام لوگ ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے جب اُن پر ظلم ہوئے اور مزید فتنے کا خطرہ ہو گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ ٹھہرے رہے وہاں سے نہ ہٹے یہ بات جعفر بن ابوطالب اور اس کے اصحابؓ کے ارض حبشہ کی طرف خروج سے قبل کی ہے۔ یہ لوگ دو مرتبہ نکلے (یعنی دو مرتبہ ہجرت کی)۔ پھر وہ لوگ جو پہلی مرتبہ نکلے تھے واپس لوٹ آئے۔ جعفر بن ابوطالب اور اس کے اصحاب کی ہجرت سے پہلے۔

(کیفیت کچھ یوں ہوگی) جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم نازل فرمائی تو اس سے قبل مشرکین کہتے تھے کہ اگر یہ شخص (محمد) ہمارے الٰہوں کا ذکر خیر کے ساتھ کرتا تو ہم لوگ اس کو اور اس کے اصحاب کو ٹھہرا رہنے دیتے، لیکن وہ نہیں ذکر کرتا ان کا جو اس کے دین کے مخالف ہیں۔ یہودی ہوئے، عیسائی ہوئے اس کی مثل جیسے وہ ہمارے الٰہوں کا ذکر کرتا ہے گالیوں سے اور بُرائی سے۔ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کو جو تکلیف، اور اذیت ان لوگوں کی طرف سے ہو رہی تھی اس میں شدت آ گئی اور ادھر ان کی ضلالت اور گمراہی بھی آپ کو حزن و غم میں مبتلا کر رہی تھی۔ حضور ﷺ ان کی ہدایت کی تمنا کر رہے تھے۔ اللہ نے جب سورۃ نجم نازل فرمائی تو حضور نے اس کی تلاوت شروع کی، جب اس آیت کی تلاوت کی ......

افرایتم اللات والعزیٰ و مناۃ الثالثۃ الأخریٰ۔ (سورۃ نجم: آیت ۱۹۔۲۰)

کیا تم نے لات (بت) کو دیکھا ہے اور عزیٰ (بت) کو ایک اور تیسرے منات (بت) کو۔

اس کی تلاوت کے وقت شیطان نے کچھ کلمات ڈال دیئے، جب اللہ نے آخری بت منات کا ذکر کیا۔ وہ الفاظ یہ تھے :

وانهن الغرانیق العلی وان شفاعتهن لهی التی ترتجی۔

جس کا مطلب کچھ یوں تھا کہ یہ بت یہ مورتیاں برتر ہیں ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ شیطانی سجع تھا اور شیطانی فتنہ تھا۔ چنانچہ یہ دونوں کلمات مکے میں ہر مشرک کے دل میں واقع ہو گئے اور ان کی زبانوں سے یہی الفاظ نکلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب زبانوں پر عام ہو گئے اور انہوں نے یہ شیطانی پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ نے اپنے سابقہ آبائی دین کی طرف رجوع کر لیا ہے اور اپنی قوم کے دین کی طرف۔

مسلمان اور مشرکین سب نے سجدہ کیا .... آپ جب تلاوت فرما رہے تھے اور سورۃ کے اختتام کو پہنچے تو آخر میں سجدۂ تلاوت ہے، حضور ﷺ نے سجدہ کر لیا اور حاضرین میں سے بھی ہر ایک نے سجدہ کر لیا مسلم نے بھی اور مشرک نے بھی سوائے ولید بن مغیرہ کے، وہ بڑا بوڑھا آدمی تھا، اس نے مٹھی بھر مٹی اُٹھائی اور اس پر سجدہ کر لیا۔ چنانچہ دونوں فریقوں نے حیرانی کا اظہار کیا کہ یہ کیسے اجتماعی سجدہ ہو گیا سب لوگ مسلم و مشرک کیسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سجدے میں اکٹھے ہو گئے۔ مسلمانوں کو حیرانی ہوئی کہ مشرکین نے ہمارے ساتھ کیسے سجدہ کر لیا باوجود عدم ایمان کے اور عدم یقین کے (خاص بات یہ ہوئی تھی کہ) مسلمانوں نے وہ الفاظ سُنے ہی نہیں تھے جو شیطان نے مشرکین کی زبان پر ڈال دیئے تھے۔

بہر حال مشرکین کے دل نبی کریم ﷺ کی طرف سے مطمئن تھے اس بات کے لئے جو نبی کریم کی متمنیٰ (ان لوگوں کے دلوں) ڈالی گئی ہے اور شیطان نے ان مشرکین کو یہ بات بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو سجدے میں پڑھا ہے (اس سے ان کے دلوں میں اپنے بتوں کی اور عظمت قائم ہوگئی)۔لہٰذا انہوں نے اپنے الٰہوں معبودوں کی تعظیم میں سجدہ کرلیا۔یعنی مسلمانوں نے سجدے کی آیت کی وجہ سے رب کو سجدہ کیا اور مشرکین نے شیطانی مکر و دھوکے میں آ کر اپنے معبودوں کو سجدہ کیا۔

اس کے بعد یہ کلمے لوگوں میں پھیل گئے اور شیطان نے اس کو خوب ظاہر اور عام کیا، یہاں تک کہ یہ الفاظ ارض حبشہ میں بھی پہنچ گئے۔ مسلمانوں میں سے حضرت عثمان بن مظعون ﷺ اور اس کے اصحاب تک یہ الفاظ پہنچے اور انہیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ اہل مکہ سارے مسلمان ہوگئے ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کردی ہے اور ان کو ولید بن مغیرہ کے مٹی پر سجدہ کرنے کی اپنی ہتھیلیوں پر خبر پہنچی۔ اور ان کو یہ بات بیان کی گئی کہ مسلمان مکے میں احسن واقع ہوگئے ہیں۔لہٰذا تم لوگ جلدی واپس آجاؤ۔اُدھر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ وکلمات کو مٹادیا جو شیطان نے ڈالے تھے۔اور اپنی آیات کو محکم کردیا تھا اور ان کو باطل کی ملاوٹ سے محفوظ کردیا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا القی الشیطان فی امنیته ، فینسخ اللّٰه مایلقی الشیطان ، ثم یحکم اللّٰه ایاته واللّٰه علیم حکیم ، لیجعل مایلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبهم مرض والقاسیة قلوبهم وان الظالمین لفی شقاق بعید ۔ (سورۃ حج : آیت ۵۲-۵۳)

ہم نے جتنے رسول یا نبی بھیجے ہیں شیطان جب چاہتا نبی کی نیت اور خواہش کے بارے میں القاء کردیتا اپنے ماننے والوں کے دلوں میں اور اس کا اظہار بھی کردیتا (جیسے مذکورہ واقعے میں شیطان نے کیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطان کی طرف سے القاء کی ہوئی بات کو مٹادیتا اور اپنی کتاب کو محکم کردیتا۔اللہ تعالیٰ حکم وحکمت والا ہے۔ تاکہ شیطان کی طرف سے ڈالے ہوئے اور القاء کئے ہوئے الفاظ کو فتنہ بنادے ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں کفر وشرک کی مرض ہے اور وہ بایں وجہ قساوت قلبی کا شکار ہیں۔بے شک ظالم دور دراز کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

(نتیجہ یہ ہوا) جب اللہ نے اپنا فیصلہ واضح کردیا اور حضور ﷺ کو شیطان کے پنجے سے بَری اور پاک بتادیا تو مشرکین اپنی ضلالت اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی عداوت کی طرف پلٹ گئے اور مسلمانوں کے خلاف اور سخت ہوگئے۔

حضرت عثمان بن مظعون ﷺ کی حبشہ سے واپسی اور ولید بن مغیرہ کی پناہ سے انکار

کہتے ہیں حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے اصحاب ان لوگوں میں سے تھے جو واپس لوٹ آئے تھے۔ابھی مکے میں داخل نہیں ہوسکے تھے کہ ان کو یہ خبر مل گئی کہ مشرکین مسلمانوں پر سختی کررہے ہیں ہاں مگر کسی کی پناہ کے ساتھ۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے از خود بغیر کہے عثمان بن مظعون کو پناہ دیدی مگر عثمان نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان کس قدر آزمائش اور اذیت میں ہیں، ان میں سے کسی کو آگ میں ڈالا گیا ہے کسی پر چابک برسائے گئے اور اُدھر عثمان کو عافیت اور پناہ حاصل ہے، اس کو ایسی کوئی تکلیف نہ پہنچی مسلمان جس سے دوچار ہیں۔لہٰذا عثمان بن مظعون نے ایسی عافیت پر مصیبت کو ترجیح دی۔اور کہنے لگے کہ جو لوگ اللہ کی عہد اور اس کی پناہ میں اور اس کے رسول کی پناہ میں ہو جس عہد اور پناہ کو اللہ نے اپنے اولیاء کے لئے یعنی اہل اسلام کے لئے منتخب فرمایا ہے وہ لوگ تو مصیبت میں مبتلا ہیں (یعنی مسلمان) اور وہ خائف ہیں۔اور شیطان کے عہد میں ہوا اور جو اولیاء شیطان لوگ ہوں ان کے عہد اور ذمہ میں ہو وہ عافیت میں ہوگئے۔

انہوں نے ولید بن مغیرہ سے بات کی اور کہا، اے چچا آپ نے مجھے پناہ دی ہے اور میرے ساتھ نیکی کی ہے۔میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے خاندان کے سامنے لے چلیں اور ان کے سامنے آپ مجھ سے اظہار برأت اور اظہار لاتعلقی کردیں۔لہٰذا ولید نے کہا، اے بھتیجے شاید تیری قوم کا

کوئی آدمی تجھے تکلیف پہنچائے یا تجھے گالی دے۔ اگر آپ میرے عہد اور ذمہ میں ہوں گے تو تیرا ان سے دفاع کروں گا۔ عثمان بن مظعون نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم کوئی مجھ پر عتراض نہیں کرے گا، نہ ہی مجھ کو ایذا پہنچائے گا۔

ولید کی پناہ میں رہنے سے انکار .... جب عثمان نے ولید کی پناہ میں رہنے سے انکار کر دیا اور چاہا کہ وہ اس کی پناہ اور ذمہ سے اظہار برأت کر دے تو پھر وہ عثمان کو مسجد میں لے گیا اور قریش اس میں بھرے ہوئے تھے۔ ولید کہنے لگا نہ کہ یہ شخص مجھ پر غالب آ گیا ہے اور اس نے مجھے اس بات پر اُکسایا ہے کہ اس کو پناہ دینے سے دست بردار ہو جاؤں اور اس سے لاتعلق ہونے کا اعلان کر دوں۔ لہٰذا میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس سے بَری ہوں اور لاتعلق ہوں۔ مگر یہ کہ اس میں اس کی مرضی ہوگی، یہ چاہے گا تو۔

اس اعلان کے بعد عثمان نے کہا کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں اللہ کی قسم ان کو اس بات پر کہ مجھے پناہ دیں میں مجبور نہیں کروں گا، یہ مجھ سے بَری اور لاتعلق ہیں۔ کہتے ہیں اس کے بعد ہم لوگ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھے وہاں پر لبید شاعران کو شعر سُنا رہے تھے۔ لبید نے ایک شعر کہا :

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

خبردار اللہ کے سوا جو کچھ ہے ہو باطل ہے •

عثمان نے کہا، لبید آپ نے سچ کہا ہے۔ اس کے بعد لبید نے اپنا شعر مکمل کیا اور دوسرا مصرعہ کہا :

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

لامحالہ تمام نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں۔

عثمان نے کہا کہ آپ نے جھوٹ کہا ہے۔ چنانچہ محفل میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ خاموش ہو گئے اور وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ عثمان کا مطلب کیا ہے اس کلمے سے۔ لہٰذا انہوں نے شاعر سے مکرر پڑھنے کو کہا۔ لبید نے اپنا شعر دُہرایا تو عثمان نے پہلے کی طرح ایک جملے پر سچا کہا اور دوسرے پر جھوٹا کہا، جب اس نے کہا مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ تو عثمان نے اس کو سچا کہا اور جب اس نے وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ کہا تو عثمان نے اس کو جھوٹا کہا۔ اس لئے کہ جنت کی نعمتیں کا زوال نہ ہوں گی۔

چنانچہ اتنے میں قریش میں سے ایک آدمی نیچے اُترا، اس نے عثمان بن مظعون کی آنکھ پر کس کر تھپڑ مار دیا جس سے آنکھ نیلی ہو گئی۔ لہٰذا ولید بن مغیرہ اور اس کے اصحاب نے کہا، عثمان تم اچھے خاصے ایک ذمہ دار مضبوط عہد و پناہ میں تھے، خواہ مخواہ اس میں سے آپ نکل گئے۔ حالانکہ آپ اس وقت اس سے مستغنی تھے جو کچھ ہوا ہے۔ عثمان نے کہا کہ بلکہ مجھے اس چیز کی ضرورت تھی جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے اور میری دوسری آنکھ جس پر تھپڑ نہیں پڑا اس کو بھی اسی تھپڑ کی ضرورت ہے جو اس جیسی پہلی آنکھ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اور میرے لئے اس شخص کی سیرت میں جو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تم لوگوں سے بہترین نمونہ ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا، عثمان اگر چاہو میں تجھے دوسری بار پناہ دے سکتا ہوں۔ عثمان بن مظعون نے کہا مجھے آپ کی پناہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (ابن ہشام ۱/۳۹۱۔۳۹۲)

حضرت جعفر بن ابوطالب کے واقعہ کی تفصیل مشرکین کا حبشہ میں ہجرت کرنے والوں کے خلاف تعاقب کرنا

حضرت جعفر بن ابوطالب ﷺ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان مذکورہ حالات کے وقت اپنے دین کو بچانے کے لئے ہجرت کر گئے تھے ارض حبشہ کی طرف۔ ادھر قریش نے عمرو بن العاص کو اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ اور انہیں کہا کہ جلدی جلدی جائیں، انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اور نجاشی کے پاس انہوں نے ہدیہ بھیجا، ایک عمدہ گھوڑا اور پشمین جوڑا، اور حبشہ کی وزیروں کے لئے بھی قریش نے حصے بھیجے۔ جب یہ

لوگ نجاشی کے پاس پہنچے اور ہدایا پیش کیئے تو اس نے وہ قبول کر لئے اور اس نے عمرو بن العاص کو اپنے تخت پر بٹھایا۔ عمرو نے اس سے کہا، آپ کی سرزمین پر کچھ ہمارے نے بے قوف لوگ آ گئے ہیں ۔ نہ تو وہ تمہارے دین پر ہیں اور نہ ہی وہ ہمارے دین پر ہیں ۔ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے ۔ حبشہ کے گورنروں نے نجاشی سے کہا، صحیح ہے آپ وہ لوگ ان کے حوالے کر دیجئے ۔ نجاشی نے کہا، نہیں اللہ کی قسم ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ بلکہ ان کے ساتھ بات کروں گا اور یہ سمجھوں گا کہ وہ کس دین پر ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ اس شخص کے اصحاب ہیں جو ہمارے اندر پیدا ہو گیا ہے۔ ہم آپ کو ان کی حماقت کے بارے میں اور ان کی طرف سے حق کے خلاف کرنے کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے اور آپ کے آگے سجدہ بھی نہیں کریں گے جب آپ کے پاس آئیں گے جیسے لوگ کرتے ہیں جو آپ کی حکومت میں آتے ہیں۔

نجاشی کے دربار میں جعفر بن ابوطالب و دیگر مسلمانوں کی طلبی

چنانچہ نجاشی نے جعفر بن ابوطالب کو اور اس کے اصحاب کو بُلایا اور نجاشی نے عمرو بن العاص کو اپنے تخت پر بٹھایا۔ حضرت جعفر نے آ کر نجاشی کو سجدہ نہیں کیا۔ نہ ہی اس کے گورنروں کو کیا بلکہ اس کو السلام علیکم کہہ کر سلام کیا۔ اس پر عمرو نے اور عمارہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ لوگ ایسے ایسے ہیں؟ نجاشی نے کہا کہ تم لوگ، اے گروہ بتاؤ گے؟ کہ تم لوگوں نے مجھے اس طرح سلام کیوں نہ کیا جیسے یہ کرتے ہیں جو تمہاری قوم میں سے میرے پاس آئے ہیں اور تمہارے شہروں سے آئے ہیں اور جیسے دیگر لوگ بھی کرتے ہیں؟ اور مجھے یہ بھی بتایئے کہ تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ کیا تم عیسائی ہو؟ وہ بولے کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کیا تم یہودی ہو؟ بولے کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اپنی قوم کے دین پر ہو؟ بولے نہیں۔ اس نے پوچھا کہ پھر تمہارا دین کیا ہے۔

نجاشی کے دربار میں جعفر بن ابوطالب کا وضاحتی بیان
جس نے اسلام کی اور رسول اللہ ﷺ کی احسن طریقہ سے نمائندگی کی

پھر تمہارا دین کیا ہے؟ بولے ہمارا دین اسلام ہے۔ نجاشی نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا، ہم لوگ اللہ کی عبادت بایں طور پر کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا اکیلا حق دار ہے، اس کا اس میں کوئی شریک نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔ نجاشی نے پوچھا کہ تمہارے پاس یہ دین توحیدی کون لے کر آیا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس اس دین کو لے کر ہمارے ہی لوگوں میں سے ایک شخص آیا ہے۔ ہم جس کی ذات کو، چہرے کو پہچانتے ہیں، اس کے نسب کو پہچانتے ہیں۔ اس کو اللہ نے ہماری طرف بھیجا ہے۔ جیسے ہم سے پہلے لوگوں کے پاس رسول بھیجے جاتے تھے۔ اس نے ہمیں نیکی کرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس نے ہمیں بتوں کی عبادت کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اکیلے اللہ کی عبادت کریں، ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ ہم نے اس کو سچا مانا ہے اور ہم نے اللہ کے کلام کو سمجھا ہے اور ہم نے جان لیا ہے کہ جو کچھ وہ لے کر آیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

جب ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے ہماری قوم نے ہم سے دشمنی رکھ لی ہے۔ اور نبی صادق کی بھی دشمنی ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اور انہوں نے اس کے قتل کا پروگرام بنالیا ہے۔ اور ہمیں دوبارہ بتوں کو پوجا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنی قوم سے اپنا دین بچا کر اور اپنے خون بچا کر تیرے پاس بھاگ کر آ گئے ہیں۔ اگر وہ لوگ ہمیں رہنے دیتے تو ہم ضرور وہاں رہ جاتے۔ نجاشی پر جعفر بن ابوطالب کی بات کا گہرا اثر ہوا اور اس نے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ بس نجاشی نے کہا اللہ کی قسم کہ یہ امر اسی مسیح اور اسی مصدر سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا امر نکلا تھا۔

جعفرابن ابوطالب کی مزید وضاحت

انہوں نے کہا رہی آپ کو سجدہ کرنے یا نہ کرنے کی بات تو ہمارے رسول نے یہ خبر دی ہے کہ اہل جنت کا تحفہ اور اسلام، السلام علیکم ہے۔ سو ہم نے آپ کو بھی وہی سلام کیا ہے جس کے ساتھ ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔

اب رہا سوال عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا تو وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کے کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا تھا۔ اور وہ رُوح ہیں اللہ کی طرف سے اور وہ اس کنواری ماں کے بیٹے ہیں جو گناہوں سے پاک تھی۔

یہ وضاحت سننے کے بعد نجاشی زمین کی طرف جھکا اور زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا اللہ کی قسم ابن مریم کی قدر منزلت اس مذکورہ بیان میں اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھی۔

نجاشی کو سرداروں اور گورنروں کا جواب

حبشہ کے سرداراور گورنروں نے کہا اللہ کی قسم اگر اہل حبشہ آپ کی یہ باتیں سُن لیں تو وہ آپ کو ضرور معزول کر دیں گے۔ نجاشی نے جواب دیا اللہ کی قسم میں عیسیٰ کے بارے میں اس سے ہٹ کر کبھی نہیں کہوں گا۔ اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی جب اس نے میرا ملک میرے لئے واپس کیا تھا۔ لہٰذا آج میں بھی اللہ کے دین کے بارے میں لوگوں کی اطاعت کروں؟ معاذ اللہ یعنی اللہ کی پناہ میں ایسا کروں؟

(ابن ہشام ۱/۳۶۲۔ مسند احمد ۱/۲۰۱)

نجاشی کی مذکورہ بات کرنے کا پس منظر

نجاشی کا والد حبشہ کا بادشاہ تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس وقت نجاشی چھوٹا لڑکا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو وصیت کی تھی کہ جب تک میرا بیٹا جوان نہیں ہوتا میری قوم کی بادشاہت تیری ہے۔ جب وہ بالغ ہوجائے تو پھر حکومت اور ملک اس کے لئے ہوگا۔ اس کے بھائی نے حکومت واقتدار میں رغبت کر لی اور نجاشی کو اس نے تاجر کے پاس فروخت کر دیا۔ اس نے تاجر کو کہہ دیا کہ اس کو ابھی رہنے دیں جب آپ واپس جانے لگیں تو مجھے بتادینا میں اس کو تیرے حوالے کر دوں گا۔ تاجر نے وقت آنے پر اس کو اطلاع کر دی اپنے واپس جانے کی۔ اس نے نجاشی کو اس کے ساتھ بھیج دیا، یہاں تک کہ نجاشی کو کشتی یا جہاز کے پاس لاکھڑا کیا۔ نجاشی کو تا حال یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے نجاشی کے چچا کو جس نے ان کو بیچا تھا ایک بجلی کی کڑک کے ذریعہ اپنی پکڑ میں لے لیا اور وہ مر گیا۔ حبشے والے تاج لے کر آئے اور نجاشی کے سر پر انہوں نے رکھ دیا اور اس کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اسی وجہ سے نجاشی نے جعفر بن ابوطالب کی تقریر کے بعد عطاء حبشہ کہا تھا کہ اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی جب اس نے میرا ملک مجھے واپس دیا تھا۔ لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ تاجر جس نے اس کو خریدا تھا اس نے کہا تھا، اب میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا، نہ اس لڑکے پر جس کو میں نے خریدا تھا نہ ہی میرے مال پر۔ نجاشی نے اس کو کہا کہ تم نے سچ بولا ہے، اس لئے اس کا مال اس کو واپس دیا جائے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۷۶)

نجاشی نے اس وقت کہا جب جعفر بن ابوطالب سے کلام کیا جو کچھ مذکور ہوا ہے جب اس نے یہ لوگ عمرو بن العاص کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ عمرو بن العاص کے ہدیے اس کو واپس کر دو۔ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے اس بارے میں سونے کا پہاڑ بھی رشوت دیں تو میں اس کو قبول نہیں کروں گا۔ دَبَر حبشہ کی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر سے اور اس کے ساتھیوں سے کہا، تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو۔ تم لوگ سُیُوم ہو، مراد ہے امن وامان میں ہو۔ تحقیق اللہ نے تمہیں روک لیا ہے یا تمہاری حفاظت کی ہے اور اس نے ان کے لئے بہتر رزق کا حکم دے دیا۔ اور حکم دیا کہ جو شخص اس جماعت کی طرف میلی نظر سے دیکھے گا وہ خاک آلود ہوگا، یعنی وہ میرا نافرمان ہوگا۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۳۶۰۔۳۶۱)

عمرو بن العاص اور عمارہ کے درمیان مشن میں ناکام ہونے کے بعد عداوت

اللہ عزوجل نے عمرو بن العاص اور عمارہ کے درمیان عداوت ڈال دی تھی نجاشی کے پاس پہنچنے سے پہلے۔ مگر دونوں نے نجاشی کے پاس آنے سے پہلے صلح کرلی تھی تاکہ جس مقصد کے نکلے ہیں یعنی مسلمانوں کی تلاش میں۔ جب وہ مقصد پورا نہ ہوا تو واپس اپنی سخت ترین عداوت پر آگئے۔ باہم بُری دشمنی پر اُتر آئے۔ چنانچہ عمرو نے عمارہ کے ساتھ چال چلی اور مکر کیا۔ اس نے کہا، اے عمارہ آپ انتہائی خوبصورت آدمی ہو۔ تم نجاشی کی عورت کے پاس جاؤ، تم اس کے پاس جا کر باتیں کرو جب اس کا شوہر آئے گا تو یہ معاملہ ہمارے حق میں معاون ثابت ہوگا۔ عمارہ نے اس عورت کے پاس مراسلت کا پیغام رسانی کر کے رابطہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ اس عورت کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ عورت کے پاس داخل ہوا تو عمرو نجاشی کے پاس چلا گیا اور اس سے جا کر کہا کہ میرا فلاں ساتھی عورتوں کا رسیا ہے۔ وہ آپ کے اہل کے ساتھ غلط ارادے سے داخل ہوا ہے۔ آپ کو اس بات سے آگاہ کر رہا ہوں۔ نجاشی نے آدمی بھیج کر دکھوایا تو عمارہ واقعی اس کی عورت کے پاس تھا۔

نجاشی نے حکم دیا، اس کی پیشاب کی نالی میں ہوا بھروا دو، اس کے بعد اس کو سمندر کے ایک جزیرے میں ڈال دیا گیا۔ جس سے اس کو جنون ہوگیا اور وہ وحشی جانوروں کے ساتھ وحشی ہوگیا اور عمرو مکہ واپس آگیا۔ اس کے ساتھی کو اللہ نے ہلاک کر دیا تھا۔ اور اس کا سفر کرنا گھاٹے میں رہا اور اس کی حاجت و مقصد بھی پورا نہ ہو سکا۔

قصہ القاءِ الشیطان فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ

تحقیق ہم نے قصہ القاء شیطان فی امنیتہ روایت کیا ہے محمد بن اسحاق سے اور محمد بن اسحاق بن یسار نے قصہ عثمان بن مظعون سے روایت کیا ہے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے بطور سماع کے اس سے حسن نے اس کو حدیث بیان کی تھی اور یہ روایت ان میں سے ہے جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے یہ کہ عباس الاصم نے ان کو حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، اس نے دونوں قصے ذکر کیے ہیں موسیٰ بن عقبہ کی روایت والے مفہوم کے ساتھ۔ بہرحال قصہ ہجرت وہ مروی ہے احادیث متصلہ کے ساتھ۔

ہجرت اُولیٰ حبشہ

(۱) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی عباس بن عبدالعظیم نے، ان کو بشر بن موسیٰ خفاف نے، ان کو حسین بن زیاد بُرجمی امام مسجد محمد بن واسع نے، ان کو قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے اللہ کی طرف سے ہجرت کی اپنے اہل کے ساتھ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میں نے نضر بن انس سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے سُنا ابوحمزہ سے یعنی انس سے، وہ کہتے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان اپنے وطن سے نکلے تھے اور ان کے ساتھ رقیہ بنت رسول رضی اللہ عنہا تھیں ارض حبشہ کی طرف۔ انہوں نے ہجرت کی تھی دیر تک، ان کی خبر رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچی۔ چنانچہ قریش کی ایک عورت آئی تھی اس نے بتایا کہ اے محمد! میں نے تیرے داماد کو دیکھا تھا، اس کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ حضور نے پوچھا کہ کس حال پر آپ نے ان کو دیکھا تھا؟ اس عورت نے کہا، میں نے اس کو دیکھا تھا اس نے اپنی عورت کو گدھے پر سوار کر رکھا تھا۔ سو وہ آگے کھینچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ ان کا ساتھ ہو، بے شک عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی اہلیہ کے سمیت ہجرت کی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد۔

اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابومحمد عبداللہ بن اسحاق خراسانی نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن جعفر نے زبرقان سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے بشر بن موسیٰ نے، پھر انہوں نے اس کو ذکر کیا اس کی اسناد کے ساتھ اور اس کے مفہوم کے ساتھ۔

ہجرت ثانیہ حبشہ

یہ ہجرت اس کے مطابق جو واقدی نے خیال کیا ہے بعثت رسول سے پانچویں سال میں ہوئی تھی۔ اس میں جو ہمیں حدیث بیان کی استاذ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، ان کو خدیج بن معاویہ نے ابواسحاق سے، اس نے عبداللہ بن عقبہ سے، اس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی طرف بھیجا تھا۔ ہم لوگ اسّی (۸۰) افراد تھے اور ہمارے ساتھ جعفرؓ بن ابوطالب اور عثمانؓ بن مظعون تھے اور قریش نے ہمارے پیچھے عمارہ کو اور عمرو بن العاص کو بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے ساتھ قیمتی ہدیہ اس کے لئے بھیجا تھا۔ یہ لوگ جب اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے نجاشی کو سجدہ کیا اور ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ کچھ لوگ ہمارے دین سے نفرت کر گئے ہیں اور وہ تیری زمین پر آ گئے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ان کے ملک میں ہیں۔ اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔

جعفر بن ابوطالب نے کہا کہ آج میں تمہارا خطیب ہوں گا۔ سب لوگ ان کے پیچھے پیچھے گئے۔ نجاشی کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس کو سجدہ نہ کیا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تم لوگوں نے بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہماری طرف اپنا نبی بھیجا ہے اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لوگ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا کریں۔ نجاشی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ عمرو بن العاص (مشرکین مکہ کا نمائندہ) بیٹھا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں؟ اور ان کی ماں کے بارے میں؟

ان لوگوں نے بتایا کہ ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ رُوح اللہ ہیں، اور کلمۃ اللہ ہیں جس کو کنواری مریم کی طرف جو کہ گناہوں سے پاک تھی القاء کیا تھا۔ جس ماں کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی اس کے لئے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

نجاشی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں وہ شخص نبی ہے .... نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ اے علماء اور درویشوں کی جماعت تم لوگ اس بات پر کیا اضافہ کرتے ہو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس نے بدکاری نہیں کی تھی۔ پس خوشی ہو تم کو یا مبارک ہو تم کو۔ اور اس نبی کو جس کی طرف سے تم لوگ یہاں آئے ہو۔ بس میں شہادت دیتا ہوں وہ شخص نبی ہے۔ البتہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان کے پاس ہوتا اور ان کی جوتیاں اُٹھاتا۔ یا یوں کہا تھا کہ میں اس کی خدمت کرتا۔ بس تم لوگ میری سرزمین پر جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔ چنانچہ ابن مسعودؓ واپس آ گیا اس نے جلدی کی اور وہ بدر میں حاضر ہوا مر گیا۔ البدایۃ والنہایۃ ۳/۶۹)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن عبدالوہاب نے، ان کو جعفر بن عون نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعیسیٰ نے قاسم سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اصحاب رسول کی ایک جماعت میں ارض حبشہ کی طرف روانہ ہوئے دریا میں۔ اور وہاں حبشہ میں ایک بازار تھا جہاں یہ لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔ عبداللہ اکیلے چلے گئے اور وہ بھی لے گئے جو کچھ ان کے پاس تھا۔ چنانچہ ان کو گھر کے مالک نے کہا (جس کے ہاں رہائش پذیر تھے)۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ اکیلے چلے جاتے ہیں، میں ڈرتا ہوں ایک آدمی سے جس کا شر انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ وہ جس غریب مسافر کو ملتا ہے یا تو مار پیٹ کر یا قتل کر کے اس کا مال لے لیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے میرے لئے اس قاتل شخص کی صفت یا حُلیہ بیان کیا۔ میں جب بازار میں گیا تو اس نے اس کے حُلیے سے اس کو پہچان لیا۔ میں نے اس شخص سے چھپنا شروع کر دیا لوگوں کے پیچھے پیچھے۔ وہ جس راستے پر چلتا میں اس کو چھوڑ کر دوسرا راستے کو اختیار کر لیتا۔ یہاں تک کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ میں نے دو دینار کے بدلے فروخت کر دیا۔ اس کے بعد میں کسی قدر بے فکر ہو گیا۔ میں نے اس وقت سمجھا جب وہ آ کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ مجھ سے پوچھنے لگا کہ تیرے پاس کیا ہے؟

کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا، کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے اگر میں آپ کو دے دوں جو کچھ میرے پاس ہے۔ اس نے کہا کہ کتنی رقم ہے تیرے پاس؟ میں نے کہا کہ دو دینار ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ اور بھی دیں۔ میں نے کہا میں نے انہیں دو دینار کے بدلے میں فروختگی کی ہے۔ ...نے کہا نہیں مجھے زیادہ دیں۔

کہتے ہیں کہ اچانک دو آدمی اس کو ٹیلے کے اُوپر سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اُوپر سے اُتر کر اس کے پاس آ گئے۔ اس شخص نے جب ان دو آدمیوں کو دیکھا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور بھاگ گیا۔ میں نے اس کو آوازیں دینا شروع کر دیں کہ یہ لیجئے دو دینار۔ اس نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان دو آدمیوں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا اور میں اپنے ساتھیوں کی طرف واپس لوٹ آیا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عمرو بن سماک نے، ان کو حسن بن سلام نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبدالخالق بن علی بن عبدالخالق مؤذن نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن احمد بن حبیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعلی حسن بن سلام سواق نے ۲۷۵ھ میں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبیداللہ بن موسیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسرائیل نے ابواسحاق سے، اس نے ابوبردہ سے، اس نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم جعفر بن ابوطالب کے ساتھ حبشہ کی سرزمین پر چلے جائیں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حبشہ میں پہنچ گئے۔ ہمارے پاس پیغام بھیج کر ہمیں بُلایا گیا۔ جعفر نے ہم سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص کلام نہ کرے آج تمہاری طرف سے میں بات کروں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس پہنچے، وہ اپنی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے علماء اور درویشوں نے ہمیں ڈانٹا کہ بادشاہ کو سجدہ کرو۔ جعفر نے کہا ہم لوگ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے پوچھا کہ کیوں؟ جعفر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا ہے، وہی جس کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ وہ میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا۔ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اس نے اچھے کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بُرے کام کرنے سے روکا ہے۔

نجاشی نے جعفر کی ان باتوں کو پسند کیا ہے اور اس نے پوچھا کہ وہ تمہارا رسول ابن مریم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ جعفر نے بتایا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ ہے اور اللہ کا کلمہ ہے، اللہ نے ان کو گناہوں سے پاک کنواری سے پیدا کیا ہے جس کے قریب کوئی بشر نہیں آیا تھا۔ نجاشی نے زمین سے تنکا اُٹھایا اور کہنے لگا، اے علماء اور درویشوں کی جماعت یہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے جو کچھ آپ لوگ کہتے ہو ابن مریم کے بارے میں۔

> ''اے لوگو! تمہیں خوش آمدید ہو اور اس کو بھی جس کی طرف سے تم لوگ آئے ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور بے شک اس کے بارے میں عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی۔ اگر میرے ساتھ یہ بات نہ ہوتی جس میں میں مصروف ہوں مملکت کے اندر تو میں اس کے پاس جا کر اس کی جوتیاں اُٹھانے کی سعادت حاصل کرتا۔ تم لوگ میرے ملک میں ٹھہرے رہو جب تک چاہو اور اس نے ہمیں کھانے اور پہناوے کا انتظام کرنے کا حکم دے دیا''۔

میں کہتا ہوں یہ اسناد صحیح ہے اور ظاہر اس کا یہی ہے دلالت کرتا ہے کہ ابوموسیٰ مکے میں تھے اور وہ جعفر بن ابوطالب کے ساتھ حبشہ کی سرزمین کی طرف نکلے تھے۔ جبکہ صحیح روایت یزید بن عبداللہ بن ابوبردہ سے مروی ہے۔ اس نے اپنے دادا ابوبردہ سے، اس نے ابوموسیٰ سے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر ملی تھی اس وقت وہ لوگ یمن میں تھے۔ چنانچہ انہوں نے پچاس افراد سے کچھ زائد لوگوں نے وہاں سے ہجرت کی مگر ان کے جہاز نے ان کو حبشہ کے ساحل پر جا چھوڑا۔ وہاں پر ان کو جعفر بن ابوطالب اور ان کے ساتھی ملے۔ جعفر نے ان کو وہاں ٹھہرنے کے لئے کہا۔ لہٰذا وہ وہاں ٹھہر گئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ خیبر کے زمانے میں آ گئے۔ لہٰذا ابوموسیٰ موجود تھے اور جو کچھ مکالمہ جعفر اور نجاشی کے درمیان واقع ہوا۔

لہٰذا ابوموسیٰ نے اس کے بارے میں خبر دی مگر شاید راوی کو وہم ہو گیا ہے اس قول کے کرنے میں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہم لوگ جعفر کے ساتھ حبشہ جائیں۔ واللہ اعلم۔

تحقیق محمد بن اسحاق بن یسار نے ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ طویل قصہ اس ہجرت کے بارے میں۔

(۴) یہ اس میں ہے جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار عطاری نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو زہری نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے، اس نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ رسول سے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہمارے اُوپر مکہ تنگ کر دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو اذیتیں دی گئیں اور وہ آزمائے گئے اور جب انہوں نے دیکھ لیا جوان کو مصائب پہنچے اور فتنہ ان کے دین میں یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے دفاع کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور رسول اللہ ﷺ خود تو اپنی قوم اور اپنے چچا کی وجہ سے تحفظ میں تھے ہی ان کو اس طرح کی تکلیف نہیں پہنچ سکتی تھی جو آپ کے اصحاب کو پہنچ رہی تھی۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ بے شک حبشہ کی سرزمین پر جو بادشاہ ہے اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ لہٰذا سب لوگ اس کے پاس چلے جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی سبیل پیدا کر دے۔ لہٰذا ہم لوگ اس کی طرف گروہ در گروہ نکلے۔ وہاں جا کر سارے ہم اکٹھے ہو گئے تھے۔ ہم لوگ ایک اچھے گھر اور اچھے پڑوس کی طرف جا کر اُترے تھے۔ جس کی وجہ سے ہم لوگ اپنے دین پر امن و امان میں تھے اور وہاں اس کی طرف سے کسی ظلم کا کوئی ڈر نہیں تھا۔

نجاشی کے دربار میں قریش کا وفد .... جب قریش نے سُنا کہ ہم لوگ ایسے رہ رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں رہتے ہیں اور امن میں ہیں، انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ وہ نجاشی کی طرف نمائندہ بھیج کر ہمیں اس کے شہروں سے نکلوا دیں گے۔ اور ہمیں وہاں سے واپس بُلوا لیں گے۔ لہٰذا انہوں نے عمرو بن العاص کو اور عبداللہ ابوربیعہ کو روانہ کیا اور انہوں نے نجاشی کے لئے ہدایا اور تحائف جمع کئے اور اس کے عمائدین کے لئے بھی۔ انہوں نے عمائدین میں سے کوئی ایسا بندہ نہ چھوڑا سب کے لئے ہدیے تیار کئے اور دونوں نمائندوں سے کہا کہ ہر وزیر مشیر کو اور ہر سردار کو اس کا ہدیہ پہنچا دیں ہم لوگوں کو نکلوانے کی بات کرنے سے پہلے۔ اور اگر ایسا نہ کرو کہ وہ ان لوگوں کو تمہارے بات کرنے سے قبل ہی واپس لوٹا دیں تو ضرور ایسا کرو۔

لہٰذا یہ لوگ حبشہ میں پہنچے۔ انہوں نے سب کے ہدیے ان کے پاس پہنچا دیئے اس کے بعد انہوں نے ان سے بات کی اور ان سے کہا کہ ہم لوگ اس ملک میں کچھ بے وقوفوں کے لئے آئے ہیں جو کہ ہمارے ہی اپنے ہیں مگر بے عقل ہیں جو اپنی قوموں کے دین سے الگ ہو گئے ہیں۔ مگر وہ لوگ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں بات کریں تو آپ لوگ اس کو یہی مشورہ دیں کہ وہ ان کو واپس بھیج دے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا کہ ہم ضرور کہیں گے۔

اس کے بعد وہ دونوں نجاشی کے پاس پہنچے ہدایہ لے کر۔ ان میں سب سے زیادہ قیمتی ہدایہ جو مکہ سے اس کے لئے لے کر گئے تھے وہ چمڑا تھا۔ جب اس کے ہدایہ اس کو پیش کئے تو اس سے انہوں نے بات کی کہ اے بادشاہ ہمارے بیوقوفوں میں سے کچھ نوجوان اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں وہ کوئی نیا دین لے کر آئے ہیں۔ ہم اس کو نہیں جانتے۔ وہ آپ کے شہروں کی طرف چلے آئے ہیں۔ ہمیں اہل قوم نے ان کے بارے میں آپ کی طرف بھیجا ہے اور ان کے آباء و اجداد نے اور ان کے چچاؤں نے اور ان کی قوم نے تاکہ آپ ان کو واپس ان کے پاس بھیج دیں، وہ لوگ ہر طرح ان سے بڑے ہیں۔ اور نجاشی کے وزیروں نے کہا کہ جناب یہ لوگ صحیح کہتے ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کو واپس بھیج دیں گے تو آپ کا حکم اور بلند ہو گا۔ یہ لوگ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے کہ آپ ان کو روک لیں اس وجہ سے۔

نجاشی یہ سُن کر ناراض ہو گیا۔ اس کے بعد عمرو سے کہا، میں ان کو ان لوگوں کے پاس واپس نہیں بھیجوں گا بلکہ پہلے میں ان کو بُلا کر بات کروں گا اور دیکھوں گا کہ معاملہ کیا ہے؟ وہ لوگ ظاہر ہے مجبور ہو کر ہمارے شہروں میں آئے ہیں۔ انہوں نے میری پناہ میں رہنے کو پسند کیا ہے؟

میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ رہنے کو پسند نہیں کیا ہے۔ اگر ان لوگوں کا معاملہ ویسا ہے جیسا کہ تم بتاتے ہو تو میں ان کو واپس ان کے لوگوں کے پاس بھیج دوں گا اور اگر معاملہ مختلف ہے تو میں ان کو روک لوں گا اور ان کے دین میں مخل نہیں ہوں گا۔ لہٰذا نجاشی نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور ان کو جمع کیا۔ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کے نزدیک اس سے بڑی ناپسندیدہ بات کوئی نہیں تھی۔ کہ نجاشی ان کی بات سُنے۔

ان کے پاس جب نجاشی کا نمائندہ پہنچا اس نے ان سب کو اکٹھا کر کے پوچھا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم کیا کہیں گے۔ اللہ کی قسم ہم وہی کہتے ہیں جو کچھ ہم کہتے ہیں اور ہم جس پر ہیں اپنے دین کے معاملے میں اور جو ہمارے نبی لے کر آئے ہیں جو کچھ بھی ہو جائے۔ جب یہ لوگ نجاشی کے پاس پہنچے تو ان میں سے نجاشی سے کلام کرنے والا تھا وہ حضرت جعفر بن ابوطالب تھا۔ نجاشی نے اس سے پوچھا کہ یہ کیسا دین ہے تم لوگ جس پر ہو، تم لوگوں نے قوم کا دین چھوڑ دیا ہے تم یہودیت میں بھی داخل نہیں ہوئے، نہ ہی عیسائیت میں، یہ کونسا دین ہے؟

جعفر نے بتایا کہ اے بادشاہ ہم لوگ شرک پر تھے۔ ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور ہم مردار کھاتے تھے۔ ہم لوگ مہینوں کی حرمت کو مؤخر ملتوی کر دیتے تھے۔ ہم حرام کردہ چیزوں کو حلال کر والیتے تھے۔ ہمارے بعض بعض سے خون بہانے میں وغیرہ۔ میں نہ ہی ہم کسی چیز کو حلال رہنے دیتے نہ ہی حرام رہنے دیتے۔ اللہ نے ہمارے اندر نبی بھیجا، ہمارے نفسوں میں سے ہم جس کی وعدہ وفائی کو، جس کی سچائی کو، جس کی امانت داری کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں۔ اور ہم صلہ رحمی کریں، ہم پڑوس سے ساتھ سلوک کریں، ہم نماز اللہ کے لئے پڑھیں، روزہ رکھیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

جعفر بن ابوطالب نے سورۃ مریم کی تلاوت کی .... کہتے ہیں نجاشی نے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے اس میں سے جو وہ لے کر آیا ہے۔ اور حالت یہ تھی کہ اس نے بڑے بڑے عیسائی عالم بُلا رکھے تھے۔ اس نے ان کو حکم دیا کہ وہ صحیفے کھول کر بیٹھیں اس کے اردگرد۔ لہٰذا حضرت جعفر نے اس سے کہا، جی ہاں ہے نجاشی نے کہا لائیے وہ وحی اور کتاب میرے سامنے پڑھیے۔ اس نے سورۂ کھیٰعص یعنی سورۂ مریم کا آغاز تلاوت کیا۔ اللہ کی قسم نجاشی رو پڑا۔ یہاں تک کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور اس کے عیسائی پادری رو پڑے، روتے روتے ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے کہا کہ بے شک یہ کلام اسی منبع سے نکلا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ تم لوگ کامیاب لوٹ جاؤ نہیں، اللہ کی قسم میں ان لوگوں کو واپس نہیں بھیجوں گا۔

پس ہم لوگ اس کے ہاں سے نکل پڑے۔ سب سے پیچھے عبداللہ بن ابو ربیعہ رہ گیا تھا۔ عمرو بن العاص نے اس سے کہا، اللہ کی قسم میں ضرور اس کے پاس آؤں گا میں ان کے پودے کو جڑ سے اُکھاڑ دوں گا، میں اس کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ لوگ یہ خیال رکھتے ہیں۔ بادشاہ کو الٰہ جس کی وہ عبادت کرتا ہے عیسیٰ بن مریم بندہ ہے۔ عبداللہ بن ربیعہ نے اس سے کہا، نہیں نہیں ایسے نہ کرنا کیونکہ اگرچہ یہ لوگ ہمارے مخالف ہیں (دین و عقیدے میں) مگر بے شک ان کا ہم سے رشتہ اور رحم ہے اور ان کا حق ہے۔ اس نے کہا نہیں میں ضرور ایسا کروں گا۔

جب اگلی صبح ہوئی تو عمرو بن العاص نجاشی کے دربار میں پھر آیا اور کہنے لگا، اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی بھاری بات کہتے ہیں آپ ان کو بُلا کر پوچھیں۔ اس نے ان لوگوں کو بُلایا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ہمارے اُوپر اس سے بڑی پریشانی کبھی نہ آئی تھی۔ لہٰذا ہم سب نے ایک دوسرے سے کہا ہم لوگ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا بتائیں اگر وہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھ بیٹھے۔ حضرت جعفر نے کہا اللہ کی قسم ہم اس کو وہی کچھ کہیں گے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے اور وہی جس کا ہمارے نبی نے اس بارے میں حکم دیا ہے کہ ہم وہ کہا کریں ان کے بارے میں۔

سب لوگ اس کے پاس دربار میں داخل ہوئے اور اس کے پاس پادری بیٹھے تھے۔ نجاشی نے پوچھا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں۔ جعفر نے اس سے کہا ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول تھا۔ اور اللہ کا کلمہ تھا اور اللہ کی رُوح تھا جسے اس نے مریم کی طرف ڈالا تھا جو کہ کنواری تھی، گناہوں سے پاک تھی۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکایا اور اس نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان ایک چھوٹی سی لکڑی کا ٹکڑا

یا عام تنکا لیا اور کہا۔ جو کچھ تم نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا ہے (وہ وہی کچھ تھے) اس کے ماسوا کچھ بھی نہیں تھے۔ اس کے بعد بس یہی لکڑی یا تنکا ہی ہے۔ یہ سُن کر اس کے پادری پیچھے ہٹ گئے۔

نجاشی نے کہا کہ اگر تم پیچھے ہٹ بھی جاؤ (یعنی اگر مجھے چھوڑ بھی جاؤ) تو بھی اللہ کی قسم (مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے) جاؤ تم میری زمین پر سیوم ہو۔ اور سیوم کا مطلب امن میں ہو۔ جو شخص تمہیں بُرا کہے وہ نقصان میں ہے، جو شخص تمہیں گالی دے وہ نقصان میں ہے، جو شخص تمہیں بُرا کہے وہ نقصان میں ہے، تین بار کہا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے لئے دبر ہو اور میں اس کے بدلے میں تم لوگوں میں سے کسی کو تکلیف پہنچاؤں۔ (دبر ان کی زبان میں سونے کو کہتے ہیں)۔ پس اللہ کی قسم اللہ نے مجھ سے اس وقت کوئی رشوت نہیں لی تھی جب اس نے میرا ملک مجھے واپس دیا تھا کہ میں اس بارے میں رشوت لے لوں؟ اور اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی کہ میں اس بارے میں لوگوں کی بات مانوں۔ پھر اس نے وزیروں کو حکم دیا کہ ان دونوں (عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ) کو ان کے ہدیے واپس کردو، مجھے ان ہدایا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو میرے شہروں سے نکال دیا جائے۔ لہٰذا وہ اس طرح رُسوا ہو کر واپس آئے اس حال میں کہ جو کچھ لے کر گئے تھے وہ بھی ان کے منہ پر مار دیا گیا۔

نجاشی کے خلاف بغاوت کا واقعہ .... حضرت جعفر کہتے ہیں کہ ہم لوگ کہ ایک بہتر پڑوسی گھر میں رہتے رہے، زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حبشہ کے ایک آدمی نے نجاشی کے خلاف خروج اور بغاوت کر دی جو اس کے ساتھ حکومت میں جھگڑا کر رہا تھا۔ اللہ کی قسم ہم نے کوئی ایسا حزن نہیں دیکھا تھا جس نے ہمیں غمگین کیا ہو، ایسا غم جو اس سے زیادہ سخت ہو۔ ہمیں یہ خوف تھا اگر وہ حکومت اور ملک پر قابض ہو گیا وہ ایسا ہو گا کہ ہمارا حق نہیں پہچانے گا جس قدر نجاشی پہچانتا ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اللہ سے دعا کرنے لگے اور اس کے لئے اللہ کی نصرت طلب کرنے لگے۔ نجاشی بھی اس کی طرف مقابلے کے لئے نکلا۔ لہٰذا وہاں جتنے اصحاب رسول موجود تھے ہم لوگوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ کون یہاں سے جائے اور جا کر اصل صورت حال کا جائزہ لے کر مشاہدہ کر کے ہمیں اصل صورت حال سے آگاہ کرے۔ زبیر نے کہا جو کہ حاضرین میں ہی سے نوجوان تھا کہ میں جاتا ہوں۔ سفر چونکہ دریائی تھا، ہم لوگوں نے اس کے لئے مشک میں ہوا بھری اس نے اس کو سینے تلے دبایا اور دریائے نیل میں تیرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے کنارے نکل گیا جہاں وہ جا کر لوگوں سے مل گیا۔ لہٰذا وہ وقوعے میں حاضر ہوا۔ اللہ نے اس بادشاہ کو شکست دی اور اس کو ہلاک کر دیا اور اس طرح نجاشی اس پر غالب آ گیا۔

چنانچہ زبیر واپس ہمارے پاس آ گیا جو معلومات کرنے گیا تھا۔ دُور سے ہمارے لئے چادر ہلانے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا خبردار خوش ہو جاؤ۔ تحقیق اللہ نے نجاشی کو غالب کیا ہے۔ اللہ کی قسم ہم لوگ ایسی کوئی خوشی ہرگز نہیں جانتے جس قدر خوشی ہمیں نجاشی کے غلبے سے ہوئی۔ اس کے بعد ہم اس کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ ہم میں سے جس کو جانا تھا وہ مکے واپس چلا گیا اور جس کو رہنا تھا وہ رہ گیا۔

(ابن ہشام ۱/۳۵۷-۳۶۱۔ البدایۃ ۳/۷۲)

زہری کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے عروہ بن زبیر کے واسطے سے بیان کی گئی۔ اس نے نقل کی حضرت اُم سلمہ زوجۂ رسول رضی اللہ عنہا سے۔ چنانچہ عروہ نے کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ نجاشی کی اس بات کا کیا مطلب تھا کہ اللہ نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی جب اس نے میرا ملک اور اقتدار مجھے واپس دیا تھا کہ میں بھی اس معاملے میں رشوت لوں۔ اور اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی کہ میں آج اس بارے میں لوگوں کی بات مانوں؟ اس نے کہا کہ نہیں مجھے معلوم نہیں۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس بارے میں بات بتائی تھی ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے۔ پس عروہ نے کہا کہ بے شک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بات بتائی تھی کہ نجاشی کا والد اپنی قوم کا بادشاہ تھا اور اس کا ایک حقیقی بھائی تھا بارہ اس کے بیٹے تھے۔ مگر نجاشی کے والد کا نجاشی کے علاوہ دوسرا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ چنانچہ حبشہ والوں نے باہم یہ سازش کی کہ ہم نجاشی کے والد (بادشاہ حبشہ) کو قتل کر دیں اور اس کی جگہ ہم اس کے بھائی کو بادشاہ بنا دیں۔ اس کے بارہ حقیقی بیٹے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے بعد مملکت کے وارث بنتے جائیں گے تو اس طرح حبشہ کی حکومت طویل زمانے تک ان کے پاس رہے گی اور اس طرح ان کے درمیان اختلاف بھی نہیں ہوگا۔

لہٰذا اس سازش کے نتیجے میں وہ لوگ نجاشی کے والد پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے بھائی کو انہوں نے اقتدار منتقل کر کے بادشاہ بنا دیا۔ نجاشی جو کہ ذہین لڑکا تھا چچا کے پاس رہا تو اس پر غالب رہنے لگا، وہ اس طرح کہ یہ اس کے امور تدبیر اس کے سوا کوئی نہ کرتا۔ بس وہی کرتا۔ حبشہ والوں نے جب دیکھا (سازشیوں نے) کہ اس کا چچا کے آگے بھی ایک خاص مقام ہے، یہ تو اپنے چچا کے معاملے پر بھی غالب آتا جا رہا ہے، پھر ان کو خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا چچا بھی اس کی ذہانت اور مدبر ہونے کی وجہ سے حکومت اس کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کو پتہ چل جائے گا کہ اس کے باپ کو ہم نے قتل کیا تھا۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ ہم میں سے کسی شریف اور عزت دار کو زندہ نہیں چھوڑے گا بلکہ قتل کر دے گا۔ لہٰذا پھر انہوں نے سازش کی اس کے خلاف کہ یا تو اس کو بھی قتل کر دیں یا اس کو جلاوطن کر کے اپنے شہروں سے نکال دیں۔ چنانچہ وہ یہ مشورہ لے کر اس کے چچا کے پاس پہنچے جو کہ بادشاہ تھا۔

انہوں نے کہا، اس لڑکے کا تیرے ہاں کوئی مقام پیدا ہو رہا ہے وہ ہم دیکھ رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ اس کے باپ کو ہم نے قتل کیا تھا اور اس کی جگہ آپ کو اقتدار کا مالک بنایا تھا۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں اس کو آپ نے ہمارے اُوپر حکمران بنا دیا تو یہ ہم لوگوں کو قتل کرا دے گا۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو ہم اس کو قتل کر دیتے ہیں یا تم اس کو جلاوطن کر دو اور ہمارے شہروں سے اس کو نکال دو۔ اس نے کہا، ہلاک ہو جاؤ تم لوگوں نے کل اس کے باپ کو مار دیا ہے اور آج اس کو مروا رہے ہو۔ ایسا نہ کرو بلکہ میں اس کو تمہارے شہروں سے نکال دیتا ہوں۔ چنانچہ اس مشورے کے مطابق وہ لوگ اس کو بازار میں لے گئے اور انہوں نے اس کو تاجروں میں سے کسی تاجر کے پاس چھ یا سات سو درہم کے بدلے میں فروخت کر دیا۔ انہوں نے اس کو کشتی میں پھینک دیا اور وہ اسے لے کر چلا گیا۔

جب شام ہوئی تو موسم خریف کے بادل اُٹھے اور بارش شروع ہو گئی۔ نجاشی لڑکے کا وہ چچا جو اقتدار پر قابض تھا بارش میں نہانے چلا گیا۔ اس پر بجلی گری جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ جلدی سے اس کے بیٹے کے پاس بھاگے کہ ان کو اقتدار حوالے کریں مگر وہ تو احمق ہی پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی میں کوئی خیر فلاح نہیں تھی۔ لہٰذا پورے حبشہ میں قلق اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ لہٰذا اب ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا، اللہ کی قسم تم لوگ چاہتے ہو کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہو جس کے بغیر تمہارے معاملے کو کوئی درست نہیں چلا سکتا وہی ہے جو کل سے غائب ہے اگر تم لوگوں کو حبشہ کے معاملے کو درست چلانے کی ضرورت ہے تو فوراً اسی کو واپس لے آؤ۔ اس سے قبل کہ وہ چلا جائے اور ہاتھ سے نکل جائے۔

چنانچہ وہ اس کی طلب میں نکلے۔ انہوں نے اس کو پالیا اور اس کو وہیں لے آئے۔ انہوں نے واپس لا کر اس کے سر پر تاج رکھا اور اس کو اس کے تخت شاہی پر بٹھایا اور اس کو اقتدار حوالے کر دیا۔ مگر اس تاجر نے کہا میرا مال مجھے واپس دیدو جیسے تم نے میرا لڑکا واپس لے لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تجھے رقم نہیں دیں گے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اس لڑکے کے بارے میں بادشاہ سے بات کروں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بات کر لو۔ وہ گیا اس نے جا کر کہا، اے بادشاہ میں نے ایک لڑکا ان لوگوں سے خریدا تھا (اب اس کو یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہی ہے)۔ ان لوگوں نے وہ مجھ سے واپس چھین لیا ہے جس کی انہوں نے قیمت وصول کر لی تھی اور میرا مال بھی واپس نہیں کر رہے ہے۔

بس پہلی خبر اس کی طرف سے اور پہلا مضبوط اور مبنی بر انصاف نجاشی کی طرف سے یہی تھا کہ یا تو اس کا مال واپس اس کو کیا جائے ورنہ لڑکا اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے وہ جہاں چاہے اس کو لے جائے۔ وہ لوگ کہنے لگے ہم اس کو مال دے دیتے ہیں، لہٰذا انہوں نے اس کو مال واپس کر دیا۔ یہی مراد تھی نجاشی کی اور اس بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے جب انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ اللہ نے جب میرا ملک مجھے واپس دلوایا تو اس نے مجھ سے اس پر کوئی رشوت نہیں لی تھی اور میرے بارے میں اس نے لوگوں کی بات بھی نہیں مانی تھی۔ آج میں دین کے معاملے میں کیوں لوگوں کی بات مانوں۔ (ابن ہشام ۱/۳۶۲-۳۶۳)

(۱) اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے اور ابو سعید بن ابو عمرو نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یزید بن ادمان نے عروہ بن زبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نجاشی کے بارے میں بات بتایا کرتے تھے۔

نصاریٰ کے بیس آدمیوں کا وفد .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابواسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیس آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے حضور مکہ میں تھے۔ یہ نصاریٰ کا وفد تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور ﷺ کے بارے میں خبر ظاہر ہو چکی تھی، یہ لوگ حبشہ سے آئے تھے۔ انہوں نے حضور کو اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے پایا۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے بات کی اور ان سے سوالات کئے اور قریش کے کچھ لوگ کعبہ کے گرد اپنی مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ادھر وفد والے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کر چکے جو کچھ وہ چاہتے ہوں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ انہوں نے جب تلاوت سُنی تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کی بات مان لی اور حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور حضور کو سچا مان لیا اور حضور ﷺ کے بارے میں ان کتابوں میں جو اوصاف مذکور تھے ان کو انہوں نے پہچان لیا۔

جب وہ آپ کی مجلس سے اُٹھ کر جانے لگے تو ابوجہل اُٹھ کر ان کے پاس آ گیا قریش کی ایک جماعت لے کر۔ وہ کہنے لگا تمہیں اللہ رسوا کرے تم کونسا اور کہاں کا وفد ہو۔ تمہارے پیچھے والوں کو جو تمہارے اہل دین ہیں تم لوگوں کو اس لئے بھیجا ہوگا کہ تم اس شخص کی خبر لا کر ان کو دو۔ ہم لوگ تمہارے پاس ان کے بیٹھنے سے مطمئن نہیں تھے۔ وہی ہوا کہ تم لوگ اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے ہو اور تم نے اس کو سچا مان لیا۔ اس میں جو کچھ اس نے تم سے کہا ہے۔ ہم لوگوں نے تم سے بڑا احمق وفد اور احمق قافلہ نہیں دیکھا یا جو کچھ بھی ان سے کہا۔ انہوں نے یہ جواب دیا کہ سلام علیکم، ہم تم سے جاہلانہ باتیں نہیں کرتے، ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔ تم لوگ اپنا اچھا بُرا خوب سمجھتے ہیں۔

بس کہا گیا ہے کہ یہ گروہ نجران کے نصاریٰ کا تھا۔ واللہ اعلم کہ یہ کون تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیت انہیں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

الذین اٰتیناھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون .... الی قولہ لا نبتغی الجاھلین۔

(سورۂ قصص : آیت ۵۲-۵۵۔ ابن کثیر ۸۲/۳)

(۳) ہمیں خبر دی ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طوسی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ہلال بن علاء رقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعلاء بن ہلال نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوہلال بن علاء نے اپنے والد سے، اس نے ابوغالب سے، اس نے ابوامامہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نجاشی کا وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا۔ حضور ﷺ خود ان کی خدمت کے لئے اُٹھ کر کھڑے ہوئے۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ہیں نا آپ کی طرف سے خدمت کرنے والے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے ہمارے اصحاب کا اکرام وعزت کی ہے میں چاہتا ہوں میں خود ان کو اس نیکی کا بدلہ چکاؤں۔

نجاشی کا وفد دربار نبوی ﷺ میں .... (۴) اور ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوسعید بن اعرابی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہلال بن اعلاء نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ہمارے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے طلحہ بن یزید نے اوزاعی سے، اس نے یحییٰ بن ابوکثیر سے اس نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوقتادہ سے، وہ کہتے ہیں کہ نجاشی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد آیا۔ حضور خود ان کی خدمت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرف سے ان کی خدمت کے لئے کافی ہیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے حبشہ میں ہمارے اصحاب کی عزت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں خود ان کی اس نیکی کا بدلہ دوں۔ اس روایت میں طلحہ بن زید کا اوزاعی سے تفرد ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو حمیدی نے، ان کو سفیان نے، ان کو عمرو نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین کے نمائندے عمرو بن العاص حبشہ کی سرزمین میں سے اپنے گھر لوٹ کر آئے تو وہ ان کے پاس نہیں جا رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ کیا حالت ہے اس کی کہ وہ ہمارے پاس آیا ہی نہیں ہے۔ معلوم کرنے پر عمرو نے کہا کہ اَصْحَمَۃُ (یعنی نجاشی) یہ خیال کرتا ہے تمہارا یہ صاحب نبی ہے۔

☆☆☆

باب ۸۰

نبی کریم ﷺ کے نجاشی کی طرف خط بھیجنے کے بارے میں جو روایت وارد ہوئی ہیں

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العاص محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے، ان کو نبی محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی کی طرف۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یہ خط ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی اَصحم حبشہ کے سربراہ کی طرف، سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و مشکل کشا نہیں ہے۔ وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ کسی کو اپنا بیٹا ٹھہرایا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اسی کا رسول ہے۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں اللہ کی طرف (یعنی اسلام کی طرف)۔ بے شک میں اسی کا رسول ہوں۔ آپ مسلمان ہو جائیں سلامتی میں رہیں گے۔ اے اہل کتاب! آ جایئے اس کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (کلمہ توحید) کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک بھی نہ ٹھہرائیں۔ اور ہمارا بعض بعض کو ارباب نہ بنائے، اللہ کے سوا۔ اگر لوگ اس بات سے پھر جائیں، کہہ دیجئے کہ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ (سورۃ آل عمران)

اے نجاشی! اگر آپ اسلام لانے سے انکار کر دیں تو آپ کی قوم کے انکار کا گناہ بھی آپ کے اُوپر ہوگا۔ (مستدرک ۲/۶۲۳)

حضور ﷺ کا خط نجاشی کے پاس

(۲) اور ایک کتاب میں ہے جو مروی ہے اس جز میں جس کی ان سے روایت کرنے کی میرے لئے انہوں نے اجازت دی تھی۔ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو الحسن محمد بن عبداللہ فقیہ نے مقام مرو میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد بن احمد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن حمید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے سلمہ بن فضل نے محمد بن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے عمرو بن اُمیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ جعفر بن ابو طالب اور ان کے رفقاء کے بارے میں اور ان کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک خط بھی روانہ کیا تھا جس کا مضمون اس طرح تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''محمد رسول اللہ کی طرف سے خط نجاشی اَصحم شاہ حبشہ کی طرف، تمہارے اُوپر سلام ہو۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں تیری طرف، وہ اللہ جو بادشاہ مطلق ہے، نہایت پاکیزہ ہے، امان دینے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم رُوح اللہ ہے اور کلمۃ اللہ ہے، جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا تھا جو گناہ سے پاک اور انتہائی پاکیزہ تھی اور محفوظ تھی۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو پیٹ میں لئے حاملہ ہوئی تھی۔ اس کو اللہ نے پیدا کیا تھا اپنی رُوح سے اور اپنی پھونک سے (یعنی رُوح پھونکنے سے)۔ جیسے اس نے آدم کو پیدا کیا تھا اپنے ہاتھ سے اور اس میں رُوح پھونکنے سے۔ میں تمہیں بُلاتا ہوں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف اور اس کی رضاعت پر موالات اور دوستی

کرنے کی طرف اور اس پر کہ آپ میری اتباع کریں اور میرے ساتھ ایمان لائیں اور اس کے ساتھ جو میرے پاس آیا ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہاری طرف اپنے چچازاد جعفر کو روانہ کررہا ہوں۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی ہے۔ اور آپ کے لشکر کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے بات پہنچادی ہے اور خیر خواہی کرلی ہے، میری نصیحت مان لو اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کا پیرو ہو"۔

نجاشی کا خط رسول اللہ ﷺ کے پاس

اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا تھا :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

"محمد رسول اللہ کی طرف خط ہے نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔ تم کو سلام ہو اے اللہ کے نبی اللہ کی طرف سے اور اس کی رحمت نہیں کوئی الٰہ سوائے اس کے وہ وہی ذات ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔ مجھے آپ کا خط پہنچا ہے یارسول اللہ! خصوصاً وہ بات جو آپ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں ذکر کی ہے۔ قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی۔ عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ کچھ نہیں تھے جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کو سمجھا ہے جو آپ نے ہماری طرف بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کے چچازاد کو اور اس کے ساتھیوں کو ٹھہرالیا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں اور تصدیق کرنے والے ہیں۔ تحقیق میں نے آپ کی بیعت کی ہے اور آپ کے چچازاد سے بھی بیعت کی ہے۔ اور میں نے اس کے ہاتھ پر اللہ واسطے اسلام قبول کرلیا ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تحقیق میں نے اے اللہ کے نبی! اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیجا ہے۔ میں صرف اپنے نفس کا مالک ہوں۔ اگر آپ چاہیں کہ میں آپ کے پاس آجاؤں تو میں آجاؤں گا اے اللہ کے رسول! بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حق ہے"۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۸۳۔۸۴)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، اس کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ نجاشی کا نام مصحمہ تھا۔ عربی میں اس کا معنی ہے عطیہ ہے۔ باقی نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا نام یا لقب ہوتا تھا، جیسے آپ کہتے ہیں کسریٰ ہرقل، اسی طرح اس روایت میں ہے مصحمہ۔ اور وہ جو ہم نے روایت کی ہے یونس سے اس نے ابن اسحاق سے خط میں اصحم زیادہ صحیح ہے۔ بس حدیث جابر بن عبداللہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی اصحمہ نجاشی کی۔ (نسائی ۴/۶۹)

باب ۸۱

نبی کریم ﷺ کا اپنے بقیہ صحابہ کرام کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل ہوجانا

اور آیات ونشانیوں کا ظہور مشرکین کے صحیفے میں جو انہوں نے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب پر لکھا جس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ سے، ان کو ابن ابی اویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن علقمہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن فلیح نے، ان کو موسیٰ بن عقبہ نے، ان کو

ابن شہاب نے زہری سے اور یہ الفاظ حدیث قطان کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مشرکین نے مسلمانوں پر سخت ہو گئے جس قدر شدید تھے اس سے زیادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو انتہائی تکلیف پہنچی اور ان پر مصیبت سخت ہو گئی اور مشرکین مکہ متفق ہو گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو علانیہ قتل کر دیں گے۔

جب ابوطالب نے قوم کا رویہ دیکھا تو اس نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور ان کو اس نے حکم دیا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اپنی حویلی میں (شعب میں) داخل کر لیں اور اس کی حفاظت اور دفاع کریں، ہر اس شخص سے جو اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ اس بات پر سب متفق ہو گئے۔ ان میں سے مسلمان بھی اور کافر بھی۔ ان میں سے کچھ وہ تھے جنہوں نے یہ کام قومی حمیت و غیرت کے پیش نظر کیا، اور بعض وہ تھے جنہوں نے یہ کام ایمان و یقین کی بناء پر کیا۔ جب قریش نے سمجھ لیا کہ قوم نے رسول اللہ کی حفاظت اور مقام دفاع کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے ہیں تو اس کے بعد قریش کے مشرکین نے اتفاق کر لیا کہ وہ ان کے ساتھ نہ تو مجلس کریں گے نہ ہی ان کے ساتھ لین دین کریں گے، نہ ہی ان کے گھروں میں آنا جانا کریں گے یہاں تک کہ یہ لوگ قتل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے کر دیں۔

چنانچہ انہوں نے اس مکرو تدبیر میں صحیفے لکھے معاہدے اور میثاق لکھے کہ وہ لوگ بنو ہاشم سے کبھی بھی صلح قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ حضور ﷺ کے معاملے میں کسی شفقت کا رویہ اختیار کریں گے یہاں تک کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے ان کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا بنو ہاشم اپنی شعب میں تین سال تک محصور یا نظر بند رہے۔ ان پر ابتلاء اور آزمائش سخت ہو گئی تھی اور مشقت شدید ہو گئی۔ لہٰذا مشرکین مکہ نے ان محصورین کا بازاروں میں رابطہ منقطع کرا دیا، جب کبھی کہیں سے کوئی غلہ وغیرہ کھانے کا سامان آتا تو وہ جلدی سے جا کر خود اس کو خرید لیتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا خون بہائیں۔ اور جب یہ لوگ سو جاتے تھے اپنے اپنے بستروں پر تو ابوطالب رسول اللہ ﷺ کو کہتے تھے کہ وہ ابوطالب کے بستر پر سو جائیں۔ یہاں تک کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے ساتھ مکر کا اور دھوکے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کو ہی نشانہ بنائے جب لوگ سو جاتے تھے تو وہ کسی ایک بیٹے کو یا بھائی کو یا کسی چچازاد کو کہتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو جائے اور حضور سے کہتے اور وہ ان میں سے کسی کے بستر پر سو جاتے۔ اور اس پر نیند کرتے۔

شعب ابی طالب میں تین سال تک رہنا.......... جب تین سال پورے ہو گئے تو بنی عبد مناف اور بنو قصی کے مردوں نے اور ان کے ماسوا قریش کے مردوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور طعنے دیئے کہ بنو ہاشم کی عورتوں نے ان کو جنم دیا تھا۔ اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان لوگوں نے قطع رحم کیا ہے اور حق کا استخفاف کیا ہے لہٰذا انہوں نے اتفاق کیا اور راتوں رات مشورہ کیا کہ اس عہد کو توڑ دیا جائے جس پر انہوں نے صبح کو عہد کیا تھا۔ اور حضور ﷺ سے اعلان برأت و بیزاری کر لیں۔ چنانچہ اللہ نے دیمک کو حکم دیا وہ ان کے ان صحیفوں کو چاٹ گئی جس میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدبیریں تھیں اور اس میں جو بھی عہد و پیمان تھا۔

صحیفہ مقاطعہ کو دیمک نے کھالیا.......... کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کی چھت کے ساتھ معلق تھا۔ اس نے اس میں کوئی بھی اللہ کا نام باقی نہ چھوڑا سب کو وہ چاٹ گئی اور باقی رہ گیا اس میں جو کچھ بھی تھا شرک یا ظلم یا قطع رحمی۔ اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرمایا اس پر جو کچھ دیمک نے ان کے صحیفوں کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ ابوطالب سے کیا، نہیں! قسم ہے روشن ستاروں کی اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا۔ لہٰذا وہ بنو عبدالمطلب کے گروہ کے ساتھ پیدل چلتا ہوا مسجد میں آیا وہ قریش کا سردار تھا۔ انہوں نے جب ان کو دیکھا کہ وہ ان کی جماعت کا قصد کر کے آ رہے ہیں تو انہوں نے اس کو مکر سمجھا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ آزمائش کی شدت سے نکلے ہیں یہ ان سے رسول اللہ ﷺ مانگنے آ رہے ہیں۔ ابوطالب نے بات کی اور کہا کہ تمہارے درمیان کئی امور پیدا ہو گئے ہیں جن کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ لہٰذا تم اپنا صحیفہ اور تحریر لے آؤ جس پر تم نے معاہدہ کیا تھا، شاید کہ اس کے مطابق ہمارے اور تمہارے درمیان صلح ہو سکے۔ سوائے اس کے نہیں کہ یہ بات انہوں نے کہی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں وہ لوگ صحیفے میں دیکھ نہ لیں ان کے آنے سے پہلے۔

چنانچہ وہ لوگ اِتراتے ہوئے صحیفہ لے کر آئے، ان کو یقین تھا کہ اس کے مطابق تو رسول اللہ ﷺ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں گے، انہوں نے لا کر محفل میں رکھا اور وہ لوگ کہنے لگے کہ ابھی اس کا وقت آ چکا ہے کہ تم لوگ ہماری بات مان لو گے اور ایسے امر کی طرف تم لوگ رجوع کر لو گے

جوتمہاری قوم کوجمع کرے گااور یوں تمہاری قوم متفق ہوجائے گی کیونکہ تمہارے اور ہمارے درمیان محض ایک ہی آدمی قطع تعلق کا سبب بنا ہوا تھا۔تم لوگوں نے اس کواپنی قوم اور کنبے کی ہلاکت اور فساد کا خطر بنایا ہوا ہے۔

ابوطالب نے کہامیں تمہارے پاس آیاہوں تاکہ میں تمہیں ایساامر دوں جس میں تمہارے لئے انصاف ہے۔میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اس نے میرے لئے کوئی جھوٹ فراڈ نہیں کیا۔وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل بَری ہے اس صحیفے سے جوتمہارے ہاتھوں میں ہے۔اللہ نے اس میں سے اپنا ہر ہر نام مٹادیا ہے اور باقی تمہارے عذر کوتمہاری قطع کو جوتم نے ہمارے ساتھ کی ہے اور تمہارے ہمارے اُوپر زبردستی اور ظلم کے ساتھ تسلط ہونے کے لئے باقی چھوڑا ہے اگر بات اس طرح ہے جس طرح بتایا ہے ہمارے بھتیجے نے تو سنو ہوش ٹھکانے رکھو ہم اس کو کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمارا آخری بندہ بھی کام میں آجائے۔اور وہ بات باطل ہے جواس نے کہی ہے تو پھر ہم اس کوتمہارے حوالے کردیں گے پھر تمہاری مرضی ہوگی کہ تم اس کوقتل کرو یا زندہ رہنے دو۔

آپ علیہ السلام کی خبر سچی ثابت ہوئی .... انہوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں اس پر جو کہتے ہو۔لہٰذا انہوں نے صحیفہ کھولا،کیا دیکھتے ہیں کہ صادق مصدوق نے جو خبر دی تھی وہی بات ہے۔جب قریش نے دیکھا کہ معاملہ وہی ہے جوابوطالب نے کہا ہے۔بولے اللہ کی قسم یہ تمہارے اس بندے کی طرف سے جادو ہے۔لہٰذا وہ اپنے منہ کی کھا گئے اور پہلے سے زیادہ عداوت پرلوٹ گئے۔رسول اللہ ﷺ کے اور مسلمانوں کے خلاف۔لہٰذا وہ اسی پر پکے ہوگئے جس پر انہوں نے معاہدہ کیا تھا اور یہ عبدالمطلب کے بیٹوں کی جماعت بے شک کذب اور سحر کے ساتھ زیادہ اولیٰ تو وہی لوگ ہیں اگر تمہارا وہ صحیفہ جس پر تم نے اتفاق کیا تھا جو ہمارے ساتھ قطع تعلق پر مبنی تھا اگر وہ جبت اور سحر کی طرف قریب نہ ہوتا ہمارے معاملے میں۔اور اگر تم لوگ سحر پر اتفاق نہ کئے ہوئے ہوتے تو تمہارا صحیفہ خراب نہ ہوجاتا،حالانکہ یہ تمہارے ہاتھوں میں ہوتے ہوئے اللہ نے اس میں وہ مٹادیا ہے جوتم نے لکھے اور جو کچھ مبنی برانصاف نہیں تھا اسے باقی رہنے دیا ہے۔اس سے کیا ثابت ہورہا ہے کہ جادوگر تم لوگ ہو یا ہم ہیں؟

چنانچہ اس وقت اس گروہ نے جو بنو عبد مناف اور بنو قصی میں سے تھا اور کچھ لوگ قریش میں سے کہ ان کوان کی عورتوں نے جنم دیا ہے،بنو ہاشم سے۔ان میں سے ایک ابوالبختری ہے اور مطعم بن عدی اور زہیر بن ابواُمیہ بن مغیرہ اور زمعہ بن اسود اور ہشام بن عمرو۔اور یہ صحیفہ اس کے پاس تھا اور وہ بنو عامر بن لوی میں سے تھا۔ان مردوں میں سے جو کہ ان کے اشراف میں سے تھے۔اور عزت داروں میں سے (ان سب نے کہا کہ) ہم اس سے لاتعلق ہیں اور بَری ہیں جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔لہٰذا ابوجہل نے کہا یہ ایک ایسا امر ہے جس کا فیصلہ رات کے اندھیرے میں ہوا ہے۔

ابوطالب نے ان کے صحیفے کے بارے میں شعر کہے اور اس جماعت کی مدح وتعریف کی جنہوں نے اس صحیفے سے براءت اور لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔اور جنہوں نے اس معاہدے کوتوڑ دیا تھا جو کچھ اس میں تھا۔اور ان اشعار میں اس نے نجاشی کی تعریف بھی کی۔

موسیٰ بن عقبہ نے وہ اشعار ذکر کئے ہیں۔اس طرح ذکر کیا ہے اس قصے کو ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظؒ نے ابوجعفر بغدادی سے،اس نے محمد بن عمرو بن خالد سے،اس نے اپنے والد سے،اس نے ابن لہیعہ سے،اس نے ابوالاسود سے،اس نے عروہ بن زبیر سے۔

(۲)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کوابوالعاص محمد بن یعقوب نے،ان کواحمد بن عبدالجبار نے،ان کو یونس بن بکیر نے،ان کو ابن اسحاق نے۔جب رسول اللہ ﷺ اس پر پکے ہوگئے جس کے ساتھ وہ مبعوث ہوئے تھے تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان کے دفاع کے لئے کھڑے ہوگئے تھے۔انہوں نے حضور ﷺ کوان کے حوالے کرنے سے انکار کردیا تھا حالانکہ وہ حضور ﷺ کے خلاف تھے اور اس کے مطابق تھے جس نظریئے پر آپ کی قوم تھی۔مگر انہوں نے اس بات کو مسترد کردیا تھا کہ وہ یوں ذلیل سمجھے جائیں کہ انہوں نے اپنے بھائی (محمد) کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ان لوگوں کے لئے جواس کو چھوڑ گئے ہیں ان کی قوم میں سے۔جب بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے یہ کیا تو قریش سمجھ گئے کہ محمد کی طرف دست درازی کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے ان سب کے ہوتے ہوئے۔تو پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا

کہ وہ اپنے اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے درمیان ایک معاہدہ کریں کہ ہم نہ ان لوگوں سے رشتہ لیں گے نہ ان کو رشتہ دیں گے، نہ ہی ان کو کوئی چیز فروخت کریں گے، نہ ہی ان سے کوئی چیز خریدیں گے۔ لہٰذا یوں ترک تعلقات کا انہوں نے صحیفہ لکھ لیا اور اس کو انہوں نے کعبے میں لٹکا دیا۔ پھر انہوں نے ہر اس شخص پر تعدی کرنا شروع کر دیا جو مسلمان ہوتا۔ لہٰذا وہ لوگ ان کو باندھ دیتے اور ان کو ایذا پہنچاتے۔ لہٰذا مسلمانوں کی آزمائش سخت ہو گئی اور فتنہ عظیم ہو گیا اور مسلمان سخت جھنجھوڑے گئے۔

اس کے بعد راوی نے اس قصے کو اس کے طول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں کے شعب ابو طالب میں محصور ہونے کی بابت۔ اور اس کو بھی اور اس کو بھی جوان کو سخت مشقت پہنچی اس قدر کہ وہ لوگ اپنے بچوں کی آوازیں سننے کے لئے جو شعب ابن طالب کے باہر ہوتے تھے بلبلا رہے تھے۔ بھوک کی وجہ سے یہاں تک کہ عام قریش نے اس کو ناپسند کیا جو تکلیف ان کو پہنچ رہی تھی اور انہوں نے اس ظالمانہ صحیفے کو بھی ناپسند کیا۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے اللہ عزوجل نے اپنی رحمت کے ساتھ قریش کے صحیفے پر دیمک کو مسلط کیا، اس نے اللہ کا کوئی بھی نام باقی نہ چھوڑا مگر اس کو وہ کھا گئی۔ باقی رہ گیا اس کے اندر قطع تعلق، بہتان اللہ نے اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی جو کچھ ان کے درمیان صحیفے کے عہد کو توڑنے کی بابت ہوا۔ اس کے مطابق جو کچھ تم نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ مکمل۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قریش کے مکر و فریب پر مبنی صحیفے کو خراب کر دیا تو نبی کریم ﷺ شعب ابو طالب سے باہر آ گئے۔ اور گروہ بھی۔ چنانچہ انہوں نے باہر معاشرے میں رہنا شروع کیا اور لوگوں سے ملنے جلنے لگے۔ (ابن ہشام ۳۷۱/۱)

باب ۸۲

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ آپ اسی پر توجہ رکھئے جس کا آپ کو حکم ملا ہے اور مشرکین سے بے توجہی کر لیجئے ہم آپ کے لئے کافی ہیں استہزا اور مذاق کرنے والوں کے خلاف جو اللہ کے ساتھ دوسرا الٰہ ٹھہراتے ہیں عنقریب وہ جان لیں گے

(۱) ہمیں خبر دی ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو احمد بن یوسف سلمی نے، ان کو عمر بن عبداللہ بن رزین نے، ان کو سفیان نے جعفر بن ایاس سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس ؓ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں :

انا كفيناك المستهزئين

فرمایا کہ استہزا کرنے والے مندرجہ ذیل تھے :

۱۔ ولید بن مغیرہ
۲۔ اسود بن عبد یغوث زہری
۳۔ اسود بن المطلب
۴۔ ابو زمعہ بنو اسد بن عبد العزیٰ
۵۔ حارث بن عیطلہ سہمی
۶۔ عاص بن وائل

چنانچہ حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے سامنے مذکورہ لوگوں کی شکایت کی تھی۔

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے والوں کا دنیا میں بدترین انجام

جبرائیل علیہ السلام کو ولید ابوعمرو بن مغیرہ کی صورت دکھائی دی اور انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیا کہا ہے؟ فرمایا کہ میں نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کو اسود بن عبدالمطلب دکھایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اس کو کیا کہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کا بھی کام تمام کر دیا ہے۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اسود بن عبدیغوث زہری دکھایا۔ انہوں نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیا کہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کا بھی کام تمام کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو حارث بن عنطلہ سہمی دکھایا۔ انہوں نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیا کہا ہے؟ فرمایا میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں یا اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تھا)۔ پھر حضور ﷺ کے پاس عاص بن وائل گزرے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیا کہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کا بھی کام تمام کر دیا ہے۔

دشمنان رسول کو اپنے انجام تک پہنچانے کے لئے انتہائی معمول اور سادہ سے اسباب کا استعمال

(۱) ولید بن مغیرہ کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ بنوخزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنے شمشیر کے بھالے کو پر لگا رہا تھا۔ وہ اپنے تیر سے نکل کر اس کی ہاتھ پاؤں کی موٹی رگ پر لگا اور اسے کاٹ دیا خون بہہ پڑا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

(۲) اسود بن المطلب کے ساتھ کیا ہوا؟ کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کو بھی اسی طرح کچھ لگ گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک کیکر (ببول) کے درخت کے نیچے گیا۔ اچانک چلانے لگا، اے میرے بیٹو! مجھے اس شخص سے بچاؤ میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے ہمیں تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا۔ اور وہ یہی کہتا رہا کہ کیا تم لوگ اس کو مجھ سے ہٹاتے نہیں۔ میں ہلاک ہو رہا ہوں۔ یہ دیکھیں یہ رہا میری آنکھ میں کانٹا چبھا رہا ہے۔ وہ (بیٹے) کہتے رہے ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا۔ وہ برابر یہی کہتا رہا یہاں تک کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

(۳) اسود بن عبدیغوث کے ساتھ کیا ہوا؟ اس کے سر میں ایک زخم ہوا، وہ اسی سے مر گیا۔

(۴) حارث بن عطلہ کا کیا انجام ہوا؟ اس کے پیٹ میں پیلا پانی پیدا ہو گیا جو کہ اس کے منہ سے نکلتا رہتا تھا۔ وہ اسی میں مر گیا۔

(۵) عاص بن وائل کا کیا ہوا؟ ایک دن تھوہر اس کے سر میں چلا گیا جس سے وہ سوج گیا اس سے وہ مر گیا۔ اس کے علاوہ دیگر راویوں نے حدیث میں بتایا کہ وہ طائف کی طرف سوار ہو کر روانہ ہوا، گدھے کی سواری تھی۔ اس نے اس کو وہاں جا کر ایک تھوہر کے ساتھ باندھا، اس کا کانٹا اس کے پیر کی ہتھیلی میں چبھ گیا۔ بس وہی اس کی موت کا سبب بن گیا۔

باب ۸۳

حضور ﷺ کا قریش کے ان لوگوں کو بد عاء دینا

جنہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور دعا کا قبول ہونا اور اس میں نشانیوں کا ظہور

(۱) ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو محمد بن علی ابن دحیم شیبانی نے، ان کو احمد بن حازم بن ابوعزرہ نے، ان کو جعفر بن عون نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابونصر محمد بن علی بن محمد فقیہ اور ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم مزکی نے، ان دونوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن عبدالوہاب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی جعفر بن عون نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اعمش نے

مسلم بن صبیح سے،اس نے مسروق سے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں حدیث بیان کر رہا تھا۔اچانک اس نے کہا،اس بارے میں جو کہتا ہے :

يوم تأتي السماء بدخان مبين ۔ (سورۃ دخان : آیت ۱۰) جس دن آسمان واضح دھواں لے آئے گا۔

اس نے کہا کہ اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن ہوگا اور وہ منافقوں کے کانوں کو اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مؤمنوں کو اس سے زکام کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر گئے۔ ہم نے ان کو اس بات کی خبر دی۔ وہ اس وقت سہارے لگائے ہوئے تھے۔ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد کہنے لگے۔

''اے لوگو! جو شخص تم میں سے علم رکھتا ہے وہ تو اپنے علم کے مطابق بات کیا کرے اور جو کسی بھی بات کا علم نہیں رکھتا، اس کو چاہئے کہ وہ یوں کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ بے شک یہ بات علم میں سے ہے کہ جاننے والا جس بات کو نہیں جانتا اس کے بارے میں یہ کہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے :

قل ما أسالكم عليه من اجر وما انا من المتكلفين ۔ (سورۃ ص : آیت ۸۶)

اے پیغمبر! فرما دیجئے میں اس (علم دینے، دین سکھانے پر) تم لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

قریش پر قحط سالی کا عذاب مسلّط ہوا .... (یہ تو گویا تمہیدی باتیں فرما رہے تھے) اس کے بعد فرمایا :

''میں ابھی تم لوگوں کو دخان یا دھوئیں کے بارے میں بتاتا ہوں (اس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے)۔ کہ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور اسلام لانے سے پیچھے ہٹ گئے تو حضور ﷺ نے دعا کی، اے اللہ! ان کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ قحط کے سات سالوں کے ساتھ، جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے پر سات سال قحط پڑا تھا''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بددعا کے نتیجے میں ان لوگوں کو قحط سالی پہنچی۔ یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھوئیں کی کیفیت دیکھتا تھا۔ (فتح الباری ۸/۳/۵۷۔ البدایہ والنہایہ ۳/۱۰۷)

محمد نے یہ اضافہ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ لہٰذا یہ کیفیت ان سے دور کر دی گئی۔ احمد بن حازم نے کہا کہ اس کے بعد عبداللہ نے یہ آیت پڑھی :

انا كاشفوا العذاب قليلا انكم عائدون ۔ (سورۃ دخان : آیت ۱۵)

بے شک ہم عذاب کو کھول دینے والے ہیں۔ بے شک تم لوٹ کر آنے والے ہو۔

کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے دوبارہ کفر کیا۔ لہٰذا یوم بدر تک مہلت دی گئی۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ یہ بات اگر قیامت کے دن کی ہوتی تو یہ کیفیت ان سے نہ کھولی جاتی۔

يوم نبطش البطشة الكبرى انا منتقمون ۔ (سورۃ دخان : آیت ۱۶)

فرمایا کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔ یہ الفاظ حدیث احمد بن حازم کے ہیں۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو بکر عمرو بن عبداللہ ادیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر اسماعیلی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمران بن موسیٰ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن ابوشیبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے وکیع نے اعمش سے، اس نے ابو الضحیٰ سے، اس نے مسروق سے، وہ کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد میں ایک آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کا قول ذکر کیا اور یہ کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ذکر کیا عبداللہ کا قول حدیث جعفر بن عون کے مفہوم میں۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا، کہ

ربنا اكشف عنا العذاب انا مؤمنون ۔ (سورۂ دخان: آیت۱۲) ترجمہ: اے ہمارے رب ہم سے عذاب ہٹا لے ہم ایمان لاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ ہم ان لوگوں سے عذاب ہٹادیں تو یہ دوبارہ کفر کریں گے۔ فرمایا کہ اللہ نے ان سے عذاب ہٹالیا۔ لہٰذا لوگوں نے دوبارہ کفر کرنا شروع کردیا تھا۔ لہٰذا اللہ نے ان سے بدر والے دن انتقام لے لیا۔ یہی چیز مذکور ہے اس آیت میں۔

یوم تأتی السماء بدخان مبین تا یوم نبطش البطشة الکبری انا منتقمون ۔ (سورۂ دخان : آیت ۲ ومابعدھا)

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں یحییٰ سے، اس نے وکیع سے اور مسلم نے ان کو روایت کیا ہے اشج سے اس نے وکیع سے۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ فتح الباری ۵۷۲/۸۔ مسلم۔ کتاب صفات المنافقین ص ۲۱۵۷/۴)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن عبید بن عتبہ نے، ان کو علی بن ثابت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسباط بن نصر نے منصور سے، اس نے ابوالضحیٰ سے اس نے مسروق سے، اس نے ابن مسعود ﷺ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں سے دین اسلام کو قبول کرنے سے پیچھے ہٹنا دیکھ لیا تو آپ نے بددعا فرمائی تھی۔

اللھم سبع کسبع یوسف

اے اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کے دور کے سات قحط والے سات سالوں کی طرح سات سال قحط مسلط فرما۔

چنانچہ ان کو قحط سالی نے پکڑ لیا۔ اس قدر شدید قحط پڑا کہ لوگوں نے مرے ہوئے جانوروں تک کو کھایا اور چمڑے کھائے اور ہڈیاں کھائیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کے پاس ابوسفیان آئے اور مکے کے دیگر لوگ بھی اور آکر کہنے لگے، اے محمد! تم یہ گمان کرتے ہو یا دعویٰ کرتے ہو کہ آپ رحمت بنا کر بھیجے گئے ہو، حالانکہ آپ کی قوم والے ہلاک ہورہے ہیں۔ آپ ان کے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ لہٰذا وہ لوگ بارش سے سیراب کئے گئے اور وہ بارش مسلسل سات دن رات ان پر برستی رہی۔ اس قدر برسی کہ لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کرنا شروع کردی۔ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ہمارے اردگرد برسا، ہمارے اُوپر نہ برسا۔ لہٰذا حضور ﷺ کے اُوپر سے بادل ہٹ گیا (یعنی مدینہ کے اُوپر سے اور دُور دراز کے لوگوں پر بارش ہوتی رہی۔

حضرت ابن مسعود ﷺ نے فرمایا تحقیق گزر چکی ہے۔ آیت دخان یعنی دھوئیں والی اس سے مراد وہی قحط سالی بھوک ہے جو مکہ والوں کو پہنچی تھی اور اس آیت سے بھی وہی مراد ہے۔

انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون

لیکن اور آیت لزام اور آیت رُوم اور بطشۂ کبریٰ اور انشقاق قمر، یہ سب کچھ یوم بدر میں ہوا یعنی ان کی مراد ہے (واللہ اعلم) کہ بڑی پکڑ (بطشۃ الکبریٰ) اور دھواں (الدخان) اور آیت لزام (فسوف یکون لزاما) یہ سب کچھ بدر میں ہوا۔ اور امام بخاری نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پانچ بڑے واقعات

(۴) ہمیں خبر دی ابومحمد حسن بن علی بن مؤمل نے، ان کو ابوعثمان عمرو بن عبداللہ بصری نے، ان کو محمد بن عبدالوہاب نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو محمد بن عبدالوہاب نے، اس نے ہمیں خبر دی یعلیٰ بن عبید سے، اس نے کہا ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی مسلم سے، اس نے مسروق سے، اس نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں۔

(۱) لزام　(۲) روم　(۳) دخان　(۴) بطشۃ الکبریٰ اور　(۵) شق القمر۔

بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں حدیث اعمش سے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ حدیث ۴۸۲۵۔ فتح الباری ۵۷/۸۔ ترمذی ۳۷۹/۵۔ مسند احمد ۱۲۸/۵)

اور اس سے مراد ہے کہ یہ نشانیاں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں وجود میں آچکی ہیں جیسے حضور ﷺ نے ان کے بارے میں ان کے وجود سے پہلے خبر دی تھی۔

فائدہ : لزام سے مراد سورۃ فرقان کی آیت فسوف یکون لزاماً یعنی عنقریب لڑائی اور جہاد ہے۔ روم سے مراد سورۃ روم کی ابتدائی آیت والی پیشن گوئی غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ہے۔ دخان سے مراد دیگر روایت کے مطابق وہ دخان ہے جو قیام قیامت سے پہلے ہوگا۔ وہ کفار و منافقین کے کانوں میں داخل ہوگا۔ جس سے وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے جلی بھنی ہوئی سری اور اہل ایمان پر اس سے صرف زکام کی کیفیت طاری ہوگی۔ اور بطشۃ سے مراد وہ مراد ہے جس کا ذکر آیت یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ میں ہے اور شق القمر سے مراد وہی ہے جو اقتربت الساعۃ وانشق القمر میں مذکور ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے ان کو خبر دی ابو العباس محمد بن احمد محبوبی نے مرو میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی احمد بن سیار نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو سفیان نے اعمش سے، ان کو ابو الضحیٰ نے مسروق سے، اس نے عبداللہ سے۔

ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر

اور البتہ ہم ان کو ضرور چکھائیں گے چھوٹا عذاب بڑے عذاب سے پہلے۔

فرمایا کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی محمد بن اسحاق صفار نے، ان کو احمد بن نصر نے، ان کو عمرو بن طلحہ نے، ان کو اسباط بن نصر نے سدی سے، سب نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ اللہ کے اس فرمان کے بارے میں :

ویقولون متیٰ ھذا الفتح ان کنتم صٰدقین ۔ قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانھم ولا ھم ینظرون ۔

کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہوگی اگر تم سچے ہو۔ فرما دیجئے فتح کا دن وہ ہے جس دن کافروں کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اور نہ ہی ان کو مہلت ملے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم بدر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو فتح ہوئی تھی۔ جو کافر ہوئے موت کے بعد ان کو ان کا ایمان فائدہ نہیں دے گا۔

(۷) ہمیں حدیث بیان کی ابو جعفر کامل بن احمد مستملی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسین بلخی نے جو ہمارے پاس ہرات میں آئے تھے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن علی نجار نے صنعاء میں، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے ایوب سختیانی سے، وہ عکرمہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ وہ بھوک کے بارے میں شکایت کر رہے تھے۔ وہ کھانے کے لئے کچھ نہیں پا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خون میں لتھڑی ہوئی اُون کھا جاتے۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

ولقد اخذناھم بالعذاب فما استکانوا لربھم وما یتضرعون ۔ (سورۃ مؤمنون : آیت ۷۶)

البتہ ہم نے ان کو پکڑ لیا ہے مصیبت میں مگر وہ نہیں دبے اپنے رب کے آگے اور عاجزی بھی نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا کی یہاں تک کہ اللہ نے ان سے وہ عذاب کھول دیا۔

(۸) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو العباس سیار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن موسیٰ بن حاتم نے، ان کو علی بن حسن بن سفیان نے ان کو حسین بن واقد نے، ان کو یزید نحوی نے، یہ کہ عکرمہ نے اس کو حدیث بیان کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اور رشتہ داری کی قسم دیتا ہوں۔ ہم نے بھوک سے علھز کھایا ہے یعنی اُون اور خون۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

ولقد اخذنا ھم بالعذاب فما استکانوا لربھم وما یتضرعون ۔ (سورۃ مؤمنون : آیت ۷۶)

اور تحقیق روایت کی گئی ہے ابو سفیان کے قصے میں وہ جو دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہ واقعہ ہجرت کے بعد ہوا۔ اور شاید کہ وہ ہو دوبار۔ واللہ اعلم

(البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۰۷۔۱۰۸)

☆☆☆

باب ۸۴

سورۂ روم کی آیت اور اس کے بارے میں

آیت کا ظہور قریب تر زمین میں

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۔ (سورۂ روم: آیت ۱۔۴)

''اہل روم قریب کی زمین پر مغلوب ہوگئے ہیں مگر عنقریب وہ مغلوب ہونے کے باوجود دوبارہ غالب آ جائیں گے''۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن صالح بن ہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسین بن فضل بجلی نے، ان کو معاویہ بن عمر وازدی نے، ان کو ابواسحاق فزاری نے، ان کو سفیان ثوری نے حبیب بن ابوعمرۃ سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان یہ پسند کرتے تھے کہ اہلِ روم فارس پر غالب ہو جائیں کیونکہ رومی اہلِ کتاب تھے۔ اور مشرکین یہ پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس اہلِ روم پر غالب ہو جائیں کیونکہ وہ بتوں کے پجاری تھے (مشرک تھے)۔ یہ بات مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی۔

نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عنقریب بہت جلدی وہ دوبارہ غالب آ جائیں گے۔ لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات مشرکین سے ذکر کی۔ انہوں نے کہا اچھا ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کر لیں اگر وہ غالب آ گئے تو ہم آپ کو اتنی اتنی دیں گے۔ اور ہم غالب آ گئے تو آپ ہمیں اتنا اتنا دینا۔ چنانچہ ان کے درمیان پانچ کی مدت ذکر ہوگئی مگر رومی غالب نہ ہوئے۔ یہ بات ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کی اور کہا کہ آپ نے پانچ سال نہیں کہا تھا؟ میں خیال کرتا ہوں کہ کہا تھا کہ دس سے کچھ کم سال۔ کہتے ہیں کہ لہٰذا رومی غالب ہو گئے اس کے بعد۔

اسی تفصیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

الٓمٓ غُلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین

کہ رومی مغلوب ہوگئے ہیں قریب کی سرزمین پر حالانکہ وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔

مراد ہے کہ رومی جو مغلوب ہوئے ہیں تو کچھ مدت کے بعد وہ پھر سے غالب آئیں گے۔

للّٰہ الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المؤمنون بنصرِ اللّٰہِ

''سارا معاملہ اللہ کے قبضے میں ہے۔ پہلے بھی اور بعد بھی اور اس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے''۔

سفیان نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ بدر والے دن غالب ہو گئے تھے۔ (ترمذی ص ۳۱۹۳)

(۲) اور ہمیں خبر دی ہے علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن عبید نے، ان کو عبید بن شریک نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو ابواسحٰق نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ اور مذکورہ مفہوم کے ساتھ اس نے اس کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ سعید نے کہا ہے۔ البضع مادون العشرۃ، کہ بِضعٌ دس سے کم ہوتے ہیں۔

رومیوں کے غلبہ سے مسلمان خوش ہوئے .... (۳) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبدالرحمٰن بن حسن قاضی نے، ان کو ابراہیم بن حسین نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے آدم نے ان کو ورقاء نے، ابن ابونجیح سے اس نے مجاہد سے اللہ کے اس قول کے بارے میں الٓمٓ غلبت الروم. کہا کہ (اللہ نے) فارس کے روم پر غلبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور روم کے فارس پر غلبے بدلنے کا۔ اور مؤمن اہلِ کتاب کے ساتھ اللہ کی مدد آنے پر اہلِ اوثان کے خلاف پر خوش ہو گئے ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے بِضعٌ کے لفظ کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی احمد بن کامل قاضی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن سعد بن محمد بن حسن عوفی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی میرے والد نے میرے دادا عطیہ بن سعد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں الٓمٓ غلبت الروم۔ کہا کہ گذر چکا یہ معاملہ تھا اہلِ فارس اور روم میں۔ اہلِ فارس ان پر غالب آ گئے بعد میں رومی ان پر غالب آ گئے۔ نبی کریم ﷺ اور مشرکین عرب بھی باہم ٹکرائے اور روم اور فارس بھی باہم ٹکرائے۔ لہٰذا اللہ نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور ان کی جواُن کے ساتھ مسلمان تھے مشرکین کے مقابلے میں مدد کی اور اہلِ کتاب کی نصرت فرمائی اہلِ مشرکین کے خلاف۔ لہٰذا مسلمان اللہ کی طرف سے ان کی مدد کئے جانے پر خوش ہوئے اور اہلِ کتاب کی نصرت ہو عجم کے خلاف۔

عطیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا تھا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر مشرکینِ عرب کے ساتھ ٹکرائے تھے اور روم و فارس بھی باہم ٹکرائے تھے۔ لہٰذا اللہ نے مشرکین عرب کے خلاف ہماری مدد فرمائی تھی۔ اور ادھر اللہ نے مجوسیوں کے مقابلے میں اہلِ کتاب کی نصرت فرمائی تھی لہٰذا ہم لوگ خوش ہو گئے تھے۔ مشرکین کے مقابلے میں اللہ کی ہمارے مدد کرنے پر اور مجوس کے خلاف اہلِ کتاب کی نصرت پر بھی ہمیں خوشی ہوئی۔ اسی لئے یہ آیت نازل ہوئی :

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللّٰہ

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح اور ابن بکیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی لیث نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عقیل نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مشرکین مسلمانوں سے آئے دن جھگڑا کرتے رہتے تھے جب وہ مکہ میں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ رومی اہلِ کتاب ہیں حالانکہ ان پر فارسی غالب آ گئے ہیں۔ اور تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ تم بھی غالب آ جاؤ گے اس کتاب کی برکت کے ساتھ جو تمہارے نبی پر اُتاری گئی ہے۔ لہٰذا ہم مشرکین بھی تم لوگوں پر ایسے غالب آ جائیں گے جیسے فارس روم پر۔ اللہ تعالیٰ نے آیت اُتاری :

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ جب یہ دو آیات نازل ہوئیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض مشرکین کے ساتھ شرط لگائی کہ بشی یہ واقعہ جمار اور جوئے کی حرمت سے قبل کا ہے۔ کہ اگر فارس ساتھ ساتھ میں مغلوب نہ ہوئے (تو یہ شرط ہوگی)۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کہا۔ بہر حال ہر وہ شے جو دس سے کم ہو وہ بِضعٌ میں داخل ہے اور ظہور فارس روم کے خلاف نو سال میں تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو فارسیوں پر حدیبیہ کے زمانے میں غلبہ دیا لہٰذا مسلمان اہلِ کتاب کے غلبہ پر خوش ہو گئے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عباس بن ولید نے، ان کو یزید بن نے سعید سے، اس نے قتادہ سے کہ الٓمٓ غُلبت الروم فی ادنی الارض۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ان پر اہلِ فارس غالب آ گئے تھے شام کے قریب کی سرزمین پر۔

وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین ۔ الآیۃ

حضرت صدیق اکبر ﷺ نے قرآنی بشارت کے متعلق شرط رکھی .... قتادہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں تو مسلمانوں نے اپنے رب کو سچا مانا اور انہوں نے جان لیا کہ رومی عنقریب غالب آجائیں گے اہلِ فارس پر۔ اور مشرکوں اور مسلمانوں نے پانچ پانچ اُونٹنیوں کی شرطیں لگانی شروع کیں اور ان کے درمیان پانچ سال کی مدت طے ہوگئی۔ مسلمانوں کی طرف سے شرط پوری کرنے کے لئے اور اس کی ادائیگی بھرنے کے لئے ابوبکر صدیق ﷺ تیار ہو گئے تھے اور مشرکوں کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری ابی بن خلف نے لی تھی۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب جوئے میں شرط لگانے پر اسلام اور قرآن میں مخالفت نہیں آئی تھی۔ مگر اس مدت میں اہلِ روم اہلِ فارس پر غالب نہ آئے لہٰذا مشرکین نے اپنی شرط اور جوئے کی رقم مانگ لی۔ اصحابِ رسول ﷺ نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذکر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ ابھی کسی چیز کے حقدار نہیں ہیں کہ وہ دس سے کم کوئی مدت مقرر کرلیں کیونکہ بعض بِضع' تین سے دس تک ہوتا ہے۔ لہٰذا باہم مشورے سے انہوں نے مدت میں زیادتی کرلی اور مدت کو لمبا کرلیا۔ جب انہوں نے ایسا کرلیا تو اللہ نے رومیوں کو فارس پر غلبہ دے دیا۔ سات سال پورے ہونے کے بعد یہ واقعہ اُس وقت ہوا جب مسلمان حدیبیہ سے واپس لوٹ رہے تھے۔ لہٰذا مسلمان خوش ہوگئے تھے کیونکہ اہلِ کتاب مجوسیوں پر غالب آگئے تھے۔ یہ واقعہ ایسا تھا کہ اس سے اللہ نے اسلام کو قوی اور مضبوط کر دیا تھا۔ یہی ارشاد ہے اس آیت میں :

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللّٰہ ۔ (تفسیر قرطبی ۵/۱۴)

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو صفوان بن صالح نے اور ابوتقی ہشام بن عبدالملک نے۔ ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ولید بن مسلم نے، ان کو اسید الکلابی نے کہ اس نے سنا علاء بن زبیر سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے فارس کا غلبہ روم پر دیکھا تھا اس کے بعد میں نے روم کا فارس پر غلبہ بھی دیکھا۔ اس کے بعد میں نے فارس اور روم دونوں پر مسلمانوں کا غلبہ بھی دیکھا اور مسلمانوں کا غلبہ شام پر اور عراق پر دیکھا۔ یہ تینوں انقلاب صرف پندرہ سال میں وقوع پذیر ہوئے۔ اللہ کی نگہبانی سے۔

باب ۸۵

نبی کریم ﷺ کا ان سات افرادِ قریش کے خلاف بددعا کرنا

اس کے بعد ابولہب کے بیٹے پر بددعا کرنا اور اس بارے میں نشانیوں کا ظاہر ہونا

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابوبکر احمد بن کامل قاضی نے، ان کو احمد بن ابراہیم بن ملحان نے، ان کو عمرو بن خالد نے، ان کو زہیر نے، ان کو ابواسحاق نے، ان کو عمرو بن میمون نے، ان کو عبداللہ بن مسعود ﷺ نے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ کیا تھا اور قریش کے سات افراد کے خلاف بددعا کی تھی۔

(۱) ابوجہل۔ (۲) اُمیہ بن خلف۔ (۳) عتبہ بن ربیعہ۔ (۴) شیبہ بن ربیعہ۔ (۵) عقبہ بن ابومعیط۔

عبداللہ نے کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں البتہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا تھا کہ وہ بدر کے میدان میں گر پڑے تھے شدید گرمی کے دن دھوپ میں۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عمرو بن خالد سے۔ (بخاری۔ کتاب المغازی۔ حدیث ۳۹۶۰۔ فتح الباری ۲۹۳/۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالولید نے، ان کو محمد بن سلیمان باغندی نے، ان کو محمد بن یحییٰ حرانی نے، ان کو حسن بن محمد بن اعین نے، ان کو زہیر نے۔ اس نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل اور اس کو روایت کیا ہے مسلم نے صحیح میں مسلمہ بن شبیب سے۔ اس نے حسن بن محمد بن اعین سے۔

(۳) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے ان کو خبر دی احمد بن عبید الصفار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی تمتام نے، ان کو عباس بن فضل ازرق نے، ان کو اسود بن شیبان نے، ان کو ابونوفل بن ابوعقرب نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ لہب بن ابولہب حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور حضور ﷺ کے خلاف بددعا کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی، اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبَكَ ، ''اے اللہ اس پر اپنا کتا مسلط فرما''۔ اور ابولہب شام کی طرف سامانِ تجارت لے جاتا تھا اور اپنے بیٹے کو غلاموں اور وکیلوں کے ساتھ بھیجتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اپنے بیٹے کے بارے میں ہر وقت خوف طاری رہتا ہے محمد کی بددعا کا۔ وہ لوگ اس کی حفاظت کرتے تھے، کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ کسی منزل پر اُترتے تھے تو وہ لوگ ابولہب کے بیٹے کو دیوار کے ساتھ ملا دیتے تھے اور اس کے اُوپر کپڑے اور سامان ڈال دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانے تک ایسے ہی کرتے رہے مگر (جب موت آئی) تو ایک درندہ آیا اس نے اس کو چیر پھاڑ دیا۔

یہ خبر ابولہب کو پہنچی تو اس نے کہا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو کہا نہ تھا کہ مجھے اس کے بارے میں محمد کی بددعا سے ڈر رہتا ہے۔ اسی طرح کہا ہے عباس بن فضل نے، مگر وہ روایت قوی نہیں۔ لہب بن ابولہب مذکور ہے مگر اہل معازی کہتے ہیں کہ عتبہ بن ابولہب تھا اور بعض نے کہا عتیبہ تھا۔

ابولہب نے بنات رسول کو طلاق دلا دی .... (۴) اس میں جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، انہوں نے ہمیں پڑھ کر سنائی یعنی اُم کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ نے جو جاہلیت کے دور میں (اسلام سے قبل) عتیبہ بن ابولہب کے عقد میں تھیں اور دوسری بہن رقیہ بنت رسول ﷺ عتبہ بن ابولہب کے عقد میں تھیں۔ جب اللہ نے سورۃ تبت یدا ابی لھب اُتاری تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا کہ میرا سر اور تم دونوں کے سر حرام ہیں (یعنی میری اور تمہاری پیدائش حرام کی ہے) اگر تم نے محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی۔ لہٰذا ان دونوں نے حضور ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی۔

شیر نے ابولہب کے بیٹے کا گلا کاٹ دیا .... اُم کلثوم بنت حرب بن اُمیہ جو کہ لکڑیاں اُٹھانے والی (یعنی حمالة الحطب) تھی اس نے یہی کہا اپنے بیٹے سے کہ طلاق دے رقیہ کو یہ صابی ہو چکی ہے (آبائی دین سے پھر چکی ہے) چنانچہ اس نے طلاق دے دی تھی۔ اور عتیبہ نے اُم کلثوم کو طلاق دے دی تھی اور عتبہ نے حضور ﷺ کے پاس آ کر ان پر حملہ کر دیا تھا اور حضور ﷺ کی قمیص پھاڑ دی تھی۔ جب اس نے اُم کلثوم کو فارغ کر دیا تھا اور کہنے لگا کہ میں نے تیرے دین کا انکار کر دیا ہے اور تیری بیٹی کو طلاق دے دی ہے۔ آپ ﷺ مجھے پسند نہیں کرتے میں بھی آپ کو پسند نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے دل برداشتہ ہو کر اس کے لئے بددعا فرمائی تھی۔

''بہرحال اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اس پر کوئی اپنا کتا مسلط فرما''۔ (چنانچہ اس کا انجام بدیوں ہوا کہ)

قریش کی جماعت تجارتی سفر کے لئے شام کے ملک کی طرف روانہ ہوگئی شام کے قریب انہوں نے پڑاؤ کیا، اس مقام کو زرقاء کہتے تھے۔ رات کا وقت تھا اس وقت ایک شیر ان پر گھوم گیا۔ عتبہ کہنے لگا اے میری ماں کی ہلاکت اللہ کی قسم یہ شیر مجھے کھا جائے گا جیسے محمد نے مجھ پر بددعا کی تھی ابن ابو کبشہ (محمد ﷺ) نے مجھے مکہ میں بیٹھ کر قتل کروا دیا ہے حالانکہ میں شام میں ہوں۔ اتنے میں شیر سب لوگوں کو چھوڑ کر صرف اسی پر غرایا اور دھاڑ ماری اور اس کے سر کو منہ میں دبا کر جھنجھوڑ کر اس کا گلا کاٹ دیا۔

ابوعبداللہ نے کہا اس سب کچھ کے بارے میں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ثقفی نے احمد بن مقدام سے، اس نے زہیر بن علاء عبدی سے، اس نے ابوعروبہ سے، اس نے قتادہ سے، اس نے زہیر سے، ان کو حدیث بیان کی ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے کہ جب شیر اس رات کو ان پر گھوم کر چلا گیا تو یہ لوگ سو گئے اور ان لوگوں نے عتیبہ کو درمیان میں کر دیا تھا۔ شیر جب آیا تو اس نے ان سب کے اُوپر سے چھلانگ لگا کر سیدھا جا کر عتیبہ کا سر پکڑا اور اس کو پھاڑ دیا تھا۔ اس کے بعد عثمان بن عفان ؓ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد کیا تھا وہ عثمان ؓ کے پاس فوت ہو گئی تھیں اور اس کا کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ کی بڑی بیٹی زینب سے ابوالعاص بن ربیع نے عقد کیا تھا اس میں سے ان کی بیٹی امامہ پیدا ہوئی تھی۔

☆☆☆

باب ۸۱

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات
اور اسلام سے ان کا رُک جانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یھلکون الاانفسھم وما یشعرون۔ (سورۃ الانعام)

وہ لوگ حضور ﷺ سے روکتے ہیں ان سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو حالانکہ وہ سمجھتے نہیں۔

نیز ارشاد ہے :

انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ (سورۂ قصص)

بیشک آپ (اے محمد ﷺ) ہدایت نہیں دے سکتے جس کو چاہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ بن یحییٰ سکری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو سفیان نے، ان کو ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوالعباس محبوبی نے، ان کو احمد بن یسار نے، ان کو محمد بن کثیر نے، ان کو سفیان نے، ان کو حبیب بن ابوثابت نے اس شخص سے جس نے سنی تھی ابن عباس ؓ سے۔ وہ اللہ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے تھے :

وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یھلکون الاانفسھم وما یشعرون

یہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ مشرکین کو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے سے روکتے تھے اور حضور ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرزاق کی ایک روایت میں ہے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، ان کو علی بن جمشاد نے، ان کو محمد بن اصبہانی نے، ان کو بکر بن بکار نے، ان کو حمزہ بن حبیب نے حبیب بن ابوثابت سے، اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس ؓ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں، وھم ینھون عنہ وینأون عنہ۔

فرمایا کہ یہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے روکتا تھا اور حضور ﷺ کی لائی ہوئی کتاب سے ہٹاتا اور دور کرتا تھا۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن قرقوب التمار نے ہمذان میں، ان کو ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے، ان کو ابوالیمان حکم بن نافع نے، ان کو شعیب بن ابوحمزہ نے زہری سے۔

ابوجہل نے ابوطالب کو موت کے وقت عار دلایا .... (ح) اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران العدل نے بغداد میں، ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد ابن منصور رمادی نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے زہری سے جس قدر میں یاد نہیں رکھ سکتا۔ انہوں نے ابن حسیب سے اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات آن پہنچی تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس پہنچے ابوجہل بن ہشام ان کے پاس بیٹھے تھے اور عبداللہ بن اُمیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا اے چچا! آپ کہہ دیجئے

لا الـــہ الا اللہ میں تیرے لئے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے حجت کروں گا۔اُدھر سے ابوجہل نے اور اُبوامیہ نے ابوطالب سے کہا کیا ملت عبدالمطلب سے اعراض اور روگردانی کریں گے۔ کہتے ہیں کہ ابوطالب کا آخری جملہ جو اس نے منہ سے نکالا وہ یہی تھا، عــلـی مـلـة عـبـد المطلب کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا تھا کہ میں ضرور آپ کے لئے استغفار کروں گا، بخشش مانگوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی :

مـا کـان لـلـنـبـی و الـذیـن اٰمـنـوا ان یستـغـفـروا للمشر کین و لو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهـم اصـحـب الـجـحـيـم و مـا کـان استـغـفـار ابـراهـيـم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه فلما تبين له انه عدو للّٰه تبرء منه ۔ (سورۃ توبہ : آیت ۱۱۳_۱۱۴) (بخاری۔حدیث ۳۶۷۵)

کہتے ہیں کہ جب وہ مرا تو کافر ہی تھا۔پھر یہ آیت نازل ہوئی :

انك لاتهدی من احببت

اے پیغمبر! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں۔

یہ الفاظ معمر کی حدیث کے ہیں۔

اور شعیب کی ایک روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوطالب کے پاس آئے آپ ﷺ نے اس کے پاس ابوجہل کو بیٹھے ہوئے پایا اور عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ کو۔اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ بار بار اس پر لا الـــہ الا اللہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں مذکورہ کافر آپ سے دشمنی کرتے رہے،اس کلمے سے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے آخری کلمہ جو منہ سے نکالا وہ تھا کہ میں ملت ابوالمطلب پر ہوں یہ کہہ کر اس نے لا الہ الا اللہ کے نظریہ سے انکار کر دیا۔ باقی روایت کو مذکور مفہوم کے ساتھ ذکر کیا ہاں مگر انہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں نازل فرمائی تھی اور اپنے رسول سے کہا اس روایت میں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ جب وہ مرے تو وہ کافر تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے اور محمود سے۔(فتح الباری ۵۰۶/۸)

اور اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اسحاق قاضی سے۔(مسلم۔کتاب الایمان ص ۵۴/۱)

اور عبد بن حمید سے،ان سب نے عبدالرزاق سے۔اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے ابوالیمان سے۔

(۳)　اور ہمیں خبر دی ہے ابوصالح بن ابوطاہر عنبری سے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہمارے دادا یحییٰ بن منصور نے ، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی احمد بن سلمہ نے ، ان کو محمد بن بشار اور عبدالرحمٰن بن بشر نے ان کو یحییٰ نے ، ان کو یزید بن کیسان نے ، ان کو ابوحازم نے ، ان کو ابوہریرہ ﷺ نے۔وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے چچا سے آپ کہہ دیجئے لا الہ الا اللہ میں آپ کے لئے قیامت کے دن اس کی شہادت دوں گا۔اس نے جواب دیا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عیب لگایا کریں گے کہ موت کے خوف نے اس کو کلمہ پڑھنے پر مجبور کر دیا تھا تو میں اس کے ساتھ ضرور تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔لہٰذا اللہ نے آیت نازل فرمائی :

انك لاتهدی من احببت ولكن اللّٰه يهدی من يشاء

بیشک تو ہدایت نہیں دے سکتا جس کو پسند کرے بلکہ جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے

کہتے ہیں اور ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن سلمہ نے ان کو عبداللہ بن ہاشم نے ان کو ابواسامہ نے ، ان کو یزید بن کیسان نے اس نے سنا ابوحازم سے۔وہ حدیث بیان کرتے ہیں ابوہریرہ سے،وہ کہتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے اے چچا جان! آپ کہہ دیں لا الـہ الا اللہ اشهـد لك بهـا يـوم القيمة ، میں قیامت کے دن تیرے لئے گواہی دوں گا۔اس نے کہا

اگر یہ بات ہوئی تو قریش کے لوگ مجھے طعنے دیں گے۔ وہ کہیں گے اس کو اس پر موت کی گھبراہٹ نے اُبھارا تھا (یعنی موت کے ڈر سے اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا) تو میں تیری آنکھوں کو ٹھنڈی کرتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت اتاری :

انك لاتهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء وهو اعلم بالمهتدين

بیشک آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن حاتم سے، اس نے یحییٰ بن سعید قطان سے۔ (مسلم۔ کتاب الایمان ص ۱/۵۵)

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوبکر بن ابوحازم حافظ نے کوفہ میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو محمد بن عبداللہ اسدی نے، ان کو سفیان نے اَعمش سے، اس نے یحییٰ بن عمارہ سے، اس نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوطالب بیمار ہو گئے تھے لہٰذا قریش ہی ان کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور رسول اللہ ﷺ بھی آئے۔ ان کے سرہانے ایک آدمی بیٹھے تھے۔ ابوجہل اُٹھے ان کو منع کرنے کے لئے اس سے۔ انہوں نے اس بات کی شکایت کی کہ میرے والد سے۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے آپ اپنی قوم سے کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا اے چچا! میں ان سے وہ کلمہ چاہتا ہوں جس کی برکت سے پورے عرب ان کے لئے جھک جائیں گے اور اس کی وجہ سے عجم ان کو جزیہ دیں گے۔ وہ ایک ہی کلمہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ وہ کون سا کلمہ ہے؟ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ ہے۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ اجعل الالهة الٰها واحدا ان هذا لشئ عجاب۔ کہا اس نے بہت سارے الٰہوں کو ایک الٰہ ٹھہرادیا یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔

کہتے ہیں کہ انہی لوگوں کے بارے میں سورۃ صٓ نازل ہوئی، صٓ والقرآن ذی الذکر۔ یہاں تک کہ یہاں تک پہنچ گئے، ان هذا الّا اختلاق۔ (ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ حدیث ۳۲۳۲ ص ۵/۳۶۵۔۳۶۶)

دفاعِ اسلام نے ابوطالب کو فائدہ پہنچایا .... (۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بکیر نے، ان کو ابن اسحٰق نے، ان کو عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض گھر والوں سے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ابوطالب کے پاس گئے اس کے مرض میں تو جا کر اس سے کہا اے چچا جان آپ کہہ دیجئے لا الہ الا اللہ۔ اس سبب سے تیرے لئے میرا سفارش کرنا حلال ہو جائے گا قیامت کے دن۔ اس نے کہا اے بھتیجے! اللہ کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ بات تیرے اوپر اور تیرے گھر والوں پر میرے بعد گالی بن جائے گی لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے ڈر سے کہا تھا۔ صرف تمہیں خوش کرنے کے لئے میں نے کہا تھا، یہی کہا جائے گا۔ جب اس کی آواز بند ہو گئی تو دیکھا گیا کہ ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ عباس نے قریب ہو کر کان لگایا واپس ہٹ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ تحقیق اس نے وہی کلمہ کہا ہے جو آپ نے کہا ہے مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا۔ (ابن ہشام ۲/۲۷۔ البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۲۳)

اس کی اسناد منقطع ہیں اس وقت میں عباس خود بھی ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب وہ مسلمان ہو گئے تھے تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے ابوطالب کی حالت کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے وہ بات کہی جو حدیث ثابت میں ہے جس کی خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے۔

اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتے ہیں کہ مسدد اور حجبی نے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعوانہ نے عبدالملک بن عمیر سے، اس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، اس نے عباس بن عبدالمطلب سے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا آپ ابوطالب کو کوئی فائدہ دے سکیں گے۔ بیشک وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کے لئے لوگوں سے ناراض بھی ہو جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں، وہ آگ کے کنارے پر ہے (یہ میری وجہ سے ہے) اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔

اس کو بخاری نے موسیٰ سے روایت کیا ہے۔ بخاری۔ حدیث ۶۲۰۸۔ فتح الباری ۱۰/۵۹۲)

اسی طرح اس کو روایت کیا ہے محمد بن ابوبکر نے۔سب نے ابوعوانہ سے۔اور اسی طرح روایت کیا اس کو سفیان ثوری نے اور سفیان بن عیینہ نے عبدالملک بن عمیر سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ہے علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی ہے احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابن ملحان نے، ان کو حدیث بیان کی ہے ابن بکیر نے، ان کو لیث نے یزید بن ہاد سے۔اس نے عبداللہ بن خباب سے، اس نے ابوسعید سے کہ اس نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے جب ان کے سامنے ان کے چچا ابوطالب کا ذکر ہورہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ غالباً اس کو قیامت کے دن میری سفارش فائدہ دے گی۔لہٰذا وہ آگ کے کنارے میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنے تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ اُبلنے لگے گا۔

اور (علی بن احمد) کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید نے ان کو عبید بن شریک نے، ان کو ابن ابوضریمہ نے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے نافع نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے ابن الھاد نے، ان کو عبداللہ بن خباب نے، ان کو حدیث بیان کی ہے ابوسعید خدری نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان کے چچا ابوطالب کا ذکر ہوا۔ابوسعید نے مذکورہ بات ذکر کی ہے۔اور بخاری نے اس کو صحیح میں روایت کیا ہے عبداللہ بن یوسف سے۔اور اس کو روایت کیا ہے مسلم سے اس نے قتیبہ سے، ان دونوں نے لیث بن سعد سے۔

ابوطالب کو آگ کی جوتی پہنائی جائے گی .... (۶) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالنضر محمد بن محمد بن یوسف طوسی نے ان کو محمد بن ایوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی موسیٰ بن اسماعیل نے ان کو حماد بن سلمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے ابوعمرو یعنی ابن احمد نے اور یہ الفاظ اس کے ہیں۔وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ہے حسن بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن شیبہ نے، ان کو عفان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے ثابت سے، اس نے ابوعثمان سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم کے عذاب میں سے آسان ترین عذاب میں ابوطالب ہوگا جس کو ایسے جوتے پہنائے جائیں گے جس سے اس کا دماغ اُبلنے لگے گا۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن شیبہ سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوجعفر بن احمد اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، ان کو شیبہ نے، ان کو ابواسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ناجیہ بن کعب سے۔وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا وہ کہہ رہے تھے کہ جب میرے باپ کی وفات ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔میں نے کہا کہ آپ کے چچا انتقال کر گئے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ آپ جائیں اور جا کر اسے دفن کر دیں اور بات نہ کریں بلکہ میرے پاس آجائیں۔میں نے ایسے ہی کیا۔اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ غسل کرلو۔

(۸) اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن بشران نے ان کو ابوالحسن علی بن محمد مصری نے ان کو ابن ابومریم نے، ان کو فریابی نے، ان کو سفیان نے ابواسحٰق سے، اس نے ناجیہ بن کعب سے، اس نے علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب سے۔وہ کہتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ کے بوڑھے گمراہ چچا فوت ہوگئے ہیں ان کو کون دفن کرے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ جا کر دفن کر دیجئے اپنے والد کو اور تم اور کچھ نہ کرنا بلکہ میرے پاس آجانا۔چنانچہ میں ان کو دفن کر کے آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔پھر انہوں نے میرے لئے کچھ دعائیں کیں۔مجھے اچھا نہیں لگتا کہ مجھے ان کے بدلے کچھ بھی چیز مل جائے اس میں سے جو کچھ روئے زمین پر ہے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوسعد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے، ان کو محمد بن ہارون بن حمید نے، ان کو محمد بن عبدالعزیز بن ابورزمہ نے، ان کو فضل بن موسیٰ نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے، اس نے ابن جریج سے، اس نے عطاء سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ ابوطالب کی میت پر آگے آئے اور فرمانے لگے میں تیرے ساتھ صلہ رحمی والا معاملہ کرتا ہوں۔تجھے جزائے خیر ملے اے میرے چچا! اور روایت کی گئی ہے ابوالیمان ہوزنی سے۔اس نے نبی کریم ﷺ سے بطور مرسل روایت کی اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے

کہ وَلَمْ یقُمْ علی قبرہ، کہ آپ ان کی قبر پر نہیں کھڑے ہوئے تھے۔ اور ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے مراد خوارزمی ہے جس میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد دوری بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ قریش میرا لحاظ کرتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی۔

(۱۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد دوری نے، ان کو یحییٰ بن معین نے، ان کو عقبہ مجدر نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ قریش میرا لحاظ کرتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی۔

ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کی ایذاء رسانی بڑھ گئی .... (۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو یوسف بن بہلول نے، ان کو عبداللہ بن ادریس نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، جس نے اس کو حدیث بیان کی ہے عروہ بن زبیر سے، اس نے عبداللہ بن جعفر سے کہ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو قریش کے کچھ بے وقوفوں میں سے ایک کم عقل حضور ﷺ کے آگے آیا اور اس نے حضور ﷺ پر مٹی پھینک دی اور اپنے گھر کو واپس آگیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی آئی اس نے آپ کے ﷺ چہرے سے مٹی صاف کی اور رونے لگی۔ حضور ﷺ فرمانے لگے اے بیٹی نہ روؤ، بے شک اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا آپ کے باپ کی۔ اور اسی دوران یہ بھی فرما رہے تھے کہ قریش نے میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا تھا میں جس کو ناپسند کروں یہاں تک کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی ہے (یعنی جب تک ابوطالب زندہ رہے قریش مجھے تکالیف نہیں پہنچا سکے)۔ (ابن ہشام ۲۶/۲۔ ۲۷۔ الروض الانف ۲۵۸/۱)

باب ۸۷

سیّدہ خدیجہ بنت خویلد زوجۂ رسول ﷺ کی وفات

اور جبرئیل علیہ السلام کا آپ ﷺ کو ان آیات ونشانیوں کے بارے میں خبر دینا جو وہ آپ ﷺ کے پاس لائے

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی کسی بی بی پر اس قدر غیرت نہیں کی تھی جس قدر خدیجہ پر کی تھی بوجہ اس کے کہ میں سنتی رہتی تھی کہ حضور ﷺ اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرے ساتھ اس کی وفات کے تین سال بعد شادی کی تھی۔ اور البتہ تحقیق آپ ﷺ کو آپ کے رب نے حکم دیا تھا کہ آپ ﷺ اس کو جنت میں ان کے گھر کی بشارت دے دیں جو موتیوں سے بنا ہوا ہے (یا بانس سے) جن میں نہ تعب ہے، نہ تھکان اور نہ شوروشغب ہے۔

بخاری ومسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں کئی دیگر وجوہ سے ہشام بن عروہ سے۔ (بخاری حدیث ۳۸۱۷)

(۲) ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے والد نے، ان کو قتیبہ ابن سعید نے، ان کو محمد بن فضیل نے عمارہ سے، اس نے ابوزرعہ سے، وہ کہتے ہیں کہ اس نے سنا ابوہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام

حضورﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ یارسول اللہﷺ یہ خدیجہ ہے یہ آپ کے پاس ایک برتن لارہی ہے اس میں کھانے کا سالن ہے یا پینے کی چیز ہے۔ جب یہ آپﷺ کے پاس آجائے تو اس پر سلام کہیے اس کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے اور اس کو جنت میں اس کے ایک گھر کی بشارت دے دیجیے جو بانس کا بنا ہوا ہے (یا موتیوں کا بنا ہوا ہے)۔ جس میں نہ شور وشغب ہے نہ تھکان اور تکلیف ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں قتیبہ سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابن ابوشیبہ سے اس نے محمد بن فضیل سے۔
(بخاری۔حدیث ۳۸۲۰۔فتح الباری ۷/۱۳۳۔۱۳۴۔مسلم۔کتاب فضائل الصحابہ ص ۱۸۸۷)

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو عقیل نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر نے کہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز فرض ہونے سے پہلے فوت ہوگئی تھیں۔
(انساب الاشراف ۱/۱۸۶)

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج بن ابومنیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہمارے دادا نے زہری سے، وہ کہتے ہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مکے میں وفات ہوگئی تھی رسول اللہﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اور نماز فرض ہونے سے قبل۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ن کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحق نے، وہ کہتے ہیں کہ پھر بے شک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور ابوطالب دونوں فوت ہوگئے تھے ایک ہی سال میں۔ اس کے بعد رسول اللہﷺ پر مسلسل مصائب آنا شروع ہوگئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی ہلاکت سے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تو حضورﷺ کی وزیرہ اور آپ کا بوجھ بردار تھیں جس نے اسلام کی تصدیق کی حضورﷺ انہی کے پاس سکون لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موت ابوطالب کی موت کے بعد تھی مگر صرف تین دن بعد۔ واللہ اعلم۔

اسی کو ذکر کیا ہے ابوعبداللہ بن مندہ نے کتاب المعرفۃ میں اور ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ ذکر کرتے تھے۔ اور واقدی نے گمان کیا ہے کہ وہ لوگ شعب ابوطالب سے ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل نکلے تھے اور اسی سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تھا اور ابوطالب کا ان دو کے درمیان پینتیس راتوں کا فرق تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پہلے ہوا۔

یہ اس میں سے جس میں ہمیں خبر دی ہے ابومحمد سکری نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر شافعی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جعفر بن محمد بن ازہر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فضل بن غسان نے، وہ کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا ہے پھر اس نے اسی کو ذکر کیا ہے۔

باب ۸۸

مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک رسول اللہﷺ کی سیر

اور اس میں جن آیات ونشانیوں کا ظہور ہوا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبحٰن الذی اَسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجدا لحرام الی المسجد الاقصٰی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر

پاک ہے وہ ذاتِ پاک جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے تاکہ اس کو اپنی نشانیاں دکھائے۔ بیشک وہ سُننے اور جاننے والا ہے۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن عتاب عبدی نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے دادا نے، ان کو حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر نے، ان کو محمد بن فلیح نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت سے ایک سال پہلے بیت المقدس کی طرف رات کو لے جایا گیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۰۸)

اور اسی طرح اس کا ذکر کیا ہے ابن لہیعہ نے ابوالاسود سے، اس نے عروہ بن زبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عمرو بن خالد اور حسان بن عبداللہ نے۔ ان دونوں نے کہا ان کو حدیث بیان کی ہے ابن لہیعہ نے ابوالاسود سے، اس نے عروہ سے اس نے اس کو ذکر کیا ہے۔

(۲) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس نے اسباط بن نصر سے، اس نے اسماعیل سُدی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر پانچ نمازیں بیت المقدس میں فرض کی گئی تھیں جس رات ان کو لے جایا گیا تھا۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی ہجرت سے چھ ماہ قبل کا ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابواسماعیل ترمذی نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں یہ الفاظ اسی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابواحمد حمزہ بن محمد بن عباس نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن اسماعیل ابواسماعیل ترمذی نے، ان کو اسحٰق بن ابراہیم بن علاء بن ضحاک زبیدی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عمرو بن حارث نے عبداللہ بن سالم اشعری سے، اس نے زبیدی محمد بن ولید بن عامر سے، ان کو حدیث بیان کی ہے ولید بن عبدالرحمٰن نے۔ یہ کہ جبیر بن نفیر نے کہا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے شداد بن اوس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کو کیسے سیر کرائی گئی تھی (یا رات کو کیسے لے جایا گیا تھا)۔

معراج کی رات مدینہ طیبہ میں آپ نے نماز پڑھی .... کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اصحاب کو عشاء کی نماز پڑھائی تھی مکہ مکرمہ میں۔ اور میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک جانور لائے تھے سفید رنگ کا، جو گدھے سے قدرے بڑا تھا مگر خچر سے چھوٹا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ سوار ہو جائیے۔ میرے اوپر مشکل گذری۔ اس نے اس کو کان سے پکڑ کر گھما دیا اس کے بعد اس نے مجھے اس کے اوپر سوار کر دیا۔ بس وہ جانور ہمیں لے کر روانہ ہوا۔ وہ اس قدر تیز تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پہنچتی تھی وہیں اس کے قدم پہنچتے تھے یہاں تک کہ ہم کھجوروں کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اُتار دیا۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ نماز پڑھیے۔ میں نے نماز پڑھی اس کے بعد پھر ہم سوار ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے، آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے۔ اس کے بعد وہ سواری روانہ ہوئی ہم لوگوں کو لے کر۔ اس کے پیر وہاں پڑ رہے تھے جہاں اس کی نگاہیں پڑ رہی تھیں۔ اس کے بعد اس نے ہمیں ایک اور سرزمین پر پہنچا دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا اُتر جائیے، میں اُتر گیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا نماز پڑھیے۔ میں نے نماز پڑھی۔ پھر ہم سوار ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ آپ نے شجرۂ موسیٰ کے پاس نماز پڑھی ہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس درخت کے پاس نبوت ملی تھی)۔ اس کے بعد وہ سواری ہمیں لے کر روانہ ہوئی۔ پھر اس کے پیر وہاں پڑنے لگے جہاں اس کی نظریں جاتی تھیں۔ پھر اس نے ہمیں ایک سرزمین پر پہنچا دیا جہاں ہمارے لئے محلات ظاہر ہو رہے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا اُتریئے، میں اُترا تو انہوں نے کہا کہ یہاں بھی نماز پڑھیئے، میں نے نماز پڑھی۔ پھر ہم لوگ سوار ہو گئے اس کے بعد انہوں نے پوچھا کیا آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، مسیح ابن مریم۔

دودھ اور شہد کا برتن لایا گیا .... اس کے بعد وہ مجھے لے کر چلے۔ یہاں تک کہ ہم ایک شہر میں داخل ہوئے اس کے دروازہ یمانی کی طرف سے۔ جبرئیل علیہ السلام مسجد کے قبلہ اور سامنے کی طرف آئے انہوں نے وہاں پر سواری کے اپنے جانور کو باندھا اور ہم لوگ مسجد میں داخل ہو گئے۔ ایک ایسے دروازے سے جس سے چاند اور سورج دونوں جھک رہے تھے یا ڈھلتے نظر آرہے تھے۔ پھر میں نے مسجد میں نماز پڑھی جس جگہ اللہ نے چاہا۔ اس کے بعد مجھے شدید پیاس نے آن گھیرا۔ لہٰذا میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد تھا۔ وہ پورے بھرے ہوئے میرے پاس بھیجے گئے میں نے دونوں میں برابری محسوس کی۔ اس کے بعد اللہ نے مجھے رہنمائی فرمائی لہٰذا میں نے دودھ لے کر پی لیا اور پورا پورا پی گیا۔ میں نے سامنے جب دیکھا تو ایک بوڑھے بزرگ تشریف فرما ہیں اور وہ بستر پر اپنی کہنی پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا تیرے ساتھی نے فطرت کو لیا ہے اور بے شک اس کو اس کی رہنمائی کی گئی تھی۔

اس کے بعد وہ مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم لوگ ایک وادی میں پہنچ گئے جو اسی شہر میں تھی یکا یک میں کیا دیکھتا ہوں وہاں سے جہنم منکشف ہو گئی ہے قالین کی مثل۔ (شداد بن اوس نے کہا کہ) میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے جہنم کو کیسا پایا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گرم اور سیاہ کوئلے کی طرح تھی۔ اس کے بعد مجھے وہاں سے ہٹا لیا گیا اس کے بعد ہم لوگ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ گذر رہے تھے فلاں فلاں جگہ اور مقام پر جن کا کوئی اُونٹ گم ہو گیا تھا۔ فلاں شخص نے ان کو وہ ڈھونڈ کر دیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو سلام کیا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ آواز تو محمد ﷺ کی لگتی ہے۔ اس کے بعد میں صبح ہونے سے قبل اپنے اصحاب کے پاس واپس بھی آ گیا مکہ میں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ (ﷺ) آج رات آپ کہاں پر تھے؟ ہم آپ کی جگہ پر آپ کو تلاش کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج رات میں بیت المقدس میں گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) وہ مہینے بھر کا سفر ہے؟ آپ مجھے بتایئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے لئے راستہ کھولا گیا تھا گویا کہ میں اسی میں دیکھ رہا ہوں۔ جو بھی وہ سوال مجھ سے کرتے گئے میں ان کو بتاتا چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مشرکین نے کہا دیکھو دیکھو ابن ابو کبشہ (محمد) کو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ آج رات بیت المقدس میں گیا تھا۔

واپسی پر قریشی قافلہ سے ملاقات .... راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تم لوگوں کو ایک نشانی بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں مدینے کی طرف آنے والے قریش کے ایک قافلے سے ملا ہوں فلاں فلاں مقام پر ان کا ایک اُونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش کر رہے تھے مگر فلاں شخص کو وہ مل گیا تھا، بے شک ان کی روانگی ہو چکی ہے وہ اس وقت فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ تمہارے پاس وہ فلاں فلان دن پہنچ جائیں گے ان کے آگے آگے گندمی رنگ کا اونٹ ہے۔ اس کے اوپر کالے رنگ کا کپڑا یا جھلی ڈالی ہوئی ہے اور اس کے اوپر دو کالے رنگ کی بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ جب وہ دن آ گیا (جو حضور ﷺ نے قافلے کے آنے کا بتایا تھا) تو لوگ نظر اُٹھا اُٹھا کر قافلے کو دیکھنے لگے اور انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت قریب ہوا تو وہ قافلہ آ گیا اس کے آگے آگے وہی اونٹ تھا جس کی صفت رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی۔

یہ اسناد صحیح ہے اور یہ ہی بیان اس کے علاوہ دیگر احادیث میں، الگ الگ مروی ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ اس میں سے ذکر کریں گے، جو کچھ میسر ہوگا۔

(۴) ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ہے حسن بن محمد بن حلیم مروزی نے، ان کو ابو الموجہ محمد بن عمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی یونس نے زہری سے، اس نے سعید بن مسیب سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس رات کو رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی اسی رات حضور ﷺ کو ایلیاء میں پیش

کیا گیا، اس میں شراب تھی اور دوسرا برتن پیش کیا گیا اس میں دودھ تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو دیکھا پھر دودھ کا برتن آپ نے لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا الحمد لله الذی هداك للفطرة، اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو فطرۃ کی چیز کی رہنمائی فرمائی۔ اگر آپ ﷺ شراب کو لے لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابو عمرو بسطامی نے، ان کو خبر دی ابو بکر اسماعیلی نے، ان کو خبر دی ابو یعلیٰ نے، ان کو ابو خیثمہ نے، ان کو ابو صفوان نے یونس سے، اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن مسیب نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں انہوں نے حدیث کو ذکر کیا ہے اسی کی مثل برابر برابر۔

اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبدان سے۔ (بخاری۔ حدیث ۴۷۰۹۔ فتح الباری ۳۹۱/۸)

اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابو خیثمہ زہیر بن حرب سے۔ (مسلم۔ کتاب الایمان۔ مسند احمد ۲۸۲/۲)

(۶) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو خبر دی حاجب بن احمد نے، ان کو محمد بن یحییٰ نے، ان کو خبر دی احمد بن خالد وھبی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالعزیز نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو عبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن نضر نے۔ ابن النضر کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابن نعیم نے، ان کو محمد بن رافع نے، ان کو حجین بن مثنیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن ابو سلمہ نے، ان کو عبداللہ بن فضل ہاشمی نے، ان کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ابو ہریرہ ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خود حجر کعبہ میں دیکھا اور قریش مجھ سے میری سیر و سفر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کئی چیزوں کے بارے میں پوچھا بیت المقدس میں سے۔ میں نے جن کو ذہن میں یاد نہیں رکھا تھا۔ لہٰذا میں انتہائی کرب میں مبتلا ہو گیا کہ کبھی اس قدر کرب میں کبھی مبتلا نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو اُٹھا کر میرے سامنے کر دیا (مراد ہے اللہ نے حجابات کو ہٹا کر سامنے کر دیا)۔ جو بھی مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو جواب دیتا جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا .... تحقیق میں نے خود انبیاء کی جماعت میں دیکھا تھا کہ یکا یک موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک مضبوط اور گھنگھرالے بالوں والے جوان ہیں جیسے کہ قبیلہ شنوءہ کے جوانوں میں سے ہیں۔ پھر یکا یک نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں ان کی سب سے زیادہ مشابہت لوگوں میں سے عروہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ تھی۔ پھر دیکھا تو ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ لوگوں میں سے ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت تمہارے ساتھی میں ہے (وہ اس سے اپنے نفس کو مراد لے رہے تھے)۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا لہٰذا میں نے ان تمام انبیاء کی امامت کرائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمد ﷺ یہ دیکھیں اس کا نام مالک ہے یہ جہنم کا ذمہ دار ہے، اس پر سلام کیجئے۔ میں اس کی طرف جونہی پلٹا تو اس نے سلام کرنے میں مجھ سے پہل کر ڈالی۔

ان دونوں کی حدیث کے الفاظ برابر ہیں ہاں مگر وہبی کی روایت میں ہے کہ اور میں قریش کو خبر دے رہا تھا اپنے سفر اور سیر کے بارے میں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن رافع سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن بشران نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو الحسین عبدالصمد بن علی بن مکرم نے، ان کو عبید بن عبدالواحد نے، ان کو یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر نے ان کو لیث بن سعد نے، ان کو عقیل نے ابن شہاب سے۔ اس نے کہا کہ مجھے خبر دی ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے کہ اس نے سنا جابر بن عبداللہ انصاری سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس نے سنا رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر کعبہ میں کھڑا ہوا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں اس کو دیکھ دیکھ کر قریش کو بتانے لگا اس کی نشانیوں کے بارے میں، حالانکہ میں دیکھ نہیں رہا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابن بکیر سے۔ (بخاری۔ حدیث ۳۸۸۶۔ فتح الباری ۱۹۶/۷)

اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے قتیبہ سے، اس نے لیث سے۔ (مسلم۔ کتاب الایمان ص ۱۵۶/۱)

(۸) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عباس بن محمد دوری نے، کہا ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھے میرے والد نے صالح بن کیسان سے انہوں نے ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابن مسیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت المقدس پہنچے تو اس پر وہ ابراہیم علیہ السلام سے ملے اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے۔ اور ان کے پاس دو پیالے لائے گئے۔ ایک دودھ کا پیالہ تھا دوسرا شراب کا پیالہ۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف نظر ڈالی اس کے بعد آپ نے دودھ والا پیالہ لے لیا۔ لہٰذا جبرئیل نے آپ ﷺ سے کہا آپ کی فطرت کی رہنمائی کی گئی ہے اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مکے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے خبر دی کہ آپ کو سیر کرائی گئی ہے تو بہت سارے لوگ آزمائش اور سوچ میں پڑ گئے جنہوں نے رات کو آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔

حضرت صدیق اکبر ؓ نے معراج کے واقعہ کی بلا تاخیر تصدیق کی .... ابن شہاب کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا قریش کے لوگ با قاعدہ تیاری کے ساتھ حضرت ابو بکر ؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا آپ کو اپنے صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہے، وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر واپس مکہ میں آ گئے ہیں۔ ابو بکر ؓ نے کہا کیا واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بالکل کہی ہے۔ ابو بکر ؓ نے کہا کہ پھر میں شہادت دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ کیا آپ تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات کے اندر شام کے ملک چلے گئے ہیں۔ دوبارہ صبح ہونے سے پہلے واپس مکے میں بھی آ گئے ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! میں ان کی تصدیق اس سے دور کی مسافت پر بھی کرتا ہوں کیونکہ میں اس کی تصدیق آسمانوں کی خبر پر بھی کرتا ہوں۔ ابو سلمہ نے کہا کہ اسی معاملے میں ان کا نام رکھا گیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جابر بن عبداللہ سے وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس نے سنا رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ فرماتے تھے جب قریش نے میری تکذیب کر دی تھی جس وقت مجھے بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا تھا میں حجر کعبہ میں کھڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو سامنے کر دیا تھا لہٰذا میں شروع ہوا ان کو اس کی نشانیاں بتانے لگا حالانکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

(۹) ہمیں خبر دی ابو سہل احمد بن محمد بن ابراہیم مہرانی نے، ان کو خبر دی ابو بکر احمد بن سلمان فقیہ نے بغداد میں۔ ان کو محمد بن ہیثم قاضی ابو الاحوص نے، ان کو محمد بن کثیر مصیصی نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ہے مکرم بن احمد قاضی نے، ان کو ابراہیم بن ہیثم بلدی نے، ان کو محمد بن کثیر صنعانی سے، ان کو معمر بن راشد نے زہری سے، اس نے عروہ سے، اس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا تو آپ لوگوں کو باتیں بتانے لگے کچھ لوگ (شک کی وجہ) سے پھرنے لگے۔ ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے اور آپ کی تصدیق کر رہے تھے وہ دوڑ کر حضرت ابو بکر ؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا کہتے ہیں آپ اپنے دوست کے بارے میں۔ وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اس کو آج رات بیت المقدس لے جایا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا واقعی حضور ﷺ نے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ کہی ہے۔ تو ابو بکر ؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات کہی ہے تو سچ کہی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کس طرح تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج ہی رات کے اندر بیت المقدس چلے گئے تھے پھر صبح ہونے سے پہلے واپس مکے میں بھی آ گئے ہیں۔ ابو بکر ؓ نے فرمایا میں بالکل تصدیق کرتا ہوں۔ میں نے اس سے زیادہ دور کی مسافت یعنی آسمانوں کی خبر کی صبح شام تصدیق کی ہے۔ اسی لئے ان کا نام ابو بکر صدیق ؓ رکھا گیا۔ یہ الفاظ ابو عبداللہ کی حدیث کے ہیں۔

(مستدرک ۶۲/۳-۶۳)

(۱۰) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحٰق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو مسدد نے، ان کو معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے انس بن مالک ؓ سے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی بعض

اصحاب نبی نے یہ کہ نبی کریم ﷺ کو جس رات سیر کرائی گئی تھی آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے تھے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (اصحاب رسول ﷺ) کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضور ﷺ کو براق پر سوار کیا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ گھوڑا یا جانور باندھا گیا تھا خرابہ کے ساتھ۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ میرے سامنے وضاحت فرمائیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جانور ایسا تھا، ایسا تھا گویا کہ ابوبکر نے تحقیق دیکھ لیا اس کو۔

اس روایت میں اسی طرح ہے اور دوسری روایت میں ہے (كريمة و ديمة) اور صحیح اول ہے۔

دودھ فطرت کے مطابق ہے .... (۱۱) اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن اسماعیل ترمذی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعلی بن مقلاص نے، ان کو عبداللہ بن وہب بن مسلم ابومحمد قرشی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے یعقوب بن عبدالرحمٰن زہری نے اپنے والد سے، اس نے عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ بن ابووقاص سے، اس نے انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب جبرئیل علیہ السلام براق لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے تو وہ گویا کہ اپنی دُم زور سے ہلا رہا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اسے کہا تھا ٹھہر جاا ے براق! اللہ کی قسم اس جیسا سوار کبھی تیرے اُوپر سوار نہیں ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ چلے۔ چنانچہ وہ راستے کے کنارے ایک بڑھیا کے پاس سے گذرے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ چلتے رہئے یا رسول اللہ! آپ ﷺ چلتے رہے جس قدر اللہ نے چاہا کہ وہ چلیں کہ اچانک آپ ﷺ نے سنا کہ کوئی شے آپ کو راستے کے کنارے سے بلا رہی ہے راستے سے ہٹ کر۔ اور وہ کہتی ہے میرے پاس آیئے اے محمد! (ﷺ)۔ مگر جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ چلئے۔ آپ ﷺ اور آگے چلے جس قدر اللہ نے چاہا۔

کہتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ کو مخلوق میں سے ایک مخلوق ملی ان لوگوں نے کہا السلام عليك يا اول السلام عليك يا اخر السلام عليك يا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ سلام کا جواب دیجئے اے محمد ﷺ! آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ دوبارہ چلے۔ حضور ﷺ سے اب بھی انہوں نے پہلے کی طرح قول کیا اس کے بعد تیسری بار ایسا ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ بیت المقدس پہنچ گئے پھر آپ کے آگے پانی اور شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دودھ لے لیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو آپ بھی غرق ہو جاتے اور آپ کی اُمت بھی غرق ہو جاتی اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ بھی بھٹک جاتے اور آپ کی اُمت بھی گمراہ ہو جاتی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام بھیجے گئے اور ان کے بعد والے سارے انبیاء بھی علیہم السلام۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کی امامت فرمائی۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے ان سے کہا بہر حال وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی تھی راستے کے کنارے پر۔ پس نہیں باقی رہی دنیا میں سے مگر جس قدر اس بڑھیا کی عمر باقی رہ گئی ہے۔ بہر حال وہ جس کی طرف آپ ﷺ مائل ہونا چاہتے تھے وہ اللہ کا دشمن ابلیس ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کو سلام کیا ہے وہ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن محمد مصری نے، ان کو ابوالزنباع نے، ان کو روح بن فرج نے، ان کو عمرو بن خالد نے، ان کو محمد بن یحییٰ نیساپوری نے، ان کو عبدالرزاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی معمر نے قتادہ سے، اس نے انس بن مالک سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس براق لائی گئی جس رات کو سیر کرائی گئی۔ اس پر زین کسی ہوئی تھی، لگام چڑھائی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ سے اس پر چڑھنا مشکل ہوا تو جبرئیل نے اس سے کہا اے براق! تجھے کس چیز نے ایسا کرنے کے لئے کہا ہے؟ اللہ کی قسم تیرے اوپر مخلوق میں سے ایسا سوار کبھی سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی براق کو پسینے چھوٹ گئے تھے۔ (ترمذی)

معراج سے واپسی پر قریش کے سامنے بیان .... (۱۳) ہمیں خبر دی ہے ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان کو خبر دی حاجب بن احمد نے، ان کو احمد بن عبدالرحیم بن منیب نے، ان کو نضر بن شمیل نے، ان کو خبر دی عوف نے، ان کو زرارہ بن اوفی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ رات آئی جس میں مجھے سیر کرائی گئی تھی تو میں کے میں گھبرا گیا تھا اپنے معاملے سے۔ کیونکہ میں جان چکا تھا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ الگ تھلگ ہو کر غمگین حالت میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابوجہل اللہ کا دشمن ان کے پاس سے گزر را وہ آ کر حضور ﷺ کے پاس استہزاء کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اور پوچھنے لگا کہ کیا ہوا کوئی بات ہوگئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔ اس نے پوچھا کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک۔ اس نے کہا کہ پھر آپ اس وقت ہمارے درمیان موجود بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس بات کی پروانہ کی کہ وہ تکذیب کرے گا آپ کی۔ بوجہ اس خوف کے کہ جب اپنی قوم کو بلائے گا تو یہ انکار نہ کر دے کہ مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی۔ ابوجہل نے کہا کہ کیا خیال ہے آپ کا اگر آپ کی قوم کو بلاؤں تو آپ ان کو یہ بات بتائیں گے جو آپ نے مجھے بتائی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا بتاؤں گا۔ ابوجہل نے کہا اے بنی کعب کی جماعت! یہاں آجاؤ۔ کہتے ہیں کہ ابوجہل کی یہ بات سن کر جہاں جہاں کوئی بیٹھا تھا اپنی اپنی مجلس برخاست کر کے سب چلے آئے اور وہ آ کر ابوجہل اور حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے کہا کہ محمد! (ﷺ) آپ اپنی قوم کو وہ بات بتائیے جو آپ نے مجھے بتائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ صبح صبح ہمارے درمیان بھی موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد کچھ لوگوں نے ازراہِ مذاق تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ بعض نے ازراہِ تعجب سر پر ہاتھ رکھ لئے کہ اتنا بڑا جھوٹ محمد (ﷺ) بول رہے ہیں (نعوذ باللہ)، ان لوگوں کا یہی گمان تھا۔ مگر ان لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے اور مسجدِ اقصیٰ کو دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ ہمیں مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کی صفت بیان کرنا شروع کی۔ بتاتے بتاتے بعض چیزیں مجھ سے مل جل گئیں۔ کہتے ہیں کہ پھر مسجد میرے سامنے لائی گئی یہاں تک کہ دارِ عقیل یا عقال کے پیچھے رکھی گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی صفات بیان کر دیں بایں صورت کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور تحقیق اس کے ساتھ ایک حدیث تھی جس کو عوف نے یاد نہیں رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے کہا کہ بہر حال صفات اور نشانیاں تو اللہ کی قسم انہوں نے درست بتائیں ہیں۔ (مسند احمد ۳۰۹/۱)

(۱۴) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی تمتام نے، ان کو ھوذہ نے، ان کو حدیث بیان کی زرارہ بن ابواوفی نے ابن عباس سے اس حدیث کے ساتھ۔

(۱۵) ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن حسن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حماد بن مسلمہ نے، ان کو عاصم بن بہدلہ نے، اس نے زر بن حبیش نے حذیفہ سے یہ کہ نبی کریم ﷺ کے پاس براق لائی گئی وہ جانور تھا، رنگ سفید، گدھے سے قدرے بڑا خچر سے ذرا چھوٹا۔ جونہی حضور ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام اس پر سوار ہوئے اس کے پیٹھ سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ان کو آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا اور حضور ﷺ کو جنت اور جہنم دکھائی۔

اس کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا بیت المقدس میں آپ نے نماز پڑھائی تھی؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا سنئے اے اصلع میں آپ کا چہرہ پہچانتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے بتایا کہ میں زر بن حبیش ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ نے ان کو کہاں پایا تھا کہ انہوں نے نماز پڑھائی تھی۔ میں نے آیت کا مطلب بیان کیا۔

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا انه هو السمیع البصیر

براق کو انبیاء کی سواری باندھنے کے کڑے کے ساتھ باندھا ...... کہا اگر انہوں نے وہاں نماز پڑی ہوتی تو تم بھی نماز پڑھتے جیسے تم مسجد الحرام میں پڑھتے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ ؓ سے کہا کیا انہوں نے اس کڑے کے ساتھ سواری باندھی تھی جہاں انبیاء کرام علیہم السلام سواریاں باندھا کرتے تھے؟ کہا کہ کیا حضور ﷺ ڈرتے تھے وہ وہاں سے چلے جائیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہاں لے گیا تھا؟

میں کہتا ہوں کہ اسی مفہوم کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے حماد بن زید نے عاصم سے مگر اس نے براق کی صفت محفوظ اور یاد نہیں رکھی۔ اور حضرت حذیفہ ؓ ایسے تھے کہ انہوں نے بیت المقدس میں آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کی بات نہیں سنی تھی۔ (ترمذی۔ حدیث ۳۱۴۷)

اور تحقیق، ہم نے روایت کیا ہے حدیث ثابت میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے اور دیگر سے کہ حضور ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی۔ باقی رہی بات سواری باندھنے کی، تو ہم نے اس کو بھی روایت کیا ہے دیگر کی حدیث میں۔

نیز براق ایک جانور اور مخلوق تھا اور عادت اسی طرح مقرر ہے اور جاری ہے کہ جانور باندھے ہی جایا کرتے ہیں۔ گو کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ بغیر باندھے اس کی حفاظت کرے مگر نفی والی بات ثابت نہیں جبکہ باندھنے والی بات حدیث سے ثابت ہے اور ثابت کرنے والی حدیث نفی کرنے والی سے اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱۶) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں ان کو حدیث بیان کی اسماعیل بن اسحٰق قاضی نے، ان کو علی بن عبداللہ نے، ان کو سفیان نے عمرو بن دینار سے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔

و جعلنا الرؤیا التی اَرَیْناك الافتنة للناس

کہ ہم نے نہیں بنایا اس خواب کو جو ہم نے اس کو دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے

ابن عباس نے کہا کہ یہاں رؤیت عین مراد ہے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو اس رات دکھایا گیا تھا جس رات ان کو سیر کرائی گئی تھی۔ اور والشجرة الملعونة فی القران ، یہ شجرہ زقوم (تھوہر کا درخت) مراد ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں علی بن عبداللہ سے۔ (بخاری۔ حدیث ٦۔ فتح الباری ۸/۳۹۸)

☆☆☆

باب ۸۹

اس بات کی دلیل کہ نبی کریم ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تھا

اور آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا اور اس سے قبل آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں اُس وقت دیکھا تھا جب وہ اُفقِ اعلیٰ پر (یعنی آسمان کے اُوپر والے کنارے پر) تھے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

والنجم اذا هوىٰ ما ضل صاحبكم وما غوىٰ۔ وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحىٰ علمه شديد القوىٰ ذو مرّة فاستوىٰ وهو بالافق الاعلىٰ ثم دنى فتدلى ۔ فكان قاب قوسين او ادنىٰ ۔ فأوحىٰ الى عبده ما اوحىٰ ما كذب الفؤاد ما راى ۔ افتمارونه على ما يرى ۔ ولقد راٰه نزلة اخرى عند سدرة المنتهىٰ ۔ عندها جنة المأوٰى اذا يغشى السدرة ما يغشىٰ ۔ ما ذاغ البصر وما طغى لقد راى من اٰيات ربه الكبرىٰ۔ (سورة النجم)

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب پر آجائے ۔تمہارا صاحب نہ ہی گمراہ ہوا ہے اور نہ ہی بھٹک گیا ہے اور وہ نہ ہی اپنی ہوائے نفسانی سے باتیں کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو پیغامِ ربانی ہوتا ہے جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔اس کو شدید قوتوں کے مالک جبرئیل علیہ السلام نے آکر وہ پیغام تعلیم دیا اور سکھایا ہوتا ہے۔ وہ صاحب قوت وطاقت ہے۔ وہ اُس وقت سیدھا مستوی ہوا تھا جب وہ اُفقِ اعلیٰ پر تھا (یعنی آسمان کے بلند ترین کنارے پر)۔اس کے بعد وہ نیچے جھکا اور اُتر کر آہستہ آہستہ قریب ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کے ۔ پھر وہ اتنی قریب ہوا کہ ایک دو کمانوں کے فاصلے پر آگیا (قریب ہوکر)۔اس نے رب کے خاص بندے محمد ﷺ پر جو کچھ وحی کرنا تھی وہ کی ،اس وحی کو اس قلبِ محمدی نے اچھی طرح جذب کیا اس کو جھوٹ نہیں جانا جو کچھ اس نے دیکھا تھا۔کیا تم لوگوں کو شک ہے اس حقیقت کے بارے میں جس کو محمد ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اور یقینی بات ہے کہ محمد ﷺ نے اس ناموس کو (جبرئیل علیہ السلام کو) دوسری مرتبہ اُترتے دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (اس کی اصلی اور ملکوتی صورت میں)۔سدرۃ کے پاس جنت الماویٰ ہے (محمد ﷺ نے) سدرۃ کو اُس وقت دیکھا تھا جب اس کو انوار و تجلیات نے چھپا لیا تھا مگر باوجود اس کے اس کو دیکھنے سے نہ تو نگاہِ محمدی کج ہوئی نہ ہی اسے ہٹ کر متجاوز ہوئی ۔انتہائی یقینی بات ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو وہاں دیکھا تھا۔

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے ،ان کو خبر دی ابو الولید نے ،ان کو حدیث بیان کی ابو القاسم عبد اللہ بن محمد نے ،ان کو ابو الربیع نے ، ان کو عباد بن عوام نے ،ان کو شیبانی نے (ح)۔اور ہمیں خبر دی ابو عمرو محمد بن عبد اللہ ادیب نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر اسماعیلی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی منیعی نے ،ان کو ابو بکر بن ابو شیبہ نے ،ان کو حسین نے ،وہ ابن علی ہیں ۔زائدہ سے اس نے شیبانی سے ۔وہ کہتے ہیں

کہ میں نے پوچھا زر سے اللہ کے اس قول کے بارے میں ہو کان قاب قوسین او ادنیٰ ،وہ تھا (جبرئیل علیہ السلام) دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی قریب تر فاصلے پر۔انہوں نے بتایا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ نے کہ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا اُن کے چھ سو پر تھے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں طلق بن غنام سے اس نے زائدہ سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابوالربیع سے۔

(فتح الباری ۸/۶۱۰۔مسلم ص ۱/۱۵۸)

(۲)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ،ان کو خبر دی ابوالولید نے ،ان کو حسن بن سفیان نے ،ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے ،ان کو حفص بن غیاث نے شیبانی سے اس نے زر بن حبیش سے اس نے عبداللہ سے کہ ما کذب الفواء د ما رای ، کہ قلب محمدی ﷺ نے جو دیکھا اس کا انکار نہیں کیا ،فرمایا کہ اس سے مراد جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پر مراد ہیں۔

اس کو ہم نے روایت کیا صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے۔(مسلم ص ۲۸۱)

(۳)　ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے ،ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ،ان کو یحییٰ بن ابوطالب نے ،ان کو اسحاق بن منصور نے ، ان کو اسرائیل نے ابواسحاق سے ،اس نے عبدالرحمٰن بن یزید سے ،اس نے عبداللہ سے کہ ما کذب الفواء د ما رای سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو جو کچھ دیکھا اس کے اوپر ہرے ریشم کی پوشاک تھی یعنی لباس تھا۔اور وہ اس قدر عظیم تھا کہ اس نے (اس رُخ پر جس طرف نظر آیا تھا) آسمان زمین کے خلاء کو بھر دیا تھا۔(مسند احمد ۱/۳۹۴۔۴۱۸)

جبرائیل علیہ السلام ذاتی صورت میں .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعلی حافظ نے ان کو یحییٰ بن محمد بن صاعد نے ،ان کو ابراہیم بن سعید جوہری نے ،ان کو ابواسامہ نے زکریا سے (ح)۔ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے ،ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے ،ان کو یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے ،ان کو محمد بن عبداللہ بن نمیر نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابواسامہ نے ،ان کو زکریا بن اشوع نے شعبی سے ،اس نے مسروق سے ،وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے ،ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی (پھر وہ قریب آیا اور زیادہ نیچے مائل ہوا)۔انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس مردوں کی صورت پر آیا کرتے تھے۔اس مرتبہ وہ ان کے پاس آئے تھے اپنی ذاتی صورت میں ،جس کی کیفیت ایسی تھی کہ انہوں نے افق سماء کو بھر رکھا تھا۔

اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے محمد بن یوسف ابواسامہ اور بخاری ومسلم نے ابن نمیر سے۔

(۵)　ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن فضل نے ،ان کو خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر نے ،ان کو یعقوب بن سفیان نے ،ان کو ابن بکیر نے ، ان کو عبداللہ بن لہیعہ نے ،ان کو محمد بن عبدالرحمٰن نے ،ان کو عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔یہ کہ اللہ کے نبی ﷺ کی ابتدائی حالت کہ آپ خواب میں دیکھتے تھے مگر پہلی بار جب ان کو انہوں نے دیکھا تو اس وقت اجیاد میں تھے مکے میں۔بیشک آپ ﷺ اس وقت کسی حاجت کے لئے نکلے تھے۔اچانک زور سے چیخنے کی آواز آئی اے محمد ،اے محمد! آپ ﷺ نے دائیں دیکھا ،بائیں دیکھا مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔دوبارہ دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا۔پھر آپ ﷺ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آپ نے دیکھا کہ فضاء کے اندر کوئی شخص ایک ٹانگ دوسرے پر لپیٹے آسمان کے کنارے کھڑا ہے۔وہ کہہ رہا ہے کہ اے محمد ﷺ جبرئیل جبرئیل (یعنی میں جبرئیل ہوں)۔وہ آپ کو تسلی دے رہے تھے مگر حضور ﷺ گھبرا کر بھاگے۔یہاں تک کہ لوگوں میں جا پہنچے۔آپ ﷺ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا اس کے بعد آپ لوگوں میں سے نکل آئے پھر دیکھا تو پھر وہ نظر آنے لگے۔یہی فضیلت ہے اللہ کے اس قول کی ،والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غویٰ۔الآیۃ۔

(۶)　ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے ،ان کو خبر دی ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم نے ،ان کو محمد بن حسین بن ابوالحسین نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے ،ان کو حارث بن عبید الایادی نے ابوعمران جونی سے ،اس نے انس سے۔وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بیٹھا ہوا تھا اچانک جبرئیل آگئے انہوں نے میرے کندھوں کے مابین مکا مارا۔میں کھڑا ہو گیا ایک درخت کی طرف

اس میں پرندے کے دوگھونسلے تھے یا ان کی مثل تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے ان میں سے ایک میں بیٹھ گئے اور میں دوسرے میں بیٹھ گیا۔ میں بلند ہوا اور وہ بھی اونچا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے دونوں کنارے بھر دیئے میں اپنی نگاہیں گھمار ہاتھا اگر میں چاہتا کہ میں آسمان کو چھولوں تو چھو لیتا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف توجہ کی تو وہ ایسے ہوگیا جیسے وہ ایک ٹاٹ ہے (پردہ ہے)۔ پس میں نے پہچان لیا اس کے علم کی زیادتی اللہ کے ساتھ محمد ﷺ پر۔ چنانچہ میرے لئے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا گیا۔ اور میں نے ایک بہت بڑی روشنی دیکھی اچانک میرے آگے نرم موتیوں اور یاقوت کے حجاب حائل ہوگئے۔ پس میری طرف وحی کی گئی جس قدر اللہ نے چاہا کہ وحی ہو۔

اوراس کے ماسوائے کہا اس حدیث کے آخر میں کہ اچانک میرے آگے رف رف موتیوں اور یاقوت کے حجاب لٹکا دیئے گئے۔

اوراسی طرح اس کو روایت کیا ہے حارث بن عبید نے۔ اوراس کو روایت کیا ہے حماد بن سلمہ نے ابوعمران جونی سے، اس نے محمد بن عمر بن عطارد سے، یہ کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے تھے ان کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے حضور ﷺ کی پیٹھ پر نکتے لگائے یا کچوکے لگائے اور آپ کو ایک درخت کے پاس لے گئے اس میں مثل پرندوں کے گھونسلے کے شکل لگی تھی۔ حضور ﷺ ان میں سے ایک میں بیٹھ گئے دوسرے میں جبرئیل علیہ السلام بیٹھ گئے۔ وہ ہمیں اوپر لے گئے یہاں تک کہ آسمان کے کنارے پر پہنچ گئے اگر میں ہاتھ دراز کرتا تو آسمان پر پہنچ جاتے۔ اور ایک رسی لٹکائی گئی اور نور اُترا جس سے جبرئیل علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے اور ایسے ہو گئے جیسے ٹاٹ ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نے اس میں خوف الٰہی کی زیادتی پہچان لی اپنی خشیتِ الٰہی پر۔ چنانچہ میری طرف وحی کی گئی کہ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی یا جنت کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے میری طرف اشارہ کیا حالانکہ وہ لیٹے ہوئے تھے یہ کہ عاجزی کو۔ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں عبد نبی ہونا پسند کرتا ہوں۔

رؤیت باری تعالیٰ .... (۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں۔ ان کو خبر دی ابوجعفر محمد بن عمرو بن بختری نے، اوراسماعیل بن محمد صفار سے۔ ان دونوں نے کہا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی تھی سعدان بن نصر نے ان کو محمد بن عبداللہ نے، ان کو ابن عون سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی قاسم بن محمد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، فقد اعظم الفرية على الله، اس نے اللہ پر بہت بڑا افتراء اور بہتان باندھا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا دوبارہ ان کی اصل صورت میں اوراصل تخلیق میں۔ جس نے اس پورے خلاء کو بھر دیا تھا جو افق و آسمان کے کنارے کے درمیان ہے۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے محمد بن عبداللہ بن ابوالثلج سے، اس نے محمد بن عبداللہ انصاری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا وہ وہی مذکور باری تھی جو سورۃ النجم میں لکھا ہے۔ اوراس کے بارے میں ہم روایت کر چکے ہیں کہ وہ نازل ہوئی تھی عثمان بن عفان کی ہجرت کے بعد اور عثمان بن مظعون کی ہجرت کے بعد اوران دونوں کے اصحاب کی ہجرت اولیٰ حبشہ کے بعد۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑھا تھا نماز میں اور سجدہ کیا تھا اور مسلمانوں اور مشرکین نے بھی ساتھ سجدہ کرلیا تھا۔ اور یہ خبر حبشہ میں ان مذکورہ مہاجرین تک پہنچ گئی تھی لہٰذا یہ لوگ حبشہ سے واپس آگئے تھے۔ پھر دوبارہ انہوں نے دوسری بار ہجرت کی تھی جعفر بن ابوطالب کے ساتھ اور یہ ہجرت حضور ﷺ کی مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کی سیر کے دو سال بعد ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا اس رات میں جس رات ان کو سیر کرائی گئی تھی اس رات انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا ان کی اصل صورت پر۔ یہ بات اللہ کے اس قول میں مذکور ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

ولقد راٰہُ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوٰی ۔ اذا یغشی السدرۃ ما یغشی ما زاغ البصر وما طغی لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ

البتہ تحقیق حضور نے جبرئیل کو اترتے دوسری بار دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنۃ الماوی بھی ہے (اس وقت انہوں نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا)۔ جب سدرہ کو اللہ تعالیٰ نے انوار و تجلیات نے چھپا رکھا تھا تو حضور ﷺ کی آنکھ بدلی تھی نہ ہی ان کو دیکھنے میں کوئی غلطی لگی تھی۔ یہ صفت ہے انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی تھیں۔

احتمال : (امام بیہقی فرماتے ہیں) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ سورت نجم مذکورہ آیات کے بغیر اس وقت نازل ہوئی ہو جو کہ اہلِ مغازی کے نزدیک مشہور ہے۔ مگر یہ مذکورہ آیات نازل نہ ہوئی ہوں اس وقت جب آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ اترتے دیکھا مذکورہ سیر کے بعد۔ لہٰذا یہ آیات اس سورۃ کے ساتھ لاحق کر دی گئی ہوں۔ واللہ اعلم۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ محمد بن یعقوب نے ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو علی بن مسہر نے، ان کو عبدالملک نے عطاء سے، اس نے ابوہریرہ سے۔ وَلَقَدْ راٰه نَزْلَةً اُخْرٰى۔ ابوہریرہ ؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے۔

جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پَر تھے .... (۹) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر بن فورک نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر اصبہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، ان کو حدیث بیان کی ابوداؤد نے، ان کو شیبہ نے سلیمان شیبانی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس زر بن حبیش گذرے۔ میں اُٹھ کر ان کے پاس گیا میں نے اس سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ لقد رای من آیات ربه الکبریٰ ؟ تو زر نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا تھا کہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا ان کے چھ سو پَر تھے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحٰق نے، ان کو عفان نے، ان کو حماد بن مسلمہ نے ان کو عاصم بن بہدلہ نے، ان کو زر نے عبداللہ سے، اللہ کے اس فرمان کے بارے میں وَلَقَدْ راٰه نَزْلَةً اُخْرٰى۔ عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا ان پر چھ سو پَر تھے۔ ان کے ہر ہر پَر سے موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے۔

(۱۱) اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو باغندی نے، ان کو قبیصہ نے، ان کو سفیان نے اعمش سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے، اس نے عبداللہ سے کہ لقد رای من ایات ربه الکبریٰ سے مراد ہے کہ حضور ﷺ نے سبز رفرف کو دیکھا تھا اس نے اُفق کو بھر رکھا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں قبیصہ سے۔ (فتح الباری ۶۱۱/۸)

اور ابن مسعودؓ کی اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جبرئیل کو دیکھا ان کی اصلی صورت میں سبز رَفرَف پر۔ یہ بات ان سے ایک دوسرے طریق سے زیادہ واضح طور پر مروی ہے۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو سری بن خزیمہ نے، ان کو یوسف بن بہلول نے، ان کو عبداللہ بن نمیر نے، ان کو مالک بن مغول نے زبیر بن عدی سے، اس نے طلحہ بن مصرف سے، اس نے مرّہ ہمدانی سے، اس نے عبداللہ بن مسعود ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو سیر کرائی گئی تو وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، یہ چھٹے آسمان پر ہے (یہی مروی ہے اس روایت میں)۔ اور اسی سدرۃ تک پہنچنے میں وہ تمام اُمور جو اوپر کو چڑھتے ہیں یہاں تک کہ وہاں سے قبض کر لئے جاتے ہیں۔ اور اسی سدرۃ تک آکر رُکتے ہیں وہ تمام اُمور جو اوپر سے اُترتے ہیں یہاں تک کہ وہ وہیں سے لے لئے جاتے ہیں۔

اذا یغشی السدرة ما یغشی سے کیا مراد ہے؟ عبداللہ بن مسعود ﷛ نے فرمایا کہ سدرة کو سونے کے پتنگوں اور پروانوں نے چھپا رکھا تھا۔اور رسول اللہ ﷺ پر پانچ نمازیں اور سورة البقرة کی آخری آیات عطا فرمائی گئیں۔اور بخش دیئے گئے وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے ان کے سارے کبیرہ گناہ معاف کر دیئے گئے (جو گناہ ہلاکت میں اور جہنم میں پہنچاتے ہیں)۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے اور زہیر بن حرب نے عبداللہ بن نمیر سے۔(صحیح مسلم ۱/ ۱۵۷)

یہ ہے وہ تفصیل جس کو ذکر کیا ہے عبداللہ بن مسعود ﷛ نے جو کہ حدیث معراج کا حصہ ہے اور اس کو روایت کیا ہے انس بن مالک بن صعصعہ سے۔انہوں نے ابوذر سے،اس نے نبی کریم ﷺ سے،اس نے پھر ابوذر سے،اس نے نبی کریم ﷺ سے۔اس کے بعد (ابوذر نے) اس کو روایت کیا ہے مرسلاً ان دونوں کے ذکر کے بغیر۔

دوسری مرتبہ شق صدر .... (۱۳) بہر حال رہی ان کی روایت مالک بن صعصعہ سے،تو اس میں اس طرح ہے کہ ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے،ان کو یحیٰی بن ابو طالب نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدالوہاب بن عطاء خفاف نے،ان کو خبر دی سعید نے یعنی ابن عروبہ نے قتادہ سے،اس نے انس بن مالک سے،اس نے مالک بن صعصعہ سے اس نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ کے پاس نیند اور بیداری کی کیفیت کے مابین حالت میں سو رہا تھا کہ اچانک میں نے آواز سنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ ایک ہے تین میں کا دو آدمیوں کے درمیان۔وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ لایا گیا اس کے بعد مجھے کہیں لے جایا گیا۔اس کے بعد سونے کا تھال لایا گیا اس میں آبِ زم زم تھا پھر میرا سینہ چاک کیا گیا یہاں سے وہاں تک۔قتادہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے صاحب سے کہا آپ ﷺ کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پیٹ سے نیچے تک مراد ہے۔پھر میرا دل نکالا گیا اور آبِ زم زم کے ساتھ دھویا گیا اس کے بعد اس کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔اور فرمایا کہ اس کے بعد دل کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔

سعید کو شک ہے کہ لفظ حُشِیَ کہا تھا یا کُنِزَ کہا تھا۔اس کے بعد میرے پاس ایک جانور لایا گیا وہ سفید رنگ کا تھا اسے براق کہا جارہا تھا۔ وہ گدھے سے بڑا تھا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنے قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہیں پہنچتی تھیں۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا میرا ساتھی (جبرئیل علیہ السلام) میرے ساتھ سوار ہوا،وہ مجھ سے جدا نہ ہوا۔ہم دونوں چلے یہاں تک کہ ہم آسمانِ دنیا تک آگئے۔جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟اس نے بتایا کہ میں جبرئیل ہوں۔پوچھا کہ تیرے ساتھ اور کون ہے؟ اس نے بتایا یہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا ان کو اِدھر بھیجا گیا ہے؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں۔ کہتے ہیں کہ پھر ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا۔آگے سے کہا گیا خوش آمدید،اچھی جگہ آئے ہو یا اچھا آنے والا آیا ہے۔پھر میں حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آیا۔سعید کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ یوں کہا تھا کہ وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔میں نے ان دونوں کو سلام کہا۔انہوں نے کہا مرحبا اے نیک صالح برادر اور نیک صالح نبی۔

اس کے بعد ہم دونوں آگے چلے یہاں تک کہ تیسرے آسمان پر پہنچ گئے۔جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔پوچھا گیا کہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ جبرائیل ہوں۔پوچھا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے بتایا محمد ﷺ ہیں۔پھر پوچھا گیا کہ کیا وہ ادھر بھیجے گئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا مرحبا ہے ان کو،اچھا آنے والا آیا ہے۔اتنے میں مَیں یوسف علیہ السلام کے پاس آیا،میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔میں نے ان پر سلام کہا۔انہوں نے جواب دیا مرحبا،نیک بھائی اور نیک نبی۔

اس کے بعد ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم چوتھے آسمان پر آگئے۔جبرئیل علیہ السلام نے کھولنے کے لئے کہا۔پوچھا گیا کون ہے؟اس نے کہا کہ جبرائیل ہوں۔پھر سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد ﷺ ہیں۔پھر سوال ہوا کہ کیا یہاں پر ان کو بھیجا گیا؟ جواب ملا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا مرحبا ہے ان کو،اچھا آنے والا آیا ہے۔چنانچہ میں ادریس علیہ السلام کے پاس آیا،میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اے جبرئیل؟انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔میں نے سلام کیا ان کو۔انہوں نے جواب دیا مرحبا،نیک بھائی۔

عبدالوہاب نے کہا ہے کہ سعید نے کہا اور قتادہ کہتے ہیں اس مقام پر اللہ نے فرمایا و رفعناہ مکاناعلیاً ۔ اس کے بعد ہم چلے یہاں تک کہ ہم پانچویں آسمان پر گئے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے کھلوایا ۔ پوچھا گیا کہ کون ہے؟ بتایا کہ میں جبرئیل ہوں ۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ بتایا محمد ﷺ ہیں ۔ پھر سوال ہوا کہ کیا یہاں پر ان کو بھیجا گیا؟ جواب دیا کہ جی ہاں ۔ انہوں نے کہا مرحبا ہے، بہتر آنے والا آیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ میں ہارون علیہ السلام کے پاس آیا، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام ہیں ۔ میں نے ان کو سلام کیا ۔ انہوں نے کہا جواب دیا مرحبا، نیک بھائی ۔

اس کے بعد ہم چلے اور چھٹے آسمان پر پہنچے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے کھولنے کے لئے کہا ۔ پوچھا گیا کون ہو؟ جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں ۔ سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد ﷺ ہیں ۔ پھر سوال ہوا کہ کیا ان کو یہاں بھیجا گیا ہے؟ جواب دیا کہ جی ہاں ۔ انہوں نے کہا مرحبا ہے، اچھا آنے والا آیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ میں نے ان کو سلام کیا ۔ انہوں نے جواب دیا مرحبا، نیک بھائی ۔ ہم جب اس سے آگے گذرے تو وہ رونے لگے ۔ پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اے رب یہ لڑکا ہے، آپ نے ان کو میرے بعد بھیجا ہے مگر ان کی اُمت میں سے لوگ جنت میں اس سے زیادہ جائیں گے جتنی میری اُمت کے لوگ جائیں گے ۔

ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات .... اس کے بعد ہم چلے اور ساتویں آسمان پر پہنچے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے کھلوایا ۔ پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں ۔ سوال ہوا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ بتایا محمد ﷺ ہیں ۔ پھر سوال ہوا کہ کیا وہ یہاں بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں ۔ انہوں نے کہا مرحبا ہے، اچھا آنے والا آیا ہے ۔ میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا ۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ میں نے ان کو سلام کیا ۔ انہوں نے جواب دیا مرحبا، نیک بیٹے اور نیک نبی ۔ اور ہم لوگوں کے لئے بیت المعمور اُٹھا کر لایا گیا ۔ میں نے کہا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں ۔ جب وہ اس میں سے نکل جاتے ہیں وہ واپس لوٹ کر نہیں آتے ۔

اس کے بعد ہمارے لئے سدرۃ المنتہیٰ اُٹھا کر لائی گئی ۔ ہمیں اللہ کے نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان ہوتے ہیں اور اس کے اوپر لگے ہوئے بیر مقام ہجر کے مٹکے کے برابر تھے ۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے چار نہریں دیکھیں ان کی جڑ سے دو نہریں نکلتی ہیں، دو پوشیدہ ہیں اور دو ظاہر ہیں ۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی نہریں ہیں اے جبرئیل؟ آپ نے فرمایا کہ بہر حال دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور ظاہر نہریں دریائے نیل اور فرات میں ۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا ۔ وہ میرے آگے پیش کئے گئے میں نے دودھ کو پسند کیا ۔ مجھ سے کہا گیا آپ (ﷺ) نے درست انتخاب کیا ہے ۔ اللہ نے آپ کے ساتھ آپ کی اُمت کو فطرۃ پر پہنچا دیا ہے ۔ اور میرے اُوپر روزانہ کی پچاس نمازیں فرض ہوئیں یا یوں فرمایا کہ مجھے روزانہ کی پچاس نمازوں کا حکم ہوا ۔ سعید کو شک ہے ۔ میں چل دیا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا ۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا ہے؟

نمازوں کے متعلق موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ .... میں نے بتایا کہ روزانہ کی پچاس نمازیں ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے لوگوں کو تم سے پہلے آزمایا ہے اور میں بنی اسرائیل میں شدید منہمک رہا ہوں ۔ دیکھیں آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی ۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس لوٹ جایئے آپ اس سے تخفیف کرنے کی درخواست کیجئے اپنی اُمت کے لئے ۔ میں واپس آیا اللہ نے مجھ سے پانچ نمازیں کم کردیں ۔ میں بار بار آتا رہا جاتا رہا اپنے رب کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ۔ میں جب بھی آتا وہ ہمیشہ وہی بات کرتے ۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں روزانہ کی ۔ جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو پانچ نمازیں لے کر تو انہوں نے کہا کہ میں تم سے پہلے بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوا اور بنی اسرائیل کو میں اچھی طرح آزما چکا ہوں بے شک آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی آپ پھر واپس لوٹ جایئے

اپنے رب کی طرف، ان سے تخفیف کرنے کا سوال کیجئے۔ میں نے کہا کہ میں بار بار رب کے پاس واپس گیا ہوں اب مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے بلکہ میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ فرمایا کہ مجھے آواز لگائی گئی یا یوں کہا کہ مجھے آواز لگائی آواز لگانے والے نے۔ سعید کا شک ہے یہ کہ میں اپنے فرائض کو جاری اور نافذ رکھوں گا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کروں گا اور میں ہر ایک نیک کو دس گنا کروں گا۔

اس کو مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں محمد بن مثنیٰ سے، اس نے محمد بن عدی سے، اس نے سعید بن ابوعروبہ سے۔

(۱۴) اور ان کو نقل کیا ہے محمد بن مثنیٰ نے معاذ بن ہشام سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے قتادہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مالک بن صعصعہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر اس نے ذکر کیا اس کی مثل اور انہوں نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ میرے پاس سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے بعد میرا سینہ ہنسلیوں سے لے کر پیٹ کے نیچے باریک چمڑے تک چاک کیا گیا اور اس کو آب زم زم سے دھویا گیا اس کے بعد اس کو حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی مخلد بن جعفر نے، ان کو محمد بن جریر نے، ان کو محمد بن بشار اور محمد بن مثنیٰ نے، ان کو معاذ بن ہشام نے، اس نے مذکور کو ذکر کیا ہے۔

(۱۶) اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے ھدبہ بن خالد سے، ان کو حدیث بیان کی ہے ہمام بن یحییٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قتادہ نے، ان کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے صعصعہ سے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو حدیث بیان کی ہے لیلۃ الاسراء کے بارے میں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا۔ بسا اوقات فرماتے ہیں کہ میں حجر میں لیٹا ہوا تھا میرے پاس ایک آنے والا آیا۔ اس نے مجھے اُٹھایا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اس نے اس حصے کے درمیان یہاں سے وہاں تک کے حصہ کو چاک کیا۔ میں نے جارود سے پوچھا جو میرے پہلو میں بیٹھا تھا کہ حضور ﷺ کی اس سے کیا مراد ہے؟ اس نے بتایا کہ ان کی مراد ہے کہ ان کے سینے اور حلق سے لے کر ان کے نیچے کے بالوں تک۔ اور اس نے ان سے سنا، فرماتے تھے ان کے سینے کی ہڈیوں سے پیٹ کے نیچے بالوں تک۔ (بہر حال اس چاک کرنے والے نے) میرے دل کو نکالا اور پھر ایک سونے کا تھال جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، وہ لایا گیا، میرے دل کو دھویا گیا اس کے بعد اس کے اندر وہ ایمان بھرا گیا اس کے بعد اس نے دوبارہ ویسا بنا دیا۔

براق کا رنگ سفید تھا .... اس کے بعد میرے پاس ایک سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے اونچا تھا، سفید رنگ تھا۔ جارود نے اس سے کہا کہ وہی براق تھا اے ابوحمزہ؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جی ہاں وہ وہاں قدم رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی انتہا ہوتی تھی۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام لے کر چلے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا آ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کھولنے کی بات کی تو ان سے سوال ہوا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ جبرائیل ہوں۔ پھر سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا ان کو اِدھر بھیجا گیا ہے؟ جواب ملا کہ جی ہاں۔ کھولنے والے نے کہا مرحبا ہے ان کو، اچھا آنے والا آیا ہے۔ اس نے کھولا۔ جب میں اندر پہنچ گیا تو اچانک دیکھا کہ وہاں آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرائیل نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد فرمایا مرحبا نیک بیٹے اور نیک نبی۔

اس کے بعد انس رضی اللہ عنہ نے حدیث ذکر کی اپنے طول کے ساتھ اسی نہج پر (مذکورہ) حدیث ابن ابوعروبہ کے مفہوم کے ساتھ۔ مگر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے اور نہروں کے ذکر کے بعد یوں کہا کہ پھر میرے لئے بیت المعمور اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس شراب اور دودھ کا برتن لایا گیا اور شہد کا۔ میں نے دودھ کا لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہی فطرت ہے آپ ﷺ اسی پر ہیں اور آپ کی اُمت بھی۔ اس کے بعد میرے اُوپر روزانہ کی پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے باقی حدیث (اسی مذکور) مفہوم کے مطابق ذکر کی۔

(۱۷) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نے ان کو خبر دی ابوسعید اسماعیل بن احمد بن محمد خلال جرجانی نے، ان کو ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی نے، ان کو ابوخالد ہدبہ بن خالد نے، اس نے اس روایت کو ذکر کیا ہے اس کی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل۔ ہاں مگر بیشک انہوں نے یوں کہا کہ پھر میرے لئے بیت المعمور اُٹھایا گیا۔

(۱۸) قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسن نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) دیکھا۔ ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں (جب جاتے ہیں) تو واپس دوبارہ نہیں آتے۔ (یہاں تک ذکر کرنے کے بعد) قتادہ انس رضی اللہ عنہ والی حدیث کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

(۱۹) بہرحال قتادہ کی روایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے تو ہمیں اس کی خبر دی ہے ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن عبید صفار نے، ان کو عبید بن شریک نے، ان کو یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر نے ان کو لیث نے یونس سے۔

(ح) اور ہمیں خبر دی ہے ابوعمرو محمد بن عبداللہ بسطامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی حرملہ بن یحییٰ بن عبداللہ بن حرملہ بن تجیبی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن وہب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یونس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔

وہ کہتے ہیں کہ ابوذر حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب میں مکے میں تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام اُترے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اس کو آبِ زم زم سے دھویا اس کے بعد ایک سونے کا تھال لایا گیا وہ ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اس کو میرے سینے میں اُنڈیل دیا گیا پھر اس کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف اُوپر چڑھاتے گئے۔

پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات .... جب ہم لوگ آسمانِ دنیا کے پاس پہنچ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے خازن (یعنی محافظ درباں سے) کہا کہ کھولئے۔ اُس نے کہا تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ جبرائیل ہوں۔ دربان نے پوچھا کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا جی ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ دربان نے پوچھا کہ کیا ان کو یہاں بھیجا گیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا جی ہاں۔ جب اس نے کھولا ہم لوگ آسمانِ دنیا کے اوپر چڑھ گئے۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ہے اس کے دائیں طرف بھی بہت لوگ ہیں اور بائیں طرف بھی بہت سارے لوگ ہیں۔ وہ جب دائیں دیکھتا ہے تو ہنس دیتا ہے جب بائیں دیکھتا ہے تو رو پڑتا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر مرحبا نیک بیٹے، نیک نبی کہا۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ لوگ ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد اور روحیں ہیں۔ دائیں طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں۔ اس لئے جب دائیں طرف دیکھتے ہیں یہ خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھا کر لے گئے یہاں تک کہ دوسرا آسمان آگیا۔ انہوں نے اس کے خازن سے کہا کھولئے۔ اس کے خازن نے وہی کہا جو آسمانِ دنیا والے نے سوالات کئے تھے الغرض وہ کھولا گیا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ذکر کیا کہ آسمانوں میں آدم علیہ السلام پائے گئے اور ادریس اور موسیٰ علیہما السلام اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام۔ اور یہ چیز نہ بتائی کہ ان کے ٹھکانے کیسے تھے سوائے اس کے علاوہ یہ ذکر کیا کہ آدم علیہ السلام آسمانِ دنیا پر پائے گئے تھے اور ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر۔ جب جبرئیل علیہ السلام اللہ کے رسول ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے مرحبا نبی صالح اور بھائی صالح کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ بتایا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا انہوں نے مرحبا اے نیک بھائی اور نیک نبی کہا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کہا کہ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔ انہوں نے بھی مرحبا نیک بھائی اور نیک نبی کہا۔

میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔اس کے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔انہوں نے کہا مرحبا نیک نبی اور نیک بیٹے۔میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابن حزم نے یہ کہ ابن عباس ﷛ اور ابوحبہ انصاری دونوں کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اس کے بعد مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ایسی بلندی اور ہموار جگہ پر چڑھ گیا کہ میں نے اس میں قلموں کا چلکارسنا (یعنی جہاں فرشتے قضاوقدر اور نہ جانے کیا کیا امور کثیرہ لکھ رہے ہوں گے۔اور لکھتے وقت جو قلم سے آواز نکلتی ہے وہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں)۔

ابن حزم کہتے ہیں اور انس بن مالک ﷛ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ان کو لے کر واپس لوٹا یہاں تک کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے ربّ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض فرمایا ہے؟ فرمایا کہ میں نے بتایا کہ پچاس نمازیں ان پر فرض کردی ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ واپس جائیے اپنے رب سے مراجعت کیجئے آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔فرمایا کہ پھر میں نے رب سے رجوع کیا۔اس نے اس کی آدھی معاف کردیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ان کو خبر دی۔انہوں نے کہا کہ آپ پھر جائیے آپ کی امت نہیں کرسکے گی۔پھر میں نے مراجعت کی۔اللہ نے فرمایا کہ یہ پانچ ہیں اور یہ پچاس بھی ہیں۔ لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ "میرے ہاں کی بات بدلتی نہیں ہے" (یعنی تعداد میں پانچ ہوں گی مگر اجروثواب پچاس کا ہی ہوگا)۔فرماتے ہیں کہ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا انہوں نے کہا پھر جائیے، میں نے کہا کہ مجھے اب شرم آتی ہے بارگاہِ الٰہی سے۔فرماتے ہیں کہ پھر مجھے لے جایا گیا۔یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔اس کو بہت سارے رنگوں نے چھپا رکھا تھا میں نہیں جان سکا کہ یہ کیا بات تھی۔اس کے بعد مجھے جنت میں داخل کیا گیا وہاں تو موتیوں کے گھر اور بنے ہوئے تھے اس کی مٹی کستوری تھی۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر سے اور اس کو روایت کیا ہے مسلم نے حرملہ بن یحییٰ سے۔

یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات .... (۲۰) اور ہمیں خبر دی حضرت انس والی روایت کی نبی کریم ﷺ سے۔ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالحسن علی بن محمد بن سختویہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابومسلم نے اور محمد بن یحییٰ بن منذر نے۔ان دونوں نے کہا کہ ان کو حجاج بن منہال نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے، اس نے ثابت بنانی سے، اس نے انس بن مالک ﷛ سے۔یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس براق لائی گئی وہ سفید رنگ کا ایک جانور تھا گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔وہ اپنے قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی۔فرماتے ہیں کہ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے کر روانہ ہوا، یہاں تک کہ ہم بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ میں نے سواری کے جانور کو حلقے یعنی کڑے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ سابقہ انبیاء باندھا کرتے تھے۔اس کے بعد میں اندر داخل ہوا میں نے نماز پڑھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام دودھ اور شراب کا برتن لے کر آئے۔میں نے دودھ کو پسند کرلیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو حاصل کرلیا ہے۔فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے آسمانِ دنیا پر چڑھایا گیا۔جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جبرائیل ہوں۔پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں۔لہٰذا ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا۔یکا یک آدم علیہ السلام سامنے ہوئے۔فرمایا کہ انہوں نے میرے لئے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا فرمائی۔اس کے بعد ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرائیل ہوں۔پھر سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔پھر پوچھا گیا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ بھیجے گئے ہیں لہٰذا دروازہ کھولا گیا تو اچانک میری خالہ کے بیٹے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سامنے آئے۔فرمایا کہ ان دونوں نے میرے لئے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا فرمائی۔

اس کے بعد ہمیں تیسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرائیل ہوں۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں۔ ہمارے لئے دروازہ کھلا تو اچانک یوسف علیہ السلام سامنے آئے، واقعی ان کو حسنِ کائنات کا نصف حصہ ملا ہوا تھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔ اس کے بعد ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرئیل ہوں۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں۔ لہٰذا دروازہ کھولا گیا تو اچانک ادریس علیہ السلام سامنے آئے۔ انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔ اس کے بعد ہمیں پانچویں آسمان کی طرف اُوپر لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرائیل ہوں۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ بتایا گیا کہ جی ہاں۔ پھر دروازہ کھولا گیا تو اچانک ہارون علیہ السلام سامنے آئے۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرئیل ہوں۔ پھر سوال ہوا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ بتایا گیا کہ جی ہاں! پھر دروازہ کھولا گیا تو اچانک موسیٰ علیہ السلام سامنے آئے۔ انہوں نے بھی مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد ہمیں ساتویں آسمان کی طرف اُوپر لے جایا گیا۔

بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں .... جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں جبرئیل ہوں۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا اس جگہ بھیجے گئے ہیں؟ جواب دیا کہ جی ہاں وہ ادھر بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام سامنے آئے وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا فرمائی۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں لیکن دوبارہ ان کو واپس داخل ہونے کا موقع نصیب نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا میں نے دیکھا تو اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر تھے اور اس کے پھل بڑے مٹکے کی طرح۔ فرمایا کہ جب اس سدرۃ کو اللہ کے امر میں سے کوئی چیز چھپا لیتی تھی تو جو چیز بھی تھی تو اس کی حالت بدل جاتی تھی (وہ اس قدر خوبصورت لگتی تھی کہ) اللہ کی تمام مخلوقات میں سے کوئی ایک بھی ایسا فرد نہیں ہے جو اس کے حسن کی صفت بیان کر سکے۔ فرمایا کہ پھر وہ قریب ہوا اور زیادہ حائل ہو گیا۔ پھر اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کچھ بھی وحی کرنا تھی اور ہر روز کے لئے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ فرمایا کہ پھر میں اُترا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ ہر روز کی پچاس نمازیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے تخفیف کرنے کی درخواست کریں۔ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی بیشک میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اور میں نے ان کو اچھی طرح آزمایا ہے۔ فرمایا کہ میں پھر واپس لوٹ گیا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے رب میری اُمت سے آپ تخفیف کیجئے۔ اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ میں واپس لوٹا پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا کیا آپ نے؟ میں نے بتایا کہ اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی اُمت یہ نہیں پوری کر سکے گی آپ جائیں پھر کم کروائیں۔ میں بار بار اپنے رب کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ رات دن میں پانچ نمازیں ہیں مگر ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کا ہے۔ اس طرح یہ پوری پچاس ہو گئیں۔

یہ حدیث ہے ابوسلیم کی۔ محمد بن یحییٰ بن منذر نے کہا ہے العبراراس کی حدیث میں ہے۔ فرمایا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا مگر نیکی نہیں کر سکے گا اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور نیک نیت پر عمل کرلے گا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے گا مگر عمل نہیں کرے گا اس پر کوئی چیز نہیں لکھی جائے گی۔ اور اگر گناہ کا ارتکاب کرے گا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔

کہتے ہیں میں اُترا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا میں نے ان کو اس سب کچھ کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ واپس جا کر اپنے رب سے تخفیف کرنے کا سوال کریں۔ میں نے کہا میں بار بار واپس گیا ہوں اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔

معراج اور رؤیتِ جبرائیل اور رؤیتِ الٰہی کے بارے میں مذکورہ روایات پر امام بیہقی کا تبصرہ

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے شیبان بن فروخ سے، اس نے حماد بن سلمہ سے۔ مگر اس نے اس روایت میں اللہ کا یہ قول ذکر نہیں کیا فدنا فتدلی، بلکہ صرف یہ ذکر کیا ہے فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ۔

۱۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ حدیث میں زیادتی ہو جو کہ غیر محفوظ ہو۔

۲۔ اور اگر یہ اضافہ محفوظ ہے جیسے اس کو حجاج بن منہال نے ذکر کیا ہے اور جیسے اس کو شریک بن عبداللہ بن ابونمر نے انس بن مالک ﷜ سے، تو پھر احتمال ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسے کیا ہو جب نبی کریم ﷺ نے اُنہیں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری بار اُترتے دیکھا تھا۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ کام پہلی مرتبہ کیا تھا۔

۳۔ اور حدیث شریک میں زیادتی اور اضافہ ہے۔ جس کے ساتھ وہ منفرد ہے اُس شخص کے مذہب کے مطابق جس کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔

۴۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اور ابن مسعود ﷜ اور ابوہریرہ ﷜ کا قول اس بارے میں ہے کہ وہ ان آیات کو حضور ﷺ کی روایت جبرئیل علیہ السلام پر محمول کرتے ہیں۔ یہ زیادہ صحیح ہے۔

۵۔ تحقیق ہم نے مسروق سے روایت کی ہے اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ مسروق نے سیدہ کے سامنے اللہ کا یہ فرمان ذکر کیا تھا:

(۱) ولقد راہ بالافق المبین۔ (سورۃ التکویر)　　(۲) ولقد راہ نزلۃ اخریٰ۔ (سورۃ نجم)

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اس اُمت میں میں پہلی ہوں جس نے ان آیات کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ (یعنی اس سے مراد) جبرئیل علیہ السلام ہی ہیں، میں نے ان کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا جس صورت پر وہ پیدا کئے گئے سوائے ان دو باریوں کے (یعنی بس یہی دو مرتبہ تو دیکھا ہے)۔ (مسلم ص ۴۸۷)

۶۔ تحقیق ہم نے اس مسئلے کو اس کی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ کتاب الاسماء والصفات میں اور کتاب الرؤیت میں ذکر کیا ہے۔ اور توفیق ملنا اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

۷۔ اور روایت ثابت میں جو انس ﷜ سے مروی ہے، اس بات کی دلیل موجود ہے کہ معراج اسی رات میں ہوا تھا جس رات آپ ﷺ کو مکے سے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تھی۔

(۲۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی نے، ان کو اسحاق بن حسن نے، ان کو حسین بن محمد نے ان کو شیبانی نے قتادہ سے، اس نے ابوالعالیہ سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی تمہارے نبی کے چچا کے بیٹے ابن عباس ﷜ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اس رات میں دیکھا جس رات کو مجھے سیر کرائی گئی تھی۔ وہ لمبے قد کے

آدی تھے گھنگھرالے بالوں والے، گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں۔اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا وہ خوبصورت تخلیق کے مالک سُرخ سفید جوان تھے، سر کے بال سیدھے تھے۔اور مجھے جہنم کا دربان فرشتہ (جس کا نام) مالک ہے وہ بھی دکھایا گیا اور مجھے دجال بھی دکھایا گیا۔ان آیات میں جو اللہ نے ان کو دکھائیں۔اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ ''حضور ﷺ کی ملاقات میں اے مخاطب شک میں نہ رہنا''۔(سورۃ سجدہ)

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ اس کی تفسیر کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور ان سے ملے تھے (آیت میں اسی ملاقات کا ذکر ہے) اور جعلناہُ ھُدًی لبنی اسرائیل۔(سورۃ بنی اسرائیل) فرمایا کہ اللہ نے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا۔

اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن محمد سے،اس نے یونس بن محمد سے،اس نے شیبان سے اور اس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے حدیث شعبہ سے قتادہ سے مختصر طور پر۔

(۲۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو خبر دی ابوالفضل بن ابراہیم نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان ہے احمد بن سلمہ نے، ان کو محمد بن رافع نے،ان کو عبدالرزاق نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے،وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے سعید بن میتب نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس وقت ان کو سیر کرائی گئی کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور آپ ﷺ نے اس موقع پر جو اُن کی صفت بیان کی تھی وہ یوں تھی۔

یکایک دیکھتا ہوں تو میں نے ان کو خیال کیا ہے کہ فرمایا تھا کہ وہ مضطرب پریشان،غیر مطمئن کیفیت میں تھے،سر کے بالوں میں جیسے کنگھی کی ہوئی ہے ایسے لگا جیسے کہ وہ شنوءہ جوانوں میں سے ہیں۔اور فرمایا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملا تھا۔نبی کریم ﷺ نے ان کی جو صفت بیان کی وہ یوں تھی کہ وہ خوبصورت متوازن جسم کے مالک سُرخ رنگ کے جوان تھے ایسے لگتا تھا کہ وہ ابھی غسل خانہ سے تیار ہوکر آئے ہیں۔اور فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا،ان کی اولاد میں سے میں ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔اور فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔مجھ سے کہا گیا لے لیں آپ جو چاہیں میں نے دودھ لے لیا اور اسے پی لیا۔لہٰذا مجھے سے کہا گیا آپ ﷺ کو فطرت کے مطابق کرنے کی رہنمائی ہوئی ہے۔یا یوں کہا گیا کہ آپ نے فطرت کے مطابق کام کیا ہے۔خبردار اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن رافع سے۔اور بخاری نے محمود بن عبدالرزاق سے۔

۱۔ اور حدیث صحیح میں مروی ہے سلیمان تیمی سے اور ثابت بنانی سے۔اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔سُرخ ٹیلے کے پاس وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں۔

(مسلم کتاب الفضائل حدیث نمبر ۱۶۴۔نسائی،قیام اللیل۔مسند احمد ۳/۱۴۸۔۲۴۸)

انبیاء علیہم السلام کی امامت

۲۔ اور ہم نے حدیث صحیح میں روایت کیا ہے ابوسلمہ سے۔اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے پھر آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور ان کی صفت بیان فرمائی۔اس کے بعد فرمایا کہ پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب کی امامت کی۔

۳۔ اور ہم روایت کر چکے ہیں حدیث ابن میتب میں کہ حضور ﷺ نے ان انبیاء سے بیت المقدس میں ملاقات کی تھی۔

۴۔ اور ہم حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بیان کر چکے ہیں بیشک حضور ﷺ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے یا اُٹھائے گئے تھے۔پھر آپ ﷺ نے اُس رات ان کی امامت فرمائی تھی۔

۵۔ نیز ہم حدیث صحیح میں روایت کر چکے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ﷺ نے اس روایت کی مالک بن صعصعہ سے اور اس نے انس ﷺ سے، اس نے ابوذر سے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا تھا۔

مذکورہ احادیث کا اعادہ کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا ان پر تبصرہ

فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ اخبار و روایات میں منافات و عدم مطابقت نہیں ہے۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی سیر میں (بیت المقدس کے سفر میں) جب دیکھا تھا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کو بیت المقدس کی طرف نہیں چلایا گیا یا سیر نہیں کرائی گئی تھی جیسے نبی کریم ﷺ کو سیر کرائی گئی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں میں دیکھا تھا۔ یہی حال اُن تمام انبیاء کا ہے جن کو حضور ﷺ نے زمین پر دیکھا تھا پھر آسمانوں میں بھی دیکھا تھا۔ کیونکہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں جیسے شہداء (عند ربھم) زندہ ہیں۔ اس لئے مختلف مقامات پر مختلف اوقات ان کے حول اور دخول کا انکار نہ کیا جائے جیسے خبر صادق اس بارے میں وارد ہوئی ہے۔

قال المترجم ۔ والا نبياء صلوات الله عليهم احياء عند ربهم كا لشهداء ۔ في هذه الجملة من المصنف البيهقي غيره للعلماء وايضاً في تشبيه حيات الانبيآء بحيات الشهداء اي احياء عند ربهم كما صرح رسول الله صلى الله عليه وسلم حيات شهداء في الجنة بعد سوال الصحابه فتد بروا۔ ولا تكونوا من الغافلين ۔ وقال الدكتور عبد المعطي قلعجي في تعليقاته تحت هذه التبصرة من المصنف ۔

(تحت رقم ۹۹)۔

الانبيآء كالشهداء بل افضل۔ والشهداء احياء عند ربهم۔ فلا يبعد ان يحجوا وأن يصلوا وان يتقربوا الى الله بما استطاعوا لا نهم وان كانوا قد توفوا فهم في هذه الدنيا التي هي دارالعمل حتى اذا فنيت مدتها وتعقبها الاخرة التي هي دارالجزاء انقطع العمل ۔ والبرزخ ينسحب عليه حكم الدنيا في استكثار هم من الاعمال و زيادة الاجور۔ وقال المسبكي رحمه الله تعالیٰ ۔ انا نقول ان المنقطع في الآخرة انما هو التكليف ۔ وقد تحصل الاعمال من غير تكليف على سيل التلذذ بها والخضوع لله تعالیٰ ۔ وبهذا ورد انهم يسبحون و يدعون يقرأون القران ۔ وانظر الى سجود النبي وقت الشفاعة اليس ذلك عبادة و عملا ؟

و علیٰ كلا الجوابين لا يمتنع حصول هذه الاعمال۔ وفي مدة البرزخ ۔ وقد صح عن ثابت البناني التابعي انه قال ۔ اللهم ان كنت اعطيت احدًا ان يصلي في قبره فاعطني ذلك ، فروئي بعد موته يصلي في قبره ويكفي رؤية النبي لموسیٰ قائمًا يصلي في قبره لان النبي و سائر الانبياء لم يقبضوا حتى خيروا بين البقاء في الدنيا و بين الاخرة فاختا روالاخرة ولا شك انهم لو بقوا في الدنيا لا زدادوا من الاعمال الصالحة ثم انتقلوا الى الجنة فلم لم يعلموا ان انتقالهم الى الله تعالیٰ افضل لما اختاروه ولو كان انتقا لهم من هذه الدار يفوت عليهم زيادة فيما يقرب الى الله تعالیٰ لما اختاروه ۔ فجزا الله تعالیٰ الدكتور عنا وعن جميع المسلمين ۔

(۴۳) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو جمیل المعدل نے، ان کو حدیث بیان کی عفان نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو عطاء بن سائب نے، ان کو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے، ان کو ابن عباس نے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مجھے سیر کرائی گئی میرے پاس ایک پاکیزہ خوشبو پہنچی۔ میں نے کہا یہ کیسی خوشبو ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ فرعون کی بیٹی کی اور اس کی والدہ کی کنگھی کرنے والی نوکرانی کی۔ اس کی کنگھی اس کے ہاتھ سے گرگئی تھی اس نے فوراً یہ کہہ دیا تھا بسم اللہ۔ اتنے میں فرعون کی بیٹی نے کہا تھا اللہ کون ہے، میرا باپ؟ نوکرانی نے کہا نہیں بلکہ وہ جو میرا ربّ ہے، تیرا رب ہے، اور تیرے والد کا بھی ربّ ہے۔ فرعون کی بیٹی نے پوچھا کیا میرے والد کے سوا تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ نوکرانی نے کہا کہ جی ہاں وہ میرا ربّ ہے تیرا ربّ ہے اور تیرے باپ کا بھی ربّ اللہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرعون نے نوکرانی کو بلایا اس نے کہا کیا تیرا میرے علاوہ بھی کوئی ربّ ہے؟ اُس نے کہا کہ جی ہاں میرا ربّ اور تیرا ربّ اللہ ہی ہے۔ فرمایا کہ فرعون نے حکم دیا کہ ایک تانبے کی گائے بنا کر اس کو آگ پر گرم کیا جائے جب گرم ہوگئی تو فرعون نے حکم دیا کہ نوکرانی کو اس کے اندر ڈالا جائے۔ نوکرانی نے کہا کہ میری آپ کے پاس ایک حاجت ہے۔ فرعون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ نوکرانی نے کہا کہ میری اور میرے بیٹے کی ہڈیاں یکجا کر دی جائیں۔ فرعون نے کہا یہ تیری خواہش پوری ہوگی اس لئے کہ تیرا ہمارے اوپر خدمت کا حق ہے۔ فرعون نے حکم دیا کہ ان کو اکیلا اکیلا ڈالا جائے یہاں تک کہ بچے کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ اس شیر خوار نے کلام کرتے ہوئے اپنی ماں سے کہا اے میری ماں آپ آگ میں گر جائیں اور پریشان نہ ہوں بے شک ہم لوگ حق پر ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا صغر سنی میں چار بچوں نے کلام کیا تھا۔ ایک تو یہی بچہ، دوسرا بچہ جس نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی تھی، تیسرا صاحب جریج، چوتھے عیسیٰ ابن مریم۔ (مجمع الزوائد ۱/۶۵)

(۴۴) ہمیں خبر دی علی نے، ان کو خبر دی احمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل قاضی نے، ان کو ہدبہ بن خالد نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، اس نے اس واقعے کو ذکر کیا ہے مذکور کی مثل۔

تحقیق قصۂ معراج میں احادیث روایت کی گئی ہیں ان احادیث کے علاوہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں مگر وہ ضعیف اسناد کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا ان احادیث کے بعد جن کی اسانید ثابت ہیں ضعیف روایات کی ضرورت نہیں ہے میں اللہ کی مشیت کے ساتھ ان ہی سے وہ ذکر کروں گا جو اسناد کے اعتبار سے نسبتاً بہتر ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۴۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابوبکر یحییٰ بن ابو طالب نے، ان کو خبر دی عبدالوہاب بن عطا نے، ان کو ابو محمد بن اسد حمانی نے، ان کو ابو ہارون عبدی سے، ان کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے، کہ آپ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے کہا یارسول اللہ! آپ ہمیں اُس رات کے بارے میں خبر دیجئے جس رات آپ کو سیر کرائی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا انه هو السمیع البصیر

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک۔ جس کے ماحول کو ہم نے برکت والا بنایا ہے تاکہ اس کو اپنی نشانیاں بتائیں، دکھائیں۔ بے شک وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی اور فرمایا کہ میں عشاء کے وقت مسجد الحرام میں سویا ہوا تھا اچانک کوئی آنے والا آیا اس نے مجھے جگایا، میں نے جاگ کر دیکھا تو مجھے کوئی بھی نظر نہ آیا اس کے بعد میں دوبارہ سو گیا۔ پھر اس نے مجھے جگایا پھر میں جاگ گیا مگر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا پھر میں سو گیا۔ پھر اس نے مجھے جگایا، میں جاگ گیا مگر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا اچانک مجھے ایک خیالی شکل نظر آئی میں نے اسے دیکھنا شروع کیا اور میں اس کے پیچھے مسجد کے باہر نکل گیا۔ میں ایک جانور کے پاس کھڑا تھا جو کہ تمہارے ان جانوروں کے مشابہ تھا خچروں کے مشابہ۔ بار بار کان

ہلا رہا تھا اسے براق کہا جاتا تھا اور مجھ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام اس پر سوار ہوتے تھے۔ اس کے قدم وہاں پہنچتے تھے جہاں اس کی نگاہیں پڑتی تھیں میں اس پر سوار ہو گیا۔ میں اس پر سوار ہو کر چل رہا تھا اچانک مجھے کسی پکارنے والے نے میرے دائیں طرف سے پکارا اے محمد! مجھے دیکھئے، میں تجھ سے پوچھتا ہوں اے محمد! میری طرف دیکھئے۔ میں نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اس کے لئے کھڑا ہوا۔ میں اسی پر سوار تھا کہ اچانک کسی نے مجھے بائیں طرف سے پکارا اے محمد! میری طرف دیکھئے، میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اے محمد! میری طرف دیکھئے مگر میں نے نہ ہی ان کو جواب دیا اور نہ ہی اس کی طرف توجہ دی۔ بس سفر ہی کر رہا تھا کہ میں نے ایک عورت دیکھی جس نے آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور اس پر ہر زینت تھی جو اللہ نے پیدا کی ہے۔ اس نے کہا اے محمد! مجھے دیکھئے میں آپ سے التجا کرتی ہوں مگر میں نے نہ ہی اس کی طرف توجہ کی اور نہ ہی اس کے پاس رُکا۔ یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنے جانور کو حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لائے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا۔ میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو پالیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا آپ ﷺ نے اپنے سامنے کچھ دیکھا تھا۔ میں نے بتایا کہ میں سفر کر رہا تھا کہ میرے دائیں طرف سے کسی نے کہا اے محمد! آپ میری طرف دیکھئے مگر میں نے نہ دیکھا اور نہ ہی اس کے پاس رُکا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ وہ یہودیت تھی اگر آپ (ﷺ) اس کی بات مان لیتے یا وہاں ٹھہر جاتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی۔ میں نے بتایا پھر میرے دائیں طرف سے کسی نے آواز دی اے محمد! مجھے دیکھئے میری طرف توجہ کیجئے مگر میں نے نہ اس کی طرف توجہ کی نہ اس کو دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ وہ عیسائیت تھی اگر آپ ﷺ اس کی بات مان لیتے یا رُک جاتے تو آپ کی اُمت عیسائی بن جاتی۔ پھر میں نے بتایا کہ اچانک راستے میں ایک عورت کلائیاں کھولے نظر آئی اس کے اوپر ہر قسم کی زینت تھی۔ اس نے کہا میری طرف دیکھئے مگر میں نے نہ اس کو دیکھا اور نہ ہی رُکا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دنیا تھی اگر آپ ﷺ اس کی بات مان لیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔

بیت المقدس میں دو رکعتیں .... حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد میں اور جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہو گئے، ہم دونوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد میرے پاس معراج اور سیڑھی لائی گئی وہ چیز ہے جس کے اوپر بنی آدم کی ارواح اوپر کو چڑھتی ہیں مخلوقات میں معراج اور سیڑھی سے زیادہ خوبصورت میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ وہ جو تم دیکھتے ہو کہ میت کو یعنی مرنے والے کو کہ جس وقت پھٹی رہ جاتی ہے اس کی نگاہ آسمان کی طرف گھورتی ہوئی۔ سوائے اس کے نہیں کہ پھٹی رہ جاتی ہے اس کی نگاہ معراج پر حیرانی کی وجہ سے۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں اور جبرائیل علیہ السلام اُوپر کو چڑھے۔ پس میں ایک فرشتے کے پاس پہنچا اس کو اسماعیل کہا جاتا ہے وہ صاحب آسمان دنیا ہے۔ اس کے آگے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں اور ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کا اپنا لشکر ہوتا ہے جو کہ ایک لاکھ پر مشتمل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما یعلم جنود ربك الاھو۔ (سورۃ مدثر)

نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر صرف وہی۔

جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا وہ یہاں بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں۔ دروازہ کھلا تو اچانک میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا قبل اس صورت کے جس صورت پر اللہ نے ان کو تخلیق فرمایا تھا اس صورت پر۔ اس پر ان کی اہل ایمان اولاد کی ارواح پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح ہے اور نفس پاکیزہ ہے اس کو علیین پر پہنچا دو۔ اس کے بعد ان کی اولاد کے گناہ گار لوگوں کی ارواح پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ خبیث روح ہے اور نفس خبیث ہے اس کو سجین میں پہنچا دو۔

سوکھا گوشت اور بدبودار گوشت .... اس کے بعد میں تھوڑا سا آگے گیا کچھ خوانچوں اور دسترخوانوں کے پاس پہنچا جہاں کھانا کھایا جاتا ہے۔ ان پر سوکھا گوشت یا پکا ہوا صاف گوشت رکھا ہوا تھا مگر اس کے پاس کھانے والا کوئی ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اور اچانک میں نے

مڑ کر دیکھا تو دوسری طرف سڑا ہوا اور بدبودار گوشت رکھا ہوا ہے اس کے پاس بہت سارے لوگ ہیں، اسے کھائے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام مال کھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑا سا آگے بڑھا تو میرا گذر ایسی قوموں کے ساتھ ہوا جن کے گھر بڑے گھروں کے مثل تھے۔ ان میں سے کوئی بھی جب اُٹھتا ہے تو گر جاتا ہے پھر وہ کہتا ہے اللہ قیامت قائم نہ کرنا۔ وہ لوگ آلِ فرعون کے طریق وراستے پر تھے۔ فرمایا کہ جیسے ہی کوئی راستہ پر چلنے والا مسافر گذرتا ہے ان کو روندتا جاتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے ان سے سنا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ یہ آپ کی اُمت کے لوگ ہیں جو سود کھاتے ہیں۔ نہیں اُٹھیں گے قیامت کے دن مگر مثل اُٹھنے کے اس شخص کے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

اس کے بعد میں تھوڑا سا آگے گیا تو میرا گذر ایسی قوموں اور لوگوں پر ہوا اس کے ہونٹ اُونٹوں کے ہونٹوں کے مثل تھے وہ منہ کھولتے ہیں تو ان کے منہ میں پتھر پھینکے جاتے ہیں وہ ان کے پیٹ میں جا کر نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ پھر میں نے ان کو سنا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں چیخ رہے ہیں میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو ناحق ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں یہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں، بہت جلدی دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

زنا کار بدکار عورتوں کا حشر .... آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں مزید آگے گیا تو میرا گزر ایسی عورتوں پر ہوا جو اپنے پستانوں سے لٹکائی ہوئی تھی وہ اللہ کی بارگاہ میں چیخیں مار رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں اے جبرئیل؟ انہوں نے بتایا یہ آپ ﷺ کی اُمت کی زانیہ اور بدکار عورتیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑا سا آگے گیا تو ایسے لوگوں پر میرا گذر ہوا جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کر ان کے منہ میں دیا جا رہا تھا اور ان سے کہا جا رہا تھا: کھاؤ جیسے تم اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے بتایا کہ ھمّاز اور لمّاز ہیں منہ پر سامنے طعنے دینے اور پیٹ پیچھے غیبت کرنے اور بُرا کہنے والے۔

اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر چڑھے اچانک میں نے اللہ کی مخلوق کا حسین ترین جوان دیکھا جو سب لوگوں سے زیادہ حسن عطا کیا گیا تھا۔ ایسے جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے سارے ستاروں میں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اے جبرائیل؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ اور افراد بھی تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد میں تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ہوئی۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ افراد بھی تھے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد میں چوتھے آسمان پر گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی اللہ نے ان کو بلند تر مقام عطا کیا ہے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرا جواب دیا۔ اس کے بعد میں پانچویں آسمان پر گیا۔ وہاں میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا ان کی آدھی داڑھی سفید اور آدھی سیاہ تھی، لمبی اتنی تھی کہ ناف تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ بتایا کہ یہ پسندیدہ شخص ہارون بن عمران ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔

اس کے بعد میں چھٹے آسمان پر گیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ یہ گندمی رنگ کے کثیر بالوں والے جوان تھے اگر ان پر دو قمیصیں ہوتیں جب بھی ان کے بال قمیص کے پیچھے نظر آتے۔ وہ کہہ رہے تھے لوگ یہ گمان کرتے ہیں میں اللہ کے نزدیک اس شخص سے زیادہ عزت اور بزرگی والا ہوں، نہیں بلکہ یہ مجھ سے زیادہ عزت والا ہے اللہ کے ہاں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اے جبرئیل؟ انہوں نے بتایا یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔

اس کے بعد میں ساتویں آسمان پر گیا۔ وہاں پر ہم سب کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن بیت المعمور کے ساتھ اپنی پیٹھ کا سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ یہ خوبصورت لوگوں میں سے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ یکا یک میری نظر اپنی اُمت کے لوگوں پر پڑی جو دو حصوں میں تھے ایک حصہ جس پر سفید کپڑے تھے گویا سفید کاغذ میں اور دوسرا حصہ جن کے میلے کپڑے یا سیاہ کپڑے تھے۔

فرمایا کہ اس کے بعد میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور میرے ساتھ میری اُمت کے وہ لوگ داخل ہوئے جن کے اوپر سفید لباس تھے اور باقی لوگ وہ گذرے جن پر سیاہ یا پیلے لباس تھے اور وہ سخت گرم جگہ پر تھے۔ چنانچہ میں نے اور ان لوگوں نے جو میرے ساتھ تھے بیت المعمور میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں اور جو میرے ساتھ تھے باہر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں دوبارہ قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اُٹھایا گیا اس کا ہر ہر پتہ قریب تھا کہ وہ اس امت کو چھپائے۔ اچانک میری نظر پڑی تو اس میں سے ایک چشمہ جاری تھا اسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ اور اس چشمے سے دو نہریں پھوٹتی ہیں ایک نہر کوثر ہے اور دوسرے کو نہر رحمت کہا جاتا ہے، میں نے اس میں غسل کیا جس سے اللہ نے میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے۔ اس کے بعد مجھے جنت تک پہنچا دیا گیا وہاں پر ایک لڑکی میرے سامنے آئی میں نے اس سے پوچھا اے لڑکی! تم کس کی ہو؟ اس نے بتایا زید بن حارثہ کی۔ اس کے بعد میں نے کئی نہریں دیکھیں پانی کی۔ جن کا پانی خراب نہیں ہوا اور کئی نہریں دودھ کی جس کا ذائقہ اور مزۃ تبدیل نہیں ہوا اور کئی نہریں شراب کی جو پینے والوں کے لئے مزیدار ہے۔ اور کئی نہریں شہد کی جو صاف شدہ ہے اور جنت کے انار پانی کے ڈول جیسے تھے بڑے ہونے میں۔ اچانک میں نے ایک پرندہ دیکھا یہ بختی اُونٹ کی طرح تھا۔ حضور ﷺ نے اس کے بعد فرمایا اور جمیع انبیاء پر بے شک اللہ نے جنت میں اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان سے سنی ہیں اور نہ ہی کسی دل میں سوچی گئی ہیں۔

جہنم کا منظر دکھایا گیا .... فرمایا اس کے بعد جہنم میرے سامنے لائی گئی اس میں اللہ کا غضب ہے، عذاب ہے، سزا ہے۔ اگر اس کے اندر پتھر اور لوہا پھینک دیا جائے تو اس کو بھی کھا جائے اس کے بعد میرے سامنے بند کر دی گئی۔ اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچایا گیا وہ میرے لئے چھپا کر رکھی گئی تھی اور میرے اور اس کے درمیان دو کمانوں کا یا اس سے بھی قریب تر کا فاصلہ تھا۔ فرمایا کہ اس کے ہر ہر پتے پر فرشتے کا نزول ہو رہا تھا فرشتوں میں سے۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ہیں اور آپ جب کسی نیکی کا ارادہ کریں گے ابھی آپ نے اس پر عمل نہ کیا ہوگا تیرے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر آپ نیکی کا عمل کر لیں گے تو آپ کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جب آپ کسی برائی کا ارادہ کریں گے اور اس پر عمل نہیں کریں گے تو تیرے خلاف کوئی چیز نہیں لکھی جائے گی۔ اور اگر آپ عمل کریں گے تو آپ کے خلاف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

اس کے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے رب نے تجھے کس چیز کا حکم دیا ہے؟ میں نے بتایا کہ پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے تخفیف کا سوال کیجئے اپنی اُمت کے لئے۔ بے شک آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اور جب نہیں کر سکے گی تو کفر کرے گی۔ لہٰذا میں واپس اپنے رب کے پاس گیا اور عرض کی اے میرے ربّ نمازوں میں تخفیف کر دیجئے میری اُمت کے لئے۔ وہ سب امتوں سے کمزور ہے۔ اللہ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر کے چالیس کر دیں۔ میں بار بار موسیٰ علیہ السلام کے اور اپنے رب کے اور ان کے درمیان آتا جاتا رہا۔ جب بھی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا وہ وہی اپنی بات دُہراتے کہ آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں کہتا کہ دس نمازیں کم ہو گئیں ہیں وہ کہتے واپس جائیے اور رب سے اپنی امت کے لئے تخفیف کرائیے۔ میں جاتا اے ربّ میری

اُمت سے تخفیف کیجئے وہ کمزورترین اُمت ہے آخر میں اللہ نے پانچ کم کردیں اور پانچ باقی رہیں۔ اُس وقت ایک فرشتے نے مجھے پکار کر کہا میرا فریضہ پورا ہو چکا ہے اور میں نے اپنے بندوں سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور میں نے ان کو ہر ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں دی ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا حکم ملا ہے؟ میں نے بتایا کہ پانچ نمازوں کا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنے رب کے پاس جائیے اور اس سے تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ وہ لوگ اس میں سے کچھ بھی ادا نہیں کریں گے پھر اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں نے کہا میں بار بار گیا ہوں اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔

پھر صبح ہوئی تو مکے میں حضور ﷺ نے ان لوگوں کو عجائب کی خبر دینا شروع کی کہ میں گذشتہ شب بیت المقدس میں گیا تھا اور مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا اور میں نے یہ دیکھا، وہ دیکھا۔ ابوجہل بن ہشام نے کہا! کیا آپ لوگوں کو تعجب نہیں ہو رہا اس سے جو کچھ محمد (ﷺ) کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ گذشتہ رات وہ بیت المقدس میں گئے تھے اس کے بعد پھر انہوں نے واپس صبح ہم لوگوں میں آ کر کی۔ جبکہ ہم لوگ جاتے ہوئے ایک مہینے تک سواریوں کو مارتے رہتے اور واپس آنے کے لئے بھی ایک مہینے کے لئے سواریوں کو دوڑاتے ہیں مگر یہ ہیں کہ کہہ رہے ہیں کہ دو ماہ کا سفر انہوں نے رات بھر میں کیا ہے۔

بیت المقدس کے متعلق سوالات .... کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو قریش کے ایک قافلے کے بارے میں بتایا کہ میں نے اس کو جاتے ہوئے فلاں فلاں مقام پر دیکھا تھا اور جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے اس کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کو قافلے کے ایک ایک بندے کے بارے میں اور اس کے اونٹ کے بارے میں اور اس کے ایک ایک اونٹ کے بارے میں اور اس کے لدے ہوئے سامان کے بارے میں بتایا تو ابوجہل نے کہا کہ یہ ہمیں کئی چیزوں کے بارے میں بھی بتائے۔ چنانچہ مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں بیت المقدس کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں کہ اس کی عمارت کیسی ہے، اس کی شکل وصورت کیسی ہے اور پہاڑ سے اس کا قرب کتنا ہے۔ محمد ﷺ بتائیں اگر یہ سچے ہیں تو میں تم لوگوں کو ابھی ابھی بتا دیتا ہوں اور اگر جھوٹے ہیں تو بھی ابھی ابھی بتا دوں گا۔ وہ مشرک حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد! میں بیت المقدس کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں آپ مجھے اس کی تعمیر کے بارے میں بتائیں کہ کیسی ہے؟ اس کی شکل وصورت اور نقشہ کیسا ہے؟ پہاڑ کے ساتھ اس کا قرب کتنا ہے؟ حضور ﷺ اس کی طرف ایسے دیکھتے اور بتاتے رہے جیسے کوئی شخص ہم میں سے اپنے گھر کے بارے میں دیکھتا ہے کہ اس کی عمارت ایسی ہے۔ نقشہ ایسا ہے، پہاڑ سے اتنی قریب ہے۔ اس شخص نے کہا کہ محمد ﷺ تم نے سچ بتایا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص صحابہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا محمد ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے سچ بتایا ہے یا اس کے مثل کلام کیا۔

(۲۵) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابویعقوب اسماعیل بن ابوکثیر قاضی مدائن نے، ان کو حدیث بیان کی قتیبہ بن سعید ابورجاء نے، ان کو حدیث بیان کی نوح بن قیس نے الحدانی سے، ان کو ابوہارون عبدی نے، ان کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمیں بات بتائیے آپ نے کیا کچھ دیکھا اس رات جس رات آپ کو سیر کرائی گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایک جانور چوپائے کے پاس آیا جانوروں میں سے وہ خچر کے ساتھ زیادہ مشابہ تھا مگر اس کے کان چھوٹے تھے اسے براق کہا جاتا تھا۔ یہ وہی تھا جس پر سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام سوار ہوتے تھے۔ وہ وہاں قدم رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہیں پڑتی تھیں۔ مسجد الحرام سے میں اس پر سوار ہوا اس نے بیت المقدس کی طرف منہ کیا۔ فرمایا کہ حدیث معراج اس کے بعد ذکر کی۔

راوی کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے ان کو ہشیم نے ابوہارون سے، اس نے ابوسعید خدری سے اس کی مثل یا اسی طرح۔

اور روایت کیا ہے اس کو معمر نے ابوہارون سے اس کے بعض مفہوم کے ساتھ۔

(۲۶) ہمیں خبر دی ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد عبداللہ بن عدی حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن حسن سکری بالسی نے رملہ میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن سہل نے، ان کو حجاج بن محمد نے ان کو ابوجعفر رازی نے، وہ عیسیٰ بن ہامان ہیں۔ اس نے ربیع بن انس سے، اس نے ابوالعالیہ سے اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا دیگر سے اس نے نبی کریم ﷺ سے (ح)۔ اور اس میں جس کا ذکر کیا ہے ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے یہ کہ اسماعیل بن محمد بن فضل بن محمد شعرانی نے، ان کو خبر دی ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ہمارے دادا نے، ان کو ابراہیم بن حمزہ زبیری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حاتم بن اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ہے عیسیٰ بن ماہان نے، ان کو ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے کہ انہوں نے فرمایا اس آیت کے بارے میں :

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی

فرمایا کہ ایک گھوڑا لایا گیا تھا وہ اس پر سوار ہوئے تھے۔ اس کا ہر قدم اس کی تاحد نگاہ پر پڑتا تھا۔ وہ جانور روانہ ہوا اور جبرئیل علیہ السلام بھی روانہ ہوئے حتیٰ کہ ایک ایسی قوم پر ہم آئے جو ایک دن کاشت کرتے اور دوسرے دن کاٹتے تھے۔ جیسے ہی وہ کاٹتے دوبارہ کھیتی ویسی ہو جاتی جیسی پہلے تھی۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ مہاجرین ہیں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ان کے لئے نیکی سات گنا زیادہ کر کے دی جاتی ہے۔

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ یُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ

جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اس کے پیچھے اور دیتا ہے۔ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے

بے نمازی کا حشر .... اس کے بعد ایسی قوم پر آئے جن کے سر پتھر کے ساتھ کھینچے جا رہے تھے جیسے ہی کچلے جاتے تھے دوبارہ درست ہو جاتے تھے جیسے پہلے تھے، اس میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں نماز سے جن کے سر بوجھل ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد ایک دوسری قوم پر آئے جن کے آگے سے اور پیچھے سے بھی (ستر ڈھکنے کے لئے) مگر وہ ایسے خوش تھے جیسے مویشی خوش ہوتے ہیں خاردار سے بھی اور تھوہر سے بھی۔ جہنم اور اس کے پتھر ان کے لئے گرم کئے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ اور صدقات ادا نہیں کرتے، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد ایسی قوم پر آئے جن کے آگے ہنڈیا کے اندر پکا ہوا پاکیزہ گوشت رکھا ہوا تھا اور دوسرا مردار گوشت۔ وہ خبیث میں سے کھا رہے تھے پکے ہوئے پاکیزہ کو چھوڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اے جبرئیل؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جب اُٹھتے ہیں تو ان کے پاس حلال طیب عورت بیوی موجود ہوتی ہے مگر وہ خبیث اور بدبودار عورت کے پاس آتا ہے اور اس کے ساتھ صبح تک رات گذارتا ہے۔ اس کے بعد ایک لکڑی پر آئے جو راستے پر تھی جو بھی اس کے ساتھ گذرتا وہ اس کو زخمی کر دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ولا تقعدوا بکل صراط توعدون۔

اس کے بعد ایک آدمی پر گزر ہوا جو لکڑیوں کا بڑا ڈھیر جمع کرتا ہے جن کو اُٹھانے کی وہ طاقت نہیں رکھتا مگر وہ اور اس میں اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے آپ ﷺ کی امت میں سے جس پر امانت ہے جس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر بھی اس میں اور اضافہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ کاٹے جا رہے تھے قینچیوں کے ساتھ۔ جیسے ہی کاٹی جاتیں دوبارہ بحال ہو جاتیں جیسے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ فتنہ پرور خطیب و واعظ تھے۔ اس کے بعد ایک چھوٹے پتھر پر آئے اس میں سے عظیم روشنی نمودار ہو رہی تھی پھر وہ نور اور روشنی دوبارہ وہیں اندر داخل ہونا چاہتی تھی جہاں سے نکلی تھی مگر داخل نہیں ہو سکی تھی۔ حضور ﷺ نے کہا یہ کیا ہے اے جبرئیل؟ انہوں نے بتایا یہ وہ شخص ہے جو ایسا کلمہ بولتا ہے جس پر وہ شرمندہ ہو جاتا ہے پھر ارادہ کرتا ہے اس کلمے کو وہ دوبارہ واپس لوٹا دے مگر وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔

جنت کی سیر .... اس کے بعد ایک ایسی وادی پر آئے جہاں انہوں نے ٹھنڈی ہوا پائی اور پاکیزہ ہوا اور کستوری کی خوشبو۔ اور انہوں نے ایک آواز سنی اور پوچھا اے جبرائیل! یہ کیسی صاف ستھری ٹھنڈی ہوا ہے اور کستوری کی خوشبو ہے؟ اور یہ کیسی آواز ہے؟ جبرئیل نے بتایا کہ یہ آواز جنت کی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب مجھ میں رہنے والے لوگوں کو میرے پاس بھیج دے اور جن جن کا مجھ سے آپ نے وعدہ لے رکھا ہے۔ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس، میرا استبراق اور عبقری، میرے موتی، میرے مرجان، میری چاندی اور میرا سونا، میرے ابریق، میرے پھل میوے، میرا شہد، میری شراب، میرا دودھ سب چیزیں بہت ہوگئی ہیں لہٰذا ان کو لے آ میرے پاس جن کو آپ نے میرا وعدہ دے رکھا ہے۔

اللہ نے اس کو فرمایا ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت تیرے لئے ہیں۔ ہر مؤمن مرد وعورت تیرے لئے ہیں اور ہر وہ جو میرے ساتھ اور میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لے آیا ہے۔ جنہوں نے عمل صالح کئے ہیں، انہوں نے میرے ساتھ شرک نہیں کیا۔ جنہوں نے میرے سوا کوئی اور شریک نہیں ٹھہرائے۔ جو مجھ سے ڈرتے رہے ہیں میں نے ان کو امن دیا، جس نے مجھ سے سوال کیا میں نے اس کو عطا کیا، جس نے مجھ سے قرض مانگا میں نے اس کو جزا دی اور جس نے مجھ پر توکل کیا میں نے اس کی کفایت کی۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے میں ہی معبود ہوں میں اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کے بعد پڑھا:

قد افلح المؤمنون الذين هم في صلوتهم خشعون .... تبارك الله احسن الخالقين

(سورۃ المؤمنون : آیت ۱۴تا۱)

(یہ آیات ذکر کر کے ان آیات میں مذکور اہلِ ایمان کی صفات ذکر کی جاتی ہیں، ان لوگوں کی جو اہلِ جنت ہیں) لہٰذا جنت راضی اور خوش ہو جاتی ہے۔

جہنم کی آوازیں......... اس کے بعد ایک اور وادی میں آئے وہاں بہت بری بری آوازیں سنائی دیں آپ ﷺ نے پوچھا کہ جبرائیل یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ جہنم کی آواز ہے۔ یہ کہتی ہے میرے لوگوں کو میرے پاس لے آیئے جن کو میرا وعدہ دے رکھا ہے اور جن کا مجھے آپ نے وعدے دے رکھا ہے۔ میری بیڑیاں، میری زنجیر زیادہ ہوگئے ہیں، میرے طوق، میرا دھکنا، میرے تھوہر، میرا کھولتا پانی، میرے گرم پتھر، میری گرم پیپ، اور دھوں بہت ہو چکا ہے میری گہرائی بہت زیادہ ہو چکی ہے میری گرمی بڑھ گئی ہے، ان کو لے آیئے جن کا مجھ سے آپ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے ہر مشرک مرد اور مشرک عورت تیرے لئے ہے۔ ہر کافر اور کافرہ تیرے لئے ہے، ہر خبیث اور خبیثہ تیرے لئے ہے ہر سرکش تیرے لئے ہے جو یوم حساب کو نہیں مانتا۔ یہ سن کر جہنم بھی خوش ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بعد چلے یہاں تک کہ بیت المقدس میں واپس آ گئے۔ اُترے اور گھوڑا باندھا صخرہ کے ساتھ۔ پھر داخل ہوئے فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی جب نماز پوری ہو چکی تو حاضرین نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں آپ کے ساتھ؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا ادھر بھیجے گئے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا جی ہاں۔ انہوں نے کہا اللہ ان کو تحیہ دے بھائی سے اور خلیفہ سے۔ یہ بہترین بھائی ہیں اور بہترین خلیفہ ہیں اور اچھی جگہ آیا ہے۔

اس کے بعد انبیاء کی ارواح آئیں انہوں نے اپنے رب کی ثنا کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور مجھے عظیم ملک عطا کیا اور مجھے فرمانبردار اُمت بنایا، میرے ساتھ اقتداء کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس کو مجھ سے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنایا۔

فرمایا کہ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کی ثناء کی۔ اور کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ سے ہمکلامی کی اور مجھے اپنی رسالت اور کلمات کے ساتھ برگزیدہ کیا اور مجھے اپنی طرف قریب کیا، منتخب فرما کر۔ اور مجھ پر تورات اُتاری۔ آلِ فرعون کی ہلاکت میرے

ہاتھوں فرمائی اور بنی اسرائیل کی غلامی سے نجات میرے ہاتھوں فرمائی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کی اور کہا اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے ملک اور اقتدار عطا کیا۔ مجھ پر زبور اُتاری اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پرندوں اور پہاڑوں کو مسخر کیا اور مجھے حکمت اور فیصلہ کن خطاب دیا۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے رب کی ثناء کی۔ اور کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہوا کو میرے لئے مسخر فرمایا اور جنوں اور انسانوں کو مسخر فرمایا اور میرے لئے شیطانوں کو مسخر کیا میں جو چاہتا تھا وہ تیار کرتے تھے۔ محاریب ہوں یا تماثیل ایک سے آخر تک۔ اور مجھے پرندوں کی بولیاں سکھا دیں اور ہر شے۔ اور میرے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور مجھے عظیم اقتدار عطا کیا اور مجھے عظیم ملک عطا کیا جو میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کی اور کہا اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے مجھے تورات سکھائی اور انجیل۔ اور مجھے ایسا بنایا کہ میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرتا ہوں اور اس کے حکم کے ساتھ مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ جس نے مجھے اُٹھا لیا یا مجھے رفعت عطا کی اور کافروں سے مجھے پاک کیا۔ اور مجھے اور میری ماں کو شیطان مردود سے پناہ دی کہ اس شیطان کو کوئی چارہ کار نہیں دیا۔

اس کے بعد حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کی ثناء کی۔ اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی ہے میں بھی اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور فرمایا سب تعریف اللہ کے لئے جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا اور تمام کائنات والوں کے لئے بشیر و نذیر بنایا۔ اور مجھ پر فرقان اُتاری جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری اُمت کو خیر امت بنایا جو لوگوں کے لئے بیدار کی گئی ہے اور میری اُمت کو اعتدال یا بہترین اُمت بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہی اول ہیں اور وہی آخر ہیں۔ اور اس نے میرا سینہ کھولا مجھ سے میرا بوجھ اُتارا، میرے لئے میرا ذکر بلند کیا، مجھے فاتح بنایا، مجھے خاتم بنایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا انہی صفات کے ساتھ محمد ﷺ ہم لوگوں پر فضیلت پا گئے ہیں۔

شراب پینے سے انکار .... اس کے بعد تین برتن لائے گئے جن کے منہ اوپر سے ڈھکے ہوئے تھے ایک برتن لایا گیا اس میں پانی تھا۔ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ پی لیجئے، آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا پیا، اس کے بعد ان کے پاس دوسرا برتن لایا گیا اس میں دودھ تھا۔ اس سے آپ ﷺ نے خوب شکم سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد ان کے پاس ایک اور برتن شراب کا لایا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خوب سیر ہو چکا ہوں میں اس کو نہیں چاہتا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے درست کیا ہے۔ خبردار یہ عنقریب آپ ﷺ کی اُمت پر حرام ہونے والا ہے۔ اگر آپ ﷺ اسے پی جاتے تو آپ کی اُمت آپ کی اتباع نہیں کرتی مگر بہت تھوڑے لوگ۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ پھر ان کو آسمان پر چڑھایا گیا۔

پھر راوی نے حدیث ذکر کی اس کی مثل جسے ہم نے احادیث سابقہ میں ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا کہ اس کے بعد مجھے ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ بتایا کہ محمد ﷺ ہیں۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کیا یہاں بھیجے گئے ہیں؟ بتایا جی ہاں، انہوں نے کہا کہ اللہ ان کو تحیہ دے بھائی اور خلیفہ سے، بہتر بھائی ہے اور بہتر خلیفہ اور اچھی جگہ آیا ہے۔ آپ ﷺ داخل ہوئے تو دیکھا ایک آدمی کنگھی کئے ہوئے کرسی پر بیٹھا ہے جنت کے دروازے کے پاس اس کے پاس سفید چہروں والے کچھ لوگ ہیں اور سیاہ چہرے والے بھی۔ ان کے رنگوں میں کوئی چیز ہے وہ نہر پر آتے ہیں اور انہوں نے اس میں غسل کیا ہے وہ نکلے ہیں تو ان کے رنگ صاف ہو گئے ہیں اس کے بعد وہ ایک اور نہر پر گئے ہیں انہوں نے اس میں غسل کیا ہے اس میں سے نکلے ہیں تو ان کے رنگ مزید صاف ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ تیسری نہر میں داخل ہوئے ہیں اور غسل کیا ہے۔ جب نکلے ہیں تو ان کے صاف رنگ اصحاب کی طرح ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے انہی اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں اے جبرئیل؟ جن کے چہرے سفید ہیں اور یہ جن کے رنگ ٹھیک نہیں ہیں؟ اور وہ نہروں میں داخل ہوتے ہیں، نکلتے ہیں تو ان کے رنگ صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ بیٹھے ہوئے آپ ﷺ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یہ پہلے شخص ہیں دھرتی پر جنہوں نے کنگھی کی۔ اور

یہ سفید چہروں والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا تھا۔ بہر حال یہ لوگ جن کے رنگ میں کچھ خرابی ہے وہ جنہوں نے عملِ صالح اور برے میں خلط کیا تھا انہوں نے توبہ کی ہے اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ بہر حال رہی یہ نہر اول، تو یہ اللہ کی رحمت کی نہر ہے اور دوسری اللہ کی نعمت کی نہر ہے اور تیسری وہ ہے جہاں اللہ نے ان کو شراب طہور پلایا ہے۔

اس کے بعد ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ لہٰذا مجھے بتایا گیا کہ یہی وہ مخصوص سدرۃ ہے اسی تک ہر ایک کا معاملہ تیری اُمت میں سے پہنچ کر رُک جاتا ہے۔ اس کی جڑ سے پانی کی نہریں نکلتی ہیں جن کا پانی تازہ (غیر متغیر، غیر بدبودار) ہے۔ اور دودھ کی نہریں نکلتی ہیں جس کا مزہ نہیں بگڑتا اور مزیدار شراب کی نہریں پینے والوں کے لئے اور صاف شدہ شہد کی نہریں نکلتی ہیں۔

فرمایا کہ یہ ایسا درخت ہے کہ اگر کوئی سوار اس کے سایہ میں سال بھر چلتا رہے تو بھی اس کی مسافت کو طے نہیں کر سکتا اور اس کا ایک پتہ ایک مخلوق کو ڈھک سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خالق کا نور چھپا لیتا ہے اور اس کو فرشتے چھپا لیتے ہیں۔ ان سے ان کے رب نے اس وقت ہم کلامی کی اور ان سے فرمایا کہ آپ کچھ مانگئے۔ حضور ﷺ نے التجا کی (اے میرے رب) آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی کی۔ اور آپ نے داود علیہ السلام کو عظیم حکومت عطا کی اور آپ نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور ان کے لئے آپ نے پہاڑوں کو مسخر فرمایا۔ اور آپ نے سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لئے پہاڑوں کو اور جن وانس کو مسخر فرمایا اور ان کے لئے آپ نے شیاطین کو اور ہواؤں کو مسخر فرمایا اور ان کو ایسا اقتدار عطا فرمایا جو ان کے بعد کسی کے شایانِ شان ہی نہیں ہے۔ اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو توراۃ وانجیل سکھائی اور ان کو ایسا بنایا کہ مادر زاد اندھوں کو اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے اور مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ کے حکم کے ساتھ۔ اور آپ نے اس کو پناہ دی اور اس کی ماں کو بھی شیاطین سے، شیطان کو ان دونوں پر کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

ان کے رب نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ توراۃ میں خلیل الرحمٰن لکھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور میں نے تیرا سینہ کھول دیا ہے اور تیرا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔ میرا ذکر اکیلا نہیں ہوتا بلکہ آپ کا ذکر بھی میرے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے اس سے آپ کی مراد اذان میں ذکر مراد ہے۔ اور میں نے آپ کی اُمت کو بہتر امت بنایا جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی اور آپ کی امت کو اُمتِ وسط بنایا۔ اور آپ کی امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول ہیں اور وہ آخر ہیں اور میں نے آپ کی اُمت کو ایسے لوگ بنایا ہے کہ ان کے دل ان کی اناجیل ہیں اور میں نے آپ کی امت کو ایسا بنایا ہے کہ ان پر کوئی پیغام اثر نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ہیں۔ اور میں نے آپ کو نبیوں میں سے تخلیق میں اول اور بعثت میں آخری بنایا ہے اور میں نے آپ کو سات آیات بار بار پڑھی جانے والی عطا کی ہیں جو کہ میں نے آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیں۔ اور میں نے آپ کو سورۃ بقرۃ کی آخری آیات عطا کی ہیں اس خزانے میں سے جو عرش کے نیچے ہیں اور وہ میں نے آپ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں کی ہیں۔ میں نے آپ کو آغاز کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنایا ہے۔

مجھے رحمۃ للعٰلمین بنایا .... (راوی) کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے فضیلت بخشی۔ اس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنایا ہے اور سارے لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنایا ہے اور میرے دشمن کے دل میں مہینے بھر کی مسافت دور سے میرا رعب ڈال دیا ہے۔ اور میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی ہیں جو کہ مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں کی گئی تھیں۔ اور پورے روئے زمین کو میرے لئے مسجد بنا دیا ہے اور پاک بنا دیا ہے (کہ کہیں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں (سوائے ناپاک جگہ کے) اور مجھے کلام کے آغاز دیئے گئے ہیں اور اس کے عمدہ اختتام دیئے گئے ہیں اور جامع کلام دیا گیا ہے۔ اور میری اُمت مجھ پر پیش کی گئی اس کیفیت کے ساتھ کہ مجھ پر کوئی بھی مخفی نہیں رہا نہ تابعداری کرنے والا نہ وہ جس کی تابعداری کی گئی۔ اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ ایسی قوم پر آئے جو بالوں کی جوتیاں بناتے ہیں اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ ایسی قوم پر آئے ہیں جن کے چہرے چوڑے ہیں اور آنکھیں چھوٹی ہیں گویا کہ ان کی آنکھیں سوئی کے ساتھ سی دی گئی ہیں، مجھ پر مخفی نہیں رہی یہ بات کہ وہ میرے بعد کس چیز سے دوچار ہوں گے۔ اور مجھے پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا اور میں موسیٰ کے پاس لوٹا۔

راوی نے حدیث ذکر کی اس حدیث کے مفہوم کے ساتھ جس کو ہم نے روایت کیا ہے پکی اسنادوں کے ساتھ۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ ان سے کہا گیا آپ ﷺ پانچ نمازوں پر صبر کریں بے شک ان کو بدلہ ملے گا تجھ سے پانچ کے بدلے میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام ان پر سخت تھے جب حضور ﷺ ان کے پاس گذرے اور بہتر بھی تھے سب سے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس لوٹے۔ (مجمع الزوائد ۱/۶۸)

سورج کا واپس ہونا .... (۲۷) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسباط بن نصر ہمدانی نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن قرشی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی اور انہوں نے اپنی قوم کو خبر دی قافلے کے شرکاء اور رفقاء کی۔ اور قافلے میں اس کی علامت اور نشانی کے بارے میں، تو لوگوں نے پوچھا کہ قافلہ کب پہنچے گا۔ جب وہ دن آیا تو قریش نے ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر قافلے کو دیکھا اور اس کا انتظار کیا۔ جب سورج ڈھلنے لگا مگر قافلہ نہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ نے دعا کی۔ چنانچہ آپ ﷺ کے لئے دن میں ایک گھنٹے کا اضافہ ہو گیا اور سورج آپ کے مقصد پر رُک گیا۔ سورج کسی کے لئے واپس نہیں لوٹایا گیا مگر حضور ﷺ کے لئے اس دن اور حضرت یوشع بن نون کے لئے جس دن اُس نے سرکشوں کے ساتھ جمعہ کے دن جہاد کیا تھا۔

جب سورج پیچھے آیا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ شاید یہ غروب ہو جائے گا ان کے فارغ ہونے سے قبل اور سبت داخل ہو جائے گا اس میں۔ ان کے لئے قتال کرنا ان کے ساتھ حلال نہیں ہوگا انہوں نے اللہ سے دعا کی لہٰذا اللہ نے ان کے لئے سورج کو واپس کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ قتال سے فارغ ہو گئے۔ (سیرۃ شامیہ ۳/۱۳۳)

(مصنف کہتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں تحقیق روایت کی گئی ہیں معراج میں دیگر روایات بھی بعض ان میں سے حدیث ابوحذیفہ بھی ہے یعنی اسحٰق بن بشر نے ابن جریج سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس ﷛ سے اور اسحاق بن بشر متروک ہے جس روایت میں وہ منفرد اور اکیلا ہو، اس کے ساتھ خوشی نہیں ہوتی۔

اور بعض ان میں سے حدیث اسماعیل بن موسیٰ قواریری ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے عمر بن سعد مصری سے اور یہ ایسی روایت ہے جس کا راوی مجہول ہے اور اسناد منقطع ہے۔

(۲۸) اور ہمیں خبر دی ہے اس کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبدان بن یزید بن یعقوب دقاق نے ہمدان میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن حسین صمدانی نے، ان کو ابواحمد اسماعیل بن موسیٰ مزاری نے، ان کو عمر بن سعد بصری نے بنونصر بن قعین سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبدالعزیز نے اور لیث بن ابوسلیم نے اور سلیمان اعمش نے اور عطاء بن سائب نے۔ ان میں بعض اضافہ کرتے ہیں حدیث میں بعض پر روایت کرتے ہیں علی بن ابوطالب ﷛ سے۔ اور عبداللہ بن عباس سے اور محمد بن اسحاق بن یسار سے، اس نے اس شخص کو جس نے بیان کیا ابن عباس ﷛ سے اور سلیمان سے یا سلمہ عقیلی سے، اس نے عامر شعبی سے اس نے عبداللہ بن مسعود ﷛ سے، اس نے ضحاک بن مزاحم سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُمّ ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے اور عشاء آخرہ پڑھ چکے تھے (اُمّ ہانی سے مروی اس روایت کو بیہقی، طبرانی نے، مسند ابویعلی و ابن عساکر نے ابوصالح کے طریق سے اور ابن اسحٰق سے دوسرے لفظ کے ساتھ روایت کی ہے)۔

ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ اس شیخ نے ہم سے کہا ہے اور حدیث ذکر کی ہے اور متن حدیث لکھا گیا ہے اس نسخے سے جو شیخ سے سنا گیا ہے۔ انہوں نے طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں روح کی اور فرشتوں کی تعداد مذکور ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جو اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ اگر روایت صحیح ہو اور اثبات سیر اور اثبات معراج کے بارے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ابوہارون عبدی سے، اس میں کفایت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۲۸) ہمیں خبر دی ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابونعیم احمد بن محمد بن ابراہیم بزار نے ، ان کو ابو محمد بن بلال نے ، وہ کہتے ہیں کہ ابوالازہر نے کہا ہے کہ جابر بن ابوحکیم نے کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نیند میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کی اُمت کا ایک آدمی ہے اسے سفیان ثوری کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ڈر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لاباس بہ۔

(۲۹) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوہارون نے ابوسعید خدری سے اس نے آپ ﷺ سے اس رات کے بارے میں جس میں آپ کو سیر کرائی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ نے آسمان میں یہ یہ دیکھا تھا (میں نے ان کو حدیث بیان کی) تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جی ہاں (یعنی میں نے دیکھا صحیح ہے)۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! بیشک آپ کی امت کے کچھ لوگ آپ کی طرف سے حدیث بیان کرتے ہیں عجیب عجیب چیزوں کے بارے میں۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ وہ قصہ گو اور واعظوں کی باتیں ہیں۔

باب ۹۰

ابتداء میں نماز کیسے فرض ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ اسحاق بن یعقوب بن یوسف سوسی نے ، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ان کو محمد بن عوف نے ۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالمغیرہ نے ، ان کو حدیث بیان کی اوزاعی نے ، وہ کہتے ہیں کہ زہری سے پوچھا گیا تھا کہ حضور ﷺ کے مکے سے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے خبر دی عروہ بن زبیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع میں جب نماز فرض کی تو دو دو رکعت فرض کی تھی۔ اس کے بعد حضر کی نماز کو مکمل کر دیا تھا (یعنی چار رکعت کر دیا تھا) اور مسافر کی نماز کو فرضیت اولیٰ پر برقرار رکھا۔ اسی طرح روایت کیا ہے اس کو اوزاعی نے اور اس کو روایت کیا ہے معمر نے زہری سے اس نے عروہ سے ، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر مکے میں نماز فرض کی گئی تھی دو دو رکعتیں۔ جب آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو چار چار رکعت فرض کی گئیں اور سفر کی نماز بدستور دو دو رکعتیں باقی رکھی گئی تھیں۔ ابن خزیمہ ۱/۱۶۵)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن سفیان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی فیاض بن زہیر نے ، ان کو عبدالرزاق نے ، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی معمر نے ، اس نے اس کو ذکر کیا ہے اور حدیث معمر میں ہے زہری سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں اور یوں بھی روایت کی گئی ہے عامر شعبی سے اس نے مسروق سے ، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ مگر اس روایت میں چار رکعت سے استثناء ہے مغرب اور صبح کے بارے میں۔

اور حسن بن ابوالحسن بصری اس طرف گئے ہیں کہ ابتداء میں نماز فرض کی گئی تھیں اپنی تعداد کے مطابق۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن ابوطالب نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبدالوہاب بن عطاء نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے ، اس نے حسن سے۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ جب اپنی قوم کے پاس نمازیں لے کر آئے تھے تو (کچھ دیر) ان سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا آسمان کے بطن سے تو ان میں اعلان کیا گیا الصلوٰۃ جامعۃ۔

جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء نماز میں .... لہٰذا وہ لوگ اس اعلان کی طرف بھاگ کر آ گئے تھے اور اکھٹے ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار رکعت ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ ان چار رکعتوں میں اعلانیہ قرأت نہیں کر رہے تھے (یعنی قرأت بالجہر نہیں کی تھی)۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے کھڑے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے آگے تھے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس کے بعد وہ علیحدہ ہو گئے یہاں تک کہ سورج نیچے آ گیا وہ تا حال سفید صاف تھا۔ پھر اعلان کیا گیا الصلوٰۃ جامعۃ۔ پھر وہ سب اس اعلان پر جمع ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی عصر کی نماز چار رکعتیں، نمازِ ظہر یعنی صلوٰۃ ظہر کے علاوہ۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے آگے تھے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس کے بعد حضور ﷺ لوگوں سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ان میں اعلان کیا گیا الصلوٰۃ جامعۃ لہٰذا لوگ جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نمازِ مغرب پڑھائی تین رکعات۔ ان میں آپ ﷺ نے قراءت کی ہر دو رکعت میں، اعلانیہ اور ظاہر قراءت کی اور تیسری رکعت میں ظاہر قراءت نہیں کی۔ اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے آگے تھے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے۔ اس کے بعد حضور ﷺ ان سے الگ ہو گئے۔ یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی اور عشاء کو آپ ﷺ نے مؤخر کیا۔ لہٰذا اب اعلان ہوا ان میں الصلوٰۃ جامعۃ۔ لوگ اس اعلان پر جمع ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار رکعت نمازِ عشاء پڑھائی۔ دو رکعتوں میں آپ ﷺ نے اعلانیہ قراءت کی اور دو رکعتوں میں نہیں کی۔ لوگ اپنے نبی کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس کے بعد لوگ سو گئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا وہ اس پر زیادہ کریں یا نہ کریں حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ پھر ان میں اعلان ہوا الصلوٰۃ جامعۃ۔ لوگ اس اعلان پر جمع ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو دو رکعات پڑھائیں۔ ان دونوں میں انہوں نے اعلانیہ قراءت کی اور دونوں میں قراءت کو لمبا کیا۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے آگے تھے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (اخرجہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ۱/۳۶۲)

باب ۹۱

نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے ساتھ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد اور مدینہ کی طرف ہجرت سے قبل شادی کی تھی اور حضور ﷺ کو خواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دکھادی گئی تھی اور یہ بھی کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل عطار نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی تھی بعد وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا کے۔ اور آپ ﷺ کے مکہ سے خروج سے قبل اور میں اُس وقت سات یا چھ سال کی تھی۔ ہم لوگ

جب ہجرت کر کے مدینہ سے آگئے تو میرے پاس کچھ عورتیں آئیں اور میں اس وقت جھولے میں جھول رہی تھی اور میرے بال کانوں سے لٹکے ہوئے تھے۔انہوں نے مجھے تیار کیا اور بنایا سنوارا۔اس کے بعد وہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آگئیں اور میں اُس وقت نو سال کی تھی۔

(۲) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے ،ان کو ابو القاسم طبرانی نے ،ان کو ابن ابو مریم نے ،ان کو فریابی نے ،ان کو سفیان نے ، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے ،اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۔ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے بیاہ کیا تھا جبکہ وہ چھ سال کی تھیں اور ان کے ساتھ صحبت کی جب وہ نو سال کی تھیں اور وہ حضور ﷺ کے پاس نو سال تک رہیں۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی .... (۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ اور ابو سعید بن ابو عمرو نے۔ دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے ،ان کو احمد بن عبد الجبار نے ،ان کو یونس بن بکیر نے ،ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تین سال بعد ،جبکہ حضرت عائشہ اُس وقت چھ سال کی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کے ساتھ صحبت کی تو وہ اس وقت نو سال کی تھیں۔ اور حضور ﷺ جب وفات پاگئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت اٹھارہ سال کی تھیں۔اس کو ابو اسامہ نے روایت کیا ہے ہشام بن عروہ سے ،اس نے اپنے والد سے ۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضور ﷺ کے مدینہ کی طرف خروج سے تین سال قبل ہوئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ دو سال تک ٹھہرے رہے یا اس کے قریب قریب ۔اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ اس وقت چھ سال کی تھیں ۔ پھر ان کے ساتھ جب صحبت کی تو وہ نو سال کی تھیں۔ (صحیح مسلم ۲/ ۱۰۳۹۔ فتح الباری ۹/ ۱۹۰)

اسی کو بخاری نے صحیح میں نقل کیا ہے بطور مرسل روایت کے ،کہ ہمیں اس کی خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے ،ان کو خبر دی احمد بن محمد نسوی نے ، ان کو حماد بن شاکر نے ،ان کو محمد بن اسماعیل نے ،ان کو عبید بن اسماعیل نے ،ان کو ابو اسامہ نے پھر اسی کو ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ اور ابو سعید بن ابو عمرو نے ۔ ان دونوں نے کہا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے ،ان کو احمد بن عبد الجبار نے ،ان کو یونس بن ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے ۔اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دو مرتبہ مجھے خواب میں دکھائی گئی تھیں ۔ میں نے دیکھا کہ کوئی آدمی آپ کو اُٹھا لایا سفید ریشم کے اندر اور وہ کہتا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہے ۔اس کو کھول کر دیکھئے ۔لہٰذا میں نے تمہیں دیکھا اور میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کرے گا۔

بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں کئی طرف سے ،ہشام بن عروہ سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے (ح)۔اور ہمیں خبر دی ہے ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن داؤد رزاز نے بغداد میں ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو سہل بن زیاد قطان نے ،ان کو احمد بن عبد الجبار نے ،ان کو عبداللہ بن ادریس نے محمد بن عمرو سے ،اس نے یحییٰ بن عبد الرحمٰن سے ۔ وہ کہتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو وہی خولہ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کر لیتے ؟ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کس کے ساتھ؟ عرض کیا اگر آپ چاہیں تو کنواری کے ساتھ کرادوں اور اگر آپ چاہیں تو غیر کنواری کے ساتھ کرادوں؟ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کنواری کون ہے؟ اور غیر کنواری کون ہے ؟ سیدہ خولہ نے بتایا کہ کنواری تو اس شخص کی بیٹی ہے جو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیٹی)۔سیدہ عائشہ اور غیر کنواری سودہ بنت زمعہ ہے اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایمان بھی لا چکی ہے اور آپ کی اتباع کرتی ہے۔

پیغام نکاح اُم رومان کے پاس .... حضور ﷺ نے (خولہ سے) فرمایا: آپ ان دونوں (کے گھر والوں سے) میرا ذکر کر کے دیکھنا۔ سیدہ خولہ کہتی ہیں کہ میں اُم رومان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ) کے پاس گئی اور میں نے کہا اے اُم رومان! اللہ نے کس قدر خیر تمہارے گھر میں نازل کی ہے اور برکت؟ اس نے پوچھا کہ وہ کون سی ہے؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ عائشہ (کے بارے میں شادی کا) ذکر کر رہے تھے۔ اُم رومان نے کہا خولہ آپ انتظار کیجئے ابوبکر صدیق آنے والے ہیں۔

کہتی ہیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی آگئے۔ اُم رومان نے ان سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کیا عائشہ کی شادی ان کے ساتھ ہو سکتی ہے؟ حالانکہ یہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ (میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ابوبکر کا بھائی ہوں اور وہ میرا بھائی ضرور ہے مگر ان کی بیٹی کے ساتھ میری شادی ہو سکتی ہے۔ خولہ کہتی ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ اُٹھ کر چلے گئے تو بی بی اُم رومان نے مجھ سے کہا بے شک مطعم بن عدی نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تھا اپنے بیٹے کے لئے، اللہ کی قسم یہ وعدہ خلافی ہرگز نہیں کریں گے (ارادہ کرتی تھیں ابوبکر ؓ کا)۔

کہتی ہیں کہ پھر مطعم ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کیا کہتے ہیں اس لڑکی کے بارے میں؟ انہوں نے کہا کہ میں ان کی والدہ سے مشورہ کرتا ہوں۔ ابوبکر ؓ نے اُم رومان سے کہا تم اس بارے میں کیا کہتی ہو؟ کہتے ہیں کہ اس نے ابوبکر ؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر ہم اس لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیں اور آپ اس کے پاس جائیں گے اور آپ اس کو بھی اسی دین میں داخل کر لیں گے جس پر آپ ہیں۔ کہتی ہیں کہ پھر ابوبکر ؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کیا کہتی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ جو کچھ کہہ رہی ہیں آپ سُن رہے ہیں۔

کہتی ہیں کہ ابوبکر ؓ اُٹھ گئے اور ان کے دل میں کوئی ایسی بات نہیں تھی یعنی وعدہ وغیرہ نہیں کیا۔ (خولہ) کہتی ہیں کہ ابوبکر ؓ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے کہئے کہ وہ آجائیں۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ نے ان کو مالک بنا دیا۔

خولہ کہتی ہیں اس کے بعد میں گئی سودہ بنت زمعہ کی طرف ان کے والد بڑے بزرگ تھے۔ وہ موسم اور مصلے میں جانے سے بیٹھ چکے تھے۔ کہتی ہیں کہ میں نے ان کو جا کر سلام کیا جاہلیت کے طریقے پر میں نے کہا انعم صباحاً، صبح بخیر۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں خولہ بنت حکیم ہوں۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور کچھ باتیں کیں۔

میں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب سودہ بنت زمعہ کا ذکر کر رہے تھے یعنی رشتہ مانگ رہے تھے۔ اس نے کہا کہ کُفُو کریم، کہ کفو تو عزت دار ہے۔ اس نے پوچھا کہ تیری سہیلی کیا کہتی ہے میں نے کہا وہ تو پسند کرتی ہے۔ اس نے کہا کہ ان سے کہو آجائیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہوں نے اس کو اس کا مالک بنا دیا۔ کہتی ہیں کہ عبد بن زمعہ (یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) آئے تو انہوں نے یہ سن کر افسوس کے مارے سر میں مٹی ڈال لی۔ (پھر بعد میں مسلمان ہو گئے) تو مسلمان ہونے کے بعد کہتے تھے کہ میری بقا کی قسم میں بے وقوف تھا جس دن میں نے اس بات پر سر میں مٹی ڈال لی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے سودہ سے شادی کر لی ہے۔

یہ الفاظ ابوالعباس کی حدیث کے ہیں۔

☆☆☆

باب ۹۴

نبی کریم ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل عرب کے آگے پیش کرنا

اور اپنے رب کے پیغام کو پہنچانے میں آپ ﷺ کو اذیت دینا تاوقتیکہ اللہ نے اہلِ مدینہ کے انصار کو یہ عزت بخشی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ اس کے اعزاز کا اور اس کے دین کو غالب کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے میں جن آیات کا ظہور ہوا اور ان کی نشانیوں کے ظہور کے ساتھ اللہ نے ان کو جو عزت بخشی

(۱) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن بکیر بن عبدالرزاق نے، ان کو ابوداود بجستانی نے، ان کو محمد بن کثیر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسرائیل نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالحسین بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن اسحٰق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوکریب نے، ان کو حدیث بیان کی مصعب نے اسرائیل بن یونس سے، اس نے عثمان بن مغیرہ سے اس نے سالم بن ابوالجعد سے، اس نے جابر ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ موقف پر (اڈے پر، ڈیرے پر) اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی آدمی ایسا ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے۔ بیشک قریش نے مجھے منع کر دیا ہے اس بات سے کہ میں اپنے رب کا کلام پہنچاؤں۔ مصعب بن مقدام نے اپنی روایت میں اضافہ کر دیا ہے کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا ہمدان سے، اس نے کہا کہ میں لے جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیری قوم کے پاس حفاظت کا انتظام ہے؟ اور اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا ہمدان سے۔ اس کے بعد وہ ہمدانی آدمی ڈر گیا کہ کہیں اس کی قوم اس کی بات نہ مانے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کو بتاتا ہوں۔ اس کے بعد آئندہ سال میں آپ کو آ کر ملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اور رجب کے مہینے میں انصار کا وفد آ گیا۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد بن عتاب عبدی نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ جوہری نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے ان کے چچا موسیٰ بن عقبہ سے۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد بن فضل بن محمد شعرانی نے، ان کو ان کے دادا نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر حِزامی نے، ان کو محمد بن فلیح نے، ان کو موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے۔ اور یہ الفاظ ہیں حدیث قطان کے۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سالوں میں اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کرتے تھے۔ ہر موسم میں اور ہر قوم کے معزز آدمی سے بات کرتے تھے۔ وہ ان سے صرف اسی بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ وہ ان کا خیال کریں اور ان کی حفاظت کریں۔ اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں تم میں سے کسی شخص کو کسی شئی پر زبردستی نہیں کروں گا جو شخص تم میں سے راضی ہو اس دعوت پر جس کی طرف میں اس کو دعوت دوں اور جو میری دعوت پر راضی نہیں ہو گا میں اس کو مجبور نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرا تحفظ کرنا اس خطرے سے جو میرے ساتھ قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دوں اور اللہ میرے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے کوئی فیصلہ فرما دے جو وہ چاہے۔ لیکن (باوجود اپنے آپ کو پیش کرنے کے قبائل کے معززین میں سے کسی نے) آپ ﷺ کی پیشکش قبول نہ کی اور نہ ہی ان قبائل

میں سے کوئی آیا آپ کے پاس۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم آپ کے بارے میں بہتر جانتی ہے۔ اور لوگوں نے کہا کہ کیا سمجھتے ہو کہ وہ آدمی ہماری اصلاح کرے گا جو اپنی قوم کو بگاڑ بیٹھا ہے اور وہ اس کو پھینک چکے ہیں۔ مگر یہ سعادت اللہ نے درحقیقت انصار کے لئے بچا کر رکھی تھی اللہ نے انہی کو اس کا شرف عطا کیا۔

طائف میں قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینا .... جب ابوطالب کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ پر مصیبت ٹوٹ پڑی جو شدید ترین تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے طائف میں آباد قبیلہ ثقیف کی طرف جانے اور جا کر ان کو دعوت دینے کا ارادہ کیا اس اُمید کے ساتھ کہ وہ آپ کو اپنے پاس جگہ دیں گے اور پناہ دیں گے۔ آپ ﷺ نے تین افراد پائے ان میں سے جو ثقیف کے سردار تھے اُس وقت اور وہ تینوں بھائی تھے۔ عبدیالیل بن عمرو اور مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو۔ حضور ﷺ نے ان پر اپنے آپ کو پیش کیا اور ان کے آگے آزمائش کی شکایت کی اور اس کی جو ان کی قوم ان پر غالب آ گئی تھی۔ ان تینوں میں سے ایک نے کہا اگر اللہ نے تجھے کسی شئی کے ساتھ بھیجا ہوتا تو میں کعبے کے غلاف کو پھاڑ دیتا (مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ رسول نہیں ہیں)۔

دوسرے نے کہا کیا اللہ اس بات سے عاجز آ گیا تھا کہ وہ تیرے سوا کسی اور کو رسول بنا کر بھیج دیتا۔ تیسرے نے کہا اللہ کی قسم میں آج کی اس مجلس کے بعد کبھی بھی تم سے بات نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اللہ کی قسم اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کا شرف و مرتبہ و حق اس سے بہت بڑا ہے کہ میں آپ سے کلام کروں۔ اور اگر آپ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں تو آپ بدتر ہیں اس قابل ہیں کہ میں آپ سے کلام کروں۔

اور حضور ﷺ کے ساتھ مسخریاں کیں اور اپنی قوم میں پھیلا دیا کہ لوگ ان کے پاس اور ان کے راستے پر دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہو گئے جب رسول اللہ ﷺ گذرے ان کے درمیان سے تو قدم قدم پر وہ ان کو پتھر مارتے جو انہوں نے جمع کئے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دونوں قدم لہولہان کر دیئے۔ کسی طرح جب آپ ان انسان نما مجسم شیطانوں سے بچ کر نکلے تو آپ کے دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ وہاں کے باغوں میں سے کسی باغ میں چلے گئے وہاں جا کر کسی چھپر کے نیچے بیٹھ گئے سایہ حاصل کرنے کے لئے۔ حالت یہ تھی آپ ﷺ شکستہ دل تھے، کرب میں مبتلا تھے، درد سے کراہ رہے تھے، جسم سے خصوصاً پیروں سے خون بہہ رہا تھا (مگر رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے سراپا استقامت بے تاب تھے)۔

کہیں سے عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اسی حویلی اور باغ میں موجود تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو وہاں دیکھا تو پریشان ہو گئے کیونکہ وہ دونوں آپ کے مشہور ترین دشمن تھے۔ آپ ﷺ ان کی دشمنی کو اچھی طرح جانتے تھے جو انہیں اللہ اور رسول کے ساتھ تھی۔ ان دونوں نے جب حضور ﷺ کو دیکھا آپ کے پاس ایک غلام کو بھیجا جس کا نام عداس تھا وہ عیسائی تھا، اہلِ نینوی میں سے۔ اس کے پاس کچھ انگور تھے جب وہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا اے عداس! آپ کا تعلق کون سی سرزمین سے ہے؟ اس نے بتایا کہ میں اہلِ نینوی میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اس نیک مرد یونس بن متی کے شہر کے ہو۔ عداس نے آپ سے کہا آپ کو کیسے معلوم ہے یونس بن متیٰ کے بارے میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ایسے آدمی تھے کہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو اپنے رب کا پیغام پہنچاتے تھے میں بھی اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یونس بن متیٰ کے بارے میں خبر دی ہے۔

جب آپ ﷺ نے اس کو یہ خبر دی کہ اللہ نے مجھے یونس بن متیٰ کے بارے میں خبر دی ہے تو عداس رسول اللہ ﷺ کے سامنے سجدے میں گر گیا اور وہ آپ کے پیروں کو چومنے لگ گیا حالانکہ پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ اُدھر سے جب عقبہ اور شیبہ نے یہ منظر دیکھا تو وہ سہم کر بیٹھ گئے۔ جب وہ واپس ان کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم نے محمد کو سجدہ کیوں کیا ہے؟ اور ان کے پیروں کو کیوں چوما؟ ہم نے تو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ ہم میں سے کسی کے سامنے سجدہ کرتے ہوں یا قدم بوسی کرتے ہوں۔ اس نے کہا کہ یہ ایک نیک آدمی ہے اس نے مجھے ایک بات کی خبر دی ہے جس سے میں نے پہچان لیا ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبر دی ہے جس کو اللہ نے ہم لوگوں کی طرف بھیجا تھا۔ وہ شخص

حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام تھے۔عقبہ اور شیبہ دونوں اس غلام پر ہنس پڑے۔ان دونوں نے کہا بچنا، خیال کرنا کہیں یہ شخص تجھے تیری عیسائیت سے بھی نہ گمراہ کردے یہ بہت بڑا دھوکہ دینے والا آدمی ہے۔لہٰذا حضور ﷺ اس کے بعد مکہ واپس آگئے تھے۔
(البدایۃ والنہایۃ ۱۳۶/۳۔ابن ہشام ۲۸/۲۔۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے تکلیف کے باوجود بددعا نہیں کی .... (۳) ہمیں حدیث بیان کی امام ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان نے بطور املاء کے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس اسماعیل بن عبداللہ میکالی نے، ان کو عبداللہ بن احمد بن موسیٰ اہوازی نے، ان کو عمرو بن سواد سرحی نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن وہب نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے یونس بن یزید نے ابن شہاب سے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے عروہ بن زبیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔انہوں نے ان کو حدیث بیان کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا وقت بھی آیا ہے جو آپ کے اُوپر زیادہ سخت ہو یوم اُحد سے؟

آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ شدید دن وہ تھا جو میں نے تیری قوم سے تکلیف پائی تھی وہ یوم العقبہ تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے حوالے کیا تھا۔اس نے میری بات نہ مانی تھی جو میں اس سے توقع لے کر گیا تھا میں ناکام لوٹ گیا تھا میرے چہرے سے ناکامی اور غم نمایاں تھا۔جب مجھے ہوش آیا تو میں مقام الثعالب میں تھا۔میں نے سر اُٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔میں نے پھر دیکھا تو وہ جبریئل علیہ السلام تھے۔اس نے مجھے آواز دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے جو انہوں نے آپ کو دیا ہے اور ان کا قول سن لیا ہے۔

اللہ نے آپ کے پاس مَلکُ الجبال کو بھیجا ہے کہ آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس فرشتے کو حکم دے دیں۔اس کے بعد مجھے ملکُ الجبال نے آواز دی اور مجھے اس نے سلام کہا۔اور کہا کہ اے محمد! اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے، میں ملک الجبال ہوں۔مجھے آپ کے ربّ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اس لئے کہ آپ جو چاہیں ان کے بارے میں مجھے حکم دیں۔اگر آپ چاہیں تو ہم دونوں پہاڑوں کو جبل ابوقبیس کو اس کے سامنے کے پہاڑ کو آپس میں ملا دیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا میں نہیں چاہتا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے شریروں میں سے، یا کہا تھا کہ ان کے اصلاب اور پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا کردے گا جو محض اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن یوسف سے، اس نے ابن وہب سے۔

اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے عمرو بن سواد سے وغیرہ سے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زہری نے کہ رسول اللہ ﷺ بنو کندہ کے پاس گئے ان کے گھروں میں وہاں کا سردار بھی تھا اسے ملیح کہتے تھے آپ ﷺ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور اپنے آپ کو ان کے آگے پیش کیا۔انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ ایک اور قبیلے کے پاس گئے بنو کلب میں، ان کو بنو عبداللہ کہا جاتا تھا۔آپ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا اے بنو عبداللہ! اللہ نے تمہارے باپ کا بہت نام بنایا تھا لیکن انہوں نے بھی آپ کی وہ دعوت قبول نہ کی جو آپ ﷺ نے ان پر پیش کی تھی۔
(ابن ہشام ۳۲/۲۔۳۳)

حدیث سوید بن صامت (یعنی قصہ سوید)

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحٰق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے شیوخ سے۔ انہوں نے کہا کہ سوید بن صامت جو بنی عمرو بن عوف کے بھائی ہوتے تھے حج یا عمرہ کرنے کے لئے مکہ میں آئے تھے۔ اور سوید کو ان کی قوم والے اپنے اندر "الکامل" کا نام دیتے تھے ان کی عمر کے اعتبار سے بھی اور قوت ومضبوطی کے اعتبار سے بھی اور شعر گوئی میں بھی۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کے در پے ہوئے اور اس کو اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ سوید نے کہا شاید وہ جو تیرے پاس اسی جیسی ہے جو میرے پاس ہے (یعنی کتاب وغیرہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا وہ کیا ہے جو تیرے پاس ہے؟ یعنی صحیفۂ لقمان (اس کی مراد تھی حکمتِ لقمان یعنی فہم وفراست ودانائی کی باتیں)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس کو میرے آگے پیش کردیں (یعنی میرے سامنے بیان کریں)۔ چنانچہ سوید بن صامت نے وہ مضمون یا معلومات حضور ﷺ کے آگے بیان کیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلام اچھا ہے مگر جو میرے پاس ہے وہ اس سے افضل ہے۔ وہ تو قرآن ہے جس کو اللہ نے مجھ پر اُتارا ہے، وہ ہدایت ہے اور نور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے آگے قرآن مجید تلاوت کیا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ آپ ﷺ سے دور نہ ہوا بلکہ کہنے لگا کہ یہ قول حسن ہے۔ اس کے بعد وہ واپس لوٹ گیا اور مدینے میں اپنی قوم کے پاس آیا۔ پس زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا کہ قبیلہ بنو خزرج والوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی قوم کے لوگ کہتے تھے، ہم سمجھتے تھے کہ وہ جب قتل ہوا تو وہ مسلم تھا (یعنی اسلام لے آیا تھا یعنی اسلام قبول کر چکا تھا)۔ اور اس کا قتل جنگِ بعاث سے پہلے ہوا تھا۔ (بعاث ایک مقام ہے وہاں پر قبیلہ اوس اور خزرج والوں کی لڑائی ہوئی تھی)۔ (ابن ہشام ۲/۳۵)

حدیث ایاس بن معاذ اشہلی اور حدیث یومِ بعاث
یعنی قصۂ ایاس اور بعاث کی لڑائی کا پس منظر

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحٰق نے، ان کو حصین بن عبدالرحمٰن بن سعید بن معاذ نے محمود بن سعید سے، اس نے بنوعبدالاشہل کے بھائی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ابوالحیسر انس بن رافع مکہ میں آیا تو اس کے ساتھ بنوعبدالاشہل کے کچھ جوان تھے ان میں سے (ایک معروف شخص کا نام) ایاس بن معاذ تھا۔ وہ لوگ مکہ میں یہ مقصد لے کر آئے تھے کہ قریش سے درخواست کریں کہ وہ لوگ ان کے حلیف بن جائیں ان کی قوم کے خلاف خزرج سے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد کے بارے میں جب سنا تو وہ ان جوانوں کے پاس آئے (اللہ کا پیغام دینے کے لئے)۔ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور ان سے کہا کیا تمہیں اس سے بہتر مقصد کی طرف دلچسپی ہوگی اور اسے سنیں گے جو اس مقصد سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کو لے کر تم لوگ یہاں آئے ہو۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہے۔ میں ان کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں اور بلاتا ہوں کہ وہ عبادت صرف اللہ کی کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی شے کو شریک نہ بنائیں اور اللہ نے مجھ پر کتاب اُتاری ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے آگے اسلام کو پیش کیا اور ان کے آگے قرآن مجید تلاوت کیا۔

چنانچہ ایاس بن معاذ کہنے لگا حالانکہ وہ نوعمر جوان لڑکا تھا، اے میری قوم والو! اللہ کی قسم یہ بہتر ہے اس سے جس کے لئے تم آئے ہو۔ یہ سنتے ہی ابوالخیر انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر ایاس بن معاذ کے منہ پر ماری اور کہا کہ ہمیں الگ رہنے دیجئے اپنے آپ سے۔ میری بقاء کی قسم ہم اس کام کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ اس کے علاوہ کسی اور کام سے آئے ہیں لہٰذا وہ چپ ہو گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور وہ لوگ مدینہ واپس لوٹ گئے۔ اور بعاث کا وقوعہ اوس اور خزرج قبیلوں کے مابین ہوا تھا اس کے بعد ایاس بن معاذ زیادہ دیر نہ رہ سکا بلکہ فوت ہو گیا۔ محمد بن کبیر کہتے ہیں کہ کہ مجھے خبر دی اس نے جو میری قوم میں سے میرے پاس حاضر ہوا کہ وہ لوگ ایاس بن معاذ سے سنتے رہے کہ وہ اللہ کا کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے رہے۔ اور اللہ کی بڑائی کرتے رہے یعنی اللّٰہ اکبر، اللہ کی حمد کرتے رہے یعنی الحمد للّٰہ اور اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے یعنی سبحان اللّٰہ، حتیٰ کہ مر گئے۔ اور اس کی قوم والے اس میں شک نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں یقین تھا کہ وہ مسلمان ہو کر مرے ہیں۔ تحقیق اس نے اسلام کو شعوری طور پر سمجھ لیا تھا اسی مجلس میں جس وقت اس نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا جو کچھ بھی سنا تھا۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر احمد بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ابو اسامہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ یوم بعاث وہ دن تھا جس کو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے مقدمہ اور پیش خیمہ بنایا تھا لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو اوس اور خزرج (دونوں بڑے قبائل کا زور ٹوٹ چکا تھا اور ان کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی تھی) ان کی جماعت میں تفرقہ پڑ چکا تھا اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے، کئی زخمی تھے۔ اللہ نے اس کو پیش خیمہ بنایا تھا اپنے رسول کے لئے اسلام میں ان کے دخول کے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبید بن اسماعیل سے اس نے ابو اسامہ سے۔

(بخاری۔ حدیث ۳۷۷۷۔ فتح الباری ۷/۱۱۰۔ ابن ہشام ۲/۳۶)

حدیث ابان بن عبداللہ بجلی، رسول اللہ ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کرنا اور مفروق بن عمرو اور اس کے اصحاب کا قصہ

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابو بکر محمد بن اسماعیل فقیہ شاشی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی حسن بن صاحب بن حمید شاشی نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عبدالجبار بن کثیر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بشر یمانی نے ابان بن عبداللہ بجلی سے، اس نے ابان بن تغلب بن عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے۔ انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا یہ کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو حضور ﷺ نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی۔

ہم مجالس عرب میں سے ایک مجلس میں پہنچے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور وہ ہر خیر کے کام میں پیش پیش ہوتے تھے۔ وہ نسب دار آدمی تھے انہوں نے سلام کیا اور پوچھا کہ کون لوگ ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ربیعہ سے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون سے ربیعہ ہو؟ کیا تم ان کے ہام سے ہو؟ یعنی لہازم سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم ہامۃ عظمیٰ سے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ربیعہ کی کون سی ہامۃ عظمیٰ سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ذہل الاکبر سے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم میں عوف بھی ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وادی عوف میں کوئی حُر نہیں ہے۔ بولے کہ نہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم میں جساس بن مُرّہ حامی زمار اور مانع جار ہے؟ وہ بولے کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم میں بسطام بن قیس، ابو لواء اور منتہی اُحیا ہے؟ بولے نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم میں حوفزان قاتل ملوک سالب النفس ہے؟ بولے نہیں ہے۔ پھر پوچھا کیا

تم میں مزدلف ہے؟ صاحب عمامہ فردہ۔ بولے نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم میں اخوال الملوک ہیں بنوکندہ میں سے؟ بولے نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تم میں سے اصحاب الملوک ہیں لخم میں سے؟ بولے نہیں۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم ذھل الاکبر میں سے نہیں ہو بلکہ تم ذہل الاصغر میں سے ہو۔ فرمایا کہ بنوشیبان کا ایک غلام جس کو دغفل کہتے تھے وہ ان کی طرف مڑ گیا جس وقت اس کا چہرہ سامنے آیا اور اس نے کہا ۔

ان علی سائلنا ان نسله والعبو لا نعرفه او نجهله

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا تعارف کرایا .... بے شک ہمارے سائل پر لازم ہے کہ ہم بھی اس سے سوال کریں اور وہ ہمیں جواب دے)۔ اور ہمیں بھی پتہ چلے کہ ہم بھی اس کو جانتے ہیں یا اس سے بے علم ہیں۔ ارے صاحب آپ نے ہم سے پوچھا ہے اور ہم نے آپ کو جوابات دیے ہیں اور ہم نے آپ سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ آپ کون جوان ہیں؟ کس قبیلے سے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں قریش میں سے ہوں۔ اس نوجوان نے کہا بس بس آپ اہلِ عزت اور اہلِ شرف ہیں، اہلِ قیادت وسیادت ہیں۔ آپ کون سے قریشیوں میں سے ہیں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا میں اولاد تیم بن مُرّہ میں سے ہوں۔ پھر اس جوان نے کہا اللہ کی قسم آپ کو تیر مارنے والے نے قدرت دے دی ہے برابر کی گھاٹی سے۔

کیا تم میں سے قصی ہے جو بنوفہر کے تمام قبائل کو جمع کرتا ہے اور وہ شخص قریش مجمع کہلاتا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس شخص نے پوچھا کیا تم میں سے ہشام ہے جو اپنی قوم کے لئے گوشت کے شوربے میں روٹی کوٹتا تھا اور مکہ کے مرد قحط زدہ دُبلے پتلے اور کمزور تھے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم میں شیبۃ الحمد ہے؟ عبدالمطلب آسمان کے پرندوں کو کھلانے والا جس کا چہرہ چاند کی مثل سخت اندھیری رات میں چمکتا تھا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا آپ اہلِ افاضہ میں سے ہو لوگوں کے ساتھ؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ اہلِ حجابہ سے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ اہلِ سقایہ میں سے ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ ندوہ میں سے ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ پھر آپ اہلِ افادہ میں سے ہیں؟ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُونٹنی کی مہار کھینچی رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنے والے۔ اس نوجوان لڑکے نے کہا :

صادف درالسیل درایدفعه یهضبه حینا و حینا یصدعه

بہر حال اللہ کی قسم اگر آپ رُکتے تو میں آپ کو قریش کے بارے میں خبر دیتا۔ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ مسکرائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابوبکر تحقیق آپ اعرابی سے ہار گئے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں اے ابوحسن نہیں کوئی مصیبت مگر اس سے بڑھ کر اور مصیبت بھی ہوتی ہے۔ اور آزمائش وابستہ ہوتی ہے بولنے کے ساتھ۔

کہتے ہیں اس کے بعد ہم ایک دوسری مجلس تک گئے (جب وہاں گئے) تو ان پر سکتہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے آئے انہوں نے سلام کیا اور کہا کہ کس قوم کے لوگ ہیں؟ بولے کہ شیبان بن ثعلبہ سے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان، یہ لوگ نا تجربہ کار ہیں۔ اور ان میں مفروق بن عمرو ہے اور ہانی بن قبیصہ ہے اور مثنی بن حارثہ اور نعمان بن شریک۔ اور مفروق ان سب سے حسن وجمال میں اور زبان میں زیادہ تھا اور ان سے غالب تھا۔ اور اس کے پاس دو تلواریں تھیں جو اس کے سینہ پر لٹکی رہتی تھیں اور بیٹھنے کے اعتبار سے لوگوں میں سے قریب تر تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کتنی تعداد ہے تم لوگوں کی؟ مفروق نے جواب دیا ہم لوگ ہزار افراد سے متجاوز ہیں اور ہزار افراد قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری آسودہ حال کتنے ہیں؟ مفروق نے کہا کہ ہمارے اُوپر تنگی اور مشقت واقع ہے اور ہر قوم کے لئے تنگی اور مفلسی ہوا کرتی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان جنگ کیسی ہوتی ہے؟ مفروق نے کہا بے شک ہم لوگ البتہ بہت سخت ہوتے ہیں غضب میں جب ہم دشمن سے ٹکراتے ہیں اور البتہ بڑے شدید ہوتے ہیں جب ہم

دشمن سے جنگ میں ملتے ہیں۔ باقی نصرت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہی اسے پھیرتا ہے ایک دفعہ ہمارے لئے تو دوسری بار ہمارے خلاف (یعنی ہمارے حریف کے لئے)۔ اس نے کہا کہ شاید آپ قریش کے بھائی ہوں۔ ابوبکر نے کہا تمہیں یہ خبر پہنچ چکی ہوگی کہ ہمارے اندر ایک اللہ کا رسول ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ یہ ہیں۔ مفروق نے کہا ہمیں خبر پہنچی ہے کہ وہ یہ ذکر کرتا ہے۔ اچھا تو بتایئے پھر آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہو اے قریشی بھائی؟ رسول اللہ ﷺ آگے آئے اور آ کر بیٹھ گئے۔ ابوبکر ؓ کھڑے ہو گئے انہوں نے ان پر اپنے کپڑے کا سایہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم لوگوں کو ایک شہادت کی دعوت دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے وہ اکیلا الہ ہے۔ اس کی الوہیت میں کوئی شریک نہیں ہے اور اس شہادت کی دعوت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اور میں تم سے اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ تم لوگ میری مدد کرو اور مجھے اپنے پاس تحفظ فراہم کرو۔ بیشک مخالف ہو گئے اور زبردستی مخالفت کررہے ہیں اللہ کے امر کی اور اللہ کے رسول کی تکذیب کررہے ہیں اور قریش باطل کے ساتھ حق سے لاپرواہ ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ ہی غنی ہے اور حمید ہے۔

مفروق نے پوچھا کہ اور آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلائیں گے اور دعوت دیں گے اے قریشی بھائی۔ اللہ کی قسم میں نے اس سے زیادہ خوبصورت کلام نہیں سُنا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الانعام کی یہ آیات تلاوت کیں

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکو به تا لعلکم تتقون

فرمادیجئے تم لوگ آؤ میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے اُوپر کیا کیا حرام کردیا ہے

(پڑھتے گئے) تتقون تک (پورا رکوع سنادیا)۔ اس کے بعد مفروق نے سوال کیا اور کس چیز کی آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اے قریشی بھائی؟ (اس کے علاوہ دوسرے راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے سُن کر کہا تھا اللہ کی قسم یہ کلام اہلِ زمین کا کلام نہیں ہے) اس کے بعد ہم لوگ اپنی روایت کی طرف واپس آتے ہیں)۔ فرمایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی :

ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

بیشک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا اور احسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں کو دینے کا۔ اور وہ بے حیائی کے کاموں سے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور بدکاری سے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

مفروق بن عمرو نے کہا اللہ کی قسم آپ نے دعوت دے دی ہے اے قریشی بھائی مکارم اخلاق کی اور محاسن اعمال کی۔ البتہ تحقیق اُلٹی پھیری گئی ہے وہ قوم جنہوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی ہے اور جنہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔

اور مفروق نے چاہا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے ایک اور ساتھی کو بھی شریکِ گفتگو کریں جن کا نام ھانی بن قبیصہ تھا۔ چنانچہ ان کا تعارف کراتے ہوئے کہنے لگے یہ صاحب ہانی ہیں یہ ہمارے شیخ ہیں بڑے ہیں اور ہمارے صاحب دین ہیں۔ ہانی نے بات کا آغاز کیا اور کہا اے قریشی بھائی میں نے تیری بات چیت سنی ہے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اگر ہم اپنا دین چھوڑ دیں اور ہم تیری اتباع کرلیں تیرے دین کے لئے صرف ایک مجلس کے ساتھ جو آپ نے ہمارے ساتھ کی ہے جس سے پہلے بھی کوئی مجلس نہیں ہوگی بعد میں بھی۔ تو یہ ہماری رائے اور سوچ کی غلطی ہوگی اور انجام میں قلت نظر ہوگی۔ ہمیشہ غلطی عجلت کرنے کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ ہمارے پیچھے ہماری قوم ہے ہم یہ بات پسند نہیں کریں گے کہ ہم ان پر کوئی عہد اور معاہدہ باندھ کر جائیں (جبکہ وہ موجود بھی نہ ہوں)۔ بلکہ ہم واپس جاتے ہیں آپ بھی واپس جائیں ہم بھی انتظار کرتے ہیں معاملے کی آپ بھی انتظار کریں۔ اور اس نے چاہا کہ وہ مثنیٰ بن حارثہ کو بھی شریکِ گفتگو کرے۔ لہٰذا اس نے کہا (تعارف کراتے ہوئے) کہ یہ مثنیٰ بن حارثہ ہے۔ یہ ہمارے شیخ ہیں اور ہمارے لئے اُمورِ جنگ کے ذمہ دار ہیں۔ مثنیٰ بن حارثہ نے کہا میں نے آپ کی بات سنی ہے اے قریشی بھائی! اس بارے میں میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی بن قبیصہ کا ہے ہمارے دین چھوڑنے اور آپ کے دین کی متابعت کرنے کے بارے میں۔ نیز ہم لوگ جہاں آباد ہیں وہ دو پانیوں کی جگہ ہے (جہاں پر لوگ پانی لینے آتے ہیں)۔ ایک یمامہ ہے، دوسرا سمامہ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ صریان کیا ہیں؟

(دو پانی سے کیا مراد ہے؟) اس نے بتایا کہ اس سے مراد کسریٰ کی نہریں ہیں اور عرب کے پانی۔ بہر حال جو کسریٰ کی نہروں میں سے ہو اس کے رہنے والوں کا گناہ ناقابلِ معافی ہے عذر غیر مقبول ہے۔ اور جو اس کے متصل ہے عرب کے پانیوں میں سے بس اس کے رہنے والوں کا گناہ قابلِ معافی ہے اور عذر قبول ہے۔

اور ہم لوگ ایک معاہدے پر اُترے ہوئے ہیں جو انہوں نے ہم سے لے رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم لوگ نہ تو کوئی نئی چیز نکالیں گے اور نہ ہی کسی نئی بات نکالنے والے کو اپنے پاس جگہ دیں گے۔ اور بے شک میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ جس کی آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں اے قریشی بھائی! ایسا ہے جس کو بادشاہ پسند نہیں کریں گے۔ اور اگر آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہم آپ کو جگہ دیں اور آپ کی نصرت کریں اس نہر سے جو میاہ عرب سے متصل ہے تو ہم یہ کام کرلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کس قدر برا کیا ہے تم نے جواب میں۔ جبکہ تم نے سچ کو خوب واضح کیا ہے (یعنی جان لیا ہے)۔ بیشک اللہ کا دین اسی کی نصرت کرتا ہے جو اس کو تمام اطراف و جوانب سے حفاظت کرے۔ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تم نہیں ٹھہرو گے مگر تھوڑی سی مدت۔ یہاں تک کہ اللہ تمہیں ان کی سرزمین کا وارث بنادے گا اور ان کے گھروں اور مالوں کا اور ان کی عورتوں کو تمہارے بستر بنادے گا۔ کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہو؟ نعمان بن شریک نے کہا اے اللہ! یہ اسی لئے ہوا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا و داعيا الى الله و سراجا منيرا

اوس اور خزرج کے پاس جانا........ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر ؓ کا ہاتھ تھامے اُٹھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے ابوبکر! کون سا اخلاق ہے جاہلیت میں۔ اس میں اچھا کون سا ہے۔ اللہ اس کے ساتھ بعض کے خطرے کو رفع کرتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ آپس میں ایک دوسرے سے بچتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم لوگ اوس اور خزرج کی مجلس کی طرف گئے۔ ہم اس محفل سے ابھی اُٹھنے نہیں پائے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرلی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ خوش ہورہے تھے ابوبکر ؓ کی نسب داری پر۔ (دلائل النبوۃ ۲/ ۳۳۷)

ہم سے عبدالرحمٰن نے کہا کہ ابوبکر ؓ نے کہا کہ کہا حسن بن صاحب نے کہ مجھے سے یہ حدیث لکھی ابوحاتم رازی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ تحقیق اس کو روایت کیا ہے محمد بن زکریا غلابی نے بھی اور وہ متروک ہے شعیب بن واقد سے۔ اس نے ابان بن عبداللہ بجلی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد عمانی نے ان کو حدیث بیان کی محمد بن زکریا غلابی نے، ان کو شعیب بن واقد نے، ان کو ابان بن عبداللہ بجلی نے، اس نے اس کو ذکر کیا ہے اس کی اسناد کے ساتھ اور اسی کے مفہوم کے ساتھ۔ ور ایک اور اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے جو کہ مجہول ہے۔ وہ مروی ہے ابان بن تغلب سے۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابومحمد جعفر بن عنبسہ کوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن حسن قریشی نے، ان کو احمد بن ابونصر سکونی نے ابان بن عثمان احمر سے، اس نے ابان بن تغلب سے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس سے، س نے علی بن ابوطالب ؓ سے، اس نے ذکر کیا ہے اس کو۔ اور کہا ہے کہ آپ ﷺ منیٰ کی طرف نکلے اور میں ان کے ساتھ تھا۔

حدیث سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ؓ اور وہ آواز جو مکہ میں ہاتف غیبی سے سُنی گئی ان دونوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے بارے میں

ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابواحمد محمد بن محمد حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق بن ابراہیم نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالاشعث نے، ان کو ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے، ان کو عبدالحمید بن ابوعیسیٰ بن خیر نے۔ اسی طرح کہا اور وہ عبدالحمید بن ابوعبس بن محمد بن خیر نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو یہ کہتے سنا جو جبل ابوقبیس پر رات کے وقت کہہ رہا تھا:

فان یسلم السعدان یصبح محمد بمکة لا یخشی خلاف المخالف

اگر دوسعد مسلمان ہو جائیں تو محمد ﷺ اس کیفیت میں ہوں گے کہ وہ کسی مخالف سے نہیں ڈریں گے۔

جب صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا کہ سعد کون ہیں۔ کیا سعد بن بکر یا سعد بن ہذیم؟ جب دوسری رات ہوئی تو لوگوں نے اسی ہاتف کو یہ کہتے سنا:

ایایاسعد سعد الاوس کن انت ناصرًا ویاسعد سعد الخزرجین الغطارف

اے سعد! قبیلہ اوس والے آپ کے مددگار بن جائیں۔ اور اے سعد قبیلہ خزرج والے۔

اجیبًا الی داعی الهدی و تمنیا علی الله فی الفردوس مُنیة عارف

فان ثواب الله للطالب الهدی جنان من الفردوس ذات رفارف

دونوں سعد تم ہدایت کی دعوت دینے والے کی بات مانو، اس کا جواب دو۔ اللہ پر جنت الفردوس میں عارف کی تمناؤں کی اُمید کرو۔ کیونکہ اللہ کا اجر وثواب طالب ہدایت کے لئے ہوتا ہے جو کہ جنت الفردوس کی صورت میں ہوتا ہے۔ وہ جنت جو قالینوں سے سجائی ہوئی ہے

جب صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا اللہ کی قسم یہ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ مراد ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۱۶۵/۳)

باب ۹۴

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور موسمِ حج میں جو انصار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ان کی اسلام پر بیعت

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل بن قطان نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عتبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے دادا نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو محمد بن فلیح نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب زہری سے نبی کریم ﷺ کے طائف کی طرف خروج کے قصہ میں۔ کہ رسول اللہ ﷺ مکے کی طرف واپس لوٹے جب موسم آ گیا تو انصار کی ایک جماعت نے آکر حج کیا۔ ان میں معاذ بن عفرا اور اسعد بن زرارہ اور رافع بن مالک اور ذکوان اور عبادہ بن صامت اور ابوعبدالرحمٰن بن ثعلبہ اور ابوالہیثم بن تیہان اور عویم بن ساعدہ تھے۔ حضور ﷺ ان لوگوں کے پاس آئے اور ان کو اپنی خبر بتائی اور یہ بھی کہ اللہ نے ان کو نبوت ورسالت کے شرف کے ساتھ چُن لیا ہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا۔

انہوں نے جب حضور ﷺ کا قول سنا تو اس کے ساتھ یقین کر لیا اور ان کے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو گئے جو کچھ انہوں نے حضور ﷺ کے منہ سے سنا تھا۔ اور انہوں نے اس کو پہچان لیا جو کچھ وہ اہلِ کتاب سے حضور ﷺ کی صفت سنتے رہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کر لی اور آپ کی اتباع کر لی۔ اور وہ اس طرح حضور ﷺ کے لئے خیر کے اسباب بن گئے جو آپ کے لئے اسباب بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے ہاں قبیلہ اوس وخزرج میں اختلاف ہے اور خون ریزی ہو رہی ہے اور ہم اس پر حریص ہیں۔ گویا ہماری شدید خواہش ہے اس کی جو اللہ نے آپ کو رشد سے نوازا ہے۔ ہم جذبہ خیر خواہی کے ساتھ آپ کے لئے کوشش کریں گے۔ اور ہم اپنی رائے سے

آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کا نام لے کر اپنی اسی حالت پر رک جائیں، ہم واپس جاتے ہیں اپنی قوم کے پاس ان کے آگے آپ کی حالت ذکر کرتے ہیں۔ اور ہم ان کو اللہ اور رسول کی طرف دعوت دیتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ ان کے درمیان صلح کرا دے اور ان کے معاملے کو اتفاق سے ہمکنار کر دے۔ آج ہم لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہیں اور ایک دوسرے سے بعید ہو گئے ہیں اور اگر آپ ابھی ہمارے پاس آ جائیں گے تو نہ تو ہمارے مابین صلح ہے نہ ہی ہماری جماعت ہے بلکہ ہم آپ کو آئندہ سال کا وعدہ دیتے ہیں۔

مدینۃ الرسول ﷺ میں خفیہ دعوت .... حضور ﷺ اس مشورے پر راضی ہو گئے اور وہ لوگ واپس چلے گئے اپنی قوم کے پاس۔ انہوں نے جا کر خفیہ طریقے پر ان کو دعوت دی اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا اور اس نبوت و رسالت کے بارے میں بتایا جس کے ساتھ اللہ نے ان کو مبعوث فرمایا تھا۔ اور انہوں نے ان کے سامنے قرآن پڑھ کر سنایا۔ یہاں تک بہت کم کوئی گھر باقی رہا ہوگا انصار کے گھروں میں مگر ہر گھر میں کچھ نہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے معاذ بن عفراء کو بھیجا اور رافع بن مالک کو یہ کہہ کر کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اپنی طرف سے کوئی آدمی بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور لوگوں کو کتاب اللہ کے ذریعے دعوت دے۔ وہ اس قابل ہوگا اور اس لائق ہوگا کہ اس کی اتباع کی جائے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی خفیہ دعوتِ اسلام .... کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے پاس حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو بھیجا جو بھائی تھے بنی عبدالدار بن قصی کے۔ وہ مدینے میں جا کر بنو تیم میں اسعد بن زرارہ کے پاس اُترے۔ انہوں نے جا کر خفیہ طریقے پر لوگوں میں دعوت چلائی اور اسلام پھیلایا اور اس کے ماننے والے زیادہ ہوئے۔ وہ اس سب کچھ کے باوجود سخت طریقے سے چھپا رہے تھے اپنے کام کو۔ پھر اسعد بن زرارہ وہ ابو امامہ تھے آئے اور مصعب بن عمیر۔ یہاں تک کہ وہ بیر بنو مرق پر آئے دونوں وہاں بیٹھ گئے اور انہوں نے انصار کے ایک گروہ کی طرف بندہ بھیجا۔ وہ لوگ خفیہ طریقے پر ان دونوں کے پاس آ گئے۔ جا کر دیکھا تو مصعب بن عمران سے باتیں کر رہے تھے اور ان کے آگے قرآن بیان کر رہے تھے۔ ان کے بارے میں سعد بن معاذ کو خبر ہوگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ اُسید بن حضیر کو، وہ ان کے پاس آئے اپنے طمطراق میں۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا آئے تو آ کر ان کے اوپر کھڑے ہو گئے اور ابو امامہ سے یعنی اسعد بن زرارہ سے کہنے لگے کہ تم ہمارے گھروں میں اس اکیلے آدمی کو جو مسافر ہے جو وہاں سے بھگایا ہوا ہے، کیوں لائے ہو؟ بلا وجہ ہمارے ضعیفوں کو یہ بے وقوف بنائے گا اور ان کو اپنی طرف دعوت دے گا۔ میں آج کے بعد تمہیں نہ دیکھوں کہ تم ہمارے پڑوس میں برائی کرو۔ چنانچہ یہ لوگ وہاں سے اٹھ گئے اور واپس چلے گئے۔

پھر وہ بعد میں دوسری بار پھر اسی جگہ بیر بنو مرق پر یا اس کے قریب لوٹ آئے پھر دوبارہ سعد بن معاذ کو پتہ چل گیا۔ وہ پھر ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آ کر پہلی بار سے زیادہ ان کو ڈرایا، دھمکایا۔ جب اسعد بن زرارہ نے اس کو کسی وقت نرم ہوتے دیکھا تو موقع پا کر اس سے بات کی۔ اس نے کہا اے میری خالہ کے بیٹے! آپ اس (آنے والے مہمان مسافر کی) بات تو سنیں۔ اگر آپ کوئی غلط اور بری بات سنیں تو آپ اس سے کوئی بہتر بات اس کو بتا دیں۔ اور اگر آپ اس سے حق اور سچ بات سنیں تو اس کی بات مان لیں۔ لہٰذا اس کے بھی دل کو یہ بات لگی اور اس نے کہا میاں تم کیا کہتے ہو؟ لہٰذا مصعب بن عمیر نے اس کے سامنے سورۃ الزخرف تلاوت کی۔

حٰمٓ والکتب المبین انا جعلنا قراٰنًا ٥ عربیًا لعلکم تعقلون

یہ سن کر سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے کہا میں نہیں سنتا مگر وہی جس کو میں سمجھتا ہوں۔ سعد بن معاذ واپس لوٹ گیا حالانکہ اللہ نے اس کو ہدایت دے دی تھی مگر اس نے ان دونوں کے سامنے اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا بلکہ اپنی قوم میں لوٹ آیا۔ اس نے بھی عبدالاشہل کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے آگے اس نے اسلام کو ظاہر کر دیا۔ اور کہا کہ جو تم میں سے اس میں شک کرے وہ اس سے زیادہ ہدایت والی چیز پیش کرے۔ اللہ کی قسم یہ ایسا معاملہ آ گیا ہے کہ جس میں گردنیں ماری جائیں گی۔ چنانچہ بنو عبدالاشہل مسلمان ہو گئے۔ سعد بن معاذ کے اسلام اور اس کی دعوت کے وقت۔ مگر صرف وہ جو قابلِ ذکر نہ ہو۔ لہٰذا سعد بن معاذ کا گھرانہ انصار کے گھرانوں میں سے وہ پہلا گھرانہ تھا جو پورے کا پورا مسلمان

ہوگیا تھا۔ اس کے بعد بنونجار نے مصعب بن عمیر کو نکال دیا اور اسعد بن زرارہ پر تشدد کیا تو پھر مصعب بن عمیر بھی سعد بن معاذ کی طرف منتقل ہو گئے پھر وہیں انہی کے پاس رہے اور امن کے ساتھ دعوت دیتے رہے۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر ہدایت جاری کی۔ یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں سے کم ہی کوئی گھر باقی رہا ہوگا مگر ہر گھر سے انصار کے اشراف مسلمان ہو گئے۔ اور عمرو بن جموح مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بت خود توڑ دیئے اور مسلمان اہلِ مدینہ میں زیادہ عزت سے رہنے لگے اور مصعب بن عمیر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گئے آپ مقری کہلاتے تھے (قاری اور معلم)۔ اور ابن شہاب نے کہا کہ مصعب پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینے میں مسلمانوں کے لئے جمعہ قائم کیا تھا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے۔

اور اسی طرح ذکر کیا ہے موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے انصار کا قصہ خرجہ اولیٰ میں۔

اور اس کو ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے اپنے شیوخ سے زیادہ کامل اس کے ذکر سے اور ابن اسحٰق نے گمان کیا ہے کہ مصعب پہلا شخص تھا جو انصار کے اس گروہ سے پہلے بھی ملا تھا جو موسم میں مکہ آئے تھے جن میں اسعد بن زرارہ بھی تھے پھر واپس لوٹ گئے تھے۔ پھر جب آئندہ سال جو موسم آیا تو انصار کے بارہ آدمی آئے تھے اور انہوں نے عقبہ میں حضور ﷺ سے ملاقات کی تھی اور حضور ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی اسی کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ ان بارہ میں اسعد بن زرارہ بھی تھے اور عبادہ بن صامت بھی۔ پھر انہی لوگوں کے ساتھ یا بعد میں حضور ﷺ نے مصعب بن عمیر کو بھیجا تھا۔

نیز ہم اللہ کے حکم کے ساتھ اس قصے کو مکمل طور پر نقل کریں گے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحٰق بن یسار سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے نبی کو عزت عطا کرنے کا اور ان کے ساتھ کئے گئے وعدے کو پورا کرنے کا تو حضور موسمِ حج میں دعوت دینے کے لئے نکلے جس میں انصار کی ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنے آپ کو قبائل عرب کے آگے پیش کیا تھا حسبِ عادت جیسے آپ پہلے بھی ہر موسم حج میں کرتے تھے۔ اتفاق سے اس وقت آپ ﷺ عقبہ کے پاس تھے آپ کی ملاقات بنو خزرج کے آٹھ نو افراد سے ہوئی۔ اللہ نے جن کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے شیوخ سے۔ انہوں نے کہا جب ان کو رسول اللہ ﷺ ملے تو آپ نے ان سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے بتایا ہم لوگ بنو خزرج میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ لوگ یہود کے موالی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آپ لوگ بیٹھیں گے میں آپ سے کلام کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جی ہاں ہم بیٹھیں گے۔

یہود نبی مبعوث کے انتظار میں تھے .... کہتے ہیں کہ وہ لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان پر قرآن تلاوت کیا۔ یہ بات اس کے اسلام لانے میں معاون ثابت ہوئی کہ یہود ان کے شہروں میں ان کے ساتھ رہتے تھے اور وہ اہل کتاب تھے اور اہلِ علم تھے۔ اور اوس و خزرج اہلِ شرک تھے بتوں کے پجاری تھے۔ یہ لوگ اس پوزیشن میں تھے کہ جب ان کے درمیان کوئی بات ہو جاتی تو یہود ان سے کہتے اب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اس کی بعثت کا وقت ہو چکا ہے، ہم لوگ اس کی اتباع کریں گے اور ہم لوگ اس نبی کے ساتھ مل کر تم لوگوں کو قتل کریں گے قوم عاد ارم کے قتل کی طرح۔ حضور ﷺ نے جب ان لوگوں کے گروہ سے بات چیت کی اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی تو وہ ایک دوسرے سے کہتے تھے اے قوم یقین کرو اور جان لو کہ اللہ کی قسم یہی وہ نبی ہے جس کے بارے میں یہودی تمہیں ڈراتے رہتے ہیں۔ لہٰذا یہودی اس کی طرف تم سے کسی طرح سبقت نہ کر جائیں۔ انہوں نے نبی کی بات مان لی اور آپ کی طرف سے دعوت الی اللہ کی اجابت کر لی اور آپ ﷺ نے ان کے آگے جو اسلام پیش کیا تھا انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا بے شک ہم لوگوں نے اپنی قوم کو

چھوڑ دیا ہے کوئی قوم ایسی نہیں جن کے مابین اس قدر عداوت ہو اور اس قدر بُرائی ہو جس قدر ہماری قوم میں ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کی وجہ سے اکٹھا کر دے اور ان کو متحد کر دے۔ ہم ابھی اُن کے پاس جاتے ہیں اور ان کے آپ کے معاملے کی دعوت دیتے ہیں اور ہم ان پر وہ سب کچھ پیش کرتے ہیں جس کی ہم نے اس دین میں سے آپ کی اجابت کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے اوپر متحد کر دے تو آپ ﷺ سے زیادہ مضبوط کوئی آدمی نہیں ہوگا۔

اس کے بعد وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے واپس لوٹ گئے اپنے شہروں کی طرف ،حالانکہ وہ ایمان لا چکے تھے اور تصدیق کر چکے تھے۔ (اہلِ سیرت) کے خیال میں وہ چھ فراد تھے بنو خزرج میں سے، ان میں سے کچھ خزرج میں سے تھے اور کچھ بنو نجار میں سے۔ اسعد بن زرارہ یعنی ابوامامہ اور عوف بن مالک بن رفاعہ اور رافع بن مالک بن عجلان اور قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور عقبہ بن زیاد اور جابر بن عبداللہ۔ ان کا نسب بھی مذکور ہے مگر میں نے اس کو مختصر کر دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ واپس مدینے پہنچے اپنی قوم کے پاس تو انہوں نے ان کے آگے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا۔ حتیٰ کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر باقی نہ رہا، گھر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ ہونے لگا۔ جب اگلا سال آیا تو موسم میں انصار کے بارہ آدمی روانہ ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی عقبہ میں (گھاٹی)۔ یہی عقبہ اُولیٰ ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی جیسے قرآن میں عورتوں سے بیعت کی شرائط مذکور ہیں۔ یہ جنگ کی ان پر فرضیت نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

اسعد بن زرارہ اور عوف اور معاذ حارث کے بیٹے اور رافع بن مالک اور ذکوان بن عبد قیس اور عبادہ بن صامت اور یزید بن ثعلبہ، عباس بن عبادہ بن نضلہ اور عقبہ بن عامر اور قطبہ بن عامر اور ابوالہیثم بن تیہان اور عویم بن ساعدہ جو ان کے حلیف تھے (یہ بارہ مذکورہ افراد تھے)۔
(ابن ہشام ۲/ ۳۷۔۴۱)

(۳) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری اسفرائنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو نصر بن علی نے، ان کو وہب بن جریر نے حازم سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہمارے والد نے محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عاصم بن عمر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ایک آدمی نے ان کی قوم میں سے کہ ان میں سے ایک گروہ نے جمرے کی رَمی کی۔ اس کے بعد وہاں سے چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ سامنے آ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس کے بعد راوی نے حدیث کو ذکر کیا ہے روایت یونس کے مفہوم کے ساتھ مگر اس میں چھ شمار کیا گیا ہے عوف بن عفراء اور معاذ بن عفراء کو عوف بن مالک اور عتبہ بن عامر کے بدلے میں۔

بیعت نساء کے الفاظ پر بیعت .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یزید بن ابوحبیب نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے۔ اس نے ابوعبداللہ صنابحی سے، اس نے عبدالرحمن بن عُسیلہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبادہ بن صامت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیلۃ العقبہ اولیٰ میں اور ہم بارہ آدمی تھے۔ میں ان بارہ میں سے ایک تھا۔ ہم نے ان کی بیعت کی تھی بیعت نساء کی طرح ان شرائط پر کہ ہم لوگ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کریں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، ہم اپنی اولادوں کو قتل نہیں کریں گے اور ہم دیدہ و دانستہ افتراء اور بہتان نہیں باندھیں گے اور کسی نیکی میں ہم حضور ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ یہ بیعت جہاد کی فرضیت سے پہلے تھی کہ اگر تم نے یہ شرائط پوری کر لیں تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے بیعت کرنے پر دھوکہ کیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حسن بن ربیع نے، ان کو ابن ادریس نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو یزید بن ابوحبیب نے، ان کو مرثد بن عبداللہ یزنی نے عبدالرحمن بن عسیلہ صنابحی سے، ان کو عبادہ بن صامت نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بارہ افراد تھے عقبہ اولیٰ میں (بیعت کرنے والے)۔

اس نے حدیث ذکر کی ہے مذکور کی مثل مگر اس نے یہ بات نہیں کی کہ یہ واقعہ جنگ کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ اور اس کو ذکر کیا ہے جریر بن حازم نے ابن اسحاق سے۔

(۶) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن محمد صیدلانی نے اور محمد بن نعیم نے اور محمد بن شاذان نے اور احمد بن سلمہ نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو لیث نے یزید بن ابوحبیب سے، اس نے ابوالخیر مرثد سے، اس نے صنابحی سے، اس نے عبادہ بن صامت سے کہ میں نے کہا بے شک ان نقیبوں میں سے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے بیعت کی تھی ان شرائط پر کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے اور ہم کسی نفس کو قتل نہیں کریں گے جس کو اللہ نے قتل کرنا حرام کیا ہے (مگر حق کے مطابق)۔ اور لوٹ مار (ڈاکہ زنی کرنا) نہیں کریں گے، اور نافرمانی نہیں کریں گے جنت کے بدلے میں اگر ہم کریں گے اور اگر ہم ان امور ممنوعہ میں سے کسی شے کا ارتکاب کریں گے تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہوگا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور مسلم نے صحیح میں قتیبہ بن سعید سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو نصر بن علی نے، ان کو وہب نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عاصم بن عمر بن قتادہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھیجا تھا ان کے جانے کے بعد اور ان لوگوں نے حضور ﷺ کی طرف لکھا تھا کہ اسلام تحقیق ہمارے اندر پھیل چکا ہے آپ اپنے ساتھیوں میں سے ہماری طرف کسی آدمی کو بھیجیں جو ہمیں قرآن پڑھائے اور اسلام میں ہمیں سمجھ دے۔ اور ہمیں اس کی سنتوں اور اس کے طریقوں کے لئے تیار کرے اور نماز میں ہماری امامت کرے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر کو بھیجا۔ مصعب بن عمیر ابوامامہ اسعد بن زرارہ کے پاس اترتے تھے اور مدینے میں ان کا نام مقری پڑ گیا تھا اور ابوامامہ ان کو انصار کے گھروں میں لے جاتے تھے وہ ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور ان میں سے جو مسلمان ہو جاتا اس کو دین کی سمجھ دیتے۔ (ابن ہشام ۴۲/۲)

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن ابوبکر نے اور عبداللہ بن مغیرہ بن معیقیب نے۔ یہ کہ اسعد بن زرارہ مصعب بن عمیر کو ساتھ لے کر آ نکلے اور ان کو دار بنوظفر میں لے آئے اور دار بنی عبدالاشہل میں۔ لہٰذا دونوں گھرانوں میں سے جو مسلمان تھے وہ دونوں کے پاس آئے اور سعد بن معاذ نے ان دونوں کے بارے میں سنا۔ (ابن ہشام ۴۳/۲)

(۸) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، ان کو حدیث بیان کی یزید بن ابوحبیب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے واپس ہٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجا۔

معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے .... عاصم بن عمر بن قتادہ سے یہ کہ مصعب بن عمیر ان لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ اوس اور خزرج ناپسند کرتے تھے کہ بعض ان کے بعض کی امامت کریں۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے اور عبداللہ بن مغیرہ بن معیقیب نے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعب بن عمیر کو اس گروہ کے ساتھ بھیجا

مدینے کی طرف، جو بارہ افراد پر مشتمل تھا جنہوں نے عقبہ اولیٰ میں حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ مصعب اہل مدینہ کو دین سمجھاتے تھے اور ان کو قرآن پڑھاتے تھے۔ کہا کہ عبداللہ بن ابوبکر کہتے تھے میں نہیں جانتا کہ عقبہ اولیٰ کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا جی ہاں میری بقا کی قسم۔ البتہ تحقیق تھی عقبہ اور عقبہ (یعنی اولیٰ اور ثانیہ)۔ ان دونوں نے کہا مصعب کا ٹھکانہ اسعد بن زرارہ کے پاس تھا اور سوائے اس کے نہیں کہ مدینے میں ان کا نام مقری پڑ گیا تھا۔ ایک دن اسعد بن زرارہ آپ کو ساتھ لے کر دار بنی عبدالاشہل کی طرف چلے اور اسے ساتھ لے کر ایک باغ میں گئے بنوظفر، یہ بنوظفر کی بستی تھی۔ بنی اشہل کی بستی کے پیچھے یہ دونوں چچا کے بیٹے تھے اس جگہ کو بیر مرق کہتے تھے۔ ان دونوں کے بارے میں سعد بن معاذ نے سنا اور ان کی خالہ کے بیٹے تھے اسعد بن زرارہ۔ انہوں نے اسید بن حضیر سے کہا کہ آپ، اسعد بن زرارہ کے پاس جائیں اس کو ہم سے روکو کہ وہ ہم سے اس خیر کو روک دے۔ جس کو ہم ناپسند کریں۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس مسافر آدمی کو لے کر آ گیا ہے اپنے ساتھ اور اس کے ذریعہ ہمارے کم سمجھ لوگوں کو پاگل بناتا ہے اور ہمارے کمزوروں کو بھی۔ اگر اس کے اور میرے درمیان قرابت نہ ہوتی تو میں خود ہی کچھ کر لیتا تمہیں کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

اس کے بعد اُسید بن حضیر نے حربہ اٹھایا پھر باہر نکل گیا حتیٰ کہ ان دونوں کے پاس آیا۔ جب اسعد بن زرارہ نے اسے دیکھا تو انہوں نے مصعب بن عمیر سے کہا اللہ کی قسم یہ اپنی قوم کا سردار ہے جو تمہارے پاس آ رہا ہے۔ اللہ کے لئے اس کے بارے میں آزمائش برداشت کیجئے۔ کہنے لگے اگر وہ بیٹھے تو میں اس سے بات کروں گا۔ لہٰذا وہ ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے بڑبڑاتے ہوئے۔ اور کہنے لگا اے اسعد! کیا ہو گیا ہمیں اور کیا ہو گیا ہے تجھے، کہ تم اس مسافر کو ہمارے پاس لے کر آ گئے ہو کہ اس کے ساتھ ہمارے کم عقل کم عقلی کرتے ہیں اور ہمارے ضعفاء بھی۔ انہوں نے جواب دیا کیا آپ بیٹھیں گے اور سنیں گے؟ اگر آپ کو کوئی بات اچھی لگے تو اس کو قبول کر لینا اور اگر آپ اس کو ناپسند کریں تو آپ اپنے آپ سے رد کر دینا۔ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے تم لوگوں نے انصاف کی بات کی ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے نیزے کو زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گیا۔ لہٰذا جب مصعب بن عمیر نے اس کی بات شروع کی اور اس کے آگے اسلام پیش کیا اور اس کے آگے قرآن مجید تلاوت کیا۔ پس اللہ کی قسم ہم نے اس کے چہرے پر اسلام پہچان لیا اس کے کلام کرنے اور بولنے سے پہلے، اس کے نرم پڑنے سے۔ اس کے بعد کہنے لگے کس قدر اچھا ہے یہ کلام اور کس قدر خوبصورت ہے۔ تم لوگ کیا کرتے ہو جب اس دین میں داخل ہوتے ہو؟ دونوں نے بتایا کہ آپ غسل کریں اور اپنے کپڑے پاک کریں اور پھر آپ شہادت دیں دین حق کی شہادت، اور آپ دو رکعت پڑھیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

اسید بن حضیر کا چہرہ بدل چکا ہے.......... اس کے بعد ان دونوں سے کہا میرے پیچھے میری قوم میں ایک آدمی ہے اگر وہ تمہاری تابعداری کر لے تو اس کے بعد کوئی بھی تمہاری مخالفت نہیں کرے گا۔ اس کے بعد وہ روانہ ہو کر سعد بن معاذ کے پاس گئے۔ جب ان کو سعد بن معاذ نے دیکھا آتے ہوئے کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے پاس اُسید بن حضیر آ رہا ہے واپس۔ مگر اس رُخ سے نہیں جس کے ساتھ گیا تھا، چہرہ بدل چکا ہے۔ کیا کہا آپ نے اے اسید؟ اس نے کہا ان دونوں کو ڈانٹا ہے۔ مگر اطلاع یہی پہنچی ہے کہ بے شک بنوحارثہ ارادہ کر رہے ہیں کہ وہ اسعد بن زرارہ کو قتل کر دیں تاکہ وہ اس میں آپ کے ساتھ بدعہدی کریں کیونکہ وہ آپ کی خالہ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ یہ سنتے ہی اس کی طرف سعد غصے سے کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے ان کے ہاتھ سے ڈھال پکڑ لی اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم میں نہیں دیکھتا کہ آپ نے کوئی فائدہ بھی دیا ہو۔ اس کے بعد وہ نکل گئے۔ جب اسعد بن زرارہ نے اس کو دیکھا کہ وہ ان دونوں کے سامنے آ گیا ہے تو اسعد نے مصعب سے کہا اللہ کی قسم یہ وہی سردار ہے جو اس کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کی قوم کا اگر یہ آپ کی اتباع کر لے تو کوئی بھی آپ کی مخالفت نہیں کرے گا اس کی قوم میں سے۔ اس کے بارے میں اللہ سے دعا کریں۔ مصعب نے کہا اگر مجھ سے سنے تو میں اس سے کلام کروں گا۔ جب سعد بن معاذ آ کر ان دونوں پر کھڑا ہو گیا تو کہنے لگا اے اسعد! کیا ہوا تم نے ایسا کام کیوں کیا ہے جو مجھے ناپسند ہے جس سے مجھے ناگواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ خبردار!

اگر میرے اور تیرے درمیان قرابت نہ ہوتی تو آپ مجھ سے اس کے بارے میں کوئی توقع نہیں رکھ سکتے تھے مگر اسعد نے اس سے کہا کیا آپ بیٹھیں گے نہیں اور سنیں گے نہیں؟ آپ بیٹھیں اور سنیں اگر کوئی بات آپ کو پسند آئے تو اس کو قبول کر لیں اور اگر آپ کو بری لگے تو اس کو ختم کر دیں آپ اس کو نہ مانیں۔ اس کے بعد سعد بن معاذ کہنے لگے ٹھیک ہے، تم دونوں نے مجھ سے انصاف کیا ہے۔ اس نے اپنی تلوار یا نیزہ گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کے آگے قرآن تلاوت کیا۔ اللہ کی قسم ہم نے اس کے بولنے سے قبل ہی چہرے پر اسلام کو پہچان لیا کیونکہ اس کا چہرہ نرم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کس قدر اچھا ہے (اسلام دین قرآن)۔ تم لوگ کیا کرتے ہو جب اس دین میں داخل ہوتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا کہ آپ غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیں اور حق کی شہادت دیجئے دو رکعت پڑھ لیجئے۔ چنانچہ سعد بن معاذ اٹھے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ اٹھے اپنی تلوار اُٹھائی اور اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب اسے بنو عبد الاشہل کے لوگوں نے آتے دیکھا تو کہنے لگے اللہ کی قسم سعد تمہاری طرف آرہے ہیں مگر اس کے چہرے کے ساتھ ہیں جس کے ساتھ تم سے گئے تھے۔ جب گئے تو جا کر کھڑے ہو گئے ان کے سامنے۔ اور کہنے لگے اے بنی عبد الاشہل تم لوگ مجھے اپنے اندر کیسا آدمی سمجھتے ہو اور جانتے ہو؟ وہ آپ کو اچھا آدمی جانتے ہیں۔ آپ ہم سے بہتر ہیں ہم سے افضل ہیں آپ ہمارے اندر صاحب رائے ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں کے ساتھ میرا کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم لوگ اللہ وحدہٗ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور محمد ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اللہ کی قسم اس دن شام ہونے سے پہلے پہلے دار بنی عبد الاشہل کا ہر ہر بندہ مسلمان ہو گیا خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس واپس لوٹ گئے۔

اسی طرح یہ ہے یونس نے اپنی روایت میں کہ مصعب اسعد کے پاس ٹھہرے رہے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر باقی نہ رہا مگر اس میں مرد بھی اور عورتیں بھی مسلمان ہو گئے۔ صرف وہ لوگ باقی رہے جو دار بنی امیہ بن زید میں تھے اور خطمہ اور وائل اور واقف۔ اس کے بعد مصعب بن عمر مکہ واپس لوٹ گئے۔

مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ قائم کرنے والا .... اور ہم نے روایت کی ہے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے ابن شہاب زہری سے یہ کہ مصعب بن عمیر پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینے میں مسلمانوں کے لئے جمعہ قائم کیا مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل۔

(۹) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس نے ابن اسحٰق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن ابی امامہ بن سہل نے، اس نے اپنے والد سے، ان کو حدیث بیان کی عبد الرحمن بن کعب بن مالک نے، وہ کہتے ہیں جب میرے والد کی بینائی رک گئی تو میں ان کو لے کر چلتا تھا۔ میں جب ان کو لے کر جمعہ کے لئے نکلتا اور وہ جمعہ کی اذان سنتے تو ابو امامہ کے لئے استغفار کرتے یعنی اسعد بن زرارہ کے لئے۔ میں کچھ دیر رک کر ان سے اس استغفار کو سنتا۔ میں نے بھی اس بات کا ذکر چھیڑا تو انہوں نے کہا اے بیٹے! حضرت اسعد پہلے شخص تھے جو نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل ہمیں جمعہ پڑھاتے تھے نشیبی زمین پر مقام حرہ بنی بیاضہ میں نقیع الخضمات میں (جگہ کا نام ہے)۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے لوگ ہوتے تھے؟ انہوں نے بتایا چالیس افراد ہوتے تھے۔

میں نے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ یہ ابن شہاب کے قول کے مخالف نہ ہو۔ گویا کہ مصعب نے ان کو جمعہ پڑھایا ہو بیر معونہ کے مقام پر اسعد بن زرارہ سمیت۔ لہٰذا کعب نے اس کی نسبت خود اسعد کی طرف کر دی ہو۔ واللہ اعلم (ابن ہشام ۴۲-۴۳۔ طبقات ابن سعد ۱: ۲۱۹)

☆☆☆

باب ۹۴

ذکر (بیعت) عقبہ ثانیہ اور موسم حج میں ان انصار کا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرنا جو اس وقت مدینے سے آکر موجود ہوئے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے دفاع کی بیعت کرنا کہ وہ آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جیسے وہ اپنے نفسوں اور مالوں کی کرتے ہیں

(طبقات ابن سعد ۲۱۹/۱۔ تاریخ طبری ۳۶۱/۲)

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد مقری اسفرائنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو عبد الاعلی بن حماد نے، ان کو عطار نے، ان کو ابن خثیم نے ابن زبیر محمد بن مسلم سے کہ اس نے ان کو حدیث بیان کی ہے جابر بن عبد اللہ انصاری سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے میں اس لئے رہے کہ آپ موسم حج میں حاجیوں کے ٹھکانوں پر جا جا کر ان کے پیچھے کبھی بازار مجنہ میں، کبھی بازار عکاظ میں، کبھی منیٰ میں ان سے کہتے کہ کون ہے جو مجھے اپنے پاس جگہ دے۔ اور میری مدد کرے تاکہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچاؤں اس کے بدلے اس کو جنت ملے گی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کوئی ایسا انسان نہیں پاتے جو آپ کو جگہ دیتا اور آپ کی مدد کرتا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے ساتھی کو وہاں سے اُٹھا کر دور لے جاتا ہے خواہ وہ مصر کا ہو یا یمن کا۔ اور وہ اپنی قوم کے پاس جاتا اور کہتا کہ قریشی جوان سے بچ کر رہنا وہ کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے۔ حضور ﷺ ان لوگوں کے سامان میں سواریوں میں گزرتے جاتے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دیتے جاتے۔ لوگ آپ ﷺ کی طرف اُنگلیاں اُٹھاتے۔

جابر کہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ نے ہم لوگوں کو یثرب سے بھیجا۔ ایک ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس جاتا ان کے ساتھ ایمان لے آتا اور آپ اس کو قرآن پڑھا دیتے۔ وہ آدمی اپنے گھر میں جا کر اسلام کی دعوت چلاتا یہاں تک کہ وہ لوگ مسلمان ہو جاتے۔ اس کے اسلام کی وجہ سے یہاں تک کہ یثرب میں کوئی گھر باقی نہ رہا مگر اس میں مسلمانوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جو اسلام کو غالب کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہم لوگوں کو اٹھایا ہم نے باہم مشورہ کیا اور ہم لوگ ستر آدمی اکٹھے ہو گئے۔ ہم نے سوچا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو اس حال پر چھوڑیں گے کہ وہ کے کے پہاڑوں میں پھرتے رہیں اور ڈرتے پھریں۔ لہٰذا ہم لوگ روانہ ہو کر مکہ پہنچے موسم حج میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شعب عقبہ میں ملنے کا وعدہ دیا۔ ہم لوگ اس میں جمع ہو گئے ایک ایک دو دو آدمی کر کے۔ یہاں تک کہ ہم پورے جمع ہو گئے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے ساتھ کن شرائط پر بیعت کریں۔

بیعت کی شرائط .... حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان شرائط پر بیعت کرو:

۱۔ سمع واطاعت کی بیعت (سننے اور اطاعت کرنے کی)۔ خوشی میں بھی اور غمی میں بھی۔

۲۔ اور نفقہ پر بیعت کریں (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے)۔ تنگ دستی میں بھی اور آسودہ حالی میں بھی۔

۳۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بیعت کریں (یعنی نیکی اور اچھائی کی تلقین کرتے رہیں گے اور برائی سے غلط کام سے روکتے رہیں گے)۔

۴۔ اور یہ کہ اللہ کی بات کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے اور اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔
۵۔ اور اس شرط پر آپ لوگ میری نصرت کریں گے جب میں آپ لوگوں کے پاس آ جاؤں گا یثرب میں۔ اور میری حفاظت کرو گے ہر اس امر سے جس سے تم اپنی جانوں کی حفاظت کرو گے۔ اور جس سے تم اپنی بیبیوں کی اور بیٹیوں کی حفاظت کرو گے۔ اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہوگی۔

(حضور ﷺ کی یہ شرائط سننے کے بعد ہم نے ان شرائط کو دل وجان سے قبول کیا اور) ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ (حضور ﷺ نے بیعت کے لئے ہاتھ اُٹھایا تو) اسعد بن زرارہ نے جو کہ ہم سب ستر افراد میں سے چھوٹے تھے میں ان سے بھی چھوٹا تھا انہوں نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ذرا رک جائیں۔ اے اہل یثرب، ہم لوگوں نے اپنی سواریوں کے جگر نہیں مارے مگر اس لئے کہ ہم جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ آج ان کو یہاں سے نکال کر لے جانا تمام عرب سے ان کو جدا کرنا ہے اور خود بھی تمام عرب سے جدا ہونا ہے اور اپنے معزز لوگوں کو قتل کروانا ہے۔ اگر تمہیں تلواریں کاٹ دیں (تو گھبراؤ نہیں) بہر حال تم تو ایسی قوم ہو جو تلواروں کی کاٹ پر صبر کرتے ہو، وراسے برداشت کرتے ہو جب تمہیں تلواریں چھوتی ہیں۔ اور اپنے اچھے لوگوں کے قتل پر صبر کرتے ہو اگر چہ تمہارے بہترین لوگ قتل بھی ہو جائیں اور اگر چہ تمہیں پورے عرب والے چھوڑ دیں تو بھی صبر کرو۔ بس اس سب کچھ کا اجر اللہ پر چھوڑ دو اور اسی سے اجر لو۔ اور اگر تم اپنے نفسوں کا خوف رکھتے تو پھر ان (محمد ﷺ) کو یہیں چھوڑ دو۔ یہ بات تمہارے لئے اللہ کے نزدیک عذر معقول ہوگی (اور اگر بعد میں بے وفائی کرو تو اللہ بھی معاف نہیں کرے گا)۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے کہا اے اسعد بن زرارہ آپ ہاتھ لمبا کریں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ بس اللہ کی قسم ہم لوگ آج کی بیعت کو نہ تو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ہم اس کو آئندہ پر ٹال سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہم کھڑے ہوئے اور بیعت شروع کی ایک ایک کر کے آپ ہم سے مذکورہ شرائط منواتے جاتے اور اس پر جنت دیتے جاتے (یعنی وعدۂ جنت)۔ (مسند احمد ۳/۳۳۹-۳۴۰)

(۲) اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل المقری نے، اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن ابراہیم نے ان کو محمد بن یحییٰ بن ابوعمر عدنی نے ان کو یحییٰ بن سلیمان بن ابن خثیم نے، اس نے ابوزبیر سے، اس نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، اس نے حدیث ذکر کی اسی کے مفہوم میں۔ ہاں مگر اس نے وسط حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے بھتیجے میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں جو تیرے پاس آئے ہیں۔ بیشک میں اہل یثرب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہم میں سے ایک دو آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ عباس نے جب ہمارے چہروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہی لوگ ہیں جن کو میں نہیں جانتا، یہ نئے لوگ ہیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم کس چیز پر آپ کے ساتھ بیعت کریں۔ حضور ﷺ نے وہ باتیں ذکر کیں۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحٰق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو معبد بن کعب بن مالک القین نے جو بھائی تھے بنوسلمہ کے، اپنے بھائی عبداللہ سے، اس نے اپنے والد کعب بن مالک سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس حج کے لئے نکلے جس میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی عقبہ میں اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ۔ اور ہمارے ساتھ براء بن معرور تھے جو ہمارے سردار تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم ظاہر بیداء میں تھے تو انہوں نے کہا اے لوگو! تم لوگ اچھی طرح جان لو کہ میں نے ایک رائے قائم کی ہے۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ اس پر موافقت کرو گے یا نہیں کرو گے۔ ہم لوگوں نے کہا وہ کیا ہے اے ابوبشر؟ اس نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اس عمارت کی طرف نماز پڑھا کروں اور اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے نہ دیکھوں (یعنی کعبے کو)۔ ہم نے کہا کہ نہیں ایسا نہ کرنا اللہ کی قسم ہمیں جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ شام کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اسی کی طرف ہی منہ کر کے پڑھوں گا۔ چنانچہ جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ کعبے کی طرف منہ کر لیتے اور ہم لوگ شام کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مکے میں آ گئے۔ مجھ سے براء نے کہا، اے بھتیجے!

ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چل۔ میں حضور ﷺ سے سوال کروں گا اس بارے میں جو کچھ میں نے اپنے سفر میں کیا میں اپنے دل میں تمہارے خلاف کر کے کچھ محسوس کرتا ہوں۔ لہٰذا ہم لوگ نکل آئے حضور ﷺ سے پوچھنے کے لئے۔ ہم لوگ وادی ابطح میں ایک بندے سے ملے۔ ہم نے اس سے پوچھا کیا آپ ہمیں محمد بن عبدالمطلب ﷺ کے بارے میں بتائیں گے؟ اس نے پوچھا کیا تم ان کو پہچان لو گے؟ اگر تم ان کو دیکھو ہم نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم ہم ان کو نہیں پہچانیں گے کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! کیونکہ ہم اس کو پہچانتے تھے اس لئے کہ وہ تجارت کے لئے ہمارے ہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس آدمی نے بتایا کہ تم جب مسجد میں داخل ہو تو عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھنا اس کے ساتھ جو ہوگا وہ محمد ﷺ ہوں گے۔

براء بن معرور دربار نبوی میں .... کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں گئے۔ ہم نے دیکھا کہ عباس رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے سلام کیا اس کے بعد ہم بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے عباس سے پوچھا ان آدمیوں کو آپ پہچانتے ہیں اے ابوالفضل؟ انہوں نے کہا جی ہاں! یہ براء بن معرور ہے اپنی قوم کا سردار، اور یہ دوسرا کعب بن مالک ہے۔ اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کو نہیں بھولا "اشاعر" (یعنی کعب بن مالک شاعر)۔ براء نے ان سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے اس سفر میں ایک رائے قائم کی۔ اور میں نے چاہا کہ آپ سے اس بارے میں پوچھ لوں تاکہ آپ مجھے اس بارے میں بتائیں جو کچھ میں نے سفر میں کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے یہ سوچا کہ میں نماز میں کعبے کو پیٹھ نہ کروں لہٰذا میں نے اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تم قبلے پر ہی تھے اگر آپ منہ کرتے رہتے اسی پر۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے قبلے کی طرف رجوع کر لیا اور اس کے گھر والے کہتے تھے کہ وہ اسی پر مرے تھے۔ اور ہم ان کو خوب جانتے ہیں تحقیق وہ رجوع کر چکے تھے قبلہ رسول کی طرف اور انہوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی شام کی طرف۔

اس کے بعد ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعدہ دیا عقبہ کا قیام تشریق کے وسط میں بیعت کے لئے اور ہم لوگ ستر افراد تھے۔ اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن حزام ابوجابر تھے۔ حالانکہ وہ اپنے شرک پر تھے، ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم تیرے ساتھ اُنس ورغبت رکھتے ہیں اگر آپ اسی حالت پر مر گئے جس پر ہو تو تُو اسی آگ کا ایندھن ہوگا۔ بے شک اللہ نے ایک رسول بھیج دیا ہے جو اللہ کی عبادت کی بات کرتا ہے اور تیری قوم کے بہت سے افراد مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے لئے وعدہ دے دیا ہے چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے پاک کئے اور بیعت کے لئے ہمارے ساتھ حاضر ہو گئے لہٰذا وہ بھی نقیب تھے۔

جب وہ رات ہو گئی جس رات کا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منیٰ میں وعدہ دیا تھا۔ اول حصے رات میں ہم گئے اپنی قوم کے ساتھ۔ جب لوگ گہری نیند سو گئے تو ہم لوگ قریش سے چھپ کر ایسے کھسک گئے جیسے قطا پرندہ چھپ کر جاتا ہے۔ جب ہم عقبہ میں جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آ گئے آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا جس کا موجود ہونا وہ پسند کرتے اپنے بھتیجے کے ساتھ۔ لہٰذا چچا عباس نے پہلے کلام کیا اور کہا۔

حضور ﷺ سے پہلے حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا انصار کے وفد سے بات کرنا

اے جماعت خزرج! سوائے اس کے نہیں کہ عرب نام رکھتے تھے اس قبیلے انصار میں سے اوس اور خزرج۔ بیشک محمد ﷺ ہم میں سے ہیں اور ایسے مقام پر ہیں جس کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ اپنی قوم سے تحفظ میں ہیں اور اپنے شہروں میں۔ ہم نے اس کو اس کے شایانِ شان تحفظ فراہم کیا ہے بالکل اسی طرح جیسے ہمارے اندر اس کا مقام ہے ہماری نظروں میں مگر اس نے انکار کر دیا ہے مگر تمہاری طرح انقطاع کو پسند کیا ہے اور تمہاری دعوت کو ترجیح ہے۔ اب اگر تم لوگ دیکھتے ہو کہ تم اس کے ساتھ وہ بات پوری کرو گے جس کی طرف تم نے اسے بلایا ہے پھر تم ہی اس کے ذمہ دار ہو گے جو تم نے ذمہ داری اپنے اُوپر ڈالی ہے۔ اور اگر تم لوگوں کو اپنے نفسوں کی طرف سے کسی طرح کے دھوکہ اور بے وفائی کا ڈر ہو تو اس کو اس کی قوم کے پاس رہنے دو۔ یہ اپنی قوم اور اپنے کنبے قبیلے کے تحفظ میں ہیں (اس کو یہاں پر کوئی خطرہ نہیں)۔ ہم نے کہا کہ ہم نے سن لیا ہے

آپ نے جو کچھ بھی کہا ہے۔آپ بات شروع کیجئے یارسول اللہ! اب رسول اللہ ﷺ نے کلام شروع کیا اور آپ نے اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی اور اسلام کی ترغیب دلائی۔ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ ایمان لاکر آپ ﷺ کی اجابت کی اور آپ کی تصدیق کی اور ہم نے ان سے کہا یارسول اللہ! آپ اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے وعدہ لیجئے اور بیعت لیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہاری بیعت لیتا ہوں اس شرط پر کہ تم لوگ میرا تحفظ کرو گے ان تمام چیزوں سے جن سے تم اپنی اولادوں اور اپنی عورتوں کا تحفظ کرتے ہو۔

چنانچہ آپ ﷺ کو براء بن معرور نے جواب دیا اور کہا کہ جی ہاں ہم آپ کو تحفظ اسی طرح فراہم کریں گے۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔جن چیزوں سے ہماری عورتوں کی حفاظت کی جاتی ہے ہم آپ کی بھی حفاظت کریں گے آپ ہماری بیعت لے لیں یارسول اللہ! بیشک ہم لوگ اس اللہ کی قسم اہلِ حرب وضرب میں اہل اسلحہ ہیں پشت در پشت ہم اس کے وارث چلے آرہے ہیں۔(چونکہ حضور ﷺ سے بات چیت براء کررہے تھے) بیچ میں ابوہیثم نے بات کاٹ کر کہا بے شک رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان اور دیگر کئی قوموں کے درمیان تعلقات ہیں ہم انہیں کاٹ دیں گے۔قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کردے پھر آپ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ کر آجائیں اور ہمیں چھوڑ آئیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ الدَّمُ الدَّمُ، والهَدْمِ والهَدْمِ۔یعنی آپ کا خون میرا خون اور آپ کے خون کو ضائع کرنا میرا خون ضائع کرنا ہے(یعنی پکا معاہدہ ہے ہم آپ کو پیچھے چھوڑ کر واپس اپنی قوم کے پاس نہیں جائیں گے)۔میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے۔میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کروگے اور میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کروگے۔(ابن ہشام ۲/۴۷۔۵۱۔طبری ۲/۳،۱۲)

اب براء بن معرور نے کہا یارسول اللہ! آپ ہاتھ دراز کیجئے ہم بیعت کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے اندر سے بارہ نقیب اور ذمہ دار میرے سامنے نکالو۔انہوں نے بارہ آدمی الگ کردیئے۔

نقباء کے اسماء گرامی:

۱۔ بنونجار کے نقیب (اورنگران) اسعد بن زرارہ تھے۔
۲،۳۔ اور بنوسلمہ کے نقیب (نگران ذمہ دار) براء بن معرور۔اور عبداللہ بن عمرو بن حرام تھے۔
۴،۵۔ اور بنوساعدہ کے نقیب (نگران ذمہ دار) سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو تھے۔
۶۔ اور بنوزریق کے نقیب (نگران ذمہ دار) رافع بن مالک بن عجلان تھے۔
۷،۸۔ اور بنوحارث بن خزرج کے نقیب (نگران ذمہ دار) عبداللہ بن رواحہ اور سعد بن ربیع تھے۔
۹۔ اور بنی عوف بن خزرج کے نقیب (نگران) عبادہ بن صامت تھے۔
۱۰،۱۱۔ اور اوس بنی عبدالاشہل کے نقیب (ذمہ دار) اسید بن حضیر اور ابوہیثم تھے۔
۱۲۔ اور بنی عمرو بن عوف کے نقیب (ذمہ دار) سعد بن خیثمہ تھے۔

یہ بارہ نقیب تھے۔ان میں سے چھ قبیلہ خزرج سے تھے اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔حضرت براء بن معرور نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اپنا ہاتھ اس پر ماردیا۔پہلا شخص بیعت کا آغاز کرنے والا براء بن معرور تھا اس کے بعد لوگوں نے مسلسل بیعت شروع کردی اور شیطان نے دور سے عقبہ پر چیخیں ماریں۔اللہ کی قسم کوئی آواز ہے جس کو میں نے ہرگز نہیں سنا۔اس نے کہا اے اہل جباجب کیا ہے تمہیں مذمّم کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں محمد ﷺ اور تمام صحابی جوان کے ساتھ ہیں جو تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر اکھٹے ہوئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (بکواس کرنے والا) عقبہ کا اَزَبّ ہے یہ ابن ازیب ہے۔(ابن اثیر نے کہا کہ وہ شیطان تھا اس کا نام اَزَبُّ العقبہ تھا اور یہ بھی کہا گیا کہ ازب عقبی چھوٹا مذموم)۔
خبردار! اللہ کی قسم میں ضرور فارغ ہوں گا تمہارے لئے۔بھاگ جاؤ اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف۔

عباس بن عبادہ بن نضلہ بن سالم کے بھائی نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم صبح ہی اہلِ منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں اس چیز کا حکم نہیں ملا۔ آپ لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے جاؤ۔ لہٰذا ہم لوگ (بیعت اور معاہدوں کی تکمیل کے بعد) اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے اور اپنے بستروں پر جا کر لیٹ گئے۔

جب صبح ہوئی تو قریش کے بڑے بڑے لوگ ہمارے پاس آ گئے۔ ان میں حارث بن ہشام جوان مرد بھی تھا اس کے اوپر دو نئی نعل تھیں۔ وہ ہمارے ٹھکانوں پر آ گئے اور بولے اے خزرج کی جماعت! ہمیں اطلاع پہنچی ہے کہ تم لوگ ہمارے آدمی (محمد ﷺ) کے پاس آئے ہوتا کہ تم اس کو ہمارے بیچ سے نکال کر لے جاؤ گے۔ بیشک بات یہ ہے کہ اللہ کی قسم پورے عرب میں کوئی شخص ہمارے نزدیک اتنا برا اور مبغوض نہیں ہوگا جو جنگ برپا کردے ہمارے درمیان اور اپنے درمیان تم میں سے۔ تم لوگ جاؤ وہاں پر ہماری قوم میں سے جو مشرکین ہیں ان کو بھیجو۔ وہ یہاں آ کر اللہ کی قسم کھائیں کہ اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم ایسا کریں گے (جب قریش نے یہ بات کہہ دی تو) میں ابو جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام کی طرف دیکھ رہا تھا وہ خاموش ہو گئے۔ میں بھی خاموش تھا۔ جب لوگ جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے ایک کلمہ کہا گویا میں ان کو بھی شریک کلام کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کہا ابو جابر آپ سردار ہیں ہمارے سرداروں میں سے اور بوڑھے ہیں ہمارے بوڑھوں میں سے کیا اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ اس قریشی جوان کی جوتی لے لیں۔ (قبائلی رسم کے مطابق یہ وفاداری نبھانے اور بے وفائی نہ کرنے کے لئے کیا جاتا تھا)۔ اس جوان نے میری یہ بات سنی تو اس نے اپنی دونوں جوتیاں اتار کر میری طرف پھینک دیں اور کہنے لگا قسم اللہ کی تم ضرور ان کو پہننا۔ ابو جابر نے کہا ٹھہرو ٹھہرو کیا آپ اس مرد کی (محمد ﷺ) حفاظت کریں گے؟ گویا وہ کہہ رہے تھے کہ اگر تم اس کو رسوا کرو یا بے یار و مددگار چھوڑ دو تو ابھی یہ جوتیاں اس کو واپس کر دو۔ میں نے کہا کہ نہیں میں ان کو واپس نہیں کروں گا بلکہ یہ تو ہمارے لئے نیک فال ہے۔ اللہ کی قسم میں تو یہ امید کر رہا تھا کہ یہ چھین کر لے لوں اس آدمی سے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن ابوبکر نے ابن حزم سے، وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ قریش ان لوگوں سے ہٹ کر چلے گئے اور عبداللہ بن اُبی کے پاس گئے اور جا کر اس سے پوچھا اور اس سے بات کی۔ اس نے کہا یہ بہت بڑا معاملہ ہے میری قوم اتنا بڑا کام مجھ کو چھوڑ کر نہیں کرے گی۔ چنانچہ وہ اس سے بھی ہٹ گئے۔ (ابن ہشام ۲/۵۷)

(۲)　ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو حسن بن محمد بن اسحٰق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو نصر بن علی نے، ان کو وہب بن جریر بن حازم نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو محمد بن اسحٰق نے۔ انہوں نے یہ قصہ ذکر کیا ساتھ اسناد یونس بن بکیر کے اس نے ابن اسحاق سے اسی مذکورہ مفہوم کے ساتھ۔

محمد کو دشمنوں کے حوالے کرنا دنیا و آخرت کی رسوائی ہے .... (۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر بن حازم نے۔ یہ کہ عباس بن عبادہ بن نضلہ بنو سالم کے بھائی نے کہا: اے قبیلہ خزرج کی جماعت کیا تم جانتے ہو کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو تم لوگ سرخ اور سیاہ جنگ پر اس سے بیعت کر رہے ہو۔ اگر تم یہ دیکھتے ہو جب تمہارے مال لٹیں گے تو وہ مصیبت ہوگی اور تمہارے اشراف قتل ہوں گے تو تم محمد ﷺ کو واپس اس کے دشمنوں کے حوالے کر دو گے۔ تو ابھی سے دیکھ لو اللہ کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہوگی اور اگر تم دیکھتے ہو کہ تم اس کو برداشت کر لو گے اور تم نے جو اس کے ساتھ معاہدہ کیا ہے وہ پورا کر لو گے مالوں پر مصیبت آنے کے باوجود بھی اور اشراف کے قتل کے باوجود بھی تو یہ اللہ کی قسم دنیا اور آخرت کی بھلائی ہوگی۔ عاصم نے کہا اللہ کی قسم

عباس نے یہ معاملہ اس لئے کہا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کے ذریعے سے معاہدہ پکا کر دے۔ اور عبداللہ بن ابی نے کہا تھا کہ عباس نے یہ اس لئے کہا تھا تا کہ وہ اس کے ذریعہ قوم کے اس امر کو مؤخر کر دے اس رات کو تا کہ عبداللہ بن اُبی ان کے معاملے میں موجود ہو جائے اور وہ معاملہ ان کے لئے زیادہ قوی ہو جائے۔

(۴)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو بن سماک نے ان کو حنبل بن اسحق نے، ان کو ابونعیم فضل بن دکین نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زکریا بن ابوزائدہ نے، ان کو عامر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چلے، آپ کے ساتھ ان کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے انصار کے ستر آدمیوں کے وفد سے بات کرنے کے لئے عقبہ کے پاس درخت کے نیچے۔ حضور ﷺ نے جا کر فرمایا تمہارا متکلم بات کرے لیکن خطاب لمبا نہ کرے۔ بے شک تمہارے اوپر مشرکین نظریں کیے ہوئے ہیں۔ اگر وہ تمہاری اس کیفیت کو دیکھ لیں گے تو تمہیں رسوا اور قتل کر دیں گے۔ پس کہنے والے نے ان میں سے کہا، وہ ابوامامہ اسود بن زرارہ ہی تھے۔ اے محمد! آپ مانگئے اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے جو چاہیں۔ اس کے بعد (یعنی ہم سے جو آپ وعدہ کروانا چاہتے ہیں) ہمیں بتائیں کہ ہمارے لئے کتنا ثواب ہوگا اللہ کے ذمہ اور آپ کے ذمہ جب ہم وہ کام کریں گے (جو آپ ہم سے چاہتے ہیں)۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب کے لئے تو یہ مانگتا ہوں کہ تم لوگ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لئے یہ مانگتا ہوں کہ اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے تم لوگ ہمیں جگہ دو اپنے پاس رکھو اور ہماری مدد کرو اور ہماری حفاظت کرو جس سے تم اپنے نفسوں کو بچاتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم جب یہ سب کچھ کریں گے تو ہمارے لئے کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے جنت ہوگی۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے یہ سب کچھ آپ کے لئے ہے (یعنی یہ ساری ذمہ داریاں ہم نے آپ کی قبول کر لی ہیں) ستر آدمیوں کے ساتھ عقبہ پر درخت کے نیچے۔

(۵)　ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی نے، ان کو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے ان کو محمد بن عبدالوہاب نے، ان کو خبر دی جعفر بن عون نے، ان کو زکریا بن ابوزائدہ نے عامر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے وفد سے بات کرنے کے لئے رات کے وقت چلے تو ان کے ساتھ عباس بھی تھے جو کہ صاحب رائے آدمی تھے۔ (عامر نے) حدیث ذکر کی ہے اس کی مثل اور اس نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے سنا وہ کہتے تھے نہیں سنا کسی بوڑھے نے نہ کسی جوان نے کوئی خطبہ جو اس سے زیادہ چھوٹا ہو اور اس سے زیادہ بلیغ ہو۔

(۶)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے، ان کو یحییٰ بن زکریا نے، ان کو مجاہد نے عامر سے، اس نے ابومسعود انصاری سے مذکور کی مثل۔ انہوں نے کہا اور ابومسعود عمر میں ان سب سے چھوٹے تھے۔

(۷)　ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، ان کو خبر دی ابوعمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو ابوعبداللہ نے، ان کو یحییٰ نے، ان کو اسماعیل بن ابوخالد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ کسی بوڑھے یا جوان نے اس کی مثل خطبہ میں سنا۔

(۸)　ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمد بن محمش فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے محمد بن ابراہیم بن فضل فحام نے، ان کو محمد بن یحییٰ ذہلی نے، ان کو عمرو بن عثمان رقی نے، ان کو زہیر نے، ان کو عبداللہ بن خثیم نے اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے، اس نے اپنے والد عبید بن رفاعہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس شراب کی مشکیں آئیں اور عبادہ بن صامت کے پاس بھی انہوں نے ان کو پھاڑ دیا۔ اور کہا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی ہے سننے کی اور اطاعت کی، خوشی میں اور غمی میں۔ اور خرچ کرنے کی تنگدستی میں اور آسانی میں۔ اور امر بالمعروف کرنے اور نہی عن المنکر کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ ہم اللہ کی بات کہیں گے اس میں ہمیں کسی ملامت کرنے والے کی

ملامت مانع نہیں ہوگی۔اوراس بات پر بیعت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نصرت کریں گے جب وہ یثرب میں ہمارے پاس آئیں گے۔ بایں صورت کہ ہم ان کی حفاظت کریں گے ان چیزوں سے جن سے ہم اپنے نفسوں کی حفاظت کرتے ہیں اوراپنی بیویوں کی حفاظت کرتے ہیں اوراپنی بیٹیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی بیعت۔ہم نے ان کے ساتھ انہی شرائط پر بیعت کی تھی۔

(۹) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کوابوالعباس محمد بن یعقوب نے،ان کواحمد بن عبدالجبار عطاردی نے،ان کو یونس بن بکیر نے،ان کوابن اسحاق نے،ان کوعبادہ بن ولید نے،عبادہ بن صامت سے،اس نے اپنے والد سے،اس نے اپنے دادا سے،اس نے عبادہ بن صامت سے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی مثل بیعت جنگ کے سمع اور اطاعت پر ہمارے عُسر اور یُسر میں ہماری خوشی اور ہماری مصیبت میں اور ہمارے اُوپر ترجیحی سلوک کئے جانے کی صورت میں۔فرمایا تھا کہ اگر چہ تمہارے اوپر ترجیح دی جائے،اگر چہ میری قوم مجھے ملامت کرے اس بات پر۔میں نے کہا اللہ کی قسم میں ضرور آپ کو بیان کروں گا جو میں نے اپنے والد سے سنا وہ مجھے حدیث بیان کرتے تھے۔اوراس شرط پر بیعت کی تھی کہ ہم اس معاملے میں کسی ایسے آدمی کے ساتھ نزاع اور جھگڑا نہیں کریں گے اور یہ بات بیان کرتے تھے مجھے کہ تم حق بات کہنا تم جہاں کہیں ہو۔اور یہ کہ ہم اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اسعد بن زرارہ سے کہا تھا آپ اپنی قوم پر ذمہ دار ہیں اس امر کے ساتھ جو کچھ ان میں ہے۔اور میں اپنی بقایا قوم پر ذمہ دار ہوں جیسے حواریین نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر کفالت کی ذمہ داری لی تھی۔

(۱۰) اور ہمیں خبردی ابوالحسین بن فضل قطان نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی عبداللہ بن جعفر نے،ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کوحسن بن ربیع نے،ان کوابن ادریس نے اسحاق سے،وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ ابوبکر بن حزم نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا تھا تم لوگ میرے پاس اپنے اندر بارہ نقیب بھیجو جو اپنی قوم پر ذمہ دار ہوں جیسے حواریین نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے لئے کفالت وذمہ داری لی تھی۔لہٰذا اسعد بن زرارہ نے کہا جو بنونجار کے ایک فرد تھے،جی ہاں یارسول اللہ! اور آپ نقیب ہوں گے اپنی قوم پر لہٰذا ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی۔اور حضور ﷺ نے ان میں سے بارہ نقیب نگران وذمہ دار بنائے تھے۔ اس کے بعد ان کا نام رکھا۔

جیسے گذر چکا ہے معبد بن کعب بن مالک کی روایت میں،اور ہمیں خبردی ابوالحسین بن فضل قطان نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی عبداللہ بن جعفر نے،ان کو یعقوب بن سفیان نے،ان کو یونس بن عبدالاعلیٰ نے،ان کوخبردی ابن وھب نے،ان کو مالک نے۔وہ کہتے ہیں کہ اُسید بن حضیر بھی نقبآء میں سے ایک تھے اور انصار سے بارہ نقیب تھے۔ویسے سب لوگ ستر آدمی تھے۔

مالک کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی انصار کے ایک شیخ نے یہ کہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کو اشارہ کرتے جاتے تھے اس بندے کی طرف جس کو آپ ﷺ نقیب بناتے تھے۔مالک کہتے ہیں کہ میں حیران ہوتا تھا کہ ہر ہر قبیلے سے دودو بندے کیسے آگئے تھے اور ایک قبیلے سے ایک آدمی۔یہاں تک کہ مجھے حدیث بیان کی اس شیخ نے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے بیعت والے یوم العقبہ میں۔مجھے مالک نے کہا کہ نقبآء کی تعداد بارہ تھی۔نوخزرج میں سے تھے اور تین اوس میں سے۔

(۱۱) ہمیں خبردی ابوالحسین بن فضل قطان نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابوبکر بن عتاب نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ جوہری نے،ان کو ابواوس نے،ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے۔

انصار سے معاہدہ کے وقت حضرت عباس ﷛ ساتھ تھے .... (ح) اور ہمیں خبردی ابوالحسین نے،ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے،ان کو ابراہیم بن منذر نے،ان کو ابن فلیح نے یونس سے،اس نے ابن شہاب سے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث

بیان کی یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ذکر کیا ہے حسان بن عبداللہ نے ابن لہیعہ سے، اس نے ابوالاسود سے، اس نے عروہ سے، یہ الفاظ اس کی حدیث کے ہیں ابن عتاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر حج کیا اگلے سال انصار میں سے ستر افراد نے۔ ان میں سے چالیس آدمی ان کے بزرگوں میں سے تھے اور تیس ان کے جوانوں میں سے تھے ان میں چھوٹا عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ تھا۔ وہ ابومسعود اور جابر بن عبداللہ ان کو ملے عقبہ میں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی اس چیز کے بارے میں جس کے ساتھ اللہ نے ان کو خاص کیا تھا نبوت میں سے اور کرامت میں سے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور یہ کہ وہ حضور ﷺ کی بیعت کریں اس بات پر کہ وہ حضور ﷺ کی حفاظت کریں گے جن چیزوں سے وہ حفاظت کرتے ہیں اپنے نفسوں کی اور اپنے مالوں کی۔ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اجابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ اوپر شرط رکھیں اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے جو کچھ آپ چاہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شرط رکھتا ہوں اپنے رب کے لئے یہ کہ تم لوگ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرنا اور اپنے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت کرو جن چیزوں سے تم اپنی اور اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ جب ان کے ساتھ ان کے نفس مطمئن ہو گئے شرائط سے تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کے لئے وعدے لئے وفا کرنے کے لئے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اور ان لوگوں کے درمیان ہونے والے عہد و میثاق کو اہم اور عظیم قرار دیا اور اس بات کا تذکرہ کیا کہ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی بنت عمرو بن زید بن عدی بن نجار تھی (گویا خاندانی نسبت جوان کو بنونجار سے تھی اس کو اجاگر کیا کہ میری دادی آپ کے قبیلے بنونجار سے تھی)۔

اس کے بعد عروہ نے حدیث ذکر کی ابوالہیثم بن تیہان کی شروع شروع میں بیعت کے بارے میں اور جو کچھ اس نے کہا تھا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب میں فرمایا تھا اسی مفہوم کے ساتھ جو گذر چکا ہے ابن اسحٰق کی روایت سے۔ اس کے بعد ان ناموں کو ذکر کیا جنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی۔ عروہ کہتے ہیں کہ جمیع وہ لوگ جو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اوس اور خزرج سے وہ ستر مرد اور عورتیں تھے۔

(۱۲) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جمیع افراد جو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اوس اور خزرج سے اور گرد و پیش کے قبائل سے وہ ستر آدمی تھے اور دو عورتیں تھیں بنوخزرج سے۔ ان میں ایک اُمّ عمارہ تھی اور اس کا شوہر اور اس کے دو بیٹے تھے۔ پس جمیع اصحاب عقبہ دو عورتوں سمیت پچھتر نفوس تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۶۳)

ابن اسحٰق نے ان کے نام لئے ہیں ان کے ناموں کا یہاں پر ذکر کرنا کتاب کی طوالت کا باعث ہوگا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں جب لوگ لیلۃ عقبہ میں بیعتِ رسول سے فارغ ہو کر چلے گئے اور صبح ہوگئی قریش نے اس خبر کے بارے میں اور بیعت کے بارے میں تحقیق تفتیش شروع کی، انہوں نے اس کو سچ پایا۔

لہٰذا وہ لوگ ان بیعت کرنے والے لوگوں کی تلاش میں نکلے اور انہوں نے سعد بن عبادہ کو پالیا اور منذر بن عمرو ان سے چھپ گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سعد بن عبادۃ کو پکڑ کر ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے تھے رسی کے ساتھ۔ ان کے جسم پر بال کثیر تھے لہٰذا انہوں نے ان کے بال نوچنے شروع کیے۔ بال نوچتے اور تھپڑ مارے، گھونسے مارتے۔ اتنے میں مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ آگئے اور سعد ان دونوں کو اپنے پاس ٹھہراتے تھے وہ جب مدینے میں جاتے تھے لہٰذا ان دونوں نے اسے چھڑایا۔ یوں ان کی رہائی وجود میں آئی۔

اور اسی اسناد کے ساتھ ابن اسحٰق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عاصم بن عمر بن قتادہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ حواء بنت زید بن سکن قیس بن عبدالخطیب کے پاس تھی۔ اسی طرح کہا ہے وہ ابن الخطیم تھے مدینے میں اور حواء کی ماں عقرب بنت معاذ بہن تھی

سعد بن معاذ کی۔ حواء مسلمان ہو گئی تھی اس کا اسلام بہت اچھا تھا جبکہ اس کا شوہر قیس بدستور کفر پر تھا۔ وہ جب آتا تو وہ نماز پڑھ رہی ہوتی تھی وہ اس کو اذیت دیتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مکے میں کوئی امر پوشیدہ نہیں ہوتا تھا۔ مدینے میں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا تھا آپ ﷺ کو خبر پہنچتی رہتی تھی۔

قیس کہتے ہیں کہ میں مشرکین کی ایک جماعت کے پاس جو حج کرنے گئے تھے میں مکہ میں گیا۔ اچانک ایک آدمی نے میرے بارے میں آکر پوچھا اس کو میرے بارے میں بتادیا گیا۔ وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا آپ قیس ہیں میں نے کہا کہ جی ہاں! اس نے پوچھا کہ حواء کے شوہر آپ ہیں۔ میں نے بتایا کہ جی ہاں۔ اس شخص نے کہا کہ تم اپنی عورت کے پر بے ہودہ حرکت کرتے ہو اور اس کے دین پر اس کو اذیت پہنچاتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کرنا اس کو میرے لئے رہنے دیجئے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ قیس جب واپس مدینے میں آیا اس نے یہ بات اپنی بیوی سے ذکر کی اور بیوی سے کہا کہ تم جانو اور تمہارا دین۔ اللہ کی قسم میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو مگر خوبصورت چہرے والا اور خوبصورت شکل وصورت والا۔

بنی سلمہ کے بت کی حالت زار .... (۱۳) اور اسی اسناد کے ساتھ مروی ہے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ معاذ بن عمرو بن جموع بیعت العقبہ میں موجود تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی عقبہ میں اور عمر ایک سردار تھے سادات بن سلمہ میں سے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک لکڑی کا بت بنایا ہوا تھا اس کو منافہ کہتے تھے۔ جب بنی سلمہ کے کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے معاذ بن جبل وراس کا اپنا بیٹا معاذ بن عمرو غیرہ۔ وہ رات کو داخل ہوتے تھے عمرو کے صنم کے پاس۔ وہ اس کو اُٹھا کر بنو سلمہ کے کسی کھڈے میں ڈال کر آجاتے تھے اوندھا سر کے بل اور کھڈے میں لوگوں کی غلاظت پڑی ہوتی۔

عمر صبح کو جب اس کی حالت دیکھتا تو اس کو سخت رنج ہوتا وہ کہتا تمہارے لئے ہلاکت ہو۔ کون ہمارے اللہ کے ساتھ آج رات دشمنی کر گیا ہے۔ اس کے بعد صبح کو وہ ان کو تلاش کر کے جب اسے پالیتا تو اس کو دھو کر پاک صاف کر کے خوشبو لگا کر رکھ دیتا۔ پھر کہتا خبردار اگر مجھے پتہ چل گیا کہ کس نے یہ بری حرکت کی ہے تو اس کو جلا دوں گا۔ جب شام ہوتی اور عمرو اُٹھا کر چلے جاتے تو وہ نوجوان پھر اس کے ساتھ وہی سلوک کرتے۔ بار بار انہوں نے یہی کیا۔ جب وہ باز نہیں آئے تو اس نے ایک بار ایسا کیا کہ اس کو وہ لے آیا دھو دھا کر صاف کر کے خوشبو لگا کر اسے کھڑا کیا اور اپنی تلوار اس کے کندھے پر لٹکا دی (کہ جب کوئی گستاخی کرنے آئے گا یہ اس کو تلوار کے ساتھ مار دے گا)۔ اور کہنے لگا اللہ کی قسم اب میں دیکھوں گا کہ تم اس کے ساتھ کیا حشر کرو گے اور وہ تمہارا کیا بگاڑے گا۔ اگر اے صنم تیرے اندر کوئی چیز ہے تو تم اس کو روک دینا اور اپنا تحفظ کر لینا۔ یہ تلوار آپ کے پاس ہے۔

جب شام ہوئی اور عمرو سو گیا ان نوجوانوں نے اس پر حملہ کیا اس کی تلوار اتاری کندھے سے اور ایک مرا ہوا کتا لا کر اس کے اُوپر لٹکا دیا اور اس کو رسی کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اس کو اُٹھا کر بنو سلمہ کے کھڈوں میں سے کسی گہرے کھڈ میں ڈال دیا جس میں گندگی تھی۔ عمرو نے صبح کی تو صنم نہیں تھا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلا۔ جا کر کیا دیکھتا ہے کہ وہ گندگی میں اوندھا پڑا ہوا ہے اور اس کے ساتھ مرا ہو کتا بھی بندھا ہوا ہے۔ اس نے جب اس کی یہ حالت دیکھی اور اس کی قوم کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے اسے سمجھایا تو عمرو بن جموع بھی مسلمان ہو گیا اس نے اپنے اسلام کو اچھا کیا۔ عمرو جب مسلمان ہو گئے تو وہ کہتے تھے اور اس کو جب اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی تو وہ اپنے صنم کو اس طرح ذکر کرتے تھے۔ یہ اشعار کہے تھے۔

تا للّٰہ لو کنت الھاً لم تکن أنت و کلب وسط بئر فی قرن

اُف لمصرعك الھاً مستدنٌ الآن فتشناك عن سوء الغبَنْ

الحمد للّٰہ العلی ذی المنن الواھب الرزاق و دیان الدین
ھو الذی انقذنی من قبل ان اکون فی ظلمۃ قبر مرتھن
با حمد المھدی النبی المؤتمن

اللہ کی قسم اگر تو مشکل کشا، حاجت روا ہوتا تو ٹو کتے کے ساتھ بندھا ہوا نہ پڑا ہوتا کنوئیں کے اندر۔ افسوس ہے تیرے اوپر کہ تو مشکل کشا ہو کر یوں ذلت کے ساتھ پچھاڑا ہوا پڑا ہے۔ اب ہماری سوچ کی غلطی اور حماقت ہماری سمجھ میں آگئی ہے۔ تمام تعریفیں اور شکر اس اللہ کے لئے جو انعامات و احسانات کا مالک ہے جو سب کچھ دینے والا ہے اور عطایا عطا کنندہ ہے۔ وہی تو ہے جس نے مجھے نجات دے دی ہے قبر کے اندھیرے میں پڑے ہونے سے پہلے۔ احمد مرسل کے ذریعے جو ہدایت دینے والا نبی ہے، امین ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۶۱۔۶۳)

باب ۹۵

خواب میں حضور ﷺ کو دار الہجرت دکھایا جانا

اور روانگی کی اجازت سے قبل جن صحابہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبد اللہ حافظ نے بصورت املاء۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس قاسم نے القاسم سیاری نے مقام مرو میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن ہلال نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن حسن بن شقیق نے، ان کو عیسیٰ بن عبید الکندی نے غیلان بن عبد اللہ عامری سے، اس نے ابو زرعہ بن عمر بن جریر سے، اس نے جریر سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی تھی کہ ان تین شہروں میں سے جس شہر میں آپ جائیں وہ آپ کی دار ہجرت ہوگی مدینہ، بحرین، قنسرین۔ اہلِ علم نے کہا ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے لئے مدینہ کو پکا کر دیا گیا یا مدینے کی تاکید کر دی گئی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اسی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ (ترمذی ص ۳۹۲۳)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سفر ہجرت سے روکنا .... (۲) اور ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج بن ابو منیع نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہمارے دادا نے زہری سے، اس نے عروہ سے۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا وہ اس دن مکے میں تھے، مجھے تم لوگوں کی دار ہجرت دکھادی گئی ہے۔ میں نے ارض سبخہ دیکھی ہے (یعنی ایسی زمین جس کے اوپر شور کلر نمک اوپر آیا ہوا ہے اور وہ کوئی چیز نہیں اُگا سکتی سوائے کچھ درختوں کے)۔ اور وہ زمین کھجور کے درختوں والی ہے وہ لا بتین کے درمیان ہے (مراد یہ ہے کہ ایسی زمین جس میں سیاہ پتھر ہیں جیسے آگ کے ساتھ جل گئے ہیں اور حرہ اسی طرح ہے)۔ اور وہ دو حرّہ ہیں۔ لہٰذا ہجرت کی میں نے مدینہ کی جانب جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر کر دیا اور بعض وہ لوگ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے جنہوں نے مسلمانوں میں سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی سامان تیار کیا ہجرت کرنے کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ابھی یہیں رہو مجھے امید ہے کہ مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ یہ بھی امید رکھے بیٹھے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا جی ہاں بالکل۔ لہٰذا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

اپنے آپ کوروک لیا رسول اللہ ﷺ کے لئے تا کہ وہ آپ کی صحبت میں رہیں اور اپنے دو اونٹنیوں کو خوب گھانس کھلائی جو آپ کے پاس تھیں۔ اور کیکر کے پتے کھلاتے رہے چار مہینے تک۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں حدیث عقیل وغیرہ سے اس نے زہری سے۔

صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ پہنچتے رہے .... (۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، ان کو خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے محمد بن فلیح سے، اس نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب سے اور یہ الفاظ ہیں اسماعیل بن ابراہیم کی روایت کے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر اور مسلمانوں پر ان کا معاملہ نہایت سنگین ہو گیا تو آپ نے ان کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ لہٰذا مسلمان جماعت در جماعت کے سے نکلے۔ رسول اللہ ﷺ کے مکے سے نکلنے سے قبل مدینہ کی طرف جو نکل گئے وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد اور اس کی بیوی اُم سلمہ بنت ابوامیہ، عامر بن ربیعہ اس کی بیوی اُم عبداللہ بنت ابوحثمہ۔ اور کہا جاتا ہے کہ پہلی ظعینہ (کجاوے میں عورت) ہجرت کرنے والی جو مدینے میں آئی وہ اُم سلمہ تھی اور بعض لوگوں نے کہا کہ اُم عبداللہ تھی۔ واللہ اعلم

اور مصعب بن عمر، عثمان بن مظعون، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، عبداللہ بن جحش، عثمان بن شرید، عمار بن یاسر اور ابوسلمہ عبداللہ بن جحش بن عمرو بن عوف کے پاس جا کر اترے۔ اس کے بعد عمر بن خطاب ﷺ نکلے اور عیاش بن ابوربیعہ اپنے احباب کے ساتھ، یہ لوگ اُترے بنی عمرو بن عوف میں۔ چنانچہ ابوجہل بن ہشام نے اور حارث بن ہشام نے اور عاص بن ہشام نے اس کو تلاش کیا۔ اور عیاش بن ابوربیعہ ابوجہل کا بھائی تھا ماں کی طرف سے۔ یہ لوگ مدینہ گئے اور جا کر کہا ہماری اور تمہاری امی تمہارے لئے بہت غمگین ہو کر رو رہی ہیں اور وہ قسم کھا بیٹھی ہے کہ وہ گھر کی چھت کے سائے تلے نہیں جائے گی اور نہ ہی سر میں تیل کنگھی کرے گی جب تک وہ تم کو نہ دیکھ لے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم لوگ آپ کی تلاش میں نہ نکلتے تم اللہ سے ڈرو اپنی ماں کا خیال کرو۔ اس کو بھی اپنی ماں کے ساتھ بہت پیار تھا اور اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی ماں اس کے ساتھ انتہائی محبت کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے ان کی بات کو سچا مان لیا اور اپنی ماں پر ترس کھایا۔ جب انہوں نے یہ بات اس سے ذکر کی تھی تو اس نے کہا تھا میں تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک حارث بن ہشام اس کے بعد وعدے کرے۔ جب یہ دونوں اس کو مدینے لے کر نکل گئے تو انہوں نے اس کو رسیوں سے جکڑ دیا وہ ہمیشہ وہاں رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس وقت مکے سے نکلا تھا جب فتح مکہ سے کچھ پہلے جو لوگ نکلے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی خلاصی کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ اور نکلنے والوں میں عبدالرحمن بن عوف تھے جو سعد بن ربیع کے پاس جا کر ٹھہرے بنو حارث بن خزرج میں۔ اور عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن عوام اور ایک دوسرا طائفہ۔ بہر حال طلحہ شام کی طرف نکل گئے تھے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے اصحاب رسول مدینہ کی طرف نکلنا شروع ہو گئے تھے ٹولی ٹولی کر کے۔ اور کچھ لوگ اصحاب رسول میں سے ایسے تھے جو مکے میں ٹھہرے رہے یہاں تک وہ حضور ﷺ کے مدینے آ جانے کے بعد ہی آ گئے ان میں سے سعد بن ابووقاص تھے۔ میں کہتا ہوں کہ سعد کی آمد کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسی طرح جیسے مذکور ہوا۔ اور یہ کہا گیا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضور ﷺ کی آمد سے کچھ قبل آئے تھے۔ (الدرر ص ۷۷۔۸۹)

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی نافع نے عبداللہ بن عمر ﷺ سے، اس نے اپنے والد ﷺ عمر بن خطاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے ہجرت کی بات پکی کر لی تو میں اور عیاش بن ابوربیعہ اور ہشام بن العاص بن وائل ہم لوگ بیٹھے اور ہم نے کہا ہمارا تمہارا وعدہ گاہ تناضب

(مقام یا درخت) ہے بنی غفار کے جوہڑ سے جو شخص تم میں صبح کرے مگر وہاں نہ پہنچے تو سمجھا جائے گا کہ وہ روک لیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے دیگر دو ساتھی چل پڑیں گے اس کا انتظار نہیں کریں گے۔ میں نے صبح کی اس مقام پر۔ میں اور عیاش بن ابو ربیعہ اور ہشام ہم سے روک لئے گئے اور آزمائش میں ڈالا گیا، بس میں آزمائش میں پڑ گیا۔ ہم لوگ مدینے میں آ گئے ہم کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں کرے گا جنہوں نے اللہ کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ اس کے بعد اس سے رجوع کر لیں اور واپس پھر جائیں مصیبت اور آزمائش کی وجہ سے جو ان کو پہنچی ہے دنیا سے۔ اور وہ لوگ اس کو اپنے نفسوں کے لئے کہتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں یہ آیت اُتاری :

قل یا عبادی الذین اسرفو علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ۔ (سورۃ زمر)

فرما دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے مت مایوس ہو اللہ کی رحمت سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا اس کے بعد میں نے اس کو ہشام کی طرف بھیج دیا۔ ہشام بن العاص نے کہا جب میرے پاس پہنچی تو اس کو لے کر ذی طُویٰ کی طرف نکلا میں نے اس کو ساتھ لے کر اوپر کو چڑھا اور تصویب کراتا تاکہ میں اس کو سمجھ لوں۔ میں نے کہا اے اللہ! مجھ کو یہ سمجھا دے۔ لہٰذا میں نے اس کو پہچان لیا یقیناً یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسے ہم لوگ تھے اپنے نفسوں کے بارے میں کہتے تھے اور کہا جاتا ہمارے بارے میں۔ چنانچہ میں واپس آیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھا اور پیچھے رسول اللہ ﷺ کو جا کر ملا لہٰذا ہشام قتل ہو کر شہید ہو گئے اجنادین میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حکومت میں۔ (ابن ہشام ۲/۸۵۔۸۷)

(۵) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی احمد بن ابو بکر بن حارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ہے عبدالعزیز بن محمد نے عبداللہ سے، اس نے نافع سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ کہ انہوں نے کہا ہم لوگ مکے سے آئے تھے اور ہم مقام عقبہ میں اترے تھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ بن جراح، سالم مولی ابو حذیفہ۔ ان کی امامت سالم مولی ابو حذیفہ کرتے تھے کیونکہ ان کو ان سب میں قرآن زیادہ یاد تھا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن نصر نے، ان کو عبداللہ بن حارث نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو نصر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو عمر بن مطر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو خلیفہ نے، ان کو عبداللہ بن رجاء نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی اسرائیل نے ابو اسحٰق سے، اس نے براء سے، اس نے ذکر کی ہے حدیث ہجرت اور قبلہ، براء سے۔ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جو ہمارے پاس آیا تھا مہاجرین میں سے وہ مصعب بن عمیر تھے بنی عبدالدار بن قصی کے بھائی۔ ہم نے ان سے کہا تھا رسول اللہ ﷺ کیا سوچ رہے ہیں؟ اس نے بتایا کہ حضور ﷺ تا حال اپنی جگہ پر ہیں اور ان کے اصحاب میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد عمرو بن اُم المکتوم اعمیٰ آئے وہ بھائی تھے بنی فہر کے۔ ہم نے اس سے کہا تیرے پیچھے جو رہ گئے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پیچھے پیچھے ہیں یعنی آنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد عمار بن یاسر آئے اور سعد بن وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور بلال اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے بیس گھڑ سواروں کے ساتھ۔ اس کے بعد ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو خلیفہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ براء نے کہا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آتے تھے یہاں تک کہ میں کوئی سورت پڑھتا تھا مفصلات میں سے۔ اس کے بعد ہم نکلتے، ہم ملتے تھے قافلے سے ہم نے ان کو پا لیا۔ تحقیق ڈر رہے تھے۔

اس کو مسلم نے نقل کیا ہے صحیح میں حدیث اسرائیل سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس نے، ان کو احمد نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے۔ اس نے مدینے کی طرف نکلنے والے اصحابِ رسول کے اسماء گرامی کا تذکرہ زیادہ جامع کیا ہے موسیٰ بن عقبہ کے تذکرہ کرنے سے۔ یہ ایسی بات ہے جس کے ساتھ کتاب مزید طویل ہو جائے گی۔

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ لوگوں میں سے مدینے میں جو سب سے آخر میں آیا جو اپنے دین میں آزمائش میں نہیں واقع کیا گیا یا روکا گیا تھا وہ علی بن ابو طالب ﷺ تھے۔ یہ اس لئے ہوا کہ حضور ﷺ نے ان کو مکے میں پیچھے چھوڑا ہوا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ میرے بستر پر سو جائیں اور ان کو مدت مختصر کر دی تھی تین دن کی۔ اور انہیں حکم دیا تھا (کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے) ہر ذی حق کا حق ادا کر دیں۔ انہوں نے ایسے ہی کیا تھا۔ اس کے بعد وہ پیچھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لاحق ہو گئے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۱۱)

باب ۹۶

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکوں کا مکر و فریب کرنا

اور اللہ کا اپنے رسول کو بچانا اور حضور ﷺ کو اس کے بارے میں بتانا یہاں تک کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے ساتھ مہاجر بن کر نکل گئے تھے

(ابن ہشام ۲/۹۶-۱۱۲۔ ابن سعد ۱/۲۲۷)

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عمرو بن خالد نے ابن لہیعہ سے، اس نے ابو الاسود سے، اس نے عروہ بن زبیر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کے بعد ٹھہرے رہے بقیہ دن ذی الحجہ کے اور محرم کا مہینہ اور صفر کا۔ اس مہینہ قریش کے مشرکین نے باہم مشورے سے طے کر لیا اور انہوں نے مکر کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر یا تو قتل کر دیں یا ان کو بند کر دیں یا ان کو شہر سے نکال دیں یا ان کو باندھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے مکر سے آگاہ کر دیا۔

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین۔

(سورۃ الانفال)

یاد کرو اس وقت کو جب مشرکین اور کفار تیرے بارے میں مکر کر رہے تھے کہ تجھے برقرار رکھیں یا قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں۔ وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

لہٰذا حضرت ابوبکر ﷺ اور رسول اللہ ﷺ نکل گئے رات کے وقت غارِ ثور کی طرف۔ اور حضرت علی ﷺ نے بسترِ رسول سنبھال لیا وہ اس پر سو گئے۔ اللہ نے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لیا تھا۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عتاب عبدی نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن ابو اویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر نے، ان کو

محمد بن فلیح نے موسیٰ بن عقبہ سے ،اس نے ابن شہاب زہری سے ، یہ الفاظ حدیث اسماعیل کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ٹھہرے رہے تھے رسول اللہ ﷺ حج کے بعد بقیہ ذی الحجہ اور محرم اور صفر کہ پھر مشرکین قریش نے اس پر اتفاق کرلیا کہ یا تو (محمد ﷺ) کو قتل کردیں یا ان کو نکال دیں جب گمان کریں کہ وہ یہاں سے نکلنے والے ہیں۔ اور انہوں نے جان لیا تھا کہ اللہ نے ان کے لئے ٹھکانہ بھی بنادیا ہے اور ان کے اصحاب کے لئے تحفظ بھی۔ اور جولوگ مسلمان ہوکر گئے تھے ان کے اسلام لانے کی خبر بھی ان کو پہنچ چکی تھی اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ کون کون ہجرت کرکے مہاجرین میں سے ان کی طرف چلا گیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کرلیا کہ یا تو رسول اللہ ﷺ کو قتل کردیں گے یا ان کو باقی رکھیں گے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا :

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین ۔

(سورۃ الانفال)

لہٰذا جس روز وہ حضرت ابوبکر ﷺ کے پاس آئے تو ان کو خبر مل گئی کہ وہ آج رات حضور ﷺ پر شب خون ماریں گے جب اپنے بستر پر ہوں گے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ درمیانی رات میں غارِثور کی طرف نکل گئے۔ یہ وہی غار ہے اللہ نے قرآن میں جس کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت علی بن ابوطالب ﷺ جاکر بسترِ رسول ﷺ پر سوگئے تھے تاکہ وہ ان کو شک میں ڈال سکیں کہ (حضور ﷺ موجود ہیں اور سورہے ہیں)۔ قریش رات بھر آتے جاتے رہے اور مشورہ کرتے رہے کہ ان میں سے کون آپ کے بستر پر پہنچے اور جاکر حضور ﷺ کو جکڑ دے۔ رات بھر یہی ہوتا رہا تا آنکہ صبح ہوگئی۔ جب انہوں نے دیکھا تو وہ حضرت علی ﷺ تھے۔ انہوں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علی ﷺ نے ان کو بتایا کہ مجھے ان کے بارے میں صحیح معلوم نہیں ہے وہ سمجھ گئے کہ وہ یہاں سے نکل کر فرار ہوگئے ہیں لہٰذا انہوں نے ہر سمت پر گھڑ سوار بھیجے آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے۔

قریش کا آپس میں مشورہ .... (۳) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، ان کو احمد بن عبدالجبار نے ، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے ، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو جو آپ کے اصحاب میں مکے میں موجود تھے، حکم دیا کہ وہ مدینے میں اپنے بھائیوں کے ساتھ لاحق ہوجائیں باہم آپس میں مشورہ کریں۔ مشرکین نے کہا اب وقت ہے لہٰذا انہوں نے باہم اتفاق کرلیا محمد کے معاملے میں۔ بس اللہ کی قسم یہ تو جوانوں کی جماعت اکٹھی ہوکر تمہارے اُوپر حملہ کردے گی (اگر مدینے چلا گیا)۔ لہٰذا یا تو اس کو یہی مضبوط رکھو یا قتل کردو یا جلاوطن کردو۔ چنانچہ انہوں نے سب کو آپ ﷺ کے لئے دارالندوۃ میں اکٹھا کیا تا آنکہ آپ کے قتل کا مشورہ کریں۔ جب دار میں داخل ہوئے تو شیطان ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں ان کے سامنے آیا اپنی چادر میں۔ البت کا مطلب الکساء ہے۔ اس نے آکر پوچھا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں اہلِ نجد میں سے ایک آمی ہوں۔ میں نے سنا ہے اس بارے میں جو تم مشورہ کررہے ہو۔ میں نے چاہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں مبادا کہیں تم سے کوئی اچھی رائے یا مشورہ نہ رہ جائے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ضرور آپ آجائیں۔

شیخ نجدی کی رائے .... جب وہ داخل ہوا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے معاملہ کس قدر پیچیدہ ہے تم جانتے ہو لہٰذا ایسا کرو کہ اس آدمی کے مشورے کے مطابق ایک ایک رائے پر اتفاق کرلو۔ دارالندوہ میں جولوگ جمع تھے ان میں کفار کی معروف شخصیات یہ تھیں: شیبہ عتبہ، ربیعہ کے دو بیٹے ، ابوجہل بن ہشام، نضر بن حارث۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ میرا تو مشورہ یہ ہے کہ اسے (محمد ﷺ) بند کردو، قید کردو پھر اس کے بارے میں انتظار کرو گردش زمانہ کا۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوجائے جیسے اس سے قبل والے شعراء ہلاک ہوگئے تھے مثلاً زہیر بن ابوسلمیٰ اور نابغہ وغیرہ وغیرہ۔ مگر شیطان نے (فرضی بزرگ) اس رائے کی مخالفت کی اور کہا اللہ کی قسم یہ کوئی اچھی اور مفید رائے نہیں ہے تمہارے حق میں۔ اللہ کی قسم اگر تم لوگوں نے ایسے کیا تو اس کی رائے اور اس کی بات اس کے دوستوں تک پہنچتی رہے گی۔ یہاں اس کو بند کروگے

اور عین ممکن ہے کہ وہ لوگ تمہارے ہاتھ سے اس کو چھین کرلے جائیں گے پھر وہ غالب آ جائیں گے تمہارے اوپر۔ اس پر بھی جو معاملہ آج تمہارے ہاتھ میں ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ بلکہ ہم اس کو نکال دیں اور اپنے شہروں سے دور کہیں جلاوطن کر دیں جب اس کا چہرہ ہم سے غائب ہوگا اور اس کی بات بھی ہمارے سامنے نہیں ہوگی تو اللہ کی قسم ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کہاں شہروں میں پڑا ہوا ہو۔ اور اس کے بعد ہمارا معاملہ زیادہ اتفاق سے ہمکنار ہوگا اور آپ میں ہمارا اتفاق بھی ہوگا۔ مگر اس نجدی نما بزرگ (فی الحقیقت شیطان) نے کہا اللہ کی قسم تمہاری یہ رائے بھی کوئی رائے نہیں ہے کیا تم نے اس کی میٹھی بولی نہیں سنی اور حسن حدیث وغیرہ۔ اور دیکھتا نہیں وہ جس کو ملتا ہے یا جو اس کو ملتا ہے یہ اس پر غالب آ جاتا ہے جبکہ اس کے مخالف ایسا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو وہ عرب کے جس قبیلے پر بھی داخل ہوگا وہ اسی کی رائے سے متفق ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہ اس کو لا کر تمہارے سروں پر مسلط کر دیں گے۔ یہ ان کو لا کر تمہیں روندھ ڈالے گا۔ اللہ کی قسم یہ رائے بھی تمہاری کوئی اچھی رائے نہیں ہے۔

اتنے میں ابوجہل بن ہشام نے کہا اللہ کی قسم میری بھی اس کے بارے میں ایک رائے ہے مجھے نہیں معلوم کہ تم اس پر متفق ہو گے یا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا رائے ہے؟ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم لوگ ہر ہر قبیلے کا قریش میں سے ایک مضبوط نوجوان لڑکا جو صاحب حسب ونسب ہو اس کے ان مضبوط نوجوان لڑکوں کے ہاتھ میں تیز دھار تلواریں دیں۔ وہ سارے اکٹھے ہو جائیں اور وہ یکبارگی ان پر مل کر اجتماعی وار کریں اور اس کو قتل کر دیں جب اس ترتیب کے ساتھ قتل کرو گے تو اس کا خون تمام قبائل میں بکھر جائے گا۔ اس کے بعد بنوعبد مناف نہیں سمجھ سکیں گے کہ وہ کیا کریں اور تمام قبائل سے لڑنے کی قوت واستطاعت نہیں رکھیں گے۔ اس کے بعد لامحالہ بات یہی طے ہوگی یہ لوگ دیت اور خون بہا لے لیں لہٰذا ان کو اس کی دیت دے دی جائے گی۔ شیطان نے (نجدی نما بزرگ) کہا اللہ کے لئے نیکی ہے اس نوجوان کی بس یہی رائے ہے ورنہ کوئی شے نہیں۔ چنانچہ وہ سب اسی بات پر متفق ہو کر اٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس مشورے کی خبر پہنچی اور رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ اُس رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ لہٰذا آپ ﷺ اس جگہ نہ سوئے جہاں سوتے تھے اور اپنے بستر پر حضرت علی ؓ کو سلایا۔

(۴) اور اس میں جو ذکر کیا ابوعبداللہ حافظ نے یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل مقری نے ان کو حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق بن ابراہیم نے، ان کو سعید بن یحییٰ بن سعید ابوعثمان نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے والد نے، ان کو محمد بن اسحٰق نے عبداللہ بن ابونجیح سے، اس نے مجاہد سے، اس نے ابن عباس ؓ سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی کلبی نے، زاذان مولی اُم ہانی نے عبداللہ بن عباس ؓ سے کہ ایک جماعت قریش کی اشراف میں سے ہر قبیلے کے جمع ہوئے۔ راوی نے اس مذکور قصے کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے کہا ہے کہ پھر جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس آئے اور حضور ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے بستر پر رات نہ گذاریں جس جگہ آپ رات گذارتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکے سے نکلنے یعنی ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر آپ کے مدینہ آ جانے کے بعد سورۃ الانفال میں یہ آیت اتاری جس میں اللہ نے حضور ﷺ پر اپنی نعمت کا ذکر کیا ہے اور اپنے نزدیک ان کی آزمائش کا ارشاد ہوا :

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین

جب کفار ومشرکین تیرے ساتھ مکر وتدبیر کر رہے تھے تاکہ آپ کو بند رکھیں یا قتل کر دیں یا شہر سے نکال دیں۔ غرض یہ کہ بری تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ تدبیر خیر کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کنندہ ہے

اور دوسری تدبیر بد یہ تھی کہ محمد ﷺ کو بند کر دیا جائے یہاں تک کہ آپ ہلاک ہو جائیں جیسے ان سے قبل شعراء ہلاک ہو گئے تھے۔ اس بارے میں ارشاد فرمایا :

ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون

کیا بھلا یوں کہتے ہیں کہ یہ (محمد ﷺ) شاعر ہے ہم اس کے بارے میں انتظار کریں گے گردش ایام کی۔ (ابن ہشام ۲/۹۵)

جبرائیل علیہ السلام کا مشورہ .... (۵) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس نے ابن اسحاق سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے مقیم رہے اللہ کے حکم کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب قریش کے سارے بڑے جمع ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں تدبیر شر بنالی اور ان کے قتل کا پروگرام بنالیا تو جبرائیل علیہ السلام عین وقت پر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو آکر یہ ہدایت دے گئے اب رات کو اپنے آرام کی جگہ پر نہ رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ﷺ کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ رات کو آپ کے بستر پر رات گذاریں اور آپ کی سبز چادر اوپر اوڑھیں انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سب کے سامنے نکلے حالانکہ وہ حضور ﷺ کے دروازے پر موجود تھے۔ حضور ﷺ اس طرح نکلے کہ آپ کے ہاتھ میں مٹی کی بھری ہوئی مٹھی تھی آپ ان لوگوں کے سروں پر اس کو بکھیرتے گئے جس سے اللہ نے ان کی بینائی اپنے نبی کو دیکھنے سے سلب کر لی۔ حضور ﷺ یہ پڑھ رہے تھے :

یٰسٓ والقران الحکیم انك لمن المرسلین تا فاغشینھم فھم لا یبصرون

اور حضرت عکرمہ ﷺ سے مروی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ (ابن ہشام ۲/۹۵-۹۶)

باب ۹۷

نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار کی طرف نکلنا اور اس میں جن آثار کا ظہور ہوا

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو بکر بن اسحٰق فقیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی عبید بن عبدالواحد نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، ان کو لیث نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابو الحسن محمد بن عبداللہ نے اور یہ الفاظ اسی کی روایت کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق نے، ان کو محمد بن یحییٰ نے، ان کو ابن صالح نے، ان کو لیث نے، ان کو عقیل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا تھا کہ مجھے خبر دی عروہ بن زبیر نے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ رسول فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھنا شروع کیا یعنی جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے وہ دونوں دیندار تھے یعنی پکے مسلمان تھے۔ اور کوئی دن ہمارے اوپر نہیں گذرتا تھا مگر ہر روز رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لاتے تھے (دونوں وقت صبح اور شام)۔

جب مسلمان آزمائش میں مبتلا کیے گئے تو حضرت ابوبکر ﷺ حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ جب وہ مقام برک الغماد تک پہنچے (یہ مقام تھا یمن کے کونے پر ساحل سمندر پر) وہاں پر ان کو ابن دغنہ ملے (ان کا نام ربیعہ بن رفیع اہبان بن ثعلبہ سلمی تھا۔ دغنہ اس کی ماں کا نام تھا)۔ وہ قارہ کے سردار تھے۔ اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اے ابوبکر؟ انہوں نے بتایا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ میں نے چاہا کہ میں دھرتی پر سفر کر جاؤں (اور آزادی کے ساتھ) میں رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا شخص نہ نکالا جاتا ہے نہ خود نکلتا ہے آپ ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔ اور آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مجبوروں ومعذوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی ان کی کفالت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق امور میں آپ مدد کرتے ہیں۔ بے شک میں تیرا پناہ دہندہ ہوں آپ واپس لوٹ چلیں اپنے شہر (مکہ) میں اپنے رب کی عبادت (آزادی) کے ساتھ کریں۔

ابن دغنہ کا صدیق اکبر ﷜ کو پناہ دینا .... چنانچہ ابن دغنہ نے ابوبکر ﷜ کے ساتھ واپس کوچ کیا اور مکے میں آ کر اس نے قریش کے اشراف کے پاس جا کر کہا کہ ابوبکر جب بندہ نہ خود نکلتا ہے نہ ہی نکالا جاتا ہے۔ کیا تم لوگ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کی سرپرستی کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، معذوروں اور مجبوروں کے بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمانوں کو کھانا کھلاتا ہے، حق کے امور میں مدد کرتا ہے۔ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو ابوبکر کے حق پر جاری رکھا انہوں نے بھی ابوبکر صدیق ﷜ کو امان دے دی۔ اور انہوں نے ابن دغنہ سے کہا آپ ابوبکر سے کہہ دیں کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور نمازیں بھی پڑھیں اور قرآن بھی جتنے پڑھیں جتنے بھی چاہیں لیکن وہ اس کے ساتھ ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور اس کا اعلان نہ کرے ظاہر اور کھلم کھلا نہ کرے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری اولاد اور ہماری عورتیں دیکھ سن کر فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ابوبکر صدیق ﷜ اپنے گھر میں رب کی عبادت کرتے رہے انہوں نے نماز اور تلاوتِ قرآن کو ظاہراً اور دوسرے کے گھر میں نہ پڑھا۔

گھر کے صحن میں مسجد .... اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کو یہ بات سوجھی کہ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا ڈالی پھر وہ اس میں نماز بھی پڑھتے اور قراءت بھی کرتے۔ لہٰذا مشرکین کی عورتیں اور ان کے بیٹے ابوبکر ﷜ کی قراءت سننے کے لئے بے تاب ہو کر پروانہ وار ابوبکر پر گرتے تھے وہ حیران ہو کر ان کی طرف دیکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر ﷜ بہت رونے والے نرم دل آدمی تھے وہ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے لہٰذا اس بات نے مشرکین میں اشرافِ قریش کو پریشان کر دیا تھا۔ انہوں نے ابن دغنہ کی طرف نمائندہ بھیج کر ان کو بلایا وہ جب ان کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے کہا ہم لوگوں نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے وہ اس بات سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا رکھی ہے وہ نماز پڑھتا ہے اور زور سے قراءت کرتا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ہمارے بیٹوں کو اور ہماری عورتوں کو فتنے میں نہ واقع کر دے۔ آپ جائیں اور جا کر اسے کہیں کہ وہ اگر یہ پسند کرے کہ اپنے رب کی عبادت پر کاربند رہے اپنے گھر کے اندر تو ضرور ایسا کرے لیکن اگر وہ انکار کرے کہ نہیں میں تو نماز بھی اور قراءت بھی اعلانیہ اور ظاہر پڑھوں گا اور زور زور سے پڑھوں گا تو آپ اس سے کہیں کہ وہ آپ کی ذمہ داری اور پناہ آپ کو واپس کر دے۔ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم تیری پناہ میں عہد شکنی کریں ہم لوگ ابوبکر کو زور زور سے نماز اور قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اللہ کی پناہ پر خوش ہوں .... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ ابوبکر ﷜ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر! آپ جانتے ہیں وہ جس پر ہم نے آپ سے عہد باندھا تھا۔ یا تو آپ اس بات کے پابند رہیں یا پھر آپ میری ذمہ داری اور میری پناہ واپس کر دیں۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ میری پناہ توڑ لی گئی ہے اور میرے ذمہ میں عہد شکنی ہوگئی ہے کسی ایک بھی آدمی کے بارے میں جس کے لئے میں نے عہد باندھا تھا۔ ابوبکر صدیق ﷜ نے فرمایا کہ میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ کے ساتھ خوش ہوں ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکے میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے کہا مجھے تمہاری دار الہجرت دکھادی گئی ہے، شور والی زمین کھجوروں والی دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان والی دکھائی گئی ہے (وہ دونوں حرہ ہیں)۔ چنانچہ ہجرت کی مدینے کی طرف جب رسول اللہ ﷺ نے تذکرہ کیا۔ اور وہ مسلمان بھی واپس آگئے جنہوں نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ لہٰذا حضرت ابوبکر ﷜ نے بھی مدینہ ہجرت کرنے کے لئے سامان تیار کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آپ ابھی اپنی حالت پر رہیں مجھے امید ہے کہ مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ ابوبکر ﷜ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کو اس بات کی امید ہے؟ میرے ماں باپ آپ کے اوپر قربان جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جی ہاں! لہٰذا ابوبکر ﷜ نے اپنے آپ کو روک لیا رسول اللہ ﷺ کے لئے تاکہ آپ کی صحبت سفر میں بھی اختیار کر سکیں۔ اور انہوں نے دو اُونٹنیوں کو خوب گھانس کھلائی جو ان کے پاس تھیں اور چار مہینے تک (درختوں کے پتے کھلائے) خصوصاً کیکر کے درخت کے۔

حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت .... ابن شہاب نے کہا کہ عروہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک دن ہم لوگ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے انتہائی شدید گرمی کا وقت تھا کہ کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ آ گئے ہیں چادر کا گھونگھٹ نکا لئے ، ایسے وقت میں جس وقت نہیں آیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان حضور ﷺ اس وقت ایسے نہیں آئے ضرور کوئی بات ہے اتنے میں حضور ﷺ پہنچ گئے۔ انہوں نے اجازت طلب کی آپ کو اجازت دی گئی آپ ﷺ اندر آئے تو آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا یہاں سے چلیں ذرا (بات کرنی ہے)۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ! یہ سارے گھر والے آپ کے گھر کے افراد تو ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک۔ مجھے یہاں سے نکلنے کی (یعنی ہجرتِ مدینہ) کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ کے صحابہ کو بھی اجازت مل گئی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جی ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! میری ان دو اُونٹیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمتاً خریدوں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دونوں کا سامانِ سفر تیار کیا ہلکا پھلکا سامان (یا عجلت میں تیار کیا ہوا مختصر سامان)۔ ہم لوگوں نے ان کے لئے ایک دسترخوان اور ایک تھیلی میں سامان باندھا اور اسماء بنت ابوبکر نے اپنے دوپٹے یا کمر پٹے کو دو حصوں میں چیرا اور اس کے ساتھ وہ بوری یا تھیلی کا منہ باندھا اس لئے وہ اسی وجہ سے نام رکھ دی گئیں ذات النطاقین۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہاڑ کی غار میں جا ملے جس کو ثور کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تین راتیں وہ اس میں چھپے رہے۔ عبداللہ بن ابوبکر رات ان کے پاس جا کر گزارتے تھے وہ نوجوان لڑکے تھے، ذہین تھے، حاذق اور زکی الفہد تھے۔ لہٰذا وہ منہ اندھیرے صبح ان کے ہاں سے روانہ ہوتے اور صبح کے وقت مکے میں قریش میں موجود ہوتے جیسے انہوں نے رات یہاں گذاری ہے۔

قریش جو بھی مکر و تدبیر بناتے وہ اس کو یاد رکھتے اور جا کر اس کی خبر حضور ﷺ کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتاتے رات کے اندھیرے میں۔ اور عامر بن فہیرہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے وہ ان دونوں کی بکریاں چراتے تھے جو کہ دودھ والی تھیں چنانچہ وہ شام کو اندھیرا اچھا جانے کے بعد بکریاں وہاں پر لے کر جاتے۔ اور ان دونوں کو ان کا دودھ پلاتے وہ دونوں اسی دودھ پر رات گذارتے۔ پھر وہ اندھیرے میں ہی بکریوں کو ہانک کر لے جاتے تینوں راتیں وہ ایسے کرتے رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کرائے پر ایک آدمی لیا اور ابوبکر نے بنو دیل میں بنو عبد بن عدی سے جو راستے کی رہنمائی کرتا خِرِّیت تھا خریت راستے کے ماہر کو کہتے ہیں اس کو قسم دی گئی تھی آل عاص بن وائل میں۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ انہوں نے اس کو امین بنا دیا اور اپنی سواریاں اس کے حوالے کر گئے تھے اور اس کو غارِ ثور کا وعدہ دے گئے تھے۔ چنانچہ تین راتیں پوری ہونے کے بعد صبح ہی وہ دونوں سواریاں لے کر دونوں کے پاس پہنچ گیا لہٰذا وہ دونوں اس وقت وہاں سے کوچ کر گئے تھے اور عامر بن فہیرہ اور وہ رہنما بھی جو کہ دُوَلی تھا یہ شخص ان کو یدٗ بَحر سے لے گیا وہ ساحل کا راستہ ہے۔

اس کو بخاری صحیح میں روایت کیا ہے یحییٰ بن بکیر سے اس نے لیث سے، وہ کہتے ہیں (اس میں) یہ لفظ بھی ہے تَکْسِیبُ الْمَعْدُوْم۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات آل عمر سے بہتر ہے .... (۲) ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر احمد بن اسحٰق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن عباد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عفان بن مسلم نے، ان کو سری بن یحیٰ نے، ان کو محمد بن سیرین نے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں کچھ آدمیوں کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم ایک رات ابوبکر کی بہتر ہے آل عمر سے اور ایک دن بہتر ہے ابوبکر کا آل عمر سے۔ رسول اللہ ﷺ ایک رات غار کی طرف روانہ ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ ایک لحظہ وہ آگے آگے چلتے اور ایک لحظہ پیچھے چلتے۔ رسول اللہ ﷺ اس ادا کو سمجھ گئے اور پوچھنے لگے ابوبکر کیا ہوا آپ ایک لحظہ آگے چلتے ہیں اور ایک لحظہ پیچھے چلتے ہیں میرے۔ عرض کی یارسول اللہ! طلب کو یاد کرتا ہوں تو آپ کے پیچھے چلتا ہوں۔ اس کے بعد رصد کو یاد کرتا ہوں تو آپ کے آگے

چلتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر! کیا میرے سوا کوئی چیز ہے جس کو آپ میرے سوا پسند کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا یا رسول اللہ! کوئی معمولی سی معمولی چیز بھی ایسی نہیں میں جس کو آپ کے سوا پسند کروں۔ جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے ابوبکر ؓ اندر داخل ہوئے اور حضور ﷺ سے کہا آپ باہر رہیں میں پہلے آپ کے لئے غار صاف کرلوں۔ چنانچہ انہوں نے اندر جا کر پہلے غار کو صاف کیا جب اوپر آ گئے تو پھر انہیں خیال آیا کہ ایک سراغ رہ گیا تھا جس کو وہ ابھی تک صاف نہیں کر پائے تھے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ رہیں میں ایک سوراخ بند کر کے آجاؤں۔ چنانچہ پھر اندر گئے اس کو بھی بند کر کے آ گئے۔ اس کے بعد کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتریں پھر حضور ﷺ اندر اُترے۔ حضرت عمر ؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ وہی رات بہتر ہے آل عمر سے۔

سانپ کا بار بار ڈنک مارنا .... (۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدی نے بغداد میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی احمد بن سلمان نجار فقیہ نے بطور املاء۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ روایت پڑھی گئی تھی یحییٰ بن جعفر کے سامنے اور میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدالرحمٰن بن ابراہیم راسبی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی فرات بن سائب نے میمون بن مہران سے، اس نے ضبہ بن محصن عنزی سے، اس نے عمر بن خطاب ؓ سے ایک قصے میں جس کا انہوں نے ذکر کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے کہا تھا کہ البتہ ایک رات ابوبکر کی اور ایک دن بہتر ہے عمر کی ساری زندگی سے۔ کیا تجھے دلچسپی ہے میں تجھے بتاؤں ان کی ایک رات اور ان کا ایک دن؟ وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اے امیر المؤمنین۔ انہوں نے کہا بہرحال رات تو وہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکے سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو رات کے وقت چلے تھے ابوبکر ؓ ان کے پیچھے چل رہے تھے کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے چلتے، کبھی ان کے دائیں، کبھی بائیں چلتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے اے ابوبکر، آپ کی یہ ادا سمجھ میں نہیں آئی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں رصد کو یاد کرتا ہوں تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور طلب کو یاد کرتا ہوں تو آپ کے پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں بائیں ہو جاتا ہوں۔ آپ کے بارے میں بے فکر نہیں رہتا ہوں بلکہ فکر لگی رہتی ہے۔ اس رات رسول اللہ ﷺ پیروں کی اُنگلیوں پر چلتے رہے تھے یہاں تک کہ آپ کے پیروں کے نشانات چھپ جائیں۔

جب ابوبکر ؓ نے حضور ﷺ کے اپنے قدموں کو اگلے حصوں پر چلتے دیکھا تو حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیا اور اس کے لئے ان کو سخت مشقت اُٹھانا پڑی حتیٰ کہ آپ ﷺ کو وہ غار کے دہانے تک لے آئے۔ پھر ان کو اُتارا پھر کہنے لگے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ اس میں نہ جائیں میں پہلے جاتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو وہ مجھے تکلیف پہنچائے آپ کو نہ پہنچائے۔ اندر جا کر دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی پھر آپ کو اٹھا کر اندر بھی لے گئے۔ غار میں ایک سوراخ تھا اس میں سانپ وغیرہ تھے حضرت ابوبکر ؓ کو خوف لاحق ہوا کہ وہاں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائے لہٰذا انہوں نے اس سوراخ میں اپنا قدم رکھ لیا۔ سانپ نے بار بار ان کو ڈنک مارنا شروع کیا اور تکلیف کی وجہ سے ابوبکر ؓ کے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر آپ غم نہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ ان پر اتارا اور اطمینان۔ یہ تھی حضرت ابوبکر ؓ کی رات۔

ابوبکر ؓ کا خاص دن .... بہرحال باقی رہا ان کا خاص دن۔ وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور عرب مرتد ہو گئے تو بعض نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے اور بعض نے کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے نہ زکوٰۃ دیں گے۔ میں ان کے پاس گیا میں نے ان کو نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور میں نے کہا اے خلیفۂ رسول آپ لوگوں سے اُلفت اور شفقت والا سلوک کریں۔ انہوں نے جواب دیا آپ جاہلیت میں زبردست تھے اور کیا اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے ہو۔ کون سی چیز میں میں ان کے ساتھ الفت کروں کیا کسی مصنوعی شعر کے ساتھ یا کسی جھوٹے شعروں کے ساتھ؟ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں اور وحی اٹھ چکی ہے پس اللہ کی قسم اگر لوگ مجھ سے اُونٹ کے پیر کی رسی روکیں گے اُس میں سے جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس رسی پر بھی ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا تھا اللہ کی قسم یہ صحیح اور درست اقدام تھا۔ یہ ہے حضرت ابوبکر ؓ کا خاص دن۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن اویس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اس نے ابن شہاب سے (ح) اور اس میں جس کو ذکر کیا ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے یہ کہ ابو جعفر بغدادی نے ان کو خبر دی ہے، اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابومحمد بن عمرو بن خالد نے، ان کو حدیث بیان کی ہے ان کے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابولہیعہ نے ابوالاسود سے، اس نے عروہ بن زبیر سے کہ مشرکین مکہ نے ہر طرف سوار دوڑائے جو حضور ﷺ کو تلاش کر رہے تھے اور جہاں جہاں پانی کے گھاٹ تھے وہاں بندے بھیجے ان کے بڑے بڑے انعام مقرر کئے۔ اور مشرکین جبلِ ثور پر گئے جس میں غارِ ثور ہے جس میں نبی کریم ﷺ موجود تھے اس کے اوپر چڑھ گئے ۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی آوازیں سن رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہو گئے اور انہیں فکر و پریشانی لاحق ہو گئی ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا تھا: لا تحزن ان اللہ معنا " آپ غم نہ کریں بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ لہٰذا ان پر سکینہ اور اطمینان نازل ہوا۔

فانزل اللّٰہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین و جعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ و کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا واللّٰہ عزیز حکیم۔ (سورۃ التوبۃ)

پس اللہ نے سکینہ نازل فرمایا اپنے رسول پر اور مؤمنون پر اور اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا کیا اور اللہ کی بات کو اونچا کیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دودھ والی بکریاں تھیں جو شام کو ان کے پاس جاتی تھیں اور مکے میں ان کے گھر میں بھی۔ اور عامر بن فہیرہ مولی ابی بکر امین تھا اس کے پاس امانتیں رکھوائی جاتی تھیں۔ اس نے اسلام کو خوبصورت پایا اور اس نے ایک آدمی کو اُجرت پر لیا تھا وہ بنی عبد بن عدی میں سے تھا اس کو اریقط کہا جاتا تھا۔ اور وہ قریش میں حلیف تھا اس کے بعد بنو سہم میں، اس کے بعد آل عاص بن وائل میں۔ اور یہ عدوی تھا اُس وقت یہ مشرک تھا اور وہ راستوں کی رہنمائی کرتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنا جانا مخفی رکھا تھا ان راتوں میں جو وہ غار میں رہے تھے۔ صرف ان کے پاس عبداللہ ابن ابوبکر آتے جاتے تھے اور شام کے وقت ہر خبر لے جاتے تھے جو مکے میں ہوتی تھی اور شام کو ان کے پاس عامر بن فہیرہ بکریاں لے جاتے تھے۔ ہر رات وہ دودھ دوہ لیتے پھر صبح شام سویرے چلتے۔ صبح کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتا اس کے نہ سمجھا جاتا جب ان دونوں کے آگے آوازیں پست ہو گئیں وہ ان دونوں کے پاس آیا اگر خاموشی ہو گئی تو ان کے ساتھی دو اُونٹ لے کر آ گیا۔ اور وہ دونوں غار میں دو دن اور دو راتیں ٹھہرے رہے تھے۔

اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ تین راتیں۔ اس کے بعد وہ دونوں روانہ ہو گئے اور ساتھ ہی عامر بن فہیرہ روانہ ہوئے جو کہ ان کی خدمت کر رہے تھے اور ان کی مدد کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے دونوں کے ساتھ لوگوں میں سے اور کوئی نہیں تھا سوائے عامر بن فہیرہ کے اور سوائے بھائی بنو عدی کے جوان کو راستے کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے ان دونوں کو مکے کا نیچے والا زیریں حصہ پار کروایا اس کے بعد ان کو ساحل کی طرف لے کر چلا عسفان کے زیر علاقے سے۔ اس کے بعد ان کا گزران ہوا یہاں تک کہ راستے کے سامنے آگے جب وہ قدید سے گزرے۔ یہ الفاظ حدیث عروہ اور حدیث موسیٰ بن عقبہ کے ہیں مذکورہ حدیث کے مفہوم کے ساتھ۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۸۹/۳)

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو اسود بن عامر شاذان نے، ان کو اسرائیل نے اسود سے، اس نے جندب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ان کے ہاتھ کو پتھر لگ گیا تھا۔ انہوں نے کہا :

ان انت الا اصبع دمیت .... وفی سبیل اللّٰہ ما لقیت

تم محض خون آلود انگلی ہو اور اللہ کی راہ میں تمہاری یہ کیفیت ہوئی ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ اسحٰق بن محمد بن یوسف سوسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن یونس ضبی نے، ان کو عفان بن مسلم اور محمد بن سفیان نے، ان کو ہمام نے، ان کو خبر دی ابوثابت نے انس سے یہ کہ ابوبکر نے اس کو حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں تھا میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر کوئی ایک ان میں سے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! تیرا کیا خیال ہے ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ (بخاری ص ۳۶۵۳۔ فتح الباری ۷/ ۹۰۸)

(۶) اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو عبدالعزیز بن معاویہ قریشی نے، ان کو حبان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد نے بنانی سے اس نے ذکر کیا ہے اس کو اپنی اسناد کے ساتھ مذکور کی مثل۔ مگر اس نے کہا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنا قدم اٹھائے گا ہمیں دیکھ لے گا اپنے قدموں کے نیچے سے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن سفیان سے اور عبداللہ بن محمد سے، اس نے حبان بن ہلال سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے زہیر بن حرب وغیرہ سے، اس نے حبان سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم ہاشمی نے بغداد میں، ان کو حدیث بیان کی عثمان بن احمد دقاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن محمد بن عیسیٰ البری نے، ان کو مسلم بن ابراہیم نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے اور ابوصادق محمد بن احمد عطار نے، ان کو ابوالعباس احمد نے، ان کو محمد بن علی نے ان کو مسلم نے، ان کو عون بن عمر قیسی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو مصعب مکی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پالیا انس بن مالک کو اور زید بن ارقم کو مغیرہ بن شعبہ کو۔

میں نے ان کو سنا وہ باتیں بتاتے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ غار میں تھے اللہ تعالیٰ نے درخت کو حکم دیا وہ آپ کے چہرے کے سامنے اُگ گیا تھا اس نے آپ کے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ اور اللہ نے مکڑی کو حکم دیا تھا اس نے غار کے دھانے پر جالا بن لیا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ چھپ گیا تھا۔ اللہ نے دو کبوتروں کو حکم دیا جو جنگلی تھے وہ غار کے دہانے کے پاس بیٹھے اور قریش کے نوجوان آئے، ہر قبیلے کا ایک آدمی تھا جو لاٹھیوں اور موٹے ڈنڈوں سے اور تلواروں سے آراستہ تھے۔ جب وہ حضور ﷺ سے چالیس ہاتھ کے فاصلے پر تھے ان میں ہر شخص غار کے اندر دیکھنے لگا۔

اس نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا وہ اپنے دیگر ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آ گئے۔ وہ اس سے کہنے لگے کیا بات ہے کہ تم نے غار کے اندر نہیں دیکھا؟ اس نے کہا کہ تم نے غار کے منہ پر دو کبوتریاں نہیں دیکھیں تھیں میں نے تو اس سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے سن لیا جو کچھ وہ کہہ رہے تھے۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو ہم سے روک دیا ہے ان کبوتروں کی وجہ سے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بلایا اور ان پر برکت اتاری اور ان کی جزا مقرر کر دی اور وہ حرم میں لوٹنے لگے۔ (ابن سعد ۱/ ۲۲۹)

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ اسحاق بن ابوسعید سوسی نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس طرائفی نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوسعید حسن بن عبدالصمد قُھُنْدَزِیُ نے، ان کو محمد بن حمید نے، ان کو علی بن مجاہد نے، ان کو اشعث بن اسحاق نے، ان کو جعفر بن ابوالمغیرہ نے، ان کو سعید بن جبیر نے ابن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان پر سکینہ نازل کیا۔ کہا کہ حضرت ابوبکر ؓ پر، کیونکہ نبی کریم ﷺ پر تو ہمیشہ سکینہ رہتا ہی تھا۔

☆☆☆

باب ۹۸

سراقہ بن مالک بن جُعشم کا رسول اللہ ﷺ کے قدموں کے نشانات

کی مدد سے آپ ﷺ کا تعاقب کرنا اور اس واقعہ میں دلائل نبوت کا ظہور

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین قطان نے بغداد میں، اور ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے اور عبداللہ بن رجاء ابوعمر غدانی نے، اس نے اسرائیل سے، اس نے ابواسحٰق سے، اس نے براء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے عازب سے تیرہ درہم کے بدلے میں اونٹنی خریدی تھی۔ ابوبکر ﷛ نے عازب سے کہا تھا براء سے کہو کہ وہ اس پر سوار ہو کر میرے گھر تک اس کو لے آئے۔ عازب نے ان سے کہا نہیں میں ایسے نہیں کروں گا بلکہ پہلے آپ ہمیں بتائیں کہ آپ اور رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا تھا جب آپ لوگ ہجرت کر کے نکلے تھے اور مشرکین آپ کو تلاش کر رہے تھے۔

حضرت ابوبکر ﷛ نے بتایا کہ ہم لوگ مکے سے اندھیری رات میں چلے تھے ہم لوگ اس رات کو اگلے دن تک جاگتے رہے حتیٰ کہ سورج ڈھلنے لگا اور سخت گرمی ہوگئی۔ میں نے ہر طرف نظر دوڑائی کیا کوئی سایہ مجھے نظر آتا ہے ہم جہاں جگہ پکڑ لیں۔ مجھے ایک چٹان نظر آئی میں وہاں پہنچا۔ اس کا تھوڑا سا سایہ باقی تھا میں نے اس کو برابر کیا اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چمڑے کا بچھونا بچھایا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ لیٹ جایئے، آپ ﷺ لیٹ گئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے اردگرد کا جائزہ لینے لگا کہ کیا مجھ کو مطلوبہ انسان نظر آرہا ہے اچانک مجھے بکریوں کا ایک چرواہا نظر آیا جو اپنی بکریوں کو پہاڑ کی طرف ہانک رہا تھا۔ وہ بھی وہی چاہتا تھا جو ہم نے چاہا تھا یعنی وہ بھی سائے کی تلاش میں تھا۔

میں نے اس سے پوچھا اے لڑکے تم کس کے ہو؟ اس نے کہا میں قریش کے ایک بندے کا غلام ہوں، اس نے مالک کا نام لیا تو میں پہچان گیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہے۔ میں نے کہا کہ کیا تم مجھے دودھ نکال دو گے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں نکال دوں گا۔ میں نے اس سے کہا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کے پیروں میں رسی باندھی۔ میں نے کہا کہ اس کی کھیری جھاڑ دو مٹی صاف ہو جائے گی۔ پھر میں نے کہا کہ آپ اپنے ہاتھ بھی جھاڑ دیں۔ اس نے ایک ہتھیلی دوسری پر ماری اور اس نے میرے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے بہت سارا دودھ نکالا۔ میں نے شکم سیر ہو کر دودھ پیا۔

میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چھوٹا مشکیزہ تھا اس کے منہ پر ایک کپڑا تھا میں نے اس کو دودھ پر انڈیلا حتیٰ کہ اس کا نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اتفاق ایسا ہوا کہ وہ جاگ گئے تھے۔ میں نے کہا کیا آپ دودھ پئیں گے یا رسول اللہ؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی دودھ پیا، آپ بھی خوش ہوئے۔ میں نے کہا کوچ کرنے کا وقت ہو گیا ہے یا رسول اللہ!

غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے .... کہا کہ ہم لوگوں نے کوچ کیا جبکہ لوگ ہمیں تلاش کر رہے تھے ہمیں ان میں سے کسی نے نہ پایا سوائے سراقہ بن مالک بن جُعشم کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ کوئی ہمیں تلاش کرنے والا لگتا ہے جو ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لا تحزن ان اللہ معنا "آپ غم نہ کریں بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ جب وہ ہمارے قریب ہوا اور اس کے اور ہمارے درمیان فاصلہ صرف دو یا تین کمان کا رہ گیا میں نے کہا کہ یہ جاسوس ہمارے پیچھے آ گیا ہے یا رسول اللہ! اور میں رو پڑا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ میں آپ کے لئے رو رہا ہوں۔ کہتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی اور کہا اللّٰھم اکفنا علیہ بما شئت ''اے اللہ تو اس کو کافی ہو جا جیسے تو چاہے''۔ کہتے ہیں کہ اس کا گھوڑا اس کے سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ چنانچہ سراقہ اس کے اُوپر سے کود گیا پھر کہنے لگا اے محمد! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا ہی عمل ہے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے جس میں میں گرفتار ہوں۔ اللہ کی قسم میں ایک تلاش سے اندھا بن جاؤں گا اپنے پچھلوں کے لئے۔ یہ لیں میرا ترکش ہے آپ اس میں سے تیر نکال لیں بیشک آپ عنقریب گذریں گے میرے اُونٹوں اور بکریوں کے پاس جو کہ اتنی اتنی ہیں آپ اس میں سے جتنی چاہیں لے لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں تیری اُونٹوں کی اور بکریوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس کے حق میں دعا کی۔ لہٰذا وہ لوٹ کر چلا گیا اپنے دوستوں کے پاس۔ اور رسول اللہ ﷺ اور میں اپنے سفر پر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہم رات کو مدینے پہنچ گئے۔ (مسند احمد ۱/۲۔۳)

(۲) ہمیں خبر دی ابونصر بن قتادہ نے، ان کو ابوعمر بن مطر نے، ان کو خبر دی ابوخلیفہ نے، ان کو عبداللہ بن رجاء غدانی نے، اس نے اس کو ذکر کیا ہے مذکور کی مثل۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن رجاء سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے اسرائیل سے۔

(فتح الباری ۷۔۸)

سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے .... (۳) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوالولید فقیہ نے، ان کو عبداللہ بن محمد نے، ان کو سلمہ بن شبیب نے، ان کو حسن بن محمد بن اعین نے، ان کو زہیر نے، ان کو ابواسحٰق نے، انہوں نے سنا براء سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے والد کے پاس ان کے گھر میں گئے انہوں نے اس سے پالان خریدا۔ اور راوی نے آگے اس حدیث کو ذکر کیا ہے حدیث اسرائیل کے مفہوم میں۔ یہاں تک کہا کہ ہم لوگوں نے کوچ کیا سورج ڈھلنے کے بعد اور سراقہ بن مالک نے ہمارا تعاقب کیا اور ہم لوگ اس وقت سخت پتھریلی مگر ہموار زمین پر سفر کر رہے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم لوگ پکڑے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لا تحزن ان اللہ معنا، ''فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف بددعا کی جس سے اس کے گھوڑے کے سم سخت زمین کے اندر دھنس گئے اور وہ پیٹ تک اندر اُتر گیا۔ سراقہ نے کہا میں نے سمجھ لیا ہے کہ تم دونوں نے میرے اوپر بددعا کی ہے اب میرے لئے دعا کرو، اللہ تمہارا ہے یہ کہ میں تمہاری تلاش سے اور تعاقب سے رک جاؤں گا اور باز آ جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی لہٰذا اس کو نجات مل گئی۔ چنانچہ وہ واپس ہو گیا جو بھی اس کو ملتا وہ اس سے یہی کہتا تحقیق کفایت کی گئی ہے تمہیں اس سے جو کچھ یہاں تھا۔ اور جس کو بھی وہ راستے میں ملتا اس کو واپس کر دیتا اور ہمارے ساتھ وفاداری کرتا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے سلمہ بن شبیب سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے دوسرے طریق سے زہیر بن معاویہ سے۔

(۴) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو ابن ملحان نے، ان کو یحییٰ بن بکیر نے، اس کو لیث نے عقیل سے (ح) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالحسن محمد بن عبداللہ نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو محمد بن یحییٰ نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو عقیل نے، ان کو ابن شہاب نے، اور مجھے خبر دی عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے، وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھائی کے بیٹے تھے۔ یہ کہ اس کے باپ نے اس کو خبر دی کہ اس نے سنا تھا سراقہ بن جعشم سے اور ابن عبدان کی روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم کہتے ہیں ہمارے پاس کفار قریش کے نمائندے آئے تھے وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیت

یعنی خون بہا دینے کی بات کرتے تھے۔ان دونوں میں سے ہر ایک کے قتل کرنے یا ان کو قید کرنے کی بات۔ میں بیٹھا ہوا تھا اپنی قوم کی ایک مجلس میں کہ بنی مدلج سے ایک آدمی ان میں ہمارے پاس آیا آ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا سراقہ میں نے ابھی ابھی ساحل کی طرف سیاہ نشان دیکھے ہیں میں ان کو محمد اور ان کے ساتھی سمجھا ہوں۔سراقہ نے کہا میں نے ان کو پہچانا ہے کہ وہ وہی ہیں۔ابن عبدان نے کہا اور حدیث کو ذکر کیا ابوعبداللہ نے اپنی روایت میں کہا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ میں نے سراقہ سے کہا کہ وہ لوگ وہ نہیں ہیں شاید آپ نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا۔ تم ہمارے سامنے چلے جاؤ (یعنی ان کی تلاش میں)۔

سراقہ نے کہا کہ میں ذرا سی دیر مجلس میں بیٹھا رہا اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور اندر گھر میں گیا۔ میں نے اپنی لڑکی سے کہا کہ میرا گھوڑا نکالیں۔ اس کو ٹیلے کے پیچھے اُتار کر میرے لئے روک رکھیں میرے آنے تک ۔ میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور اپنے گھر کے پچھواڑے سے نکل گیا۔ میں نے نیزے کے نیچے والے حصے کو اُوپر کیا اور اوپر والے کو نیچے کیا (تا کہ اس کو کوئی نہ دیکھے) اپنے گھوڑے کے پاس آ گیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ اور میں نے اسے خوب دوڑایا حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اچانک میرا گھوڑا پھسلا جس سے میں گر گیا۔ میں جلدی سے کھڑا ہوا میں نے اپنا ہاتھ اپنی ترکش کی طرف بڑھایا میں نے اس میں سے تیر نکالے قسمت کے تیر، کہ کیا میں ان لوگوں کو نقصان پہنچاؤں یا نہ پہنچاؤں۔ تیر وہ نکلا جو میں پسند نہیں کرتا تھا کہ میں ان کو نقصان نہ پہنچاؤں۔ پھر بھی میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے اس دفعہ تو قسمت کے تیروں کے بھی خلاف کیا پھر میں نے اس کو خوب دوڑایا اس نے مجھے پھر قریب کر دیا حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قراءت سُن لی مگر حضور ﷺ مڑ کر پیچھے نہیں دیکھ رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کثرت کے ساتھ بار بار پیچھے دیکھ رہے تھے۔

امن کا پروانہ لکھ دیا .... کہتے ہیں کہ میرے گھوڑے کے اگلے دونوں ہاتھ زمین میں دھنس گئے اور وہ گھٹنوں تک چھپ گئے اور میں اس کے اُوپر سے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا میں اٹھ گیا مگر اس کے اگلے پیر نکل نہیں سکتے تھے جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے قدموں کے نشانات سے دھوئیں کی طرح ایک دھواں اوپر کی طرف بلند ہوا۔ میں نے قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے تیر کھینچا پھر وہی نکلا جس کو میں پسند نہیں کرتا تھا کہ میں ضرر نہ پہنچاؤں۔ میں نے ان دونوں کو پکارا الامان ، مجھے امان دے دو۔ وہ دونوں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) میرے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا میرے دل میں ایک بات آ گئی، جب یہ سب کچھ ہو گیا اور میں نے ان سے رک گیا۔ وہ یہ تھی کہ عنقریب رسول اللہ ﷺ غالب آ جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا بے شک آپ کی قوم کی طرف سے آپ دونوں کے بارے میں دِیت (خون بہا) مقرر کر دیا گیا ہے۔ نیز میں نے ان کو ان باتوں کی خبر دی جن کا وہ ارادہ رکھتے تھے اور میں نے سامانِ سفر اور دیگر سامان ان کو پیش کر دیا۔ انہوں نے نہ مجھے پریشان کیا نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا مگر یہی کہا ہم سے آپ غائب ہو جائیں۔ میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ مجھے کوئی عہد نامہ لکھ دیں میں جس کی وجہ سے محفوظ رہوں۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ سے کہا۔ اُس نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ چلے گئے۔

اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے یحیٰ بن بکیر سے اس نے لیث سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عتاب عبدی نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، ان کو خبر دی اسماعیل بن اویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن شہاب نے، ان کو عبدالرحمن بن مالک بن جعشم مدلجی نے کہ ان کے والد مالک نے ان کو خبر دی ہے کہ ان کے بھائی سراقہ بن جعشم نے ان کو خبر دی کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے سے مدینہ ہجرت کر چلے تو قریش نے انعام مقرر کیا تھا کہ جو ان کو لے کر واپس آئے اس کو سو اُونٹ دیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا ہم میں سے ایک آدمی آیا اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے تین سوار دیکھے ہیں جو ابھی میرے پاس سے گذرے ہیں میں ان کو محمد گمان کرتا ہوں۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بندے کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ تم چپ ہو جاؤ۔ میں نے اس سے کہا کہ نہیں نہیں وہ تو بنوفلاں سے تھے ان کا اُونٹ گم ہو گیا ہے وہ اس کی تلاش میں پھر رہے ہیں شاید وہ وہی ہوں گے وہ شخص خاموش ہو گیا۔ میں ذراسی دیر رک گیا اس کے بعد میں اُٹھا اپنے گھر کے اندر گیا میں نے اپنے گھوڑے کے لئے کہا اس کو بطن وادی میں کھینچ کر لایا گیا۔ میں نے اپنے ہتھیار اپنے گھر کے پیچھے سے نکالے اس کے بعد میں نے قسمت کے معلوم کرنے والے تیر نکالے۔ اس کے بعد میں نے تلوار لٹکائی اس کے بعد میں نے پھر قسمت کا حال معلوم کیا اس وقت بھی وہ تیر نکلا جو میں ناپسند کرتا تھا کہ ان کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ میں امید کر رہا تھا کہ میں محمد ﷺ کو واپس لا کر سو اُونٹنیاں حاصل کروں گا۔

چنانچہ میں آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گیا میرا گھوڑا اچل رہا تھا کہ اچانک وہ پھسل گیا جس سے میں اس کے اُوپر سے گر گیا۔ پھر میں نے قسمت کا تیر نکالا پھر وہ تیر نکلا جس کو میں ناپسند کر رہا تھا کہ لا تضر ۔ مگر میں نے ضد کر کے ان کا تعاقب کیا جب وہ لوگ مجھے نظر آ گئے تو پھر میرا گھوڑا بدکا۔ اتنے میں اس کے دونوں ہاتھ زمین کے اندر چلے گئے اور میں اس کے اُوپر سے گر گیا۔ اس کے بعد اس نے کسی طرح اپنے اگلے پیر نکال لئے اور ان دونوں کے پیچھے دھوئیں کی مثل ایک غبار چلا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے منع کیا گیا ہے اور وہ غالب آ جائیں گے۔ پھر میں نے ان کو آواز لگائی مجھے دیکھو اللہ کی قسم میں تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا نہ ہی کوئی ایسا کام کروں گا جو ناپسند ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا مجھے کوئی چیز نشانی کے طور پر لکھ دیں جو میرے اور آپ کے درمیان رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اس کو لکھ دو۔ اس کے بعد انہوں نے میرے لئے لکھا اور اس کو نیسٹ نے مجھے دے دیا میں واپس لوٹ آیا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے کسی چیز کا تذکرہ نہ کیا کہ کیا کیا میرے ساتھ ہوا۔ حتیٰ کہ جب اللہ نے فتح مکہ کرا دیا اور حضور ﷺ اہلِ خیبر سے فارغ ہو گئے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تاکہ میں ان سے ملوں اور میرے پاس وہ تحریر بھی موجود تھی جو میرے لئے لکھی گئی تھی، میں قصد ہی کر رہا تھا۔ میں داخل ہوا ایک جماعت کے سامنے انصار کی جماعتوں میں سے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے نیزوں کے کچو کے دینے شروع کئے اور وہ کہہ رہے تھے ہٹو ہٹو تم۔ حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گیا وہ اپنی اُونٹنی پر سوار تھے میں ان کی پنڈلی کو دیکھ رہا تھا جیسے کہ وہ کھجور کے اوپر سے نکلنے والی گری ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں تحریر اونچی کر کے دکھائی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی تحریر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج کے دن نیکی اور وفا کا دن ہے مجھے دے دیجئے۔ کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کوئی چیز ذکر کی جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا۔

ابن شہاب نے کہا سوائے اس کے نہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا گم شدہ چیز کے بارے میں۔ اور اس شے کے بارے میں جو اس نے کہی ان کے سامنے۔ مجھے کوئی چیز یاد نہیں سوائے اس کے میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! گم شدہ اُونٹ میرے پانی کے حوضوں پر کثرت کے ساتھ آ جاتے ہیں جو میں نے اپنے اُونٹوں کے لئے پانی سے بھرے ہوتے ہیں اگر میں ان آوارہ اونٹوں کو بھی پانی پینے دوں تو کیا اس پر مجھ کو ثواب ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! ہر تازہ جگر جاندار میں ثواب ملے گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے واپس چلا گیا اور جا کر صدقہ کے جانور ہانک کر لے آیا۔

سراقہ کے اشعار .... (٦) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے سراقہ کے بارے میں کچھ اشعار کہے تھے۔ سراقہ نے بھی ان کے اشعار کا جواب دیا اور یہ اشعار کہے۔

ابا الحکم واللات لو کنت شاهدا   لا مر جوادی اذ تسیخ قوائمه

عجبت ولم تشککث بان محمدا   نبی برهان فمن ذا یقاومة

علیك بکف الناس عنه فانني ارى امرة یوماً ستبدو معالمهٔ
بامریود النصر فیه بالبها لو ان جمیع الناس طرا تسالمه

اے ابوالحکم (ابوجہل) قسم ہے لات کی اگر تو مشاہدہ کرتا میرے گھوڑے کے معاملے کا جب اس کے پیر دھنس گئے تھے تو حیران پریشان ہو جاتا اور تُو یقین کر لیتا کہ محمد ﷺ نبی ہے اور ایسا صاحب برہان ہے کون اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ تیرے اوپر لازم ہے لوگوں کو اس سے روکنا۔ بے شک میں دیکھتا ہوں اس کے امر کو ایک دن اس کی بلندیاں جلدی ظاہر ہو جائیں گی۔ اگر چہ سارے لوگ اس کو تنہا بے یارو مددگار چھوڑ دیں تو بھی نصرت اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

سراقہ نے واپس آ کر لوگوں کو بتانا شروع کیا اس نے جو کچھ دیکھا تھا اور جس کا مشاہدہ کیا تھا۔ حضور ﷺ کے معاملے میں تو امرائے قریش کو خوف ہوا کہ کہیں یہ بات بہت سے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کا سبب نہ بن جائے۔ لہٰذا ابوجہل نے بنو مدلج کو سراقہ کے بارے میں یہ اشعار لکھ بھیجے تھے۔

بني مدلج اني اخاف سفیهکم سراقة مستغو لنصر محمد
علیکم به الا ایفرق جمعکم فیصبح شتى بعد عزو سؤدد

ان اشعار کے جواب میں سراقہ نے مذکورہ اشعار کہے تھے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو حدیث بیان کی ابن ابوقماش نے، ان کو سعید بن سلیمان واسطی نے بغداد میں، ان کو ابو معشر نے ابو وہب مولیٰ ابو ہریرہ ﷺ سے اس نے ابو ہریرہ ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابو بکر ﷺ سے مدینے میں داخلے کے وقت لوگوں کو مجھ سے مطمئن کرنا تم لوگوں کی توجہ محمد ﷺ سے ہٹانا، ان کو دور کرنا۔ بے شک شان یہ ہے کہ کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے جھوٹ بولنا۔ لہٰذا کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر ﷺ سے پوچھا جاتا کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ کہتے تھے میں فروخت کرنے والا ہوں۔ جب پوچھا جاتا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو حضرت ابو بکر ﷺ فرماتے تھے راستہ بتانے والا ہے مجھے راستہ بتا رہا ہے۔ (السیرۃ الشامیۃ ۳/۲۷۵)

باب ۹۹

رسول اللہ ﷺ کا ایک عورت اور اس کے بیٹے کے پاس سے گذرنا

اور اُس میں جو نبوت کے آثار ظاہر ہوئے

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے ان کو خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو خبر دی احمد بن یحییٰ حلوانی اور محمد بن فضل بن جابر نے۔ ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عمران بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے، ان کو یحییٰ بن ابوزائدہ نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران العدل نے بغداد میں اور یہ الفاظ اسی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن محمد مصری نے، ان کو عبداللہ بن محمد بن ابومریم نے، ان کو اسد بن موسیٰ نے، ان کو یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ نے، ان کو محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے، ان کو عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے۔ انہوں نے سنا عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق ﷺ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے سے نکلا تھا۔ ہم لوگ ایک قبیلے میں پہنچے تھے قبائل عرب میں۔

نبی کریم ﷺ نے کونے میں ایک طرف نظر اُٹھا کر دیکھا آپ اسی کی طرف چلے گئے۔ جب ہم وہاں جا کر اُترے تو اس میں ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ بولی اے اللہ کے بندے! مین ایک عورت ہوں میرے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے آپ لوگ قبیلہ کے سر پر ہیں اور آپ بڑوں کے پاس جاؤ جہاں تم مہمان نوازی چاہتے ہو۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو کوئی جواب نہیں دیا، یہ شام کا وقت تھا۔ اس کے بعد اس عورت کا بیٹا بھی آ گیا۔ وہ اپنی بکریاں چرانے گیا تھا ان کو اسی وقت ہانک کر لایا تھا۔ اس عورت نے اس سے کہا بیٹے یہ بکری لے جا اور چھری، ان دونوں آدمیوں کے پاس۔ اور ان دونوں سے کہو میری امی تمہیں کہہ رہی ہیں کہ اسے ذبح کیجئے اور خود بھی کھائیے اور ہمیں بھی کھلائیے۔ جب وہ لڑکا لے کر آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ آپ چھری واپس لے جائیے اور مجھے ایک پیالہ لا دیجئے۔ اس نے کہا یہ تو (نجرد ہے) بغیر بچہ جنے کے ہے (اس کا دودھ کہاں سے آئے گا) اس کا دودھ نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ جائیے تو وہ گیا اور پیالہ لے آیا۔

حضور ﷺ نے اس کی کھیری کو ہاتھ لگایا اس کے بعد دودھ دوہنا شروع کر دیا اور پیالہ بھر گیا۔ پھر فرمایا کہ اسے اپنی امی کے پاس لے جائیے۔ اس نے سیر ہو کر پیا۔ پھر پیالہ واپس لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جائیے اور دوسرا لے آئیے۔ اس نے ایسے ہی کیا اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ کو بلایا پھر وہ ایک اور لے کر آ گیا۔ اس کے بھی ایسے کیا اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے خود پیا۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس رات کو سو گئے اس کے بعد ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ اس عورت نے حضور ﷺ کو مبارک نام دیا اور اس کی بکریاں کثیر ہو گئیں حتیٰ کہ وہ مدینہ کی طرف چلی آئیں۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس کے پاس سے گذرے تو اس کے بیٹے نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو پہچان لیا اور کہنے لگا امی یہ وہی آدمی ہیں جو مبارک کے ساتھ تھے (یعنی حضور ﷺ کے ساتھ)۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پوچھنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ کون آدمی تھا تیرے ساتھ اس دن؟ انہوں نے پوچھا کیا آپ جانتی ہیں کہ وہ کون تھے؟ بولی کہ نہیں میں نہیں جانتی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ وہ بولی مجھے بھی ان کے پاس لے چلو۔ کہا کہ ابوبکر ؓ ان کو لے گئے۔ حضور ﷺ نے اسے کھانا کھلایا اور کچھ عطایا دیئے۔

ابن عبدان نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس عورت نے کہا تھا کہ مجھے اس کی طرف راہنمائی کیجئے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ گئی اس عورت نے کچھ پنیر حضور ﷺ کے لئے ہدیہ کیا اور کچھ عرب کا سامان۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کو کپڑے دیئے اور کچھ عطایا دیئے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۱۹۱۔۱۹۲۔ السیرۃ الشامیہ ۳/۳۵۰)

(امام بیہقی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ اگرچہ کم ہے اس سے جو ہم نے اُم معبد کے قصے میں روایت کیا ہے۔ اور بعض روایات میں اس کے قریب قریب ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ وہی ایک ہی چیز ہو۔ اور تحقیق ذکر کیا ہے محمد بن اسحٰق بن یسار نے ام معبد کے قصے میں کچھ حصہ جو دلالت کرتا ہے کہ وہ اور یہ ایک ہی تھی۔ واللہ اعلم۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۹۲)

ایک سال والی بکری سے دودھ نکالنا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُم معبد کے خیمہ میں اُترے۔ ام معبد وہی تھی کہ بالائی حصہ میں جس کو جن نے خوبصورت آواز سے کچھ کہا تھا۔ اُم معبد کا نام عاتکہ بنت خالد ابن منقذ بن ربیعہ بن اصرم تھا۔ ان لوگوں نے اس سے مہمان نوازی کرنے کی خواہش کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم ہمارے پاس نہ تو کھانے کی کوئی چیز ہے نہ یہ دودھ والی کوئی بکری ہے نہ ہی کوئی ذبح کرنے والی بکری ہے۔ ہاں مگر یہ ایک سال کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وہی ایک بکری منگوائی اس کی کھیری پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اللہ سے دعا کی اور ایک بڑے پیالے میں دودھ نکالنا شروع کیا حتیٰ کہ وہ برتن بھر گیا۔ حضور ﷺ نے اس عورت سے کہا کہ آپ پئیں اے اُم معبد۔ اس نے کہا آپ کا زیادہ حق ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس کو واپس کر دیا اور اُم معبد نے پہلے پیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اسی طرح کی

ایک اور سال والی منگوائی اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آپ نے خود پیا اس کے بعد آپ نے ایک اور سال والی منگوائی اور دودھ اپنے راستہ بتانے والے کو پلایا اس کے بعد ایک اور منگوائی اور دودھ عامر کو پلایا اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔

اتنے میں حضور ﷺ کو تلاش کرنے والے قریش بھی پہنچ گئے اُم معبد کے پاس۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم نے محمد کو دیکھا ہے؟ اور اس کا حلیہ ایسا ایسا ہے۔ انہوں نے اس کے آگے حضور ﷺ کی وصف بتائی۔ وہ بولی میں نہیں جانتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تحقیق میری ضافیت کی ہے ایک سال کی بکری کا دودھ نکالنے والے نے۔ قریش نے کہا یہ وہی ہے جس کا تم ذکر کررہی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کیفیت شرع کی وہ جو خیمے کے خالی ہونے کی تھی۔ جیسے ہم نے حدیث ام معبد میں ذکر کیا ہے اس کے بعد اس کا بیٹا بکریاں لایا ہو۔ جیسے ہم نے روایت کیا ہے حدیث ابن ابی لیلیٰ میں اس کے بعد جب اس کا شوہر آیا ہو تو اس نے اس کے آگے حضور ﷺ کی وصف بیان کی ہو۔ واللہ اعلم

باب ۱۰۰

حضور ﷺ کا اپنے ساتھی کے ساتھ چرواہے پر گزر

اور اس میں ظاہر ہونے والی علامات

ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب نے، ان کو خبر دی محمد بن غالب نے، ان کو ابوالولید نے، ان کو عبیداللہ بن ایاس بن نقیط نے، ان کو قیس بن نعمان نے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر ﷺ بھی چھپ کر، تو ان کا گذر ایک ایسے غلام کے پاس سے ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پینے کے لئے دودھ طلب کیا (اُس وقت کے قبائلی رواج کے مطابق اس طرح دودھ مانگنا نہ برا سمجھا جاتا تھا نہ ہی کوئی منع کرتا تھا۔ دودھ کی فراوانی تھی)۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو دودھ نکالنے کے قابل کوئی بکری نہیں ہے مگر بکری کے بچے ہیں جو اول سال میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ سے دعا کریں گے۔

حضور ﷺ نے اس کو رسی باندھی اور اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تھی کہ دودھ اُتر آیا۔ ابوبکر ﷺ ایک قصعہ لائے آپ ﷺ نے اس میں دودھ نکالا ابوبکر نے پیا اس کے بعد چرواہے نے پیا اس کے بعد آپ ﷺ نے دودھ پیا۔ چرواہے نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اللہ کی قسم میں نے آپ جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بتائیں کہ اگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتادوں تو تم اس کو چھپالو گے؟ اس نے جواب دیا کہ بالکل۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ وہی ہیں جس کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ وہ صابی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ لوگ ایسے ہی کہتے ہیں۔

اس چرواہے نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے۔ بے شک آپ نے جو کچھ آج کیا ہے یہ کوئی نہیں کرسکتا، نبی ہی کرسکتا ہے۔ میں آپ کے پیچھے چلتا ہوں آپ کی اتباع کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ اُس وقت جب تجھے یہ خبر مل جائے گی کہ میں غالب آچکا ہوں اس وقت تم ہمارے پاس آجانا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۹۴)

☆☆☆

باب ۱۰۱

رسول اللہ ﷺ کا آپ کے اصحاب میں سے
اور حضور ﷺ کے ساتھی کا کس نے استقبال کیا تھا؟

اس کے بعد انصار صحابہ کا حضور ﷺ کا استقبال کرنا، حضور ﷺ کا مدینے میں داخل ہونا اور مدینے میں اُترنا اور مسلمانوں کا آپ ﷺ کی آمد پر خوش ہونا۔ اور وہ نشانیاں جو حضور ﷺ کے وہاں پہنچنے پر ظاہر ہوئیں

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں ان کو محمد بن عبداللہ بن عتاب نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، ان کو اسماعیل بن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے، ان کو ان کے چچا موسیٰ بن عقبہ نے وہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینے کے قریب آگئے اور طلحہ بن عبداللہ شام سے آگئے اور طلحہ مکہ جانے کے ارادے سے نکلے جیسے اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا وہ نکل کر یا تو ان دونوں سے ملے گا یا پھر مکے کا قصد کرے گا۔ اس کے پاس کپڑے تھے جن کو اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہدیہ کیا تھا شام کے کپڑوں میں سے۔ جب وہ ان سے ملا تو اس نے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔ لہٰذا اس میں سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو پہنا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں اور ابن شہاب نے زعم کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے کہا کہ زبیر رسول اللہ ﷺ کو ملے مسلمانوں کے سوار قافلے میں وہ شام میں تاجر تھے جو مکہ کی طرف آ رہے تھے وہ رسول اللہ کے ﷺ سامنے آگئے۔ لہٰذا زبیر نے رسول اللہ ﷺ کو اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے۔ کہتے ہیں کہ ادھر مدینے میں مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے مکے سے نکلنے کی خبر سُن لی وہ لوگ صبح روزانہ دوپہر تک حضور ﷺ کا انتظار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کو دوپہر کی گرمی تکلیف دیتی۔

مدینہ میں سب سے پہلے ایک یہودی نے آپ ﷺ کو دیکھا .... ایک دن حسب معمول جب لوٹ کر واپس اپنے گھروں میں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک ایک آدمی ایک اُونچے قلعے پر چڑھ کر دُور نظر مارتا ہے اور وہ حضور کو اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھ لیتا ہے کہ وہ دُور سراب میں سے روشنی کی طرح سفید چمکتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہودی اپنے نفس پر قادر نہیں رہ سکا اور بلند آواز سے چیختا ہے "اے عرب کی جماعت وہ آ رہے ہیں تمہارے صاحب جن کا تم انتظار کر رہے ہو"۔ لہٰذا مسلمانوں نے جلدی سے اُچھل کر خوشی سے اپنے ہتھیار سنبھالے اور بھاگ کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ وہ حضور کو قبیلہ بنو عمر بن عوف کی طرف ملے یہ پیر کا دن تھا ماہ ربیع الاول میں سے۔

لہٰذا ابوبکر کھڑے ہوئے انہوں نے لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرمائی، حضور ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ لہٰذا انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ کو نہیں دیکھا تھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھتے رہے یہاں تک کہ جب سورج کی دھوپ رسول اللہ کو پہنچنے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے تو اس وقت ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ گزرے عبداللہ بن اُبی بن سلول کے پاس حضور ﷺ راستے میں تھے اور وہ کسی گھر میں تھا۔ حضور وہاں رک کر اس کا انتظار کرنے لگے کہ شاید وہ آپ کو گھر میں بُلائے گا وہ اس وقت قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ چنانچہ عبداللہ نے آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ آپ ان لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے آپ کو بلایا ہے آپ ان کے پاس اُتریں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک جماعت کے سامنے یہ بات ذکر کی اور ابن اُبی کا قول ذکر کیا

تو حضرت سعد بن عبادہ نے کہا، اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم لوگوں نے اس سے پہلے کہ اللہ نے ہمیں آپ کے ساتھ خاص کردیا ہے اور ہمارے اُوپر آپ کی تشریف آوری کا احسان کردیا ہے ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ہم لوگ عبداللہ بن اُبی کے سر پر تاج رکھ دیں اور اس کو اپنے اُوپر بادشاہ مقرر کردیں گے۔ (وفاءالوفاء ۱/۱۸۴)

رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن اُبی پر توقف کے بعد بنوعمرو بن عوف کی طرف توجہ کی، ان کے ساتھ ابوبکر بھی تھے اور عامر بن فہیرہ بھی۔ لہٰذا آپ کلثوم بن ہدم کے پاس اُترے۔ وہ بنوزید بن مالک میں سے ایک تھے ان کا مسکن دارابن ابواحمد تھا۔ بنوعمرو بن عوف کے پاس رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہت سارے لوگ مہاجرین میں سے آتے رہے اور ان کے پاس اُترتے رہے۔ اُترنے والوں اور ٹھہرانے والوں کے نام شمار کئے گئے ہیں۔

آپ علیہ السلام بنوعمرو بن عوف میں تین دن رہے .... کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دار بنوعمرو بن عوف میں صرف تین دن رہے، بعض کا کہنا ہے کہ نہیں بلکہ اس سے زیادہ رہے اور حضور ﷺ نے ان میں ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے کہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن روانہ ہوکر بنوسالم کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ نے ان کو جمعہ پڑھایا اور یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں پڑھایا جب سے آئے تھے اور آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا۔ یہودیوں نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ نے ان کے قبلہ کی طرف منہ کیا ہے تو وہ آپس میں اس بات کا تذکرہ کرنے لگے کہ یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر وہ توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ بنوسالم سے روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے یہاں باقاعدہ لوگوں کی معقول نفری اور تعداد ہے اور اتفاق بھی ہے اور آپ کے دفاع کی صلاحیت بھی ہے اگر آپ یہیں رُک جائیں۔

مُجمِّع بن زید نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر بائیس راتیں ٹھہرے رہے تھے جبکہ انصار جمع ہوہوکر حضور ﷺ سے جاکر ملتے تھے۔ بنی عمرو بن عوف کے ہاں سے روانہ ہونے سے قبل وہ حضور کی اُونٹنی کے اردگرد پیدل چلتے تھے، ان میں سے ہرایک دوسرے سے اُونٹنی کی مہار چھینتا ہے اور ہرایک کی نفس کی تیزی کا اصرار تھا کہ وہ حضور ﷺ کا اکرام اور تعظیم پہلے بجالائے۔ آپ جب انصاریوں میں سے کسی کے گھر کے پاس سے گزرتے تو وہ حضور کو اپنے گھر بُلانے کی کوشش کرتا، حضور ﷺ اس کو یہ فرماتے تھے کہ اُونٹنی کو چھوڑ دو، اس کو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے میں وہاں اُتروں گا جہاں اللہ تعالیٰ مجھے اُتارے گا۔

حضرت ابوایوب انصاری کے دروازے پر اُونٹنی کا خودبخود بیٹھنا .... جب اُونٹنی ایک دروازے تک پہنچی بنی ایوب کے دروازے پر تو وہ خودبخود بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ اُترے اور ابوایوب کے گھر میں داخل ہوگئے۔ ابوایوب اُوپر سے اُتر آئے اس نے حضور ﷺ کو مکان کے نیچے کے حصے میں ٹھہرایا اور خود اُوپر چڑھ گیا۔ اس طرح ابوایوب اُوپر اور حضور ﷺ نیچے کے حصے میں رہنے لگے۔ رات کو ابوایوب کو جب یہ خیال آیا کہ ہم لوگ اُوپر ہیں اور رسول اللہ ﷺ نیچے ہیں حضور کے سر کے اُوپر تو پریشان ہوگئے رات بھر جاگتے رہے سو نہ سکے کہ رات کو جاکر حضور ﷺ کو کیسے بے آرام کریں اور جاکر آپ سے مشورہ کریں جگہ تبدیل کرنے کے لئے، کیونکہ ان پر یہ بات بڑی بھاری گزر رہی تھی کہ وہ حضور ﷺ کے سر کے اُوپر ہیں۔

رات بھر جاگتے رہے صبح ہوگئی تو آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اس طور پر کہ ہم حضور کے سر سے اُوپر تھے ہمارے اُوپر چلنے سے نیچے مٹی بھی جھڑتی ہے جو حضور کے اُوپر گرے گی۔ میں بہتر یہی سمجھتا ہوں کہ آپ اُوپر رہیں اور ہم گھر والے نیچے رہیں گے آپ سے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ ہم تو نیچے بہتر ہیں کیونکہ آنے جانے والوں کے لئے نیچے آسانی رہتی ہے آپ ہمیں نیچے کی اجازت دے دیں اُوپر آنے جانے والوں کو بھی، مگر ابوایوب بار بار اصرار کرتے رہے اور عاجزی کرتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ اُوپر منتقل ہوگئے۔

اس طرح حضور ﷺ مستقل ابوایوب انصاری کے گھر میں ٹھہر گئے۔ حضور ﷺ پر وہیں قرآن مجید نازل ہوتا رہا اسی گھر میں حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اپنی مسجد بنالی اور اپنا گھر بنالیا۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ بن زبیر سے، اس نے عبد الرحمن بن عویم بن ساعدہ سے اس نے اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہمیں رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی خبر پہنچی تو روزانہ ہم لوگ علی الصبح آپ کے انتظار کرنے کے لئے نکلتے تھے اور دھوپ میں بیٹھ کر انتظار کرتے رہتے تھے، دیوار کے سائے میں ہو جاتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم آجاتے تھے اپنے گھروں میں یہاں تک کہ وہ دن آگیا جس دن حضور ﷺ تشریف لائے ہم حسب معمول انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن ہم انتظار کر کر کے واپس آگئے تھے۔ اچانک حضور تشریف لے آئے۔

یہودیوں میں سے ایک آدمی نے حضور ﷺ کو دُور سے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے بلند آواز سے اعلان کیا، "اے بنو قیلہ! وہ تمہارے دادا آگئے ہیں"۔ ہم لوگ باہر آئے تو رسول اللہ ﷺ سائے میں اُونٹنی بٹھارہے تھے حضور ﷺ بھی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی۔ اللہ کی قسم! ہم نہیں سمجھے تھے کہ دونوں میں سے بڑا کون ہے؟ وہ ایک ہی عمر میں تھے یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے لئے سائے سے ہٹ رہے ہیں جس سے ہم یہ سمجھ گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان لوگوں میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی چادر کے ساتھ حضور ﷺ پر سایہ کیا۔ لہٰذا ہم نے حضور ﷺ کو اس طرح پہچان لیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۰۹۔ ابن کثیر ۳/۱۹۶)

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمرو بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حنبل بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہیثم بن خارجہ نے، اس کو محمد بن حمیر نے ابراہیم بن ابوعبلہ سے یہ کہ عقبہ بن وساج نے ان کو حدیث بیان کی ہے انس بن مالک سے یہ کہ نبی کریم ﷺ مدینے میں آئے اور آپ کے اصحاب میں کوئی کالے چٹے بالوں والا نہیں تھا سوائے ابوبکر کے۔ انہوں نے اس سفیدی کو کتم کے ساتھ چھپایا ہوا تھا۔ اس کو بخاری نے نقل کیا ہے حدیث محمد بن حمیر سے۔

ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ پیر کے دن داخل ہوئے .... اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن علی مقری اسفرائنی نے، وہاں پر وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی حسن بن محمد اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب قاضی نے، ان کو نصر بن علی نے، ان کو وہب بن جریر بن حازم نے، ان کو ان کے والد نے محمد بن اسحاق سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں پیر کے دن تشریف لائے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزر چکی تھیں اور مشہور حدیث یہ ہے کہ حضور جب آئے تو اس وقت ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں اور پیر کا دن تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ ٹھہرے رہے تھے بنی عمرو بن عوف میں۔

بعض لوگوں کے خیال کے مطابق پیر، منگل، بدھ، جمعرات یا پھر جمعہ کو روانہ ہوئے جمعہ نے آپ کو پالیا بنو سالم بن عوف کے اندر۔ لہٰذا حضور ﷺ نے جمعہ پڑھایا ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ تھے بطن مہزور میں (یعنی صاف نرم زمین پر)۔ اور بعض لوگوں کو خیال ہے کہ حضور ﷺ بنو عمرو بن سالم میں زیادہ ٹھہرے رہے تھے۔ لہٰذا عتبان بن مالک بنی سالم کے کچھ مردوں اور بنی حبلی کے آدمیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! آپ ہمارے اندر قیام فرمائیں عزت میں اور دولت میں اور حمایت میں اور قوت میں، اور وہ لوگ واقعی ایسے ہی تھے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی اُونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور کی گئی ہے۔

اس کے بعد آپ بنو بیاضہ کے پاس سے گزرے لہٰذا سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو اور ابودجانہ آگے آئے انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی اپنی منزل کی طرف بلایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اُونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، اس کو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے اس کے بعد آپ بنو بیاضہ کے پاس سے گزرے لہٰذا ان میں سے فروہ بن عمرو اور زیاد بن لبید سامنے آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو بلایا اپنی منزل کی طرف۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اس کو حکم ملا ہوا ہے۔

اس کے بعد آپ بنونجار کے پاس سے گزرے لہٰذا حضور ﷺ سے صرمہ بن ابوانس اور ابوسلیط نے اپنے اپنے جوانوں کے ساتھ حاضر ہو کر کہا کہ آپ ہمارے اندر قیام کریں یارسول اللہ! ہم آپ کے ماموں لگتے ہیں اور انصار میں سے ہیں رشتے میں سب سے زیادہ آپ کے قریب ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو اس کو حکم ملا ہوا ہے۔

چنانچہ اُونٹنی جب حضور کی مسجد کی جگہ جو مدینے میں ہے پہنچی تو وہ جگہ بنونجار کے دو یتیم بچوں کی تھی۔ پھر بنوغنم میں سے وہ دونوں سہل اور سہیل تھے یہ رافع بن ابوعمرو بن عباد بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار سے تھے۔ اور وہ دونوں معاذ بن عفراء کی گود میں تھے اُونٹنی اسی جگہ بیٹھ گئی اور اس نے دائیں بائیں دیکھا پھر اُچھل کر کھڑی ہوگئی پھر تھوڑی سی چلی حضور ﷺ اس کی مہار رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے اس کو حرکت نہیں دے رہے تھے پھر وہ کھڑی ہوگئی اور کھڑے ہو کر دیکھا پھر پہلی بیٹھنے کی جگہ کی طرف منہ کیا پھر واپس اسی جگہ بیٹھ گئی اس کے بعد اپنے گھٹنوں کے ساتھ اپنی جگہ درست کی اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا کہ اسی جگہ کا حکم دیا گیا تھا۔ آپ اس کے اُوپر سے اُتر پڑے۔ لہٰذا ابوایوب انصاری نے اُونٹنی کا پلان اُٹھایا اور اپنے گھر میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے اس مربد اور جگہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ جگہ کس کی ہے؟ معاذ بن عفراء نے کہا کہ یارسول اللہ! میں عنقریب اس کے بارے میں خوش کردوں گا، آپ اس کو مسجد بنالیں اور کہنے والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس زمین کو خرید لیا تھا۔ یہ ساری باتیں ہم نے سُنی ہوئی ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ ابوایوب کے گھر رہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے مسجد بنالی اور اپنے گھر بھی اس میں بنالئے پھر آپ وہاں سے منتقل ہوگئے۔ یہ الفاظ حدیث جریر بن حازم کے ہیں۔

ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبیداللہ بن عمر بن علی قاضی فقیہ نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن سلیمان نجاد نے، ان کو جعفر بن صائغ نے اور حسن بن سلام نے، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی عفان نے، ان کو حدیث بیان کی شعبہ نے، ان کو خبر دی ابواسحاق نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعمرو بن عبداللہ ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے، ان کو خبر دی ابوخلیفہ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالولید نے، ان کو حدیث بیان کی شعبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنی حضرت براء بن عازب سے، وہ کہتے تھے پہلا شخص جو ہمارے پاس آیا تھا اصحاب رسول ﷺ میں سے وہ حضرت مصعب بن عمیر ﷺ تھا اور ابن اُم مکتوم اور وہ دونوں قرآن پڑھاتے تھے۔

اور عفان کی ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں نے لوگوں کو قرآن پڑھانا شروع کیا تھا۔ ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر ﷺ آئے تھے اور سعد ﷺ اور بلال ﷺ اس کے بعد عمر بن خطاب ﷺ آئے تھے بیس افراد کی جماعت کے ساتھ۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے اہل مدینہ کو اتنا خوش ہوتے کبھی نہیں دیکھا جتنا حضور ﷺ کی آمد پر خوش ہوتے دیکھا تھا یہاں تک کہ میں نے لڑکوں کو دیکھا اور بچوں کو کہ وہ بھی راستوں پر دوڑتے پھر رہے تھے۔ اور بچیاں کہہ رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آگئے۔ جب حضور ﷺ مدینے میں آگئے تو اس وقت سورۃ سبح اسم ربك الاعلىٰ سیکھ چکا تھا اور اس کی مثل دیگر مفصل میں سے بھی اور عفان کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب آئے تو میں مفصل میں سے ایک سورۃ پڑھ چکا تھا اور اس نے راستوں پر دوڑنے کی بات نہیں کہی۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوالولید سے۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے اور عبداللہ بن رجاء نے اسرائیل سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے حضرت براء سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے عازب سے ایک سواری خریدی تھی پھر اس نے حدیث ذکر کی ہے ہجرت کے بارے میں جیسے پیچھے گزر چکی ہے۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے فرمایا کہ حضور ﷺ روانہ ہوئے میں بھی ان کے ساتھ تھا حتیٰ کہ ہم لوگ مدینے میں رات کو آئے۔ لوگوں نے اس بات پر باہم اختلاف کیا کہ آپ کس کے پاس اُتریں (ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ اس کے گھر میں رہیں)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج رات بنونجار میں رہوں گا جو کہ ماموں ہوتے ہیں بنی عبدالمطلب کے لہٰذا میں اسی وجہ سے ان کا اکرام کروں گا۔ اور لوگ گھروں سے باہر نکل آئے تھے راستوں پر۔

جب ہم مدینہ میں پہنچے تھے اور گھروں کی چھتوں پر لڑکے اور غلام سب کے سب نکل کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ آ گئے ہیں۔ محمد ﷺ آ گئے ہیں، اللہ اکبر محمد ﷺ آ گئے ہیں رسول اللہ ﷺ آ گئے ہیں۔ جب آپ نے صبح کی تو چلے گئے اور اس جگہ اُترے جہاں کا حکم دیئے گئے تھے۔

ان کو بخاری نے روایت کیا ہے عبداللہ بن رجاء سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے اسرائیل سے۔

(فتح الباری ۷۔۸۔ مسلم ۴/۲۳۱۰)

ہمیں خبر دی ابو عمرو ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیلی نے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابوخلیفہ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابن عائشہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے مدینے میں تو عورتیں اور بچیاں یہ کہہ رہی تھیں :

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا مادعا للّٰہ داع

آپ علیہ السلام کا استقبال .... ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو سلیمان محمد بن اسحاق صنعانی نے، وہ کہتے کہ ان کو حدیث بیان کی ابوالنضر نے، ان کو حدیث بیان کی سلیمان بن مغیرہ نے ثابت سے اس نے انس ﷺ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا یک انہوں نے کہنا شروع کیا کہ محمد ﷺ آ گئے۔ لہٰذا میں نے خوشی سے دوڑنا شروع کیا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ محمد آ گئے پھر میں دوڑا مگر مجھے نظر نہ آئے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ پہنچ گئے اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکر ﷺ بھی۔ لہٰذا ہم بچے لوگ کسی دیوار کی آڑ میں چھپ گئے (بچوں کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ شرم کے مارے اوٹ میں چھپ جاتے ہیں اور چھپ کر مہمانوں کو دیکھتے ہیں)۔ اس کے بعد ہم نے بعض دیہات کے ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ انصار مدینہ کو حضور ﷺ کی آمد کی اطلاع دے۔ اطلاع ملتے ہی انصار کے پانچ سو افراد ان دونوں کو ملنے کے لئے چلے آئے اور انہوں نے آ کر کہا کہ آپ دونوں چلو امن کے ساتھ اور اس طرح کہ آپ دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری ہوگی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی ان کے ساتھ چلے۔ پورے مدینے والے خوشی سے نکل آئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں اور جوان عورتیں چھتوں پر چڑھ کر دیکھنے لگیں کہ وہ کون سے ہیں؟ وہ کون سے ہیں؟

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن سے زیادہ خوبصورت منظر کبھی نہیں دیکھا۔ انس ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک وہ دن جب حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور ایک وہ دن جس دن حضور ﷺ ہم سے جدا ہوئے تھے (فوت ہوئے تھے)۔ میں نے ان ایام کی مثل کوئی دن نہیں دیکھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۹۷)

ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن حمشاد عدل نے، ان کو ہشام بن علی سدوسی نے، ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے، ان کو حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت نے انس ﷺ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مشاہدہ کیا تھا اس دن کا جس دن حضور ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تھے۔ میں نے کوئی دن اس سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا نہ ہی اس دن سے زیادہ روشن دن میں نے کوئی دیکھا۔

اور ابوعبداللہ نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے ابوالحسن علی بن عمر حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن مخلد دوری نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی محمد بن سلیمان بن اسماعیل بن ابوالورد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن صرمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابوطلحہ سے، اس نے انس سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے۔ جب مدینے میں داخل ہوئے تو انصار اپنے مردوں اور عورتوں سمیت آئے اور انہوں نے آ کر کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس تشریف لے چلئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اُونٹنی کو چھوڑ دیجئے اس کو حکم ملا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ حضرت ابوایوب کے دروازے پر بیٹھ گئی۔ کہتے ہیں کہ بنونجار کی لڑکیاں باہر آ کر دف بجانے لگیں اور یہ شعر کہنے لگیں ۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں کتنا خوش نصیب ہے وہ گھرانہ محمد ﷺ جس کے پڑوس میں آباد ہوں گے۔

حضور ﷺ انصار کے پاس نکل کر آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا تم لوگ مجھے پسند کرتے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں بھی آپ لوگوں کو پسند کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں بھی آپ لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں بھی آپ لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔

اور ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمن سُلمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان نحاس مقری نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمر بن حسن حلبی نے، ان کو ابوخیثمہ مصیصی نے، ان کو عیسیٰ بن یونس نے عوف اعرابی سے، اس نے ثمامہ سے، اس نے انس سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا بنی نجار کے ایک قبیلہ سے اچانک کچھ لڑکیاں دف پیٹ رہی تھیں اور وہ یہ کہہ رہی تھیں :

نحن جوار من بني النجار یا حبذا محمد من جار

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ جانتا ہے کہ مرا دل تم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی خلف بن عمرو عکبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے، وہ کہتے کہ ہمیں حدیث بیان کی عطاف بن خالد نے، ان کو صدیق بن موسیٰ نے عبداللہ بن زبیر سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے آپ کی سواری جعفر بن محمد بن علی کے گھر کے اور حسن بن زید کے گھر کے درمیان بیٹھ گئی، لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! ہمارے گھر میں چلیئے لہٰذا آپ کی سواری آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ،اس کو چھوڑ دو اس کو حکم ملا ہوا ہے۔ پھر سواری ان کو لے کر نکلی یہاں تک کہ اس جگہ پہنچی جہاں حضور ﷺ کا منبر واقع ہے اور وہاں بیٹھ گئی، لوگ وہاں آگئے اس جگہ ایک سائبان یا چھپرہ سا تھا وہ لوگ چھڑکاؤ کرتے اور اس کو آباد کر کے رکھتے تھے۔ وہاں ٹھنڈک حاصل کرتے تھے۔ حضور ﷺ اس جگہ اپنی سواری سے اُتر پڑے اور سائے میں آگئے وہاں بیٹھے لہٰذا حضرت ابوایوب حضور کے پاس آکر عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب تر ہے آپ کے لئے، آپ اپنا سامان میرے گھر منتقل فرمادیجئے۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ لہٰذا ابوایوب آپ کا سامان اپنے گھر لے گئے۔ اس کے بعد ایک آدمی آیا اور آکر کہنے لگا یارسول اللہ! آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے سامان کے ساتھ ہی رہتا ہے جہاں بھی ہو۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ بارہ راتیں اس کے اُوپر والے گھر میں رہے یہاں تک کہ مسجد بنالی گئی۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوعمرو حیری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد نے ان کو احمد بن سعید دارمی نے، ان کو ابوالنعمان نے، ان کو ثابت یعنی ابن زید نے، ان کو حدیث بیان کی عاصم احول نے عبداللہ بن حارث سے، اس نے افلح مولی ابوایوب سے کہ نبی کریم ﷺ اس کے ہاں اُترے اور حضور نیچے رہنے لگے اور ابوایوب اُوپر رہنے لگے۔ لہٰذا ابوایوب اس رات جاگتے رہے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے سر کے اُوپر چل رہے ہیں۔ ایک کونے میں ہو جاؤ، لہٰذا انہوں نے رات ایک کونے پر گزار دی پھر انہوں نے حضور ﷺ سے بات کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں نیچے رہنے دو مہربانی کریں، مگر ابوایوب نے از راہ احترام عرض کیا: میں اپنی چھت پر نہیں چڑھوں گا جس کے نیچے آپ ہیں لہٰذا حضور اُوپر منتقل ہوگئے اور ابوایوب نیچے آگئے تو وہ حضور کے لئے کھانا تیار کرواتے تھے جب کھانا لایا جاتا تو وہ حضور ﷺ کی اُنگلیوں کی جگہ کو تلاش کرتے تھے اور آپ کی اُنگلیوں والی جگہ سے کھاتے۔

ایک دن انہوں نے حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اس میں لہسن تھا۔ جب حضور ﷺ نے واپس کیا تو ابوایوب نے پوچھا کہ حضور ﷺ کی اُنگلیاں کہاں کہاں لگی ہوئی ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ حضور ﷺ نے کھانا نہیں کھایا۔ چنانچہ وہ گھبرا گئے کہ شاید آپ ناراض ہوگئے ہیں لہٰذا جلدی سے اُوپر چڑھ گئے حضور کے پاس اور جا کر پوچھا کہ کیا یہ چیز حرام ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حرام نہیں ہے لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ ابوایوب نے کہا کہ میں بھی اس چیز کو ناپسند کروں گا جس چیز کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ناپسند کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے پاس فرشتہ آتا تھا۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے صحیح میں احمد بن سعید دارمی وغیرہ سے۔

اُوپر والی منزل میں رہنے کا قدرتی انتظام .... ہمیں خبر دی ااحمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، ان کو خبر دی ابن ملحان نے، ان کو یحییٰ بن بکر نے، ان کو لیث نے، ان کو یزید بن ابو حبیب نے، ان کو ابوالحسن نے یا ابوالخیر نے ابو سماعی سے، انہوں نے ابو ایوب انصاری ؓ سے، انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نیچے والے گھر میں رہے تھے اور میں اُوپر والے گھر میں تھا تو اُوپر والے کمرے میں پانی گر گیا لہٰذا میں اُٹھا اور اُم ایوب اُٹھی، ہم لوگ پرانے کپڑے کے ساتھ اس پانی کو صاف کرنے لگے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور ﷺ تک نہ پہنچ جائے اور میں ڈرتے ڈرتے حضور ﷺ کے پاس اُتر آیا اور میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ بات مناسب نہیں ہے کہ میں اُوپر رہوں آپ سے، آپ اُوپر چل کر رہئے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ اس نے آپ کا سامان اُوپر منتقل کر دیا۔ میرا خیال ہے تھوڑی سے رات میں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کھانا کھا کر جب برتن واپس بھیجتے تھے تو میں اس کو دیکھتا تھا جب میں آپ کی اُنگلیوں کا نشان دیکھ لیتا تھا تو میں بھی اس جگہ اپنا ہاتھ رکھ دیتا تھا (یعنی اس جگہ سے کھاتا تھا)۔ مگر آج جو کھانا واپس گیا تو میں نے غور سے اس کو دیکھا مگر مجھے آپ کی اُنگلیوں کے نشان نظر نہیں آئے۔ رسول اللہ نے فرمایا، جی ہاں اس میں پیاز تھا میں نے اس کو کھانا پسند نہیں کیا فرشتے کے آنے کی وجہ سے جو میرے پاس آیا کرتا ہے بہر حال آپ لوگ اسے کھا سکتے ہو۔

اس کو روایت کیا ہے محمد بن اسحاق بن یسار نے یزید بن ابوایوب حبیب سے اس نے مرثد ابن عبداللہ یزنی سے وہ ابوالخیر سے سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اس نے روایت کیا ہے ابو امامہ باہلی سے اس نے حضرت ابوایوب ؓ سے۔ (ابن ہشام ۲/۱۱۶۔ البدایہ والنہایہ ۳/۲۰۱)

باب ۱۰۲

مدینے میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی تاریخ کا ذکر

اور بعثت کے بعد مکہ میں قیام کا عرصہ

☆ ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر اسماعیل بن محمد فقیہ نے مقام رَی میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو حاتم رازی نے، محمد بن عابد دمشقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ولید بن مسلم نے عبداللہ بن یزید سے، اس نے ابو البداح بن عاصم بن عدی سے اس نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ مدینے میں پیر کے دن جب ربیع کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں آئے تھے اور آپ مدینے میں دس سال رہے۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ان کو خبر دی ابو عمرو بن سماک نے، ان کو حنبل بن اسحاق نے، ان کو ابو عبداللہ احمد بن حنبل نے، ان کو حجاج بن محمد نے، ان کو حدیث بیان کی لیث بن سعد نے، ان کو عقیل نے، ان کو ابن شہاب نے، وہ کہتے ہیں کہ عقبہ والی رات کے اور حضور ﷺ کی ہجرت کے درمیان تین ماہ یا اس کے قریب قریب کا عرصہ تھا۔ اور انصاری کی بیعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ والی رات ذوالحجہ میں ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ مدینے میں ربیع الاول میں تشریف لائے تھے۔ جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی مدت پوری دس برس ہو چکی تھی۔

ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں نزول وحی کے بعد تیرہ سال مقیم رہے۔ اس کے بعد آپ نے ہجرت کی مدینے میں آپ ماہ ربیع الاول کی پیر کی رات جب بارہ راتیں اس کی گزر چکی تھیں گئے تھے۔

قباء میں مسجد کا قیام .... اور ہمیں خبر دی ابوالحسن فضل قطان نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حسن بن ربیع نے، ان کو ابن ادریس نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن جعفر نے، ان کو عروہ بن زبیر نے، ان کو عبدالرحمٰن بن عُوَیم نے، ان کو ان کی قوم کے بعض افراد نے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو یہ پیر کا دن تھا۔ جب بارہ راتیں گزر چکی تھیں ماہ ربیع الاول سے۔ حضور ﷺ قباء میں مقیم رہے۔ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک اور آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور مذکورہ ایام میں آپ نے اسی مسجد میں نماز پڑھائی، یہاں تک کہ جب جمعہ کا دن ہوا تو حضور ﷺ اپنی قصواء نامی اُونٹنی پر سوار ہو کر نکلے اور بنوعمرو بن عوف نے خیال کیا کہ حضور ﷺ ان میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے اس کے بعد نکلے اور کیفیت یہ ہوئی کہ لوگ جمع ہو گئے اور نماز کے وقت آپ کو بنی سالم میں پالیا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے (وہ) جمعہ کی نماز ان لوگوں کو اس مسجد میں پڑھائی جو بطن وادی میں ہے یہی پہلا جمعہ تھا جو حضور ﷺ نے مدینے میں پڑھایا تھا۔

(بخاری۔حدیث ۳۹۰۲۔فتح الباری ۲۲۷/۷)

ہمیں خبر دی ابونصر محمد بن احمد بن اسماعیل طابرانی نے وہاں پر انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن احمد بن منصور طوسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل صائغ نے، ان کو حدیث بیان کی روح بن عبادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زکریا بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن دینار نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ مکے میں تیرہ سال ٹھہرے رہے اور جب ان کی وفات ہوئی تو وہ تریسٹھ سال کے تھے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں مطر بن الفضل سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ اسحاق بن راہویہ سے اور ان کے ماسوا نے روح بن عبادہ سے۔

اور نبی کریم ﷺ کے مکے میں بعثت کے بعد مدت قیام کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایات مختلف ہیں اس اختلاف کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا اس کتاب کے اندر اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اس میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوعمرو عثمان بن عبداللہ بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حنبل بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن زبیر حمیدی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے، ان کو یحییٰ یعنی ابن سعید نے بڑھیا سے جو ان لوگوں کی تھی، وہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابن عباس صرمہ بن قیس کے ہاں آتے جاتے تھے۔ وہ یہ اشعار روایت کرتے تھے: (جن کا مفہوم یہ ہے)

> کہ وہ'' (حضور ﷺ) ٹھہرے رہے قریش میں دس سے کچھ اُوپر سال مسلسل وعظ کرتے تھے احباب کو۔ اور موسم حج میں اپنے آپ کو پیش کرتے تھے، حالانکہ نہ کوئی ان کو سہارا دیتا تھا اور نہ کوئی ان کو بلانے والا تھا۔ جب وہ ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کا دل اطمینان کر گیا اور وہ مدینہ میں خوش اور مسرور ہو گئے اور لوگوں میں سے اور وہ ہر کسی ظالم سے بے خوف ہو گئے کسی بندے پر اور بے خوف ہو گئے لوگوں میں سے ہر باغی سے''۔

مدینہ میں دس سال مقیم تھے .... اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالصقر نے احمد بن فضل کاتب سے ہمدان میں، ان کو ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے، ان کو ابراہیم بن منذر حزامی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے، ان کو عمرو بن دینار نے، وہ کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر سے کہا کہ حضور ﷺ مکے میں کتنے عرصہ ٹھہرے رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ دس سال۔ میں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تو کہتے ہیں کہ وہ دس سے کچھ زیادہ سال رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اخذ کیا ہے شاعر کے قول سے۔

سفیان نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید نے، انہوں نے سنا انصار کی ایک بڑھیا سے وہ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا وہ صرمہ بن قیس کے پاس آتے جاتے تھے ان سے یہ اشعار سیکھتے تھے کہ حضور قریش میں دس سال سے کچھ زیادہ رہے تھے۔ پھر انہوں نے

ان اشعار کو فرما کر کہا مگر انہوں نے کہا تھا .... استقرت به النوی .... اور کہا کہ .... ما یخشیٰ من الناس باغیًا ....
اور انہوں نے تین اشعار کا اضافہ کیا۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے :

کہ ''ہم لوگوں نے ان کے لئے اپنے پاکیزہ مال خرچ کئے اور اپنی جانیں بطور امداد کے جنگ میں ان کے لئے کھپا دیں ....
ہم سب لوگوں سے ہر اس شخص کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں جن سے وہ دشمنی رکھتے ہیں .... اگر چہ وہ غمخوار دوست کیوں نہ ہو
.... اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر شئی ہیچ ہے .... اور یہ کتاب اللہ ہمارے لئے رہبر ہے۔

اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ صرمہ نے کہا تھا جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مدینے میں کہ حضور ﷺ اور ان کے اصحاب مدینے میں اَمن میں آ گئے تھے۔ پھر اس نے پانچ اشعار ذکر کئے۔ جن کا مفہوم یہ ہے :

'' حضور ﷺ اس کیفیت میں رہنے لگے کہ لوگوں میں سے آپ کو کسی کا خوف نہیں تھا، نہ کسی قریبی سے اور نہ بعید کے باغی سے آپ کو خطرہ رہا''۔

میں کہتا ہوں کہ جس وقت آپ کسی بھی مقام پر نماز پڑھتے تو ہم آپ کے اُوپر شفقت ومحبت سے حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے اُوپر کوئی دشمن غالب نہیں آ سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ جب آپ کسی خطرے کی سرزمین سے گزر گئے ہیں تو اللہ کا نام برکت والا ہے آپ ہمارے دوستی اور حفاظت میں داخل ہیں۔ بے شک ہلاکتیں اور خطرات بہت سارے ہیں مگر آپ سب سے بے فکر ہو کر چلے۔ بے شک آپ کسی بھی خطرے کو اپنے لئے باقی نہیں پائیں گے۔

باب ۱۰۳

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ۔

اے پیغمبر (یوں دعا کیجئے) اے مرے ربّ! (مدینے میں) میرا داخلہ اور (مکے سے) میرا نکلنا صدق اور (خیر کا) بنا اور میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ اور مدد فرما۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املا کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن محمد بن موسیٰ نے، ان کو اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو جریر نے قابوس بن ابوظبیان سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن عباس ؓ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ مکہ میں تھے آپ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا اور آپ ﷺ کے اوپر یہ آیت نازل ہوئی :

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

اور یوں دعا کیجئے اے میرے رب! مجھے داخل کیجئے (مدینے میں) سچا داخل کرنا۔ اور مجھے (مکے سے) نکالئے سچا نکالنا۔ اور اپنی طرف سے میرے لئے مدد کرنے والا غلبہ اور اقتدار مقدر کر دیجئے۔ (ترمذی ص ۳۱۳۹)

(۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین علوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن جمشاد عدل نے، ان کو یزید بن ہثیم نے، ان کو ابراہیم بن ابواللیث نے، ان کو حدیث بیان کی اشجعی نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عیسیٰ بن محمد نے، ان کو خبر دی اشجعی نے اپنے والد سے، انہوں نے سفیان سے، اس نے قابوس بن ابوظبیان نے، اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں دس سال مقیم رہے اور علوی کی حدیث میں ہے کہ اس حالت میں کہ وہ نبی بنائے گئے تھے۔ لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی :

مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ

فرمایا پھر آپ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت کی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی نے، ان کو اسحٰق بن حسین نے، ان کو حسین بن محمد مروزی نے، ان کو شیبان بن عبدالرحمٰن نے قتادہ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں۔

وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ

اللہ تعالیٰ نے ان کو مکے سے نکالا مدینے کی طرف ہجرت کے لئے، سچا نکالنا۔ اور ان کو مدینے میں داخل کیا، سچا داخل کرنا۔

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اچھی طرح جان لیا تھا کہ انہیں اس بات کے لئے کوئی طاقت نہیں ہے مگر اقتدار اور غلبے کے ساتھ۔ لہٰذا انہوں نے سلطانًا نصیرًا مانگا کتاب اللہ کی صورت میں اور حدود اللہ اور فرائض اللہ کے ساتھ۔ اور کتاب اللہ کی اقامت کے لئے (یہ سلطان کیا تھا؟)

اللہ کی طرف سے عزت وغلبہ تھا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے مابین بنا دیا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے بعض بعض کو (یعنی ایک دوسرے کو) لوٹ مار کرتے اور ان کا طاقتور ان کے کمزور کو کھا جاتا۔ (اضاف القرطبی ۱۰/۳۱۳)

نوٹ : حضرت ضحاک نے خروج سے مراد مکے سے خروج اور دخول سے مراد فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہونا مراد لیا ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب ابن سفیان نے، ان کو ابوالیمان نے، ان کو شعیب نے زہری سے، ان کو خبر دی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری نے، ان کو خبر دی کہ اس نے سنا رسول اللہ ﷺ سے۔ وہ اس وقت حزورہ پر مکے کے بازار میں کھڑے تھے (فرمایا) کہ بے شک تو اللہ کی بہترین زمین ہے اور میرے نزدیک اللہ کی سب سے محبوب ترین زمین ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں تجھ سے نکالا گیا ہوں تو میں نہ نکلتا۔ یہی محفوظ ہے۔

اور اسی طرح اس کو یونس نے روایت کیا ہے عقیل سے، اس نے زہری سے۔

بوقت ہجرت مکہ مکرمہ کو خطاب .... (۵) تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری نے بغداد میں املاء عبدالرزاق میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن منصور رمادی نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی رافع نے، ان کو زہری نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، یہ کہ نبی کریم ﷺ حزورہ پر کھڑے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ بے شک تم اللہ کی سب سے بہتر زمین ہو اور اللہ کی محبوب ترین زمین ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تیرے رہنے والوں نے مجھے نکالا ہے تجھ سے تو میں خود نہ نکلتا۔ یہ وہم ہے معمر سے۔ واللہ اعلم۔

بعض راویوں نے روایت کی ہے محمد بن عمرو سے، اس نے ابوسلمہ سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہ بھی وہم ہے اور صحیح روایت جماعت کی ہے۔

(۶) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوالولید نے اور ابوبکر بن عبداللہ نے۔ دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، ان کو ابوموسیٰ انصاری نے، ان کو سعد بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ان کے بھائی نے، ان کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! آپ نے مجھے نکالا ہے اس شہر سے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے لہٰذا آپ مجھے اُس جگہ ٹھہرائیں گے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کو مدینے میں ٹھہرایا۔

مدینہ میں منافق قیام نہیں کرسکتا ....(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے، اس نے یحییٰ بن سعید سے کہ اس نے سنا ابوالحباب سعید بن یسار سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسی بستی کا حکم دیا گیا جو بستی تمام بستیوں کو کھا جائے گی۔ لوگ کہتے ہیں یثرب ہے حالانکہ وہ تو مدینہ ہے۔ یہ لوگوں کو ایسے پھینک دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں عبداللہ بن یوسف سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے قتیبہ سے۔ اور ان دونوں نے مالک سے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابن نمیر نے، ان کو ان کے والد نے، ان کو عبداللہ نے خبیب بن عبدالرحمٰن بن یساف نے جعفر بن عاصم سے، اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ایمان البتہ ضرور سکڑ جائے گا اور سمٹ جائے گا مدینے کی طرف جیسے سانپ سمٹ جاتا ہے سراغ اور بل کی طرف۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن عبداللہ بن نمیر سے اور بخاری نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریق سے عبیداللہ سے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوفضل بن ابراہیمؒ نے، اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی احمد بن سلمہ نے، ان کو محمد بن رافع نے، ان کو شبابہ بن سوار نے، ان کو عاصمنے یعنی ابن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اسلام جب شروع ہوا تھا تو مسافر تھا اور عنقریب پھر وہ دوبارہ مسافر ہی ہو جائے گا جیسے شروع ہوا تھا وہ دو مسجدوں کے درمیان سمٹ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ جاتا ہے۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ابن رافع سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعمرو بسطامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو حدیث بیان کی قاسم بن زکریا نے، ان کو محمد بن عبدالملک نے، ان کو یعلیٰ نے، ان کو سفیان عصفری نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ یہ ارشاد باری :

ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد ۔ (سورۃ قصص)

بے شک وہ ذات جس نے مجھ پر قرآن اُتارا ہے وہ آپ کو اپنے اصل ٹھکانے کی طرف واپس لوٹانے والا ہے۔

(فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ مکے کی طرف لوٹانے والا ہے)

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن مقاتل سے، اس نے یعلیٰ بن عبید سے۔

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوبکر قاضی نے، دونوں نے کہا کہ اس کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو حسن بن علی بن عفان نے، ان کو حدیث بیان کی ابویحییٰ حمانی نے یونس بن اسحاق نے مجاھد سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں :

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ

یعنی آپ کی جائے پیدائش کی طرف مکہ مکرمہ میں۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱۳/۳۲۱)

باب ۱۰۴

صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ کے مدینہ روانگی کے بعد

پیچھے پیچھے آمد اور اس میں نبوت کے آثار

☆ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس اسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن میکال نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدان اہوازی نے، ان کو زید بن حریش نے یعقوب بن محمد زہری سے، ان کو حصین بن حذیفہ صیفی بن صہیب نے، ان کو ان کے والد نے سعید بن مسیب سے، اس نے صہیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہارا دار ہجرت دیکھا دور دراز کی زمین (یا گندھک والی زمین) مقام حرہ کے درمیان یا تو وہ ہجر ہے یا یثرب ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کی طرف نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ نکلے۔ میں بھی ان کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کر چکا تھا مگر مجھے قریش کے چند نوجوانوں نے منع کیا تھا، میں اس رات کھڑا رہا، بیٹھا نہیں تھا۔ کوئی تکلیف نہیں تھی، پھر وہ سو گئے اور میں باہر نکل گیا۔ پھر مجھے ان میں سے کچھ لوگ پیچھے سے آ کر ملے میری روانگی کے بعد مجھے واپس لوٹانے کے لئے۔ میں نے ان سے کہا تم لوگ اس بات پر راضی ہو کہ میں تمہیں سونے کے چند اوقیہ دوں اور تم لوگ میرا راستہ چھوڑ دو اور میرے لئے اطمینان ہو جائے۔ انہوں نے میری بات مان لی میں انہیں مکے میں واپس لے آیا اور لا کر انہیں کہا کہ تم دروازے کی چوکھٹ کے نیچے زمین کھودو بے شک اس کے نیچے اوقیے ہیں اور فلاں خاتون کے پاس جاؤ اور جا کر دو پوشاک لے لو۔

اس کے بعد میں روانہ ہو گیا حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس قباء میں پہنچ گیا۔ حضور نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا، اے ابویحییٰ فروخت کرنے کا منافع [1]؟ تین بار یہ لفظ فرمایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی نہیں آیا، یقیناً آپ کو اس بات کی خبر جبرائیل علیہ السلام نے ہی دی ہوگی۔ (مستدرک ۳/۴۰۰)

باب ۱۰۵

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطبہ

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، ان کو حدیث بیان کی مغیرہ بن عثمان بن محمد بن عثمان بن اخنس بن شریق نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطبہ جو انہوں نے مدینے میں تشریف لانے کے بعد ارشاد فرمایا وہ اس طرح ہے کہ آپ ان لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کی جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان تھی۔ اس کے بعد فرمایا:

اما بعد، ''اے لوگو! اپنے نفسوں کے لئے کچھ آگے بھیجو (یعنی آخرت کا سامان کرو)۔ تم ضرور جان لوگے کہ ایک انسان تم میں سے بے ہوش کر دیا جائے گا پھر وہ اپنی بکریوں کو ضرور اس حال میں چھوڑ کر چلا جائے گا کہ اس کو چرانے والا کوئی نہ ہوگا۔ پھر اس کا رب ضرور یہ کہے گا اس حالت میں کہ بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی آڑ اور حجاب ہوگا اس کے آگے جو اس کو چھپائے۔ اللہ پاک پوچھے گا کیا تیرے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا؟ اس نے تجھے میرا پیغام پہنچایا تھا اور میں نے تجھے مال دیا تھا اور خوب تجھے دیا تھا مگر تو نے

---

[1] یعنی تیری یہاں آمد تیرے رقیے بیچنے کا منافع ہی ہے۔

اپنے نفس کے لئے آگے کچھ نہ بھیجا۔ پھر وہ البتہ دائیں دیکھے گا اور بائیں دیکھے گا مگر اس کو کچھ بھی تو نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنے آگے کی طرف دیکھے گا، اس کو سامنے جہنم کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ لہٰذا تم لوگوں میں سے جو شخص اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچا سکتا ہے اگرچہ کھجور کے آدھے دانے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو پس وہ ایسا ضرور کرے اور جو شخص اس کی بھی استطاعت نہ رکھے وہ پاکیزہ کلمے کے ساتھ (ہی بچائے) بے شک کلمہ طیبہ کے ساتھ ایک نیکی کی جزا دس گونہ کر دی جائے گی، سات سو گونہ تک''۔ والسلام علیکم وعلی رسول اللّٰہ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

اس کے بعد آپ ﷺ نے دوسری بار خطبہ ارشاد فرمایا :

''بے شک محمد اللہ ہی کے لئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی بُرائی سے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور وہ جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بے شک سب سے زیادہ خوبصورت بات اللہ کی کتاب ہے۔ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے دل میں اللہ نے اسے آراستہ کر دیا اور جسے اللہ نے کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دیا۔ اور اس شخص کو اللہ نے چُن لیا اس کے ماسوا لوگوں سے، لوگوں کی باتوں سے، بے شک وہ (کتاب اللہ) سب سے خوبصورت حدیث ہے اور سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ تم لوگ اس سے محبت کرو جس سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اللہ سے محبت کرو دل کی گہرائیوں سے۔ اور اللہ کے کلام سے نہ اُکتاؤ اور اللہ کے ذکر سے۔ اس سے تمہارے دل سخت نہیں ہوں گے۔ بے شک حال یہ ہے کہ ہر وہ شخص اللہ جس کو چُن لے اور اس کو برگزیدہ کر دے۔ ان کو پسندیدہ اعمال میں سے نامزد کرتا ہے۔ اور تمام بندوں میں سے چُنا ہو۔ اور صالح حدیث ہے اور حلال و حرام میں سے ہر ایک پر حکم ہے جو لوگوں کے پاس آ چکا ہے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اللہ سے سچ بولو اس میں سے جو کچھ تم اپنے مونہوں سے کرتے ہو۔ اور اپنے مابین اللہ کی عطا کردہ زوح کے ساتھ محبت کیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اس بات پر کہ اس کا عہد توڑا جائے''۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ (سیرۃ ابن ہشام ۸۳/۱۱۸۔۱۱۹)

باب ۱۰۶

مدینہ میں آمد کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہونا

اور اس کا خصوصی طور پر اس رسول اور نبی اُمی کو پالینا جسے وہ اپنے ہاں توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا پاتے تھے اور عبداللہ بن سلام کا اس بات کا اعتراف کرنا اور اس کا مسلمان ہونا اور اس طرح ہر وہ شخص جو منصف تھا یہود میں سے جو اُن پر داخل ہوا اور ان کی صفت سے واقف ہوا وہ بھی مسلمان ہو گیا مگر وہ شخص جو ان میں سے اس توفیق سے محروم کر دیا گیا۔

(۱) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن محمد مصری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن داود مکی نے، ان کو حدیث بیان کی ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن ابوالحجاج نے، ان کو عبدالوارث نے، ان کو عبدالعزیز

بن صہیب نے انس بن مالک ﷜ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کے ساتھ سواری پر ڈبل سوار تھے اور ابوبکر ﷜ بڑے تھے، پہچانے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جوان تھے، نہیں پہچانے جاتے تھے۔ اس سے ان کی مراد ہے کہ ان کی داڑھی میں سفید بالوں کا داخل ہونا ہے سن اور عمر مراد ہے۔

حضرت انس ﷜ فرماتے ہیں کہ آنے والا آدمی حضرت ابوبکر ﷜ سے یہ کہہ کر سوال کرتا کہ یہ کون جوان ہے جوان کے سامنے ہے؟ حضرت ابوبکر ﷜ یہ کہتے کہ یہ آدمی مجھے راستہ دکھا رہا ہے۔ چنانچہ اس طرح گمان کرنے والا یہ گمان کرتا کہ شاید یہ اس کو راستہ دکھانے آیا ہے جبکہ ابوبکر ﷜ اس سے مراد صرف یہ لیتے تھے کہ خیر کا راستہ دکھا رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے متوجہ ہو کر دیکھا تو ان کی نظر ایک گھوڑے کے سوار پر پڑی جو ان دونوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ابوبکر صدیق ﷜ نے کہا یا رسول اللہ! کوئی گھڑ سوار ہمارے پیچھے آ گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ اصْرَعْهُ ''اے اللہ! تو ہی اس کو گرا دے''۔ چنانچہ اس کے گھوڑے نے اسے گرا دیا پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا، گھوڑا ہنہنانے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے پوچھا یا نبی اللہ! مجھے آپ جو چاہیں حکم دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آپ اپنی جگہ پر رہیں کسی کو ہمارے اور اپنے قریب نہ آنے دیں۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ﷜ دن کے اول حصے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشقت اُٹھاتے تھے اور دن کے آخری حصے میں حضور ﷺ کے اسلحہ برداری کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حرہ کی طرف اترے اور انصار کی طرف بندہ بھیجا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آ کر انہوں نے حضور ﷺ کو اور ابوبکر ﷜ کو سلام کیا اور کہا چلئے آپ دونوں سوار ہو جایئے مکمل امن وسکون کے ساتھ اور اس طرح کہ آپ کی ہر بات مانی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر ﷜ بھی۔ جبکہ انصار حفاظت کے لئے ان دونوں کے گرد مسلح ہو کر گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔

کہتے ہیں کہ مدینے میں کہا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ لوگ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر نبی کریم ﷺ کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کا نبی آ گیا، اللہ کا نبی آ گیا۔ حضور ﷺ آگے بڑھے دار ابوایوب کے پاس آ کر اترے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے گھر والوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک حضور ﷺ کے بارے میں عبداللہ بن سلام نے سنا وہ اپنے گھر والوں کے لئے کھجوریں ٹھیک کر رہے تھے یعنی کھجوریں چُن رہے تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی ان کو چن کر فراغت حاصل کی اور جلدی سے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ ان کے ساتھ تھے۔ اس نے اللہ کے نبی کی باتیں سنیں پھر واپس اپنے گھر لوٹ گئے۔ ادھر سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کون سا گھر زیادہ قریب ہے ہمارے اہل کے اعتبار سے؟ حضرت ابوایوب ﷜ نے فرمایا میں ہوں اے اللہ کے نبی! اور یہ رہا میرا گھر اور یہ رہا میرا دروازہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا تم جاؤ اور ہمارے لئے دوپہر کے آرام کرنے کی جگہ کا انتظام کرو۔ اور ابوایوب ﷜ جلدی سے گئے اور واپس آ کر بتایا کہ میں نے آپ دونوں کے لئے دوپہر کے آرام کا انتظام کر دیا ہے اُٹھیے اللہ کی برکت کے ساتھ اور آرام فرمایئے۔

عبداللہ بن سلام ﷜ کا اسلام .... کہتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام بھی آ گئے اور کہا اشھد انك رسول الله حقاً ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول حق پر ہیں اور آپ حق لے کر آئے ہیں''۔ اور یہودی اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان میں زیادہ علم والا ہوں اور ان میں سے زیادہ علم والے کا بیٹا ہوں۔ آپ انہیں بلا کر میرے بارے میں پوچھئے اس سے قبل کہ ان کو میرے اسلام لانے کی خبر ہو کیونکہ اگر ان کو پتہ چل گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ میرے بارے میں جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیں گے۔ حضور ﷺ نے ان کو بلوایا، وہ حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اے یہود کی جماعت ہلاکت ہو تمہارے لئے اللہ سے ڈرو پس اللہ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم خوب جانتے ہو میں اللہ کا رسول برحق ہوں اور میں تمہارے پاس حق ہی کو لے کر آیا ہوں لہٰذا تم لوگ مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جانتے۔ حضور ﷺ نے تین بار ان کے سامنے اسی بات کو دُہرایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے اندر عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟ وہ بولے کہ وہ تو ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں اور ہمارے اندر سب سے بڑے علم والے ہیں

اور سب سے بڑے علم والے کے بیٹے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے (تو تم لوگ مسلمان ہو جاؤ گے؟) یہودی کہنے لگے کہ اللہ نہ کرے کہ وہ مسلمان ہو جائے، اللہ کی پناہ اس بات سے وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن سلام ذرا ان کے سامنے آیئے۔ چنانچہ وہ سامنے آ گئے اور آ کر کہنے لگے اے یہود کی جماعت تمہارے لئے ویل ہو اللہ سے ڈرو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ اللہ کا رسول برحق ہے اور یہ حق لے کر آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ (بخاری ص ۳۹۱۱۔ فتح الباری ۷/ ۲۴۹۔۲۵۰)

میں کہتا ہوں کہ اس کو روایت کیا ہے عبدالصمد بن عبدالوارث نے اپنے والد سے لہٰذا اسی وجہ سے اس کو بخاری نے بھی نقل کیا ہے صحیح میں۔

اور ہمیں اس کی خبر دی ہے ابو عمر وادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو سعید اسماعیل بن نخویہ بن ادریس جرجانی نے، وہ صادق تھا امین تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن عسریٰ بسطامی نے، اس نے کہا تھا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالصمد بن عبدالوارث نے، اس نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن صہیب نے، اس نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی حضرت انس بن مالک ﷺ نے۔ انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے اس کی طوالت کے ساتھ۔

عبداللہ بن سلام ﷺ کے تین سوالات .... (۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحٰق صغانی نے، ان کو عبداللہ بن بکیر نے، ان کو حمید طویل نے حضرت انس بن مالک ﷺ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی حالانکہ وہ اپنی زمین پر کام کر رہے تھے تو فوراً حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمیں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی شرطوں میں سے پہلی شرط کیا ہے؟ اور وہ پہلا کھانا کونسا ہے جسے اہلِ جنت کھائیں گے؟ اور وہ کون سی چیز بچے کو اپنے والد یا والدہ کی شکل وصورت کی طرف کھینچتی ہے؟ (یعنی کبھی باپ کی کبھی ماں کی شکل کیوں ہوتا ہے؟)

حضور ﷺ نے جواب دیا کہ مجھے ان چیزوں کے بارے میں ابھی ابھی جبرائیل امین نے خبر دی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے پوچھا کہ واقعی جبرائیل علیہ السلام نے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جی ہاں! جبرائیل نے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ وہ تو فرشتوں میں سے یہود کے دشمن ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی :

من كان عدوا لجبرئيل فانه نزله على قلبك

عبداللہ بن سلام کے سوالات کے جوابات .... بہر حال قیامت کی پہلی شرط وہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کے سامنے مشرق سے مغرب تک آئے گی۔ بہر حال پہلا طعام جس کو اہلِ جنت کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا زائد حصہ ہوگا۔ بہر حال بچے کا جہاں تک معاملہ ہے جب آدمی کا پانی عورت کے پانی سے سبقت کر جاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی سبقت کر جاتا ہے تو بچہ ماں کی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ (یہ جواب سنتے ہی) عبداللہ بن سلام نے کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله۔ یارسول اللہ! یہودی لوگ ایک ایسی قوم ہیں جو اپنے جھوٹ سے جسے انہوں نے خود افترا کیا ہوتا ہے، سننے والے کو حیران و پریشان کر دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے جان لیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں آپ کے ان سے سوال کرنے سے قبل، تو وہ مجھے جھوٹا قرار دے دیں گے۔ لہٰذا یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہم میں سے بہترین شخص ہے اور بہترین شخص کا بیٹا ہے وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ وہ بولے کہ اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو جائے۔

اتنے میں عبداللہ بن سلام باہر آ گئے اور کہنے لگے، اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔یہودیوں نے سنا تو وہ بولے ابن سلام ہم میں بدترین شخص ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے اور اس کی برائی کرنے لگے۔اس نے کہا یارسول اللہ! میں اسی بات سے ڈر رہا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن سے، اس نے عبداللہ بن بکر سے۔

عبداللہ بن سلام نے آپ علیہ السلام کو علامات نبوت سے پہچانا .... (۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان اہوازی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید صفار نے، ان کو محمد بن عثمان بن ابوشیبہ کوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ضحاک بن حارث نے، ان کو عبداللہ بن اجلح نے، ان کو محمد بن اسحاق نے، ان کو عبداللہ بن ابوبکر نے یحییٰ بن عبداللہ سے، اس نے آل عبداللہ بن سلام کے ایک آدمی سے۔انہوں نے کہا عبداللہ بن سلام کی کہانی کچھ اس طرح تھی جب وہ مسلمان ہوئے وہ ایک عالم تھے یہود میں سے۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سنا، کہتے تھے کہ میں نے ان کی صفت پہچان لی اور آپ کا نام اور آپ کی شکل و صورت بھی پہچان لی اور وہ جو ہم ان کا انتظار کرتے تھے۔میں اس بارے میں خوش تھا مگر اس بات پر خاموش تھا حتیٰ کہ حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ جب حضور ﷺ قباء میں اُترے بنوعمرو بن عوف میں ایک آدمی آیا اس نے حضور ﷺ کی آمد کی خبر دی۔ میں کھجور کی چوٹی پر چڑھا ہوا تھا اس میں کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نیچے بیٹھی تھی میں نے جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو میں نے اللہ اکبر کہا۔لہٰذا میری پھوپھی نے جب میری تکبیر سنی تو اس نے مجھے کہا اگر تو حضرت موسیٰ بن عمران کی آمد کے بارے میں سنتا تو کس قدر زیادہ خوش ہو کر زیادہ تکبیر کہتا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا اے پھوپھی جان! وہ محمد ﷺ اللہ کی قسم موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اور اسی کے دین پر ہے۔ وہ اسی دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس کے ساتھ وہ بھیجا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ کہنے لگی اے بھتیجے کیا بھلا وہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں ہمیں خبر دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے ساتھ بھیجا جائے گا؟ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا جی ہاں وہی ہے۔ پھوپھی نے کہا پھر صحیح ہے۔

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا، جا کر مسلمان ہو گیا پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آیا۔ میں نے ان سے اسلام لانے کو کہا وہ بھی مسلمان ہو گئے اور میں نے اپنا اسلام یہودیوں سے چھپایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے انہیں بتایا کہ یہودی جھوٹ اور افتراء باندھنے والی قوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے بعض گھروں میں چھپا لیں پھر آپ ان سے میرے بارے میں پوچھیں وہ آپ کو میرے بارے میں خبر دیں گے کہ میں ان میں کیسا ہوں میرے اسلام لانے کو جاننے سے قبل۔ کیونکہ اگر وہ میرے اسلام لانے کو جان لیں گے تو وہ مجھ پر بہتان باندھ لیں گے اور مجھ پر عیب لگائیں گے۔لہٰذا حضور ﷺ نے مجھے کسی گھر میں داخل کر دیا۔

یہودی ان کے پاس آئے انہوں نے حضور ﷺ سے کلام کیا اور حضور ﷺ سے سوالات بھی کئے۔حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ ہم میں بہتر ہے اور ہمارا عالم ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ جب اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو میں اچانک ان کے سامنے نکل کر آ گیا اور میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو اور تم اس دین کو قبول کر لو جو یہ (محمد ﷺ) تمہارے پاس لے کر آیا ہے۔ پس اللہ کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے تم ان کے بارے میں اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے ہو اس کی صفت کو اور اس کے نام کو۔ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں میں ان کے ساتھ ایمان لے آیا ہوں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، میں انہیں پہچان چکا ہوں۔ یہودیوں نے کہا ابن سلام تم جھوٹ کہتے ہو اس کے بعد وہ میری برائیاں کرنے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس نے کہا یارسول اللہ! میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں اہلِ غدر ہیں (دھوکے باز ہیں)، اہلِ کذب ہیں (جھوٹے ہیں)، اہلِ فجور ہیں (بدکردار ہیں)۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا اور اپنے اہلِ بیت کا اسلام اور میری پھوپھی بھی مسلمان ہو گئی حارث کی بیٹی۔ اس نے اپنے اسلام کو اچھا کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۳۸۔۱۳۹)

(۴) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن فضل قطان نے بغداد میں، انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی معاذ بن عوذ اللہ بصری نے، ان کو عوف اعرابی نے زرارہ بن اوفی سے، اس نے عبداللہ بن سلام سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے اور لوگ آپ کی طرف دوڑ گئے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ کہتے ہیں کہ میں بھی لوگوں میں آیا کہ میں آپ کے چہرے کو دیکھوں۔ میں نے جب آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی کذاب کا چہرہ نہیں ہے۔ اور پہلی بات جو میں نے ان کی سنی تھی یہ تھی کہ انہوں نے فرمایا تھا اے لوگو! کھانا کھلایا کرو، سلام کرنے کو عام کیا کرو، صلہ رحمی کیا کرو اور اُس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ نیند کر رہے ہوں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو ہشام بن علی نے، ان کو عثمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عوف نے، اس نے اس کو اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر اس نے یہ کہا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ میں اس لئے آیا تھا کہ میں آپ ﷺ کے چہرے کو بھانپنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ذکر کیا اور فرمایا کہ رات کو نماز ادا کیا کرو حالانکہ لوگ سو رہے ہوں تم اسلام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اہل مدینہ نے خود اپنے بتوں کو گرایا .... (۶) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن عتاب نے ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔ اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی نے، ان کو ان کے دادا نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے ان کو محمد بن فلیح نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مدینے میں آمد کے وقت کچھ بُت تھے جن کی کچھ لوگ عبادت کرتے تھے اہلِ مدینے میں سے جنہیں وہ چھوڑتے نہیں تھے۔ ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ آئے اور ان بتوں کے پاس انہوں نے آ کر ان کو گرا دیا۔ اور ابو یاسر بن اخطب حیی بن اخطب کا بھائی متوجہ ہوا۔ یہ حیی بن اخطب حضور ﷺ کی زوجہ صفیہ کے والد تھے اور آ کر نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اس نے حضور ﷺ کی باتیں سنیں اور ان سے بات چیت کی اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا۔ یہ اس سے بعد کا واقعہ ہے جب قبلہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دیا گیا تو اُس وقت ابو یاسر نے کہا اے میری قوم میری بات مانو بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس وہ سب کچھ بھیج دیا ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے لہٰذا اس کی اتباع کرو اس کی مخالفت نہ کرو۔

چنانچہ ان کا بھائی چلا گیا جب اس نے یہ بات سنی۔ وہ ان دنوں یہود کا سردار تھا اور وہ دونوں بنو نظیر میں تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، ان کے پاس بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی باتیں سنیں پھر اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ آیا۔ وہ ان میں مُطاع تھا لوگ اسی کی اطاعت کرتے تھے، آ کر کہنے لگا اللہ کی قسم میں ایک ایسے شخص کے ہاں سے آ رہا ہوں میں ہمیشہ جس کا دشمن رہا ہوں گا۔ اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا اے میرے ماں جائے (میری ماں کے بیٹے) اس امر میں آپ میری اطاعت کریں ایک بار اس کے بعد میری نافرمانی کر لینا، بعد میں اگر آپ چاہیں۔ آپ ہلاک نہیں ہوں گے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ کی قسم میں تیری اطاعت نہیں کروں گا اس پر شیطان غالب آیا اور اس کی قوم نے بھی اسی کی مرضی کے مطابق اس کی اتباع کر لی۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲۱۲/۳)

(۷) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحٰق نے، ان کو عبداللہ بن ابوبکر نے، ان کو ایک حدیث بیان کرنے والے نے صفیہ بنت حیی سے، کہ اس نے کہا میں اپنے بھائی اور اپنے چچا کو بہت پیاری تھی جب بھی وہ اپنے اپنے بیٹوں کو لئے ہوتے تھے ان سے ملتی تو مجھے ضرور لیتے تھے (بچپن میں)۔ جب رسول اللہ ﷺ قباء میں آ گئے تو وہ بنو عمرو بن عوف کی بستی میں اُترے (اس وقت) میرے والد اور میرے چچا ابو یاسر بن اخطب صبح منہ اندھیرے ان کے پاس چلے گئے تھے۔ اللہ کی قسم (وہ سارا دن وہیں ان کی باتیں سنتے رہے) واپس مغرب کے بعد ہی آئے تھے مگر جب آئے تو پاگلوں کی

طرح تھے انتہائی سست اور گرے گرے، بڑی کمزوری سے چل رہے تھے۔ میں جا کر ان پر گری، یعنی ملنے لگی جیسے کرتی تھی۔ اللہ کی قسم دونوں میں سے ایک نے بھی میری طرف نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر سے سنا وہ میرے والد سے کہہ رہے تھے کیا وہ وہی ہے سچ مچ؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں بالکل وہی ہے اللہ کی قسم۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کی آنکھوں سے اور اس کی صفت سے اس کو اچھی طرح پہچان لیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اللہ کی قسم۔ پھر اس نے پوچھا کہ تیرے دل میں اس کے بارے میں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم اس کی عداوت باقی نہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۴۰-۱۴۱)

یہودیوں کے سوالات واعتراضات اور ان کے جوابات میں اُترنے والی آیات

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن ابومحمد مولیٰ زید بن ثابت نے، ان کو سعید بن جبیر نے اور ان کو عکرمہ نے ابن عباس ﷺ سے، وہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام اور ثعلبہ بن سعیہ اور اُسید بن سعیہ اور اُسد بن عبید مسلمان ہوئے اور دیگر لوگ جو ان کے ساتھ یہود میں سے مسلمان ہوئے تھے وہ لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی تھی اور اسلام میں انہوں نے رغبت کی اور اس میں شامل ہو گئے تو یہودیوں کے عالموں نے کہا کہ یہ لوگ ہمارے اندر میں سے اہل کفر ہیں۔ جن جن لوگوں نے محمد کی اتباع کی ہے اور اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں وہ لوگ ہمارے اندر اشرار لوگ تھے (شریروں نے اسلام قبول کیا ہے)۔ ہمارے شرفاء نہیں ہیں وہ لوگ اگر ہمارے شرفاء ہوتے تو وہ اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑتے اور دوسرے دین کی طرف نہ جاتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی :

ليسوا سوآء من اهل الكتاب منهم امة قائمة يتلون ايات الله اناء اليل وهم يسجدون يؤمنون بالله واليوم الأخر ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويسارعون في الخيرات واولئك من الصالحين ـ

(آل عمران : آیت ۱۱۳-۱۱۴) ۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۸۵)

سارے اہل کتاب برابر نہیں ہیں ان میں سے۔ ایک جماعت ایسی ہے جو راتوں کو کھڑے ہو کر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں رات کے لمحات کے اندر اور وہ اللہ کے آگے جھکتے ہیں اللہ پر ایمان رکھتے ہیں آخرت کے دن پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں وہی لوگ صالحین ہیں۔

اور رفاعہ بن زید تابوت یہودیوں کے سرداروں میں سے تھا۔ وہ جب حضور ﷺ سے بات کرتا تو اپنی زبان کو بل دے کر بولتا تھا (از راہ طنز وطعن) اور کہتا تھا کہ اے محمد! آپ اپنے کان ہماری طرف کریں تا کہ ہم تجھے سمجھائیں۔ پھر وہ اسلام میں طعن کرتا اور حضور ﷺ کو عیب لگاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری :

الم ترالی الذین اوتوا نصيبًا من الكتاب يشترون الضلالة ويريدون ان تضلوا السبيل .... فلا يؤمنون الا قليلا ـ

(سورۂ نساء : آیت ۴۴-۴۵)

کیا آپ نے دیکھا نہیں ان لوگوں کی طرف جو آسمانی کتاب کا ایک حصہ عطا کئے گئے ہیں اور وہ ضلالت وگمراہی کو خرید کرتے ہیں اور وہ راستے سے بھٹکنا چاہتے ہیں اِلَّا قَلِيْلًا تک۔

رسول اللہ ﷺ نے علماء یہود کے سرداروں سے بات کی ان میں سے عبداللہ بن صوری اعور اور کعب بن اسد تھے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو، اللہ کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ میں جو دین تمہارے پاس لے کر آیا ہوں وہ برحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد! ہم اس کو نہیں پہچانتے اور انہوں نے اس چیز کا انکار کیا جس کو وہ پہچانتے تھے اور وہ کفر پر مصر ہو گئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

یآایھاالذین او تو الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقًا لما معکم من قبل ان نطمس و جوھًا فنردھا علی ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحٰب السبت و کان امر اللّٰہ مفعولاً ۔ (سورۃ نساء)

اے، وہ لوگو! جنہیں کتاب دی گئی تم لوگ اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو ہم نے تمہاری کتاب کی تصدیق کنندہ اُتاری ہے اس وقت سے پہلے کہ ہم چہروں کو مسخ کر دیں گے اوران کو پیٹھ کی طرح کر دیں گے یا ہم ان پر لعنت کر دیں جیسے ہم نے ہفتے کے دن کے بارے میں گڑبڑ کرنے والوں پر لعنت کی تھی اور یہ معاملہ طے شدہ تھا۔

سکین اور عدی بن یزید نے کہا، اے محمد! ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب اُتاری ہو موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے بارے میں یہ آیت اُتاری :

انا او حینا الیک کما او حینا الی نوحٍ و النبیین من بعدہ ۔ آلی اخرہٖ

ہم نے اے محمد! آپ کی طرف بالکل اسی طرح وحی کی ہے جیسے ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف اور دیگر تمام نبیوں کی طرف وحی کی تھی جو ان کے بعد آئے تھے۔

آپ علیہ السلام کے پاس ایک جماعت آئی .... اور ایک مرتبہ یہودیوں میں سے ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس داخل ہوئی، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: خبردار! تم لوگ جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے اس بات کو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

لکن اللّٰہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ و الملائکۃ یشھدو ن و کفیٰ باللّٰہ شھیدا ۔

اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے اس کی جو اس نے آپ کی طرف نازل کی اس نے اس کو علم کے ساتھ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔

اور حضور ﷺ کے پاس (یہودیوں میں سے) نعمان بن اضا اور بحری بن عمرو اور شاس بن عدی آئے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے بات چیت کی اور حضور ﷺ نے ان سے کی اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور اللہ کی ناراضگی سے ان کو ڈرایا۔ انہوں نے کہا آپ ہمیں اللہ سے نہ ڈرائیں اے محمد! اللہ کی قسم ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں عیسائیوں کے قول کی طرح۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت اُتاری :

و قالت الیھو د و النصاریٰ نحن ابنآء اللّٰہ و احبّاء ہٗ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق ۔

(سورۃ : مائدہ)

یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ فرما دیجئے کہ اگر یہی بات ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہارے جرائم کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا رہا ہے (نہیں ایسی بات نہیں ہے) تم لوگ بھی اللہ کے پیدا کردہ انسان ہو۔

لہٰذا حضرت معاذ بن جبل اور سعد بن عبادہ اور عقبہ بن وہب نے ان سے کہا، اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کی قسم تم اس کی بعثت سے پہلے اس کا ذکر ہم سے کرتے رہتے تھے اور اس کی صفت بیان کرتے رہتے تھے (لہٰذا یہودیوں میں سے) رافع بن حریملہ اور وہب بن یہودا نے کہا کہ ہم لوگوں نے تم سے یہ بات نہیں کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں کی اور نہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی بشیر و نذیر بھیجا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت اُتاری :

یا اھل الکتاب قد جاء کم رسول لنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاء نا من بشیر و لا نذیر فقد جاء کم بشر و نذیر و اللّٰہ علی کل شیءٍ قدیر ۔

اے اہل کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے وہ تمہارے لئے بیان کرتا ہے رسولوں کے وقفے زمانے کے بعد تا کہ تم لوگ یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر و نذیر ہی نہیں آیا تھا۔ لو یہ تمہارے پاس بشیر و نذیر آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی خبر بیان کی ہے اور یہ بات بھی بتائی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف سے سابقہ پڑا تھا اور اس پر انہوں نے جو اللہ کے حکم کو توڑا تھا یہاں تک کہ وہ دھرتی پر چالیس سال تک سزا کے مستحق قرار پائے تھے۔

اور کعب بن اُسید اور ابن صلوبا اور عبداللہ بن صوری اور شاس بن قیس میں سے بعض نے بعض سے کہا چلو چلتے ہیں محمد (ﷺ) کے پاس، شاید ہم اس کو اس کے دین سے بھلادیں وہ بھی ایک بندہ تو ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئے اور بولے اے محمد! آپ نے تحقیق پہچانا کہ ہم لوگ یہود کے عالم ہیں اور ان کے اشراف ہیں اور سردار ہیں اگر ہم نے آپ کی اتباع کرلی تو سارے یہودی ہماری اتباع کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ بے شک ہمارے اور فلاں ہماری قوم کے لوگوں میں کچھ اختلاف سا ہے اور جھگڑا ہے ہم ان کو فیصلے کے لئے آپ کے پاس لے آئے ہیں آپ ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ہمارا فیصلہ کردیجئے گا ہم آپ کے اُوپر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کردیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت اُتاری :

وان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ ولا تتبع أھواء ھم واحذرھم ان یفتنوك الی قولہ یوقنون ۔

اے پیغمبر ﷺ آپ ان کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیجئے مگر ان کی خواہش کی اتباع نہ کیجئے اور ان سے ڈرتے اور بچتے رہئے کہ کہیں وہ آپ کو فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔ (یہ آیت نازل ہوئی یُوقِنُون تک) ۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۹۶۔۱۹۷)

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد الصفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد ابن نصر لبادو نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن حماد نے، ان کو اسباط نے سُدِّی سے، اس نے ابومالک سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور مُرّہ ہمدانی سے، اس نے ابن مسعود سے، اس نے اصحاب رسول کے کچھ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں :

ولما جاء ھم کتاب من عنداللّٰہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ

جب ان لوگوں کے پاس اللہ کی ایسی کتاب آگئی جو ان کے پاس موجود کتاب کو سچ بتاتی ہے اور وہ لوگ خود بھی اس سے قبل کافروں کے خلاف غلبہ مانگتے تھے۔ جب وہ خبر آگئی جسے وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کرلیا۔

کہتے ہیں کہ عرب یہودیوں کے ساتھ گزرتے تھے اور ان کو ایذا پہنچاتے تھے اور وہ لوگ محمد ﷺ کا تورات میں ذکر پاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے تھے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبی بنا کر بھیج دے اور وہ لوگ اس نبی کے ساتھ مل کر عربوں سے قتال کریں گے۔ مگر ہوا یہ کہ جب ان کے پاس محمد ﷺ آگئے تو انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کرلیا محض اس لئے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے۔

علماء یہود نے حسد کیا .... (۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن منصور کوفی نے، ان کو احمد بن ابوعبدالرحمن نے، ان کو حسن نے حکم سے ان کو سدی نے ابومالک سے اس نے عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تورات میں بدل دیا اپنی کتاب کے اندر اور کہنے لگے کہ ہمارے محمد ﷺ کی تعریف موجود نہیں ہے اور کمتر اور بے عزت لوگوں سے کہا کہ یہ محمد ﷺ کی صفت نہیں ہے جو یہ مذکور ہے کہ وہ ایسے ایسے آئیں گے، بلکہ ایسے ایسے ہے اس کی صفت جیسے انہوں نے بدل لی تھی یعنی اس کی صفت ایسے ہے جیسے وہ بیان کررہے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے اس بارے میں تلبیس سے کام لیا۔ انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ علماء یہود کی روزی بنی ہوئی تھی اور کھانے کا ایک ذریعہ بنا ہوا تھا کہ ان کو چھوٹے لوگ ان پڑھ اور غریب لوگ کھلاتے تھے اس لئے کہ وہ تورات پر قائم ہیں اور اس کے عالم ہیں یہودیوں کو یہ خوف ہوا کہ اگر یہ عوام ایمان لے آئے محمد ﷺ کے ساتھ تو ان کی یہ کمائی ختم ہوجائے گی اور آمدنی ختم ہوجائے گی۔

☆☆☆

باب ۱۰۷

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کا مسجد تعمیر کرنا

اوراس بارے میں طلق بن علی یمامی کی روایت پھران کی واپسی اپنی قوم کے ساتھ اور حضور ﷺ کا کُلّی کیا ہوا پانی ساتھ لے جانا

(۱) ہمیں خبردی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبردی ابوبکر بن عتاب نے، ان کو قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، ان کو ابن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے (ح)۔اور ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو اسماعیل بن محمد بن فضل بن محمد شعرانی نے، ان کو ان کے دادا نے، ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو محمد بن فلیح نے موسیٰ بن عقبہ سے، اس نے ابن شہاب سے۔وہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی زمین کھجور سکھانے کا میدان تھا جو بنونجار کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ جو اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ان دونوں لڑکوں کا نام سہل اور سہیل تھا باپ کا نام عمرو تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ کی مدینے میں تشریف آوری سے قبل اسی جگہ پر لوگ نماز پڑھتے تھے۔ان دونوں نے وہ زمین رسول اللہ ﷺ کو دے دی تھی۔اور کہا جاتا ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان دونوں کے سامنے اپنے ایک کھجوروں کے باغ دینے کی پیش کش کی تھی جو کہ بنو بیاضہ میں تھا، اس زمین کے بدلے میں ان لڑکوں نے کہا تھا ہم وہ زمین رسول اللہ ﷺ کو دے دیتے ہیں۔

مسجد نبوی ﷺ کی زمین خریدی گئی ہے .... اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کو ان دونوں سے خرید لیا تھا اور اس کو مسجد بنادیا تھا۔لہٰذا حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور اپنے اصحاب کے ساتھ اُٹھائے ہوئے فرمارہے تھے :

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابرّ ربنا واطهر

اللهم لا خير الا خير الآخرة فارحم الانصار والمهاجره

ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں میں سے کسی آدمی کے شعر کے ساتھ تمثیل بیان کی تھی جس کا حدیث میں نام نہیں لیا گیا اور مجھے حدیث میں یہ بات نہیں پہنچی اشعار کے علاوہ۔

بخاری نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں حدیث عقیل سے اس نے زہری سے، اس نے عروہ سے ہجرت کے قصے میں۔(فتح الباری ۷/ ۲۳۹۔۲۴۰)

(۲) ہمیں خبردی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے، ان کو مسدد نے، ان کو عبدالوارث نے (ح)۔اور ہمیں خبردی ابوعبداللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے، ان کو اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحییٰ بن یحییٰ نے، ان کو عبدالوارث بن سعید نے، ان کو ابوالتیاح نے انس بن مالک سے۔وہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو بالائی مدینے میں اُترے تھے ایک قبیلے میں جنہیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔آپ نے وہاں پر چودہ راتیں قیام فرمایا۔اس کے بعد آپ نے بنونجار کی ایک جماعت کے پاس پیغام بھیجا وہ لوگ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا لگتا تھا کہ میں حضور ﷺ کو آپ کی سواری پر سوار ہوئے دیکھ رہا ہوں اور ابوبکر صدیق ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنونجار کی ایک جماعت ان کے گرد ہے۔یہاں تک کہ آپ ابوایوب انصاری کے صحن میں اُترے۔حضور ﷺ اسی جگہ نماز پڑھ لیتے تھے جہاں نماز کا وقت آپ کو پالیتا تھا۔اور نماز پڑھ لیتے بکریوں کے ریوڑ کی جگہ پر (یعنی قریب میں صاف جگہ دیکھ کر)۔اس کے بعد آپ نے مسجد بنانے کا

حکم دیا۔آپ نے بنونجار کی ایک جماعت کے پاس پیغام بھیجا وہ آئے۔آپ نے فرمایا :اے بنونجار! اپنی یہ حویلی اور یہ باغ مجھے فروخت کردو قیمتاً۔ انہوں نے جواب دیا اللہ کی قسم نہیں ہم لوگ آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس زمین میں یہ کچھ تھا جو میں تمہیں بتاتا ہوں۔اس جگہ مشرکین کی چند قبریں تھیں اور کچھ ویران پڑی ہوئی جگہ تھی اور اس زمین میں کچھ کھجور کے درخت تھے۔حضور ﷺ نے حکم دیا اور وہ مشرکین کی قبریں اُکھاڑ پھینکی گئیں اور ویران اور خراب جگہ برابر کردی گئی اور کھجور کاٹ دی گئی اور ان کے تنے قبلہ کی طرف سے قطار میں کھڑے کردیئے گئے جس سے قبلے کی طرف دیوار بن گئے اور دونوں طرف سے پتھر لگادیئے گئے۔سلمان پتھر اُٹھاتے ہوئے رجز پڑھنے لگے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے :

اللّٰهم انه لا خير الا خير الأخرة ـ فانصر الا نصار والمها جرة

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے مسدد سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا یحییٰ بن یحییٰ سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعلیٰ حسین بن محمد روذ باری نے،ان کو ابوبکر محمد بن داسہ تمار نے بصرہ میں،ان کو ابوداؤد سجستانی نے،ان کو موسیٰ بن اسماعیل نے،ان کو حماد بن سلمہ نے ابوالتیاح سے،اس نے انس بن مالک سے۔وہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی جگہ بنی نجار کی حویلی تھی اس میں کھیتی تھی اور کھجوریں تھیں اور مشرکین کی قبریں تھیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ زمین کی قیمت طے کرو۔اس کے مالکوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت نہیں لینا چاہتے۔لہٰذا کھجوریں کاٹ دی گئیں اور کھیت برابر کردیا گیا اور مشرکین کی قبریں اُکھاڑ دی گئیں۔

کہتے ہیں کہ راوی نے حدیث چلائی اور کہا لفظ فاغفر ، فانصر کی جگہ۔موسیٰ نے کہا کہ ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی ہے۔اسی کی مثل اور عبدالوارث کہتے ہیں خِرَبٌ ۔اور عبدالوارث نے گمان کیا ہے کہ انہوں نے حماد کو اس حدیث کا فائدہ دیا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو خوبصورت بنوایا

(۴) ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے،ان کو ابوبکر بن داسہ نے،ان کو ابوداود نے،ان کو مجاہد بن موسیٰ نے،ان کو یعقوب بن ابراہیم نے،ان کو ان کے والد نے صالح سے،ان کو نافع نے یہ کہ عبداللہ بن عمر نے،اس کو خبر دی تھی کہ مسجد نبوی عہد رسول میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی چھڑیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا تھا۔ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس میں اضافہ فرمایا تھا۔انہوں نے اس کی تعمیر انہیں بنیادوں پر کی جن پر عہد رسول میں تھی کچی اینٹوں کے ساتھ اور کھجور کی چھڑیوں کے ساتھ اور اس کے ستون دوبارہ بنائے لکڑی کے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت زیادہ اضافہ فرمایا۔انہوں نے اس کی دیواریں پتھروں کی بنوائیں جن پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔پتھروں اور چاندی کے ساتھ اور مسجد کے ستون منقش لکڑی کے بنوائے اور مسجد کی چھت ساگوان کی بنوائی تھی۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے علی بن مدینی سے،اس نے یعقوب سے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے،ان کو ابوالعباس محبوبی نے،ان کو محمد بن معاذ سلمی نے،ان کو عبیداللہ بن موسیٰ بن عمران نے (ح)۔ ان کو خبر دی ابوعلی روذباری نے،ان کو ابوبکر بن داسہ نے،ان کو ابوداؤد نے،ان کو محمد بن حاتم نے،ان کو عبیداللہ بن موسیٰ نے شیبان سے،اس نے فراس سے،اس نے عطیہ سے،اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ مسجد نبوی کے ستون عہد رسول میں کھجور کے تنوں کے تھے۔ان کے اُوپر کھجور کی چھڑیوں کی چھت تھی پھر وہ خلافت ابوبکر میں پرانی ہوگئی تھی لہٰذا انہوں نے اس کو کھجور کے تنوں کا بنوایا تھا اور کھجور کی چھڑیوں سے پھر وہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں پرانی ہوگئی۔انہوں نے اس کو پکی اینٹوں سے بنوایا وہ قائم اور ثابت ہے آج تک (یعنی مصنف کے دور تک) اور ابوعبداللہ کی

ایک روایت میں ہے کہ قیامت اور اس میں لفظ حَزِبَتْ کے بدلے میں نَخِرَتْ ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے اس کی اسناد میں اس میں مروی ہے عطیہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ابن عمرؓ نے۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ علیہ السلام کی شرکت .... (۶) ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ صفار نے، ان کو ابوبکر بن ابوالدنیا نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسن بن حماد ضبی نے، ان کو عبدالرحیم بن سلمان نے اسماعیل بن سلمہ سے، اس نے حسن سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنائی تو آپ کے اصحاب نے اس میں آپ کی اعانت کی، حضور ان کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ کچی اینٹیں اُٹھا کر دے رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا سینہ مبارک غبار آلود ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھپرہ بنادو موسیٰ کے چھپرے کی طرح۔ اسماعیل بن سلم کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا کہ چھپرۂ موسیٰ کیسا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جب ہاتھ اُٹھاتے تھے تو چھت تک پہنچتا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۱۵)

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی الحسین بصری نے، ان کو محمد بن ابراہیم بن حماد نے، ان کو ابوسلمہ منقری نے، ان کو حماد بن سلمہ نے ابوسنان سے، اس نے یعلی بن شداد بن اوس سے، اس نے عبادہ سے کہ انصار نے کچھ مال جمع کیا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! آپ اس کے ساتھ ہمارے لئے مسجد بنوایئے اور اس کو آراستہ کیجئے، کب تک ہم کھجوروں، چھپروں تلے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے اعراض نہیں ہے یہ چھپری ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی چھپری تھی۔ (ایضاً ۳/۲۱۵)

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسن مقری نے، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن ابوبکر نے، ان کو ملازم بن عمرو نے، ان کو عبداللہ بن بدر نے، ان کو قیس بن طلق نے، ان کو ان کے والد طلق بن علی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد کی بنا کی مدینے میں۔ آپ فرما رہے تھے کہ قریب کرو یمانی گارے کے اس سے تمہاری تعمیر اچھی ہوگی۔

اور مجھے حدیث بیان کی اس کے بعد اس کے بیٹوں نے کہ آپ نے یوں فرمایا تھا، یہ زیادہ مضبوط ہوگی اور اسی اسناد کے ساتھ مروی ہے ان کے والد طلق بن علی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے جا کر ان کو خبر دی کہ ہماری سرزمین پر ہمارا ایک معبد ہے (گرجا)، ہم لوگوں نے حضور ﷺ سے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی طلب کیا تو آپ نے پانی منگوایا اور آپ نے کُلّی بھری اور کُلّی کر کے اس کو ہمارے برتن میں ڈال دیا اور فرمایا کہ یہ پانی لے جایئے۔ جب تم لوگ اپنے شہر میں پہنچو تو اپنے معبد (گرجے) کو توڑ دو۔ اور اس جگہ پر یہ پانی چھڑک دو پھر اس جگہ پر مسجد بنا دو۔ ہم نے عرض کی اے اللہ کے نبی! شہر بہت دُور ہے یہ پانی تو خشک ہو جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بڑھالو پانی کے ساتھ، بے شک وہ اس کی خوشبو کو اور زیادہ کر دے گا۔

ہم میں سے ہر شخص اس پر اصرار کرنے لگا کہ اس پانی کے برتن کو میں اُٹھاؤں گا۔ لہٰذا ہم لوگوں نے باریاں مقرر کیں اپنے مابین کہ ہر شخص ایک دن اور ایک رات تک اس کو اُٹھائے گا۔ جب ہم اپنے شہر میں پہنچے تو ہم نے اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت دی تھی۔ ہم لوگوں نے اس وقت قبیلہ بنو طے کے ایک آدمی کو راہب مقرر کر رکھا تھا۔ ہم نے جب نماز کی اذان کہی تو راہب نے کہا یہ دعوت حق ہے۔ اس کے بعد وہ شخص بھاگ گیا اس کے بعد وہ کبھی نظر نہ آیا۔

☆☆☆

باب ۱۰۸

وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

اور اس میں نمازیں پڑھنے کی فضیلت

(۱)　بعض اہل تفسیر اس طرف گئے ہیں کہ وہ مسجد (جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے) وہ مسجد تقویٰ ہے۔ تحقیق ہمیں خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی حسن بن سفیان نے، ان کو ابوبکر بن ابوشیبہ نے، ان کو حاتم بن اسماعیل نے، ان کو حمید بن صخر نے، ان کو ابوسلمہ نے، ان کو ابوسعید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے اس مسجد کے بارے میں پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھری اور اسے زمین پر مار دیا، پھر فرمایا کہ یہی ہے یعنی مسجد مدینہ۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابوشیبہ سے۔

(۲)　ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن محمد بن اسحاق فاکہی نے مکہ مکرمہ میں، ان کو ابوالحسن بن ابومیسرہ نے، ان کو مطرف بن عبداللہ مزنی نے، ان کو احمد بن عبداللہ بن محمد بن حنبل نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے کہ دونوں میں سے ایک نے کہا۔ چنانچہ ایک نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ ﷺ ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قباء ہے۔ لہٰذا وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انہوں نے جا کر آپ سے اس مسجد کے بارے میں پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی وہ میری مسجد ہے۔ (مسند احمد)

یہ روایت مسند احمد میں ہے۔ (مسند احمد ۱۱۶/۵)

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت .... (۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عیسیٰ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن وہب نے یہ کہ عبدالحمید بن جعفر نے اس کو حدیث بیان کی کہ عمران بن ابوانس نے اس کو حدیث بیان کی کہ سلمان الاغر نے اس کو حدیث بیان کی کہ اس نے سُنا ابوہریرہ ؓ سے وہ خبر دے رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ سفر کرنے والا سفر کرے تین مساجد کی طرف۔ مسجد کعبہ، اور میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد ایلیا (بیت المقدس) اور میری مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے میرے نزدیک نماز سے۔ زیادہ محبوب ہے میرے نزدیک ہزار نماز سے جو اس کے سوا کسی مسجد میں ہو مگر مسجد کعبہ۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ہارون بن سعید سے، اس نے ابن وہب سے۔

(۴)　اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو عثمان بن ابوشیبہ نے، ان کو ابوالاحوص نے، ان کو سماک بن حرب نے، ان کو سیار　بن معرور نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یہ وہی مسجد ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بنایا تھا اور ہم ان کے ساتھ تھے مہاجرین بھی اور انصار بھی، ان سب نے اس میں نماز پڑھی تھی تو جو شخص تم میں سے اس میں جگہ نہ پائے اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کر لے۔

☆☆☆

باب ۱۰۹

وہ چیز جس کے بارے میں مصطفیٰ ﷺ نے خبر دی تھی

اپنی مسجد بناتے وقت پھر اس کی سچائی آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی اس چیز میں اور اس کی دیگر مثالوں میں واضح دلالت ہے آپ کی نبوت پر

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوعمرو بن ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے، ان کو ابوالقاسم بغوی نے، ان کو ابو کامل جحدری نے، ان کو عبدالعزیز بن مختار نے، ان کو خالد حذاء نے عکرمہ سے یہ کہ حضرت ابن عباس نے ان سے کہا اور اپنے بیٹے علی سے کہ تم دونوں ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان کی حدیث جا کر سنو۔ عکرمہ نے کہا کہ ہم دونوں چلے گئے۔ وہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے جب ہمیں دیکھا تو وہ اپنی چادر لے کر پیٹھ کے پیچھے ڈال کر گھٹنوں سے نیچے اپنے آپ کو باندھ کے بیٹھ گئے اور ہمیں حدیث بیان کرنے لگے، یہاں تک کہ تعمیر مسجد کے ذکر پر پہنچے تو فرمایا کہ ہم لوگ ایک ایک کر کے اینٹیں اُٹھا رہے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ از راہ شفقت اس کے اُوپر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس ہے کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی جبکہ یہ ان کو جنت کی طرف بُلا رہا ہوگا اور لوگ اس کو جہنم کی طرف بُلا رہے ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ عمار کہنے لگے :

اعوذ باللّٰہ من الفتن ۔ (میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

اس کو بخاری نے نقل کیا ہے صحیح میں مسدد سے، اس نے عبدالعزیز سے مگر انہوں نے یہ قول " تقتلہ الفئۃ الباغیۃ " کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا، کو ذکر نہیں کیا۔ اور ان کو ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ خالد حذاء سے۔ (فتح الباری ۱/۵۴۱۔ مسلم ۲۲۳۵۔۲۲۳۶)

اے عمار تجھے فرقہ باغی قتل کرے گا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوعمرو محمد بن عبداللہ بسطامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیلی نے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی عمران بن موسیٰ نے، ان کو وہب بن بقیہ نے، ان کو خالد نے یعنی ابن عبداللہ واسطی نے، ان کو ابن عبدالکریم نے، ان کو اسحاق بن شاہین نے، ان کو خالد نے عکرمہ سے یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے اور علی بن عبداللہ بن عباس سے کہ تم دونوں ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو۔ ہم ان کے پاس گئے۔ وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے، انہوں نے ہمیں جب دیکھا تو ہمارے پاس آئے تو انہوں نے اپنی چادر لی اور پھر بیٹھ گئے اور ہمیں حدیث بیان کرنے لگے یہاں تک کہ وہ مسجد کی تعمیر کے ذکر تک پہنچے۔ کہا کہ ہم لوگ اینٹیں اُٹھانے لگے ایک ایک کر کے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھا تو بلا کر اس کے اُوپر سے غبار جھاڑنے لگے عمار کے سر سے اور کہنے لگے اے عمار! کیا آپ ایسے نہیں اُٹھا رہے جیسے آپ کے ساتھی اُٹھا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اجر چاہتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ آپ اس سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے افسوس ہے اے عمار! تجھ کو فرقہ باغی قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ عمار نے کہا میں رحمٰن کی پناہ مانگتا ہوں فتنوں سے۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ابوعمر بسطامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو ابوحفص نے عمر بن حسن حلبی سے، ان کو ابن ابی سمینہ نے، ان کو عبدالوہاب ثقفی نے، ان کو خالد نے عکرمہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس نے فرمایا آپ چلیں علی بن عبداللہ کے ساتھ ابوسعید کی طرف جا کر اس کی حدیث سنیں۔ ہم لوگ اس کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں جو کچھ بیان کیا اس میں سے یہ بات بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مسجد بنا رہے تھے۔ عمار حضور ﷺ کے پاس سے گزرے تو وہ دو دو اینٹیں اُٹھائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا، افسوس ہے اے ابن سمیہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

بخاری نے اس کو نقل کیا ہے ابراہیم بن موسیٰ سے، اس نے عبدالوہاب سے اس لفظ کے سوا گویا کہ اس نے اس کو ترک کر دیا تھا ابونضرہ سے اس نے ابوسعید عکرمہ سے اس میں سے۔

آپ علیہ السلام نے عمار کے سر کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی محمد بن نعیم نے، ان کو محمد بن مثنیٰ نے (ح)۔ انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوالفضل بن ابراہیم نے، کہا کہ حدیث بیان کی احمد بن سلمہ نے، ان کو محمد بن بشار نے، ان دونوں نے کہا کہ ان کو محمد بن جعفر نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ابوسلمہ نے، اس نے سُنا ابونضرہ سے وہ حدیث بیان کرتے ہیں ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جو مجھ سے بہتر ہیں یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا عمار سے جس وقت وہ خندق کھود رہے تھے آپ ﷺ اس کے سر کو ہاتھ سے صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے مصیبت ہے ابن سمیہ کے لئے تجھے قتل کرے گی باغی جماعت۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں محمد بن مثنیٰ سے اور محمد بن بشار سے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوالفضل بن ابراہیم نے، ان کو احمد بن شمیل نے، ان کو شعبہ نے، ان کو ابوسلمہ نے ابونضرہ سے، اس نے ابوسعید حذری سے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے خبر دی ہے اس نے جو مجھ سے بہتر ہیں یعنی ابوقتادہ نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر سے کہا تھا مصیبت ہے ہلاکت تیرے لئے اے ابن سمیہ، تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں اسحاق بن ابراہیم اور اسحاق بن منصور سے اور اس کو روایت کیا ہے خالد بن حارث نے شعبہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا تھا یعنی ابوقتادہ کو۔ اور ان کو روایت کیا ہے داود بن ابوہند نے ابونضرہ سے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر اصبہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداود نے، ان کو وہب نے، ان کو داؤد بن ابوہند نے، ان کو ابونضرہ نے، ان کو ابوسعید خدری نے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب خندق کھودی تو لوگ ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے اور عمار درد و تکلیف سے بے چین ہو رہے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میرے اصحاب نے مجھے بات بتائی تھی کہ نبی کریم ﷺ اس کے سر سے غبار صاف فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے افسوس ہے اے ابن سمیہ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ (مسلم ۴/۲۲۳۔ مسند احمد ۵/۳)

تحقیق ابونضرہ سے بیان کیا گیا اس نے ابوسعید خدری سے اس روایت میں جو دیگر لوگوں سے سُنی گئی ہیں اس حدیث کے بارے میں اور اس میں ایک اینٹ اور دو دو اینٹ اُٹھانے کا ذکر ہے، جیسے ان کو عکرمہ نے نقل کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ خندق کا ذکر وہم ہو، ابونضرہ کی روایت میں۔ یا پھر یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات دونوں مقام پر کہی ہوگی تعمیر مسجد کے وقت بھی اور خندق والے دن بھی۔ واللہ اعلم

(۷) ہمیں خبر دی بوعبداللہ حافظ اور ابوزکریا یحییٰ بن ابراہم بن محمد بن یحییٰ مزکی نے، ان دونوں کو ابوبکر احمد بن کامل بن خلف قاضی نے، ان کو عبدالملک بن محمد رقاشی نے، ان کو عبدالصمد بن عبدالوارث نے، ان کو شعبہ بن حجاج نے خالد حذاء سے، اس نے سعید بن ابوالحسن سے، اس نے اپنی ماں سے، اس نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمار کو قتل کرے گا باغی گروپ۔

اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن مرزوق نے، ان کو ابوداود نے، ان کو شعبہ نے خالد حذاء سے، اس نے حسن سے اس نے اپنی ماں سے اسی حدیث کی مثل۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے صحیح میں عبدالصمد کی حدیث سے، اس نے شعبہ سے، اس نے خالد سے، اس نے سعید سے اور حسن سے، اس نے ان دونوں کی اماں سے۔

(۸) اور ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن کامل قاضی سے، ان کو محمد بن سعد عوفی سے، ان کو حدیث بیان کی روح نے، ان کو ابن عون نے حسن سے، اس نے اپنی ماں سے، اس نے اُم سلمہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق والے دن فرمایا تھا جبکہ وہ پتھر اُٹھا رہے تھے، افسوس تیرے لئے ابن سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث ابن علیہ سے، اس نے ابن عون سے مگر اس میں خندق کا ذکر نہیں ہے۔

(۹) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور رمادی نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے اس سے جس نے سُنی تھی جس سے وہ حدیث بیان کرتے تھے اپنی ماں سے وہ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب مسجد بنا رہے تھے صحابہ میں سے ہر شخص ایک ایک اینٹ اُٹھا رہا تھا اور عمار دو دو اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔

نبی کریم ﷺ اُٹھے اور انہوں نے عمار کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، اے ابن سمیہ! لوگوں کے لئے ایک اجر ہے اور تیرے لئے دو اجر ہیں اور دوسرا اجر تیرے لئے اضافی دودھ کا گھونٹ پینا ہے۔ (مستدرک للحاکم ۳/۳۸۹۔ مسند احمد ۴/۳۱۹)

(۱۰) اور ہمیں خبر دی ابوصالح عنبر بن الطیب بن محمد عنبری نے، ان کو خبر دی ان کے دادا یحییٰ بن منصور قاضی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو ازہر بن مروان نے، ان کو عبدالوارث بن سعید نے، ان کو ابوالتیاح نے انس بن مالک سے، وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے پھر انہوں نے حدیث ذکر کی تعمیر کے بارے میں۔ ابوالتیاح کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابن ابوہذیل نے یہ کہ عمار بن یاسر ضبط و برداشت والے آدمی تھے، وہ دو دو پتھر اُٹھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے ملے، آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور کھڑے ہو کر ان کے سر سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا کہ افسوس ہے تیرے لئے اے ابن سمیہ تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

(البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۱۷)

(۱۱) ہمیں خبر دی ابوعمرو ادیب نے، ان کو خبر دی ابوبکر اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو خبر دی ابویعلی نے، ان کو جعفر بن مہران نے، ان کو عبدالوارث نے، ان کو ابوالتیاح نے، اس نے اُسی کی مثل ذکر کی ہے۔ مگر انہوں نے اس طرح ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ مٹی جھاڑنے لگے عمار کے سر سے اور سینے سے اور وہ کہہ رہے تھے اے ابن سمیہ! قتل کرے گی تجھے ایک باغی جماعت۔

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو خبر دی معمر نے ابن طاؤس سے، اس نے ابوبکر بن محمد عمرو بن حزم سے، اس نے اس کے والد سے کہ اس نے اس کو خبر دی ہے کہ جب عمار بن یاسر قتل کر دیئے گئے تو عمرو بن حزم، عمرو بن العاص کے پاس آئے اور انہوں نے کہا میں نہیں جانتا کیا وہ ان کے ساتھ تھا یا اس کو خبر دی ہے اس کے والد نے۔ بس فرمایا کہ عمار قتل کر دیئے گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے .... کہتے ہیں کہ عمرو ابن العاص گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے آپ کا؟ انہوں نے کہا کہ عمار قتل کر دیئے گئے ہیں۔ معاویہ نے جواب دیا عمار قتل ہو گئے پھر کیا ہو؟ عمرو نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا وہ فرما رہے تھے کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ حضرت معاویہ نے ان کو جواب دیا کہ آپ اپنے پیشاب میں پھسل پڑے ہیں (یعنی آپ کی حجت و دلیل باطل ہے)۔ کیا ہم لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے (بالکل نہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کو قتل کیا ہے علی نے اور اس کے اصحاب نے وہی اس کو لے آئے تھے اور انہوں نے اس لا کر ہم لوگوں کے نیزوں کے آگے پھینک دیا تھا۔ یا یوں کہا تھا کہ ہماری تلواروں کے آگے۔ (مسند احمد ۴/۱۹۹۔ مجمع الزوائد ۷/۲۴۲۔ ۹/۲۹۷)

(۱۳) اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوزکریا عنبری نے، ان کو محمد بن سلام نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عطاء بن مسلم حلبی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا اعمش سے وہ کہتے تھے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے کہا کہ ہم لوگ جنگ صفین میں موجود تھے۔ جب ہم ایک دوسرے سے رخصت ہوتے تھے ادہر کے لوگ اُدہر کے لوگوں میں داخل ہو جاتے تھے اور اُدہر کے لوگ ادہر کے لوگوں میں۔ چنانچہ میں نے چار افراد کو دیکھا چل رہے تھے، معاویہ بن ابوسفیان، ابوالاعور سلمی، عمرو بن العاص اور ان کا بیٹا۔ چنانچہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے وہ اپنے والد سے کہہ رہے تھے کہ تحقیق ہم نے فلاں شخص کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں یہ فرمایا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کس نے مار دیا ہے؟ بولے عمار بن یاسر کو، کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس دن مسجد نبوی کی تعمیر کی تھی ہم لوگ ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے اور عمار بن یاسر دو دو اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا کہ آپ دو دو اینٹیں اُٹھا رہے ہیں حالانکہ آپ تکلیف سے پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں۔ آگاہ رہو آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور آپ اہل جنت میں سے ہیں۔

چنانچہ عمرو معاویہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا۔ معاویہ نے کہا خاموش رہو اللہ کی قسم آپ اپنے ہی پیشاب سے پھسلا کرتے ہیں (یعنی غلط سوچتے ہیں)۔ کیا ہم لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں) بلکہ اس کو تو علی نے اور ان کے احباب نے قتل کر دیا ہے وہ اس کو لے آئے اور لا کر ہمارے مابین پھینک دیا۔

جنت قریب آ چکی ہے .... (۱۴) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوولید فقیہ نے اور ابوبکر بن قریش نے، ان کو حسن بن سفیان نے، ان کو حرملہ بن یحییٰ نے، ان کو عبداللہ بن وہب نے، ان کو خبر دی ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عمار ابن یاسر سے جنگ صفین میں اس دن جس دن وہ قتل کئے گئے تھے وہ پکار کر کہہ رہے تھے اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ جنت قریب آ چکی ہے اور حوریں بیاہی جانے والی ہیں۔ آج کے دن ہم لوگ اپنے حبیب محمد ﷺ سے ملاقات کریں گے۔ انہوں نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ دنیا سے تیرا آخری زادِ سفر وہ دودھ کا عطیہ ہوگا۔

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو قبیصہ نے، ان کو سفیان نے حبیب بن ابوثابت سے، اس نے ابوالبختری سے، اس نے کہا کہ عمار بن یاسر کے پاس دودھ آیا اس دن جس دن وہ قتل کئے گئے تھے۔ وہ ہنس پڑے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کو کس بات نے ہنسایا؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا کہ آخری پینا جو آپ پئیں گے جب آپ مریں گے وہ دودھ ہوگا۔ (مستدرک ۳/۳۹۸۔ مسند احمد ۴/۳۱۹)

خلفاء راشدین کی ترتیب .... (۱۶) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو سعد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی تمتام نے، ان کو یحییٰ بن عبدالحمید نے، ان کو حشرج بن نباتہ نے سعید بن جمہان سے، اس نے سفینہ سے، وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے مسجد بنائی تو آپ نے ایک پتھر رکھا اس کے بعد فرمایا کہ میرے پتھر کے بعد ابوبکر اپنا پتھر رکھے اس کے برابر میں اس کے بعد فرمایا عمر اپنا پتھر رکھے اس کے پہلو میں یعنی ابوبکر کے پتھر کے برابر میں۔ اس کے بعد فرمایا کہ عثمان اپنا پتھر رکھے عمر کے پتھر کے پہلو میں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلفاء اور جانشین ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ اس سیاق کے ساتھ عزیب جداً ہے۔ مترجم (مصنف ۳/۳۱۸)

(۱۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، ان کو حدیث بیان کی شیخ ابوبکر بن اسحاق نے، ان کو خبر دی عبید بن شریک نے، ان کو نعیم بن حماد نے، ان کو عبداللہ بن مبارک نے، ان کو حشرج نباتہ نے سعید بن جمہان سے، اس نے سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنائی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے اپنا پتھر رکھا اس کے بعد عمر پتھر لے آئے انہوں نے اسے رکھا اور عثمان اپنا پتھر لائے انہوں نے بھی رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہی لوگ میرے بعد والی امر ہوں گے۔

باب ۱۱۰

منبر جو حضور ﷺ کے لئے بنایا گیا

اس کے رکھنے اور حضور ﷺ کے اس پر بیٹھنے کے وقت جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے
یہ واقعہ مسجد کی بنیاد رکھنے کے تھوڑی سی مدت بعد پیش آیا

(۱)　ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو عبداللہ بن یعقوب نے، ان کو اسماعیل بن قتیبہ نے، ان کو یحیٰی بن یحیٰی نے، ان کو خبر دی عبدالعزیز بن ابو حازم نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابو صالح بن ابو طاہر عنبری نے یحیٰی بن منصور قاضی کے نواسے نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہمارے نانا نے ان کو حدیث بیان کی احمد بن سلمہ نے، ان کو قتیبہ بن سعید نے، ان کو یعقوب بن عبدالرحمن قرشی اسکندرانی نے اور عبدالعزیز بن ابو حازم نے اور یہ حدیث یعقوب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو حازم بن دینار نے یہ کہ کچھ لوگ آئے حضرت سہل بن سعد کے پاس، وہ اختلاف کر رہے تھے منبرِ رسول کے بارے میں کہ وہ کس لکڑی کا تھا۔ انہوں نے حضرت سہل سے اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی لکڑی کا ہے میں یہ بھی ضرور جانتا ہوں کہ اس کے پہلے دن کو جس دن وہ بچھایا گیا تھا اور پہلے دن کو جس دن رسول اللہ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فلاں فلاں خاتون کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ آپ اپنے غلام سے کہیں جو کہ بڑھئی ہے کہ وہ میرے لئے ایک منبر بنا دے تاکہ جب میں لوگوں سے خطاب کروں تو اس پر بیٹھا کروں۔ حضرت سہل نے اس خاتون کا نام بھی ذکر کیا تھا۔ اس نے جنگل کے جھاڑ (مورے کے) درخت سے اس کے بعد وہ اسے تیار کر کے اس خاتون کے پاس لے آیا۔ اُس خاتون نے وہ منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا وہ اس جگہ پر بچھایا گیا پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھائی تھی اور آپ نے تکبیر کہی حالانکہ آپ اسی کے اوپر تھے۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو منبر پر تھے اس کے بعد آپ پچھلے پاؤں نیچے اتر آئے اور آپ نے منبر کے پیندے کے پاس سجدہ کیا پھر دوبارہ اسی طرح منبر پر واپس لوٹ گئے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو میں نے اس طرح (منبر پر چڑھ کر) اس لئے کیا تاکہ آپ لوگ میری اقتداء کر سکو اور تاکہ تم لوگ میری نماز کو پوری طرح جان سکو۔

یہ الفاظ ہیں حدیث یعقوب کے۔ اور عبدالعزیز کی روایت میں ہے کہ اس منبر کے تین درجے بنا دیئے گئے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور بخاری نے صحیح میں قتیبہ بن سعید سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے یحیٰی بن یحیٰی سے اس نے عبدالعزیز سے۔

منبر رسول ﷺ کی حقیقت ....　(۲) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی نے آخرین میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ربیع بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شافعی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان نے ابو حازم سے، اس نے کہا کہ لوگوں نے سہل بن سعد سے پوچھا تھا کہ منبرِ رسول کس چیز کا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں میں اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ وہ جنگل کے جھاؤ کے درخت کی لکڑی کا تھا جس کو فلاں فلاں شخص کے غلام نے تیار کیا تھا۔ البتہ تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا جس وقت آپ اس کے اُوپر چڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے قبلے کی طرف منہ کیا ہوا تھا آپ نے تکبیر کہی تھی اس کے بعد آپ نے قراءت کی تھی پھر رکوع کیا تھا (یہ سب کچھ منبر کے اوپر کر رہے تھے)۔ اس کے بعد آپ ﷺ پچھلے پاؤں نیچے اُترے تھے اور آپ نے نیچے سجدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ منبر پر چڑھے پھر قراءت کی پھر رکوع کیا (منبر کے اُوپر) پھر نیچے اترے پچھلے پاؤں پھر آپ نے نیچے سجدہ کیا۔

بخاری و مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے سفیان بن عیینہ کی حدیث سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبدالخالق بن علی بن عبدالخالق مؤذن نے، ابوبکر محمد بن احمد بن حب بخاری سے، ان کو خبر دی ابواسماعیل نے ابو صالح سے، اس نے جابر سے، اس نے ابواسحق سے، اس نے کریب سے، اس نے جابر سے، اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اسی مفہوم کے ساتھ۔ ہاں مگر یہ بات بھی ہے کہ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر ہم آپ کے لئے کرسی کی مثل کوئی چیز بنالیں جس کے اوپر آپ کھڑے ہوا کریں۔

پھر راوی نے آگے حدیث ذکر کی ہے اور اس میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ (ستون حنانہ ایسے رو رہا تھا) جیسے اپنے بچے کو گم پانے والی اُونٹنی روتی ہے (جس کا بچہ مر گیا ہو)۔

کھجور کا سوکھا تنا رو پڑا .... (۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد دوری نے، ان کو سعید بن سلیمان نے، ان کو سلیمان بن کثیر نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابن شہاب سے، اس نے سعید بن مسیب سے، اس نے جابر بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (منبر بننے سے قبل) کھجور کے سوکھے تنے کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے منبر رکھے جانے سے پہلے۔ پھر جب منبر بچھا دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھ گئے تو وہ سوکھا تنا رو پڑا اس قدر کے ہم لوگوں نے اس کا رونا خود سنا۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے اوپر رکھ دیا جس سے وہ پُر سکون ہو گیا۔

سلیمان بن کثیر کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیب سے، اس نے جابر بن عبداللہ سے۔ اس کی مثل سوائے اس کے اس نے حنین العشار کا لفظ کہا ہے دس ماہ کا گیا بھن اُونٹنی۔

(۵) ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن حسین علوی نے، ان کو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن سعد نسوی نے، ان کو ابواسحق ابراہیم بن فہد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن رجاء نے، ان کو ابوحفص بن علاء نے نافع سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابوعمرو محمد بن عبداللہ بسطامی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوبکر اسماعیلی نے، ان کو احمد بن محمد بن عبدالکریم وزان نے، ان کو بندار بن بشار نے، ان کو یحییٰ بن ابوکثیر نے، ان کو ابوحفص بن علاء نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نافع سے۔ وہ حدیث بیان کرتے تھے ابن عمر ﷺ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے کھجور کے تنے کے پاس جب منبر بنالیا گیا تو آپ اس کی طرف پھر گئے لہٰذا وہ کھجور کا تنا رو پڑا۔ حضور ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے اُوپر اپنا ہاتھ پھیرا۔

یہ الفاظ یحییٰ بن کثیر کی روایت کے ہیں اور ابن رجاء کی ایک روایت میں ہے کہ جب منبر رکھا گیا تو کھجور کا تنا رو پڑا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور اس پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ سکون پکڑ گیا۔ بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوموسیٰ سے، اس نے یحییٰ بن کثیر سے۔

آپ نے سینے سے لگا کر اس کو قرار دیا .... بخاری نے کہا ہے کہ عبدالحمید نے کہا کہ ہمیں خبر دی عثمان بن ابوعمر نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی معاذ بن علاء نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے آخرین میں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عباس بن محمد دوری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن عمر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے معاذ بن علاء نے نافع سے، اس نے ابن عمر ﷺ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کھجور کے تنے کے پاس۔ جب آپ ﷺ نے منبر حاصل کر لیا تو وہ تنا رو پڑا۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کو اپنے سینے سے لگایا اور وہ قرار پکڑ گیا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابومحمد عبداللہ بن محمد بن اسحاق فاکہی نے مکہ میں، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابویحییٰ بن ابومیسرہ نے، ان کو بدل بن محبّر نے، ان کو، معاذ بن علاء نے جو بھائی تھے ابوعمرو بن علاء کے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا نافع سے وہ حدیث بیان کرتے تھے ابن عمر ﷺ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کھجور کے تنے کے پاس جمعہ کے دن۔ جب منبر بنا دیا گیا تو آپ منبر کی طرف پھر گئے، لہٰذا وہ تنا رونے لگا۔ حضور ﷺ اس کے پاس آئے اور اس پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔

(۷) ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل بن اسحاق نے، ان کو حجاج بن منہال نے، ان کو حماد بن سلمہ نے عمار بن ابو عمار سے، اس نے ابن عباس ﷺ سے یہ کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے کھجور کے تنے کے پاس منبر بنائے جانے سے قبل جب منبر تیار کروالیا اور حضور ﷺ اس کی طرف پھر گئے تو وہ کھجور کا تنا رونے لگا۔ حضور ﷺ نے اس کو چُپ کرایا تو وہ آرام کر گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو چُپ نہ کرواتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

تنا بیل کی طرح آواز نکال رہا تھا .... (۸) ہمیں خبر دی ابوطاہر محمد بن محمد بن محمش زیادی فقیہ نے اپنی اصل کتاب سے اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے ابوبکر محمد بن حسین قطان نے، ان کو ابوصالح احمد بن منصور مروزی نے، ان کو عمر بن یونس بن قاسم یمامی نے، ان کو عکرمہ بن عمار نے، ان کو اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے انس بن مالک سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ کے دن مسجد میں نصب کئے ہوئے کھجور کے تنے کے ساتھ پیٹھ لگا کر سہارا لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک رومی آیا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں کیا آپ کے لئے کوئی ایسی چیز بنادوں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں مگر اس طرح اُونچے ہوں جیسے آپ کھڑے ہوئے ہیں پھر اس نے منبر بنادیا دو درجے اُوپر چڑھتے تھے اور تیسرے پر بیٹھ جاتے تھے۔

جب حضور ﷺ اس منبر پر بیٹھے تو وہ کھجور کا تنا اس طرح آواز نکالنے لگا جیسے بیل آواز نکالتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی آواز نکالنے سے مسجد کانپ اُٹھی۔ حضور ﷺ اس کی طرف اُتر آئے اور اس کو سینے سے لگالیا، وہ سکون پکڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک رسول کے فراق میں مغموم رہتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حکم دیا تو وہ دفن کردیا گیا۔ (فتح الباری ۲/۳۹۷)

(۹) ہمیں خبر دی ابوطاہر فقیہ نے، ان کو حاجب بن احمد بن سفیان طوسی نے، ان کو ابوعبدالرحمن مروزی نے، ان کو ابن مبارک نے، ان کو مبارک بن فضالہ نے، ان کو حسن نے، ان کو انس بن مالک نے یہ کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے اور اپنی پیٹھ کو ایک لکڑی کی طرف لگالیتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہوگئے تو آپ نے فرمایا میرے لئے ایک منبر بنادو۔ چنانچہ آپ کے لئے منبر بنالیا گیا وہ دو تختوں کا تھا۔ حضور ﷺ اس لکڑی سے منبر کی طرف مڑ گئے۔ لہٰذا وہ لکڑی آپ کی طرف جھک کر رونے لگی جیسے کوئی دکھ کر کے روتا ہے۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا، میں سُن رہا تھا اس رونے کو کہتے ہیں کہ وہ دیر تک روتا رہا یہاں تک کہ حضور ﷺ منبر سے اُتر آئے اور اس کی طرف چل کر گئے اور اس کو خاموش کروایا وہ سکون کر گیا، چنانچہ حسن رو پڑے اور فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! ایک لکڑی روتی ہے حضور ﷺ کے شوق اور محبت میں۔ کیا بھلا وہ لوگ جو آپ کی ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں وہ اس سے زیادہ حقدار نہیں ہیں کہ وہ آپ کی طرف مشتاق ہوا کریں۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعلی حسین بن علی حافظ نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن نے، ان کو تمیم بن منتصر نے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی منصور بن عبدالوہاب بن احمد صوفی نے، ان کو خبر دی ابوعمرو محمد بن احمد بن حمدان بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواسماعیل محمد ابن اسماعیل ترمذی نے، ان کو ایوب بن سلیمان بن بلال نے، ان کو ابوبکر بن ابواُویس نے، ان کو سلیمان بن بلال نے، ان کو سعد بن سعید بن قیس نے عباس ﷺ ابن سہل بن سعد سے، اس نے اپنے والد سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن، جب خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک لکڑی کی طرف کھڑے ہوتے تھے اس کے ساتھ سہارا لیتے تھے، یہ آپ کے مصلے کے پاس نصب تھی۔ میرے خیال میں یہ دوم کی تھی اور دوشاخہ تھی (بیچ میں سے چیری ہوئی)۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ ماشاء اللہ زیادہ ہوگئے ہیں اگر آپ کوئی چیز بنوالیں جس کے اُوپر آپ کھڑے ہوا کریں جب آپ خطبہ دیں تو بہتر ہوگا لوگ آپ کو دیکھ سکیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جیسے تم لوگ چاہو۔

سہل کہتے ہیں کہ مدینے میں اس وقت ایک بڑھئی تھا، سہل کہتے ہیں میں اور وہ بڑھئی دونوں وادی میں گئے اور ہم اس منبر کی لکڑی ایک جھاؤ (مورا) سے کاٹ کر لے آئے تھے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو لکڑی رونے لگی جس کے ساتھ آپ سہارا لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا، کیا تم لوگ تعجب نہیں کرتے اس لکڑی کے رونے پر۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے رونے پر وہ نرم دل ہو کر رونے لگی اور ان کا رونا کثیر ہو گیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ منبر سے اُترے اور اس کے پاس آئے اور آپ نے اپنا دست شفقت اس پر رکھا وہ قرار پکڑ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا، لہٰذا اس کو آپ کے منبر کے نیچے دفن کر دیا گیا یا چھت میں ڈال دیا گیا۔ (فتح الباری ۲/ ۳۹۷)

(۱۱) ہمیں خبر دی فقیہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طوسی نے، ان کو ابو النصر محمد بن یوسف نے، ان کو معاذ بن نجدہ بن عرفان نے، ان کو خلاد نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی عبد الواحد بن ایمن نے اپنے والد سے، اس نے جابر بن عبد اللہ سے یہ کہ انصار کی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لئے منبر بنوا دوں آپ اس پر بیٹھا کریں اس لئے کہ میرا غلام جو ہے وہ بڑھئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر آپ چاہو تو بنوا دو۔

کہتے ہیں کہ اس نے آپ کے لئے منبر بنوایا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ اس منبر پر بیٹھے جو آپ کے لئے بنوایا گیا تھا، لہٰذا اس کھجور نے چیخ مارنا شروع کی جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نیچے اُترے اور اس کو آپ نے پکڑا اور اپنے ساتھ چمٹایا۔ لہٰذا وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگی جیسے بچہ بھرتا ہے جو چپ کر رہا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چُپ کر گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ اس پر رویا تھا جو وہ اپنے قریب ذکر سنتا تھا۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں خلاد بن یحییٰ سے۔

دست شفقت رکھنے سے سکون آ گیا .... (۱۲) ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو جعفر بن احمد بن عاصم دمشقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے، ان کو سوید بن سعید نے ان کو یحییٰ بن سعید نے، ان کو حفص بن عبد اللہ نے، انہوں نے سُنا جابر بن عبد اللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو ایک لکڑی کی طرف سہارا لیتے تھے جب منبر بنا دیا گیا تو آپ اس کی طرف سہارا لینے لگے لہٰذا وہ لکڑی رو پڑی جیسے اُونٹنی روتی ہے۔ حضور ﷺ نیچے اُترے اور اپنا دست شفقت اس کے اُوپر رکھا وہ آرام کر گئی۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابو عمرو ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابن سلمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن ہانی نے، ان کو سعید بن حکم بن ابو مریم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یحییٰ بن سعید نے، ان کو خبر دی حفص بن عبید اللہ نے، اس نے سُنا جابر بن عبد اللہ سے، اس نے اسی حدیث کو ذکر کیا۔ بخاری نے اسے روایت کیا ہے صحیح میں ابن ابو مریم سے اور اس نے اس کو نقل کیا ہے حدیث سلیمان بن بلال سے بھی، اس نے یحییٰ بن سعید سے۔

تحقیق ہم نے اس کو نکالا ہے کتاب الجمعہ میں کتاب السنن سے اور اس حدیث کے کئی اور طرق بھی ہیں جابر بن عبد اللہ ﷛ سے۔

(۱۴) ہمیں خبر دی ابو بکر احمد بن حسن قاضی اور ابو زکریا بن ابو اسحاق مزکی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے عبد المجید بن عبد العزیز نے، ابن جریج سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے ابو الزبیر نے کہ اس نے سُنا جابر بن عبد اللہ سے، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو کھجور کے تنے سے سہارا لگا لیتے تھے۔ مسجد کے ستونوں میں سے۔ جب آپ کے لئے منبر بنوالیا گیا تو آپ اس کے اُوپر سیدھے ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ وہ ستون مضطرب ہو گیا جیسے اُونٹنی روتی ہے اس قدر کہ اس کے رونے کو پوری مسجد کے لوگوں نے سُنا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نیچے اُترے اور اس کو آپ نے اپنے گلے سے لگایا پھر وہ آرام کر گیا۔
(نسائی ۳/ ۱۰۲۔ فی کتاب الجمعہ)

(۱۵) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن داود رزاز نے، اس طرح کہ اس نے خود پڑھ کر سُنائی بغداد میں اپنی اصل کتاب سے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابودقاق نے، ان کو ابراہیم بن ہیثم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی آدم بن ابوایاس نے، ان کو اسرائیل نے ابواسحاق ہمدانی سے، اس نے سعید بن ابوکریب سے، اس نے جابر بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو خطبہ دیتے تھے تو اپنی پیٹھ کو ایک لکڑی کے ساتھ سہارا لگا لیتے تھے۔ پھر جب منبر بنا دیا گیا تو لکڑی نے آپ کو اپنے پاس موجود نہ پایا، لہٰذا اس نے رونا شروع کر دیا جیسے اپنے بچے گم پانے والی اُونٹنی اپنے بچے کے لئے بے تاب ہوتی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے اُوپر رکھا تو وہ چُپ ہوگئی۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوحامد احمد بن ابوخلف صوفی اسفرائنی نے، وہاں پر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن یزداد نے، ان کو محمد بن عبداللہ بن سلیمان نے، ان کو محمد بن ابوبکر مقدمی نے، ان کو عمر بن علی نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے جابر سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دیتے تھے کھجور کے تنے کے ساتھ۔ جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ نے اس منبر پر خطبہ دیا اور وہ لکڑی رو پڑی جیسے بچے کو گم پانے والی اُونٹنی روتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو چُپ کروایا تو وہ آرام کر گئی۔

(۱۷) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن عبید نے، ان کو تمتام نے، ان کو محمد بن محبوب بنانی نے، ان کو ابوعوانہ نے اعمش سے، ان کو ابوصالح نے جابر سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے کریب سے، اس نے جابر سے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک لکڑی نصب تھی۔ حضور ﷺ اس کے پاس خطبہ دیتے تھے، ہم نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر ہم اس کے لئے کوئی عریش سا بنا دیں آپ اس کے اُوپر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں۔ حضور ﷺ نے ایسے کیا پھر لکڑی رو پڑی جیسے اُونٹنی روتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے اور آپ نے اس کو خاموش کروایا اور اپنا ہاتھ اس کے اُوپر رکھ دیا وہ خاموش ہوگئی۔

جدائی اور فراق برداشت نہ کر سکا .... (۱۸) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن علی مقری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن مثنیٰ ابوموسیٰ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالمساور نے، ان کو ابوعوانہ نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے جابر سے، ان کو خبر دی عمران بن موسیٰ نے، ان کو تمیم بن منتصر نے، ان کو اسحاق ازرق نے شریک بن عبداللہ سے، اس نے عمار دھنی سے، اس نے ابوسلمہ عبدالرحمن سے، اس نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے ایک لکڑی تھی جب آپ خطبہ دیتے تھے تو اس سے سہارا لے لیتے تھے۔ آپ کے لئے کرسی بنوائی گئی یا کہا تھا کہ منبر۔ جب اس نے حضور ﷺ کو موجود نہ پایا اپنے پاس تو اس نے آواز نکالنی شروع کی جیسے بیل آواز کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اہل مسجد نے اس کو سُنا۔ حضور ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کو چُپ کرایا تو وہ چُپ کر گئی۔

یہ تمام احادیث جنہیں ہم نے ذکر کیا ہے رونے کے بارے میں سب کی سب صحیح ہیں اور رونے کا معاملہ امور ظاہریہ میں سے ہے اور روشن نشانیوں میں سے ہے جس کو خلف نے سلف سے لیا ہے اور روایت احادیث اس بارے میں مثل تکلیف اور مکلف بنانے کے ہے۔ والحمد للہ علی الاسلام والسنة۔ اور اس کے ساتھ ہے پناہ پکڑنا اور اسی کے پاس تحفظ اور عصمت۔ (السنن الکبریٰ ۳/۱۹۸۔ دلائل النبوۃ ص۱۴۲۔۱۴۳)

(۱۹) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو ابراہیم بن عبداللہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبید نے ان کو عبیداللہ بن عمر نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابوبکر بن بالویہ نے اور یہ الفاظ اسی کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن بن ہارون نے، ان کو زہیر ابوخیثمہ نے، ان کو یحییٰ نے عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے خبیب نے حفص بن عاصم سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ جگہ جو میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے صحیح میں مسدد سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابو خیثمہ زہیر بن حرب سے دونوں نے یحیٰ بن قطان سے۔

(۲۰)　ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالحسین محمد بن حسین بن داود علوی نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن محمد بن موسیٰ علاف نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن یوسف سلمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالرزاق نے، ان کو سفیان ثوری نے دھنی سے، اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، اس نے اُم سلمہ سے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے منبر کے پیر کے جنت میں درجات ہوں گے۔ (أخرجه النسائي في المساجد ۲/۳۵-۳۶)

باب ۱۱۱

اصحاب رسول ﷺ کا مدینے آمد پر وباء سے دوچار ہونا

اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدینے کی وباء سے حفاظت کرنا، حضور ﷺ کا صحابہ کے لئے مدینے کی آب و ہوا موافق بنانے کی دعا کرنا اور مدینے کی وباء کو جحفہ کی طرف ہٹانا حضور ﷺ کی دعا کی قبولیت، حضور ﷺ کا مدینے سے حرمت قائم کرنا اور مدینہ کے لئے برکت کی دعا کرنا

(۱)　ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ، طاہر فقیہ، ابوزکریا بن ابواسحاق اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی انس بن عیاض نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو ابوبکر صدیق اور بلال ﷺ کو بخار ہو گیا تھا اور ابوبکر صدیق ﷺ کو جب بخار آتا تھا تو وہ یوں گویا ہوتے تھے:

كل امرىءٍ مصبح في اهله　　والموت ادنىٰ من شراك نعله

ہر انسان اپنے گھر والوں میں خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کی موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب آ چکی ہوتی ہے۔

اور حضرت بلال ﷺ جب بخار سے اُٹھتے تھے تو اُونچی آواز میں یوں کہتے تھے:

الا ليت شعري هل أبيتن ليلة　　بواد وحولي اذ خرو جليل

وهل اردن يوما مياه مجنة　　وهل يدون لي شامة وطفيل

اے میری بقاء میری زندگی کیا میں ایک رات وادی میں گزاروں گا اس طرح کہ میرے اردگرد اذخر (لیمن گراس) اور جلیل گھاس ہو؟

اور کیا میں ایک دن مجنة کے پانیوں پر بھی آؤں گا۔ کیا میرے لئے شامہ اور طفیل پہاڑ سامنے ہوں گے

اے اللہ! تو لعنت فرما عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور امیہ بن خلف کو۔

(۲) ہمیں خبر دی ابوعمرو محمد بن عبداللہ ادیب نے، ان کو خبر دی ابوبکر اسماعیل نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی عبداللہ بن صالح نے، ان کو ہارون بن عبداللہ نے، ان کو ابوسامہ نے ہشام سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، پھر اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے مذکور کی مثل علاوہ ازیں انہوں نے کہا ہے یرفع عقبریۃ اور یہ اضافہ کیا ہے کہ جیسے انہوں نے نکالا ہے ارض وباء کی طرف۔ اس کے بعد کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنادے جیسے ہمیں مکہ سے محبت ہے اور اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے (پیمانوں) صاع میں اور مُدّ میں برکت دے اور ان کو ہمارے لئے موافق اور درست کردے اور مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینے میں آئے تھے تو یہ اللہ کی زمین پر سب سے زیادہ وباؤں والی زمین تھی۔ فرماتی ہیں کہ بطحان نجل کو بہاتی رہتی تھی، مدینے کی وادی مراد لیتی تھیں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبید بن اسماعیل سے، اس نے ابواسامہ سے۔ (صحیح البخاری ۳/۵۵)

(۳) ہمیں خبر دی ابوذر عبد بن احمد بن محمد ہروی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عباس بن فضل بن زکریا نے، ان کو حسین بن ادریس نے، ان کو محمد بن رمح نے، ان کو لیث بن سعد نے یزید بن ابوحبیب سے، ان کو ابوبکر بن اسحاق بن یسار نے، اس نے عبداللہ بن عروہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو آپ کے اصحاب بیمار ہوگئے تھے۔ ابوبکر بیمار ہوگئے تھے اور عامر بن فہیرہ، ابوہریرہ ؓ کے غلام بھی اور بلال ؓ بھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں کی بیمار پرسی کرنے کی اجازت مانگی تھی، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تھے اور یہ واقعہ پردے کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ سیدہ نے ابوبکر ؓ سے پوچھا تھا کہ آپ کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

کل امریء مصبح فی اھلہ والموت ادنیٰ من شراك نعلہ

ہر مرد اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے قریب آچکی ہوتی ہے۔

اور انہوں نے عامر بن فہیرہ کی طبیعت پوچھی تو انہوں نے کہا:

انی وجدت الموت قبل ذوقہ ان الجبان حتفہ من فوقہ

میں نے موت کو پالیا ہے موت کے چکھنے سے پہلے۔ بے شک بزدلی کی موت موت سے بڑھ کر ہے۔

پھر انہوں نے بلال کی مزاج پرسی کی تو وہ کہتے ہیں:

الا لیت شعری ھل ابتین لیلۃ بفخ وحولی اذخر وجلیل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر لوگوں کے احوال ذکر کئے تو حضور ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! مدینے کو ہمارے لئے مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ پسندیدہ بنادے، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے صاع میں اور مُدّ (ماپنے اور تولنے کے پیمانوں میں) برکت عطا فرما اور ان کی وباء کو مھیعہ یعنی جحفہ کی طرف منتقل فرما۔

مدینہ کی وباء جاہلیت کے دور میں مشہور تھی .... (۴) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، اس کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں حضور ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو یہ اللہ کی سب سے زیادہ وباؤں والی زمین تھی اور مدینے کی وادی بطحان تو ہر وقت سیم کے پانی سے بہتی رہتی تھی۔ اس پر جھاؤ اُگے رہتے تھے۔ ہشام نے کہا کہ مدینے کی وباء جاہلیت کے دور میں

مشہور تھی۔ جب وادی میں وباء آجاتی تھی اور کوئی آدمی باہر سے یہاں آجاتا تو اسے کہا جاتا تھا کہ وہ گدھے کی طرح ڈھیچوں ڈھیچوں کرے۔ وہ جب ایسا کر لیتا تھا تو اس وادی کی وباء اس کو نقصان نہیں پہنچاتی تھی (یہ جاہلیت کا خیال تھا)۔

ایک شاعر نے اس وقت کہا تھا جب وہ مدینہ میں آیا:

لعمری لئن عشرت من خیفة الردی نهیق الحمار اننی لجزوع

میری جان کی قسم! اگر میں موت کے ڈر سے گدھے کی طرح آوازیں نکالوں تو میں بڑا بزدل کہلاؤں گا۔ (البدایة والنہایہ ۳/۲۲۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ اور بلالؓ بیمار ہو گئے تھے۔ راوی نے حدیث بیان کی ہے مثل حدیث ابو اسامہ کے مگر اس نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ پھر راوی نے حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ''اور ہمارے لئے برکت عطا فرما اس کے صاع میں اور مُدّ میں۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابو الحسن مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو مسدد نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مدینے میں آئے تو یہ وبائی بستی تھی۔ پھر راوی نے آگے حدیث ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ ہشام کہتے ہیں کہ پھر کوئی بچہ جب مقام جحفہ میں پیدا ہوتا تو اس کے جوان ہونے سے قبل بخار اس کو ہلاک کر دیتا۔ (البدایة والنہایہ ۳/۲۲۳)

(۶) ہمیں خبر دی ابو الحسن مقری اسفرائنی نے وہاں پر، ان کو حسن بن محمد بن اسحاق نے، ان کو یوسف بن یعقوب نے، ان کو محمد بن ابو بکر نے، ان کو فضل بن سلیمان نے، ان کو موسیٰ بن عقبہ نے، ان کو سالم بن عبد اللہ ابن عمرؓ سے حضور ﷺ کے خواب کے بارے میں مدینے کے اندر، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے خواب میں ایک کالی عورت دیکھی ہے جس کا سر بکھرا اور اُلجھا ہوا ہے، پھر وہ مدینے سے نکل کر مَهْيَعَهْ میں داخل ہو گئی ہے اور میں نے اس کی تعبیر یہ دی ہے کہ مدینے کی وباء مهیعه کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن ابو بکر سے۔

(۷) ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبد الجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو یہ بخار کی وجہ سے اللہ کی ساری زمین میں سے سب سے زیادہ وباء والی جگہ تھی۔ چنانچہ آپ کے صحابہ کو بھی اس وباء میں سے کچھ تکلیف اور بیماری پہنچی، یہاں تک کہ اس تکلیف نے ان لوگوں کو بہت مشقت و پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے ہٹا لیا تھا۔

(۸) اور ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابو بکر بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن ابو شیبہ نے، ان کو عبدہ نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ مدینے میں آئے تو وہ وبائی جگہ تھی۔ چنانچہ ابو بکر صدیق اور حضرت بلال بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے جب اپنے اصحاب کو بیمار رہتے دیکھا تو دعا فرمائی: اے اللہ! مدینے کو ہمارے لئے پسندیدہ بنا دے جیسے آپ نے مکہ ہمارے لئے پسندیدہ بنایا تھا یا اس سے بھی زیادہ پسندیدہ اور مدینے کو صحیح کر دے، ٹھیک بنا دے اور ہمارے لئے اس کے صاع میں اور اس کے مُدّ میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف پھیر دے۔

مسلم نے روایت کیا ہے ابو بکر بن ابو شیبہ سے۔ (صحیح مسلم بشرح نووی ۹/۱۴۵۔۱۴۶)

(۹) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے اور ابو عبداللہ حافظ نے، اور ابو زکریا بن ابو اسحاق نے اور ابو سعید بن ابو عمرو نے، انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے، ان کو خبر دی انس بن عیاض نے، ان کو خبر دی ہشام بن عروہ نے صالح بن ابو صالح سے، اس نے ابو ہریرہ ؓ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں صبر کرے گا مدینے کی سختیوں اور مشقتوں کو کوئی ایک شخص مگر میں اس کے لئے شفیع ہوں گا یا فرمایا تھا گواہ ہوں گا۔

اس کو نقل کیا ہے مسلم نے صحیح میں دوسرے طریق سے ہشام سے۔

مدینہ کو حرام بنادے .... (۱۰) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ہے ابو النصر فقیہ نے، ان کو محمد بن نصر نے اور حسن بن سفیان نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے ابو کامل نے، ان کو عبدالعزیز بن مختار نے، ان کو عمرو بن یحییٰ نے عباد بن تمیم سے، اس نے عبداللہ بن زید سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے فرمایا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں نے مدینے کو حرم بنادیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو محترم قرار دیا تھا اور میں نے مدینے کو مُدّ اور صاع (ماپ تول کے پیمانوں) کے لئے بھی دعا کی ہے، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ (مُدّ اور صاع) کے لئے دعا کی تھی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ابو کامل سے اور بخاری و مسلم نے اس کو نقل کیا ہے حدیث وہب سے، اس نے عمرو بن یحییٰ سے اور اس مفہوم کی تمام احادیث نقل کی گئی ہیں کتاب السنن کی کتاب الحج میں۔

دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا .... (۱۱) اور ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن احمد محبوبی نے، ان کو سعید بن مسعود نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبیداللہ بن موسیٰ نے، ان کو اسامہ بن زید نے، ان کو عبداللہ قراظ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا اس کو۔ کہتے ہیں میں نے سُنا ابو ہریرہ ؓ سے سعد سے وہ دونوں کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، اے اللہ! میری اُمت کے لئے صاع میں اور مُدّ میں برکت عطا فرما اور ان کے لئے مدینہ میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! بے شک ابراہیم علیہ السلام آپ کے بندے اور آپ کے خلیل ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرا رسول ہوں اور بے شک ابراہیم علیہ السلام نے آپ سے دعا مانگی تھی مکہ کے لئے اور میں آپ سے دعا مانگتا ہوں مدینے کے لئے، بالکل اسی طرح جس طرح آپ سے دعا مانگی تھی ابراہیم نے مکہ کے لئے اور اس کی مثل اسی کے ساتھ بھی۔ بے شک مدینہ بھرا ہوا ہے فرشتوں کے ساتھ، اس کے ہر راستے پر فرشتہ مقرر ہے اور وہ مدینے کی حفاظت کرتے ہیں نہ ہی اس میں طاعون وبا داخل ہوگی اور نہ ہی دجال داخل ہوگا، جو شخص بھی اہل مدینہ کے لئے بُرائی سوچے گا اللہ تعالیٰ اس کو پگھلا دیں گے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوبکر بن ابو شیبہ سے، اس نے عبیداللہ بن موسیٰ سے۔ (مسلم ص ۴۹۵)

باب ۱۱۲

کعبہ کو مستقل قبلہ بنادیا گیا

(۱) ہمیں خبر دی ابو الحسن بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن رجاء نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ہے ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو عمرو بن مطر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو خلیفہ فضل بن جناب جمحی نے، ان کو حدیث بیان کی عبداللہ بن رجاء غدانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسرائیل نے ابو اسحاق سے اس نے براء سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے عازب سے

اُونٹ کا پلان خریدا تھا۔ براء نے حدیث ذکر کی نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بارے میں اور حضور ﷺ کے نزول کے بارے میں جہاں ان کو حکم ہوا تھا، کہتے ہیں تحقیق نماز پڑھتے رہتے تھے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ مہینے یا سترہ مہینے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کعبے کی طرف منہ کریں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

قد نرى تقلب وجهك في السمآء فلنو لينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام

تحقیق ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے چہرے کا بار بار اُوپر اُٹھنا۔ پس ہم ضرور آپ کو پھیر دیں گے ایسے قبلے کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ پس آپ پھیر لیجئے اپنے چہرے کو مسجد الحرام کی طرف۔

کہتے ہیں کہ آپ کعبے کی طرف متوجہ کر دیئے گئے جبکہ لوگوں میں سے کم عقلوں نے کہا اور وہ یہود تھے کہ (مسلمانوں کو) کس بات نے پھیر دیا ان کے اس قبلے سے جس پر وہ پہلے سے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

قل للّٰه المشرق والمغرب يهدي من يشآء الى صراط مستقيم

آپ (اے محمد ﷺ) فرمادیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی راہنمائی کرتا ہے۔

دوران نماز رُخ کعبہ کی طرف پھیرنا .... راوی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ نماز کے بعد انصار کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا، وہ نماز عصر میں رکوع کی حالت میں تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ کعبے کی طرف پھیر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہ لوگ اسی حالت میں پھر گئے (گھوم گئے)۔ یہاں تک کہ کعبے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ دونوں کی روایت کے الفاظ برابر ہیں ایک جیسے ہیں مگر قطان کی روایت میں ہے کہ قوم گھوم گئی۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن رجاء سے اور مسلم نے اس کو نقل کیا ہے دوسرے طریقوں سے اسرائیل سے۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے، ان کو خبر دی سری بن خزیمہ نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ نے، ان کو مالک نے عبداللہ بن دینار سے، اس نے عبداللہ بن عمر سے، وہ کہتے ہیں کہ یکایک لوگ قباء میں صبح کی نماز میں تھے اور آپ کو حکم دے دیا گیا ہے کہ آپ کعبے کی طرف منہ کر لیں۔ پس وہ لوگ کعبے کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ ان کے منہ شام کی جانب تھے، پس وہ کعبے کی طرف گھوم گئے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن یوسف سے اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے قتیبہ سے ان دونوں نے مالک سے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عیسیٰ نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو زہیر نے، ان کو ابواسحاق نے براء سے، وہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے جو تحویل قبلہ سے پہلے انتقال کر گئے تھے اور وہ مرد جو قتل ہو گئے ہم نہیں جانتے کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وما كان الله ليضيع ايمانكم انّ الله بالناس لرء وف رحيم

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے ایمان کو ضائع نہیں کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑا شفیق ہے۔

بخاری نے اس کو روایت کیا ہے ابونعیم سے۔

تحویل قبلہ کا واقعہ جنگ بدر سے دو ماہ قبل پیش آیا .... (۴) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے، اس نے یحییٰ بن سعید سے، اس نے سعید بن مسیب سے۔ وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں آنے کے بعد سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھائی تھی اس کے بعد قبلہ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا تھا جنگِ بدر سے دو ماہ قبل۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوالحسین نے، ان کو عبداللہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو سلمان بن حرب نے، ان کو حماد بن زید نے یحییٰ ابن سعید سے، اس نے سعید بن مسیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ قبلہ پھیرا گیا تھا سولہ مہینے کے آخر میں پھر نبی کریم ﷺ کی آمد سے مدینے میں اور یہ واقعہ جنگِ بدر سے دو ماہ قبل پیش آیا۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، ان دونوں کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو ابن فضیل نے یحییٰ بن سعید سے، اس نے سعید بن مسیب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا سعید بن ابووقاص سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے آمد کے سولہ مہینے تک نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف۔ اس کے بعد آپ مسجد الحرام کی طرف پھیر دیئے گئے بدر سے دو ماہ قبل۔ (اخرجہ مالک فی کتاب القبلہ حدیث ۷۔ص ۱/۱۹۶)

(۷) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن عتاب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ نے، ان کو ابن ابواویس نے، ان کو اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے، میرا گمان ہے کہ اس نے زہری سے۔ وہ کہتے ہیں کہ قبلہ پھیرا گیا تھا مسجد الحرام کی طرف رجب میں سولہ مہینے کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ کے نکلنے سے مکہ سے اور نبی کریم ﷺ اپنے چہرے کو آسمان کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے حالانکہ وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی جب آپ کو بیت الحرام کی طرف متوجہ کیا :

سیقول السفهآء من الناس ماولهم عن قبلتهم التی کانوا علیها قل للّٰه المشرق والمغرب یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔

عنقریب کہیں گے کم سمجھ لوگ کہ مسلمانوں کو کس چیز نے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب اللہ کے ہیں وہ جس کو چاہتے ہیں صراطِ مستقیم کی رہنمائی عطا کرتے ہیں (یہ آیات اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں)۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے والوں کے اعمال ضائع نہیں ہوتے .... اس کے بعد یہودیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص اپنے شہر مکہ کی طرف مشتاق ہو گیا ہے اور اپنے باپ کے شہر کی طرف۔ ان کو کیا ضرورت تھی کہ انہوں نے اپنے مقدس قبلے کو بھی چھوڑ دیا ہے کبھی ایک طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں تو کبھی دوسری طرف۔ اور اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ان لوگوں کا کیا بنے گا جو ہم میں سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے انتقال کر گئے۔ کیا ان کی نمازیں باطل ہو جائیں گی؟ چنانچہ مشرک اس سے خوش ہونے لگے اور کہنے لگے کہ محمد پر اس کا معاملہ گڈمڈ ہو گیا ہے۔ قریب ہے کہ یہ دوبارہ ہمارے دین پر آجائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ان لوگوں کے بارے میں جن میں اس نے بے وقوفوں کے قول کو ذکر کیا (اور اس پورے پروسیجر کی حکمت سمجھائی ....) کہ

ولیکون الرسول علیکم شهیدا ـ ولنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی اللّٰه ـ وما کان اللّٰه لیضیع ایمانکم ان اللّٰه بالناس لرء وف الرحیم ۔

(۱) ایک حکمت تو یہ تھی کہ رسول تمہارے اُوپر گواہ بن جائیں۔

(۲) دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ علم ظہور کے ساتھ یہ جان لے کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے اور کون اپنے قدموں پر پھر جاتا ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ قبلے سے پھرنا بڑی مشکل بات ہے مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔

(۴) چوتھی حکمت یہ سمجھائی کہ ثواب واجر کا معاملہ ایمان کے ساتھ مشروط ہوتا ہے قبلے کے ساتھ نہیں۔

(۵) پانچویں بات یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفیق ہے جو کچھ فیصلہ فرماتا ہے اس میں لوگوں کے ساتھ شفقت ہی مقصود ہوتی ہے۔

دین پر بے جا اعتراض کرنے والے احمق ہیں .... (۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، ان کو محمد بن ابومحمد مولیٰ زید ابن ثابت نے، ان کو سعید بن جبیر نے یا عکرمہ نے شک کیا ہے محمد بن محمد نے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ قبلہ پھیرا گیا تھا شام سے کعبے کی طرف ماہ رجب میں سترہ مہینے کے آغاز پر رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد، اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس رفاعہ بن قیس اور قردم بن عمرو اور کعب بن اشرف، نافع بن ابونافع، حجاج بن عمرو حلیف کعب بن اشرف، ربیع بن ربیع بن ابوالحقیق اور کنانہ بن ابوالحقیق آئے اور آ کر پوچھا کہ اے محمد! آپ کو کس بات نے اس قبلے (بیت المقدس) سے پھیر دیا جس پر آپ تھے حالانکہ آپ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیم پر ہیں اور اسی کے دین پر ہیں۔ آپ واپس اسی قبلے پر آ جائیں جس پر تھے۔ لہٰذا ہم بھی آپ کی اتباع کر لیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔ درحقیقت وہ آپ کو آپ کے دین کے معاملے میں فتنے میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

سیقول السفهآء من الناس ماولّٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها ...... تا ...... الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه ۔

یعنی ابتلاء اور آزمائش کے لئے۔ اگرچہ یہ بڑی بھاری بات ہے مگر ان لوگوں کے لئے جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والے نہیں ہیں۔

مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کریں گے جو پہلے قبلے کی طرف تھیں اور نہ تمہاری اس تصدیق کو ضائع کریں جو تم نے نبی کے ساتھ کی تھی، نہ اس اتباع کو ضائع کریں گے جو تم نے اپنے نبی کی کی تھی دوسرے قبلے کی طرف منہ کر کے بلکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے کا اجر عطا کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑے شفیق تر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

قد نری تقلب وجهك فی السمآء ...... تا ...... فلاتکونن من الممترین ۔

(سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۷۶۔۱۷۷)

باب ۱۱۳

اعلان قتال کا آغاز

اور اس کے بعد جو احکامات آئے مشرکین اور اہل کتاب سے معافی اور درگزر کے منسوخ ہونے کے فرضیت جہاد کی وحی سے

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار سکری سے بغداد میں، اس نے کہا انہیں خبر دی اسماعیل بن صفار نے، ان کو احمد بن منصور رمادی نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے زہری سے، اس نے عروہ بن زبیر سے یہ کہ اسامہ بن زید نے اس کو خبر دی ہے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو

ابوسلیمان نے ح)۔اور ہمیں خبری دی ہے ابوسعید محمد بن موسیٰ بن فضل نے ،ان کو ابومحمد احمد بن عبداللہ مزنی نے ۔ان کو علی بن محمد بن عیسیٰ نے ، ان کو ابوالیمان نے ،ان کو خبر دی ابوبشر شعیب بن ابوحمزی نے ، زہری سے ،ان کو خبر دی عروہ نے یہ کہ اسامہ بن زید نے ان کو خبر دی ہے یہ کہ رسول ﷺ اس گدھے پر سوار ہوئے جس پر زین کسی ہوئی تھی (گھوڑے کی طرح)۔

فدک کے بنے ہوئے مخمل کی چادر پر اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ عیادت کرنے چلے تھے سعد بن عبادہ کی بنو حارث بن خزرج میں بدر کے واقعہ سے قبل یہاں کی ایک مجلس سے حضور ﷺ کا گزر ہوا اس میں عبداللہ بن اُبی بن سلول بیٹھے ہوئے تھے ۔یہ عبداللہ بن اُبی بن سلول کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے ۔اتفاق سے مجلس میں مسلمان اور بت پرست مشرکین سب ہی موجود تھے اور یہود بھی تھے اور مسلمانوں میں عبداللہ بن رواحہ بھی تھے ۔جب مجلس کو چوپائے جانور سواری کے پیروں سے اُڑنے والے غبار نے چھپا دیا تو اُبی نے اپنی ناک کو چادر سے چھپالیا۔ اس کے بعد کہنے لگا تم لوگ ہمارے اُوپر غبار تو نہ ڈالو۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت .... اتنے میں رسول اللہ نے السلام علیکم کہا اور پھر کھڑے ہو گئے ۔سواری سے اُترے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن پڑھا لہٰذا عبداللہ بن اُبی بن سلول نے کہا ارے میاں آپ جو بات کرتے ہو اگر یہ حق ہے تو اس سے خوبصورت اور بہتر بات کوئی نہیں ہے لہٰذا تو ہمیں ہماری مجالس میں آکر تکلیف نہ دے ۔آپ اپنی منزل پر جایئے جو شخص تیرے پاس آئے اسی کے آگے بیان کیجئے ۔اور عبداللہ بن رواحہ نے کہا ، جی ہاں یارسول اللہ (ﷺ) ! آپ ہماری مجالس میں آیا کریں ، ہم اس کو پسند کرتے ہیں ۔بس پھر کیا ہوا کہ مسلمانوں ، مشرکوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا ۔قریب تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں ۔حضور ﷺ ہمیشہ ان کو چپ کراتے رہے یہاں تک کہ وہ چپ ہو گئے ۔اس کے بعد حضور ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو گئے ۔اور سعد بن عبادہ کے پاس گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد سے ! آپ نے سُنا کیا کیا ہے ابوحیات نے یعنی عبداللہ بن اُبی نے ؟ فرمایا کہ اس نے ایسے ایسے کہا ہے ۔سعد بن عبادہ نے کہا یارسول اللہ ! آپ اس کو معاف کردیں اور اس سے درگذر فرمائیں ۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اُوپر کتاب اُتاری ہے ۔ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ حق کو لے آیا ہے جو آپ کے اُوپر اُتارا گیا اور البتہ تحقیق اس مدینہ کی بستی والے تیار ہو گئے اس پر کہ وہ اس حق کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو مضبوط کریں برادری کے ساتھ جب اگر اللہ نے رد کردیا حق کو جو اس کو دیا ہے (یعنی اس کو اس حق سے محروم کردیا ہے) تو اس نے بھی از راہ حسد اس سے انکار کردیا ہے ۔اسی وجہ سے اس نے ایسا ایسا کیا ہے جو آپ نے دیکھا ہے ۔لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس سے درگذر کرلیا ۔آپ کے اصحاب بھی درگذر کرتے تھے ۔مشرکین اور اہل کتاب سے جیسے اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا اور ادھر ایذا پر صبر کرتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذًى كثيرًا وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الأمور ۔

تم لوگ ضرور سنو گے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ، ایذا ، اور تکلیف پہنچائی اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو گے تو یہ بات بڑے اہم امور میں سے ہے ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

ود كثير من اهل الكتاب لو يردو نكم من بعد ايمانكم كفارًا حسدًا من عند انفسهم من بعد ماتبين لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتىٰ يأتي الله بامره ان الله على كل شىء قدير ۔

اہل کتاب میں سے زیادہ تر یہ چاہتے تھے کہ وہ آپ لوگوں کو ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں ۔یہ ان کے دلوں کا حسد ہے ۔اس کے بعد کہ ان کے واسطے حق واضح ہو چکا ہے درگذر کرو اور منہ پھیر لو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے ۔بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

نبی کریم ﷺ عفو ودرگذر سے کام لیتے تھے جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ نے ان کے بارے میں اجازت دی اور جب رسول اللہ ﷺ نے بدر کی جنگ لڑی اور اللہ نے اس میں قتل کرا دیا جن کو قتل کرایا قریش کے سرداروں میں سے تو اُبی بن سلول اور اس کے ساتھ بُت پرست مشرکین نے جو اس کے ساتھ تھے کہا کہ یہ ایسا امر ہے جو غالب ہو کر رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

یہ الفاظ ابوالیمان کی حدیث کے ہیں شعیب سے۔ حدیث معمر پوری ہوگئی اس لفظ پر فعفا عنه النبی ﷺ۔

اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوالیمان سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اسحاق اور عبد بن حمید سے اس نے عبدالرزاق سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے حدیث عقیل سے اور دیگر سے۔ انہوں نے زہری سے۔ (مسلم ۳/۱۴۲۲)

(۲) اور ہمیں خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو عبداللہ محمد بن عبداللہ صفار نے، ان کو احمد بن مہران نے، ان کو ابونعیم نے، ان کو سفیان نے اعمش سے، اس نے مسلم بطین سے اس نے سعید بن جبیر ؓ سے، اس نے ابن عباس ؓ سے کہ وہ یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

اذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا و ان الله علی نصرهم لقدیر ۔

جہاد کی اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جن سے قتال کیا گیا بایں سبب کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت کرنے پر قادر ہے۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں یہ پہلی آیت ہے جو قتال کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر قرطبی ۱۲/۶۸)

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی عبدالرحمٰن بن حسن قاضی نے، ان کو ابراہیم بن حسین نے ان کو آدم نے ان کو ورقاء نے ابن ابونجیح سے، اس نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں

اذن للذین یقاتلون بأنّهم ظلمؤا

قریش نے مہاجرین کا تعاقب کیا .... فرمایا کچھ لوگ اہل ایمان میں سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینے کی طرف چلے تھے قریش کے کفار نے ان کا تعاقب کیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے قتال کرنے کی اجازت فرمائی تھی تعاقب کرنے والوں کے ساتھ، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی اور صحابہ نے ان سے قتال کیا تھا۔

(۴) ہمیں خبر دی محمد بن حافظ نے، ان کو ابویحییٰ احمد بن محمد بن ابراہیم سمرقندی نے، ان کو محمد بن نصر نے، ان کو محمد بن عبداللہ نے، ان کو حاتم ابن علاء نے، ان کو عبداللہ بن مبارک نے اسماعیل ابن ابوخالد سے، اس نے سدی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی آیت جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی تھی وہ یہ تھی:

اذن للذین یقاتلون بأنّهم ظلموا

ابتداءً جہاد صرف قریش کے خلاف تھا .... محمد بن نصر نے کہا مسلمان آغاز میں اس طرح تھے کہ اللہ نے قتال کی اجازت اس طرح دی تھی کہ یہ حکم نہیں تھا کہ مجموعی طور پر مشرکین کے ساتھ قتال کرو بلکہ صرف یہ حکم ملا تھا کہ مخصوص طور پر انہیں لوگوں کے ساتھ قتال کریں جو ان سے قتال کریں۔ اور جو ان پر ظلم کریں اور جو ان کو ان کے گھروں سے نکالیں۔ یہ بات اس آیت کے مطابق ہے جس میں قتال کی اجازت مذکور ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۔

قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ قتال کریں اور حد سے نہ بڑھو (قتال کے اندر حد سے نہ بڑھو اس طرح کہ ان لوگوں سے بھی قتال کرنے لگو جو تم سے قتال نہیں کر رہے)۔

ان اللّٰہ لا یحب المعتدین ۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے ۔

اور اگلی آیت بھی :

واقتلو ھم حیث ثقفتموا ھم ۔ ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ۔

تا .... الیٰ قولہ ۔ فاِن قاتلو کم فاقتلو ھم ۔ اگر وہ تم سے لڑیں تم بھی ان سے لڑو۔

جب نبی کریم ﷺ مدینے میں آئے اور آپ کے اردگرد بتوں کے پجاری بھی تھے اور اہل کتاب کے کئی گروہ بھی (یہی وجہ ہے) آپ نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی قتال نہیں کیا تھا۔ بلکہ جنگ بدر کے حوالے سے ان کے درپے ہی نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ خصوصی طور پر قریش کے درپے ہوئے تھے اور انہیں کا قصد کیا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا ان کو جنہوں نے ان پر ظلم کیا تھا اور جنہوں نے ان کو ان کے گھروں سے نکالا تھا۔ حالانکہ مشرک مدینے میں بھی رہتے تھے۔ اہل کتاب سے بھی اور بتوں کے پجاریوں سے بھی اللہ نے ان کی طرف پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کی دعوت دی اور ان کو معاف کرنے پر آمادہ کیا۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیرا ۔ ان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور ۔

البتہ ضرور تم لوگ سنوگے ان لوگوں سے کثیر ایذا جو تم سے پہلے کتاب میں دیئے گئے تھے اور مشرکوں نے بھی اگر تم صبر کر جاؤ اور بچنے کی تدبیر کرلو تو یہ بہت بڑی بات ہوگی۔

نیز ارشاد فرمایا :

ود کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارًا حسدًا من عند انفسھم ...... تا ......

حتیٰ یأتی اللّٰہ بامرہ ۔

اہل کتاب میں زیادہ تر لوگ وہ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ کس طرح تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں از راہ حسد جو ان کے دلوں میں ہے

تا .... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نیا حکم لے آئے۔

اور بسا اوقات آپ کو حکم دیا جاتا تھا ایک کے بعد ایک کو قتل کرنے کا ان میں سے جنہوں نے آپ کو ایذا دینے کا قصد کیا ہوتا تھا جب یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی اور آپ کے ساتھ عداوت پر اُتر آتا تھا۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوسعید بن ابوعمر نے، ان کو ابوالعباس اصم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ربیع بن سلیمان نے۔ وہ کہتے ہیں کہ شافعیؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس بات کی اجازت دی تھی کہ مشرکین کے ساتھ قتال کرنے کی ابتدا کریں۔ ارشاد ہوا :

اذن للذین یقاتلون بأنّھم ظلموا

اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے قتال کیا گیا بایں وجہ کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ (تا آخر آیت)

اور اس طرح ان لوگوں کے لئے قتال جائز اور مباح فرمادیا تھا۔ مطلب یہ کہ اس حکم کو اپنی کتاب میں اللہ نے ظاہر اور واضح فرمادیا تھا۔

چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا :

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم

کہ اللہ کی راہ میں قتال کرو ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ قتال کریں لیکن زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور تم ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ

تا اس حکم تک کہ .... ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتیٰ یقاتلوکم فیہ

اور تم لوگ ان کے ساتھ مسجد الحرام میں قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے بھی قتال کریں

فان قاتلوکم فاقتلوهم ۔ اگر وہ تم سے اس میں بھی قتال کریں تو تم ان کو ضرور قتل کرو۔

کذلک جزاء الکافرین ۔ یہی کافروں کی جزاء اور بدلہ ہے

اور امام شافعیؒ نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ مذکورہ آیت اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف شدید ترین عداوت رکھتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں پر فرض کیا گیا ان کے خلاف قتال کرنے میں وہ سب کچھ اللہ نے جس کو ذکر فرمایا ہے پھر کہا جائے گا یہ سب کچھ منسوخ کردیا گیا اور قتال سے ممانعت ہے یہاں تک کہ وہ قتال کریں۔ بس قتال سے ممانعت شہر الحرام میں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وقاتلوهم حتیٰ لاتکون فتنة ۔ (سورۃ البقرہ : آیت ۱۹۳)

کہ ان سے قتال کرو یہاں تک کہ (شرک وکفر کا) فتنہ باقی نہ رہے۔

اس آیت کا نزول فرضیت جہاد کے بعد ہوا۔

نیز امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک خاص مدت گزر گئی آپ کی ہجرت سے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں انعام فرمایا، کئی جماعتوں پر حضور ﷺ کی اتباع کی بدولت تو اللہ کی مدد کے ساتھ ان لوگوں کے لئے تعداد میں ایک خاص قوت پیدا ہوگئی جو اس سے پہلے نہیں تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر جہاد فرض کردیا اس کے لئے پہلے مباح تھا فرض نہیں تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

کتب علیکم القتال وهو کره لکم وعسیٰ ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم ۔ الاٰیة

(سورۃ البقرہ : آیت ۲۱۶)

تمہارے اوپر فرض کردیا گیا ہے حالانکہ وہ ناگوار ہے تمہارے لئے اور عین ممکن ہے کہ تم ایک شیء کو ناپسند کرو حالانکہ وہ ہی خیر اور بھلائی ہو تمہارے حق میں۔

نیز ارشاد ہوا :

ان اللّٰه اشتریٰ من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل اللّٰه ۔ الخ

(سورۃ التوبہ : آیت ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید کر لئے ہیں بایں طور کہ ان کے لئے جنت ہوگی وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں۔

اور ساری آیات جو جہاد کی فرضیت میں ہیں ذکر کی ہیں۔

آیت قتال سے عفو ودرگزر کا حکم منسوخ ہوگیا.......... (۶) ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے، ان کو عثمان بن سعید دارمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے معاویہ بن صالح سے اس نے علی بن ابی طلحہ سے، اس نے عباس ﷺ سے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

وأعرض عن المشرکین ۔ (سورۃ الحجر : آیت ۹۴)

نیز یہ ارشاد :

فاعفوا واصفحوا حتی یأتی اللّٰه بامره ۔ (سورۃ بقرہ : آیت ۱۰۹)

معاف کرو اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

اور اسی طرح کی آیات جو مشرکین سے معافی کے بارے میں تھیں یہ ساری آیات منسوخ ہوگئیں اس آیت کے ساتھ۔

قاتلوا الذین لایؤمنون باللّٰہ ولا بالیوم الاخر .... الی قولہ وھم صاغرون

کہ قتال کروان لوگوں سے جونہیں ایمان لاتے اللہ کے ساتھ اور نہ یوم آخرت کے ساتھ ... یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکہ جزیہ دیں۔

لہٰذا یہ عفوودرگذر کرنا مشرکین سے منسوخ ہوگیا۔

اورارشادہوا :

وقاتلو ھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ۔ ان سے قتال کئے جاؤ۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔(التوبہ ص ۱۹۳۔)

یعنی لایکون شرک ۔ یعنی شرک باقی نہ رہے۔

دیکھئے الرسالۃ للامام الشافعی ص ۳۶۱۔۳۶۳)

☆☆☆

جلداوّل۔دوم ترجمہ کتاب دلائل النبوۃ ختم ہوا

والحمد للّٰہ علی ذلك اللھم اجعل ھذا العمل خالصًا لك ونجاتًا لی فی الاٰخرۃ وھدایۃ وفلاحًا لامۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کثیرًا کثیرا ۔

۲۸/محرم الحرام۔۱۷/فروری ۲۰۰۷ء